دیوتا
سسپنس ڈائجسٹ کا
مقبول ترین سلسلہ
حصہ
47

وہ جناب تبریزی کے حجرے سے باہر آ کر کھڑی ہو گئی، چاروں طرف دیکھنے لگی۔ اس کی ساری فکریں دور ہو گئی تھیں۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ اس کے سونگھنے کی حس پھر سے بحال ہو جائے گی۔ ان کی اس بات نے اسے بڑا حوصلہ دیا تھا۔ اس کے سر سے پہاڑ اتر گیا تھا۔

اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ شیوانی خواہ کتنی ہی غیر معمولی اور پراسرار قوتوں کی مالک کیوں نہ ہو۔ وہ اپنے پوتے عدنان تک پہنچ ہی جائے گی۔

ابھی وہ حس بحال نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ جب وہ اس ادارے سے باہر جائے گی تو اس کی قوتِ شامہ کو اس کے پوتے کی بُو ملنے لگے گی۔ وہ فوراً ہی اپنی کار میں بیٹھ کر اس ادارے کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے باہر جا سکتی تھی۔ اپنے پوتے کی بو کو پا سکتی تھی لیکن اب جلدی نہیں تھی۔ اس ادارے میں آ کر آمنہ فرہاد سے ملاقات کرنا ضروری تھا۔

آمنہ فرہاد دنیا داری ترک کر چکی تھی۔ برسوں سے عبادت گزاری میں مصروف رہتی تھی۔ اس نے دن رات عبادت کرتے کرتے کچھ روحانی علوم حاصل کیے تھے۔ میرے دو بیٹے پارس اور پورس کو اس نے جنم دیا تھا۔ وہ انہیں جنم دینے کی حد تک ایک ماں تھی۔ ورنہ سونیا نے ہی ان سب کی تعلیم و تربیت پر توجہ دی تھی اور وہ سب ہی سونیا کو اپنی ماں کا درجہ دیتے تھے۔ وہ جب بھی ادارے میں آتے تھے تو آمنہ فرہاد کے پاس آ کر اس کے سامنے ادب سے جھکتے تھے۔ اس سے دعائیں لیتے تھے۔ اس کے ساتھ کچھ وقت گزارتے تھے پھر چلے جاتے تھے۔

وہ زندگی کے عملی میدان میں سونیا کے سائے میں ہی پرورش پاتے رہے تھے اور اہم معاملات میں اس سے ہدایت حاصل کرتے رہتے تھے۔

آمنہ عصر کی نماز پڑھ کر ڈرائنگ روم میں آئی تو وہاں سونیا بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کی سوکنیں تھیں لیکن وہ آمنہ کو بڑی بہن مانتی تھی۔ اس کا احترام کرتی تھی۔ اس لیے بھی کہ اس نے روحانیت کا درجہ حاصل کیا تھا اور دن رات عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتی تھی۔

آمنہ نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا "بہت دنوں کے بعد آئی ہو؟ پوتا پریشان نہ کرتا تو شاید اب بھی نہ آتیں؟"

وہ دونوں صوفوں پر بیٹھ گئیں۔ سونیا نے کہا "وہ پہلے آپ کا پوتا ہے پھر میرا ہے۔"

"نہیں...... میرے تمام بچے پہلے تمہارے ہیں پھر

میرے ہیں۔"

"کیا اپنے پوتے سے ملنے کو دل نہیں چاہتا؟"

"میں روحانیت کے ذریعے کسی حد تک اسے دیکھ لیتی ہوں میری تسلی ہو جاتی ہے۔ بس اتنی ہی آسودگی کافی ہے۔ میں زیادہ چاہت کروں گی۔ اس کے لیے زیادہ سوچوں گی تو یہ دنیاداری ہوگی اور میں دنیاداری ترک کر چکی ہوں۔"

"آپ اپنے پوتے کو روحانیت کے ذریعے دیکھ لیتی ہیں تو پھر یہ بھی جانتی ہوں گی کہ وہ کیسے مصائب سے گزر رہا ہے اور ہمارے لیے کتنے مسائل پیدا کر رہا ہے؟"

"میں سب جانتی ہوں۔ مجھے دنیا والوں کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوتا رہتا ہے لیکن میں ان معاملات میں دلچسپی نہیں لیتی ہوں۔"

"کچھ بھی ہو۔ وہ آپ کا پوتا ہے۔ ہمارا پوتا ہے۔ اس کا مسئلہ حل کرنے کے لیے آپ کچھ تو کر سکتی ہیں......؟"

"تم ابھی جناب تبریزی کے پاس گئی تھیں۔ وہاں سے آ رہی ہو۔ انہوں نے مسئلہ ضرور حل کیا ہوگا؟"

سونیا تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر اس نے کہا "میں شیوانی کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتی ہوں؟"

"جناب تبریزی نے بھی شیوانی کے بارے میں کچھ کہا ہوگا اور بہت کچھ نہیں کہا ہوگا۔ ہم روحانیت کے مراحل سے گزرنے والوں کی مجبوری یہ ہے کہ ہم دنیا والوں کے سامنے کھل کر کچھ بول نہیں سکتے۔ جو کچھ جانتے ہیں، اسے اپنے اندر چھپا کر رکھتے ہیں۔ شیوانی جو بھی ہے جیسی بھی ہے اس کے متعلق تجسس میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ بس اپنے پوتے پر توجہ دو۔ اسے یہاں لے آؤ۔"

جب سونیا جناب تبریزی کے حجرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس وقت آمنہ اپنے گھر میں عبادت کر رہی تھی۔ ان سے دور تھی لیکن یہ جانتی تھی کہ جناب تبریزی سے سونیا کی کیا باتیں ہوئی ہیں۔

سونیا اٹھ کر کھڑی ہوگئی پھر بولی "آپ تو سب جانتی ہیں۔ جناب تبریزی نے میری مشکل آسان کر دی ہے۔ میں انشاء اللہ اپنے پوتے کو یہاں لے آؤں گی۔ اب اجازت چاہتی ہوں۔"

وہ پھر اس کے گلے لگ گئی۔ اس کے بعد وہاں سے رخصت ہو کر باہر آئی۔ کار میں بیٹھ کر ڈرائیو کرتی ہوئی مین گیٹ سے نکل کر ادارے کے احاطے سے باہر نکل آئی۔ ذرا دور جا کر اس نے کار روکی پھر کار سے باہر آ کر کھلی فضا میں گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

وہاں اس نے اپنے پوتے عدنان کا تصور کیا پھر اس کی جسمانی مہک کو یاد کیا۔ چند لمحوں کے بعد ہی اسے اس کی مہک محسوس ہونے لگی۔ وہ گہری سانس لے کر سونگھنے لگی۔ ایک مخصوص سمت کا اندازہ کرنے لگی تو پتا چلا کہ اس کی مہک پیرس کی طرف سے آ رہی ہے۔ وہ فوراً ہی کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کر کے اس طرف جانے لگی۔

پورس اور انا میریا ابھی تک اسی شہر میں تھے۔ سونیا نے پورس سے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ انا میریا کو ہمارے خاندان سے باہر لے جائے اور جب تک یہ عدنان کو واپس نہیں لائے گی۔ اس وقت تک ہمارے خاندان میں نہیں آئے گی۔

پورس نے انا میریا کے ساتھ جھیل والا کاٹیج چھوڑ دیا تھا۔ ایک علاقے میں جا کر ایک ہوٹل کا کمرا کرائے پر لے کر وہاں قیام کر رہا تھا۔ وہ عدنان کے معاملے میں بری طرح تھک گیا تھا۔ پچھلی رات سے نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے ہوٹل کے کمرے میں پہنچتے ہی اس نے کہا "میں بہت تھک چکا ہوں۔ غسل کر کے سو جاؤں گا۔ تم تنہا جاگتی رہو گی تو بور ہو جاؤ گی۔"

وہ مسکرا کر بولی "تم نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ میں بھی سونا چاہتی ہوں۔"

ان دونوں نے غسل کیا اور پھر موجودہ حالات پر گفتگو کرنے لگے۔ پورس نے کہا "دیکھ لو...... تمہاری وجہ سے میں اپنے خاندان کو چھوڑ کر آیا ہوں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ تم میری محبت کو سمجھو۔ مجھ پر بھروسا کرو۔ اگر عدنان تک پہنچ رہی ہو اور سب سے چھپا رہی ہو تو کم از کم مجھ سے نہ چھپاؤ۔ مجھ سے محبت کرتی ہو تو مجھ پر اعتماد کرنا سیکھو۔"

"مجھے یہ فخر حاصل ہو رہا ہے کہ تم میری خاطر اپنے خاندان والوں کو چھوڑ کر آئے ہو اور میرے ساتھ زندگی گزارنا چاہتے ہو لیکن کب تک؟ کیا ہمیشہ کے لیے اپنے خاندان والوں کو چھوڑ دو گے؟"

"اگر تم عقل سے کام لو گی تو خاندان کو چھوڑنا نہیں پڑے گا۔ عدنان کے معاملے میں سمجھوتا کرو۔ ہم آپس کے اختلاف کے باعث اس معصوم کو نقصان پہنچائیں گے۔ تو یہ سراسر ہماری ناکامی ہوگی۔"

"ہم اسے نقصان کیوں پہنچائیں گے؟ کیا ہم نادان ہیں اپنے بچے کے دشمن ہیں؟ ہم اسے بہترین تعلیم دیں گے۔ بہترین تربیت دیں گے اور تمہارے ماں باپ کو بتائیں گے کہ ان کے بغیر بھی ہم ان کے پوتے کو کیا سے کیا بنا سکتے ہیں۔"

"کیا تم نے یہ پوری پلاننگ کر لی ہے کہ عدنان کو ہم کہاں لے جائیں گے؟ کہاں رکھیں گے؟ کس ادارے میں تعلیم دلوائیں گے؟"

"ہاں میں نے سب سوچ لیا ہے۔"

"پھر تو تم یہ بھی جانتی ہو گی کہ عدنان کہاں ہے؟"

وہ چونک کر بولی "نن...... نہیں میں ابھی تو نہیں جانتی لیکن شیوانی سے التجا کرتی رہوں گی۔ تو مجھے معلوم ہو جائے گا اور وہ یہی چاہے گی کہ ہم بابا صاحب کے ادارے سے اسے کہیں دور لے جائیں اور اپنے طور پر اس کی پرورش کرتے رہیں۔"

"تمہیں جلد از جلد شیوانی سے پھر رابطہ کرنا چاہیے۔ اپنے بیٹے تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ جلد سے جلد معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟"

"یہ تو اطمینان رکھو کہ وہ جہاں بھی ہوگا۔ مزے میں ہوگا کیونکہ شیوانی اسے نقصان پہنچنے نہیں دے گی۔"

"تم دونوں صرف ماں کے جذبے سے دیکھ رہی ہو میرے جذبات کا کوئی خیال نہیں ہے۔ میں باپ ہوں اس کے لیے بے چین ہوں۔ کیا مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم ہونا نہیں چاہیے؟ کیا مجھے اس سے رابطہ نہیں کرنا چاہیے؟"

"تم ناراض کیوں ہوتے ہو۔ یہ میرے بس میں تو نہیں ہے۔ میں نے کہا ناں کہ شیوانی سے رابطہ کر کے اس سے التجا کروں گی۔"

"ابھی رابطہ کرو۔"

وہ خاموش رہی۔ کچھ دیر بعد وہ بولی "تمہاری نظروں میں کیا صرف بیٹے کی اہمیت ہے۔ میری کوئی اہمیت نہیں ہے؟"

"یہ کیسی باتیں کر رہی ہو؟ میں تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں۔ اسی لیے تو سب کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ آیا ہوں۔"

"جب اتنا چاہتے ہو تو یہ تنہائی ہے۔ ہم دونوں کس حال میں ہیں۔ تمہیں ایک ذرا احساس نہیں ہے۔ میرے لیے کوئی رومانی جذبہ تمہارے اندر نہیں ابھر رہا ہے۔"

"انا میریا! حالات کو سمجھو۔ ہم کتنے اہم مسئلے میں الجھے ہوئے ہیں۔ ہمارا بیٹا ہماری نظروں سے دور ہے۔ ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔ جب تک اطمینان نہیں ہوگا۔ اس وقت تک رومانس کی طرف دھیان نہیں جائے گا۔ تم کہیں بھاگی تو نہیں جا رہی ہو؟ اور ہم آئندہ جدا ہونے والے نہیں ہیں پھر ایسی جلدی کیا ہے؟ بیٹے کو حاصل کرنے کے بعد جو

مسرتیں حاصل ہوں گی ان مسرتوں کے ہجوم میں پیار کا مزہ کچھ اور ہی ہوگا۔لہٰذا پلیز ...... آئینہ نکالو اور شیوانی سے رابطہ کرو۔"

اس نے چھوٹے سے آئینے کو نکال کر اس میں دیکھا پھر تھوڑی دیر تک دیکھتی رہی۔ پورس بھی اسے توجہ سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"تم خود ہی آ کر دیکھو۔اس آئینے میں میرا عکس دکھائی دے رہا ہے۔شیوانی نظر نہیں آ رہی ہے۔"

"میں پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔اس میں تو ہمیشہ تم ہی نظر آتی ہو۔تمہارے کہنے سے ہی یہ پتا چلتا ہے کہ تمہیں آئینے میں شیوانی کا عکس نظر آتا ہے۔ میں نے تو کبھی اسے نہیں دیکھا۔"

وہ آئینے کو توجہ سے دیکھتے ہوئے پکارنے لگی "شیوانی! تم کہاں ہو؟ پلیز آ جاؤ۔ میں تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔پلیز شیوانی......!"

وہ اسے پکارتی رہی۔اس کا انتظار کرتی رہی پھر اس نے مایوس ہو کر پورس کو دیکھا اور آئینے کو پرس میں رکھتے ہوئے کہا۔

"وہ رابطہ نہیں کر رہی ہے۔وہ نہیں چاہتی کہ ابھی عدنان کے بارے میں مجھے اور تمہیں کچھ معلوم ہو۔"

پورس نے جھنجلا کر کہا "میں شیوانی پر بھروسا کیسے کروں کہ میری اولاد کو چھیننے والی اس سے بھلائی کرے گی اور اسے کہیں لے جا کر اس کی حفاظت کر رہی ہوگی؟"

"تم یقین کرو۔اب سے پہلے جب اسے آئینے میں دیکھا تھا تو اس نے عدنان کی قسم کھا کر یقین دلایا تھا کہ وہ اسے نقصان پہنچنے نہیں دے گی اور جلد ہی مجھے اس کے پاس پہنچائے گی۔"

وہ ایک طرف لیٹ گیا پھر بولا "میں سو رہا ہوں۔اگر تمہیں نیند نہ آئے تو بار بار شیوانی کو مخاطب کرتی رہو۔شاید اس سے رابطہ ہو جائے۔"

"میں یہی کوشش کرتی رہوں گی۔"

وہ اس کے پاس آ کر لیٹ گئی۔وہ اسے بازوؤں میں بھرتے ہوئے بولا "اس بات پر شیوانی کو راضی کرو کہ وہ مجھ سے باتیں کرے۔آخر میں اس کا جیون ساتھی تھا۔لائف پارٹنر تھا۔اس کا شوہر تھا۔وہ مجھ سے پردہ کیوں کر رہی ہے؟"

"میں اس سے ضرور اس سلسلے میں بات کروں گی۔میں خود چاہتی ہوں کہ وہ اس دنیا میں کہیں ہے۔چاہے آتما کی حیثیت سے ہی ہے تو وہ صرف مجھ سے اور عدنان سے نہیں۔تم سے بھی بات کرے۔کیونکہ ہم تینوں چاروں کے درمیان گہرا رشتہ ہے۔"

پورس نے باتیں کرتے کرتے آنکھیں بند کر لیں۔واقعی اسے نیند آ رہی تھی۔وہ تھوڑی دیر بعد ہی گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔وہ بڑی دیر تک اس کے ساتھ لپٹی رہی۔اسے دیکھتی اور سمجھتی رہی کہ واقعی گہری نیند میں ہے یا نہیں پھر اس نے آہستگی سے پکارا "پورس!"

وہ دماغ کو ہدایت دے کر سوتا تھا۔نیند کا ایک مخصوص وقت مقرر کر لیتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ اگر کوئی غیر معمولی بات ہو تو اس دوران میں آنکھ کھل جائے۔ورنہ وہ مخصوص وقت تک سوتا رہے۔

کوئی غیر معمولی بات نہیں ہو رہی تھی۔انا میریا اس کے بستر کی ہم سفر تھی۔وہ اسے آواز دیتی یا کروٹیں بدلتی رہتی تو فرق نہ پڑتا۔وہ سوتا ہی رہتا۔

وہ آہستہ سے اس سے الگ ہو گئی۔اس سے ذرا دور ہو کر بڑے نخرے سے بولی "جاؤ میں تم سے نہیں بولوں گی۔اتنی جلدی سو گئے۔مجھے کس تو کرنا چاہیے تھا۔"

وہ واقعی سو رہا تھا۔اس کی سانس کی روانی سے ہی پتا چل رہا تھا کہ گہری نیند میں ہے۔ وہ مطمئن ہو گئی۔ بستر کے سرہانے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔قریب ہی پرس رکھا ہوا تھا۔اس نے پرس میں سے چھوٹے سے آئینے کو نکالا۔اسے اپنی قمیص کے دامن سے صاف کیا پھر اس آئینے میں دیکھنے لگی۔

اس کی سطح پر نظر ڈالتے ہی شیوانی کا عکس دکھائی دینے لگا۔اس کی بڑی بڑی پرکشش آنکھیں اسے کھینچنے لگی۔وہ ان آنکھوں میں ڈوبتی چلی گئی پھر ان آنکھوں نے پوچھا "کیا وہ سو چکا ہے؟"

"ہاں......تھکا ہوا ہے۔گہری نیند سو رہا ہے۔"

"وہ اور اس کی مما سب ہی تم پر شبہ کر رہے ہوں گے۔"

"شبہ کرنے کی تو بات ہی ہے۔انہوں نے اب تک یہی دیکھا تھا کہ میں جب چاہتی تھی۔ تمہیں دیکھتی تھی۔تمہاری آنکھوں میں ڈوب کر عدنان تک پہنچ جاتی تھی۔اب میں ان سے کہوں کہ تم آئینے میں نظر نہیں آ رہی ہو اور نہ ہی مجھے عدنان تک پہنچا رہی ہو۔اس بات کا کوئی یقین نہیں کرے گا۔"

شیوانی نے کہا "دنیا والوں کی پروا نہ کرو۔تمہیں اس کی مما سونیا سے بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔پورس کو اپنا دیوانہ بنا کر رکھو گی تو سمجھ لو کہ بازی جیت کر رہی رہو گی۔"

انا میریا نے کہا "میں اسے محبت سے پگھلانا جانتی ہوں۔وہ میرے قابو میں رہے گا لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنے

بیٹے سے ملنے کے لیے تڑپ رہا ہے۔ میں اسے کیا جواب دوں؟ کب تک یہ کہتی رہوں کہ تم مجھے عدنان سے ملنے نہیں دے رہی ہو؟ تم نے عدنان کو پتا نہیں کہاں چھپا کر رکھا ہے۔ یہ جھوٹ میں کب تک بولتی رہوں گی؟"

"جب تک کہ وہ تمہارے پیار کے شکنجے میں پوری طرح نہ آ جائے اور اپنے ماں باپ سے رشتہ نہ توڑ لے اور تمہارے ساتھ یہاں سے دور امریکا کے کسی شہر میں جا کر رہائش اختیار نہ کر لے۔اس وقت تک تم اس سے جھوٹ بولتی رہو گی اور سمجھاتی رہو گی کہ عدنان تمہیں امریکا کے کسی شہر میں ہی ملے گا۔"

"وہ میرے ساتھ امریکا جائے گا تو کیا تم اسے اس کے بیٹے سے ملواؤ گی؟"

"ہاں......ضرور ملاؤں گی لیکن اسی طرح کہ کبھی اس سے ملائی اور کبھی دور کرتی رہوں گی۔ جب وہ اس بات پر پوری طرح آمادہ ہو جائے گا کہ عدنان کی پرورش ہماری مرضی سے ہوگی۔ہم اپنے مذہب اور عقیدے کے مطابق عدنان کو تعلیم دلائیں گے اور اس کی تربیت کریں گے۔جب وہ اس پر راضی ہو جائے گا تو پھر عدنان مستقل تمہارے اور اس کے ساتھ رہے گا۔ میں بھی مطمئن رہوں گی۔اسے کبھی تم دونوں سے جدا نہیں کروں گی۔"

"تم سے تو پھر باتیں ہوتی رہیں گی۔پلیز مجھے میرے بیٹے کے پاس پہنچا دو۔"

وہ اس کی آنکھوں میں ڈوبی ہوئی تھی پھر چند سیکنڈ کے بعد ہی خود کو عدنان کے اندر محسوس کرنے لگی۔ اس کے خیالات پڑھنے لگی پھر اس سے بولی "ہیلو بیٹے......! کیسے ہو؟"

اس نے کہا "مزے میں ہوں۔آپ کہاں چلی گئی تھیں ممی۔"

"بیٹے! میں دوسرے معاملات میں مصروف ہو گئی ہوں۔اس لیے ذرا دیر سے تمہارے پاس آیا کروں گی۔"

"لیکن ممی! یہ آپ نے مجھے کہاں لا کر رکھا ہے؟ یہاں اتنے بڑے بنگلے میں تنہا رہتا ہوں۔بس ایک ملازمہ ہے۔ابھی شام ہو چکی ہے اندھیرا ہونے والا ہے۔یہ چلی جائے گی تو میں تنہا رہ جاؤں گا۔"

"ایسی بات نہیں ہے بیٹے! میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گی یہاں تمہارے پاس کوئی نہ کوئی ضرور رہے گا۔"

"میں یہاں تنہا کب تک رہوں گا؟"

"بیٹے! بہت مجبوری ہے۔دشمن تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔تم نے دیکھا ہے کہ ہم ان سے کس طرح مقابلہ کر رہے ہیں؟ اور تمہیں ان سے بچاتے پھر رہے ہیں۔"

"ممی! آپ میرے پاس آ جائیں ہم دونوں چھپ کر رہیں گے۔"

"بیٹے! میں جلد ہی آنے کی کوشش کروں گی۔ میں بھی تو چھپی ہوئی ہوں۔وہ مجھے بھی تلاش کر رہے ہیں۔ہم دونوں کو ابھی الگ الگ رہنا چاہیے۔ایک ہی جگہ رہیں گے تو پکڑے جائیں گے۔"

"اگر آپ نہیں آ سکتیں تو میرے پاپا کو یہاں بھیج دیں وہ تو آ سکتے ہیں؟"

"بیٹے! دشمنوں کا کچھ پتا ٹھکانا معلوم ہوا ہے۔تمہارے پاپا ان سے نمٹنے کے لیے اس ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔وہ واپس آتے ہی تمہارے پاس پہنچیں گے۔تمہیں تنہا رہنا چاہیے اور حوصلہ کرنا چاہیے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "آپ اچھی نہیں ہیں۔پاپا بھی اچھے نہیں ہیں۔ مجھے تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔ میں اپنی گرینڈ مما کے پاس رہوں گا۔ مجھے ان کے پاس پہنچا دیں۔"

وہ سمجھ رہی تھی کہ دادی سے زیادہ مانوس ہو چکا ہے اور اس کے بارے میں بھی وہ سوالات ضرور کرے گا۔اپنے اور پورس کے بارے میں تو اس نے باتیں بنالی تھیں۔سونیا کے بارے میں آخر کب تک باتیں بنا سکتی تھی۔اسے باتوں سے بہلایا جاتا تو وہ کبھی نہ بہلتا۔اپنی دادی کے پاس جانے کی ضد کرتا رہتا۔

اس نے پوچھا "ممی! آپ چپ کیوں ہو گئیں؟ بولتی کیوں نہیں؟"

"بیٹے! میں کیا بولوں؟ ایک بہت ہی صدمہ پہنچانے والی بات ہے۔ میں تمہارے ننھے سے دل کو صدمہ پہنچانا نہیں چاہتی تھی۔تم خوامخواہ دادی کے پاس جانے کی ضد کر رہے ہو۔"

"آخر بات کیا ہے؟ آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟"

"تمہاری گرینڈ مما بہت گریٹ تھیں۔ انہوں نے تمہاری جان بچانے کی خاطر دشمنوں سے لڑتے لڑتے اپنی جان دے دی ہے۔ایک دشمن نے انہیں گولی مار دی۔وہ مر چکی ہیں۔اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔"

عدنان نے چیختے ہوئے کہا "نہیں......نہیں......آپ جھوٹ بول رہی ہیں۔میری گرینڈ مما کو کوئی نہیں مار سکتا۔میری گرینڈ مما بہت گریٹ ہیں۔میں ان کے پاس جاؤں گا۔مجھے ان کے پاس لے چلیں۔گرینڈ مما......گرینڈ مما......

گرینڈ مما......“

وہ چیختے چیختے اچانک رک گیا۔ اس کی آواز بند ہوگئی پھر وہ بستر کے پاس آ کر اس پر گر پڑا۔ انا میریا محسوس کررہی تھی کہ وہ اب اپنی گرینڈ مما کو یاد نہیں کررہا ہے اور سب کچھ بھول گیا ہے اس کا ذہن خوابیدہ ہو رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ گہری نیند سو گیا۔

انا میریا کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ اب وہ آئینے کی سطح پر شیوانی کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ شیوانی کی آنکھوں نے کہا ”میں نے اسے سلا دیا ہے۔ وہ خانی مکان میں چیخ رہا تھا۔ باہر والوں کو اپنی طرف متوجہ کرسکتا تھا۔ اس لیے میں نے اسے تھپک کر سلا دیا ہے۔ جب نیند سے بیدار ہوگا تو میں اسے کنٹرول کروں گی۔ اس کے دماغ سے دادی کی محبت کو کم سے کم کرتی رہوں گی۔ اب تم بھی جاؤ۔ آرام کرو۔“

آئینے کی سطح سے شیوانی کا عکس گم ہوگیا۔ انا میریا نے پاس رکھے ہوئے پرس کو اٹھایا۔ وہ اس میں اس آئینے کو رکھنا چاہتی تھی۔ اسی وقت پورس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ پورس نے اپنے دماغ کو کتنی دیر سونے کی ہدایت کی تھی۔ وہ صرف ایک گھنٹے کی نیند چاہتا تھا اور وہ نیند پوری کر چکا تھا۔

اس سے نظر ملتے ہی انا میریا ایک دم سے گھبرا گئی۔ وہ بولا ”میں سمجھ رہا تھا کہ تم میرے ساتھ سو رہی ہو۔“

پھر اس نے آئینے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”تم تو شیوانی سے باتیں کررہی تھیں۔ کیا میرے بیٹے کے دماغ میں گئی تھیں؟“

”نہیں...... ہاں...... ہاں گئی تھی...... مگر......“

وہ اسے غور سے دیکھتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا پھر بولا ”کیا بات ہے۔ کچھ پریشان لگ رہی ہو؟ مجھے بتاؤ، میرا بیٹا کیسا ہے۔ خیریت سے ہے یا نہیں......؟“

وہ تیزی سے ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلانے لگی۔ وہ اسے جھنجوڑتے ہوئے بولا ”کیا سر ہلا رہی ہو؟ منہ سے تو کچھ بولو......؟“

”کہہ تو رہی ہوں...... ہاں...... وہ خیریت سے ہے۔ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔“

”تو پھر تم پریشان کیوں ہو؟ پریشان ہو یا گھبرا رہی ہو آخر بات کیا ہے؟“

”میں...... میں بھلا کیوں گھبراؤں گی؟ کوئی ایسی بات ہی نہیں ہے ہمارا بیٹا خیریت سے ہے مگر بات یہ ہے کہ......“

”کیا بات ہے؟ بولتے بولتے رک کیوں جاتی ہو؟“

”میں کیا بتاؤں؟ پریشانی یہ ہے کہ میں بیٹے کے دماغ میں جا کر بھی کچھ نہ کرسکی۔ کچھ معلوم نہ کرسکی کہ وہ کہاں ہے؟“

”کیا تم نے اس کے خیالات نہیں پڑھے؟“

”اس کے خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ میں اسے آواز دے رہی تھی مگر وہ سن نہیں رہا تھا۔ بس یہ اندازہ ہوا کہ وہ جہاں بھی ہے۔ زندہ سلامت ہے۔ خیریت سے ہے اور مزے سے ہے۔“

”تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ مزے سے ہے؟“

”یہ بات شیوانی نے بتائی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میں اپنے بیٹے کی ذمے دار ہوں۔ اسے کوئی نقصان پہنچنے نہیں دوں گی۔“

وہ جھنجلا کر بولا ”میں شیوانی کے ساتھ بہت بری طرح پیش آؤں گا۔ اس سے بولو کہ وہ مجھے دشمن نہ بنائے۔ میرے بیٹے تک مجھے پہنچا دے۔“

”میں نے اس سے کہا تھا۔ اس کے سامنے روتی رہی... گڑگڑاتی رہی کہ ہمیں اس کا پتا بتا دے ہم سونیا مما کو اور کسی کو اس کا پتا نہیں بتائیں گے۔ میں پورس کے ساتھ اس کے پاس جاؤں گی اور اگر وہ چاہتی ہے کہ ہم اس کے ساتھ چھپ کر رہیں۔ تو ہم چھپ کر بھی رہیں گے لیکن اپنے بیٹے کے پاس رہیں گے۔“

پورس نے بھڑک کر کہا ”چھپ کر کیوں رہیں گے کیا ہم مجرم ہیں؟ کیا میرا بیٹا اس کی جاگیر ہے کہ وہ اسے چھپا کر رکھے گی اور ہمیں بلیک میل کرے گی ہمیں مجبور کرے گی کہ اس کی مرضی کے مطابق ہم زندگی گزاریں؟“

وہ پورس سے لپٹ کر بولی ”پلیز...... غصہ تھوک دو اس وقت گرم مزاجی دکھائیں گے تو بیٹا ہاتھ سے نکل جائے گا۔ شیوانی سے دشمنی کی باتیں نہ کرو۔ ایسا کرو گے تو اپنے بیٹے سے دشمنی کرو گے۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس وقت ہم بہت کمزور ہیں۔ ہم اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے۔“

پورس نے سوچا ”یہ درست کہہ رہی ہے۔ مجھے ٹھنڈے دماغ سے کام لینا چاہیے۔ میں شیوانی کو برا بھلا کہوں گا، دشمنی کروں گا تو وہ میرے بیٹے کو مجھ سے مزید دور کردے گی۔“

اس نے پریشان ہو کر پوچھا ”وہ کہتی کیا ہے؟ آخر وہ کب تک عدنان کو ہم سے دور رکھے گی؟“

”وہ کہتی ہے کہ ہمارے بچے کو بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جانے دے گی تمہیں اس سے سمجھوتا کرنا ہوگا کہ تم دنیا کے کسی بھی ادارے میں اسے اپنی مرضی سے داخل کرا سکتے ہو۔

وہ اعتراض نہیں کرے گی مگر بابا صاحب کے ادارے کا خیال دل سے نکال دو۔ وہ کبھی ایسا نہیں ہونے دے گی۔“

پورس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا ”ٹھیک ہے۔ میں اپنی مرضی سے اس کی تعلیم و تربیت کروں گا اور اپنی مرضی سے کسی ادارے کا انتخاب کروں گا۔ اسے بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جانے دوں گا۔ اپنی مما کو سمجھا لوں گا۔“

انا میریا نے کہا ”اور شیوانی نے یہ بھی کہا ہے کہ جب تک وہ جوان نہیں ہوگا، سمجھ دار نہیں ہوگا۔ تب تک اسے دادی اور دادا سے ملنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ صرف ماں اور باپ ہی اس سے ملتے رہیں گے۔ بلکہ اس کے ساتھ رہا کریں گے۔“

”شیوانی بہت غلط کہہ رہی ہے۔ میری مما کبھی راضی نہیں ہوں گی۔ وہ شیوانی کی ایسی تیسی کرکے رکھ دیں گی۔“

”تمہاری مما شیوانی کے خلاف کچھ کرسکیں گی یا نہیں، یہ ان پر چھوڑ دو۔ تم اپنا فیصلہ سناؤ۔ کیا بیٹے کو ہاتھ سے گنوا دو گے؟ اس کی شرائط مان کر بیٹے کے قریب نہیں رہنا چاہو گے؟ اسے اپنے زیر سایہ پرورش نہیں دینا چاہو گے۔“

”مجھے سوچنا ہوگا، غور کرنا ہوگا۔ اپنے بیٹے کی خاطر مجھے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے۔“

”میرا مشورہ مانو۔ وہ جو کہہ رہی ہے اسے فی الحال مان لو اور یہاں سے امریکا چلو۔“

پورس نے پوچھا ”امریکا کیوں؟“

”وہ یہی کہہ رہی ہے کہ ہم امریکا کے کسی شہر میں جا کر رہیں گے تو وہ عدنان کو وہاں پہنچا دے گی۔“

اس نے انا میریا کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر پوچھا ”کیا تمہیں یقین ہے کہ ہم آج ہی اپنے گھر جائیں گے تو وہ کل تک عدنان کو ہمارے پاس پہنچا دے گی؟“

”بے شک...... اس نے جو کہا ہے، وہ اس پر ضرور عمل کرے گی۔ مجھے یقین ہے، وہ ہمیں مایوس نہیں کرے گی۔“

پورس نے سوچا کہ ٹھیک ہے۔ اس کی بات مان لی جائے گی۔ جب بیٹا مل جائے گا تو وہ پھر شیوانی سے نمٹ لے گا۔

وہ بولا ”مجھے یہ شرائط منظور ہیں۔ تم پھر ایک بار شیوانی سے رابطہ کرو اور اس سے کہو، ہم آج ہی رات کسی فلائٹ سے امریکا جانے کی کوشش کررہے ہیں۔ کیا وہ کل تک عدنان کو وہاں پہنچا دے گی۔“

”اسے پہلے یہ بتانا ہوگا کہ ہم کس شہر میں پہنچنے والے ہیں؟“

”ہم یہاں سے نیویارک جا سکتے ہیں، شکاگو جا سکتے ہیں یا پھر واشنگٹن۔ جہاں کی سیٹیں ملیں گی، ہم وہاں پہنچ جائیں گے۔“

انا میریا نے پرس میں سے آئینہ نکالا اور اس کی سطح کو دیکھتی ہوئی شیوانی کے پاس پہنچ گئی پھر اس کی آنکھوں میں ڈوب کر بولی ”پورس اس بات کے لیے تیار ہے کہ ہم امریکا جا کر کسی شہر میں رہیں گے، وہاں عدنان کو کل تک پہنچا دیا جائے۔“

شیوانی نے کہا ”یہ اپنے آپ کو بہت چالاک سمجھتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ جب امریکا کے کسی شہر میں عدنان اسے مل جائے گا تو وہ مجھ سے فراڈ کرے گا اور مجھے دھوکا دے کر عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں لے جائے گا۔“

انا میریا نے کہا ”شیوانی! تمہیں اس پہلو سے نہیں سوچنا چاہیے۔ وہ تمہیں کوئی دھوکا نہیں دے سکتا۔ اگر وہ عدنان کو لے کر فرار ہونا چاہے گا تو تم اس کے اندر پہنچ کر اسے پھر بھٹکا دو گی۔ اسے اس کے باپ سے چھین کر پھر کہیں گم کردو گی۔ یہ تو تمہارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں یہی کروں گی۔ اس سے کہو، وہ امریکا جائے میں عدنان کو وہاں ضرور پہنچاؤں گی۔“

”کیا تم کل تک عدنان کو وہاں پہنچا سکتی ہو؟“

”کل تک تو مشکل ہے۔ اس سے کہو میں کوشش کروں گی جب یہ یقین ہو جائے گا کہ سونیا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے میری نگرانی نہیں کررہے ہیں اور اس کے تعاقب میں نہیں ہیں تو میں اسے کل نہ سہی دو چار دنوں میں ضرور پہنچا دوں گی۔“

انا میریا نے پورس سے یہ باتیں کیں۔ پورس نے کہا ”اس سے کہو کہ میں دو چار دن اور صبر کرلوں گا لیکن اسے دو چار دنوں میں بہرحال امریکا میرے پاس پہنچ جانا چاہیے۔“

اس نے پھر آئینے کی سطح پر دیکھا۔ شیوانی سے باتیں کیں۔ اس کی آنکھوں میں ڈوب کر سوچ کے ذریعے باتیں ہوتی تھیں۔ کوئی دوسرا سن نہیں پاتا تھا۔ اس نے گفتگو کرنے کے بعد پورس سے کہا ”وہ راضی ہے کہتی ہے کہ دو چار دنوں میں ضرور ہمارے عدنان کو وہاں پہنچا دے گی۔“

”اس سے کہو کہ مجھ سے بات کرے۔ میں آئینے کی سطح پر دیکھوں تو وہ مجھے نظر آئے اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر عدنان کے سلسلے میں مجھ سے بات کرے۔“

وہ پھر آئینے کی سطح پر دیکھنے لگی۔ خاموشی سے گفتگو کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد بولی ”وہ تم سے بات نہیں کرے گی۔ کہتی ہے کہ اس دنیا میں آدھی زندگی لے کر آئی ہے۔ ہر ایک کے

سامنے نہ آ سکتی ہے نہ بول سکتی ہے۔ مجھ سے صرف اس لیے بول رہی ہے کہ میں عدنان کو بھرپور ممتا دے رہی ہوں۔"

وہ ناگواری سے بولا "یہ فضول باتیں ہیں۔ جب وہ تم سے بات کر سکتی ہے۔ تو مجھ سے بھی کر سکتی ہے۔"

"پورس! تمہیں غصے میں نہیں آنا چاہیے۔ وہ صرف مجھ سے باتیں کرتی ہے۔ کسی اور سے کیوں نہیں کرتی یہ وہی بہتر جانتی ہے اب اس کی مرضی اور مزاج کے خلاف کچھ نہ بولو۔ صرف اپنے بیٹے کا خیال کرو اسے کسی طرح حاصل کرنا ہے۔ پلیز جاؤ اور آج ہی کسی بھی پہلی فلائٹ سے دو سیٹیں حاصل کرلو۔"

وہ سوچنے لگا۔ انا میریا نے کہا "مجھے غور سے دیکھو میں بالکل شیوانی کی طرح ہوں۔ مجھ سے باتیں کرو۔ مجھ سے معاملات طے کرو۔ اس کا خیال دل سے نکال دو۔ وہ تمہارے مزاج کے مطابق کوئی فیصلہ نہیں کرے گی۔ نہ ہی تمہاری بات مانے گی۔ خوامخواہ الجھنے کا فائدہ کیا ہے؟"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بستر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے نیچے گراؤنڈ فلور میں جانا تھا۔ وہاں کسی بھی فلائٹ کے بارے میں معلوم کرنا تھا کہ اسے کس فلائٹ میں سیٹ مل سکتی ہے۔ وہ نیچے جانے کے لیے لباس تبدیل کرنے لگا۔

❀

ولاڈی میر نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے عدنان کو تلاش نہیں کر سکے گا اور نہ ہی اسے قیدی بنا کر اپنے ہاتھ سے قتل کر سکے گا۔

جب سے وہ عدنان کو اغوا کرنے میں ناکام ہوا تھا۔ تب ہی سے اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا تھا۔ وہ پراسرار علوم کے ذریعے معلوم کرتا رہا تھا کہ وہ کہاں ہے اور اسے کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف بھی یہی کچھ کر رہی تھی اور اس نے یہ معلوم کیا تھا کہ عدنان اسی شہر میں ہے۔ جہاں سے اسے اغوا کیا گیا تھا۔

ارنا کوف اور ولاڈی میر کے پاس قطب نما ایک آلہ تھا۔ اس آلے میں گھڑی کی طرح ایک سوئی تھی۔ اس کو اپنے منتروں کے ذریعے اپنے مطلوب کے نام سے باندھ دیا جاتا تھا پھر اس پر بہت ہی مشکل عمل کیا جاتا تھا۔ اس عمل کے ذریعے وہ سوئی اسی طرف گھومتی تھی۔ جس طرف وہ مطلوب ہوتا تھا۔

اس وقت ان کا مطلوب عدنان تھا اور وہ اسی کے نام سے منتر پڑھ رہے تھے اور طرح طرح کے عمل کرتے رہے تھے۔ اس کے نتیجے میں وہ سوئی عدنان کے نام سے اپنا رخ بدلنے لگی تھی۔

ولاڈی میر پیرس کے ایک قریبی شہر میں تھا اور ارنا کوف جرمنی میں تھی۔ جب اس کے آلے نے بتایا کہ اس کا مطلوب عدنان فرانس میں ہے اور پیرس کی طرف ہے تو وہ پہلی فلائٹ سے ہی پیرس پہنچ گئی تھی۔

دوسری طرف سے ولاڈی میر بھی وہاں چلا آیا تھا۔ دونوں ہی چھپے ہوئے تھے اور ان کے پاس جو آلات تھے۔ ان کی سوئی بتا رہی تھی کہ عدنان کو پیرس کے کس علاقے میں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ اس علاقے میں جانے کے بعد پھر اس سوئی سے پتا چلتا کہ وہ کس محلے اور کس گلی میں ہے پھر گلی میں جا کر وہ سوئی اس مکان کا رخ کرتی جس میں اسے چھپا کر رکھا گیا تھا۔

وہ دونوں اب عدنان سے زیادہ دور نہیں تھے۔ ایک ہی شہر میں تھے۔ کسی وقت بھی وہاں پہنچ سکتے تھے لیکن وہ وہاں خود جانا نہیں چاہتے تھے۔ سونیا اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف سے اندیشہ تھا کہ گھیر لیے جائیں گے تو مارے جائیں گے۔

لہٰذا انہوں نے اپنے ایک ایک آلہ کار پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اسے اپنا تابعدار بنایا تھا۔ اس آلہ کار نے اپنے ساتھ دو ماتحت رکھے تھے۔ جو ولاڈی میر کر رہا تھا۔ وہی ارنا کوف بھی کر رہی تھی۔ انہوں نے اپنے اپنے آلہ کار کو وہ مخصوص آلہ دیا تھا۔ جس کے ذریعے عدنان کی نشان دہی ہو سکتی تھی کہ اسے کس محلے میں اور کس گلی میں چھپا کر رکھا گیا ہے؟

شیوانی نے عدنان تک پہنچنا مشکل بنا دیا تھا۔ ان کے پراسرار علوم نے اتنی ہی آسانی فراہم کر دی تھی۔ دوسری طرف سونیا کے اندر بھی اس کی پرانی صلاحیت بیدار ہو گئی تھی۔ وہ بھی سونگھتے ہوئے ٹھیک اسی گلی اور محلے کی طرف جا رہی تھی۔ جس گلی میں وہ مکان تھا اور اس مکان میں عدنان ایک کمرے میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی خدمت کے لیے ایک ملازمہ رکھی گئی تھی۔

شیوانی کو اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ سونیا یا ولاڈی میر وغیرہ وہاں تک پہنچ سکیں گے۔ اسے یقین تھا کہ وہ دس بارہ گھنٹوں تک عدنان کو وہاں کامیابی سے چھپا کر رکھے گی پھر وہاں سے اسے دوسری جگہ لے جائے گی۔

اس ملازمہ نے بنگلے کے دوسرے حصوں کی لائٹیں بجھا دی تھیں۔ صرف ڈرائنگ روم اور ایک بیڈ روم کی لائٹس آن تھیں۔ ایسے ہی وقت اس پر کسی نے پیچھے سے حملہ کیا۔ وہ سنبھل نہ سکی۔ پلٹ کر دیکھ نہ سکی کہ کس نے حملہ کیا تھا۔ چکرا کر

ایسی گری کہ پھر اٹھ نہ سکی۔

عدنان بیڈ روم میں تنہا تھا۔ اچانک ہی اس کے منہ پر کپڑا آ گیا۔ اس کے چہرے کو پوری طرح ڈھانپ دیا گیا۔ وہ بھی نہ دیکھ سکا کہ کون وہاں آیا تھا؟ اور اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر لے جا رہا تھا۔

وہ ارنا کوف کا آلہ کار ہو سکتا تھا۔

وہ ولاڈی میر کا آلہ کار ہو سکتا تھا۔

وہ سونیا بھی ہو سکتی تھی۔ جو بھی تھا۔ اس کے لیے یہ لازم تھا کہ عدنان کے چہرے کو ڈھانپ دیا جائے۔ اس کی آنکھیں آس پاس کے مناظر کو اور اغوا کرنے والے کو نہ دیکھ سکیں۔ اگر عدنان سونیا کو بھی دیکھ لیتا تو شیوانی کو خبر ہو جاتی اور وہ سمجھ لیتی کہ وہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے جا رہی ہے۔

ولاڈی میر اور ارنا کوف کو یہ اندیشہ تھا کہ عدنان ان کے آلہ کاروں کو دیکھ لے گا تو سونیا یا ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پھر ان آلہ کاروں تک پہنچ جائیں گے اور انہیں عدنان کو اغوا کرنے نہیں دیں گے اور ان کے ارادوں کو ناکام بنا دیں گے۔ شیوانی ایک دم سے تڑپ گئی تھی۔ اسے آگہی ملی تھی کہ اس کے بیٹے کو اغوا کیا جا رہا ہے کس نے اغوا کیا ہے؟ کون ہے؟ اسے کہاں لے جا رہا ہے؟

☆☆☆

ٹونی جے بڑے آزمائشی حالات سے گزر رہا تھا۔ اس وقت چنڈال جوگیا مصیبت میں تھا اور اسے اس مصیبت سے نکالنا تھا لیکن وہ اس کے اختیار سے باہر ہو رہا تھا۔ کیونکہ ٹونی جے کو اس کے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی تھی۔

رمیش چندر نے ایک گلدان اٹھا کر چنڈال کے سر پر اتنی زور کی ضرب لگائی تھی کہ اس کا سر پھٹ گیا تھا۔ خون بہنے لگا تھا۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اب بے ہوشی کی حالت میں ٹونی جے اس کے اندر آ کر اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے ذریعے دوسروں کو مزید دشمنی سے نہیں روک سکتا تھا۔

وہ چاہتا تھا کہ چنڈال کو فوراً اسپتال پہنچا کر اسے طبی امداد پہنچائی جائے۔ اس کے سر پر اس بری طرح ضرب لگائی گئی تھی کہ وہ مر بھی سکتا تھا۔ اس کے خون کے بہاؤ کو روکنا بہت ضروری تھا۔ اب پتا نہیں رمیش اسے کہاں لے گیا تھا؟ اور اس کے ساتھ کیا سلوک کر رہا تھا؟

ویسے یہ بھی اطمینان تھا کہ رمیش اسے جان سے نہیں مارے گا۔ کیونکہ وہ اس کا باپ ہریش چندر بھی تھا۔ چنڈال نے اس کے باپ کے جسم میں جگہ پائی تھی اور سیٹھ ہریش چندر کی حیثیت سے ایک نئی زندگی شروع کی تھی اور وہ زندگی شروع کرتے ہی اپنی موت کو دعوت دے رہا تھا اور اس حال کو پہنچ گیا تھا۔

ٹونی جے دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے؟ جب تک چنڈال کو ہوش نہ آتا وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے حالات معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ نہ ہی اس سے باتیں کر سکتا تھا اور نہ ہی اسے کسی طرح کا تحفظ فراہم کر سکتا تھا۔

پتا نہیں۔ وہ کتنے منٹ اور کتنے گھنٹے بعد ہوش میں آنے والا تھا؟ اسے میری طرف سے اندیشہ تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ میں کیسے کیسے ذرائع اختیار کر کے ان لوگوں کے پاس پہنچتا رہا تھا؟

چنڈال آرمی افسران کی قید سے رہائی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے وہاں رکاوٹیں پیدا کی تھیں۔ وہ اور چنڈال اس بات سے خائف تھے کہ میرے ذرائع کو سمجھ نہیں پاتے تھے کہ میں کس طرح کسی کے قریب پہنچ جاتا ہوں۔

اس وقت بھی ٹونی جے کے دل میں یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ میں بے ہوش چنڈال تک پہنچ سکتا ہوں اور اس کے موجودہ حالات معلوم کر سکتا ہوں۔ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ چنڈال کن برے حالات سے گزر رہا ہے تو میں ضرور اس کی ایسی تیسی کر دیتا اور اس بار اسے اپنا غلام بنا لیتا یا پھر اسے جسم بدلنے پر مجبور کر دیتا۔

ایسے وقت ٹونی جے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے روک نہیں سکتا تھا۔ وہ میری چالاکی اور حکمت عملی کے سامنے پہلے کی طرح ناکام ہو جاتا۔ فی الوقت وہ چنڈال کی خیر منا رہا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ اس کے ہوش میں آنے تک مجھے اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ملے اور جب وہ ہوش میں آ جائے اور اسے ذرا دماغی توانائی ملے تو وہ فوراً ہی تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دے۔ اس طرح پھر ایک بار چنڈال کو مجھ سے دور کر دے۔

وہ تنہا بیٹھا دور دور تک سوچ رہا تھا اور میں اس کی سوچ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ انہوں نے یہ اچھی طرح یقین کر لیا تھا کہ میں شانتا بائی اور اس کی بیٹی نیہا کے آس پاس موجود رہتا ہوں اور ان دونوں کی حفاظت کرتا رہتا ہوں۔ اگر شانتا بائی کے خاندان میں پہنچا جائے اور ایک ایک کے دماغ کو پڑھا جائے تو کہیں نہ کہیں سے میرا سراغ ضرور ملے گا۔

اور وہ ایسا کر چکے تھے۔ بندیا اور اس کے باپ مہیش بھاسکر، اس کے بھائی یوگیش بھاسکر اور اس کے دوسرے رشتے داروں کے خیالات پڑھ چکے تھے اور یہی معلوم ہوتا رہا

تھا کہ شانتا بائی اور نیہا پر جب بھی جان لیوا حملے کیے جاتے ہیں تو وہ دونوں بچ جاتی ہیں۔ کوئی غیبی طاقت انہیں بچا لیتی ہے۔ دشمنوں کو بری طرح ناکامی ہوتی ہے اور نقصان بھی پہنچتا ہے۔

ٹونی جے شانتا بائی کے آس پاس کئی آلہ کار رہنا چکا تھا اور ان کے ذریعے اس کی نگرانی کرتا رہتا تھا۔ اس روز شانتا بائی اور نیہا ایک شاپنگ سینٹر میں۔ اپنی ضرورت کا سامان خرید رہی تھیں۔ ایک دوسرے سے ہنس بول رہی تھیں پھر شانتا بائی نے ٹونی جے کی مرضی کے مطابق اپنے اندر تھکن محسوس کی۔ اپنا سر تھام کر بولی "بیٹی! میرا سر بھاری ہو رہا ہے۔ تھکن محسوس کر رہی ہوں۔ اب واپس چلنا چاہیے۔"

عالی نے کہا "ممی! مجھے بس دو چار اور چیزیں خریدنے دیں۔ آپ ایسا کریں کہ کار میں جا کر بیٹھیں۔ میں ابھی آدھے گھنٹے میں آتی ہوں۔"

شانتا بائی وہاں سے چلی گئی۔ عالی مختلف دکانوں میں جا کر اپنی ضرورت کی چیزوں کو دیکھ رہی تھی۔ سمجھ رہی تھی پھر انہیں خرید رہی تھی۔ ڈرائیور نے اس کے پاس آ کر کہا "مالکن نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور وہ کہہ رہی ہیں کہ آپ سامان اٹھا کر اِدھر اُدھر پھرتی رہیں گی۔ لہٰذا مجھے آپ کے ساتھ رہنا چاہیے۔"

اس نے اس کے خریدے ہوئے تمام پیکٹس اٹھا لیے پھر اس کے ساتھ چلتا ہوا شاپنگ سینٹر سے باہر آیا۔ فٹ پاتھ کے کنارے بہت سی کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ وہیں اس کی کار بھی تھی۔ ڈرائیور وہاں پہنچ کر ڈکی کھول کر سامان رکھنے لگا۔

عالی نے پچھلی سیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "ممی کہاں ہیں؟"

"وہیں پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ شاید کسی کام سے کہیں گئی ہیں۔"

"ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ بھلا کہاں جائیں گی؟"

وہ دور دور تک نظریں دوڑانے لگی۔ ایسے وقت اس کی چھٹی حس نے کہا "کوئی بات توقع کے خلاف ہو چکی ہے۔ حقیقت معلوم کرنا چاہیے۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی شانتا بائی کے دماغ میں پہنچی۔ تو وہ بے ہوش تھی۔ اس نے ایک دم تڑپ کر مجھے مخاطب کیا "پاپا! شانتا ممی کو بے ہوش کر کے اغوا کیا گیا ہے۔ آپ میرے اندر آ کر خیالات پڑھیں۔"

میں نے اس کے اندر آ کر اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ وہ شاپنگ سینٹر میں تھی۔ وہاں سے شانتا بائی واپس آ کر اپنی کار میں بیٹھ گئی تھی اور ڈرائیور کو عالی کے پاس بھیج دیا تھا۔ بس اسی دوران اسے کسی نے بے ہوش کر کے اغوا کیا تھا۔

میں نے کہا "بیٹی! یہ چنڈال اور ٹونی جے کی کارستانی معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے ہی شانتا بائی کو اغوا کیا ہے۔ تاکہ اس کے پیچھے ہمیں ڈھونڈ سکے۔"

عالی نے کہا "پاپا! شانتا ممی کو اغوا کرنے کے لیے انہوں نے آلہ کار بنائے ہوں گے اور وہ آلہ کار ہمارے آس پاس رہنے والے ہی ہوں گے۔"

میں نے شانتا بائی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ بے ہوش تھی۔ میں نے کہا "ان کے ہوش میں آنے تک ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ وہ آلہ کار کون ہیں؟"

ہم باپ بیٹی مختلف رشتے داروں کے دماغوں میں جانے لگے۔ بندیا اس کے باپ مہیش بھاسکر اس کے بھائی یوگیش بھاسکر اس کی پھوپی اس کے ماموں سب کے ہی دماغوں میں جا کر ان کے خیالات پڑھنے لگے۔ وہ سب ہی شانتا بائی کے اغوا سے بے خبر تھے۔ اس سلسلے میں وہ کچھ نہیں جانتے تھے اور نہ ہی کوئی رول پلے کر رہے تھے۔

میں نے کہا "چنڈال اور ٹونی جے کو یہ معلوم ہے کہ میں شانتا بائی اور اس کی بیٹی نیہا کے پیچھے چھپا رہتا ہوں اور ان کی مدد کرتا رہتا ہوں۔ وہ مجھے ڈھونڈ نکالنے اور مجھ تک پہنچنے کے لیے یہ حرکتیں کر رہے ہیں۔"

اب شانتا بائی کے ہوش میں آنے اور اس کے اندر جانے کے بعد معلوم ہوتا کہ وہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ کوئی یہ نہیں جان سکتا تھا کہ چنڈال نے کس کا جسم حاصل کیا ہے اور کس حیثیت سے نئی زندگی گزار رہا ہے۔ اسی طرح ٹونی جے کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ مہا دیو بھاٹیا کی حیثیت سے کہاں زندگی گزار رہا تھا؟

عالی نے کہا "پاپا......! وہ چنڈال آرمی افسران سے نجات پانے کے بعد کہیں ایک نئی زندگی گزار رہا ہوگا۔ اب وہ بھارتی اکابرین سے ضرور رابطہ کرے گا۔ میں جا رہی ہوں۔ ان کے خیال پڑھ کر کچھ معلوم کرنا چاہوں گی۔"

میں بھی ایک بھارتی اعلیٰ حاکم کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ چنڈال اس کے اندر آیا تھا اور تمام بھارتی حکمرانوں کو دھمکیاں دے رہا تھا۔ اسے یہ شکایت تھی کہ وہ ان سے دوستی کرنے آیا تھا اور دیس کی خدمت کرنا چاہتا تھا لیکن ان لوگوں نے اسے آرمی افسران کے حوالے کر دیا تھا۔

وہ چھ یوگا جاننے والے آرمی افسران اسے قیدی بنا کر

ذہنی کرب میں مبتلا رکھتے تھے۔ اب وہ ان سے رہائی پانے کے بعد ان حکمرانوں سے بھی انتقام لے گا۔

میں نے اس کے اندر سوال پیدا کیا کہ چنڈال کہاں ہے کیا کر رہا ہے؟

اس کے خیالات نے کہا "پتا نہیں۔ وہ کم بخت باتیں کرتا کرتا کہاں چلا گیا ہے؟ ہم نے اسے بتایا تھا کہ اب ہمیں اس کی ضرورت ہے اور نہ ہی ہم اس سے خوف زدہ ہیں۔ کیونکہ ہماری مدد کرنے والی اور دیش کی سیوا کرنے والی ایک ہندوستانی لڑکی انجلی اس کی طرح ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور وہ ہماری پابندیوں میں رہ کر ہماری ہدایات پر عمل کرنے کے لیے بھی تیار ہے۔"

عالی نے مجھ سے پوچھا "پاپا! یہ انجلی کہاں سے پیدا ہو گئی؟"

میں نے کہا "بیٹی! ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام ماؤز ہنٹر ہے۔ وہ بہت عرصے سے ہندوستان میں خیال خوانی کے ذریعے دن رات موجود رہتا ہے اور چنڈال وغیرہ کو تلاش کرتا رہتا ہے۔ اس نے ہی یہ چال چلی ہے کہ وہ ہندوستانی لڑکی ہے اور جب چاہے خیال خوانی کر سکتی ہے۔ کسی کے بھی دماغ میں پہنچ سکتی ہے۔"

"اچھا میں سمجھ گئی۔ اب انجلی یہ سمجھنے لگی ہے کہ واقعی وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور خیال خوانی کی ذریعے ان بھارتی حکمرانوں کے اندر پہنچنے لگی ہے۔"

"ہاں...... یہی بات ہے۔ جس طرح چنڈال نے ٹونی جے کو اپنے عمل کے ذریعے مہا دیو بھاٹیا بنا دیا ہے۔ اسی طرح ماؤز ہنٹر خود کوئی ہندوستانی نہیں بنا سکتا تھا۔ اس لیے اس نے انجلی کو ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والی بنا دیا ہے اور اس کے ذریعے ان حکمرانوں کے اندر اسے پہنچا کر چنڈال تک پہنچنا چاہتا ہے اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹونی جے کو اس سے نجات دلانا چاہتا ہے۔"

"پاپا! آپ ماؤز ہنٹر بن کر اور مجھے انجلی بنا کر بھارتی حکمرانوں کے سامنے پیش نہیں ہو سکتے؟ ان حکمرانوں کو انجلی نام کی دو ٹیلی پیتھی جاننے والیوں سے سابقہ پڑے گا تو وہ بوکھلا جائیں گے۔ پریشان ہو جائیں گے۔ یہی حال چنڈال اور ٹونی جے کا بھی ہوگا۔ وہ بھی سوچ میں پڑ جائیں گے کہ ایک کے بجائے دو ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکیاں کہاں سے پیدا ہو گئی ہیں؟ اور اگر یہ چالیں چلی جا رہی ہیں تو ایسی چالیں کون چل رہا ہے؟"

میں نے کہا "ہاں...... جب چنڈال اور ٹونی جے چھپتے پھریں گے اور سامنے نہیں آئیں گے تو انہیں ان کے بلوں سے نکالنے کے لیے یہ ہیرا پھیری والی چالیں چلنی ہی پڑیں گی۔ ابھی ذرا یہ تو معلوم ہو جائے کہ وہ شانتا بائی کو اغوا کرنے کے بعد ہم سے کیا چاہتے ہیں؟"

ہم ایک گھنٹے کے بعد پھر شانتا بائی کے اندر پہنچے تو وہ ہوش میں آ چکی تھی۔ ایک کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کمرے کے کھڑکی دروازے بند تھے۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟

کوئی اس بند کمرے میں نہیں آیا تھا۔ اس نے دروازے اور کھڑکیوں پر ہاتھ مار مار کر آوازیں دی تھیں لیکن اسے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ جب وہ واپس ایک میز کے پاس آئی تو وہاں ایک تہ کیا ہوا کاغذ رکھا ہوا تھا۔

اس نے اس کاغذ کو کھول کر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا!

"اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے تو ان کے دشمن ہمیشہ ناکام ہو جاتے ہیں الٹا ان دشمنوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ یہ کیا راز ہے؟ یہ ماں بیٹی کیسے محفوظ رہتی ہیں؟ اور کس طرح دشمنوں کو نقصان پہنچاتی ہیں؟ ہم ان سوالوں کے جواب چاہتے ہیں۔ جواب حاصل کرنے کا آسان راستہ یہی ہے کہ ہم شانتا بائی کو موت کی طرف لے جائیں۔ اگر اسے کہیں سے غیبی مدد ملتی ہے۔ تو ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ موت کی طرف جاتے وقت کس طرح جان بچا کر زندہ اپنے گھر جا سکے گی؟ جس وقت شانتا بائی یہ تحریر پڑھ رہی ہوگی تو اس کی غیبی مدد کرنے والے غیب سے اس تحریر کو پڑھ رہے ہوں گے اور یہ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ اس بار وہ شانتا بائی کو نہیں بچا سکیں گے۔ بچانے کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ خود کو ظاہر کریں۔ خود کو ظاہر کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں تو شانتا بائی کے دماغ میں آ کر باتیں کریں اور اگر نہیں جانتے اور پراسرار علوم کے ذریعے شانتا بائی کی مدد کرتے ہیں تو وہ فون کے ذریعے ہم سے رابطہ کریں۔ شانتا بائی کے پاس اس کا موبائل فون ہے۔ اس فون پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔ فون کے ذریعے شانتا بائی سے جو گفتگو ہوگی وہ ہم سنتے رہیں گے۔ اس طریقہ کار سے ہی شانتا بائی کی رہائی کے معاملات طے ہو سکتے ہیں۔ میز پر دودھ سے بھرا ہوا گلاس رکھا ہوا ہے۔ شانتا بائی کے لیے آج اتنی ہی خوراک ہے۔ ہم اسے تمام رات کھانے کے لیے کچھ نہیں دیں گے۔ جب تک معاملات طے نہیں ہوں گے۔ اس وقت تک اسے کھانا بھی نہیں دیا جائے گا۔ لہٰذا جتنی جلدی ہو سکے ہم سے رابطہ کیا جائے۔"

شانتا بائی اس کاغذ کی تحریر بہت پہلے پڑھ چکی تھی پھر اسے تہ کر کے میز پر رکھ دیا تھا۔ وہ پریشان ہو رہی تھی کہ کہاں آ کر پھنسی ہوئی ہے؟ اسے اغوا کس نے کیا ہے؟ اور اس سے کیا چاہتا ہے؟

اس کا دھیان اپنے رشتے داروں کی طرف ہی تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ ان میں سے ہی کوئی اس کے ساتھ دشمنی کر رہا ہے۔

میں نے عالی سے کہا ''بیٹی! ابھی اس کے دماغ میں کچھ نہ بولو۔ اس کے خیالات پڑھتی رہو یا اپنی طرف سے اس کے اندر خیالات پیدا کرتی رہو لیکن اپنی سوچ کی لہروں کو نہ سناؤ۔''

عالی نے پوچھا ''یعنی ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا شانتا ممی کا مددگار نہیں ہے؟''

''ہاں...... ابھی فی الحال ہمیں یہی تاثر دینا چاہیے۔ صبح تک دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے؟ شاید ہم اپنی کسی تدبیر سے شانتا تک پہنچ سکیں۔''

''ہم ان کے موبائل فون پر ان سے رابطہ تو کر سکتے ہیں؟''

''ہاں...... ضرور کرو۔ وہ بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہم موبائل فون پر ان سے گفتگو کریں لیکن گفتگو کے دوران یہی تاثر دینا ہے کہ ہم نے شانتا کے اندر رہ کر کاغذ کی کوئی تحریر نہیں پڑھی ہے۔ تم بیٹی ہو۔ ان کی گمشدگی سے پریشان ہو۔ اس لیے موبائل فون پر ان سے رابطہ کر رہی ہو۔''

عالی فون پر رابطہ کرنا چاہتی تھی۔ اسی وقت اس کے فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے نمبر پڑھا تو وہ اس کی شانتا ممی کے موبائل فون کا نمبر تھا۔ یعنی دوسری طرف سے شانتا نے خود ہی رابطہ کیا تھا۔ اس نے آن کر کے فون کو کان سے لگایا پھر کہا ''ہیلو...... میں نیہا بول رہی ہوں۔''

شانتا کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ وہ پریشان ہو کر بول رہی تھی ''بیٹی! یہ میں کہاں ہوں؟ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے؟ ایک شخص نے اچانک کار کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر گھستے ہی میرے بازو پر انجکشن لگایا تھا۔ اس کے بعد پھر مجھے کوئی ہوش نہیں رہا۔ جب ہوش میں آئی تو خود کو ایک بند کمرے میں دیکھ رہی ہوں۔''

''ممی! ادھر میں شاپنگ سینٹر کے سامنے آپ کو تلاش کر رہی تھی۔ آپ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر نہیں تھیں۔ میں نے آپ کے موبائل فون پر کیا تھا۔ پتا نہیں آپ کے موبائل میں کوئی گڑبڑ تھی...... یا کیا بات تھی کہ کوئی رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ میں سمجھ گئی تھی کہ آپ خود کہیں نہیں گئی ہیں۔ آپ کو اغوا کیا گیا ہے۔ آپ دروازے کو پیٹنا شروع کریں۔ کسی کو بلائیں شاید کوئی آئے گا تو اس کے ذریعے معلوم ہوگا کہ اغوا کرنے والے آپ سے کیا چاہتے ہیں؟''

''بیٹی! میں کھڑکی دروازوں کو پیٹ چکی ہوں۔ ہلا چکی ہوں مگر باہر سے کوئی جواب مل نہیں رہا ہے۔ یہاں میز پر ایک کاغذ رکھا ہوا ہے۔ اس پر بہت کچھ لکھا ہوا ہے۔ میں تمہیں پڑھ کر سناتی ہوں۔''

وہ اس تحریر کو پڑھ کر سنانے لگی۔ ہم خاموشی سے سنتے رہے۔ جب تحریر ختم ہو گئی تو اس نے کاغذ تہ کرتے ہوئے کہا ''بیٹی! تم نے سن لیا؟''

''ہاں ممی! میں نے سن لیا ہے۔ یہ واقعی عجیب سی بات ہے۔ ہم خود حیران ہوتے ہیں کہ ہمیں مصیبت کے وقت تحفظ کس طرح حاصل ہو جاتا ہے؟ اور ہمارے دشمن منہ کی کھاتے ہیں لیکن اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ کسی اغوا کرنے والے نے آپ سے دشمنی کیوں کی ہے؟ اگر وہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے پیچھے کون ہے۔ تو اسے کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ خوامخواہ آپ کو مصیبت میں مبتلا کیوں کر رہا ہے؟''

''پتا نہیں۔ ہم ماں بیٹی کے نصیب میں کیا لکھا ہے؟ ہمارا انجام کیا ہونا ہے؟ ہم خوش نصیبی سے اب تک بچتے آئے ہیں۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ مصیبت سے ہمیشہ بچتے رہیں کبھی تو مصیبتیں آتی ہی ہیں اور اب تو آ چکی ہے۔ پتا نہیں میں اس مصیبت سے کیسے نکلوں گی؟''

''ممی! آپ فکر نہ کریں۔ حوصلہ کریں، اغوا کرنے والوں کی طرح ہم بھی یہ دیکھیں گے کہ کوئی غیبی امداد کرنے والا ان سے رابطہ کرتا ہے یا ہمیں کس طرح یہاں سے بچا کر لے جاتا ہے؟ کوئی نہ کوئی ایسی بات سامنے آنے والی ہے جس کے بارے میں ہم ابھی سوچ نہیں سکتے۔''

''اس کاغذ پر لکھا ہوا ہے کہ یہ مجھے کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں دیں گے۔ نہ جانے کب تک فیصلہ ہوگا؟ کب تک مجھے بھوکا پیاسا رکھا جائے گا؟''

''ممی! آپ تو یوں بھی اکثر رات کا کھانا نہیں کھاتی ہیں۔ صرف دودھ پی کر سو جاتی ہیں۔ اس لیے آپ دودھ پی کر سو جائیں۔ کل صبح تک دیکھا جائے گا۔ اگر کوئی بات نہ بنی تو ہم اغوا کرنے والوں سے سودا کریں گے۔ انہیں بڑی سے بڑی رقم دے کر آپ کو واپس لے آئیں گے۔''

عالی اس سے ایسی باتیں کر رہی تھی۔ جیسے واقعی وہ ٹیلی

پیتھی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہے اور بڑی سے بڑی رقم دے کر اپنی ماں کو واپس لانا چاہتی ہے۔

میں ان کی گفتگو کے دوران میں شانتا بائی کے اس کمرے کو اور وہاں کی سجاوٹ کو دیکھ رہا تھا۔ اس بیڈ روم کا مہنگا آرائشی سامان اور اس کی سجاوٹ بتا رہی تھی کہ وہ کسی مہنگے علاقے کی مہنگی کوٹھی کا ایک مہنگا بیڈ روم ہے۔ وہاں کی کھڑکیاں اور دروازے محرابی ڈیزائن کے تھے۔

عالی نے فون پر شانتا بائی کو تسلیاں دے کر رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے کہا ''بیٹی! وہاں دو باتیں ایسی ہیں کہ وہ کوٹھی کسی بہت ہی مہنگے علاقے میں ہے۔ اس شہر میں دو بہت ہی مہنگے علاقے ہیں۔ پہلے ہم ان دو علاقوں میں جا کر اس کوٹھی کو تلاش کریں گے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ اس کے تمام دروازے اور کھڑکیاں محرابی ڈیزائن کی ہوں گی۔''

عالی نے چونک کر کہا ''یس پاپا! میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔ شانتا ممی کو جس بیڈ روم میں قید کیا گیا ہے۔ اس کی کھڑکیاں اور دروازے ایسے ہی ڈیزائن کے ہیں۔ واہ کیا بات ہے پاپا! ہم تو بہت آسانی سے ایسی کسی کوٹھی کو ڈھونڈ نکالیں گے تو پھر ہم چلیں......؟''

''ہاں۔ تم اپنی کار میں ایک علاقے کی طرف جاؤ۔ میں اپنی کار میں دوسرے علاقے کی طرف جاتا ہوں۔ ہوسکتا ہے ہمیں جلد ہی کامیابی نصیب ہو جائے۔''

ہم دونوں باپ بیٹی بنگلے سے نکل کر اپنی اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

☆☆☆

کالیا اسرانی مایوس ہو چکا تھا۔ اب ارچنا اس کے ہاتھ نہیں آنے والی تھی۔ تین کروڑ کے ہیرے دو کروڑ میں فروخت کر کے اس شہر سے بہت دور جا چکی تھی۔ اس نے اور ثمر سلطانہ نے ارچنا کو پورے شہر میں تلاش کیا تھا۔

کالیا اسرانی اسے ائر پورٹ پر ڈھونڈنے گیا تھا اور ثمر سلطانہ ریلوے اسٹیشن کی طرف آئی تھی۔ اس نے ارچنا سے ملاقات کی تھی۔ فرمان سے یہ وعدہ کیا تھا کہ ارچنا کو فرار ہونے سے نہیں روکے گی اور ارچنا فرمان کا تعاون حاصل کر کے کالیا اسرانی سے نجات حاصل کر چکی تھی۔

اب ثمر سلطانہ کی سمجھ میں بھی آ گیا تھا کہ کالیا لالچی اور خود غرض ہے۔ اس کے ساتھ گزارہ نہیں ہو سکے گا۔ اسے بھی اس سے نجات حاصل کرنی ہوگی۔ اگر وہ بالکل تنہا ہوتی تو اپنے اس عامل کالیا اسرانی سے نجات حاصل نہیں کر سکتی تھی لیکن اس نے فرمان سے دوستی کر رکھی تھی۔

اگرچہ وہ فرمان کو اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتی تھی۔ فون کے ذریعے رابطہ کرتی تھی۔ اس کشمکش میں تھی کہ اس سے مستقل دوستی کرنی چاہیے یا نہیں؟

اس سے دوستی کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی مدد کرتا رہتا۔ دوستی کرنے کا نقصان یہ ہوتا کہ اس کے اندر چھپی ہوئی انیتا اس کی دھرم پتنی تھی۔ اس سے ملنے کے لیے تڑپ رہی تھی۔

فرمان بھی یہ نہیں جانتا تھا کہ انیتا کی آتما ثمر سلطانہ کے جسم میں چھپی ہوئی ہے۔

اور ثمر سلطانہ فرمان پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے معلوم ہوتا تو وہ جبراً اس کے دماغ میں گھس آتا۔ اپنی بچھڑی ہوئی شریک حیات انیتا سے ملنے کے لیے وہ اس کے خلاف کچھ بھی کر سکتا تھا۔

اسی ایک بات نے اسے الجھا رکھا تھا۔ وہ فرمان سے دوستی رکھنا چاہتی تھی لیکن انیتا صرف دوستی ہی نہیں اس سے محبت بھی کرتی تھی اور ان کی محبت بہت پرانی تھی۔ بہت مستحکم تھی۔ اس لیے جب بھی فرمان کو معلوم ہوتا کہ انیتا اس کے اندر چھپی ہوئی ہے تو وہ اس کی طرف مائل ہوتا اور ثمر سلطانہ کو کوئی اہمیت نہ دیتا۔ اسے تنویمی عمل کے ذریعے انیتا کے اندر سلا دیتا۔

ابھی کالیا اسرانی نے اپنے تنویمی عمل کے ذریعے انیتا کو اس کے اندر سلا دیا تھا۔ وہ ثمر سلطانہ کے نام سے اپنی شخصیت کے مطابق زندگی گزار رہی تھی۔ اسے ختم کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اسے اپنے بدن اور اپنی شخصیت سے پیار تھا۔ جیسا کہ ہر انسان کو ہوتا ہے لیکن مصیبت یہ تھی کہ اپنے نام اپنے بدن اور اپنی شخصیت کے ساتھ زندہ رہنے کے لیے اسے کالیا کے رحم و کرم پر رہنا پڑتا کہ وہ اس پر عمل کرتا رہے اور انیتا کو ہمیشہ اس کے اندر سلائے رکھے۔ اس کے دماغ کو بھی لاک رکھے۔ تاکہ فرمان اس کے اندر نہ آ سکے۔

کالیا نے اسے دیکھ کر پوچھا ''تم کچھ پریشان لگ رہی ہو؟''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی ''نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

''میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ انیتا تمہارے اندر چھپی رہتی ہے۔ تمہیں پریشان کرتی رہتی ہے۔ آج رات میں تنویمی عمل کر کے اسے ہمیشہ کے لیے سلا دوں گا۔ پھر وہ کبھی تمہیں پریشان نہیں کرے گی۔''

لیکن ثمر سلطانہ نے ایک پریشانی اور مول لی تھی۔ اس نے ارچنا کو فرار ہونے میں مدد دی تھی۔ یہ بات کالیا نہیں

جانتا تھا۔ اگر جان لیتا تو ثمر سلطانہ کو اپنی دشمن سمجھنے لگتا پھر اس پر ایسا تنویمی عمل کرتا کہ وہ اس کی کنیز تو کیا داشتہ بن کر رہنے پر مجبور ہو جاتی۔

اس نے ارچنا سے محبت اور ہمدردی کی تھی۔ اسے فرار ہونے دیا تھا۔ وہ ہیرے فروخت کر کے دو کروڑ روپے ساتھ لے گئی تھی۔ کالیا اتنا بڑا نقصان برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ ابھی تک یہ بات اس سے چھپی ہوئی تھی لیکن جب بھی وہ ثمر سلطانہ پر تنویمی عمل کرتا تو اس کے اندر سے یہ بات نکلنے لگتی اور اسے حقیقت معلوم ہو جاتی پھر وہ اس کا دشمن بن جاتا۔

یہ تو ہونا ہی تھا۔ وہ آج نہیں تو کل اس پر تنویمی عمل کرتا۔ اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر رکھنا تھا کہ اس سے اسمگلنگ کا دھندا کرا سکے۔ وہ بری طرح الجھ گئی تھی۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہیے؟ کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

اس نے پوچھا ''تم کس سوچ میں پڑ گئی ہو؟ آخر اس میں پریشانی کی کون سی بات ہے؟''

''کچھ نہیں میں چاہتی تھی۔ آج مجھ پر تنویمی عمل نہ کرو۔ مجھے بڑی کوفت ہوتی ہے۔''

وہ بولا ''سوری ثمر سلطانہ! میں عمل ضرور کروں گا۔ ارچنا کی بے وفائی اور دھوکے بازی سے مجھے یہ سمجھا دیا ہے کہ کسی عورت پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ تم اگرچہ بہت اچھی ہو اور ایسا لگتا ہے کہ مجھے دھوکا نہیں دو گی پھر بھی میں تم پر تنویمی عمل کروں گا۔ تاکہ تمہارا دماغ میری مٹھی میں رہے۔''

''تم نے تو پچھلے ہی دن تنویمی عمل کیا تھا۔ ابھی اتنی جلدی کیا ضروری ہے؟''

''مجھے ایسا لگتا ہے کہ میرے عمل میں کوئی کمی... باقی رہ جاتی ہے۔ اسی لیے ارچنا نے بھی میری معمولہ اور تابعدار ہونے کے باوجود مجھے دھوکا دیا۔ میں آج رات تم پر عمل کر کے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آخر خرابی کیا ہے؟ کون سی کمی رہ جاتی ہے کوئی بھی کمی تمہارے اندر نہیں چھوڑوں گا۔ تمہیں بڑی پختگی سے اپنی تابعدار بنا کر رکھوں گا۔''

اس کی پریشانی اور بڑھ گئی۔ اس نے عمل کرنے کا پکا ارادہ کر لیا تھا۔ اور آج رات وہ سحر زدہ ہو کر اس کے زیر اثر آ کر اسے یہ بات بتانے والی تھی کہ ان ہیروں اور دو کروڑ کے سلسلے میں صرف ارچنا ہی نے نہیں اس نے بھی دھوکا دیا ہے اور ارچنا کو فرار ہونے کا موقع دیا ہے۔ اسے سراسر دو کروڑ روپے کا نقصان پہنچایا ہے۔

اسے یہ ہمدردی مہنگی پڑنے والی تھی۔ جب کالیا اسرانی کو حقیقت معلوم ہوتی تو پھر وہ سختی سے اس پر تنویمی عمل کرتا۔ اس سے پہلے ثمر سلطانہ نے اس سے وعدہ لیا تھا کہ وہ تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنائے گا لیکن داشتہ نہیں بنائے گا۔ نہ ہی اس کے جسم کو ہاتھ لگائے گا۔

کالیا اسرانی نے یہ بات مان لی تھی اور اپنے وعدے پر قائم رہا تھا لیکن اب اس کا فراڈ کھلنے کے بعد وہ اسے اپنی داشتہ بنا سکتا تھا اس کی عزت کی دھجیاں اڑا سکتا تھا۔

انیتا اس کے اندر خاموش تھی۔ اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ اس کی الجھنوں کو سمجھ رہی تھی۔ خوش ہو رہی تھی کہ نہ وہ ادھر کی ہے۔ نہ ادھر کی سوچ سوچ کر پاگل ہو رہی تھی لیکن کسی نتیجے پر نہیں پہنچ رہی تھی۔

آخر اس نے کہا ''ثمر سلطانہ! یہ بہت ہی اہم فیصلے کی گھڑی ہے۔ اگر تم نے کوئی غلط فیصلہ کیا تو ساری عمر پچھتاتی رہو گی۔''

وہ ناگواری سے بولی ''تم میرے معاملے میں نہ بولو۔ تم تو میری پکی دشمن ہو۔ اپنا فائدہ دیکھ کر ہی مجھے کوئی مشورہ دو گی۔''

''تم مجھے دشمن سمجھ رہی ہو۔ کوئی بات نہیں میں دشمن ہی سہی لیکن تمہارے پاس عقل تو ہے میری زبان سے نکلی ہوئی کوئی بات سمجھ تو سکو گی؟''

''اور وہ عقل کی بات کیا ہے؟''

''یہی کہ عورت کا سب سے بڑا سرمایہ اس کی آبرو ہے۔ یہ گئی تو پھر عورت کچھ بھی نہیں۔ اس کی قدر و قیمت پھر پہلے جیسی نہیں رہتی اور یہ کالیا اسرانی تو تمہیں ساری عمر داشتہ بنا کر رکھے گا۔ تم کہیں کی نہیں رہو گی۔ تم صرف اس پہلو پر غور کرو۔ اس کے بعد دوسرا پہلو تمہارے سامنے خود ہی روشن ہو جائے گا۔''

وہ ناگواری سے بولی ''زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ دوسرا پہلو تو وہی ہے جو تم چاہتی ہو۔''

''میرے چاہنے نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ تمہارے سامنے کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے۔ تم دور تک خیالات دوڑاتی رہو۔ تمہیں کوئی راستہ دکھائی نہیں دے گا۔''

وہ طنزیہ انداز میں بولی ''تم کچھ نہ بولو تو مہربانی ہوگی مجھے کچھ سوچنے دو۔''

''سوچتی رہو۔ شام تک سوچتی رہو۔ رات ہو گی وہ آئے گا تو تم پر تنویمی عمل کرے گا۔ تم انکار نہیں کر سکو گی۔ اس کے سحر میں گرفتار ہو جاؤ گی پھر تمہیں فرار کا کوئی راستہ نہیں ملے گا۔''

وہ عاجز آ کر بولی ''تم اتنا بولتی کیوں ہو؟ چپ کیوں نہیں رہتیں؟''

''ایک بات کہہ کر چپ ہو جاؤں گی۔ جب تمہاری عقل کام نہ کرے اور میرا مشورہ گوارہ نہ ہو تو کسی تیسرے سے مشورہ لینا چاہیے۔''

''وہ تیسرا کون ہے؟''

''فرمان ہے۔ فرمان تمہیں صحیح مشورہ دے گا۔''

''تم چاہتی ہو کہ وہ مشورہ دینے کے لیے میرے اندر آئے اور تم اس سے بولنا شروع کر دو......؟''

''ہرگز نہیں۔ تم اس سے فون پر بات کرو۔ اس طرح وہ تمہارے اندر نہیں آئے گا اور نہ ہی میں اس سے بول سکوں گی۔ میں تو تمہیں نیک نیتی سے مشورہ دے رہی ہوں۔''

وہ سوچنے لگی ''واقعی اس کے اس مشورے میں نیک نیتی تھی۔ اگر وہ فون پر فرمان سے بات کرتی تو انیتا کو یہ تو معلوم ہوتا کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں لیکن وہ مداخلت نہ کر پاتی اور نہ ہی فرمان فون کے ذریعے اس کی آواز سن سکتا تھا۔''

تب اس نے اطمینان سے اور ٹھنڈے دماغ سے سوچا تو یہی سمجھ میں آیا کہ جب اپنا دماغ بھی کام نہ کرتا ہو اور وہ اپنی دشمن کا مشورہ بھی ماننا نہ چاہتی ہو تو کسی تیسرے سے مشورہ کر لینا چاہیے اور فرمان ایک سلجھے ہوئے ذہن کا مالک ہے۔ وہ صحیح مشورہ دے سکتا ہے۔ کیونکہ وہ انیتا کے بارے میں نہیں جانتا ہے کہ وہ یہیں کہیں قریب ہی چھپی ہوئی ہے۔

وہ اس پہلو پر تھوڑی دیر تک غور کرتی رہی۔ اس کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ شام ہونے والی تھی پھر رات ہو جاتی۔ اسرانی کہیں گیا ہوا تھا۔ واپس آتے ہی کہتا کہ رات کے کھانے سے پہلے تنویمی عمل ہو جانا چاہیے۔ بھوکے پیٹ عمل زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔

ایسے وقت وہ انکار نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی آواز اور لب و لہجے سے متاثر ہو جاتی تھی۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اسی طرح کا تاثر قائم کیا تھا۔

اس نے موبائل فون کو پرس سے نکالا۔ اسے دیکھا اسے سہلاتے ہوئے سوچا پھر فرمان کے نمبر پنچ کیے۔ اسے کان سے لگایا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی فرمان کی آواز سنائی دی ''ہیلو...... ثمر سلطانہ! میں اپنے موبائل فون پر تمہارے فون کے نمبر پڑھ رہا ہوں۔ شکریہ کہ تم نے مجھے یاد کیا ہے۔''

وہ بولی ''ریلوے اسٹیشن میں تم نے فون پر بات کی تھی اور کہا تھا کہ مجھے کالیا کو تنویمی عمل کرنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ ورنہ اسے پتا چل جائے گا کہ میں نے ارچنا کو یہاں سے فرار ہونے کا موقع دیا ہے۔''

وہ بولا ''بے شک...... وہ تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے اندر چھپی ہوئی تمام باتیں اگلوا لے گا اور یہ بھی معلوم کر لے گا کہ تم مجھ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے فون پر رابطہ کرتی ہو پھر وہ تمہیں کہیں جانے نہیں دے گا۔ اپنے تنویمی عمل سے اس طرح جکڑ لے گا کہ میں بھی تمہاری مدد کر نہیں پاؤں گا۔''

''میں یہ تمام باتیں سوچ رہی ہوں۔ سمجھ رہی ہوں۔ پریشان ہو رہی ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟''

''اس وقت دانش مندی سے کام لو۔ ابھی وہ تنویمی عمل کرنا چاہے تو مجھے دماغ میں آنے دو۔ میں تمہارے اندر چھپ کر اس کے عمل کو ناکام بناتا رہوں گا۔ اس وقت تم سحر زدہ رہو گی لیکن میں تمہیں ارچنا کے بارے میں کچھ بولنے نہیں دوں گا اور نہ ہی اس کے سامنے اپنا ذکر کرنے دوں گا۔ اس طرح وہ تم پر شک نہیں کرے گا۔ عمل کرنے کے بعد وہ مطمئن رہے گا کہ تم اس کی معمولہ اور تابعدار بن چکی ہو۔''

''میں یہ ساری باتیں سمجھ رہی ہوں لیکن میری بات کا برا نہ ماننا۔ میں تمہیں اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دینا چاہتی۔ کیا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہو سکتا؟''

''دوسرا راستہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تم پر عمل کرے گا تو اس عمل کو روکنے کے لیے تمہارے ذہن کو اپنے قابو میں رکھنا ہوگا۔ تم خود کو قابو میں نہیں رکھ سکو گی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے ہی ایسا کر سکوں گا۔ پلیز...... مجھ پر بھروسا کرو۔ مجھے دشمن نہ سمجھو۔ میں وعدہ کرتا ہوں تمہارے دماغ پر قبضہ نہیں جماؤں گا۔ تمہاری مرضی کے خلاف کبھی تم پر تنویمی عمل نہیں کروں گا۔ تمہیں کبھی اپنی معمولہ اور تابعدار نہیں بناؤں گا۔ میں زبان کا دھنی ہوں۔ جو کہتا ہوں۔ وہی کرتا ہوں۔''

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے پوچھا ''تمہیں پریشانی کیا ہے؟ تم ڈرتی کیوں ہو؟ تمہارے دل میں کوئی بات چھپی ہوئی ہے۔ تو مجھے صاف صاف بتاؤ۔''

''ہاں۔ میرے دل میں ایک بات کھٹک رہی ہے میں اسے صاف کرنا چاہتی ہوں۔''

''تو پھر تمہیں صاف صاف گفتگو کرنا چاہیے۔ پلیز مجھ پر بھروسا کرو۔''

''وہ۔ بات یہ ہے کہ تم نے کسی سے محبت کی تھی پھر اس سے شادی کی تھی۔ اور وہ تم سے بچھڑ گئی ہے۔؟''

''ہاں...... میں یہ تمہیں بتا چکا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ جہاں بھی ہے زندہ سلامت ہے اور ایک دن مجھے ضرور ملے گی۔''

''اگر وہ تمہیں ملے گی تو تم اسے مجھ پر ترجیح دو گے؟''

''تمہارا اور اس کا معاملہ الگ ہے۔ تم میری بہت اچھی

دوست ہو۔ میں تمہارے کام آنا چاہتا ہوں۔ کالیا جیسے لالچی اور خودغرض انسان سے تمہیں بچائے رکھنا چاہتا ہوں۔''

''تم اب میری نہیں۔ اپنی محبوبہ اور بیوی کی بات کرو۔ وہ تمہارے سامنے اچانک آجائے تو تم میری طرف آؤ گے یا اس کی طرف؟''

''تم کہنا کیا چاہتی ہوں؟ کیا تم مجھ سے محبت کرنے لگی ہو کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں تم سے محبت کروں اور اپنی انیتا کو بھول جاؤں اسے نظرانداز کردوں۔ اگر وہ کہیں نظر آئے تو میں اسے پہچاننے سے انکار کردوں۔''

''اگر میں ایسا ہی چاہوں اور تم سے کہوں کہ انیتا کو بھول جاؤ۔ وہ دکھائی دے یا اس کی آواز بھی سنائی دے۔ تب بھی اسے نہ دیکھو بہرے بن جاؤ۔''

وہ حیرانی سے بولا ''تعجب ہے کہ تم اتنی ذہین سمجھ دار لڑکی ہو اور ایسی باتیں کرتی ہو۔ تمہیں میری انیتا سے مجھے جدا کرکے کیا مل جائے گا؟''

''اس لیے کہ میں اسے جانتی ہوں۔ وہ کہاں ہے؟ میں ایک سیکنڈ میں تمہیں اس کے پاس پہنچا سکتی ہوں۔''

وہ تڑپ کر بولا ''ثمر سلطانہ! مجھے فوراً میری انیتا کے پاس پہنچاؤ۔ میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔''

''اگر میں اس کا پتا نہ بتاؤں تو کیا تم یہ معلوم کرنے کے لیے زبردستی میرے دماغ میں گھس آؤ گے؟ مجھے ٹریپ کرو گے؟ اور میرے دماغ پر قبضہ جماؤ گے؟''

''نہیں۔ میں تم سے کوئی زیادتی نہیں کروں گا۔ محبت سے سمجھاؤں گا۔ پیار سے سمجھوتا کروں گا۔''

''مجھے ایک بات بتاؤ۔ اگر انیتا کے ملنے سے میری شخصیت ختم ہوسکتی ہے میرا نام مٹ سکتا ہے اور میرے وجود کی کوئی اہمیت نہیں رہتی ہے تو کیا تم اسے قبول کرلو گے؟''

''ہرگز نہیں۔ میں تمہارے نام کو تمہاری شخصیت کو اور تمہارے وجود کو مٹنے نہیں دوں گا اور نہ ہی کسی سے کم تر ہونے دوں گا۔''

''کیا انیتا سے بھی کم تر ہونے نہیں دو گے؟''

''نہ میں انیتا کو کم تر ہونے دوں گا اور نہ ہی تمہیں کم تر ہونے دوں گا۔ میں تم دونوں کی قدر کروں گا اور تم دونوں کو اپنی اپنی حیثیت سے عزت دوں گا اور محبت کروں گا۔''

وہ چپ رہی۔ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ اس کے بعد بولی ''اچھی بات ہے۔ ایک اور آخری سوال کرتی ہوں۔ اگر تمہاری زندگی میں کوئی ایسا موقع آئے کہ تمہیں میرا جسم حاصل کرنا پڑے تو کیا تم ایسا کرو گے؟''

''ہرگز نہیں۔ میں کبھی ایسا وقت آنے نہیں دوں گا۔''

''اگر انیتا ضد کرے کہ تم مجھے حاصل کرو۔ تب کیا کرو گے؟''

''تم عجیب باتیں کررہی ہو۔ بھلا انیتا ایسی فرمائش کیوں کرے گی؟ وہ کبھی نہیں چاہے گی کہ میں اس کے سوا کسی کو دیکھوں۔''

''میں جو کہہ رہی ہوں اس کا جواب دو۔ اگر انیتا تم سے یہ فرمائش کرے کہ تمہیں میرا جسم حاصل کرنا چاہیے وہ ضد کرے اور میں انکار کروں۔ میں اپنا جسم تمہارے حوالے نہیں کروں۔ تب تمہارا ردِعمل کیا ہوگا؟''

''تم مجھے الجھا رہی ہو۔ میں سیدھی سی بات تمہیں سمجھاتا ہوں کہ انیتا ضد کرے گی تو میں اس کی بے جا ضد بھی پوری نہیں کروں گا۔ تمہاری مرضی کے خلاف تمہارے جسم کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔ یہ ایک سچے مسلمان کا وعدہ ہے۔ میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہوں گا۔''

''ٹھیک ہے۔ تم نے ایک مسلمان کی حیثیت سے زبان دی ہے تو میں تمہیں بتاتی ہوں کہ میں مرچکی تھی۔ اچانک ہی زندہ ہوگئی۔ پتا چلا کہ میرے اندر انیتا کی آتما سما گئی ہے۔ کیا اب تم ساری باتیں سمجھ رہے ہو؟''

وہ ایک دم سے چونک کر خوش ہوتے ہوئے بولا ''میں سمجھ گیا ہوں۔ اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ اس کا باپ چنڈال آتما شکتی کا ماہر ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ اس نے اپنی بیٹی کی آتما کو کسی کے جسم میں پہنچایا ہے لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ جسم تمہارا ہی ہے۔''

انیتا اس کے اندر خاموش رہ کر اپنے محبوب فرمان کی باتیں سن رہی تھی۔ خوش ہورہی تھی۔ وہ اس کے لیے تڑپ رہا تھا۔ بے چین ہوکر کہہ رہا تھا ''پلیز ثمر سلطانہ! مجھے اپنے اندر آنے دو۔ مجھے اپنی انیتا سے باتیں کرنے دو۔''

''میں تمہیں اندر آنے سے نہیں روکوں گی لیکن تمہیں اپنا وعدہ یاد ہوگا۔ تم نے ایک مسلمان کی حیثیت سے زبان دی ہے۔''

''مجھے اپنا وعدہ ہمیشہ یاد رہے گا۔ تم بے فکر رہو میں ساری زندگی تمہاری عزت کرتا رہوں گا۔ تمہاری عزت پر بھی آنچ نہیں آنے دوں گا۔ تم جو کہو گی وہی کروں گا۔''

''میں فون بند کررہی ہوں۔ میرے اندر آجاؤ اور اپنی انیتا سے باتیں کرو۔''

اس نے موبائل فون بند کرکے اسے پرس میں رکھا پھر ایک صوفے پر آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ وہ اندر آچکا تھا۔

انیتا کو مخاطب کر رہا تھا۔ انیتا خوشی سے چہک رہی تھی۔ بول رہی تھی "فرمان! مجھے ایسا لگتا ہے۔ جیسے میں کئی صدیوں سے بچھڑی ہوئی تھی۔ اب مل رہی ہوں۔ سب سے پہلے ہمیں ثمر سلطانہ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ اس کی مہربانی سے اور اس کے اعتبار سے ہم پھر ایک ہو رہے ہیں۔"

"میں نے ثمر سلطانہ سے وعدہ کیا ہے کہ ساری زندگی اس کی عزت کرتا رہوں گا اور اس کی قدر کرتا رہوں گا۔ یہ جو کہے گی وہی کروں گا۔ اسے خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہوں گا۔ اسے کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

پھر اس نے اسے مخاطب کیا "ثمر سلطانہ! خاموش کیوں ہو؟ تم بھی کچھ بولو۔ اب تم ہم سے جڑ گئی ہو۔ تمہارا اور انیتا کا مزاج الگ ہے لیکن جسم و وجود ایک ہے۔ چونکہ جسم ایک ہے اس لیے ایک ہی نام سے پکاری جاؤ گی۔ پہچانی جاؤ گی۔"

وہ بولی "میں ثمر سلطانہ کی حیثیت سے پیدا ہوئی ہوں۔ مسلمان ہوں مسلمان رہوں گی اور اسی حیثیت سے پہچانی جاؤں گی۔"

انیتا نے کہا "لیکن میری بھی تو کوئی حیثیت ہے۔ میں آتما ہوں اور آتما کے بغیر جسم زندہ نہیں رہتا۔"

ثمر سلطانہ نے کہا "اور جسم کے بغیر آتما پرواز کر جاتی ہے۔ پتا نہیں کہاں گم ہو جاتی ہے پھر اس دنیا میں اپنا وجود منوانے کے قابل نہیں رہتی۔ یہی تمہارے ساتھ ہو رہا ہے۔"

فرمان نے کہا "انیتا! یہ درست کہہ رہی ہے تم بے جا ضد نہ کرو۔ تمہارے پتا نے تمہیں قتل کیا ہے۔ تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے۔ تمہارے وجود کو مٹا دیا ہے۔ تمہارے جسم کو چتا میں جلا دیا ہے۔ اب تمہارا اپنا کوئی جسم کوئی وجود نہیں رہا۔ تمہاری کوئی پہچان نہیں رہی تم صرف ایک آتما ہو اور ایک آتما کو صرف مجھ جیسا محبت کرنے والا ہی سمجھ سکتا ہے۔ تم صرف روح ہو۔ محبت صرف دل سے نہیں روح سے بھی ہوتی ہے۔ اس لیے میں ساری عمر تمہیں محبتیں دیتا رہوں گا اور تمہیں کبھی بھلا نہیں پاؤں گا۔"

"فرمان! میں تمہاری محبت کو سمجھتی ہوں۔ تم بڑی محبت سے ایسی باتیں کر رہے ہو لیکن میرا دل توڑ رہے ہو۔ میری شخصیت کو ختم کر رہے ہو۔ میرے وجود سے انکار کر رہے ہو۔"

"میری جان! تمہارا وجود کہاں ہے؟ میں کہوں گا کہ میرے سامنے آؤ...... تو تم ثمر سلطانہ کا جسم لے کر آؤ گی تو پھر وہ تم تو نہیں رہو گی۔ تم تو اس کے اندر رہا کرو گی اور اندر رہ کر مجھ سے محبت کرو گی۔ اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ ثمر سلطانہ کے جسم کی وجود کی اور شخصیت کی نفی نہ کرو۔"

وہ ناراض ہو کر بولی "میں خوب سمجھ رہی ہوں۔ تم ثمر سلطانہ کی طرف پھسل رہے ہو۔ یہ بالکل نیا جسم ہے۔ تم نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔ اس لیے وہ تمہیں اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔ جس کے ذریعے میں تمہیں اپنی طرف کھینچ سکوں۔"

"انیتا! نہ تمہیں غصہ کرنے کی ضرورت ہے اور نہ مایوس ہونا چاہیے۔ میں تمہارا جیون ساتھی ہوں۔ تمہارا پتی ہوں۔ تمہیں ہمیشہ کی طرح چاہوں گا۔ تمہیں محبتیں دیتا رہوں گا۔ اس سے زیادہ اور کیا چاہتی ہو؟"

"اس سے زیادہ میں اپنا وجود منوانا چاہتی ہوں۔ تم چاہو تو مجھے ثمر سلطانہ کے نئے جسم میں حاصل کر سکتے ہو۔ اس پر عمل کر کے اس کی یادداشت مٹا سکتے ہو۔ اس طرح اس کی شخصیت اس کا نام سب کچھ مٹ جائے گا۔ یہ اپنے بارے میں سب کچھ بھول جائے گی پھر میں ہی میں اس پر حاوی رہوں گی اور تم پہلے کی طرح مجھے ایک نئے وجود میں حاصل کرو گے اور میں ایسے وقت بھی تمہاری شریک حیات ہی رہوں گی۔"

فرمان نے ناگواری سے کہا "انیتا! آگے کچھ نہ بولو۔ میں نے ثمر سلطانہ سے وعدہ کیا ہے۔ زبان دی ہے کہ اسے کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا اور نہ ہی اس سے کبھی ناانصافی کروں گا۔ تم سراسر ناانصافی کی باتیں کر رہی ہو۔ ایک تو تم نے اور تمہارے باپ نے اس کے جسم پر قبضہ جمایا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کا نام اس کی شخصیت اس کی خودداری سب کچھ چھین لینا چاہتی ہو۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔"

ثمر سلطانہ خوشی سے کھل گئی اور چہک کر کہنے لگی "فرمان......! آئی۔لو۔یو۔ میں پہلی بار بے اختیار کہہ رہی ہوں کہ تم واقعی محبت کیے جانے کے قابل ہو اور واقعی صحیح معنوں میں انسان ہو اور انسانوں کو سمجھتے ہو۔ ان کے ساتھ انصاف کرنا جانتے ہو۔ میں تم سے دوستی کروں گی۔ ہمیشہ کے لیے تمہاری بن کر رہوں گی۔ تم میرے دماغ میں آؤ۔ اسے پوری طرح اپنے کنٹرول میں لے لو۔ میں کوئی اعتراض نہیں کروں گی۔"

"تم اس کے ساتھ انصاف کر رہے ہو۔ اس کی طرف پھسل رہے ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ مجھ سے زیادتی کر رہے ہو۔ مجھے اس کے اندر کچل کر رکھنا چاہتے ہو۔"

"خدا گواہ ہے۔ میں تمہیں کچل کر رکھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ تم میری شریک حیات ہو اور میری زندگی کے ساتھ رہو گی میں ثمر سلطانہ کے اندر آ کر تمہیں بھرپور محبتیں دیتا رہوں گا۔ اس سے زیادہ تم اور کیا چاہتی ہو۔"

"یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ رہی ہے کہ میں باسی ہو چکی ہوں۔ اب تمہیں ایک نئی تر و تازہ جوانی حاصل ہونے والی ہے۔ تم تو اسی کی طرف داری کرو گے۔"

"تم اپنے طور پر جو بھی سوچو لیکن میں تمہیں سمجھاؤں گا کہ کیا صحیح ہے کیا غلط۔ اگر تمہاری سمجھ میں آ جائے تو اچھی بات ہے۔ نہ سمجھ میں آئے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ تم خوامخواہ میری طرف سے غلط فہمی میں مبتلا رہو گی۔"

"یہ غلط فہمی نہیں صاف اور سیدھی بات ہے کہ تم ایک مسلمان ہو۔ وہ بھی مسلمان ہے اور تم دونوں مجھ ہندو کو اس جسم کے اندر کچل کر رکھنا چاہتے ہو۔ مجھے اپنی آواز اٹھانے کا موقع بھی نہیں دو گے۔"

"تم فضول باتیں کر رہی ہو۔ یہاں ہندو مسلمان کی کوئی بات نہیں ہے۔ خوامخواہ مجھ سے شکایتیں کر رہی ہو۔ یہ تمام شکایتیں تمہیں اپنے باپ سے کرنی چاہیں۔ اسی نے تمہیں اس مقام تک پہنچایا ہے۔"

وہ بڑے فخر سے بولی "اگر میرے پتا جی کو ایک بار معلوم ہو جائے کہ میں کہاں ہوں؟ کس حال میں ہوں؟ تو وہ فوراً ہی میری مدد کو پہنچ جائیں گے اور مجھے یہاں سے نکال کر کسی دوسرے جسم میں پہنچا دیں گے۔"

"انیتا! تم خوامخواہ ثمر سلطانہ سے دشمنی کی باتیں کر رہی ہو۔ تمہارے اس جسم سے نکل کر جانے کا مطلب یہ ہے.... کہ ثمر سلطانہ مردہ ہو جائے گی۔ تم اسے مار ڈالنا چاہتی ہو؟ اور میں یہ کبھی ہونے نہیں دوں گا۔ تمہارے باپ کو کبھی معلوم نہیں ہوگا کہ تم یہاں ہو۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم مجھے میرے باپ سے بھی دور رکھو گے؟ اور مجھے میرے حصے کا پیار بھی نہیں دو گے؟"

"میں تمہیں بھرپور محبتیں دوں گا اور یہ آنے والا وقت ہی تمہیں بتائے گا۔"

انیتا چپ رہی کچھ نہ بولی۔ بہت غصے میں تھی۔ مایوس تھی دل ٹوٹ رہا تھا کہ اتنے عرصے کے بعد اس کا محبوب شوہر اسے ملا تو دوسری طرف پھسل رہا تھا۔ اب اس کا ایک ہی آسرا تھا اور وہ اس کا باپ چنڈال جو گیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کبھی نہ کبھی تو میرے پتا جی کو میرا سراغ ملے گا اور میں یہاں سے نجات حاصل کر سکوں گی اور میری نجات کا مطلب ہوگا۔ ثمر سلطانہ کی موت......

☆☆☆

ٹونی جے مسلسل شانتا بائی کی طرف توجہ نہیں دے سکتا تھا۔ اسے چنڈال کے ہوش میں آنے کا انتظار تھا۔ اس کی بے ہوشی کے دوران میں اس نے اتنا کیا تھا کہ شانتا بائی کو اغوا کرا کے اسے ایک کوٹھی میں پہنچا دیا تھا اور اس کے مالک کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر کسی دوسری جگہ بھیج دیا تھا۔ اب وہ اس کی مرضی کے بغیر واپس آنے والا نہیں تھا۔

وہ کبھی شانتا بائی کے دماغ میں آتا تھا اور کبھی چنڈال کے دماغ میں پہنچ جاتا تھا۔ اس نے یہ دیکھا تھا کہ شانتا بائی کی بیٹی نیہا نے فون پر اپنی ماں سے رابطہ کیا تھا۔ ان کی باتوں سے یہی ثابت ہو رہا تھا کہ وہ کسی ٹیلی پیتھی یا خیال خوانی کرنے والے کو نہیں جانتی ہے اور یہ خیال کر رہی ہے کہ اغوا کرنے والوں سے رابطہ ہوگا تو اپنی ماں کی رہائی کے لیے سودا کرے گی اور اس کی رہائی کی خاطر بڑی سے بڑی رقم ادا کرے گی۔

ٹونی جے چاہتا تھا کہ ان کے پیچھے چھپا ہوا فرہاد علی تیمور خود کو ظاہر کر دے اور شانتا بائی کی رہائی کا سودا کرے لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہیں ہو رہی تھی اور وہ انتظار کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ چنڈال کے دماغ میں پہنچا تو پتا چلا کہ اسے ہوش آ گیا ہے۔

لیکن اس کی حالت بہت ہی خراب تھی۔ خون زیادہ بہہ گیا تھا۔ اگرچہ اس کو خون دیا گیا تھا لیکن پھر بھی وہ خطرے سے باہر نہیں تھا۔ اسے انتہائی نگہداشت والے کمرے میں رکھا گیا تھا۔

سیٹھ ہریش چندر کروڑ پتی سرمایہ دار تھا۔ اس کے بیٹے مہیش چندر اور اس کے چچا نے ڈاکٹروں کو بڑی بڑی رقمیں دی تھیں۔ اس لیے ڈاکٹرز اسے مسلسل اور بھرپور توجہ دے رہے تھے اور اس کی زندگی بچانے کی کوششیں کر رہے تھے۔

دوسرے بیٹے رمیش چندر نے غصے میں آ کر باپ کی ایسی حالت کی تھی۔

اپنے بڑے بھائی مہیش چندر سے ملاقات ہونے پر اسے معلوم ہوا تھا کہ ان کے باپ نے اپنی ہونے والی بہو لاجونتی پر بری نیت ظاہر کی تھی۔ وہ اس کی عزت لوٹنا چاہتا تھا لیکن مہیش اسے بچا کر اس کے میکے لے گیا تھا۔

رمیش نے غصے سے تلملا کر کہا "بھیا! یہ ہمارا باپ نہیں لگتا پتا نہیں نئی زندگی پاتے ہی یہ کیوں ایسی حرکتیں کر رہا ہے؟ معلوم ہوتا ہے، اس کا دماغ چل گیا ہے۔"

مہیش نے کہا "میں بھی یہی سوچتا ہوں کہ یہ کچھ نیم پاگل سا ہے۔ اس کا علاج کسی دماغی امراض کے ماہر سے کرانا ہوگا۔"

"اس نے ہماری ماتا جی کو مار ڈالا ہے۔ میں تو اسے زندہ نہ چھوڑتا لیکن باپ کے رشتے کا خیال رکھنا پڑتا ہے پھر بھی میں

اسے سزا ضرور دوں گا۔"
مہیش نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "برا تو مجھے بھی لگ رہا ہے، لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں؟ دنیا والوں کا خیال کرنا پڑے گا۔ ہم باپ کے خلاف کچھ کریں گے تو ہماری بدنامی ہوگی۔ تمام دنیا والے اور رشتے دار یہی کہیں گے کہ ہم نے دولت اور جائیداد پر قبضہ جمانے کے لیے باپ کو مارڈالا ہے۔"

"بھیا! آپ یہ مجھ پر چھوڑ دیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ میں اسے بہت بری طرح سزا دینے والا ہوں۔"

"مجھے تو بتاؤ، تم کرنا کیا چاہتے ہو؟"

"مینٹل اسپتال کے ایک ڈاکٹر سے میری بہت گہری دوستی ہے اور میں دوسرے ڈاکٹروں کو بھی بڑی بڑی رقمیں دے کر اس بڈھے کو پاگل خانے پہنچادوں گا۔ یہ ہمارا باپ نہیں، دشمن ہے۔ آج اس نے ہماری ماں کو مارا ہے، کل ہمیں مارڈالے گا۔ اس نے گھر کی بہو پر میلی نظر ڈالی ہے، یہ نوجوان عورتوں کا رسیا ہے۔ میں اس کے مزاج ٹھکانے لگادوں گا۔ اسے کبھی پاگل خانے سے باہر نہیں آنے دوں گا۔"

اس کی ماں کا دیہانت ہو چکا تھا۔ اس کا کریا کرم ہونے والا تھا۔ اس لیے دونوں بھائی اور رشتے دار وہاں سے چلے آئے۔ صرف چچا کو اسپتال میں چھوڑ دیا۔ تاکہ سیٹھ ہریش چندر کی دیکھ بھال کے لیے وہاں کوئی موجود رہے۔

ٹونی جے اس کے دماغ کے اندر تھا۔ دماغ اس قدر کمزور ہو گیا تھا کہ سوچ کی لہریں بھی بہت کمزور تھیں۔ وہ ہوش میں آنے کے بعد ٹھہر ٹھہر کر سوچ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو چکا ہے؟

ٹونی جے نے کہا "مسٹر چنڈال! میں تمہارے دماغ میں موجود ہوں۔ فکر نہ کرو میں تمہاری حفاظت کروں گا۔"

وہ بولا "مجھے کسی بھی طرح جلد سے جلد دماغی توانائی پہنچاؤ۔ میں اس کتے رمیش کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ ہم اسے موت کے گھاٹ اتاریں گے۔ پہلے تم توانائی حاصل کرو۔ جب بھی تم ناقابل برداشت تکلیف محسوس کرو گے تو میں تمہارے دماغ میں رہ کر ان تکالیف کو کم کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اس سے زیادہ میں اور کچھ کر نہیں پاؤں گا۔"

وہ آنکھیں بند کیے پڑا تھا۔ کچھ نہ بولا۔ خاموش رہ کر اپنے حالات پر غور کرنے لگا۔ دماغی کمزوری کے باعث... بڑبڑانے لگا۔ ٹونی جے خاموشی سے اس کی بڑبڑاہٹ سنتا رہا۔ اسے تو اس کے دماغ میں رہنا ہی تھا۔ وقت بھی گزارنا تھا۔ اس لیے وہ اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔

چنڈال کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس ٹونی جے کا برین واش کیا ہے اور اسے مہادیو بھاٹیا بنا چکا ہے اور جو ہمیشہ اس کا معمول اور تابعدار بن کر رہنے والا ہے۔ وہ کبھی اس کے دماغ میں آ کر اس کے چور خیالات پڑھ سکے گا۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ دماغی کمزوری میں مبتلا ہوگا اور اس قدر مجبور اور بے بس ہوگا کہ ٹونی جے کو چور خیالات پڑھنے سے روک نہیں سکے گا۔

اس وقت وہ نہیں جانتا تھا کہ ٹونی جے اس کے بارے میں کیا کچھ معلوم کر رہا ہے اور وہ بہت کچھ معلوم کر رہا تھا کہ وہ کیسے کیسے کالے علوم جانتا ہے اور اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اب تک کیا کچھ کیا ہے۔ اس کا دماغ فولاد کی طرح مضبوط ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر زلزلہ پیدا کرے تو اس پر برائے نام اثر ہوتا ہے پھر یہ کہ اس پر تنویمی عمل کیا جائے تو وہ عمل دیر پا نہیں رہتا۔ چند گھنٹوں میں یا ایک یا دو دن میں اس عمل کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔

وہ یہ معلومات حاصل کرتے کرتے اس مرحلے پر پہنچا جہاں اس کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ اس نے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹونی جے کو کس طرح ٹریپ کیا تھا۔ اس ٹونی جے کی محبوبہ اور بیوی کا نام ہلینا تھا۔ اس نے دونوں میاں بیوی کو ہندی زبان سکھائی تھی۔ ان دونوں کے دماغوں میں صرف ہندی زبان ہی نہیں ہندی کلچر کو بھی نقش کر دیا تھا اور انہیں سر سے پاؤں تک اور دل سے دماغ تک پوری طرح ہندو اور ہندوستانی بنا دیا تھا۔

پھر اس نے اس ٹونی جے کا نام مہادیو بھاٹیا رکھا تھا۔ وہ اسے ہندوستان بلانا چاہتا تھا لیکن بلانے سے پہلے یہ تدبیر ذہن میں آئی تھی کہ وہ اپنی بیٹی انیتا سے ٹونی جے کو منسوب کرے گا اور ٹونی جے اس میں دلچسپی لے گا۔ محبت کرے گا اور اس کا داماد بن جائے گا تو اس سے رشتہ اور مضبوط ہو جائے گا۔

اسے آئندہ اپنا داماد بنانے کے لیے اس نے اس کی چہیتی بیوی ہلینا کو راستے سے ہٹا دیا تھا۔ اسے ایک حادثے کا شکار بنا دیا۔ اس طرح اس کی موت ایسی حادثاتی ہوئی کہ کسی کو شبہ نہ ہوا کہ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے قتل کیا گیا ہے۔

ٹونی جے یہاں تک چنڈال کے خیالات پڑھتے پڑھتے رک گیا۔ سوچ میں پڑ گیا۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ وہ ٹونی جے ہے اور چنڈال نے اس کے ساتھ ایسی ظالمانہ حرکتیں کی ہیں۔ اس کی چہیتی بیوی کو مار ڈالا ہے صرف بیوی کو ہی نہیں اس کا مذہب بھی اس سے چھین چکا ہے۔ اسے عیسائی سے ہندو بنا چکا ہے۔ وہ ٹونی جے تھا اس نے اس کا نام مہادیو بھاٹیا رکھ دیا ہے۔

ٹونی جے کو اور بہت سی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ جب وہ اعلیٰ حاکم کے دماغ میں تھا اور اس حاکم کو یہ رپورٹ مل رہی تھی کہ چنڈال نے کسی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا کیا ہے۔ اس کا نام ٹونی جے تھا لیکن وہ اس کا برین واش کرنے کے بعد ہندو مہادیو بھاٹیا بنا کر پیش کر رہا ہے۔

ٹونی جے کا دماغ روشن ہو رہا تھا۔ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں جو ایک کے بعد ایک گرہ ڈالی گئی تھیں۔ اب وہ ایک ایک کر کے کھلتی جا رہی تھیں۔ تنویمی عمل کی تیکنیک یہ ہے کہ معمول اور تابعدار کے دماغ سے یہ بھلا دیا جاتا ہے کہ اس پر عمل کیا گیا ہے۔ اگر اسے یاد آ جائے کہ اس پر عمل کیا گیا ہے اور اس کی قوت ارادی مضبوط ہو تو اس کے دماغ سے تنویمی عمل کا اثر زائل ہونے لگتا ہے اس وقت ٹونی جے کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔ وہ چنڈال کے سحر سے نکلتا جا رہا تھا۔

حقیقت بہت کڑوی ہوتی ہے اور وہ حقیقت معلوم کرنے کے بعد اپنے نام شخصیت اور زندگی سے مایوس ہو رہا تھا۔ اس کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ وہ کیا تھا اور اب کیا ہے؟ اور آئندہ اسے کیا ہونا چاہیے؟

ظاہر ہے کوئی اپنی پیدائش سے اپنے بنیادی مذہب پیدائشی تہذیب ثقافت زبان اور اپنے لوگوں سے کبھی الگ ہونا پسند نہیں کرتا اسے بھی اپنی بنیاد کھینچ رہی تھی اور اس کے اندر یہ فخر پیدا ہو رہا تھا کہ وہ امریکی ہے۔ اسے امریکی رہنا چاہیے۔

اب چنڈال سے نفرت اور بے زاری پیدا ہو رہی تھی۔ اس نے اسے غلام بھی بنایا تھا اور بے وقوف بھی بناتا آ رہا تھا۔ اسے اپنی بیوی ہلینا یاد آ رہی تھی۔ وہ شادی سے پہلے ایک دوسرے کو چاہتے تھے اور بڑی مدت تک ایک دوسرے سے محبتیں کرنے کے بعد انہوں نے شادی کی تھی۔

اس نے اسے مار ڈالا تھا۔ "میں اپنی ہلینا کا انتقام لوں گا اور اس کم بخت کو ایسی سزا دوں گا کہ یہ ساری زندگی یاد کرتا رہے گا۔"

وہ سوچنے لگا۔ آئندہ اسے کیا کرنا چاہیے؟ وہ چنڈال کو جان سے مارنا نہیں چاہتا تھا۔ ترسا ترسا کر اسے زندگی دینا چاہتا تھا۔ اس نے اس کی بیوی ہلینا کو ہلاک کیا تھا۔ اب وہ اس کی بیٹی انیتا کو اس کے سامنے تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتا تھا اور اس طرح کہ جب وہ مرتی تو اس کی آتما کو پھر کسی دوسرے جسم میں پہنچانے کے قابل نہ رہتا۔

وہ بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔ اپنی پچھلی زندگی کو یاد کرنے لگا کہ اس نے ٹونی جے کی حیثیت سے کس طرح بچپن گزارہ تھا اور کس طرح جوانی گزاری تھی اور اب اس مقام تک آ پہنچا تھا۔ وہ آپ بیتی یادیں اور واقعات یاد کر رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا۔ اسے اس کی گمشدہ زندگی مل گئی تھی۔

اس کے خیالات کبھی ادھر کبھی ادھر بھٹک رہے تھے۔ وہ چنڈال کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا کہ اگر اسے ہلاک نہیں کرنا ہے تو کس طرح اسے کیڑے مکوڑے کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور کرتا رہے گا اور ساری زندگی اسے ذلیل و خوار کرتا رہے گا۔

یہ بات وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر نہیں رکھا جا سکتا۔ وہ چند گھنٹوں کے بعد یا ایک دو دن کے بعد ہی تنویمی عمل کے اثر سے نکل جاتا ہے۔

دانش مندی یہ ہوتی کہ اسے دماغی طور پر ہمیشہ کمزور بنا کر رکھا جاتا۔ اسے کبھی دماغی توانائی حاصل کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا۔ اس کے خلاف کسی ایسی تدبیر پر عمل کرنا چاہیے کہ اس کا دماغ لاک نہ رہے۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکے اور خاص طور پر اسے اپنے اندر آنے سے بھی روک نہ سکے۔

ان لمحات میں اس نے فیصلہ کر لیا کہ چنڈال کے زخموں کی مرہم پٹی تو ہونے دے گا لیکن اس کے زخموں کو بھرنے نہیں دے گا۔ ان زخموں کو ناسور بناتا رہے گا۔ اس طرح وہ دماغی کمزوری میں مبتلا رہا کرے گا۔ کیونکہ وہ اس قدر کمزور ہو چکا تھا کہ مسلسل علاج کے باوجود اگلے ہفتے تک جسمانی اور دماغی توانائی حاصل کرنے کے قابل نہ رہتا۔ اسے رفتہ رفتہ ایک عرصے بعد ہی توانائی حاصل ہو سکتی تھی۔

اور وہ ایسا ہونے نہ دیتا۔ وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ کمزوری کو اس کا مقدر بنا دے گا۔ جب سے یہ معلوم ہوا تھا کہ اس کی بیوی ہلینا ماں بننے والی تھی اور ایسے وقت اس چنڈال شیطان نے اسے ایک حادثے میں ہلاک کر دیا تھا۔ تب سے وہ اس سے شدید نفرت کر رہا تھا اور یہی سوچ رہا تھا کہ اسے ایک دم سے نہیں مارے گا۔ بلکہ اسے قطرہ قطرہ موت دے گا۔

ان حالات میں وہ شاتنا بائی کو نظر انداز کر رہا تھا۔ اگرچہ مجھے بھی اپنا دشمن سمجھتا تھا لیکن اس وقت اس کے لیے دنیا کا بد

ترین دشمن چنڈال تھا۔ اس لیے میری طرف بھی توجہ نہیں دے رہا تھا۔

میں عالی کے ساتھ شانتا بائی کو تلاش کرتا ہوا ایک ایسی کوٹھی کے سامنے پہنچ گیا۔ جس کے کھڑکی دروازے محرابی ڈیزائن کے تھے اس کوٹھی کے احاطے میں ایک مسلح گارڈ کھڑا ہوا تھا۔ عالی نے اس کے پاس جا کر پوچھا "یہاں کون رہتا ہے؟ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔"

گارڈ نے کہا "یہاں کوئی نہیں رہتا۔ یہ کوٹھی خالی ہے باہر سے لاک کی گئی ہے۔ اس کا مالک پتا نہیں کب آئے گا؟"

میں اس مسلح چوکیدار کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا تو پتا چلا کہ اسے یہی بتایا گیا تھا کہ مالک کہیں باہر گیا ہوا ہے اور اس کوٹھی کے اندر ایک عورت کو لا کر رکھا گیا ہے۔

اگر اس سے کوئی بھی پوچھے تو وہ یہی کہا کرے کہ کوٹھی خالی ہے اندر کوئی نہیں ہے۔

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ عالی کے ساتھ چلتا ہوا۔ کوٹھی کے احاطے کے اندر سے گزرتا ہوا۔ دروازے پر آیا پھر اس کے لاک کو کھول دیا۔ عالی تیزی سے چلتے ہوئے اندر داخل ہوئی پھر ایک بیڈ روم کے سامنے پہنچ کر اس کے دروازے کو کھولا۔ شانتا بائی اسے دیکھ کر ایک دم سے خوش ہوگئی۔ دوڑتی ہوئی آکر بیٹی سے لپٹ گئی۔

"ہائے۔ یہ میں کہاں آکر پھنس گئی تھی؟ بیٹی! اگر تم نہ آتیں تو میں فکر سے مر جاتی۔"

"مریں آپ کے دشمن۔ اب یہاں سے چلیں۔ باہر دھرم ویر انکل گاڑی میں انتظار کر رہے ہیں۔"

وہ دونوں تیزی سے چلتی ہوئی کوٹھی سے باہر آئیں پھر شانتا بائی نے کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے میرا شکریہ ادا کیا۔ میں نے کہا "جب آپ نے مجھے بھائی بنایا ہے تو پھر شکریہ کس بات کا؟"

میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ شانتا بائی نے کہا "آخر ہمارے ساتھ یہ ہوتا کیا ہے؟ ہم کسی مصیبت میں پھنستے ہیں اور پھر ہمیں اچانک رہائی مل جاتی ہے اور دشمن ناکام ہو جاتے ہیں؟"

میں نے کہا "یہ تو ہماری سمجھ میں بھی نہیں آیا کہ بات کیا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہمیں فون پر کسی نے بتایا تھا کہ تمہیں اس کوٹھی میں قید کیا گیا ہے اور وہاں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہے۔ ہم آسانی سے جا کر تمہیں وہاں سے لا سکتے ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہم نے تمہیں کتنی آسانی سے حاصل کر لیا ہے اور کسی دشمن سے ٹکراؤ بھی.... ہوا ہے! ورنہ ہی کسی اغوا کرنے والے نے ہمارا راستہ بھی روکا ہے۔"

عالی نے کہا "آپ نے فون پر جو تحریر پڑھ کر سنائی تھی، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی اغوا کرنے والا ہم دونوں کو... پُراسرار سمجھ رہا ہے اور یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ ہمیں غیبی مدد کس طرح حاصل ہوتی ہے؟ اب اسے معلوم ہوگا کہ پھر اسی طرح غیبی مدد حاصل ہوئی ہے، اور ہمیں فون پر کسی نے آپ کا پتا بتایا ہے اور ہم آپ کو وہاں سے لے آئے ہیں تو وہ پھر حیران ہوگا۔"

شانتا بائی نے کہا "ہم خود حیران ہوتے رہتے ہیں۔ اس کی حیرانی کیسے دور کریں؟"

میں اور عالی شانتا بائی کے دماغ میں یہ بات بٹھا رہے تھے کہ ہمیں فون کے ذریعے اطلاع ملی تھی اور ہم اس کے مطابق اسے رہائی دلا کر لے جا رہے ہیں اور کسی غیبی طاقت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔ آئندہ ٹونی جے ہم سب کے دماغوں میں آکر یہی معلوم کرتا رہے گا اور حیران ہوتا رہے گا کہ وہ کون ہے، جس نے فون پر ہمیں اطلاع دی تھی؟

اسے اس سوال کا جواب کبھی نہیں ملے گا۔

پورس نے رات دس بجے والی فلائٹ میں دو سیٹیں حاصل کر لی تھی۔ وہ فلائٹ لنکا کو جانے والی تھی۔ انا میریا بہت خوش تھی۔ اپنے اٹیچی میں ضروری سامان رکھ رہی تھی۔ پورس بھی ایک سفری بیگ میں اپنا سامان رکھ رہا تھا لیکن وہ خوش نہیں تھا۔ یہ سمجھتا تھا کہ اس کی سونیا مما نے اسے انا میریا کے ساتھ اپنا گھر، اپنا خاندان چھوڑ دینے کے لیے کہا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ اب خاندان میں واپس آنے کے لیے عدنان کو ہی ساتھ لا سکتا تھا۔ ورنہ اسے واپس آنے کی اجازت نہ ملتی۔

اور وہ اسی کوشش میں تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ انا میریا اسے دھوکا دے رہی ہے۔ انا میریا جانتی تھی کہ وہ بھی اسے دھوکا دے رہا ہے اور کسی نہ کسی طرح اپنے بیٹے تک پہنچنے کے لیے یہاں سے لنکا کو تک سفر کرنے والا ہے۔

انا میریا نے سامان پیک کرنے کے بعد اس کی گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا "تم بہت اچھے ہو، تم نے ثابت کر دیا ہے کہ مجھے دل و جان سے چاہتے ہو۔ تم نے میری خاطر اپنے ماں باپ اور خاندان کو چھوڑ دیا ہے اور اب ان لوگوں سے بہت دور میرے ساتھ امریکا جا رہے ہو۔ آئی لو یو پورس! آئی لو یو ود مائی ہارٹ اینڈ سول......"

وہ بولا "تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ تم بھی تو مجھے

دل و جان سے چاہتی ہو، تمہاری ہسٹری معلوم کرنے کے بعد کہ تم اسی وقت سے میری محبت میں گرفتار ہو، جب میں نے شیوانی کو پہلی بار دیکھا تھا۔ جب اس سے محبت ہوئی تو تم نے دیکھا کہ میں تم سے محبت کر رہا ہوں، جب میں نے اس سے شادی کی تو تم میری دلہن بن گئیں۔"

"ہاں۔ یہ قدرت کا عجب تماشا ہے کہ میں شیوانی کی ہم شکل بن کر پیدا ہوئی، پھر ادھر تم شیوانی کے ساتھ جو کرتے رہے وہ میرے ساتھ بھی ہوتا رہا۔ تم نے اس کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم کیا، وہ رشتہ میرے ساتھ بھی قائم ہوتا رہا۔ تمہارے بیٹے عدنان کو اس نے بھی جنم دیا اور میں نے بھی جنم دیا۔ بس فرق اتنا تھا کہ اس کے ساتھ یہ سب کچھ حقیقت میں ہوتا رہا اور میرے ساتھ یہ سب کچھ خواب و خیال میں ہوتا رہا اور میں ان حالات سے گزرتی رہی۔"

پورس نے بڑی محبت سے اسے چوم کر کہا "تمہاری یہ ہسٹری معلوم کر کے اور تمہارے ماضی کی روداد سن کر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ تم مجھے دل کی کتنی گہرائیوں سے چاہتی آئی ہو۔ میں چاہوں گا کہ یہ محبت آئندہ بھی اسی شدت سے قائم رہے اور عدنان کے معاملے میں ہمارے درمیان اختلافات پیدا نہ ہوں۔"

"مجھ پر بھروسا کرو۔ میں کبھی اختلافات پیدا نہیں ہونے دوں گی۔ تمہیں اتنی مسرتیں دوں گی اور تمہارے بیٹے کو اتنا پیار دوں گی، اتنی ممتا دوں گی کہ تم سب کچھ بھول جاؤ گے، صرف مجھے یاد رکھو گے۔"

وہ بولا۔ "فلائٹ یہاں سے تین گھنٹے بعد روانہ ہوگی ہم ایک گھنٹا پہلے ائرپورٹ جائیں گے۔ میں چاہتا ہوں، تم اس سے پہلے ایک بار شیوانی سے رابطہ کرو۔ ایک تو میں عدنان کی خیریت معلوم کرنا چاہتا ہوں دوسرا یہ کہ تم اسے بتا دو، دس بجے کی فلائٹ میں ہماری سیٹیں کنفرم ہو چکی ہیں اور ہم لنکا کو جا رہے ہیں۔"

انا میریا اس کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھ گئی پھر پرس میں سے اس چھوٹے آئینے کو نکال کر اس کی سطح پر دیکھنے لگی۔ شیوانی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ بہت پریشان لگ رہی تھی۔ انا میریا اس کی آنکھوں میں ڈوبنے لگی۔ اس کی آنکھیں کہنے لگیں "بڑی گڑبڑ ہوگئی ہے۔ ہمارا بیٹا کہیں گم ہوگیا ہے۔"

انا میریا نے حیرانی سے پوچھا "گم ہوگیا ہے؟ اس کا کیا مطلب ہوا؟ وہ تمہارے پاس سے کیسے گم ہو سکتا ہے؟"

وہ بولی "میں اس کے دماغ میں جا سکتی ہوں، اس کے خیالات گڈمڈ رہیں، تب بھی اس کی رہنمائی کر سکتی ہوں یہ معلوم کر سکتی ہوں کہ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ لیکن کسی نے اسے اغوا کرتے وقت اس کے منہ پر کپڑا لپیٹ دیا تھا۔ میں اس کے ذریعہ دیکھ نہ سکی کہ وہاں کون پہنچ گیا تھا؟ اس کے ایک منٹ کے اندر ہی عدنان بے ہوش ہوگیا۔ اسے انجکشن کے ذریعہ بے ہوش کیا گیا تھا۔ تب سے میں اس کے لیے پریشان ہوں، اسے ڈھونڈتی پھر رہی ہوں۔ سمجھنا چاہتی ہوں کہ ایسا کس نے کیا ہے؟"

انا میریا نے کہا "اس میں سمجھنے کی کیا بات ہے؟ وہی مکار زمانہ سونیا اسے لے گئی ہوگی۔ اس نے تمہاری غفلت سے فائدہ اٹھایا ہے۔"

"میں غافل نہیں تھی، لیکن یہ سمجھ نہیں پائی کہ کوئی میرے خفیہ اڈے تک کیسے پہنچ گیا؟ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ پہنچنا ممکن نہیں تھا۔"

"عدنان کے دو ہی دشمن ہیں۔ ایک تو اس کی دادی سونیا ہے جو اسے ہم سے چھین لینا چاہتی ہے اور دوسرا دشمن ولاڈی میر ہے۔ وہ پراسرار علوم کا حامل ہے۔ شاید اس نے کوئی جادو ٹونا استعمال کیا ہے یا پھر سونیا کی کوئی چالاکی کام دکھا گئی ہے۔"

"مجھے بھی یہی شبہ ہے کہ سونیا ہی اسے لے گئی ہے۔ اب میں اس کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ تاکہ وہ اسے بابا صاحب کے ادارے کے اندر نہ لے جا سکے۔ اگر وہ اندر چلا گیا تو پھر اسے وہاں سے باہر لانا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔

"ابھی میں کتنی خوش تھی کہ پورس کے ساتھ امریکا جا رہی ہوں، یہاں سے، سونیا وغیرہ سے بہت دور ہو رہی ہوں لیکن اب یہ ایک نیا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔ اگر پورس کو معلوم ہوگا تو وہ یہاں سے جانے کا ارادہ ترک کر دے گا۔"

"اسے ہر حال میں یہاں سے لے جاؤ۔ اسے سونیا کے اور بابا صاحب کے ادارے کے قریب نہیں رہنا چاہیے۔ تم اسے ان لوگوں سے زیادہ سے زیادہ دور رکھو گی اور پیار کا جادو چلاتی رہو گی تو تمہارا جادو رفتہ رفتہ اس کے سر چڑھ کر بولتا رہے گا۔"

"تم یہ چاہتی ہو کہ میں اسے عدنان کی گمشدگی کے بارے میں کچھ نہ بتاؤں؟"

"ہاں۔ تم اس سے کہو کہ وہ بخیریت ہے اور میں جلد ہی اسے لنکا کو پہنچانے والی ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں اسے یہی کہوں گی۔"

وہ اس کی آنکھوں کے سحر سے نکل آئی پھر اس آئینے کو اپنے پرس میں رکھتے ہوئے بولی ”عدنان خیریت سے ہے اور شیوانی پوری کوشش میں ہے کہ اسے جلد سے جلد شکاگو پہنچادے۔“

”تم اتنی دیر تک اس سے کیا باتیں کررہی تھیں؟“

”میں اس کے ذریعہ عدنان کے دماغ میں گئی تھی۔ اس سے باتیں کررہی تھی۔ وہ تمہیں بہت یاد کررہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ پاپا سے کہوں کہ وہ جلد ہی شکاگو جائیں۔ میں وہاں آنے والا ہوں۔“

پورس خوش ہوگیا۔ وہ بڑی محبت بھری چالبازی سے اسے خوش کررہی تھی پھر بولی ”ہمیں ائرپورٹ چلنا چاہیے۔“

وہ حیرانی سے بولا ”اتنی جلدی؟ ابھی تو ڈھائی گھنٹے باقی ہیں؟“

”کوئی بات نہیں۔ ہم ذرا سیر و تفریح کرتے ہوئے ائرپورٹ پہنچیں گے۔“

”ٹھیک ہے۔ جیسی تمہاری مرضی۔ چلو......“

”بس ایک منٹ۔ میں ابھی واش روم سے آتی ہوں۔“

وہ تیزی سے چلتی ہوئی واش روم میں چلی گئی۔ اس نے اپنا موبائل فون نکال کر عبداللہ کے نمبر پنچ کیے پھر رابطہ ہونے پر کہا ”میرے پاس آؤ......“

وہ دوسرے ہی لمحے میں پورس کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا ”تم کہاں تھے؟ تمہیں میرے پاس آنا چاہیے تھا۔“

”میں آنے ہی والا تھا، مگر اچانک گڑبڑ ہوگئی ہے۔ آپ کی مما نے ہم تمام خیال خوانی کرنے والوں کو عدنان بابا کی تلاش میں لگادیا ہے۔“

”جب یہ معلوم ہوچکا ہے کہ عدنان شیوانی کے شکنجے میں ہے اور وہ اسے ایسی جگہ لے گئی ہے، جہاں تم سب خیال کرنے والے بھی نہیں پہنچ سکتے تو پھر مما پریشان کیوں ہورہی ہیں؟“

”سر! آپ نہیں سمجھ سکے۔ دراصل عدنان بابا شیوانی کے پاس بھی نہیں ہیں۔ کسی نے وہاں سے بھی انہیں اغوا کرلیا ہے۔“

پورس نے چونک کر پوچھا ”کیا......؟ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔“

”میں سچ کہہ رہا ہوں۔ اب سے ایک گھنٹا پہلے عدنان بابا کو پھر کسی نے اغوا کرلیا ہے اور ہم سب کو دلاڑی میر پر ہی شبہ ہے اس کے سوا کوئی اور ایسی حرکت نہیں کرسکتا۔“

پورس نے پوچھا ”کیا عدنان کو ایک گھنٹا پہلے اغوا کیا گیا ہے؟“

”جی ہاں۔ تب سے ہم اس کوشش میں ہیں کہ دلاڑی میر کا پتا ٹھکانا معلوم کریں یا اس کے آس پاس جو آلہ کار ہیں، ان کے دماغوں میں پہنچنے کی کوشش کریں لیکن ہمیں کامیابی نہیں ہورہی ہے۔“

اس نے پوچھا ”کیا تم صحیح وقت بتا رہے ہو کہ اسے ایک گھنٹا پہلے اغوا کیا گیا ہے؟“

”یس سر! میں درست کہہ رہا ہوں۔ اب سے ٹھیک ایک گھنٹا پہلے یہ واردات ہوئی ہے۔“

”اچھی بات ہے۔ جاؤ تم عدنان کو تلاش کرو۔“

عبداللہ چلا گیا۔ پورس کے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ انا میریا کا جھوٹ سامنے آگیا تھا۔ اس نے پانچ منٹ پہلے کہا تھا کہ عدنان شیوانی کے پاس ہے اور خیریت سے ہے۔ وہ اسے شکاگو کی طرف روانہ کرنے والی ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ انا میریا اسے دھوکا دے رہی ہے اور آئینے میں جو کچھ دیکھتی ہے اور نہ جانے دیکھتی بھی ہے یا نہیں؟ اسے جھوٹ بتاتی رہتی ہے۔

وہ غصے سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اپنے آپ کو ذرا ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ یہ جانتا تھا کہ غصہ کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اگر یہ جھوٹ بول رہی ہے اور محبت کی مٹھاس کے پیچھے زہر گھول رہی ہے تو مجھے بھی ایسی حکمت عملی سے کام لینا ہوگا۔

وہ ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا پھر انا میریا کو دیکھ کر رک گیا۔ وہ واش روم سے باہر آکر بولی ”چلو۔ اب ہم چلتے ہیں۔“

وہ بولا ”ذرا رک جاؤ۔ پتا نہیں کیوں۔ میرا دل گھبرا رہا ہے پلیز! میری خاطر ایک بار پھر شیوانی سے رابطہ کرو اور تم خود عدنان کے دماغ میں جاکر اس کی خیریت معلوم کرو۔“

انا میریا نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر اسے پریشان دیکھ کر پوچھا ”تم خواہ مخواہ کیوں الجھ رہے ہو؟ وہ خیریت سے ہے میں نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو اس کی خیریت معلوم کی تھی۔ خود اس کے دماغ میں گئی تھی۔“

پھر اس نے قریب آکر پورس کی گردن میں باہیں ڈال دیں یہ اس کے لبھانے کا انداز تھا اور وہ اس کی ایسی قربت سے پگھل جاتا تھا لیکن اب اس کی زہریلی حقیقت کا علم ہوا تھا۔

اس نے بڑی آہستگی سے اسے الگ کرتے ہوئے کہا ”پلیز...... میری بات مان لو۔ ایک بار پھر شیوانی سے رابطہ کرو۔“

وہ بیزار ہوکر بولی ”اچھی بات ہے۔ تمہاری خاطر رابطہ کررہی ہوں لیکن بار بار رابطہ کرنے سے وہ ناراض ہوجائے گی پھر مجھے عدنان تک نہیں پہنچائے گی۔“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم بھی اس کی ماں ہو اور ماں ہونے کے ناتے تم ایک بار نہیں، ہزار بار اس کے دماغ میں جاکر اس کی خیریت معلوم کرسکتی ہو۔“

وہ پرس میں سے آئینہ نکال کر اس کی سطح کو دیکھنے لگی۔ ایسے وقت اس نے شیوانی کو یاد نہیں کیا۔ اس لیے وہ نظر نہیں آئی اور وہ اسے بلانا بھی نہیں چاہتی تھی۔ یہ جانتی تھی کہ عدنان گم ہوگیا ہے، اور شیوانی اسے تلاش کررہی ہے۔ لہٰذا وہ اسے الجھانا نہیں چاہتی تھی اور نہ ہی اپنے پاس بلاکر اسے پریشان کرنا چاہتی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک خواہ مخواہ آئینے کی سطح کو دیکھتی رہی پھر اس آئینے کو پرس میں رکھتے ہوئے بولی ”میں ابھی شیوانی کے ذریعہ عدنان کے دماغ میں گئی تھی۔ وہ خیریت سے ہے، بہت خوش ہے۔ تم خواہ مخواہ پریشان ہورہے ہو۔ چلو۔ ہمیں ائرپورٹ جانا چاہیے۔“

اس نے اچانک ہی اپنا بایاں ہاتھ بڑھا کر انا میریا کی گردن دبوچ لی۔ اسے یکبارگی یوں لگا، جیسے اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی ہے ایک اور اب وہ دوسری سانس نہیں لے پائے گی لیکن پورس نے اسے فوراً ایک جھٹکا دے کر چھوڑ دیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے صوفے پر جاگری۔

وہ بولا ”اگر میں تمہاری گردن کو مزید چند سیکنڈ اسی طرح دبوچ کر رکھتا تو تمہاری سانس ہمیشہ کے لیے رک جاتی اور تم اس وقت مردہ پڑی ہوتیں۔“

وہ اپنی گردن سہلا رہی تھی اور سہمی ہوئی سی دیدے پھاڑ پھاڑ کر پورس کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا ”تم مجھ سے جھوٹ بولتے وقت یہ بھول گئیں کہ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے حقیقت سے آگاہ کرسکتے ہیں۔ دیر سے ہی سہی لیکن حقیقت مجھے معلوم ہوچکی ہے۔“

وہ صوفے پر سے اٹھتے ہوئے بولی ”میرا جھوٹ کھل گیا ہے، لیکن تمہیں سمجھنا چاہیے کہ میں کسی دشمنی میں جھوٹ نہیں بول رہی تھی۔ عدنان کی محبت میں، اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنے کے لیے اور تمہارے ساتھ تمہا زندگی گزارنے کے لیے میں ایسا کررہی تھی۔“

”دنیا کا ہر شخص اپنے نقطہ نظر سے اپنے جھوٹ کو جائز سمجھتا ہے تم بھی اسے جائز سمجھ رہی ہو لیکن مجھ سے بہت بڑا فراڈ کرتی آرہی ہو، تمہارے فراڈ کی وجہ سے میں نے اپنے ماں باپ کو اور اپنے خاندان کو چھوڑا۔ تمہارے فراڈ سے میں یہ جگہ چھوڑ کر بابا صاحب کے ادارے سے دور امریکا جارہا تھا۔ تم بڑی محبت سے مجھے دھوکا دے رہی تھیں لیکن میرے ماں باپ خاندان مذہب عقیدے اور بابا صاحب کے ادارے سے دشمنی کرتی آرہی تھیں۔ اب بھی دشمنی کررہی ہو اور یہ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ تم آئندہ بھی ایسی دشمنی کرتی رہوگی۔“

وہ ایک دم سے قریب آکر اس سے لپٹ گئی پھر تڑپ کر بولی ”نہیں۔ مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں تمہارے اور عدنان کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ پلیز۔ غصہ نہ دکھاؤ۔ میرے ساتھ امریکا چلو۔“

وہ اسے ایک جھٹکے سے الگ کرتے ہوئے بولا ”لعنت ہے تمہارے امریکا پر۔ تم صرف اسی لیے وہاں جانا چاہتی ہو کہ میں یہاں اپنے ماں باپ اور بابا صاحب کے ادارے سے دور ہوجاؤں؟“

”میں جو کچھ بھی چاہتی ہوں، محبت سے چاہتی ہوں۔“

”تمہاری محبت زہر گھولتی جارہی ہے اب سمجھ میں آرہا

ہے کہ تم شروع سے شیوانی کے ساتھ ہو۔ اس نے عدنان کو اپنے کسی خفیہ اڈے میں لے جا کر چھپایا۔ تم اس جگہ کے بارے میں سب کچھ جانتی تھیں لیکن تم نے مجھے وہاں کا پتا نہیں بتایا۔ تم جو بات مجھ سے چھپانا چاہتی ہو، چھپالیتی ہو۔ صرف محبت کے معاملے میں اپنی سچائی ثابت کرتی رہتی ہو۔ میں تمہاری ایسی کھوکھلی محبت کو پاکر کیا کروں گا؟"

پھر وہ ذرا توقف سے بولا "میں جارہا ہوں۔ تم نے اب تک صرف میری محبت دیکھی ہے، اب نفرت دیکھو گی۔ خدا نے چاہا تو عدنان ہمیں ضرور ملے گا اور جب ملے گا تو تم بھی اس کے سائے تک کبھی نہیں پہنچ سکو گی۔"

وہ پلٹ کر جانے لگا۔ وہ دوڑ کر اس کے قدموں سے لپٹ گئی۔ زمین پر گر پڑی۔ اس نے اپنے قدموں سے اسے الگ کیا۔ اسے دھکا دے کر پھر ایک بار صوفے پر گرایا اور تیزی سے چلتا ہوا اس کمرے سے باہر چلا گیا۔

وہ اسے آوازیں دیتی رہی پھر اس نے فوراً ہی آئینے کو نکالا اور اس کی سطح کو دیکھتی ہوئی شیوانی کو یاد کرنے لگی۔ کچھ دیر بعد ہی وہ نظر آنے لگی۔

وہ اس کی آنکھوں میں ڈوب کر بولی "غضب ہوگیا ہے۔ پورس مجھ سے نفرت کرنے لگا ہے۔ چھوڑ کر چلا گیا ہے۔"

وہ بولی "فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"کیا ٹھیک ہو جائے گا؟ میں تم سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں، کہ میں پورس کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔"

"اور اپنے بیٹے کے بغیر رہ لوگی؟"

"نہیں۔ میں اپنے بیٹے کے بغیر بھی نہیں رہ سکوں گی۔"

"تو پہلے عدنان کی فکر کرو۔ وہ ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔ ہم پہلے اسے تلاش کریں گے، حاصل کریں گے پھر اس کے بعد پورس سے بھی نمٹ لیں گے۔ اطمینان رکھو۔ وہ کہیں نہیں جائے گا۔ میں اسے کسی طرح ٹریپ کر کے تمہارے پاس پہنچا دوں گی۔"

"کیا تم یہ وعدہ کرتی ہو کہ میرا پورس میرا ہی رہے گا اور مجھ سے نفرت نہیں کرے گا؟"

"وہ آج نفرت کر رہا ہے، میں اس کی نفرت محبت میں بدل دوں گی۔ میں نے کہا ناں۔ فکر نہ کرو۔ صرف عدنان کے بارے میں سوچو۔ میں بھی اس کے لیے پریشان ہوں۔ لہٰذا ابھی تم مجھے پریشان نہ کرو۔"

شیوانی کا عکس آئینے کی سطح سے گم ہوگیا۔ اس نے آئینے کو اپنے پرس میں رکھ لیا پھر خلا میں تکتے ہوئے پورس کے بارے سوچنے لگی۔ اسے شیوانی کی باتیں دلاسا دے رہی تھیں کہ وہ روٹھ کر جانے والا جلد ہی اس کے پاس واپس آئے گا۔

سونیا اپنے پوتے کی بو سونگھتی ہوئی صحیح مقام پر پہنچ رہی تھی۔ اسے جس بنگلے میں چھپایا گیا تھا۔ اس محلے تک پہنچتے پہنچتے اس نے محسوس کیا کہ بو کی سمت بدل گئی ہے۔ اب وہ ادھر نہیں ہے۔ کسی دوسری طرف جارہا ہے۔ یعنی اغوا کرنے والے سونیا سے پہلے وہاں پہنچ گئے تھے اور عدنان کو لے جارہے تھے۔

وہ سمت بدل کر جانے لگی وہ کتنی ہی شاہراہوں سے، گلیوں سے، محلوں سے اور چھوٹی بڑی آبادیوں سے گزرتی ہوئی جارہی تھی۔ تیز رفتاری کے باوجود عدنان کی بو اس سے دور ہوتی جارہی تھی۔ یعنی اسے اغوا کرنے والے اس سے بھی زیادہ تیز رفتار تھے۔

پھر وہ ایک جگہ ٹھٹک گئی۔ ذرا رک کر اس کی بو محسوس کرنے لگی۔ پتا چلا کہ وہ بو فضا میں بلند ہو رہی ہے۔ وہ پریشان ہوگئی۔ قریب ہی ایک وسیع میدان تھا۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے اس میدان کی طرف جانے لگی۔ کسی ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ جب وہ اس میدان کے قریب پہنچی تو ایک ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو کر دور جارہا تھا اور اس کے ساتھ ہی عدنان کی بو بھی دور ہوتی جارہی تھی۔

سونیا کے دماغ میں اعلیٰ بی بی کے علاوہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی تھے۔ اس نے کہا "فوراً میرے لیے ہیلی کاپٹر کا انتظام کرو۔ وہ ہیلی کاپٹر بارڈر کراس کر کے دوسرے ملک جاسکتا ہے۔ اگر ایسے وقت مجھے روکا گیا تو تم سب ٹیلی پیتھی کے ذریعہ ان رکاوٹیں پیدا کرنے والوں کو روکو گے۔ آگے بڑھتے وقت میرے راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہونی چاہیے۔"

اب سونیا ہیلی کاپٹر کے ذریعہ ان اغوا کرنے والوں کا تعاقب کرنے والی تھی۔ اس کی ناکامی سے ظاہر ہو رہا تھا کہ عدنان کو ارنا کوف یا ولاڈی میر میں سے کوئی لے جارہا تھا۔

اس وقت ولاڈی میر پریشان تھا۔ سوچ رہا تھا کہ سونیا یا ارنا کوف میں سے کوئی عدنان کو لیے جارہی ہے۔

اس نے پہلے ارنا کوف سے رابطہ کیا۔ اس کے بیار کے دماغ میں جا کر اسے مخاطب کیا تو ارنا کوف نے پوچھا "کس لیے آئے ہو؟"

"تم انجان بن رہی ہو۔ کیا تم عدنان کے بارے کچھ نہیں جانتیں کہ اسے اغوا کیا گیا ہے۔"

"ہاں۔ جانتی ہوں۔ اسے میں ہی لے جارہی ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے، تم اپنے عمل کے ذریعہ کامیاب ہو چکی ہو؟"

"ہاں۔ میں ابھی اسے کسی خفیہ اڈے میں پہنچانے کے سلسلے میں مصروف ہوں۔ تم سے زیادہ بات نہیں کر سکتی۔"

"پلیز۔ ایک منٹ۔ ذرا میری بات سن لو۔ میں جانتا ہوں۔ تم تنہا مصروف نہیں ہو۔ نتاشا بھی خیال خوانی کے ذریعہ تمہاری مدد کر رہی ہے اور وہ آوازون بھی تمہارے ساتھ ہوگا۔ تم تینوں ایک طرف ہو اور میں یہاں تنہا ہوں۔ اس لیے تم مجھ سے بازی لے جارہی ہو۔ بہر حال ہم سب کے لیے عدنان کی موت ضروری ہے مگر ایک بات تو تم جانتی ہو کہ اسے میرے ہاتھوں سے ہلاک ہونا چاہیے۔ ورنہ تم اسے ہلاک کرو گی تو ہم سب پوری طرح نحوست کی تاریکیوں سے نکل نہیں پائیں گے اور اگر میں ہلاک کروں گا تو ہم سب کو پوری طرح نحوستوں سے نجات حاصل ہو جائے گی اور ہمیں عروج حاصل ہوتا رہے گا۔"

"میں جانتی ہوں کہ اسے تمہارے ہی ہاتھوں ہلاک ہونا چاہیے۔ اس میں ہم سب کا بھلا ہے لیکن میں عدنان کو تمہارے حوالے نہیں کروں گی۔"

اس نے حیرت سے پوچھا "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ تم اگر اسے میرے حوالے نہیں کرو گی، میں اپنے ہاتھوں سے اسے ہلاک نہیں کروں گا تو پھر تم اپنی بھلائی کے بارے میں کیسے سوچ رہی ہو؟"

"میں نادان نہیں ہوں، جانتی ہوں کہ عدنان جب تک میرے شکنجے میں رہے گا۔ اس وقت تک نحوست ایک حد تک رہے گی اور اس سے ہمیں نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں آنے والے مصائب سے نمٹ لوں گی لیکن تم زوال پذیر ہوتے رہو گے۔ ایسے مصائب سے گزرتے رہو گے کہ تمہیں دن میں تارے نظر آنے لگیں گے اور رفتہ رفتہ تم اپنی موت کی طرف جاتے رہو گے۔ وہ بچہ ہم سے زیادہ تمہارے لیے ضروری ہے۔"

"جب تم یہ جانتی ہو تو اسے میرے حوالے کیوں نہیں کر رہی ہو؟ اس لیے کہ میں سوتیلا ہوں؟ تم میری تباہی اور موت چاہتی ہو۔"

"یہی سمجھ لو۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو، عروج حاصل کرنا چاہتے ہو اور نحوستوں سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو میں ایک ہی شرط پر عدنان کو تمہارے حوالے کروں گی۔"

"بولو...... کیا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ تم ہمارے سامنے آجاؤ۔ مجھے اور میری بیٹی کو اپنے دماغ میں آنے دو۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو؟ میرے دماغ میں آتے ہی تم دونوں مجھ پر قبضہ جمانے کی کوشش کرو گی۔ مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنانا چاہو گی۔ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں ایسی نادانی کروں گا۔"

"تو نہ کرو۔ دانش مند بن کر رہو۔ تم میں ذہانت ہے، قوت ہے، حوصلہ ہے تو عدنان کو مجھ سے چھین کر لے جاؤ اور اسے ہلاک کردو۔ ایسا حوصلہ کرنے سے پہلے یہ اچھی طرح سوچ لینا کہ تم تنہا ہو، اور ہم تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ میں ہوں، میری بیٹی نتاشا ہے اور آوازون ہے ـــ بس اب جاؤ۔ میں بہت مصروف ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ ولاڈی میر اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ وہ جھنجلاہٹ کا شکار ہو رہا تھا۔ عدنان ہاتھ آتے آتے نکل جاتا تھا۔ پہلے سونیا جیسی مکار عورت ہی کچھ کم نہ تھی۔ جس کے مقابلے میں ناکامی ہو رہی تھی۔ اس پر یہ کہ سوتیلی ماں دشمنی پر اتر آئی تھی۔ اسے چیلنج کر رہی تھی کہ وہ عدنان کو اس کے شکنجے سے نکال کر نہیں لے جاسکے گا اور جب تک ناکام ہوتا رہے گا، اس وقت تک عدنان زندہ سلامت رہے گا اور اس کے لیے کوششیں لاتا رہے گا۔

وہ بچہ ایسا تھا جو صرف اپنوں کے لیے ہی نہیں دشمنوں کے لیے بھی ضروری تھا۔ وہ سوتیلے بھی اس کے لیے آپس میں لڑنے لگے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو رہا تھا کہ عدنان کو زندگی مل رہی تھی اور وہ زندگی سونگھنے کی حس کو بھی چیلنج کر رہی تھی "آؤ گرینڈ مما! اپنے پوتے کی بو کے پیچھے کہاں تک آتی رہو گی؟"

ولاڈی میر مشکل میں پڑ گیا تھا۔ اس نے عدنان کو اغوا کرانے، اسے اپنے پاس بلانے اور اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنے کے سلسلے میں کیا کچھ نہیں کیا تھا؟ اس نے ہر ممکن کوشش کر ڈالی تھی کہ وہ بچہ کسی طرح اس کے قابو میں آجائے لیکن وہ ہر بار اس کے ہاتھوں میں آکر گیلے صابن کی طرح پھسل گیا تھا۔

ہر بار اسے یہ یقین ہوتا رہا کہ اس بار وہ بچہ اس کے ہاتھ آکر نہیں جائے گا۔ کوئی اسے بچا نہیں سکے گا لیکن ایک عورت صرف ایک مکار عورت اپنے پوتے کو اس سے چھین کر لے جاتی رہی۔ اس نے اپنی ذہانت استعمال کی، ٹیلی پیتھی کا ہتھیار آزمایا اور آخر میں پُراسرار علوم کے ذریعے اس بچے تک پہنچنا چاہا۔ اس کے اور ارنا کوف کے پاس ایک ایک سراغ رساں آلہ تھا۔ جو کالے جادو کے ذریعے ان کے مطلوب کی نشان دہی کرتا تھا۔ اس آلے نے عدنان کی نشان دہی کی تھی اور صحیح جگہ پر انہیں پہنچایا تھا۔

لیکن ولاڈی میر کے وہاں پہنچنے سے پہلے ارنا کوف عدنان کو لے گئی تھی۔ اس بار اس نے سونیا سے نہیں اپنی سوتیلی ماں سے شکست کھائی تھی۔

عدنان راسپوٹین کے پورے خاندان کے لیے لازمی تھا۔ ان کے پُراسرار علوم نے بتایا تھا کہ جب تک وہ بچہ اس زمین پر رہے گا اور سانسیں لیتا رہے گا۔ اس وقت تک انہیں عروج حاصل نہیں ہوگا۔ وہ زوال پزیر رہیں گے اور ہمیشہ مصائب کا سامنا کرتے رہیں گے۔

ارنا کوف اس کے بیمار بیٹے ادلوپ کوف اور اس کی جوان بیٹی تاشا کے سلسلے میں پُراسرار علوم نے بتایا تھا کہ وہ بچہ ان کے لیے جب اتنا زیادہ منحوس نہیں ہے، جتنا کہ ولاڈی میر کے لیے ہے۔ وہ بچہ جب تک زندہ رہے گا نحوستیں طاری رہیں گی، مسائل کا سامنا ہوتا رہے گا لیکن وہ ان مسائل کا حل تلاش کرسکیں گے اور مصائب سے نکلتے رہیں گے لیکن ولاڈی میر کبھی عروج حاصل نہیں کرے گا یا تو کسی دشمن کے زیر اثر آکر اس سے کم تر ہو جائے گا یا پھر مارا جائے گا۔

اس نحوست کا توڑ یہی تھا کہ ولاڈی میر اس بچے کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرے۔ اگر کوئی دوسرا ہلاک کرے گا تو نحوستیں کم تو ہو جائیں گی لیکن اس پر حاوی رہیں گی۔ اپنے سوتیلوں اور دشمنوں پر برتری حاصل کرنے کے لیے لازمی تھا کہ وہ اس بچے کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرے۔

اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف اب اس کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا رہی تھی۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ عدنان کو ہلاک نہیں کرے گی زندہ رکھے گی۔ تاکہ ان سے زیادہ ولاڈی میر پر نحوستیں طاری ہوتی رہیں اور وہ ان سوتیلوں یا دوسرے دشمنوں کے زیر اثر آجائے یا پھر مارا جائے۔

ولاڈی میر بری طرح پھنس گیا تھا۔ اس نے سوتیلی ماں سے سمجھوتا کرنا چاہا۔ اس کی ہر بڑی شرط پوری کرنے پر آمادہ ہو گیا لیکن ارنا کوف نے کہا "میری ایک ہی شرط ہے کہ مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

وہ ایسی شرط منوانا چاہتی تھی جسے وہ مرتے دم تک نہیں مان سکتا تھا۔ اپنے دماغ میں اسے آنے کا موقع دیتا تو وہ آتے ہی اس کے اندر زلزلے پیدا کر دیتی۔ اسے دماغی طور پر کمزور بنا دیتی۔ اگرچہ وہ غیر معمولی فولادی دماغ کا حامل تھا۔ زلزلوں کا اثر دیرپا نہیں ہوتا تھا۔ وہ پھر ذہنی توانائی حاصل کر لیتا تھا لیکن اگر وہ تھوڑی دیر کے لیے بھی کمزور ہوتا تو پھر وہ کالے جادو کے ذریعے اسے اور کمزور بنا دیتی اور وہ اس کے کالے جادو کے سامنے بے بس ہو جاتا تھا۔

دماغی کمزوری کے باعث جواباً اس پر کالا عمل کرنے کے قابل نہ رہتا۔ اس لیے وہ اس کی ایسی شرط مان ہی نہیں سکتا تھا جس کے بعد اس کے دماغ کو کمزور بنا دیا جاتا اور وہ اپنی سوتیلی ماں کے سامنے بے بس ہو جاتا اور ہمیشہ اس کا غلام بنا رہتا۔

وہ عدنان کے سلسلے میں ہم سے ٹکرا رہا تھا اور ہم اتنے زبردست مخالف تھے کہ اسے پسینے آرہے تھے۔ ایسے میں وہ اپنی سوتیلی ماں سوتیلی بہن وغیرہ سے دور ہی دور رہتا تھا۔ فی الحال ان سے کتراتا رہتا تھا لیکن اب حالات ایسے پیدا ہو رہے تھے کہ ہمیں چھوڑ کر ان لوگوں سے ٹکرانا لازمی ہو گیا تھا۔

اس نے سوچ لیا کہ اب پُراسرار علوم کے ذریعے معلوم کرلے گا کہ سوتیلی ماں نے عدنان کو کہاں چھپا رکھا ہے۔ جب وہ جگہ معلوم ہو جائے گی تو وہاں سے اسے نکال لانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا اور ایسے موقع پر اس پُراسرار علوم جاننے والی سوتیلی چڑیل سے کتنا زبردست ٹکراؤ ہوگا۔ وہ اس بات کو سمجھتا تھا۔ اس کے باوجود ٹکراؤ لازمی ہو گیا تھا۔

پہلے تو اس نے ارنا کوف کو سمجھانے کی کوشش کی "دیکھو...... ہم آپس میں سوتیلے ہیں۔ ہماری دشمنی خاندانی ہے یہ آپس کی بات ہے۔ ہم بعد میں بھی ایک دوسرے سے شکایتیں کرسکتے ہیں۔ لڑ سکتے ہیں لیکن ابھی ہمارے مقابلے میں فرہاد علی تیمور اور سونیا جیسی مکار عورت ہے۔ ان سے نمٹنے کے لیے ہمیں متحد رہنا چاہیے۔"

ارنا کوف نے کہا "اب تک ہم متحد رہے تھے۔ تم بھی اپنے طور پر عمل کر رہے تھے۔ میں بھی کر رہی تھی۔ تاکہ کسی طرح فرہاد کے پوتے کو حاصل کر لیا جائے۔ تم حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ میں کامیاب ہو گئی۔ اب بازی میرے ہاتھ میں ہے۔ میں اپنا فائدہ اور نقصان دیکھ کر اپنے طور پر یہ بازی کھیل رہی ہوں اور جس طرح کھیل رہی ہوں وہ تمہیں بتا چکی ہوں۔ تم راضی ہو تو مجھے ابھی اپنے دماغ میں آنے دو اور اگر نہیں تو جاؤ جو کر سکتے ہو کرو۔ میں تمہارے جوابی حملوں کا انتظار کرتی رہوں گی۔"

"میں تو بہت کچھ کرنے کی کوششیں کروں گا۔ ویسے میری آخری کوشش کو تم اچھی طرح سمجھتی ہو۔ تمہارا یہ بیمار بیٹا جس کے دماغ میں آکر ہم باتیں کرتے ہیں۔ سب سے پہلے میں اسے ختم کروں گا۔ اس طرح تڑپاؤں گا کہ تم اسے بچا نہیں پاؤ گی۔"

ارنا نے بڑے اعتماد سے کہا "یہ تمہارا آخری حملہ ہوگا۔ پہلے تو میں تمہارے دوسرے حملوں کا انتظار کرتی رہوں گی اور ان سے نمٹتی رہوں گی۔ جب میرے بیٹے کی باری آئے گی تو پھر دیکھا جائے گا۔"

"تو پھر پہلے ہی کیوں نہ تمہارے بیٹے کی باری آجائے۔ میں عدنان تک پہنچنے کے لیے کیوں خوامخواہ پریشانیاں مول لوں؟ ابھی تمہارے بیٹے کی ایسی کی تیسی کروں گا۔ اسے ذہنی عذابوں میں مبتلا کروں گا تو تمہارے ہوش اڑیں گے پھر میں تم سے سودا کروں گا کہ اپنا بیٹا چاہتی ہو یا عدنان؟ بیٹا چاہتی ہو تو عدنان میرے حوالے کر دو۔ ورنہ بیٹا تو گیا سمجھو۔"

"ولاڈی میر! بہت بڑی کامیابی حاصل کرنے کے لیے کبھی کبھی بہت بڑا نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ میں تمہاری دشمنی کے باعث اپنا ایک سگا بیٹا ہار تو جاؤں گی لیکن اس کے بعد کیا ہوگا ذرا یہ سوچو؟ ایک تو یہ کہ اس کے ذریعے ہماری گفتگو ہو جاتی ہے میں اس کے بعد پھر کوئی آلہ کار نہیں بناؤں گی اور نہ ہی پھر کبھی تم مجھ سے رابطہ کرسکو گے اور نہ یہ معلوم کرسکو گے کہ عدنان کہاں ہے؟ اور جب تک میں عدنان کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتی رہوں گی۔ اسے زندہ سلامت رکھوں گی۔ اس وقت تک تم پر مصیبتیں نازل ہوتی رہیں گی اور میں بھی تمہارا جینا حرام کر دوں گی۔ تمہیں اس طرح رفتہ رفتہ موت کی طرف لے جاؤں گی کہ پھر تمہیں بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ملے گا۔ تمہارا کوئی پُراسرار علم ٹیلی پیتھی وغیرہ اور کوئی حربہ کام نہیں آئے گا۔ تم میرے ایک بیٹے کو مار کر بہت بڑا نقصان اٹھاؤ گے اور میری طرف سے نئی مصیبتوں کو دعوت دو گے۔"

"میں ابھی جا رہا ہوں۔ سوچتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ویسے یہ سمجھ لو کہ تمہارے اس بیٹے کو اب میں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ لہٰذا اس کی سلامتی کے لیے جتنی جلدی ہو سکے مجھ سے سمجھوتا کرلو۔ میں ایک گھنٹے کے بعد پھر آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ جس وقت ان دونوں میں یہ بحث و تکرار ہو رہی تھی۔ اس وقت سونیا اپنے پوتے کی بُو سونگھتی ہوئی اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ اس کی بیٹی تاشا اور آوازون سوم ٹیلی پیتھی کے ذریعے عدنان کی نگرانی کر رہے تھے اور اسے ایک خفیہ اڈے تک پہنچانا چاہتے تھے۔

ادھر ارنا کوف اپنے طور پر ولاڈی میر سے نمٹ رہی تھی۔ ادھر تاشا اور آوازون ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے عدنان کو پیرس سے لے گئے تھے۔ اس وقت سونیا نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا تھا کہ فوراً ہیلی کاپٹر کا انتظام کیا جائے۔

آدھے گھنٹے کے اندر بابا صاحب کے ادارے سے ایک ہیلی کاپٹر یا طیارہ ایک ملک کی سرحد پار کرکے دوسرے ملک میں نہیں جا سکتا تھا۔ جب تک کہ اسے باقاعدہ طور پر اجازت نامہ حاصل نہ ہو جائے اور سونیا نے اتنی عجلت میں کوئی اجازت نامہ حاصل نہیں کیا تھا۔ تاشا اور آوازون نے بہت پہلے ہی اجازت نامے حاصل کرلیے تھے کہ وہ اپنا ہیلی کاپٹر کس کس ملک کی سرحد سے گزارتے ہوئے جائیں گے۔

وہاں پہنچ کر سونیا کے راستے میں رکاوٹیں آئیں لیکن ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے ان رکاوٹوں کو دور کرنے لگے۔ ایسے وقت سونیا نے بو سونگھتے ہوئے یہ اندازہ کیا کہ اب وہ ہیلی کاپٹر برلن کی طرف جا رہا ہے۔

ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ وہ اجازت نامہ دکھاتے ہوئے ہر رکاوٹ سے گزر رہے تھے اور سونیا سے ہزاروں میل دور ہوتے جا رہے تھے۔

فرینکفرٹ پہنچ کر بابا صاحب کے ہیلی کاپٹر کو واپس بھیج دیا گیا پھر خیال خوانی کرنے والوں نے فرینکفرٹ کے ائرپورٹ سے ایک طیارے کو اغوا کیا۔ سونیا اس میں بیٹھ کر برلن کی طرف جانے لگی۔ وہ ٹو سیٹر طیارہ تھا۔ [illegible] سونیا سے علاوہ صرف ایک پائلٹ تھا۔ وہ جہاز کو کنٹرول کر رہا تھا۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والے نے کہا "[illegible] ہم نے آپ کی ہدایت کے مطابق برلن ائرپورٹ پر جا کر انکوائری کی تو وہاں سے معلوم ہوا ہے کہ فرینکفرٹ سے ایک ہیلی کاپٹر

وہاں کے ہیلی پیڈ کی طرف آ رہا ہے اور جب وہ وہاں پہنچے گا تو پھر ہم معلوم کریں گے کہ اس ہیلی کاپٹر میں کتنے افراد ہیں؟ اور اب وہ برلن سے کس سمت جانا چاہتے ہیں؟''

وہ اس تو سیٹر طیارے میں بیٹھ کر برلن کی طرف جا رہی تھی۔ پندرہ منٹ کے بعد ہمارے ایک خیال خوانی کرنے والے نے بتایا کہ وہ ہیلی کاپٹر وہاں پہنچ گیا ہے۔ ائر پورٹ میں جن افراد کو آلہ کار بنایا گیا تھا۔ ان کے ذریعے اس ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی گئی۔ پتا چلا کہ پائلٹ اور اس کے ساتھ دو افراد مسلح اور یوگا کے ماہر ہیں۔ ان کے دماغوں کو تنویمی عمل یا پھر کالے جادو کے ذریعے لاک کر دیا گیا ہے۔

سونیا نے پوچھا ''کیا اپنے آلہ کاروں کے ذریعے عدنان کو اس ہیلی کاپٹر سے نکال کر نہیں لا سکتے؟''

''ہمارے آلہ کاروں کے ہیلی کاپٹر تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ پرواز کر چکے تھے۔ اب آپ بتائیں کہ اب وہ عدنان بابا کو اگلی کون سی منزل کی طرف لے جا رہے ہیں؟ ہم پھر وہاں کے ائر پورٹ میں پہنچ کر چند افراد کو اپنا آلہ کار بنائیں گے اور کوشش کریں گے کہ عدنان بابا کو ان سے چھین لیں۔''

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس ہیلی کاپٹر میں سفر کرنے والے کسی بھی فرد کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے تھے۔ نہ پائلٹ اور نہ ہی وہ دو مسلح افراد انہیں اپنے دماغ میں آنے دے رہے تھے۔

عدنان کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ان کے سامنے یہی ایک راستہ تھا کہ وہ ہیلی کاپٹر جس ائر پورٹ پر پہنچتا وہاں کے عملے میں سے چند افراد کو آلہ کار بنایا جاتا اور وہ یہی کر رہے تھے۔

سونیا نے عدنان کی بو سونگھتے ہوئے کہا ''وہ ہیلی کاپٹر شمال مشرق کی طرف جا رہا ہے۔ یقیناً روس کی فضاؤں میں پرواز کر رہا ہے۔''

ہمارے ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا ''میڈم! میں نے ابھی کنٹرول ٹاور والوں کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ وہ ہیلی کاپٹر آگے ماسکو پہنچ کر رکے گا۔''

ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والے ماسکو شہر کے اہم عہدے داروں کے دماغوں میں پہنچنے لگے۔ وہ ہیلی کاپٹر دو گھنٹے کے بعد ماسکو پہنچنے والا تھا۔ سونیا مطمئن تھی۔ اس کی بو پا رہی تھی اور یہ سمجھ رہی تھی کہ ماسکو اگر ان کی آخری منزل ہے تو ذرا دیر سے ہی سہی وہ اپنے پوتے تک پہنچ جائے گی۔

ولاڈی میر اپنے طلسمی آلے کے ذریعے عدنان کا سراغ لگا رہا تھا۔ کالا عمل کرتا جا رہا تھا اور اس آلے کی سوئی بتا رہی تھی کہ عدنان کہیں ایک جگہ نہیں ہے۔ اِدھر سے اُدھر جا رہا ہے۔ ارنا کوف اسے کسی خفیہ اڈے میں پہنچانا چاہتی ہے لیکن ابھی ادھر سے ادھر بھٹکا رہی ہے۔ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے شاید کوئی لمبا راستہ اختیار کر رہی ہے اور اس جیسے تعاقب کرنے اور سراغ لگانے والوں کو ڈاج دینا چاہتی ہے۔

ارنا کوف نے بھی ایسے ہی ایک طلسمی آلے کے ذریعے عدنان کا سراغ لگایا تھا اور اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی تھی۔ اب وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ ولاڈی میر ایسے ہی طلسمی آلے کے ذریعے عدنان کا پھر سراغ لگائے گا اور ٹھیک اس جگہ پہنچے گا جہاں وہ عدنان کو چھپانے والی ہے۔

اس نے ان حالات میں ولاڈی میر سے نمٹنے کے لیے پہلے سے ہی تیاری کی تھی۔ وہ بھی کالے جادو کے ذریعے اس کے طلسمی آلے کا توڑ کر رہی تھی۔ یہ سب کچھ کرنے کے لیے ہی اس نے عدنان کو تاشا اور آدازون کے حوالے کیا تھا۔ وہ دونوں اسے اغوا کر کے ایک خفیہ اڈے کی طرف لے جا رہے تھے اور ادھر یہ ولاڈی میر کے کالے جادو کا توڑ کر رہی تھی۔

وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ سونیا اپنے پوتے کی بو سونگھتی ہوئی اس کا تعاقب کر رہی ہے۔ وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مدد سے عدنان کا سراغ لگانے کی کوشش کرے گی اور ناکام رہے گی۔ وہ عدنان کو اپنے خفیہ اڈے میں پہنچانے کے بعد اس کے چاروں طرف بلیک میجک کے ذریعے ایسا حصار باندھے گی کہ سونیا تو کیا ولاڈی میر بھی اپنے بلیک میجک کے ذریعے اس بچے تک نہیں پہنچ پائے گا۔

دو گھنٹے بعد عدنان کے ہیلی کاپٹر کو ماسکو کے کسی ہیلی پیڈ میں اترنا تھا لیکن وہ مسلسل پرواز کر رہا تھا۔ ماسکو ائر پورٹ کے اعلیٰ عہدے دار یہ دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے کہ ایک ہیلی کاپٹر جو قانونی طور پر پرواز کر کے فرانس سے یہاں تک آیا تھا۔ اسے یہاں رکنا چاہیے تھا لیکن وہ غیر قانونی طور پر کوئی سگنل دیے بغیر آگے بڑھتا جا رہا تھا پتا نہیں اب کہاں گم ہو گیا تھا؟ اس کا پائلٹ کنٹرول ٹاور والوں سے رابطہ نہیں کر رہا تھا۔

ہمارے خیال خوانی کرنے والوں نے سونیا کو بتایا کہ اس ہیلی کاپٹر کا پائلٹ غیر قانونی طور پر اس اجازت نامے کی نفی کر رہا ہے۔ جس کے ذریعے وہ پیرس سے وہاں تک پرواز کرتا ہوا آیا تھا اور اب وہ کسی دوسری جگہ چلا گیا ہے۔

سونیا نے کہا ''یقیناً وہ خفیہ اڈا ماسکو سٹی کے آس پاس کہیں ہو گا۔ ماسکو میں اپنے اور زیادہ سے زیادہ آلہ کار بنا

اور انہیں دور تک دوڑاؤ اور دیکھو کہ وہ ہیلی کاپٹر کہاں جا کر اتر رہا ہے۔ ویسے میں تم لوگوں کو گائیڈ تو کرتی رہوں گی۔ وہ میرے پوتے کو مجھ سے نہیں چھپا سکیں گے۔''

انہوں نے اس ہیلی کاپٹر کو ماسکو سے تقریباً پچاس کلو میٹر کی دوری پر لے جا کر اتارا تھا۔ وہاں تاشا اور آدازون کے آلہ کار پہلے سے گاڑی لے کر پہنچے ہوئے تھے۔ انہوں نے عدنان کو ہیلی کاپٹر سے اتار کر گاڑی میں بٹھایا پھر وہاں سے چل پڑے اور ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا دوسری طرف جانے لگا۔

ولاڈی میر ایک طیارے میں سفر کرتا ہوا ماسکو پہنچنے ہی والا تھا۔ وہ اس طیارے میں تھا جو سونیا سے پہلے ماسکو پہنچ رہا تھا۔ وہ طیارے کی سب سے پچھلی قطار میں ایک سیٹ پر خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ تھا۔ اس بیگ میں وہ طلسمی آلہ تھا جس کی سوئی بتا رہی تھی کہ عدنان کو کس سمت لے جایا جا رہا ہے؟

وہ اس آلے کو دیکھتا جا رہا تھا اور دل ہی دل میں کالے علم کا منتر پڑھتا جا رہا تھا۔ ارنا کوف ماسکو میں رہتی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اس بچے کو ماسکو کے کسی علاقے میں چھپا کر رکھے گی اور اس کا یہ خیال درست ثابت ہو رہا تھا۔

جب عدنان کو ہیلی کاپٹر سے اتار کر ایک گاڑی میں پہنچایا جا رہا تھا۔ اس وقت طلسمی آلے کی سوئی ایک جگہ رک گئی تھی۔ ادھر یہ ماسکو پہنچ گیا تھا۔ طیارے سے اتر کر امیگریشن کاؤنٹر سے گزرنے کے بعد وہ ائر پورٹ کی عمارت سے باہر آیا۔ وہاں اس کے آلہ کار موجود تھے۔ وہ ایک کار میں بیٹھ کر ان کے ساتھ اسی طرف جانے لگا جس طرف سوئی رک گئی تھی۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا پچاس کلو میٹر کے فاصلے پر جب اس جگہ پہنچا جہاں ہیلی کاپٹر کو اتار کر عدنان کو ایک گاڑی میں منتقل کیا گیا تھا۔

وہاں وہ میدانی علاقہ ویران تھا۔ نہ ہیلی کاپٹر تھا نہ عدنان تھا۔ وہ کالے منتروں کا جاپ کرتا ہوا سوئی کو دیکھنے لگا اور حیران ہونے لگا۔ اب وہ سوئی حرکت نہیں کر رہی تھی۔ یہ بتا نہیں پا رہی تھی کہ اس بچے کو کہاں لے جایا گیا ہے؟

تب وہ سمجھ گیا کہ ارنا کوف اس کے طلسمی آلے کا توڑ کر رہی ہے۔ اس نے اپنے تمام آلہ کاروں سے کہا ''تم سب چاروں طرف کئی کئی کلو میٹر تک جاؤ اور معلوم کرو کہ کیا کسی بچے کو کسی چھوٹے بڑے شہر میں یا کسی چھوٹی سی بستی میں لایا گیا ہے؟ میں تم لوگوں کے دماغوں میں رہوں گا اور تم لوگوں کے ذریعے دوسرے لوگوں کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرتا رہوں گا۔''

وہ سب اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر مختلف سمتوں میں چلے گئے۔ ولاڈی میر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر ماسکو والے بنگلے میں آیا۔ وہاں ایک کمرے کی کھڑکیوں اور دروازے کو بند کرنے کے بعد ایک جگہ فرش پر بیٹھ گیا۔ طلسمی آلے کو سامنے رکھ کر کالے منتروں کا جاپ کرنے لگا۔ ارنا کوف کے طلسمی توڑ کا توڑ کرنے لگا۔

سونیا کا طیارہ تین گھنٹے بعد ماسکو پہنچنے والا تھا۔ وہ بو سونگھ رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ عدنان کو کسی ایک جگہ پہنچا دیا گیا ہے۔ اس کا طویل سفر ختم ہو چکا ہے۔ اب اسے کوئی کہیں نہیں لے جا رہا ہے۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ جہاں اسے ابھی پہنچایا گیا ہے۔ وہی دشمنوں کا خفیہ اڈا ہے۔ وہ ماسکو پہنچنے کے بعد اپنے پوتے کی بو سونگھتی ہوئی اس کے پاس پہنچ سکتی تھی۔

ولاڈی میر مسلسل کالے عمل میں مصروف تھا۔ وہ آدھے گھنٹے تک مختلف منتروں کا جاپ کرتا رہا اور اس آلے کی سوئی کو دیکھتا رہا۔ وہ اپنی جگہ ٹس سے مس نہیں ہو رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ارنا کوف نے بہت ہی زبردست طریقے سے توڑ کیا تھا اور جو وہ کالا عمل کر چکی تھی۔ اب اس کا توڑ وہ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کالا عمل ایسا تھا کہ ان میں سے جو پہلے سے اپنے مقصد کے لیے مخصوص منتر پڑھتا رہتا اور اپنی مطلوبہ شے کے چاروں طرف حصار باندھ دیتا پھر دوسرا منتر پڑھنے والا اس کا توڑ نہیں کر سکتا تھا۔

اور اس کے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا۔ ارنا نے ان مخصوص منتروں کے ذریعے ولاڈی کے کالے عمل کو ناکارہ بنا دیا تھا۔ اب وہ طلسمی آلے کے ذریعے یا کسی دوسرے ذریعے سے اس بچے کا سراغ نہیں لگا سکتا تھا۔

اس نے جھنجلا کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر اپنے سوتیلے بیمار بھائی کے دماغ میں پہنچا۔ اس سے بولا ''تیری ماں کہاں ہے؟ اسے بلا وہ چڑیل کی بچی مجھ سے دشمنی کر کے اپنی موت کو دعوت دے رہی ہے۔''

ادلوپ کوف نے پریشان ہو کر اپنی ماں کو آواز دی ''ماما! تم کہاں ہو؟ جلدی آؤ۔ یہ سوتیلا پھر میرے دماغ میں آیا ہوا ہے۔''

وہ ایک کمرے میں کھڑکی دروازے بند کیے بیٹھی ہوئی تھی اور کالے عمل میں مصروف تھی۔ بیٹے کی آواز دینے پر خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر آئی پھر بولی ''کیا بات ہے ولاڈی میر......! کیا تم میری شرط ماننے کو تیار ہو؟ کیا مجھے اپنے دماغ میں آنے دو گے؟''

''یُوشٹ اَپ! تو خارش زدہ کتیا سے بھی بدتر ہے۔ میں تو تجھ سے بات بھی نہیں کرنا چاہتا لیکن تو مجھے مجبور کر رہی ہے۔''

وہ مسکرا کر بولی ''اچھا سمجھ گئی تم عدنان تک پہنچنے میں ناکام ہو رہے ہو۔ تمہارا وہ طلسمی آلہ ناکارہ ہو چکا ہے۔ یہی بات ہے ناں؟''

''پوچھتی کیا ہو؟ کیا تم میرے خلاف کالا عمل نہیں کر رہی ہو؟ کیا تم نے میرے طلسمی آلے کا توڑ نہیں کیا ہے؟''

''اگر نہ کرتی تو کیا تمہیں اس بچے تک پہنچنے کا موقع دیتی؟ کیا تم نے مجھے ایک نادان بچی سمجھ رکھا ہے؟''

''تم نادان نہیں ہو لیکن اس وقت نادانی کر رہی ہو یہ سمجھتی ہو کہ اس بچے کی زندگی سے موت میرے قریب آتی جائے گی؟ میں زوال پزیر رہوں گا؟ مجھے کبھی عروج حاصل نہیں ہوگا؟ اور میں ذلتیں اٹھا کر اس دنیا سے جاؤں گا؟''

''یہی ہوگا۔ میرے پراسرار علوم بتا رہے ہیں کہ تمہارا یہی انجام ہونا چاہیے۔''

''بکواس مت کرو۔ کیا تمہارے پراسرار علوم یہ نہیں بتاتے کہ ہمارے پورے خاندان پر نحوست طاری رہے گی؟ جب تک وہ بچہ زندہ رہے گا تب تک تم اور تمہارے بچوں پر بھی مصائب نازل ہوتے رہیں گے؟''

''میں یہ سب معلوم کر چکی ہوں۔ جو مصیبتیں آئیں گی ان مصیبتوں کو ہم حوصلے اور ذہانت سے ٹال سکیں گے لیکن ہمارے نصیب میں تمہاری طرح ذلتیں نہیں ہیں۔ ہم زندہ رہیں گے اور رفتہ رفتہ عروج حاصل کرتے رہیں گے۔''

''کیا یہ بات تمہارے لیے تشویش ناک نہیں ہے کہ وہ بچہ تمہارے لیے طرح طرح کے مسائل پیدا کرتا رہے گا؟''

''انسان کی زندگی مسائل کی آماجگاہ ہے۔ ایک مسئلہ ختم ہو نہیں پاتا کہ دوسرے دس مسئلے پیدا ہو جاتے ہیں۔ انسان حوصلے اور ذہانت سے ان مسائل کا حل تلاش کر لیتا ہے اور کامیاب بھی ہوتا ہے۔ اسی لیے تو اپنی طبعی عمر تک اس دنیا میں زندگی گزار کر جاتا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ تم مجھ سے دشمنی جاری رکھو گی؟ تم اپنے پراسرار علوم کے ذریعے کبھی مجھے نقصان نہ پہنچا سکیں۔ آج پہلی بار اتنا بڑا نقصان پہنچا رہی ہو اور اس بچے کو مسلسل خوف بنا کر میرے دماغ پر مسلط کرنا چاہتی ہو۔''

''ہمارے تمہارے اور سب کے لیے موت لازمی ہے۔ ایک دن تو سب کو مرنا ہی ہے۔ بچے سے خوف زدہ کیوں ہو رہے ہو؟ مجھ سے اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔ جب تھک جاؤ۔ ہار جاؤ تو سمجھ لینا میں خون آشام چڑیل ہوں۔ اس بچے کو اپنے شکنجے میں رکھ کر روز تمہارا خون پی رہی ہوں۔''

''میں پہلے ہی جانتا تھا کہ تم دشمنی سے باز نہیں آؤ گی۔ اس لیے میں تمہارے اس بیمار بیٹے کے خلاف کالا عمل کرتا رہا ہوں۔ جس طرح میں تمہارے کالے عمل کا توڑ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح تم بھی میرے اس کالے عمل کا توڑ نہیں کر سکو گی۔ اپنے بیٹے کو نہیں بچا سکو گی۔ میں تمہیں ایک گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں۔ اچھی طرح سوچ لو۔ اگر مجھے عدنان تک پہنچا دو گی تو میں تمہارے بیٹے کو زندہ چھوڑ دوں گا۔ ورنہ اس پہلی بازی میں تم اپنے بیٹے کی زندگی ہار جاؤ گی۔''

''میں جانتی ہوں۔ تم مجھے ایک گھنٹے کی مہلت کیوں دے رہے ہو؟ تم ماسکو پہنچ چکے ہو اور اس بچے کو یہاں تلاش کرتے پھر رہے ہو۔ تلاش کرو۔ بھٹکتے رہو۔ ایک گھنٹے کے بعد مایوس ہو کر پھر آؤ گے اور میرے بچے کو نقصان پہنچانا چاہو گے۔ میں دیکھوں گی کہ میں اپنے جگر کے ٹکڑے کو بچانے کے لیے کیا کر سکتی ہوں؟''

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا کہ کس طرح اپنی سوتیلی ماں پر قابو پایا جائے اسے زیر کر کے اس بچے کو حاصل کر لیا جائے؟

اس نے اپنا زائچہ دیکھا تھا۔ مقدر کی لکیروں کو سمجھتا تھا۔ اس کے گردش میں رہنے والے ستارے کہہ رہے تھے کہ وہ دو عورتوں کے درمیان سینڈوچ بن جائے گا اور مصیبتوں میں مبتلا رہے گا۔ کبھی یہ عورت پریشان کرے گی اور کبھی وہ عورت......

اور اب یہی ہو رہا تھا۔ ایک طرف سونیا اسے بری طرح مات دے رہی تھی اور دوسری طرف اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف اس کی جانی دشمن بنی ہوئی تھی اور وہ ان کے خلاف کچھ کر نہیں پا رہا تھا۔

کچھ تو کرنا ہی تھا۔ وہ سوتیلی ماں کے زیر اثر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس وقت ذہن میں یہی بات سمائی ہوئی تھی کہ اب اس کے بیمار بیٹے اولوپ کو ہلاک کر دینا چاہیے۔ اسے پریشانیوں میں مبتلا کرنا چاہیے۔ ایک ماں اپنے بیٹے سے محروم ہو کر نیم پاگل ہو جائے گی یا کچھ ایب نارمل ہو جائے گی تو اپنے کالے عمل سے غافل رہے گی تو پھر وہ اس کے کالے منتروں کا توڑ کر سکے گا۔

یہ بات عقل میں آ رہی تھی کہ بیٹا مر جائے گا۔ وہ اس کا ماتم کرے گی۔ اسے تابوت میں سلانے اور دفن کرانے تک کالے عمل کی طرف سے غافل رہے گی۔ ایسے ہی وقت وہ کچھ فائدہ اٹھا سکے گا۔

یہ تو یقینی بات تھی کہ بیٹے کی موت سے ماں کا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ وہ خواہ کتنا ہی برداشت کرے ماتم تو ضرور کرے گی۔ اس کی تدفین تک مصروف رہے گی۔ کسی اور طرف دھیان نہیں دے سکے گی۔

پھر ایک سوال پیدا ہوا۔ اگر وہ کالے عمل کی طرف دھیان نہیں دے سکے گی تو کیا اس کی بیٹی تاشا اور اس کا وہ حمایتی آوازون اس کی جگہ بیٹھ کر کالے عمل کو جاری رکھیں گے؟

وہ آوازون اگر ان کی طرح پراسرار علوم جانتا ہے تو پھر وہ ارنا کوف کے کالے عمل کو جاری رکھ سکے گا اور اگر نہیں جانتا ہے تو اس کی بیٹی تاشا تو ضرور جانتی ہے لیکن اتنا بڑا کالا عمل کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہوتا۔ وہ علوم جاننے کے باوجود اتنا سخت عمل نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ ابھی وہ چودہ برس کی تھی۔ بچپن سے ایک قدم آگے جوانی کی دہلیز پر کھڑی ہوئی تھی۔

تاشا اور آوازون کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ ولاڈی میر اپنی سوتیلی بہن تاشا کے بارے میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں ہے اور روپوش رہ کر کیسی زندگی گزار رہی ہے؟ وہ حقارت سے کہا کرتا تھا کہ اس کی سوتیلی ماں نے اپنی بیٹی کو آوازون کے پاس گروی رکھا ہوا ہے۔ پتا نہیں اس کم سن لڑکی کے ساتھ اس آوازون نے کس طرح کا رشتہ قائم رکھا ہے؟

اب وہ امانت کے طور پر آوازون کے پاس تھی اور آوازون نے ارنا کوف کو یقین دلایا تھا کہ وہ اس کے بیمار بیٹے کو جانی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

بہرحال ولاڈی میر اس نتیجے پر پہنچ رہا تھا کہ اسے خطرہ مول لینا چاہیے کہ اس کے بیمار بیٹے کو بالکل موت کی دہلیز پر پہنچا دینا چاہیے ہو سکتا ہے کہ ارنا کوف اپنی ضد سے باز آ جائے اور عدنان کو اس کے حوالے کر دے اور اگر وہ ایسا نہیں کرے گی تو پھر وہ اولوپ کوف کو مار ڈالے گا۔ اس کے بعد پھر ارنا کوف سے رابطے کا کوئی سلسلہ نہیں رہے گا۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ اگر وہ اس کے بیمار بیٹے کو مار ڈالے گا تو پھر وہ اس سے کبھی رابطہ نہیں کرے گی۔ کسی کو آلہ کار بنا کر اس سے بات نہیں کرے گی۔

بلا سے وہ آئندہ رابطہ نہ رکھے لیکن ابھی تو یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ وہ اس کے بیٹے کو جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دیتا اور اسے اس طرح عذاب میں مبتلا کرتا کہ وہ قریب المرگ ہو جاتا۔ ایسے وقت ممتا ارنا کوف کو تڑپا سکتی تھی اور اسے اس کی ضد سے باز رکھ سکتی تھی۔

اولوپ کوف نے یکباری چیخ مار کر ماں کو آواز دی ''ماما جلدی آئیں......''

وہ تیزی سے دوڑتی ہوئی اس کے کمرے میں آئی تو وہ بیڈ سے نیچے گر کر فرش پر تڑپ رہا تھا۔ اس کا منہ اور لباس خون آلود تھے۔ پتا چلا کہ اس نے خون کی قے کی ہے۔

وہ بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر تڑپ گئی۔ رونے لگی خیال خوانی کے ذریعے تاشا کو مخاطب کر کے کہنے لگی ''دشمن حملے کر رہا ہے۔ تمہارے بھائی کو عذاب میں مبتلا کر رہا ہے۔ اس نے خون کی قے کی ہے۔''

تاشا نے کہا ''مما! آپ اس ذلیل کمینے سے دشمنی مول نہ لیں۔ اس کی شرط پوری کر دیں۔ عدنان کو اس کے حوالے کر دیں۔ ہمیں اپنے بھائی کی زندگی چاہیے۔ وہ بیمار ہے تو کیا ہوا، اب کیا ہم اسے مرنے کے لیے چھوڑ دیں گے؟''

''میں اسے بچانے کی کوشش کر رہی ہوں۔ آوازون سے کہو کہ میں نے ابھی جو کالا عمل ادھورا چھوڑا ہے، وہ اسے جاری رکھے اور منتروں کا جاپ کرتا رہے۔''

''مما! آپ بہت ضدی ہیں۔ اگر آپ ولاڈی میر کے کالے عمل کا توڑ نہ کر سکیں تو میرا بھائی مر جائے گا۔''

وہ سخت لہجے میں بولی ''مرنے دو۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ میرا بیٹا مر تو جائے گا مگر اب سے ٹھیک پندرہ برس بعد پھر پیدا ہوگا پھر میرے پاس آئے گا اور میرے اس بیٹے کو تم جنم دو گی۔''

''مما! یہ کیسی بے تکی باتیں ہیں؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔ یہ میرا بڑا بھائی ہے۔ آپ اس کی موت اس لیے منظور کر رہی ہیں کہ یہ بڑا بھائی پندرہ برس بعد میری کوکھ سے جنم لے گا۔ یہ بھلا کوئی یقین کرنے والی بات ہے۔''

''تم یقین کرو یا نہ کرو۔ وہی ہونے والا ہے جو مقدر میں لکھا ہے۔''

پھر آوازون کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی ''تاشا! جاؤ عدنان کی نگرانی کے لیے کالے منتروں کا جاپ کرتی رہو۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔''

تاشا چلی گئی۔ آوازون نے اولوپ کوف کے دماغ میں کہا ''ولاڈی میر! تم میری آواز سن رہے ہو؟ میں کبھی تم سے مخاطب نہیں ہوتا پہلی اور آخری بار مخاطب ہو کر کہہ رہا ہوں، میں ایک بات جانتا ہوں کہ کچھ کر جاؤ یا مر جاؤ۔ اگر کچھ کر نہیں سکتے تو مر جانا چاہیے۔ لہٰذا یہ بیمار نوجوان کچھ کر نہیں سکتا۔ اس لیے اسے مر جانا چاہیے۔''

ولاڈی میر نے پوچھا ''یہ میری سوتیلی ماں ابھی کیا

بکواس کررہی تھی کہ یہ مرنے کے پندرہ برس بعد پھر جنم لے گا؟ اور اسے اس کی چھوٹی بہن تاشا جنم دے گی؟ یہ سب کیا بکواس ہے؟"

"جو بھی بکواس ہے وہ پندرہ برس کے بعد سچ ثابت ہوگی لیکن افسوس اس وقت تک تم زندہ نہیں رہو گے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم اور ارنا کوف اس بیمار کی زندگی نہیں چاہتے۔ اس کی موت منظور ہے؟"

"ہاں۔ جتنی جلدی ہو سکے اسے ہلاک کرو۔ اسے اس عذاب میں مبتلا نہ کرو۔"

"نہیں۔ میں اسے عذاب میں مبتلا کرتا رہوں گا اور ارنا کوف کی ممتا کو تڑپاتا رہوں گا۔"

"تمہاری یہ حسرت دل کی دل میں ہی رہ جائے گی۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ تم ایک ماں کے جذبات سے نہیں کھیل سکو گے۔ یہ دیکھو کہ میں کیا کرتا ہوں؟"

یہ کہتے ہی اس نے اولوپ کوف کے اندر زبردست زلزلہ پیدا کیا۔ وہ ایک دم سے حلق پھاڑ کر چیختا ہوا تڑپنے لگا۔ ماہیٔ بے آب کی طرح ادھر سے ادھر ہونے لگا۔ اس کی ماں اسے پکڑ رہی تھی۔ اس سے لپٹ رہی تھی اور کہہ رہی تھی "آوازون یہ کیا کر رہے ہو؟ ایسا نہ کرو۔ اسے اپنی زندگی جینے دو۔ ہو سکتا ہے کہ ولاڈی میر نا کام رہے اور اسے مار نہ سکے۔"

"نہیں...... یہ اپنی ضد سے باز نہیں آئے گا۔ یہ سوتیلا ہے یہ اپنے سوتیلے بھائی کو ضرور مار ے گا لیکن بہت تڑپا تڑپا کر اور...... اور میں یہ نہیں چاہتا۔"

یہ کہتے ہی اس نے دوسری بار زلزلہ پیدا کیا۔ اس کے نتیجے میں اولوپ کوف چیخنے کے قابل بھی نہ رہا۔ وہ پہلے ہی ادھ موا ہو چکا تھا۔ دوسرے زلزلے کے نتیجے میں وہ دوسری سانس نہ لے سکا اور اچانک ہی بے دم ہو گیا۔ اس کے دیدے پھیل گئے۔ گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ اس کے ساتھ ہی ولاڈی میر کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ اب اس کے مردہ دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں جا سکتا تھا۔

وہ پھر ایک بہت بڑی بازی ہار چکا تھا۔ اسے اپنے سوتیلے بھائی کو عذاب میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس کے ذریعے سوتیلوں سے رابطہ رہتا تھا۔ اب اس کے بعد رابطہ ختم ہو چکا تھا۔ ارنا کوف اور اس کی بیٹی کبھی اس سے کسی طرح کا کوئی تعلق رکھنے والی نہیں تھی۔ اس طرح اسے کبھی یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ دونوں کیا کرتی پھر رہی ہیں؟

اب وہ مکمل تاریکی میں تھا اور اس تاریکی میں یہ دیکھ نہیں سکتا تھا کہ عدنان کو کہاں چھپایا گیا ہے؟

☆☆☆

چنڈال اپنے بدترین حالات سے گزر رہا تھا۔ اس وقت اسپتال میں انتہائی نگہداشت والے کمرے میں ایک بیڈ پر پڑا ہوا تھا۔ اس وقت وہ سیٹھ ہریش چندر کی حیثیت سے تھا۔ اس کے چھوٹے بیٹے رمیش چندر نے ایک پیتل کے گلدان سے اس کے سر پر اتنی زوردار ضرب لگائی تھی کہ سر پھٹ گیا تھا۔ خون اتنا بہہ چکا تھا کہ وہ ذہنی و جسمانی طور پر بہت زیادہ کمزور ہو چکا تھا۔

چنڈال نے آتما شکتی کے ذریعے ہریش چندر کا جسم حاصل کرنے کے بعد بڑی غلطیاں کی تھیں۔ ہوس پرستی کے باعث اپنی ہونے والی بہو پر نیت خراب کی تھی۔ جس کی وجہ سے گھریلو معاملات بگڑ گئے تھے۔ دونوں بیٹے اس سے باغی ہو گئے تھے اور چھوٹا بیٹا رمیش تو اسے جان سے مار ڈالنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس نے اپنی حماقت سے اپنی پتنی کو یعنی اپنے دونوں جوان بیٹوں کی ماں کو بھی مار ڈالا تھا اور وہ دونوں اپنی ماں کے قاتل کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

دونوں بیٹوں نے یہ طے کیا تھا کہ باپ کو مار ڈالنا مناسب نہیں ہوگا۔ خوامخواہ رشتے داروں میں اور کاروباری حلقوں میں باتیں بنائی جائیں گی اور پھر وہ مجرم کہلائیں گے۔ مہیش نے اپنے چھوٹے بھائی رمیش سے کہا "ہم پتاجی کو بالکل ہی ناکارہ بنا کر رکھیں گے۔ وہ کاروبار سنبھالنے کے قابل نہیں رہیں گے۔ ہم دونوں بھائی ان کے تمام کاروبار پر دولت و جائداد پر قبضہ جمالیں گے اور انہیں کوڑی کوڑی کا محتاج بنا کر رکھیں گے۔ انہیں اس طرح اپاہج بنا دیں گے کہ وہ ہمارے خلاف کچھ بھی نہیں کر پائیں گے۔"

رمیش نے کہا "میں نے سب معاملات طے کر لیے ہیں پاگل خانے کے ڈاکٹر سے بات کر لی ہے۔ وہ دوسرے ڈاکٹرز کو بھی میری سازش میں شریک کرے گا۔ میں انہیں بھاری رشوتیں دے رہا ہوں۔ وہ لوگ ہمارے پتاجی کو پاگل بنا کر رکھیں گے۔ کبھی اس پاگل خانے سے باہر آنے نہیں دیں گے۔"

"ہمارے چاچا پتاجی کی بڑی حمایت کرتے ہیں۔ ان سے محبت بھی کرتے ہیں۔ انہیں ہمارے ان معاملات کا علم نہیں ہونا چاہیے۔"

"چاچو کو خبر تک نہیں ہوگی کہ میں کیا کر رہا ہوں؟ جس اسپتال میں پتاجی کو رکھا گیا ہے۔ اسی اسپتال کے ڈاکٹر یہ سختی سے تاکید کریں گے کہ پتاجی کو پاگل خانے میں زیر علاج رکھا جائے۔"

"کیا تم اس اسپتال کے ڈاکٹرز کو بھی خرید رہے ہو؟"

"نہیں۔ میرے ڈاکٹر دوست نے مجھے ایک دوا دی ہے۔ میں اس دوا کے صرف ایک یا دو قطرے پتاجی کے کھانے کی ایک دو چیزوں میں ٹپکا دوں گا۔ تو پھر وہ اپنا ذہنی توازن قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ الٹی سیدھی حرکتیں کرتے رہیں گے۔ جس کی وجہ سے اس اسپتال کے ڈاکٹرز مجبور ہو کر انہیں پاگل خانے میں داخل کرنے کا مشورہ دیں گے۔"

وہ چنڈال کے خلاف سازش کر رہے تھے۔ ایسے وقت ٹونی جے اس کی حفاظت کر سکتا تھا۔ وہ اس کا معمول اور تابعدار تھا لیکن اب وہ بھی اس سے بدظن ہو گیا تھا۔ اس نے چنڈال کے کمزور دماغ میں رہ کر اس کے چور خیالات پڑھے تھے اور اسے اپنی پوری ہسٹری معلوم ہو گئی تھی کہ اس کا اصل نام ٹونی جے ہے۔ وہ امریکی ہے اور اسے جبراً تنویمی عمل کے ذریعے مہادیو بھاٹیا بنا دیا گیا ہے۔

یہ حقیقت معلوم ہوتے ہی اسے چنڈال پر غصہ آ رہا تھا کہ اس نے اس کا نام اور اس کی شخصیت تبدیل کر دی۔ اس کی قومیت بھی بدل دی۔ حتیٰ کہ اس کا مذہب بھی بدل دیا۔ وہ عیسائی تھا اسے ہندو بنا دیا۔

اس پر یہ کہ وہ اپنی بیوی ہیلنا کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ چنڈال نے اس کی بیوی کو بھی ایک حادثے کے ذریعے مار ڈالا تھا۔

اب ٹونی جے نے قسم کھائی تھی کہ وہ بھی اسے تڑپا تڑپا کے مارے گا۔ اسے زندہ رکھے گا لیکن اس کی زندگی کو موت سے بدتر بنا دے گا۔

چنڈال دو دنوں تک نیم بے ہوشی کی حالت میں رہا۔ جب بھی ہوش آتا تھا تو ٹونی جے کو یاد کرتا تھا۔ سوچ کے ذریعے پکارتا تھا "تم کہاں ہو؟ میرے پاس آؤ۔ مجھے دماغی توانائی دو۔ میرے لیے کچھ کرو۔ مجھے اس عذاب سے نکالو......"

لیکن اسے ٹونی جے کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں گم ہو گیا ہے؟ اور اس کے دماغ میں کیوں نہیں آ رہا ہے؟

وہ اس کے اندر موجود رہتا تھا۔ اس کی بے بسی اور مجبوری کو دیکھتا رہتا تھا۔ ابھی اسے وہ مخاطب کرنا چاہتا تھا اور نہ ہی یہ بتانا چاہتا تھا کہ وہ اپنی حقیقت معلوم کر چکا ہے اور اس کی کمینگی اور ذلالت سے پوری طرح واقف ہو چکا ہے۔

تیسرے دن ڈاکٹر اس کا معائنہ کرنے کے لیے آیا تو اس نے اس ڈاکٹر کو گالی دے دی۔ نرس کو آنکھ ماری اور اسے اپنے پاس بلایا۔ اس سے کہنے لگا "میری جان! میں بہت کمزور ہو گیا ہوں۔ اٹھ نہیں سکتا۔ تمہارے پاس نہیں آ سکتا۔ تم میرے پاس آ جاؤ۔"

ڈاکٹر اسے سمجھا رہا تھا۔ نرس سہم کر دور ہو گئی تھی۔ وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک وارڈ بوائے نے اسے پکڑ لیا تھا۔ وہ نرس کے بارے میں بے ہودہ باتیں کر رہا تھا۔ ڈاکٹر نے ڈانٹ کر کہا "خاموش ہو جاؤ۔ ورنہ تمہیں اس اسپتال سے نکال دیا جائے گا۔"

رمیش نے اسے اس روز دوا کی پہلی خوراک دی تھی۔ اس کے دودھ کے گلاس میں صرف دو قطرے ٹپکائے تھے۔ اس کے نتیجے میں اس کی کھوپڑی گھوم گئی تھی۔ اس کا ذہن اپنے قابو میں نہیں رہا تھا۔ رمیش نے کمرے میں آ کر پوچھا "کیا بات ہے ڈاکٹر......؟"

ڈاکٹر نے کہا "آپ کے فادر بہت ہی پرابلم پیدا کر رہے ہیں۔ ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ خون بہت بہہ چکا ہے اور دماغ کمزور ہو چکا ہے۔ اب کمزوری ظاہر ہو رہی ہے۔ یہ ذہنی مریض بن چکے ہیں۔ ہم کل تک انہیں آبزرویشن میں رکھیں گے۔ اگر ان کی یہی حالت رہی تو انہیں مینٹل اسپتال میں داخل کرنا ہوگا۔"

بڑا بیٹا مہیش بھی وہاں آ گیا۔ ڈاکٹر غصہ دکھا کر نرس کے ساتھ چلا گیا۔ مہیش نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

چنڈال نے رمیش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "تم اس سے کیا پوچھتے ہو؟ یہ تو میرا دشمن ہے۔ اس نے میرے سر پر چوٹ لگائی تھی۔ میرا دماغ گھوم رہا ہے۔ مجھے یہاں سے گھر لے چلو۔"

مہیش نے کہا "جب تک ڈاکٹر کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس وقت تک ہم آپ کو کہیں نہیں لے جا سکتے۔"

رمیش نے کہا "ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اگر یہ اپنے دماغ کو قابو میں نہیں رکھیں گے تو انہیں مینٹل اسپتال بھیج دیا جائے گا۔"

چنڈال نے کہا "نہیں۔ میں نہیں جاؤں گا۔ میں کسی پاگل خانے میں نہیں رہوں گا۔"

رمیش نے کہا "تمہارے جیسے باپ کو تو نرگ میں جا کر رہنا چاہیے۔ یہ تو پھر بھی غنیمت ہے کہ تمہیں پاگل خانے میں رکھا جائے گا۔ ہم یہاں آ کر کبھی کبھی تمہاری خیریت معلوم کر لیں گے۔"

وہ چیخنے چلانے لگا۔ انہیں چیلنج کرنے لگا کہ اس کی دماغی توانائی بحال ہوتے ہی وہ ان سب کو نرگ میں پہنچا دے گا۔

ایک ایک سے انتقام لے گا۔ کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

بڑے بیٹے مہیش نے کہا" اسی لیے تو ہم تمہیں اس قابل ہی نہیں چھوڑیں گے کہ تم ہم سے انتقام لے سکو۔ تمہیں شرم سے ڈوب مرنا چاہیے۔ میری ہونے والی بیوی پر تم نے نیت خراب کی پھر تم نے ماتاجی کو مار ڈالا۔ تمہارے جیسے باپ کو تو تمام برادری کے سامنے جوتے مار مار کر مار ڈالنا چاہیے۔"

وہ دونوں غصہ دکھا کر چلے گئے۔ وہ بڑی دیر تک اندر ہی اندر غصے سے کھولتا رہا۔ کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔ وہ کمزوری کے باعث بستر سے اٹھ نہیں سکتا تھا۔ کچھ دیر وہیں پڑا رہا اور سوچتا رہا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ وہ کیوں قابو سے باہر ہو گیا؟ اس نے کیوں نرس کے بارے میں گندی گندی باتیں کیں اور ڈاکٹر کو گالیاں دیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟

ایسے وقت اس نے پھر ٹونی جے کو آواز دی" کہاں ہو؟ کہاں مر گئے ہو؟ میرے پاس کیوں نہیں آتے؟ اس برے وقت میں کیا تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے؟"

وہ ہر طرح سے بے یار و مددگار ہو گیا تھا۔ نہ تو خود خیال خوانی کر سکتا تھا اور نہ ہی ذہن اس قابل رہا تھا کہ کوئی تدبیر سوچ سکتا۔ دوسری صبح وہ اٹھ کر بیٹھنے کے قابل ہو گیا تھا لیکن اسے جسم سے زیادہ ذہنی توانائی کی ضرورت تھی۔ وہ بھگوان سے پرارتھنا کر رہا تھا کہ کسی طرح ذہنی توانائی بحال ہو جائے اور وہ خیال خوانی کرنے کے قابل ہو جائے۔

پتا نہیں وہ کتنے عرصے کے لیے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے محروم ہو گیا تھا پھر یہ کہ ذہن اس قدر کمزور تھا کہ اسے منتر یاد نہیں رہے تھے کہ منتروں کے جاپ سے ہی اپنے اندر توانائی پیدا کرتا۔

اور ایسے ہی وقت اس کا معمول اور تابعدار ٹونی جے کہیں چلا گیا تھا یا اسے نظر انداز کر رہا تھا۔ اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو پا رہا تھا کہ وہ کہاں گیا ہے؟ اور اس کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہا ہے اسے کیوں بے یار و مددگار چھوڑ رہا ہے؟

ان حالات میں یہ اندیشہ بھی تھا کہ کہیں میں اس کے دماغ میں نہ پہنچ جاؤں۔ کسی طرح یہ بھید نہ کھل جائے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا چنڈال ہے۔ اگر بھارتی اکابرین کو کسی طرح معلوم ہو جاتا کہ یوگا جاننے والے چھ آرمی افسران کا قاتل چنڈال جو گیا ایک سیٹھ ہریش چندر کے اندر چھپا ہوا ہے تو وہ اسے الٹا لٹکا کر اتنی پٹائی کرتے اور اتنا تشدد کرتے کہ وہ مرنا چاہے گا، موت کی بھیک مانگے گا مگر اسے موت نہیں ملے گی۔

وہ دوسرے دن شام تک چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا لیکن پھر اس کا دماغ الٹ گیا۔ رمیش نے پھر اس کے کھانے میں دوا کے دو قطرے ٹپکائے تھے۔ وہ کھانا کھانے کے بعد اس نے پھر اس نرس کو دیکھ کر آنکھ ماری۔ اسے اپنے پاس بلایا۔ وہ سہم کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ دروازے پر جا کر بولی۔

"کیا پھر تمہارا دماغ خراب ہو رہا ہے؟"

اس نے کہا" میری جان! میرے پاس آؤ۔ میری گود میں بیٹھو۔ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں گا اور تم اپنے حسن کے دستر خوان سے مجھے کھلاتی رہو گی۔"

نرس نے وارڈ بوائے سے کہا" تم اس پاگل کے بچے کو سنبھالو۔ میں ڈاکٹر کو رپورٹ دے رہی ہوں۔"

اس نے ڈاکٹر کے پاس جا کر کہا" وہ مریض پھر پاگلوں جیسی حرکتیں کر رہا ہے۔ مجھے دیکھ کر بے ہودہ باتیں کر رہا ہے۔"

وہاں دو ڈاکٹر اور بیٹھے ہوئے تھے۔ ان تینوں نے فیصلہ کیا کہ جسم سے زیادہ خون بہہ جانے اور گہری چوٹ کی وجہ سے اس کا دماغ کمزور ہو گیا ہے اور وہ تقریباً اپنا ذہنی توازن کھو چکا ہے۔ لہٰذا اسے پاگل خانے ٹرانسفر کر دینا چاہیے۔

اب وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تھا۔ اس لیے کمرے سے باہر آ کر اسپتال کی نرسوں لیڈی ڈاکٹرز اور دوسری عورتوں کو چھیڑنے لگا۔ وارڈ بوائز نے ڈاکٹروں کے حکم کے مطابق اسے پکڑ لیا اور رسیوں سے باندھ کر اس کے کمرے میں چھوڑ دیا پھر اس کے خلاف رپورٹ لکھی اور یہ فیصلہ بھی لکھ دیا کہ اسے فوراً ہی پاگل خانے کے ڈاکٹرز کے حوالے کر دیا جائے۔ وہاں اس کا علاج ہوتا رہے گا۔

وہ رسیوں سے بندھا اپنے بیڈ پر پڑا ہوا تھا۔ ایسے ہی وقت ٹونی جے نے ذرا ہانپتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ وہ اس کی آواز سنتے ہی بولا" بھائیا! تم کہاں رہ گئے تھے؟ تم نے کیوں مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے۔ کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟"

وہ ہانپتے ہوئے بولا" ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں بڑی مصیبت میں پڑ گیا تھا۔ پچھلے دو دنوں سے ایک حسینہ نے مجھے اپنا دیوانہ بنا رکھا ہے۔ زبردستی مجھے شراب پلا دیتی ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ وہ زبردستی کرتی ہے اور تم پی لیتے ہو؟ تم کیسی حماقتیں کر رہے ہو؟"

"حسین عورتوں کے سامنے سب ہی احمق بن جاتے ہیں تمہیں کیا ہوا تھا؟ تم بھی تو اپنی ہونے والی بہو کے اوپر نیت خراب کر رہے تھے۔ اس کا نتیجہ دیکھو کہ تم کہاں سے کہاں آ گئے ہو۔"

"کیا تم مجھے طعنے دے رہے رہو؟"

"میں طعنے نہیں دے رہا ہوں۔ تمہاری بات کا حوالہ دیتے ہوئے کہہ رہا ہوں۔ جس طرح تم بے وقوف بن گئے تھے۔ اسی طرح میں بھی بن جاتا ہوں۔ وہ اتنی حسین عورت ہے کہ جب تک میں ایک آدھ پیگ پی نہیں لیتا ہوں۔ اس وقت تک وہ مجھے ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دیتی۔ میں اس کے لیے دیوانہ ہو جاتا ہوں۔"

"تمہیں دو دنوں کے دوران میں کیا اتنا وقت نہیں ملا کہ مجھ سے رابطہ کرتے؟"

"تم میری مجبوری کو سمجھو۔ میں ضرورت سے زیادہ پینے کے بعد اس قدر کمزور ہو جاتا تھا کہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہتا تھا۔ اس وقت بھی تم دیکھ رہے ہو کہ کس طرح کمزور ہوں۔ ہانپ رہا ہوں اور بڑی مشکل سے خیال خوانی کے ذریعے تم سے بات کر رہا ہوں۔"

"بھاٹیا! میری طرح حماقت نہ کرو۔ ذرا عقل سے کام لو۔ کسی طرح اس عورت سے پیچھا چھڑاؤ۔ اس وقت تمہاری ذہنی توانائی بہت ضروری ہے۔ ورنہ ہم دونوں بری طرح ڈوب جائیں گے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن میں کیا کروں؟ اپنے قابو میں نہیں ہوں۔ دیکھو میرے سامنے وہ حسینہ پھر آ گئی ہے اور ایسی ادائیں دکھا رہی ہے کہ دل تڑپ رہا ہے۔ میں اس کی طرف جا رہا ہوں۔ اپنے آپ کو روک رہا ہوں مگر نہیں روک پا رہا ہوں۔"

"یہ کیا حماقت ہے؟ بھاٹیا! بھگوان کے لیے عقل سے کام لو۔ اس وقت مجھے تمہاری سخت ضرورت ہے۔"

"جب تم اپنی ہونے والی بہو کی طرف بہک رہے تھے۔ اگر میں تمہیں سمجھانا چاہتا تو کیا تم سمجھ جاتے؟ تم تو مجھے اپنا معمول اور تابعدار سمجھ کر چھوڑ دیتے اور ڈانٹ کر کہتے کہ میں وہاں سے چلا جاؤں اور واقعی تم نے مجھے وہاں سے بھیج دیا تھا اور دوسری طرف مصروف کر دیا تھا۔ تاکہ میں تمہیں ہوس پرستی سے روک نہ سکوں۔"

"کیوں پچھلی باتوں کو دہرا رہے ہو؟ جب تم سمجھ رہے ہو کہ یہ بات بری تھی۔ تو پھر تمہیں سنبھل جانا چاہیے۔ آئندہ ہم دونوں ہی سنبھل کر رہیں گے۔ اس بار تم کسی طرح مجھے بچالو۔ پہلے خود کو بچاؤ۔"

اچانک وہ قہقہہ لگانے لگا پھر اس نے میری آواز میں کہا۔ "چنڈال! کیا تم سمجھ نہیں رہے ہو؟ کہ یہ تمہارا مہادیو بھاٹیا جو اصل میں ٹونی جے ہے۔ یہ بے قابو ہو چکا ہے۔ اس کا دماغ اب اس کے قابو میں نہیں رہا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "تم...... کیا تم فرہاد ہو؟ تمہاری آواز بالکل ویسی ہی ہے۔"

"ہاں...... تم مجھے پہچان رہے ہو۔ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا "نہیں...... نہیں...... ایسا نہیں ہو سکتا۔ تم میرے دماغ تک نہیں آ سکتے۔"

"میں آ گیا ہوں۔ چنڈال جوگیا! پہلی بار میں نے بندیا کے ذریعے تمہارے بیٹے کو ٹریپ کیا تھا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانا چاہا۔ جب تم نے میرے تنویمی عمل کا توڑ کیا تو اس وقت تم بچ گئے پھر دوسری بار میں نے وہاں حملہ کیا۔ جہاں تم یوگا جاننے والے آرمی افسران کو ہلاک کروا رہے تھے۔ وہاں تم پوری طرح میری گرفت میں آ گئے تھے لیکن میں بھول گیا تھا کہ تم آتما شکتی جانتے ہو اور تم واقعی آتما شکتی کے ذریعے اپنا جسم چھوڑ کر اس سیٹھ ہریش چندر کے جسم میں آ گئے ہو۔ اب یہاں سے کہاں بھاگو گے؟"

وہ پریشان ہو کر سن رہا تھا۔ بہت بری طرح سہا ہوا تھا۔ رونے کے انداز میں پوچھ رہا تھا "تم آخر کس طرح ہم تک پہنچ جاتے ہو؟"

"بہت آسان ہے۔ تم نے ٹونی جے سے کہا تھا کہ وہ شانتا بائی اور اس کی بیٹی کے دماغ میں جا کر مجھے تلاش کرے اور وہ مجھے تلاش کرنے آیا تھا۔ وہ بے چاری ماں بیٹی میرے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہیں لیکن میں نے الٹا تمہارے ٹونی جے کو ٹریپ کر لیا۔ اس پر تنویمی عمل کیا اور اب یہ میرا تابعدار ہے اب یہ میری مرضی کے مطابق ایک عورت کے قدموں میں لوٹ رہا ہے۔ اب تم اسے اپنی طرف نہیں بلا سکو گے اور نہ ہی میں اسے تمہارے پاس آنے دوں گا۔"

چنڈال کے ہوش اڑ چکے تھے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ میں اس کے دماغ کے اندر پہنچ چکا ہوں اور اب وہ مجھ سے بچ نہیں پائے گا۔ ٹونی نے پھر میری آواز اور لہجے میں کہا "ہاں...... سوچو چنڈال! اچھی طرح سوچ لو کہ اب کس طرح مجھ سے بچ سکتے ہو؟ اب تو تمہارے اندر اتنی شکتی بھی نہیں رہی کہ تم آتما شکتی کے سلسلے میں منتر پڑھ کر اس جسم کو چھوڑ کر کسی دوسرے جسم میں چلے جاؤ۔"

وہ ہانپتے ہوئے بولا "ہاں۔ درست کہتے ہو۔ میں بہت کمزور ہو گیا ہوں۔ اپنا بچاؤ نہیں کر سکوں گا۔ نہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہ کالے جادو کے ذریعے۔ میں تمہارے آگے بے بس ہو چکا ہوں۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہا ہوں کہ اب تم مجھ پر بھی تنویمی عمل کرو گے اور مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنالو گے۔"

ٹونی نے کہا "میں اتنا نادان نہیں ہوں۔ تمہاری بہت سی غیر معمولی صلاحیتوں کو سمجھتا ہوں۔ تم فولادی دماغ کے مالک ہو۔ تم پر تنویمی عمل زیادہ دیر تک اثر نہیں کرتا۔ تم ایک آدھ دن میں تنویمی عمل سے نجات حاصل کر لیتے ہو۔"

وہ شکست خوردہ الفاظ میں بولا "ہاں۔ تم نے میرے چور خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کیا ہو گا۔"

"اور تمہارا دماغ اتنا فولادی ہے کہ تمہارے اندر زلزلہ پیدا کیا جائے تو اس کا اثر بھی خاطر خواہ نہیں ہوتا ہے۔ معمولی سا اثر ہوتا ہے۔ تم پھر سے سنبھل جاتے ہو۔ تم تو شیطان کی اولاد ہو۔"

"میں جیسا بھی ہوں۔ اب تو تمہارے قابو میں ہوں۔ تم مجھے اپنا غلام بنالو لیکن مجھے جان سے نہ مارو۔ مجھے زندہ رہنے دو۔"

"بے شک۔ تم زندہ رہو گے لیکن یہ خوش فہمی اپنے اندر سے نکال دو کہ میں تمہیں دماغی توانائی حاصل کرنے دوں گا۔ کبھی نہیں۔ میں تمہارے دماغ کو اس قدر کمزور رکھوں گا کہ تم آتما شکتی والا منتر بھی نہیں پڑھ سکو گے۔ اسے بھول جایا کرو گے۔ یاد نہیں رکھ سکو گے پھر تمہیں اتنی ذہنی توانائی حاصل نہیں ہو سکے گی کہ تم کبھی خیال خوانی کر سکو۔ میں دن رات تمہارے دماغ میں آتا جاتا رہوں گا اور تمہیں کمزور بناتا رہوں گا۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگا "فرہاد صاحب! آپ کو آپ کے خدا اور رسولؐ کا واسطہ میرے حال پر رحم فرمائیں۔ میں بہت برا ہوں۔ میں نے شیطانی حرکتیں کی ہیں لیکن آپ مجھے سنبھلنے کا موقع دیں گے تو میں ایک اچھا انسان بن کر دکھاؤں گا اور ہمیشہ آپ کا غلام بن کر رہوں گا۔"

"کتے کی دم کبھی سیدھی نہیں ہوئی۔ تم ٹیڑھے ہو ہمیشہ ٹیڑھے ہی رہو گے اور میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ اب میں جا رہا ہوں۔ آئندہ جب بھی آؤں گا تو خاموش رہوں گا۔ کوئی بہت ضروری بات ہو گی۔ تب ہی مخاطب کروں گا۔ ورنہ ایک مریض کی طرح بستر پر پڑے ہوئے اور ایک قیدی کی طرح رسیوں سے بندھے ہوئے انتظار کرتے رہو کہ تمہارے ساتھ کیا کچھ ہونے والا ہے؟"

ٹونی جے خاموش ہو گیا۔ وہ پھر گڑگڑانے لگا۔ خوشامدیں کرنے لگا۔ مجھے مخاطب کرنے لگا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ میں اسے تلاش کرتا ہوا اس کے اندر پہنچ گیا ہوں اور اس کے معمول اور تابعدار ٹونی جے کو اپنا تابعدار بنا چکا ہوں۔ اس لیے اب ٹونی جے بھی اس کی کوئی مدد نہیں کر سکے گا۔ وہ بار بار مجھے آوازیں دیتا رہا پھر تھک کر خاموش ہو گیا۔ دیدے پھاڑے چھت کو تکنے لگا۔ بے بسی سے سوچنے لگا کہ اب وہ کچھ نہیں کر سکے گا۔ دشمن اسے جان سے نہیں مارے گا۔ اسے زندہ رکھے گا۔ ذلیل و خوار کرتا رہے گا۔ اذیتیں دیتا رہے گا۔ تڑپا تڑپا کر زندہ رہنے پر مجبور کرتا رہے گا۔

اس کے بچاؤ کا آخری راستہ یہی رہ جاتا تھا کہ جب جان پر بن آتی تھی، فرار کا کوئی راستہ نہیں رہتا تھا تو وہ خود ہی اپنے آپ کو مار ڈالتا تھا۔ ہلاک کر لیتا تھا اور اپنی آتما شکتی کے ذریعے کسی دوسرے جسم میں پہنچ کر ایک نئی زندگی حاصل کر لیتا تھا۔ اب وہ ایسا نہیں کر سکے گا۔ دماغی کمزوری کے باعث اسے منتر اچھی طرح سے یاد نہیں تھے پھر فرہاد اسے منتروں کو یاد کرنے اور جاپ کرنے کا موقع بالکل نہیں دے گا۔

اس نے شام کو اسپتال کا کھانا کھانے سے انکار کیا۔ کہنے لگا "اس کے کھانے میں کوئی ایسی دوا ملائی جاتی ہے کہ جس سے میرا دماغ الٹ جاتا ہے۔ اس لیے میں کا کھانا کھاؤں گا۔"

اس نے مہیش اور رمیش کے چاچا سے کہا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کھانا بنا کر لائے۔ اسے اپنے بیٹوں پر بھی بھروسا نہیں ہے۔ وہ کسی کا لایا ہوا کھانا نہیں کھائے گا۔

اس کا بھائی اپنے ہاتھوں سے کھانا بنا کر لایا پھر بولا "میں اپنے سامنے بٹھا کر تمہیں کھلاتا ہوں۔"

چنڈال نے پوچھا "کیا تم اس بات سے مطمئن ہو کہ کسی نے اس کھانے میں کچھ نہیں ملایا ہے؟"

"بھیا! میں نے بہت احتیاط اور توجہ سے یہ کھانا تیار کیا ہے اور کھانے کی تیاری کے دوران کسی کو اپنے قریب آنے کا موقع نہیں دیا ہے۔ اسے حفاظت سے یہاں تک لے آیا ہوں۔ تم آرام سے بیٹھو۔ میں پلیٹیں دھو کر ابھی لاتا ہوں۔"

وہ پلیٹیں اٹھا کر واش روم میں چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی ٹونی جے نے چنڈال کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے سرہانے والی میز کی دراز کھولی۔ اس دراز میں کئی دواؤں کے درمیان ایک چھوٹی شیشی رکھی ہوئی تھی۔ رمیش نے اسے وہاں چھپا کر رکھا تھا۔ وہ یا مہیش وہاں کھانے کے دوران میں آتے تھے اور ایک قطرہ اس کے کھانے یا پینے کی چیز میں ٹپکا دیتے تھے۔

اس بار چاچا رازداری سے آیا تھا۔ رمیش اور مہیش کو اس بات کا علم نہیں تھا۔

لیکن ٹونی جے نے اس پر اور اس کے دونوں بیٹوں پر نظر رکھی تھی۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ رمیش اور مہیش بے خبر ہیں لیکن وہ بے خبر نہیں تھا۔ اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسی کے

ہاتھ سے وہ شیشی کھولی اور دو قطرے کھانے میں ٹپکا دیے پھر اس شیشی کو بند کر کے اس کی جگہ رکھا۔ دراز کو بند کیا اور پھر سیدھی طرح کھانے کے سامنے بیٹھ گیا۔

ٹونی بے نے اس کے دماغ کو آہستہ آہستہ ڈھیل دے دی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا "یہ میں اتنی دیر تک کہاں گم ہو گیا تھا؟ کیا سوچ رہا تھا؟ کس خیال میں گم ہو گیا تھا؟" پھر اس نے واش روم کی طرف دیکھ کر کہا "اتنی دیر کیوں لگا رہے ہو؟ پلیٹیں دھونے میں کیا اتنی دیر لگتی ہے؟"

اس کا بھائی پلیٹیں دھو کر لاتے ہوئے بولا "برتنوں کو اچھی طرح سے دھو رہا تھا۔ دیکھیں کس طرح صاف ہو گئے ہیں۔ میں آپ کو صاف ستھرا کھانا صاف ستھرے برتن میں کھلاؤں گا۔"

جب اس نے وہ صاف ستھرا کھانا کھا لیا۔ پیٹ بھر گیا تو تھوڑی دیر بعد اس کا دماغ الٹ گیا۔ اس نے بھائی کو ایک تھپڑ رسید کر کے گالیاں دیں پھر کہا "سور کے بچے! مجھے اسپتال میں کیوں رکھا ہے یہاں سے کیوں نہیں لے جاتا؟ میرے بیٹے میرے دشمن ہو گئے ہیں۔ وہ دونوں مجھے مار ڈالیں گے۔"

اس کے بھائی نے جھنجلا کر کہا "ان سے پہلے تم مار رہے ہو۔ خوامخواہ غصہ دکھا رہے ہو۔ میں اتنی محنت سے کھانا بنا کر لایا ہوں پھر بھی تم پاگلوں جیسی حرکتیں کر رہے ہو۔ میرے کھانے میں تو کچھ نہیں تھا۔ کسی نے کچھ نہیں ملایا تھا پھر تم پاگل کیوں ہو رہے ہو؟"

وہ اسے مارنے کے لیے دوڑا تو وہ اپنی جان بچا کر بھاگتا ہوا ڈاکٹر کے پاس پہنچا پھر کہا "میرے بھیا کو کنٹرول کرو وہ پاگل ہو رہے ہیں۔ یہاں کسی کو زخمی کریں گے مار ڈالیں گے۔"

ڈاکٹر نے کئی اور وارڈ بوائز کو بلایا۔ وہ سب بھاگتے ہوئے آئے۔ اس وقت چنڈال کوریڈور میں ایک پہنچ گیا تھا اور وہاں بیٹھی ہوئی ایک بوڑھی عورت کا گلا دبوچ رہا تھا۔ سب نے اسے پکڑ کر اس بوڑھی عورت کو اس سے نجات دلائی پھر اسے رسیوں سے باندھ دیا گیا۔

ایک ڈاکٹر نے کہا "یہ خطرناک پاگل بنتا جا رہا ہے۔ اسے اب یہاں اسپتال میں نہیں رکھا جا سکتا۔ فوراً اسے پاگل خانے بھیجا جائے۔"

پاگل خانے والوں سے رابطہ کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ یہاں سے ایک پاگل کو بھیجا جا رہا ہے۔ اسے فوراً داخل کیا جائے۔ زنجیروں سے باندھ کر رکھا جائے یا الگ آہنی سلاخوں والی کوٹھڑی میں بند رکھا جائے۔ کسی کے ساتھ رکھا جائے گا تو وہ اسے نقصان پہنچائے گا۔

تھوڑی دیر بعد اس دوا کا اثر زائل ہو گیا۔ وہ پھر نارمل ہو کر سوچنے لگا کہ وہ پاگلوں جیسی حرکتیں کیوں کر رہا تھا؟

اس کا بھائی گھر سے اپنے ہاتھوں سے کھانا بنا کر لایا تھا۔ کسی نے کچھ نہیں ملایا تھا۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ فرہاد اس کے اندر رہ کر اس کے دماغ کو اپنے کنٹرول میں لیتا ہے اور اسے پاگلوں جیسی حرکتیں کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

وہ پھر سوچ کے ذریعے گڑگڑانے لگا۔ مجھے مخاطب کرنے لگا لیکن میں تو اس کے بارے میں کچھ جانتا ہی نہیں تھا۔ پتا نہیں وہ کہاں اور کس حال میں تھا؟

ٹونی بے کو بھی خوب سوجھی تھی۔ وہ فرہاد علی تیمور بن کر اسے ٹینشن میں مبتلا کر رہا تھا۔ آئندہ وہ یہی سمجھتے رہنے والا تھا کہ میں ہی اس سے دشمنی کر رہا ہوں اور اسے نئے نئے عذاب میں مبتلا کرتا جا رہا ہوں۔ اس وقت وہ سوچ کے ذریعے مجھے مخاطب کر رہا تھا اور ٹونی بے اس کے اندر رہ کر خاموشی سے سن رہا تھا لیکن کوئی جواب نہیں دے رہا تھا۔

اس کے ہاتھ اور پاؤں رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ اسے اٹھا کر ایک اسٹریچر پر ڈال دیا گیا پھر وارڈ بوائز اسے اسپتال کے باہر لے جانے لگے۔ اسے بتایا گیا کہ اب اسے پاگل خانے میں داخل کیا جائے گا۔ وہ تڑپنے لگا مچلنے لگا لیکن اسٹریچر سے بندھا ہوا تھا۔ دو وارڈ بوائے اس کے ساتھ چلتے ہوئے اس کی پٹائی کر رہے تھے۔ اسے خاموش رہنے کو کہہ رہے تھے۔

اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "میں پاگل نہیں ہوں یقین کرو۔ میں پاگل نہیں ہوں۔ مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے پاگل بنایا جا رہا ہے۔ میں اب سچ سچ بتا دوں گا کہ میں کون ہوں؟ اور میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

اب وہ اپنے بچاؤ کے لیے اپنے بارے میں سچ بولنا چاہتا تھا لیکن کوئی یقین کرنے والا نہیں تھا۔ سب اسے پاگل سمجھ رہے تھے اور اس کی باتیں بھی پاگلوں جیسی تھیں۔ وہاں کوئی یقین کرنے والا نہیں تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ کو الٹا رہا ہے۔

اسے ایمبولینس کے پچھلے حصے میں لا کر ڈال دیا گیا۔ وہ مچل رہا تھا۔ تڑپ رہا تھا۔ ایمبولینس کے اسٹریچر پر سے نیچے پڑا تھا۔ وارڈ بوائے نے اسے اٹھا کر اوپر کیا۔ ڈاکٹر نے کہا "یہ اس طرح قابو میں نہیں آئے گا۔ اسے بے ہوشی کا انجکشن لگا دو۔"

وارڈ بوائز نے اسے جکڑ لیا۔ ایک جونیئر ڈاکٹر نے آ کر اسے انجکشن لگایا۔ اس کے چند لمحے بعد ہی وہ اپنے آپ سے غافل ہو گیا پھر اسے پتا نہیں چلا کہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اور کالے جادو کے ذریعے حکمرانی کرنے والا مٹی میں رینگنے والے کیڑے کی طرح حقیر ہو گیا تھا۔ مٹی کے کیڑے کی طرح راہ چلنے والے کے قدموں تلے آ رہا تھا۔ بری طرح روندا جا رہا تھا۔ نہ جی رہا تھا۔ نہ مر رہا تھا اور نہ ہی اس کے سامنے نجات پانے کا کوئی راستہ رہ گیا تھا۔

اسے جب ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک آہنی سلاخوں والی کوٹھڑی میں دیکھا۔ وہاں نیم تاریکی تھی۔ وہ ننگے فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے سر گھما کر ان آہنی سلاخوں کو دیکھا پھر سوچا کہ اسے یہ کہاں پہنچا دیا گیا ہے؟

اس وقت اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ ابھی تک دماغ پر بے ہوشی کی دوا کا اثر تھا۔ وہ کچھ سمجھ رہا تھا اور کچھ نہیں سمجھ رہا تھا۔ اٹھ کر بیٹھنا چاہا لیکن کمزوری بہت تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر اپنے آپ سے غافل ہو گیا۔ بے ہوشی کی دوا ابھی اثر کر رہی تھی۔ اسے گہری نیند سلا رہی تھی۔

اس لیے وہ کبھی جاگتا اور کبھی سوتا رہا۔ کبھی آنکھ کھلی تو پاگل خانے کے سنتری دکھائی دیے۔ وہ اسے اٹھا کر بٹھا رہے تھے اور زبردستی کچھ کھلا رہے تھے۔ وہ کھاتا پیتا رہا۔ اپنی بھوک پیاس مٹاتا رہا۔ پیٹ بھرنے کے بعد اس پر پھر غنودگی طاری ہوئی۔ وہ سو گیا۔

اس نیم تاریک کوٹھڑی میں دو دن دو رات گزارنے کے بعد جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے کچھ توانائی محسوس کی۔ خود ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ فرش پر گھسیٹتا ہوا دیوار سے ٹیک لگا کر سامنے آہنی سلاخوں کو دیکھنے لگا۔ ان سلاخوں کے باہر آزادی تھی۔ بلند پروازی تھی اور حکمرانی تھی اور یہ سب کچھ اس کے لیے خواب ہو چکا تھا۔

وہ سوچنے لگا "کیا ابھی فرہاد علی تیمور میرے اندر موجود ہوگا؟"

وہ سوچتے سوچتے آتما شکتی کے منتر پڑھنے لگا۔ وہ چاہتا تھا کہ جب بھی موقع ملے وہ آتما شکتی کا منتر پڑھتا رہے۔ اس طرح وہ اپنا موجودہ مقید جسم چھوڑ کر اپنی آتما کو کسی دوسرے جسم میں پہنچا سکتا تھا۔

لیکن وہ چند سیکنڈ بھی پڑھ نہ سکا۔ ہانپنے لگا۔ کمزوری محسوس کرنے لگا۔ ایسا لگتا تھا کہ دماغ تھک گیا ہے۔ نہ کچھ سوچنا چاہتا ہے نہ منتروں کو یاد کرنا چاہتا ہے۔ وہ منتر بھی اس طرح یاد آ رہے تھے کہ وہ پڑھتے پڑھتے اٹکنے لگتا تھا۔ جیسے ہی بھولتا تھا پھر یاد کر کے پڑھتا تھا۔

آخر اس کا دماغ تھک گیا۔ وہ نڈھال سا ہو کر سوچنے لگا کہ یہ میرے ساتھ کب تک ایسا ہوتا رہے گا؟ کیا یہ کمزوری میرا مقدر بن گئی ہے؟ کیا میں اتنی بھی توانائی حاصل نہیں کر سکتا کہ چند گھنٹوں تک آتما شکتی کے منتر پڑھتا رہوں؟

مجھے کم از کم ایک گھنٹے کا ہی موقع مل جائے۔ اتنی توانائی حاصل ہو جائے کہ میں منتروں کو مکمل طور پر چالیس بار پڑھ لوں تو پھر مجھے کوئی یہاں سے آزادی حاصل کرنے سے نہیں روک سکے گا۔ میری آتما فوراً ہی یہاں سے پرواز کرے گی اور سب دیکھتے کے دیکھتے رہ جائیں گے۔

وہ سوچ رہا تھا اور حوصلہ کر رہا تھا۔ ان آہنی سلاخوں کے باہر ایک کوریڈور تھا۔ اس کوریڈور کے سرے پر بھاری بھرکم قدموں کی چاپ سنائی دی پھر دو مسلح سنتری رمیش کے ساتھ وہاں پہنچے۔ رمیش نے آہنی سلاخوں کے پاس آ کر کہا۔ "اے...... جاگ رہا ہے یا سو رہا ہے؟ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ آنکھیں کھلی رکھ کر سونے لگا ہے۔"

وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ کمزوری کے باعث اٹھ کر کھڑا نہ ہو سکا۔ اس نے آگے کی طرف جھک کر دونوں ہاتھ فرش پر ٹیک لیے پھر رمیش کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "بیٹے! تم اپنے باپ سے کیسے بات کر رہے ہو؟ مجھ سے کیوں دشمنی کر رہے ہو؟"

"میں تمہارے جیسے باپ پر تھوکتا ہوں۔ تم میری ماں کے قاتل ہو۔ میں تمہیں قانونی طور پر سزا دلانا چاہتا تو تم اپنی دولت کے بل پر مقدمہ جیت لیتے اور سزا سے بچ جاتے لیکن اب جو سزا میں دے رہا ہوں۔ اس سے تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔"

وہ عاجزی سے بولا "بیٹے! تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ تمہیں تو یہی دکھائی دیا کہ میں نے تمہاری ماں کو ہلاک کیا ہے لیکن میں تمہاری قسم کھاتا ہوں۔ ساری اولاد کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ میرے دماغ پر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے قبضہ جما لیا ہے۔ وہ اپنی من مانی کرتا ہے اور ایسی ایسی گندی حرکتیں کرواتا ہے کہ میں اپنی اولاد اور رشتے داروں کے سامنے شرمندہ ہو جاتا ہوں۔"

"تم بہت اچھی بکواس کر رہے ہو۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر آتا ہے، اس بات پر کون یقین کرے گا؟ معلوم ہوتا ہے، تمہارا دماغ پھر الٹ رہا ہے۔ ان دواؤں کا اثر

ابھی تک ہے، جنہیں میں چپ چاپ تمہارے کھانے میں ملاتا رہتا ہوں۔“

”بیٹے! تم پھر غلط سمجھ رہے ہو۔ مجھ پر تمہاری دواؤں کا اثر نہیں ہوتا ہے۔ تم یقین کرو۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھ سے الٹی سیدھی حرکتیں کراتا ہے۔ مجھے سب کے سامنے پاگل بنادیتا ہے اور میں بے قابو ہوکر ویسی ہی حرکتیں کرنے لگتا ہوں، جیسی وہ چاہتا ہے۔“

رمیش نے ہنستے ہوئے کہا ”تمہاری یہ بکواس اچھی ہے۔ اسی طرح بکواس کرتے رہو گے۔ تو ڈاکٹرز کو یہ یقین ہوتا رہے گا کہ تم واقعی پاگل ہوچکے ہو اور اب تمہارا کوئی علاج نہیں ہے۔ تم ساری زندگی ان سلاخوں کے پیچھے رہ کر ہی مرد گے۔“

ایک ڈاکٹر نے آکر رمیش سے پوچھا ”یہ کیا کہہ رہا ہے؟“

”ایک پاگل اور کیا کہے گا۔ الٹی سیدھی بکواس کرے گا۔“

ڈاکٹر نے چنڈال کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ”کیوں سیٹھ ہریش چندر! کس حال میں ہو؟ کیا خود کو پہچان رہے ہو؟“

وہ فرش پر رینگتے ہوئے سلاخوں کے قریب آکر بولا ”ہاں۔ میں خود پہچانتا ہوں۔ میری بات کا یقین کرو۔ میں پاگل نہیں ہوں۔ میں سیٹھ ہریش چندر ہوں۔ رمیش اور مہیش کا باپ ہوں۔ میرا میڈیکل چیک اپ کرو گے تو پتا چلے گا کہ میں پاگل نہیں ہوں۔“

”تو پھر اب تک پاگلوں جیسی حرکتیں کیوں کرتے رہے تھے؟“

”وہ میں نہیں کررہا تھا۔ میرے اندر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا گھس آتا ہے۔ وہ مجھ سے الٹی سیدھی حرکتیں کرواتا ہے۔ تو تم لوگ مجھے پاگل سمجھنے لگتے ہو۔“

ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا ”اچھا تو اب تمہارے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آنے لگا ہے؟ پھر تو تم اس کوٹھڑی میں اکیلے نہیں رہو گے۔ اس سے باتیں کرتے رہو گے۔ تمہارا وقت بہت اچھا گزرے گا۔“

وہ بے بسی سے گڑگڑانے لگا ”تم لوگ میری بات کا یقین کیوں نہیں کرتے ہو؟“

رمیش نے کہا ”ڈاکٹر! یہ پھر الٹی سیدھی باتیں کررہا ہے۔ کیا اسے انجکشن لگایا جائے گا؟“

”ابھی نہیں یہ دماغی اور جسمانی طور پر بہت کمزور ہے۔ ذرا توانائی حاصل کرلے اور اٹھ کر چلنے پھرنے لگے تو میں اسے ایسی دوائیں کھلاؤں گا ایسے انجکشن لگاؤں گا کہ یہ ساری زندگی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بکواس کرتا رہے گا۔ ابھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔“

ڈاکٹر اور رمیش وہاں سے جانے لگے۔ وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا ”پلیز ڈاکٹر! میری بات سن لو۔ بیٹے رمیش! اپنے باپ کی بات پر ایک بار بھروسا کرو۔ ایک بار میری بات توجہ سے سن لو۔ رمیش!...... رمیش!...... ڈاکٹر...... !...... وہ چیختا چلاتا رہا۔ اور جانے والے چلے گئے۔ کوئی اس کی بات پر یقین کرنے والا نہیں تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ کو الٹا دیا جاتا ہے۔

ٹونی جیسے اس کے اندر آہستہ آہستہ ہنسنے لگا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا۔ ”تم...... تم میرے اندر ہو۔ فرہاد! تم میری بے بسی کا تماشا دیکھ رہے ہو۔ میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ تم مجھے یہاں قیدی بنا کر کیا حاصل کرلو گے؟ میں پھر تمہیں تمہارے خدا اور رسول کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ مجھ سے ہمدردی کرو۔ ایک بار مجھے سنبھلنے کا موقع دو۔ میں انسان بن کر دکھاؤں گا۔

اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ اندر ہی اندر ہلکی ہلکی ہنسی سنائی دے رہی تھی۔ پھر وہ آواز ختم ہوگئی۔ دماغ کے اندر سناٹا چھا گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر پیٹنے لگا پھر کمزوری کے باعث فرش پر گر پڑا۔ چاروں شانے چت ہوگیا۔ وہ تھک گیا تھا۔ ہار گیا تھا۔ اس پر پھر غنودگی چھانے لگی۔ وہ تھوڑی دیر بعد گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

☆☆☆

اسرائیلی حکام اور آرمی کے اعلیٰ افسران الپا کی طویل غیر حاضری کے باعث پریشان تھے۔ آرمی کے چند اعلیٰ افسران الپا کے مخالف ہوگئے تھے۔ ان کے درمیان مخالفتیں اتنی شدید ہوگئی تھیں کہ الپا نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ان آرمی افسران کو سزائیں دی جائیں یا پھر وہ ملک چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے چلی جائے گی۔

اسرائیلی اکابرین نے آرمی والوں کا ساتھ دیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ وہ انہیں اور اپنا ملک چھوڑ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔ پھر اس نے ہم سے دوستی کی تھی۔ ایک عرصے تک ہمارا اعتماد حاصل کرتی رہی تھی۔ حتیٰ کہ ہمارے دل جیت لیے تھے۔ میں نے اور سونیا نے اسے اپنی بیٹی بنالیا تھا۔

وہ پارس کی مطلقہ بیوی تھی۔ ہم اسے اب بہو نہیں بیٹی کہتے تھے۔ جب وہ پارس سے اور ہم سب سے دشمنی کرتی رہتی تھی۔ تب بھی اس کے برے وقتوں میں جناب تبریزی اس کے کام آتے رہے تھے اور اس کی حمایت کرتے رہے تھے۔ جناب تبریزی کی یہ حمایت اور الپا کیلئے ہمدردی ہماری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اب یہ بات ہم سمجھ گئے تھے کہ ایک دن الپا کو راہ راست پر آنا تھا اور اسے بیٹی بن کر ہماری خدمات کرنی تھی۔ اس لیے وہ الپا کی حمایت کیا کرتے تھے۔

دوسری بات یہ کہ جناب تبریزی کی ہدایت کے مطابق الپا سے ہونے والی بیٹی کو اسرائیل سے لے آئے تھے اور اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا تھا۔ اس وقت وہ نوزائیدہ تھی۔ اب سات برس گزر چکے تھے۔ اور وہ بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر تعلیم و تربیت پا رہی تھی۔ چونکہ وہ پارس کی بیٹی تھی۔ اس لیے جناب تبریزی نے اس بیٹی کے حوالے سے الپا کی حمایت کی تھی۔ اور اس کے برے وقتوں میں کام آئے تھے۔

الپا اسرائیل چھوڑ کر پاکستان چلی آئی۔ اور ہماری سرپرستی میں رہ کر ایک سیدھی سادی زندگی گزارنے لگی۔ زیادہ تر گمنامی میں رہنے لگی۔ اب بھی وہ ہماری ضرورت کے وقت خیال خوانی کرتی تھی۔ ورنہ خاموشی سے زندگی گزار رہی تھی۔ ایسی تنہائی میں اسے اپنی بیٹی کی یاد ستاتی تھی۔ پارس نے تو اسے چھوڑ دیا تھا۔ اس کی طرف رجوع نہیں کرتا تھا۔ بیٹی بھی اس کے پاس نہیں تھی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے جناب تبریزی سے رابطہ کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ ”ہاں بیٹی!...... بولو کیا بات ہے؟“

وہ بولی۔ ”حضور!...... آپ جانتے ہیں کہ میں بالکل تنہا رہ گئی ہوں۔ پارس نے اب تک مجھے معاف نہیں کیا ہے۔ بے شک...... طلاق کے بعد اسے میری طرف نہیں آنا چاہیے۔ لیکن محبت کے دو بول تو بولنا چاہئیں وہ مجھ سے دور رہتا ہے۔ پھر میں ایک ماں کی حیثیت سے اپنی بیٹی سے بھی محروم ہوں۔“

انہوں نے تائید میں سر ہلاک کر کہا۔ ”بے شک...... تم پارس سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد اپنی بیٹی سے بھی محروم ہوچکی ہو۔ اور جب سے وہ پیدا ہوئی ہے تب سے تم نے ایک بار بھی اس کی صورت نہیں دیکھی ہے۔“

”یہی تو میری بدنصیبی ہے۔ میں ماں ہوں۔ لیکن میں نے کبھی اپنی بیٹی کو بیٹی کہہ کر مخاطب نہیں کیا۔ کبھی اسے گود میں بھر کر پیار نہیں کیا۔ اب میرا دل تڑپ رہا ہے۔“

”ہم جانتے تھے کہ ایک دن تم راہ راست پر آؤ گی۔ ہم مسلمانوں کے خلاف جو نفرتیں تمہارے دل میں ہیں۔ وہ ایک دن دھل جائیں گی۔ تم دشمنی بھول جاؤ گی۔ اور ہمارے سامنے سر جھکالو گی۔ اور اب یہی ہو رہا ہے۔“

”آپ روحانیت کے بلند مراتب حاصل کرنے والے بزرگوں میں سے ہیں۔ آپ جان سکتے ہیں کہ میرا دل کتنا صاف ہوچکا ہے۔ اب میں کبھی دشمنی نہیں کروں گی۔ کبھی میرے دل میں مذہبی نفرت نہیں پیدا ہوگی۔ بس میری ایک مجبوری ہے کہ میں اپنا پیدائشی مذہب چھوڑنا نہیں چاہتی۔ اس لیے آج بھی یہودی ہوں اور مرتے دم تک یہودی ہی رہوں گی۔“

”اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہم صرف تمہاری محبت اور حمایت چاہتے تھے۔ تمہارے دل سے نفرت دور کرنا چاہتے تھے۔ ہم نے اپنے حسن سلوک سے تمہارے برے وقتوں میں کام آکر تمہارا دل جیت لیا۔ بس ہم اور کچھ نہیں چاہتے۔ یہ بتاؤ تم کیا چاہتی ہو؟“

”آج بھی آپ کی محبت اور حمایت چاہتی ہوں۔“

”فرہاد نے تمہیں اپنی بیٹی بنالیا۔ صرف ہم ہی نہیں ادارے کے تمام مسلمان تمہیں چاہتے ہیں۔ تمہاری حمایت کرتے ہیں۔ اور اب یقین کرتے ہیں کہ تم کبھی ہم سے دشمنی نہیں کرو گی۔ اپنوں میں بھی جاؤ گی تو یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان رہ کر انصاف سے بولو گی۔ اور انصاف سے تو لو گی۔“

”آپ لوگوں کی اتنی محبتیں اور اس قدر اعتماد حاصل کرنے کے باوجود میں بابا صاحب کے ادارے میں قدم نہیں رکھ سکتی۔ میں آپ کے اصولوں کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ ادارے میں آنے کی ضد کبھی نہیں کروں گی۔ لیکن ادارے سے باہر آپ مجھے میری بیٹی سے ملنے کی اجازت تو دے سکتے ہیں؟“

”بے شک...... تم اپنے بہترین اعمال کی بدولت ہمارے دل جیت چکی ہو۔ ہمارا اعتماد حاصل کرچکی ہو۔ تم اپنی بیٹی سے ضرور ملو گی لیکن جب تمہاری بیٹی ادارے سے باہر تم سے ملنے جائے گی۔ تو بڑے مسئلے پیدا ہوں گے۔“

الپا نے پریشان ہوکر پوچھا ”کیسے مسائل پیدا ہوں گے؟ برائے مہربانی وضاحت فرمائیں......؟“

”تمہارے ملک اسرائیل کے اعلیٰ حکام اور آرمی کے اعلیٰ افسران تمہیں واپس بلانا چاہتے ہیں مگر تم نہیں جارہی ہو۔ اب وہ تمہاری کوئی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہیں گے اور تمہاری سب سے بڑی کمزوری تمہاری اپنی بیٹی ہوگی۔“

وہ سوچ میں پڑگئی۔ یہ درست تھا کہ اسرائیلی اکابرین اسے واپس بلارہے تھے۔ اس سے رابطہ کرنا چاہتے تھے مگر وہ

ان سے کترا جاتی تھی۔ آخری بار اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ اسرائیل اسی شرط پر واپس آئے گی کہ وہ مسلمانوں اور یہودیوں کے جھگڑے میں نہیں پڑے گی اور مسلمانوں کے خلاف کبھی خیال خوانی نہیں کرے گی۔

اسرائیلی اکابرین اس کی یہ بات مان گئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ وہ کسی بھی شرط پر واپس چلی آئے۔ تب اس نے کہا "جب میں اسرائیل واپس آؤں گی تو ہمیشہ کی طرح فلسطین کا مسئلہ درپیش رہے گا۔ مسلمانوں کو ان کے حقوق دینے ہوں گے۔ میں ان کی حمایت کروں گی تو آپ لوگ مجھے اپنا دشمن سمجھتے رہیں گے۔"

اسرائیلی آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم یہاں ضرور آؤ لیکن ہمارے سیاسی معاملات میں مداخلت نہ کرو۔ فلسطین ہمارا سیاسی مسئلہ ہے۔"

الپا نے کہا "فلسطین صرف سیاسی نہیں مذہبی مسئلہ بھی ہے۔ میں آپ کی سیاست کو اندر تک ڈوب کر دیکھ چکی ہوں۔ خیال خوانی کے ذریعے ہر ایک کی نیت معلوم کر لیتی ہوں اور یہ صاف طور پر کہہ دیتی ہوں کہ مسلمانوں کے لیے آپ لوگوں کی نیت بہت ہی بدتر ہے آپ کبھی انہیں ان کے حقوق نہیں دینا چاہتے اور میں اسرائیل آ کر ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ لہٰذا میں تم سب سے دور ہی رہتی ہوں۔"

الپا نے اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن جہاں بھی جائز حقوق کی بات ہوتی تھی۔ تو وہ مسلمانوں کی حمایت میں بولتی تھی۔

وہ جناب تبریزی سے بولی "میں نہ تو فلسطینی مسلمانوں کے خلاف بولنا چاہتی ہوں۔ نہ ان کے خلاف کوئی قدم اٹھانا چاہتی ہوں۔ اس لیے اسرائیل نہیں جانا چاہتی۔ آپ مجھے مشورہ دیں کہ ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

جناب تبریزی نے کہا "کرنے کو تو ہم بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی روحانی قوت دی ہے کہ اس کے ذریعے ہم دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر سکتے ہیں لیکن قدرتی حالات ایسے ہیں کہ ہمیشہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نہیں ہوتا۔ اگر ایسا ہوتا رہے تو دنیا ایک جگہ ٹھہر جائے۔ شر ختم ہو جائے اور خیر ہی خیر رہے۔"

وہ ذرا توقف کے بعد بولے "ایسا نہیں ہوتا۔ قدرت کے عجب تماشے ہیں۔ جب تک یہ دنیا قائم ہے۔ یہاں خیر اور شر کے درمیان جنگ جاری رہے گی۔ کچھ لوگ اس جنگ میں حصہ لیتے ہیں اور کچھ لوگ دور رہ کر تماشا دیکھتے ہیں اور اس کا فیصلہ قدرتی حالات پر چھوڑ دیتے ہیں۔ ہم نے بھی فلسطین کا فیصلہ قدرتی حالات پر چھوڑ دیا ہے۔ وہاں کے مسلمانوں کے عزائم اور حوصلے جو رنگ لائیں گے۔ اسی کے مطابق ان کی جیت ہوگی یا پھر وہی ہوگا جو قدرت کو منظور ہوگا۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہے جناب...... کہ مجھے اسرائیل نہیں جانا چاہیے۔ مسلمانوں اور یہودیوں کے اس جھگڑے میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔ کسی کی حمایت میں نہیں بولنا چاہیے کہ وہ اپنے حقوق کے لیے خود ہی کس طرح جنگ لڑتے ہیں اور کس طرح جنگ جیت لیتے ہیں۔"

جناب تبریزی نے اسے یہی مشورہ دیا تھا اور وہ اسی کے مطابق دور رہ کر مسلمانوں کے خلاف اپنے اسرائیلی اکابرین کی حمایت میں کبھی کوئی قدم نہیں اٹھاتی تھی۔ وہ صرف فلسطینی مسلمانوں کو ہی نہیں اسرائیلی یہودی اکابرین کو بھی نظر انداز کر چکی تھی۔

لیکن اب نیا مسئلہ پیدا ہو رہا تھا۔ وہ اپنی بیٹی سے ملنا چاہتی تھی اور جناب تبریزی کہہ رہے تھے کہ بیٹی اس ادارے سے باہر جائے گی تو بڑے مسئلے پیدا ہوں گے۔ یہودی اکابرین کی ہر ممکن کوشش ہوگی کہ اس کی بیٹی کو اپنے قبضے میں رکھا جائے اور اس طرح ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ماں کو کمزور بنایا جائے۔ اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کیا جائے۔

الپا نے کہا "جناب......! میں یہودی اکابرین سے خوف زدہ نہیں ہوں اور نہ ہی ان کے اس دباؤ میں آؤں گی کہ وہ کبھی میری بیٹی کو اغوا کر کے اسے میری کمزوری بنائیں گے۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔"

"بیٹی......! تم یہ بات اپنے طور سے سوچ رہی ہو۔ یہ سمجھو کہ ٹیلی پیتھی جانتی ہو پھر تمہارے پیچھے فرہاد علی اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود رہتے ہیں اور تم اسرائیلی اکابرین کو اپنے دباؤ میں لے آؤ گی پھر بھی اس کے خلاف بھی ہو سکتا ہے۔ دشمن کو کبھی کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔ تم ٹیلی پیتھی کی دنیا میں آج جس قدر قوت حاصل کر چکی ہو۔ اسی طرح اسرائیلی اکابرین بھی ایسی ہی قوتیں رکھنے والوں سے ساز باز کر رہے ہیں۔ میں زیادہ وضاحت نہیں کر سکوں گا کہ وہ دشمن کون ہے؟ اور اسرائیلی اکابرین کیا کرتے پھر رہے ہیں؟ صرف اشارتاً کہتا ہوں کہ دشمنوں کو کمزور نہ سمجھو۔"

"میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گی۔ انہیں خود سے کمزور نہیں سمجھوں گی لیکن ان سے مقابلہ ضرور کروں گی۔ ان سے خوف زدہ ہو کر اپنی بیٹی سے محروم نہیں رہوں گی۔"

جناب تبریزی تھوڑی دیر خاموش رہے۔ کچھ سوچتے رہے پھر انہوں نے کہا "ایک بچے کو اسی وقت تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ جب اس پر ماں اور باپ دونوں کا سایہ رہتا ہے۔ میں

پارس کو ہدایت کروں گا کہ وہ تم سے ناراض نہ رہے۔ تمہارے ساتھ اس وقت تک رہے۔ جب تک کہ بیٹی تمہارے پاس رہے۔ جب وہ ادارے میں واپس آ جائے گی تو پھر تم دونوں پہلے کی طرح علیحدہ ہو جاؤ گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

الپا نے خوش ہو کر کہا "اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ پارس بھی میرے اور اپنی بیٹی کے ساتھ رہے گا۔ میں تو خود کو بہت طاقت ور سمجھنے لگوں گی اور پورے اعتماد اور حوصلے سے دشمنوں کا مقابلہ کروں گی۔"

انہوں نے مسکرا کر کہا "جاؤ...... پارس کے پاس جا کر کہو کہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں آ کر اپنی بیٹی کو یہاں سے لے جائے اور تمہارے پاس پاکستان پہنچا دے۔"

اس نے جناب تبریزی کا شکریہ ادا کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے پارس کے پاس پہنچ گئی۔ پارس اب سے چند گھنٹے پہلے چلی شہر میں تھا۔ اب ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا اور پیرس کی طرف آ رہا تھا۔ چلی میں دو جڑواں بہنیں رہتی تھیں۔ ایک کا نام مرحبا تھا اور دوسری کا نام دلربا۔

مرحبا نے پورس سے دل لگایا تھا اور پارس کو دل دلربا نے دے دیا تھا۔ دونوں عجیب و غریب قسم کی لڑکیاں تھیں۔ اگرچہ کبھی کبھی بڑی پرابلم بنتی تھیں مگر بڑی دلچسپ تھیں لیکن ان سے زیادہ عرصے تک رومانی سلسلہ نہ چل سکا۔

شیوانی نے عدنان کے ذریعے مرحبا کو دھمکی دی تھی کہ وہ پورس کے قریب نہ جائے۔ ورنہ اس کا انجام برا ہوگا۔ تب سے مرحبا دہشت زدہ تھی۔ وہ پورس کے قریب نہیں جاتی تھی اور اس سے دور ہو گئی تھی۔ ایسے وقت پورس بھی چلی شہر چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ صرف پارس ہی دلربا کے پاس رہ گیا تھا۔

دلربا متلون مزاج تھی۔ اس کا مزاج گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ ہوتا تھا۔ کبھی خوب زندہ دلی کا مظاہرہ کرتی تھی اور کبھی اس سے روٹھ کر دور ہو جاتی تھی۔ تلاش کرتے رہو تب بھی نہیں ملتی تھی پھر اچانک ہی سامنے آ جاتی تھی۔ شادی کے نام سے کتراتی تھی۔ نہ شادی کرنا چاہتی تھی اور نہ ہی جسمانی تعلق قائم رکھنا چاہتی تھی۔ بس دور ہی دور سے دوستی کی قائل تھی۔

پارس اس سے بیزار ہو گیا تھا۔ ایسے وقت ہی جناب تبریزی نے اس سے رابطہ کیا تھا پھر کہا تھا "کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہو؟ پیرس چلے آؤ۔"

اس نے پلٹ کر یہ سوال نہیں کیا کہ اسے پیرس کیوں بلایا جا رہا ہے؟ ہم سب اچھی طرح جانتے تھے کہ جناب تبریزی جب بھی ہمیں مخاطب کرتے ہیں اور کوئی ہدایت دیتے ہیں تو اس ہدایت کے پیچھے کوئی خاص بات ضرور ہوتی ہے۔ پارس بھی کوئی سوال کیے بغیر ان کی ہدایت کے مطابق اب پیرس کی طرف آ رہا تھا۔ اس وقت وہ ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس سے پوچھ رہا تھا "تم بہت دیر سے خاموش ہو؟ سوچ میں ڈوبے ہوئے ہو۔ کیا کوئی پریشانی ہے؟"

"نہیں۔ کوئی پریشانی تو نہیں ہے۔ بس میں خاموشی پسند کرتا ہوں۔ کسی سے بات کرنے سے بہتر خاموشی ہوتی ہے۔"

بوڑھے نے کہا "دوسروں سے بات کرتے رہنے سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔"

"اور پریشانیوں میں بھی اضافہ ہوتا ہے یا تو وہ دوست بن جاتا ہے یا بدترین دشمن بن کر مسائل پیدا کرتا ہے یا پھر وہ کسی مصیبت میں ہو تو ہمارے دل کو متاثر کرتا ہے کہ ہم اس کی مصیبت میں کس طرح کام آ سکتے ہیں؟ اور جب کام نہیں آ سکتے تو دل دکھتا ہے۔ لہٰذا دل دکھانے سے بہتر ہے کہ خاموش رہا جائے۔"

"میں قیافہ شناس ہوں۔ تمہارا چہرہ اور تمہاری آنکھیں دیکھ کر بتا سکتا ہوں کہ تم بہت ہی دردمند دل رکھتے ہو۔ دوسروں کی پریشانیوں سے پریشان ہو جاتے ہو۔ اگر کسی کو مصیبت میں دیکھ لو تو اسے مصیبت سے نجات دلائے بغیر تمہارے دل کو قرار نہیں آتا۔"

"تم میرا ایک مثبت پہلو بتا رہے ہو۔ کوئی منفی پہلو بتاؤ۔"

"منفی پہلو یہ ہے کہ تم کسی صنف مخالف سے زیادہ عرصے تک دوستی نہیں رکھتے۔ اس سے بیزار ہو جاتے ہو۔ شاید تم کبھی شادی نہیں کرو گے اور اگر کرو گے تو اسی ایک بیوی سے مطمئن رہو گے لیکن اس کے ساتھ بھی زیادہ عرصہ نہیں گزارو گے۔ ادھر سے ادھر بھٹکتے پھرو گے۔"

وہ بالکل درست کہہ رہا تھا۔ پارس نے ایک طویل مدت کے بعد ثانی سے شادی کی تھی۔ اس کے ساتھ اچھی ازدواجی زندگی گزارتا تھا لیکن کبھی کبھی اس سے دور ہو جاتا تھا۔ اسے یکسانیت پسند نہیں تھی۔ جب ادھر ادھر کافی عرصے بھٹکتا رہتا تھا تو پھر واپس ثانی کے پاس آ جاتا تھا۔

وہ اس سے بہت محبت کرتا تھا اور ثانی بھی اس کے مزاج کو سمجھتی تھی۔ اس لیے شکایت نہیں کرتی تھی اور صاف طور سے کہتی تھی کہ وہ کھونٹے سے بندھا ہوا بیل ہے۔ جتنی بھی دور جائے گا تو رسی کی لمبائی تک جا کر پھر واپس آئے گا۔ اپنی ثانی

کو نہ کبھی بھولے گا۔ نہ کبھی بےوفائی کرے گا۔

وہ بوڑھا اس کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا پھر بولا۔ ''تم اس وقت اپنی کسی بہت ہی چاہنے والی کے خیال میں ڈوبے ہوئے ہو تمہارے چہرے کی رونق بتا رہی ہے۔''

''بڑے میاں! تم تو بہت ہی پہنچے ہوئے ہو۔ میرے خیالوں کی اڑان تک پہنچ رہے ہو۔ کچھ اپنا تعارف تو کراؤ؟ کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اور کہاں جا رہے ہو؟''

''میرا نام کیمرون ماؤز ہے۔ نام سے سمجھ سکتے ہو کہ میں یہودی ہوں اور تل ابیب کا رہنے والا ہوں لیکن اس وقت میں پیرس جا رہا ہوں۔''

''تم پیرس کیوں جا رہے ہو؟''

''میں فی الحال تو نہیں جانتا کہ کیوں جا رہا ہوں؟ کبھی کبھی مجھے آگاہی ملتی ہے۔ میرے اندر یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ مجھے فلاں جگہ جانا چاہیے۔ فلاں جگہ رہنا چاہیے۔ مجھے یہ کرنا چاہیے۔ مجھے وہ کرنا چاہیے اور میں اسی کے مطابق کرتا ہوں تو مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بلکہ بہت عیش و آرام سے زندگی گزارتا رہتا ہوں۔''

''تمہارا کوئی کاروبار ہے؟ یا تم خاندانی رئیس ہو؟''

''نہ میں کوئی خاندانی رئیس ہوں۔ نہ میرا کاروبار ہے۔ میں جہاں جاتا ہوں تو اس شہر کے کسی بینک میں میرا اکاؤنٹ پہلے سے ہی کھلا ہوتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اکاؤنٹ کیسے کھل جاتا ہے؟ اور میرے دستخط وہاں کیسے ہو جاتے ہیں؟ مجھے جتنی رقم کی ضرورت ہوتی ہے میں اتنی رقم اس بینک سے نکلوا لیتا ہوں۔''

''پھر تو تم بڑی عجیب و غریب زندگی گزار رہے ہو یا تو مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو؟ یا پھر کسی جادوگر کے زیر اثر رہ کر اس کے آلہ کار بن کر اس کے لیے کام کرتے ہو؟''

''تم میرے اندازے کے مطابق درست کہہ رہے ہو۔ کبھی کبھی میں بھی یہی سوچتا ہوں لیکن پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس جادوگر کو میری ذات سے کیا فائدہ پہنچتا ہوگا؟ وہ مجھ پر کیوں مہربان ہو جاتا ہے؟ مجھے اپنے کسی سوال کا صحیح جواب نہیں ملتا تو میں اپنے ذہن کو جھٹک دیتا ہوں۔''

پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولا ''سوچتا ہوں کہ آدھی سے زیادہ عمر گزار چکا ہوں۔ اب بڑھاپا ہے تو یہ بڑھاپا کسی کی محتاجی کے بغیر اگر اسی طرح گزر رہا ہے۔ تو پھر گزارنا چاہیے۔''

''کیا تم جس سے ملتے ہو اسی طرح اسے اپنے بارے میں بتاتے ہو؟''

''نہیں۔ میں آدمی دیکھ کر بات کرتا ہوں۔ قیافہ شناس ہوں اور تمہارے بارے میں یقین سے کہتا ہوں کہ تم کسی کے لیے کوئی مسئلہ پیدا نہیں کرتے ہو۔ اس لیے میری بات بھی کسی سے کہہ کر میرے لیے مسئلہ پیدا نہیں کرو گے۔''

''تمہارے اعتماد کا شکریہ میں تمہارے بارے میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گا۔''

''تم بھی تو اپنے بارے میں کچھ بتاؤ؟ کون ہو؟ کہاں سے آ رہے ہو اور کہاں جا رہے ہو؟''

''میرا نام جوڈی نارمن ہے۔ میں چلی سے آ رہا ہوں اور پیرس اپنی بیوی سے ملنے کے لیے جا رہا ہوں۔''

کیمرون ہنسنے لگا۔ پارس نے پوچھا ''ہنس کیوں رہے ہو؟''

''میں نے اپنے بارے میں سب کچھ سچ کہہ دیا لیکن تم مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو۔ اپنی اصلیت مجھ سے چھپا رہے ہو۔''

''تم اگر یہ سمجھتے ہو تو پھر یہ بھی جانتے ہو گے کہ میری اصلیت کیا ہے؟ میں کون ہوں اور کہاں جا رہا ہوں؟''

''میں نے کل رات خواب میں دیکھا تھا کہ میں سفر کر رہا ہوں اور میرا ہم سفر ایک مسلمان نوجوان ہے اور وہ ایک بہت بڑے باپ کا بیٹا ہے۔''

''یہ بہت بڑے باپ کا بیٹا کیا ہوتا ہے؟''

''یعنی کہ بہت دولت مند باپ کا بیٹا یا پھر بہت مشہور و معروف باپ کا بیٹا یا کسی ایسے شخص کا بیٹا جس نے اس دنیا میں بہت بڑا کارنامہ سر انجام دیا ہو اور سب اسے جانتے ہوں۔''

پارس نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا ''مسٹر کیمرون! یا تو تم میرے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو اور جان بوجھ کر انجان بن رہے ہو؟ یا پھر کچھ نہیں جانتے اور تمہارے پیچھے کوئی بہت ہی پراسرار شخص چھپا ہوا ہے۔ جو میرے بارے میں جانتا ہے؟''

وہ بولا ''میرا اپنے بارے میں یہ خیال ہے کہ میں کسی شخص کے زیر اثر نہیں ہوں۔ کوئی میرے اندر چھپا ہوا نہیں ہے۔ میرے پاس غیر معمولی علم ہے۔ میں صرف قیافہ شناس ہی نہیں ہوں۔ بلکہ علم نجوم کا بھی ماہر ہوں۔ چہرے کو ہاتھوں پاؤں کی انگلیوں کو اور ان کی بناوٹ کو دیکھ کر میں صحیح بات بتاتا ہوں۔ تمہارے جسم کے ایک ایک حصے کا مطالعہ کر کے اسے غور سے دیکھ کر یہ بتا سکتا ہوں کہ تم کون ہو؟ کیا ہو؟ اور کیا کرتے پھرتے ہو؟''

ایسے ہی وقت الپا نے اس کے دماغ میں آ کر اسے

مخاطب کیا ''ہائے پارس! کیا میں تھوڑی دیر تمہارے اندر رہ کر تم سے کچھ باتیں کر سکتی ہوں۔''

پارس نے کیمرون کو دیکھا پھر کہا ''مسٹر! میں تھوڑی دیر خاموشی چاہتا ہوں۔ تم نے جو کچھ کہا ہے۔ اس پر غور کروں گا پھر تم سے باتیں کروں گا۔ تھوڑی دیر خاموش رہو۔''

پھر اس نے الپا سے کہا ''تم بہت اچھے وقت پر آئی ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے اس ہم سفر بوڑھے کے خیالات پڑھو۔ معلوم کرو کہ اس کی اصلیت کیا ہے؟ یہ بہت ہی پراسرار ہے۔''

''مجھے اس کی آواز سناؤ۔''

پارس نے کہا ''مسٹر! تم نے میری بات کا برا تو نہیں مانا ہے؟''

کیمرون نے کہا ''نہیں۔ ہرگز نہیں۔ تمہیں خاموش رہ کر میری باتوں پر غور کرنا چاہیے۔ میں بھی خاموش رہوں گا۔''

الپا اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے لگی پھر اسے بتانے لگی کہ یہ بوڑھا ایک ماہر علم نجوم ہے۔ قیافہ شناس ہے اور جسم کے مختلف حصوں کا مطالعہ کر کے اس شخص کے بارے میں صحیح باتیں بتا دیتا ہے۔''

پارس نے کہا ''یہ کہتا ہے کہ اسے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور وہ اس کے مطابق عمل کرتا ہے تو ہمیشہ خوشحال رہتا ہے؟''

''یہ درست کہہ رہا ہے۔ اس نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک مسلمان نوجوان اس کا ہم سفر ہے اور وہ اس کے ساتھ پیرس جا رہا ہے۔ پیرس پہنچنے سے پہلے اس کے بینک اکاؤنٹ میں لاکھوں ڈالرز جمع ہو گئے ہیں۔ وہ پھر سے خوش حال ہو گیا ہے۔''

''کیا اس کے خواب میں جو کچھ اسے نظر آتا ہے۔ وہ اسے آگاہی سمجھتا ہے؟''

''ہاں۔ یہی اس کے لیے آگاہی ہوتی ہے۔ وہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد سمجھ گیا تھا کہ اسے پیرس کی طرف سفر کرنا چاہیے۔ اسے لاکھوں ڈالرز کا منافع حاصل ہوگا اور وہ پیرس جیسے شہر میں عیش و آرام سے رہے گا۔''

پارس نے کہا ''میرا خیال ہے کہ اس کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پراسرار شخص چھپا ہوا ہے۔ اسے اپنا آلہ کار بنا رہا ہے اور اس نے اسے خاص طور پر میرے پیچھے لگایا ہے۔''

''تمہارا خیال درست بھی ہو سکتا ہے۔ مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔ میں اس کے خیالات اور ذرا گہرائی تک پڑھ لوں تم اسے باتوں میں الجھائے رکھو۔''

''یہ معلوم کرو کہ اسے کتنے عرصے سے آگاہی حاصل ہو رہی ہے۔ کیا بچپن سے جوانی سے یا اب بڑھاپے سے؟''

''میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔''

وہ اس کے چور خیالات پڑھنے لگی ''پچھلے ایک ماہ سے اس کے ساتھ ایسا ہو رہا ہے۔ جب بھی وہ خواب میں کچھ دیکھتا تھا اور اس خواب کے مطابق عمل کرتا تھا تو اسے لاکھوں ڈالرز کا منافع حاصل ہوتا ہے۔''

''یہ معلوم کرو کہ اس نے پہلی بار کب خواب دیکھا تھا اور وہ خواب دیکھنے سے پہلے کن لوگوں سے ملتا رہا تھا؟ اور کس نے اسے زیادہ متاثر کیا تھا؟''

الپا پھر اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ اس کے بعد بولی ''ایک ماہ پہلے کئی گاہک اس کے پاس آئے تھے اور اپنی قسمت کا حال معلوم کرتے رہے تھے لیکن ان میں سے ایک ان سب سے مختلف تھا۔''

''وہ کس پہلو سے مختلف تھا؟''

''کیمرون نے اس کے ستاروں کا جائزہ لیا تھا۔ اس کے ہاتھ کی لکیریں دیکھی تھیں۔ چہرے کو پڑھا تھا۔ جسم کے حصوں کو ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کو اور ان کی بناوٹ کو بغور دیکھا تھا۔ ایک ایک چیز کی ہسٹری معلوم کی تھی پھر اس سے کہا تھا کہ وہ نوجوان پراسرار علوم جانتا ہے۔ اگر وہ اپنے بارے میں سچ سچ بتائے گا، اس سے کچھ نہیں چھپائے گا تو اس نوجوان کے بارے میں اور بھی کچھ سچی باتیں بتا سکے گا۔ مستقبل کا حال تو یقیناً بتائے گا۔''

''کیا اس جوان نے اسے اپنی اصلیت بتائی تھی؟''

''ہاں۔ اس نے کہا کہ اس کا نام آوازون ہے۔ وہ روس کا رہنے والا ہے۔ ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے اور پراسرار علوم سے بھی واقف ہے۔ بہت کچھ جاننے کے باوجود وہ کیمرون جیسے نجومیوں سے ملتا رہتا ہے اور اپنے مستقبل کے بارے میں ٹھوس اور سچی باتیں جاننا چاہتا ہے۔ اس نے اپنے پراسرار علم کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ کیمرون نامی ماہر نجوم اس کے بہت کام آ سکتا ہے۔ لہٰذا وہ اس سے ملنے کے لیے آیا تھا۔''

پارس نے کہا ''الپا! ہم نے آوازون کا نام سنا ہے۔''

''ہاں۔ زار روس کے دور میں جس طرح راسپوٹین وہاں کے بادشاہ کا بہت ہی چہیتا ماہر نجوم اور بہت ہی پراسرار علم نجوم جاننے والا تھا۔ اسی طرح آوازون بھی اس دربار میں یہی درجہ حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن راسپوٹین نے اس کے قدم دربار میں جمنے نہیں دیے۔ جب سے ہی ان دونوں کے درمیان دشمنی چلی آ رہی ہے۔''

پارس نے کہا "عدنان کو بار بار اغوا کیا جا رہا ہے اور راسپوٹین سوم یعنی ولاڈی میرا سے ہر حال میں حاصل کرنا چاہتا ہے پھر اس کے اور اس کی سوتیلی ماں اور بھائی بہنوں کے درمیان اختلافات ہیں ان کے آپس کے جھگڑے ہیں۔ ان ہی جھگڑوں کے دوران میں ہم نے آوازون کا نام سنا تھا لیکن اس کے بارے میں پوری تفصیل ابھی معلوم نہیں ہو سکی ہے۔"

الپا نے کہا "جسٹ آ منٹ! میں اس کے کچھ اور ضروری خیالات پڑھ رہی ہوں پھر تم سے بات کرتی ہوں۔"

وہ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد بولی "آوازون ایک ماہ پہلے اس کے پاس آیا تھا۔ اسی رات اس نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا لیکن ناکام رہا تھا۔ پتا چلا کہ اس پر کسی قسم کا عمل دیر پا نہیں رہتا ہے۔ اس نے عمل کے بعد اسے تنویمی نیند سونے کے لیے کہا تھا۔ جب یہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد بیدار ہوا تو اسے سب کچھ یاد آتا رہا کہ کسی نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ جبکہ اسے یاد نہیں آنا چاہیے تھا اور اسے آوازون کا معمول اور تابعدار بن جانا چاہیے تھا۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ یہ آوازون یا کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا تابعدار نہیں ہے؟"

"فی الحال تو یہی سمجھ میں آ رہا ہے کہ آوازون اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانے میں ناکام رہا ہے۔ اس لیے اس کے دماغ میں آتا ہے۔ جب یہ گہری نیند میں ہوتا ہے تو وہ خواب کے ذریعے اسے سمجھاتا ہے کہ کیا کرنا چاہیے؟ اور کیا نہیں کرنا چاہیے؟ اور اگر وہ خواب کے مطابق عمل کرے گا تو اسے لاکھوں ڈالرز کا فائدہ پہنچے گا۔ اس طرح آوازون اسے لاکھوں ڈالرز کا فائدہ دیتا رہتا ہے اور اسے اپنا آلہ کار بنائے رکھتا ہے۔"

"اس طرح یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ آوازون نے اسے آلہ کار بنا کر میرے پیچھے لگا رکھا ہے۔ اب یہ مجھے سمجھنا ہوگا کہ وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے اور اس نے اس بوڑھے کو کیوں میرے پیچھے لگا رکھا ہے؟"

الپا نے کہا "ابھی تھوڑی دیر پہلے جناب تمریزی نے مجھ سے کہا تھا کہ اسرائیلی اکابرین مجھے دوبارہ اپنے ملک میں بلانے کے لیے سازشیں کر رہے ہیں۔ وہ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کے جواب میں ایسی قوتوں سے ساز باز کر رہے ہیں جو مجھے مجبور کر سکتی ہیں کہ میں اپنوں میں واپس چلی جاؤں۔"

"اگر وہ تمہیں دوبارہ حاصل کرنے کے لیے ایسی سازشیں کر رہے ہیں تو اس کا مجھ سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ اور وہ آوازون میرے پیچھے کیوں پڑا ہوا ہے؟"

"بات اصل میں یہ ہے کہ میں اپنی بیٹی سے ملنا چاہتی ہوں۔ جناب تمریزی نے اجازت دی ہے کہ میری بیٹی ادارے سے باہر آئے گی اور میرے ساتھ کچھ عرصے وقت گزارے گی اور جب تک ادارے میں واپس نہیں جائے گی۔ اس وقت تم میرے اور میری بچی کے ساتھ رہو گے۔ ایسے وقت بڑے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ دشمنوں کی سازشیں رنگ لا سکتی ہیں۔ لہٰذا ہمیں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہوگی۔"

پارس نے کہا "ہاں۔ بات کچھ سمجھ میں آ رہی ہے دشمنوں نے پراسرار علوم کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ آئندہ میں اپنی بیٹی کے ساتھ کہیں رہا کروں گا۔ اس لیے وہ ابھی سے میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

"یہی بات میری سمجھ میں بھی آ رہی ہے کہ وہ لوگ اس بوڑھے کو آلہ کار بنا کر میری بچی تک پہنچنا چاہیں گے۔"

"وہ میری بیٹی ہے۔ جو دشمن اس کے سائے تک بھی پہنچنا چاہے گا۔ میں اس سے پہلے اسے جہنم میں پہنچا دوں گا۔"

"دشمن جانتے ہیں کہ تم سے مقابلہ کتنا سخت ہوگا۔ اسی لیے انہوں نے تمہارے پیچھے اپنے آلہ کار لگا دیے ہیں۔"

"مجھے یہ بتاؤ کہ جناب تمریزی نے ہماری بیٹی کے سلسلے میں اور کیا کہا ہے؟ کیا تم اس سے ملنے کے لیے پیرس آ رہی ہو؟"

"نہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ واپس آ کر ادارے میں جاؤ گے اور وہاں سے بیٹی کو لے کر میرے پاس پاکستان پہنچو گے۔ میں یہاں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔"

"اچھا اب بات اور واضح طور پر سمجھ میں آ رہی ہے۔ آوازون نے اپنے پراسرار علم کے ذریعے معلوم کیا ہوگا کہ میری بیٹی میرے ساتھ پیرس سے لے کر پاکستان کے شہر اسلام آباد تک تمہارے ہی۔ اس دوران میں مجھے نقصان پہنچا کر اسے اغوا کیا جا سکتا ہے۔"

"تم کہو تو میں پیرس آ جاتی ہوں۔ ہم دونوں ڈھال بن کر بیٹی کو یہاں لے آئیں گے۔"

"تم خوامخواہ اتنی دور سفر کیوں کرو گی؟ جہاں ہو وہیں سے خیال خوانی کے ذریعے بیٹی کو تحفظ فراہم کر سکتی ہو۔ تم جسمانی طور پر ہمارے ساتھ نہ ہوتے ہوئے بھی خیال خوانی کے ذریعے دن رات موجود رہ سکتی ہو۔"

"پارس! ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ دشمن نے کیمرون کو تمہارے پیچھے کیوں لگایا ہے؟ اور اس کے ذریعے وہ کیا فائدہ

حاصل کر رہا ہے یا کیا معلومات حاصل کر رہا ہے؟"

"یہ تو تم ہی اس کے خیالات پڑھ کر مزید معلوم کر سکتی ہو یا پھر میرے پیرس پہنچنے تک یہ دیکھنا ہوگا کہ یہ میرے خلاف کیا کرنے والا ہے؟ یہ بے چارہ تو کچھ نہیں کرے گا لیکن اس کے ذریعے کچھ کرایا جائے گا۔"

"تم اس سے بات کرو۔ میں اس کے مزید خیالات پڑھتی ہوں۔"

پارس ایک طرف خلا میں تک رہا تھا اور سوچ کے ذریعے الپا سے باتیں کر رہا تھا۔ اس دوران میں مسلسل خاموش رہا تھا پھر اس نے سر گھما کر بوڑھے کیمرون کو دیکھا تو وہ ہنسنے لگا۔ اس نے پوچھا "کیوں ہنس رہے ہو؟"

"میں تمہارا چہرہ پڑھ رہا تھا۔ جب کوئی سامنے والا مسلسل بولتا ہے تو سننے والے کے چہرے پر اس کا ردعمل ہوتا ہے۔ وہ اس کی باتیں سن کر یا تو اس سے اتفاق کرتا ہے یا اس کی مخالفت میں کچھ بولتا ہے یا اپنی رائے پیش کرتا ہے۔ اس دوران چہرے کے تاثرات بدلتے رہتے ہیں۔ اسی طرح سے تمہارے چہرے کے تاثرات بھی بدلتے رہتے تھے کہ جیسے تم کسی سے باتیں کر رہے تھے۔ اس کی باتیں سن رہے تھے۔"

وہ مسکرا کر بولا "اولڈ مین......! تم بہت گہرے ہو بے شک۔ قیافہ شناسی کے ماہر ہو۔ میں واقعی اپنی ایک محبوبہ سے بات کر رہا تھا۔ وہ جب مجھے یاد آتی ہے تو میں اسے تصور میں دیکھتا ہوں وہ میری نگاہوں کے سامنے چلی آتی ہے پھر وہ بولتی رہتی ہے۔ میں سنتا رہتا ہوں پھر میں اس سے بولتا ہوں تو وہ میری باتیں سنتی رہتی ہے۔"

"کیا تمہاری وہ محبوبہ تمہارے لیے کوئی پرابلم پیدا کر رہی ہے یا تمہیں کسی مصیبت میں ڈال رہی ہے؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم رومانی گفتگو کر رہے تھے۔"

"میں نہیں مان سکتا۔ تمہارے چہرے سے ایسا ظاہر ہوتا رہا کہ جیسے تم تشویش میں مبتلا ہو اور کسی بہت ہی پریشان کن مسئلے پر اس سے گفتگو کر رہے ہو۔"

"عورت سے بڑا مسئلہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ وہ ضد کر رہی تھی کہ شادی کے فوراً بعد بچے پیدا کرے گی اور میں انکار کر رہا تھا۔ میں کہہ رہا تھا کہ ہم دو چار برس بچوں کے بغیر تفریح کریں گے۔ خوب دنیا کی سیر کریں گے اور وہ کہہ رہی تھی کہ کم از کم دو بچوں کو گود میں لے کر دنیا کی سیر کرے گی۔ بس اسی بات پر جھگڑا ہو رہا تھا۔"

وہ بولتے بولتے رک گیا۔ اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر پوچھا "الپا! کیا تم پھر میرے پاس آ گئیں؟ اس کے خیالات نہیں پڑھ رہی ہو؟"

ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی "میں الپا نہیں ہوں۔"

پارس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ دوسرے ہی لمحے میں بوڑھا ہنسنے لگا پھر اس کی آواز اور لہجہ بدل گیا۔ وہ بوڑھے کے ذریعے بول رہا تھا "مسٹر پارس! میں سمجھا تمہاری الپا تمہارے اندر ہوگی تو پھر تم مجھے محسوس نہیں کر سکو گے۔ تھوڑی دیر پہلے میں تمہارے اندر رہ کر الپا سے ہونے والی گفتگو سن رہا تھا۔ تمہارا اور الپا کا اندازہ درست ہے۔ میں آوازون ہوں۔"

الپا بوڑھے کیمرون کے اندر تھی۔ اس کے لب و لہجے کو بدلتے دیکھ کر، اس کے ذہن کو پڑھ کر سمجھ گئی کہ اس کے ذریعے آوازون بول رہا ہے۔ وہ فوراً ہی پارس کے دماغ میں آ گئی۔ اس وقت وہ اپنا نام بتا کر کہہ رہا تھا کہ ابھی میں اپنا پورا تعارف نہیں کراؤں گا۔ تم لوگوں نے اپنے طور پر میرے بارے میں جو معلومات حاصل کی ہیں۔ وہ معلومات غلط نہیں ہیں لیکن اس کے آگے بھی میرے بارے میں جاننے کے لیے بہت کچھ رہ جاتا ہے۔

الپا نے کہا "فی الحال تو ہم یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

"میرے دل میں نیکی ہے میں تمہارے لیے نیک خیالات رکھتا ہوں۔ تم دونوں سے دوستی اور رشتے داری چاہتا ہوں۔"

پارس نے کہا "دوستی کی بات تو سمجھ میں آ رہی ہے کہ تم الپا سے دوستی کر کے اسے کسی طرح اسرائیل پہنچانا چاہتے ہو۔ وہاں کے اکابرین سے تمہارے دوستانہ تعلقات ہیں اور تم نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ کسی بھی طرح الپا کو ان تک پہنچا دو گے۔"

وہ بولا "تم لوگوں کی معلومات بہت وسیع ہیں۔ تمہاری کامیابی کا راز یہی ہے کہ تم سب اپنے مخالفین کی ایک ایک بات سے باخبر رہتے ہو! بے شک میرا اور اسرائیلی اکابرین کا ایک معاہدہ ہوا ہے اس کے مطابق میں کام کر رہا ہوں۔ دوستی ان سے ہے اور تم سے بھی رکھنا چاہتا ہوں۔"

"دو کشتیوں میں پاؤں رکھ کر سفر کرنے کا نتیجہ تو جانتے ہی ہو؟"

"ہاں۔ جانتا ہوں۔ جب تم سے دوستی ہوگی تو میں ان سے دوستی ختم کر دوں گا اور اس کی ایک ہی شرط ہوگی۔"

"ان سے دوستی ختم کرنے اور ہم سے دوستی کرنے کی

شرط کیا ہو سکتی ہے؟"
"یہی کہ تم سے رشتے داری ہو جائے۔"
"یہی ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کس قسم کی رشتے داری کرنا چاہتے ہو؟"
"میں تمہاری بیٹی کا رشتہ مانگ رہا ہوں۔ اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"
الپا نے کہا "ہوش میں تو ہو۔ میری بیٹی ابھی سات برس کی ہے اور تم کم از کم تیس چالیس برس کے ضرور ہو گے۔"
"نہیں میری اتنی عمر تو نہیں ہے مگر ہاں میں اٹھائیس برس کا ہوں۔"
"تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ ہم اپنی سات برس کی بیٹی کا رشتہ تم سے کر دیں گے؟"
"ابھی نہ سہی۔ جب وہ جوان ہو جائے، بالغ ہو جائے اور شادی کے قابل ہو جائے۔ تب تو رشتہ منظور کیا جا سکتا ہے؟"
پارس نے کہا "تم یہودی ہو اور میں مسلمان ہوں میری بیٹی کا رشتہ تم سے نہیں ہو سکے گا۔"
"کیوں نہیں ہو سکتا؟ الپا یہودی ہے اور وہ اپنی یہودی بیٹی کا رشتہ مجھ سے کر سکتی ہے۔"
الپا نے کہا "اولاد کا حسب و نسب باپ سے دیکھا جاتا ہے۔ ماں سے نہیں۔ لہٰذا تم رشتے کی بات نہ کرو۔"
"میں کرنا چاہتا ہوں اور ہر حال میں یہ رشتہ کروں گا۔ اس کے لیے چاہے مجھے اپنا مذہب ہی کیوں نہ چھوڑنا پڑے۔"
پارس نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم کٹر یہودی ہو کر اپنا مذہب چھوڑ دو گے؟ اسلام قبول کر لو گے؟"
"ہاں۔ اگر تم دونوں نے اپنی بیٹی کا رشتہ دینے سے انکار کیا تو میرے سامنے دو راستے ہی رہ جائیں گے۔ ایک تو یہ کہ میں تم دونوں سے دشمنی مول لوں اور کسی طرح تمہاری بیٹی کو اغوا کر کے اپنے پاس لے آؤں اور جبراً اس سے شادی کر لوں اور دوسرا راستہ یہی دوستی اور خیر سگالی کا ہو گا۔ تم دونوں کا داماد بننے کے لیے میں اپنا مذہب بدل سکتا ہوں۔ اسلام قبول کر سکتا ہوں۔ آزما کر دیکھ لو۔"
پارس نے کہا "تعجب ہے کہ تم میری بیٹی سے ہی کیوں شادی کرنا چاہتے ہو؟ کیا کوئی خاص بات ہے؟"
الپا نے کہا "یقیناً کوئی خاص بات ہو گی۔ مسٹر آوازون! تم ولاڈی میر اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف کی طرح پراسرار علوم جانتے ہو۔ یقیناً تم نے اپنے کسی پراسرار علم کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ میری بیٹی تمہارے لیے بہت اہم ہو گی؟ اسے تمہارے پاس رہنا چاہیے۔ لہٰذا تم میری بیٹی کو حاصل کرنے کے لیے اس کا رشتہ مانگ رہے ہو۔"
"میڈم الپا......! تم بہت ذہین اور چالاک ہو۔ اس لیے تو برسوں تک اسرائیل پر حکومت کرتی رہیں اور آج بھی کر سکتی ہو لیکن تم نے اپنے طور پر انہیں چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ صرف اپنی بات کروں گا۔ بے شک تم نے صحیح اندازہ لگایا ہے میرے پراسرار علم کے ذریعے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تمہاری بیٹی میرے لیے بہت ضروری ہے۔"
پارس نے کہا "تعجب ہے۔ ہمارے دو بچے تم یہودیوں کے لیے اتنے ضروری کیوں ہو گئے ہیں؟ میرے بھائی پورس کا بیٹا عدنان راسپوٹین فیملی کے لیے بہت ضروری ہو گیا ہے اور میری بیٹی تمہارے لیے ضروری ہو گئی ہے۔ آخر یہ معاملہ کیا ہے؟ لیکن یہ کیا راز ہے؟ عدنان کے بارے میں تو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ جب تک زندہ رہے گا، ولاڈی میر اور اس کی سوتیلی ماں پر نحوستیں طاری رہیں گی۔ اس لیے وہ اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اسے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ اب ہماری بیٹی کے بارے میں بتاؤ کہ اسے کس طرح مارنا چاہو گے؟ کیا رشتے دار بن کر؟"
آوازون نے کہا "مجھے غلط نہ سمجھو۔ تمہاری بیٹی کی زندگی میری زندگی ہے۔ میں اس کی موت کبھی نہیں چاہوں گا۔ یقیناً اس کی موت سے ہی نہیں اس کے کسی بھی نقصان سے مجھے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس کی تقدیر میری تقدیر سے وابستہ ہو گئی ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ اگر الگ رہیں گے تو ادھر میں مشکل میں رہوں گا اور ادھر تمہاری بیٹی مشکل میں گرفتار رہے گی۔"
"مسٹر آوازون! تم اپنے پراسرار علوم سے اور علم نجوم سے طرح طرح کے زائچے بنا کر اپنی قسمت اور مستقبل کا حال معلوم کرتے ہو اور اس کے مطابق زندگی گزارتے ہو۔ اس کے برعکس ہم اپنے بزرگانِ دین سے استفادہ کرتے ہیں۔ ہمارے بزرگ جناب علی اسد اللہ تبریزی ہیں۔ ہم ان کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ وہ جو کہتے ہیں اسی کے مطابق اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ انہوں نے ہم سے کبھی یہ نہیں کہا کہ عدنان کی وجہ سے دوسروں پر نحوستیں طاری ہوں گی اور یہ بھی کبھی نہیں کہا کہ میری بیٹی تمہارے لیے بہت لازمی ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہو گی اور اگر جناب تبریزی ہم سے کچھ کہیں گے تو ہم اس سلسلے میں غور کریں گے اور پھر تم سے باتیں کریں

گے۔"
آوازون نے کہا "آپ میری ایک بات مان لیں کہ ابھی اپنے بزرگ جناب تبریزی سے رابطہ کریں۔ انہیں بتائیں کہ میں آپ کی بیٹی کا رشتہ طلب کر رہا ہوں اور یہ بھی بتا دیں کہ میرے سامنے صرف دو ہی راستے ہیں یا تو میں مناسب انداز میں رشتہ طلب کروں یا پھر آپ کی بیٹی کو اغوا کر کے لے جاؤں؟"
پارس نے سخت لہجے میں کہا "بکواس مت کرو۔ تم نے دوسری بار میری بیٹی کو اغوا کرنے کی بات کہی ہے۔ اسے اغوا کرنا تو دور کی بات ہے اس کے لیے ایسا لفظ بھی استعمال نہ کرنا۔ ورنہ میں تمہارے پیچھے پڑ گیا تو تمہاری نیندیں اڑ جائیں گی۔ نہ رات کو سو سکو گے اور نہ ہی دن کو۔ میں ہمیشہ آسیب کی طرح تمہارے دماغ پر چھایا رہوں گا۔"
"میں نے تمہارے بارے میں بہت سنا ہے۔ یقیناً تم ایسے ہی ہو سکتے ہو۔ جیسا کہ خود کو ظاہر کر رہے ہو مگر ابھی تو میں بہت ہی سہولت سے اور تہذیب کے دائرے میں رہ کر رشتہ طلب کر رہا ہوں۔"
"تو پھر صاف صاف سن لو کہ ہمیں انکار ہے۔ اگر اپنی زندگی سے بیزار ہو جاؤ تو میری بیٹی کو اغوا کرنے کی جرأت کرنا۔ تب سمجھ آئے گی کہ اچانک زندگی کیسے مختصر ہو جاتی ہے۔ اب جاؤ یہاں سے!"
یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ آوازون اس کے دماغ سے باہر چلا گیا۔ چند لمحوں کے لیے الپا بھی اس کے دماغ سے چلی گئی پھر اس کے اندر آ کر بولی "جناب تبریزی نے کہا تھا کہ میری بیٹی جب ادارے سے باہر آئے گی تو بڑے مسائل پیدا ہوں گے اور ابھی وہ باہر نہیں نکلی ہے تو مسائل پہلے ہی پیدا ہونے لگے ہیں۔"
آوازون نے بوڑھے کیمرون کی آواز میں کہا "مسٹر پارس تم نے اپنے دماغ سے مجھے نکال دیا تو کوئی بات نہیں کیونکہ اب میں تم سے بات کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ مجھے جو کرنا ہے وہ میں کروں گا۔ اب اس بوڑھے کی بھی مجھے ضرورت نہیں رہی۔ میں نے سیدھی انگلی سے گھی نکالنا چاہا۔ نہیں نکلا تو اب ٹیڑھی انگلی سے نکالوں گا۔ اوکے، گڈ بائے پھر ملاقات ہو گی۔"
بوڑھا اپنا سفری بیگ اٹھاتے ہوئے اپنی سیٹ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا "میں اب پچھلی سیٹ پر جا رہا ہوں۔ ذرا آرام سے ہاتھ پیر پھیلا کر سونا چاہوں گا۔"
وہ وہاں سے پیچھے ایک سیٹ پر چلا گیا۔ وہاں کی سیٹیں خالی تھیں۔ وہ واقعی ہاتھ پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا۔ آوازون یہ ظاہر کر رہا تھا کہ اب وہ اس بوڑھے کو آلہ کار نہیں بنائے گا اور نہ ہی اسے پارس کے پیچھے لگائے گا۔ پارس نے الپا سے کہا:
"یہ کم بخت ہمیں نادان سمجھتا ہے۔ اپنے آلہ کار کو مجھ سے دور لے گیا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں اس بوڑھے کو اہمیت نہیں دوں گا لیکن میں پیرس پہنچنے تک اس پر کڑی نظر رکھوں گا۔"
الپا نے کہا "میں اپنی بیٹی کے لیے پریشان ہوں۔ وہ کم بخت اپنی عمر نہیں دیکھ رہا ہے۔ میری سات برس کی بیٹی کے پیچھے پڑ گیا ہے۔"
"جب مٹی کا کیڑا مرنا چاہتا ہے تو وہ رینگتا ہوا سڑک پر آ جاتا ہے۔ یہ نہیں جانتا کہ کس کے قدموں تلے روندا جائے گا۔ ہمیں اب آوازون کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہیے کہ یہ کون ہے اور کتنی غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے۔ ہمیں دشمن کے ہر ہتھیار اور ہر دشمن سے واقف رہنا چاہیے۔"
وہ دونوں تھوڑی دیر تک خاموش رہے اور اپنی بیٹی کے بارے میں سوچتے رہے۔ وہ ایک دیے کی ننھی سی لو تھی اسے طوفانی ہواؤں سے بچائے رکھنا تھا۔

☆☆☆

آوازون ماسکو میں تقریباً ستر کلومیٹر کے فاصلے پر ایک مکان میں تھا۔ اس مکان کے ایک کمرے میں تاشا بیٹھی ہوئی کالے منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔ وہ چودہ برس کی تھی۔ کالا عمل کرنے کے دوران میں اس سے کوئی غلطی ہو سکتی تھی لیکن آوازون اس کے پاس موجود تھا۔ اس سے کوئی غلطی ہوتی تھی تو وہ اسے درست کر دیتا تھا اور وہ پھر سے ان منتروں کا جاپ کرنے لگتی تھی۔
اس مکان سے تقریباً پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک اور خفیہ اڈا تھا۔ وہاں کے ایک کمرے میں عدنان کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔ وہ ایک چھوٹا سا مکان تھا۔ چھوٹی سی پہاڑی پر گھنی جھاڑیوں کے درمیان۔ دور سے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ تاشا جو کالا عمل کر رہی تھی۔ اس کے نتیجے میں وہ مکان قریب سے بھی نظر نہیں آ سکتا تھا۔
اگر ولاڈی میر کسی طرح بھٹکتا ہوا ادھر آ جاتا تو اسے بھی وہ مکان دکھائی نہ دیتا۔ اس مکان کے دروازے تک پہنچنے کے لیے تاشا کے کالے عمل کا توڑ کرنا ضروری ہوتا۔
انہیں اطمینان تھا کہ ولاڈی میر یا سونیا عدنان کو تلاش کرتے ہوئے ادھر نہیں آ سکیں گے۔ آئیں گے بھی تو بھٹکتے رہیں گے اور وہ مکان انہیں کبھی نظر نہیں آئے گا۔ تاشا بڑی دیر سے منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔ پھر وہ پڑھتے پڑھتے رک

گئی۔ آوازون نے اس کے سر پر بڑی شفقت سے ہاتھ رکھ کر پوچھا" تاشا......! کیا ہوا؟"

وہ اس کے شانے پر سر رکھ کر بولی" بھائی! میں بہت تھک گئی ہوں۔"

"میری بہن اتنی سی تو ہے۔ ابھی عمر ہی کیا ہے کہ اتنے بڑے بڑے منتروں کا جاپ کرنے لگی ہے۔ ماما نے تو تم پر بہت زیادہ بوجھ ڈال دیا ہے۔"

"ماما...... کبھی مجھ پر اتنا بوجھ نہیں ڈالتیں۔ وہ اولوپ کی موت کے باعث مجبور ہو گئی ہیں۔ وہاں سوگ میں ہیں۔ اس لیے میں ان کی جگہ مصروف ہو گئی ہوں۔ آخر میں ان کی بیٹی ہوں۔ ان کا کام تو میں ہی سنبھالوں گی ناں؟"

وہ پیار سے مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولا" تم بہت ذہین ہو۔ اتنی سی عمر میں بہت کچھ سیکھ رہی ہو اور ماں کا کام بھی سنبھال رہی ہو۔"

تاشا آوازون کو بھائی کہہ رہی تھی اور واقعی وہ اس کا بھائی تھا۔ ارنا کوف نے آوازون کو جنم دیا تھا لیکن وہ ارنا کے شوہر راسپوٹین کی اولاد نہیں تھا۔

اس کی مختصر سی ہسٹری یہ تھی کہ ارنا کوف پہلے آوازون سوم کی بیوی تھی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ آوازون زار روس کے دربار میں رسائی حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن راسپوٹین نے اس کے وہاں قدم جمنے نہیں دیے۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی طرح پراسرار علوم جاننے والا آوازون زار روس کے دربار میں آئے اور اسے کسی پہلو سے کم تر بنائے۔ وہ زار روس کی نظروں میں ہمیشہ برتر رہنا چاہتا تھا۔

راسپوٹین نے آوازون پر ایک سنگین الزام لگا کر اسے گرفتار کروایا تھا اور سزائے موت دلوانا چاہتا تھا۔ اس وقت بادشاہ راسپوٹین کے اشاروں پر چلتا تھا۔ اس کے تنویمی عمل اور ٹیلی پیتھی کے زیر اثر رہا کرتا تھا۔ اس نے بھی حکم دیا تھا کہ آوازون سوم کو سزائے موت دی جائے۔

ان دنوں ارنا کوف کے حسن و شباب کا بہت چرچا تھا۔ سب کہتے تھے کہ آوازون سوم بڑا خوش نصیب ہے جو ارنا کوف جیسی حسینہ عالم اس کے پہلو میں رہتی ہے۔

راسپوٹین سوم ارنا پر مرمٹا تھا۔ اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ کسی بھی طرح آوازون سے چھین لینا چاہتا تھا اور چھین لینے کا یہی ایک طریقہ تھا کہ وہ اسے سزائے موت دلوا رہا تھا۔ اس کے بعد ارنا کوف بیوہ ہو جاتی تو وہ اسے اپنی طرف مائل کر سکتا تھا۔

جب آوازون سوم کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا تو اس رات ارنا راسپوٹین کے محل میں آئی پھر بولی" تم میرے شوہر سے دشمنی کیوں کر رہے ہو؟ اسے کیوں جان سے مارنا چاہتے ہو؟"

"تم اگر اسے بچانا چاہتی ہو۔ اسے زندہ دیکھنا چاہتی ہو تو اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑ دو۔ میرے پاس آ جاؤ مجھ سے شادی کر لو اور میرے بچے پیدا کرو۔"

"کیا میں تمہارے پاس آؤں گی تو تم اسے سزائے موت سے بچا لو گے؟"

"یہ میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ زار روس میرے اشاروں پر چلتا ہے میں جو کہوں گا وہی ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تم سے شادی کروں گی لیکن ابھی تو میں اس کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ تم اس کا بچہ پیدا کرو اور اس کے حوالے کر کے میرے پاس چلی آؤ۔"

"بچہ چھ ماہ بعد جنم لے گا۔ اس کے دو ماہ بعد میں تمہارے قریب آؤں گی۔"

"یعنی کہ آٹھ ماہ تک مجھے انتظار کرنا ہوگا کوئی بات نہیں ان آٹھ ماہ میں تم آوازون کے ساتھ بھی نہیں رہو گی۔ تم کسی تیسری جگہ تنہائی میں دن رات گزارو گی۔ آٹھ ماہ کے بعد اس کا بچہ اس کے حوالے کر کے میرے پاس چلی آؤ گی۔"

راسپوٹین نے ارنا سے تمام معاملات طے کیے پھر اس نے زار روس سے کہا" آوازون سوم کو معاف کر دیا جائے۔ اسے سزائے موت نہ دی جائے۔"

وہ زار روس کے دماغ پر حاوی تھا۔ اس نے حکم دیا کہ آوازون سوم کو رہا کر دیا جائے اور اسے شہر سے دور کسی دوسرے علاقے میں جا کر رہنے کا حکم دیا جائے۔

حکم کی تعمیل کی گئی۔ اسے رہا کر دیا گیا۔ ارنا کوف نے اس کے پاس آ کر کہا" میں نے تمہاری زندگی کے لیے خود کو داؤ پر لگایا ہے تم اس شہر سے چلے جاؤ۔ میں چھ ماہ کے بعد تمہارا بچہ تمہارے حوالے کروں گی۔ تم میرے اس بچے کو تمام پراسرار علوم کے ساتھ ٹیلی پیتھی بھی سکھاؤ گے۔ میں بھی راسپوٹین سے جو کچھ سیکھتی رہوں گی۔ وہ اپنے اس بچے کو سکھاتی رہوں گی۔"

اس نے چھ ماہ کے بعد ایک بیٹے کو جنم دیا۔ اس کا نام چیخوف آوازون رکھا پھر آوازون سوم سے کہا" میں تم سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ تم سے جدا ہونے کے بعد بھی تمہیں بھلا نہیں سکوں گی۔ اپنے بیٹے کو آوازون کہہ کر مخاطب

کروں گی۔ اس بیٹے کو دیکھوں گی۔ کبھی ملوں گی اسے سینے سے لگاؤں گی تو یوں لگے گا جیسے میں تمہیں سینے سے لگا رہی ہوں۔"

وہ دو ماہ کے بعد راسپوٹین کے پاس آ گئی۔ اس سے شادی کر کے اس کے ساتھ رہنے لگی۔ وہاں اس نے پہلے ایک بیٹی کو اور پھر ایک بیٹے اولوپ کوف کو جنم دیا۔ وہ پیدائشی بیمار تھا پھر تقریباً دس بارہ برس کے وقفے سے ایک بیٹی کو جنم دیا اور اس کا نام تاشا کوف رکھا۔

راسپوٹین اس سے پہلے بھی دو شادیاں کر چکا تھا۔ پہلی بیوی سے ولاڈی میر پیدا ہوا تھا۔ دوسری بیوی سے انابیلا نے جنم لیا تھا۔ ان سب کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ ابھی آوازون کی ہسٹری بیان کی جا رہی ہے۔

اس ہسٹری کے مطابق ارنا نے دو بیٹوں اور دو بیٹیوں کو جنم دیا تھا۔ پہلا بیٹا چیخوف آوازون اس کے پہلے شوہر سے ہوا تھا۔ اس کے بعد راسپوٹین سے ایک بیٹی پیدا ہوئی پھر ایک بیمار بیٹا اولوپ کوف آخر میں تاشا پیدا ہوئی۔

بڑی بیٹی کی شادی ہو چکی تھی۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ کہیں ازدواجی زندگی گزار رہی تھی۔ اولوپ کوف مر چکا تھا۔ اب راسپوٹین سے ہونے والی بیٹی تاشا رہ گئی تھی۔

ولاڈی میر یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی سوتیلی ماں نے اپنے پہلے شوہر سے ایک بیٹے کو جنم دیا تھا اور اسے بھی اپنی طرح پراسرار علم سکھائے تھے اور ٹیلی پیتھی کا ہنر بھی سکھایا تھا اور اسے اتنا زبردست بنا دیا تھا کہ کبھی دو سوتیلوں کے درمیان ٹکراؤ ہوتا تو ولاڈی میر کو پسینہ آ جاتا۔

ولاڈی میر یہ نہیں جانتا تھا کہ آوازون اس کا سوتیلا بھائی ہے۔ وہ اسے وہی آوازون سمجھ رہا تھا۔ جو زار روس کے دربار میں رسائی کی کوشش کیا کرتا تھا اور ناکام ہوتا رہا تھا۔

ولاڈی میر اس بات سے مطمئن تھا اور خوش تھا کہ ارنا کوف کا جوان بیٹا اولوپ کوف مر چکا ہے اور اس سوتیلی ماں کی کمر ٹوٹ چکی ہے۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس سے پہلے بھی ارنا کا ایک بیٹا ہے جو اب اس کا ہم عمر ہے۔ اس کی طرح قد آور اور صحت مند ہے اور اس کی طرح پراسرار علوم میں مہارت رکھتا ہے۔

اس وقت ارنا کا جوان بیٹا آوازون اپنی چھوٹی بہن تاشا کے ساتھ اس مکان میں بیٹھا ہوا تھا۔ جب تاشا کالے عمل سے تھک جاتی تھی تو اس کی جگہ وہ عمل کرنے لگتا تھا یا پھر دونوں ہی کالے عمل کے دوران میں تھوڑا تھوڑا وقفہ کرتے تھے۔ ذرا آرام سے بات کرتے تھے۔

ایسے وقت سونیا وہاں پہنچ گئی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ تاشا اور آوازون کس مکان میں ہیں۔ اسے تو اپنے پوتے کی بو مل رہی تھی اور وہ اس کی بو کی سمت کار ڈرائیو کر کے اس پہاڑی تک پہنچ گئی تھی۔ جس پر وہ چھوٹا سا نادیدہ مکان تھا۔

وہ کار سے اتر کر اس چھوٹی سی پہاڑی پر چڑھنے لگی۔ جدھر اسے بو مل رہی تھی۔ ادھر جانے لگی۔ وہاں اونچے درخت اور گھنی جھاڑیاں تھیں۔ ان جھاڑیوں کے درمیان وہ بو مل رہی تھی لیکن وہ ایسا تھا کہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ ایک جگہ رک گئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ سامنے کچھ فاصلے پر ایک خالی جگہ دکھائی دے رہی تھی۔ آس پاس درخت تھے۔ وہ خالی جگہ کچھ عجیب سی تھی۔ وہاں دھند چھائی ہوئی تھی۔ اس دھند کے اندر سے پوتے کی بو مل رہی تھی۔

یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہاں کوئی گڑبڑ ہے کوئی جادوئی تماشا ہے کہ پوتے کی بو تو آ رہی ہے لیکن پوتا دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ شاید کالے عمل کے ذریعے نظر بندی کی گئی ہے۔ تاکہ آنے والے کی نظر کام نہ کر سکے اور عدنان کسی کو دکھائی نہ دے۔

وہ اس خالی جگہ کے اردگرد گھوم کر بو سونگھنے لگی اور پورے یقین سے سمجھ گئی کہ اس کا پوتا وہیں موجود ہے۔ اگر وہ آگے بڑھے گی اور کسی جادوئی حصار میں داخل ہوگی تو اسے یا اس کے پوتے کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

وہ وہاں تک بڑی کامیابی سے بو سونگھتی ہوئی آ گئی تھی۔ اب آگے بڑھنا نادانی ہوتی۔ کالے جادو کا توڑ کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ کس قسم کا جادو کیا گیا ہے اور اس کا توڑ کس طرح کیا جاتا ہے تو پھر وہ کچھ کر سکتی تھی۔

اس کے اندر خیال خوانی کرنے والے موجود تھے۔ اس نے ایک سے کہا" جناب تبریزی سے کہو۔ میں انہیں یاد کر رہی ہوں۔"

دوسرے لمحے ہی اسے جناب تبریزی کی آواز سنائی دی "میں تمہارے پاس موجود ہوں اور تمہاری الجھنوں کو سمجھ رہا ہوں۔ اگر تم آگے بڑھنا چاہتیں تو میں تمہیں روک دیتا۔ اچھا ہوا کہ خود ہی رک گئی ہو۔"

وہ بولی" جناب! یہ کیا جادو ہے؟ مجھے اپنے پوتے کی بو مل رہی ہے لیکن وہ دکھائی نہیں دے رہا ہے؟"

"تمہیں سامنے جو خالی جگہ دکھائی دے رہی ہے۔ وہاں دراصل ایک مکان ہے۔ اس کے اندر عدنان ایک کمرے میں بیٹھا ہوا ہے۔ انہوں نے کالے جادو کا حصار جہاں سے باندھا

ہے۔ وہاں قدم رکھو گی تو انہیں خبر ہوجائے گی اور وہ محتاط ہوجائیں گے۔ تمہیں عدنان تک پہنچنے نہیں دیں گے۔"

"آپ میری رہنمائی فرمائیں۔ میں اپنے پوتے تک کیسے پہنچ سکتی ہوں؟"

"میں ایک وظیفہ تمہارے اندر پڑھ رہا ہوں۔ تم بھی اسے پڑھو۔ اسے چالیس بار پڑھنے کے بعد تم آگے بڑھو گی تو تمہیں وہ مکان دکھائی دینے لگے گا اور تم اس کے اندر پہنچ سکو گی۔"

"پھر تو دشمنوں کو خبر نہیں ہوگی ناں......؟"

"نہیں۔ دشمنوں کو اس وقت خبر ہوگی جب تم عدنان کو اٹھا کر وہاں سے لے جانا چاہو گی۔"

"میں اسے کیسے یہاں سے لے جاسکوں گی؟"

"عدنان کے ایک بازو میں سیاہ رنگ کی پتلی سی ڈوری بندھی ہوئی ہے۔ اس ڈوری پر عمل کیا گیا ہے۔ عدنان جہاں بھی جائے گا۔ اس ڈوری کے ذریعے پتا چل جائے گا کہ اسے کہاں لے جایا جارہا ہے، لہٰذا اسے جیسے ہی مکان سے نکالا جائے گا تو دشمن وہاں پہنچ جائیں گے۔ وہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہیں۔"

"اگر میں اس جادوئی ڈوری کو عدنان کے بازو سے کھول کر ایک طرف رکھ دوں تو کیا پھر بھی دشمنوں کو خبر ہوجائے گی؟"

"ہاں۔ اس ڈوری کو کسی بھی جاندار کے ساتھ وابستہ کرنا ہوگا۔ تب ہی انہیں خبر نہیں ہوگی۔ ورنہ وہ ڈوری عدنان سے الگ کرکے کسی بھی بے جان شے پر رکھی جائے گی تو وہ سمجھ لیں گے کہ کوئی عدنان تک پہنچ گیا ہے اور اسے وہاں سے لے جارہا ہے۔"

سونیا تیزی سے سوچنے لگی پھر اس نے کہا "اچھی بات ہے۔ میں وظیفہ پڑھ رہی ہوں اور اپنے پوتے کو وہاں سے نکال لوں گی۔"

وہ وظیفہ پڑھنے لگی۔ اس کے اندر ہمارے خیال خوانی کرنے والے بھی اس وظیفے کو پڑھنے لگے۔ اس دوران میں سونیا اِدھر اُدھر جارہی تھی اور کچھ تلاش کررہی تھی۔ ایک جگہ اسے ایک خرگوش دکھائی دیا۔ اس نے اسے کسی نہ کسی طرح پکڑلیا۔ اسے اپنے بازوؤں میں لے کر سینے سے لگا کر پھر اسی جگہ آگئی اور اس خالی جگہ کو دیکھ کر وظیفہ پڑھنے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ مکان دھندلا سا دکھائی دینے لگا۔ جیسے جیسے وہ وظیفے کا ورد کرتی رہی۔ ویسے ویسے وہ مکان اور زیادہ واضح دکھائی دینے لگا۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے اس مکان کے دروازے پر آئی پھر اسے کھول کر اندر آگئی۔ اس مکان کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے ایک کمرے میں دیکھا۔ اس کا پوتا وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اپنی دادی کو دیکھتے ہی اچھل کر کھڑا ہوگیا پھر دوڑتا ہوا آکر اس سے لپٹ گیا۔ اس نے اسے کلیجے سے لگایا پھر اس کے چہرے کو اِدھر اُدھر سے چومنے لگی۔ وہ کہنے لگا "گرینڈ مما! آپ تو زندہ ہیں؟ لیکن میری ممی کہہ رہی تھیں کہ آپ مرچکی ہیں؟"

سونیا نے کہا "بیٹے! اس نے جھوٹ کہا تھا۔ تمہاری مما تمہیں چھوڑ کر نہیں مرے گی۔ موت آئے گی تو اللہ تعالیٰ سے زندگی مانگ کا تمہاری حفاظت کرے گا پھر اللہ تعالیٰ کو اپنی جان دے گی۔"

اس نے عدنان کو ایک کرسی پر بٹھایا۔ اس کے ایک بازو کو دیکھا۔ وہاں ایک سیاہ ڈوری بندھی ہوئی تھی۔ اس نے اس ڈوری کو کھولتے ہی فوراً اسے خرگوش کی گردن سے باندھ دیا۔

یہ وہ لمحات تھے۔ جب تاشا کالے منتروں کا عمل کرتے کرتے تھک گئی تھی اور تھوڑی دیر آرام کرنے کے لیے بیٹھ گئی تھی۔ آوازدن بھی اس سے باتیں کررہا تھا۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک کالے عمل میں مصروف رہتا تو اسے پتا چل جاتا کہ سونیا وہاں پہنچ گئی ہے اور کالی ڈوری کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کررہی ہے۔

ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ دونوں بہن بھائی باتوں میں مصروف رہے۔ اِدھر سونیا اس خرگوش کو بازوؤں میں لیے عدنان کا ہاتھ پکڑ کر دروازے تک آئی پھر خرگوش کو کمرے میں چھوڑ کر دروازے کو باہر سے بند کردیا۔ اب وہ خرگوش اندر کمرے میں بھٹکنے والا تھا۔ باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

اس طرح تاشا اور آوازدن یہی سمجھتے تھے کہ عدنان اندر کمرے میں ہے۔ وہ کالی ڈوری انہیں یقین دلاتی رہتی کہ وہ کمرے یا مکان سے باہر نہیں گیا ہے۔

سونیا اپنے پوتے کو دونوں بازوؤں میں اٹھائے وہاں سے جارہی تھی۔ جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟ اب کوئی کالا جادو کوئی شیطانی عمل اسے اس کے پوتے سے جدا نہیں کرسکتا تھا۔ وہ ذہانت کی کھلاڑی طلسم ہوش ربا کو چیرتی ہوئی چلی جارہی تھی۔

☆

انا میریا یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ پورس اسے ٹھکرا کر چلا جائے گا۔ اس کے جانے کے بعد وہ جیسے گھر کی رہے گی نہ گھاٹ کی...... وہ نہیں تھا۔ اس کے پاس مال و دولت کی کمی نہیں تھی۔ لیکن محبت کرنے والے ساتھی کے بغیر وہ جیسے کنگال ہوگئی تھی۔

وہ عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں جانے سے روکنے کے لیے شیوانی کا ساتھ دیتی رہی، پورس سے جھوٹ بولتی رہی، اسے دھوکا دیتی رہی۔ وہ جھوٹ اور فراڈ کو تسلیم کررہی تھی۔ لیکن دل کو یہ بھی سمجھا رہی تھی کہ اس نے اپنے بیٹے کی بہتری کی خاطر پورس کو دھوکا دیا تھا۔ جھوٹ کہا تھا لیکن یہ یقین تھا کہ وہ بعد میں پورس کو منالیتی۔ اور پھر وہ اپنے بیٹے عدنان اور اپنے جیون ساتھی کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزارتی رہتی۔

لیکن پورس نے اسے ٹھکرا کر یہ ثابت کردیا تھا کہ وہ اپنے مذہب تہذیب اور اپنے دین کے قوانین سے منحرف ہوکر اس کے ساتھ زندگی نہیں گزارے گا۔ پہلے دین عزیز ہوتا ہے۔ اس کے بعد دنیا کی مسرتیں عزیز ہوتی ہیں۔

ایک تو پورس نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ دوسرا یہ کہ عدنان گم ہوگیا تھا۔ اور تیسری مشکل یہ تھی کہ شیوانی سے رابطہ نہیں ہورہا تھا۔ وہ جب بھی آئینہ دیکھتی تھی تو اسے وہ نظر نہیں آتی تھی یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ بھی عدنان کی گمشدگی سے پریشان ہے اور اسے تلاش کرتی پھر رہی ہے۔

شیوانی نے اس سے کہا تھا کہ پورس اگر چھوڑ کر چلا گیا ہے تو اسے جانے دو۔ بعد میں وہ اسے اس کی طرف مائل کردے گی۔ فی الحال تو عدنان کی فکر کرو۔ وہ مل جائے گا تو رفتہ رفتہ سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔ اسے فکر مند نہیں ہونا چاہیے۔

لیکن پانچ چھ گھنٹے گزر چکے تھے۔ پورس نے پلٹ کر اس کی خیریت نہیں پوچھی تھی۔ اور شیوانی بھی اس سے رابطہ نہیں کررہی تھی۔ اب یہ بات دل میں پیدا ہورہی تھی کہ آئندہ بھی شیوانی اسے نظر انداز کرے گی۔ اس کے کام نہیں آئے گی تو وہ عدنان اور پورس سے محروم رہے گی۔ نہ بیٹا ملے گا نہ محبوب ملے گا اور نہ ہی شیوانی ملے گی کہ اس کے سامنے اپنا سر پھوڑ لے اور فریاد کرے کہ یہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟

اس نے تقریباً پانچ گھنٹے کے بعد پھر اپنے گریبان میں سے اس چھوٹے سے آئینے کو نکال کر دیکھا تو اس بار آئینے کی سطح پر شیوانی نظر آرہی تھی۔ وہ خوش ہوکر بولی "تھینکس گاڈ!...... تم نے مجھ سے رابطہ تو کیا۔ کہاں گم ہوگئی تھیں میں بہت پریشان تھی میں تو عدنان سے بھی محروم ہوگئی ہوں۔ اور پورس سے بھی۔ آخر میرا کیا ہوگا؟"

شیوانی کی آنکھوں نے کہا "مجھے پتا ہے تم کئی بار آئینہ دیکھ چکی ہو! مجھے تمہارے پاس آنا چاہیے تھا لیکن میں بھی تمہاری طرح پریشان ہوں۔ اسے تلاش کررہی ہوں۔ اب یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ ولاڈی میریا اس کی سوتیلی ماں ارناکوف کالے جادو کے ذریعے ہمارے بیٹے کو کہیں چھپا رہے ہیں۔"

"کیا تم عدنان کے دماغ میں نہیں پہنچ رہی ہو؟"

"میں پہنچنا چاہتی ہوں۔ لیکن اس کے دماغ پر دھند چھائی ہوئی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کہاں ہے؟ اور میں یقین سے کہتی ہوں کہ وہ دھند کالے جادو کی ہے۔ یہ دھند چھٹے گی تو اس کے بارے میں کچھ معلوم ہوسکے گا۔"

"اِدھر عدنان کا سراغ نہیں مل رہا ہے اور اُدھر پورس کا پتا نہیں چل رہا ہے۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا ہے تب سے اب تک اس نے ایک فون بھی نہیں کیا ہے۔ جھوٹے منہ میری خیریت بھی نہیں پوچھی ہے۔"

"پہلے بیٹے کی فکر کرو۔ تمہارا وہ چاہنے والا تم سے روٹھ کر جتنی بھی دور جائے گا میں اسے واپس لے آؤں گی۔"

"میں عدنان کے دماغ میں جانا چاہتی ہوں۔ اگرچہ اس کے دماغ پر دھند چھائی ہوئی ہے۔ پھر بھی میں دیکھنا چاہتی ہوں شاید مجھے میرے بیٹے کے بارے میں کچھ معلوم ہوسکے؟"

"تم میری آنکھوں میں ڈوب جاؤ۔ میں تمہیں وہاں لے جاؤں گی۔"

وہ شیوانی کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔ اور ان کی گہرائیوں میں ڈوبتی رہی۔ پھر اپنے آپ سے اور اردگرد سے بے خبر ہوگئی۔ عدنان کے دماغ میں پہنچ گئی لیکن شیوانی کے بیان کے مطابق وہاں گہری انجانی دھند چھائی ہوئی تھی۔ اس نے آواز دی۔ "عدنان!...... عدنان! تم کہاں ہو بیٹے......؟ دیکھو میں تمہیں آواز دے رہی ہوں۔ میری بات کا جواب دو......"

وہ اسے پکار رہی تھی لیکن اس کی آواز عدنان تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اسے شیوانی کی آواز سنائی دی۔ "انا میریا مجھے راستہ مل رہا ہے یہاں ایک گھنا جنگل ہے اور ایک پہاڑی ہے اس پہاڑی پر ایک چھوٹا سا مکان ہلکے ہلکے نمودار ہورہا ہے۔ پہلے وہ مکان نظروں سے اوجھل تھا۔ اب رفتہ رفتہ میں اسے دیکھنے لگی ہوں کسی عورت کی جیسی ہی آواز سنائی دے

رہی ہے وہ عربی میں کچھ پڑھ رہی ہے۔شاید اسی کے نتیجے میں وہ نادیدہ مکان اب نظر آرہا ہے۔"

انا میریا اس کی باتیں توجہ سے سن رہی تھی۔ اور خوش ہو رہی تھی کہ کسی طرح عدنان کا سراغ ملنے ہی والا ہے۔ادھر شیوانی کہہ رہی تھی کہ اے بھگوان...... وہاں تو سونیا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے اس مکان کے دروازے تک پہنچ گئی ہے اور اب دروازہ کھول کر اندر آگئی ہے۔اپنے پوتے کو تلاش کر رہی ہے۔

انا میریا نے کہا"شیوانی!...... تمہارے ساتھ میں بھی وہاں تک پہنچ گئی ہوں۔عدنان کے دماغ سے دھند چھٹ گئی ہے میں اس کے خیالات پڑھ سکتی ہوں۔ وہ چونک کر دروازے کی طرف دیکھ رہا ہے۔ پھر اپنی دادی کو دیکھتے ہی اچھل کر کھڑا ہوگیا ہے اور دوڑتا ہوا جا کر ان سے لپٹ گیا ہے۔"

یہ وہ لمحے تھے جب سونیا نے جناب تبریزی کی ہدایت کے مطابق ایک وظیفہ پڑھا تھا اور اس مکان کو دیکھ لیا تھا۔ پھر اس میں داخل ہو کر اپنے پوتے سے مل رہی تھی۔ وہ اپنی دادی کے گلے لگ کر کہہ رہا تھا کہ گرینڈ مما!...... میری ممی بہت جھوٹی ہیں وہ کہہ رہی تھیں کہ آپ مر چکی ہیں؟

انا میریا اس کی بات سن کر شرمندگی محسوس کر رہی تھی۔ اس نے عدنان سے یہ جھوٹ بولا تھا کہ سونیا مر چکی ہے اور اب وہ جھوٹ کھل گیا تھا۔ سچ سامنے آ گیا تھا۔ وہ اپنی دادی کو زندہ دیکھ رہا تھا۔اس سے لپٹ کر اسے پیار کر رہا تھا۔

انا میریا نے کہا" بیٹے!...... میں جھوٹی اور فریبی نہیں ہوں میں نے تمہاری بہتری کے لیے یونہی جھوٹ بولا تھا۔ بعد میں تمہیں سمجھانے والی تھی کہ میں تمہیں دادی سے دور کرنا کیوں چاہتی ہوں؟"

وہ بول رہی تھی لیکن عدنان تک اس کی آواز پہنچ نہیں رہی تھی۔شیوانی نے کہا"یہاں کالے جادو کا اثر ہے سونیا کسی روحانی عمل کے ذریعے وہاں تک پہنچی ہے۔لیکن ہماری آواز ابھی وہاں نہیں پہنچ سکے گی۔"

سونیا اس وقت عدنان کے بازو سے وہ ڈوری کھول کر خرگوش کے گلے میں باندھ رہی تھی۔اور اسے وہاں سے لے جا رہی تھی۔شیوانی نے کہا"انا میریا!...... دیکھو یہ کتنی چالاک عورت ہے کس طرح سے جادو کا توڑ کر رہی ہے اس سے ہوشیار رہنا۔اگر ہماری آواز عدنان تک پہنچے تب بھی اسے مخاطب نہ کرو۔ہمیں چپ چاپ یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ اسے کن راستوں سے بابا صاحب کے ادارے تک پہنچانا چاہتی ہے۔ میں اس کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کروں گی۔اپنے بیٹے کو بابا صاحب کے ادارے کے اندر جانے نہیں دوں گی۔"

انا میریا عدنان کے اندر خاموش تھی۔ چپ چاپ دیکھتی رہی۔اس کے ذریعے صرف اتنا ہی معلوم ہو سکتا تھا کہ سونیا اسے لے جا رہی ہے لیکن کہاں لے جا رہی ہے۔ یہ اس لیے معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ عدنان اس انجانی جگہ سے واقف نہیں تھا۔

اس جگہ کی نشاندہی کر کے بتا نہیں سکتا تھا کہ وہ ماسکو سے تقریباً پچاس ساٹھ کلومیٹر دور ہے۔

تھوڑی دیر بعد یہ پتا چلا کہ وہ اپنی دادی کے ساتھ ایک کار میں بیٹھا جا رہا ہے۔سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے خیال خوانی کے ذریعے اس کی واپسی کے انتظامات کر رکھے تھے۔

ماسکو ایئرپورٹ کے دو طیاروں میں اس کے لیے دو دو سیٹیں بک کروائی گئی تھیں۔ وہ کسی بھی طیارے سے جا سکتی تھی۔

شیوانی نے کہا"انا میریا!...... وہ ماسکو میں ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ وہاں سے جرمنی کی طرف جائے گی۔ پھر جرمنی سے فرانس کے شہر پیرس پہنچے گی۔اس کے بعد وہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں جانا چاہے گی۔ یہی ایک سیدھا سا روٹ ہے۔"

آدھے گھنٹے کے بعد پتا چلا کہ عدنان ایک طیارے میں سفر کر رہا ہے۔شیوانی نے کہا"سونیا نے روٹ بدل دیا ہے یہ طیارہ تاجکستان کے شہر دشانبے جا رہا ہے۔"

انا میریا نے کہا"یہ الٹے راستے سے کیوں جا رہی ہے۔"

"یہ بہت مکار ہے۔ جب تک اپنا مقصد حاصل نہیں کر لیتی اس وقت تک اس کی مکاری کسی کی سمجھ میں نہیں آتی۔"

"کسی طرح سمجھیں کہ یہ دشانبے کیوں جا رہی ہے؟"

"اب ہمیں خاموش نہیں رہنا چاہیے۔تم عدنان سے باتیں کرو۔اسے سمجھاؤ اور اپنی ممتا سے متاثر کرو۔اس کے دل دماغ میں یہ بات پیدا کرو کہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جانا چاہیے۔"

انا میریا نے اس کی ہدایت کے مطابق عدنان کو مخاطب کیا" بیٹے!...... میں تمہاری ممی بول رہی ہوں۔"

وہ ناراض ہو کر بولا"ممی!...... آپ اچھی نہیں ہیں بہت گندی ہیں۔ آپ نے جھوٹ کیوں بولا تھا کہ میری گرینڈ مما مر چکی ہیں؟ یہ تو زندہ ہیں۔میرے پاس ہیں۔"

"سوری بیٹے!...... مجھے غلط اطلاع ملی تھی ایک دشمن نے مجھ سے جھوٹ کہا تھا دھوکا دیا تھا کہ تمہاری گرینڈ مما مر چکی ہیں۔ یہ بات ان کے پوتے کو بتا دی جائے۔ میں نے بھی یہی کیا تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ جھوٹا ہے مکار ہے۔اور مجھے میرے بیٹے کے سامنے جھوٹا بنا رہا ہے۔سوری بیٹے!...... میری غلطی معاف کر دو۔میں تمہاری ماں ہوں اور ماں اپنے بیٹے کو کبھی دھوکا نہیں دیتی۔"

"کوئی بات نہیں ممی!...... جو ہونا تھا وہ ہو گیا مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ گرینڈ مما نے مجھے ڈھونڈ لیا ہے اور اب اپنے ساتھ مجھے لے جا رہی ہیں۔"

"کیا تم اپنی گرینڈ مما کے ساتھ رہو گے؟ میرے ساتھ نہیں رہو گے؟"

"آپ بھی آجائیں ہم سب مل کر ایک جگہ رہیں گے۔"

"یہی تو مشکل ہے بیٹا!...... وہ تمہیں بابا صاحب کے ادارے میں لے جا رہی ہیں۔اور وہ لوگ مجھے اس ادارے میں نہیں آنے دیں گے دروازے سے ہی بھگا دیں گے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ میری ممی ہیں آپ میرے ساتھ رہیں گی۔"

"یہی میں تمہاری گرینڈ مما سے کہتی ہوں۔لیکن وہ بھی یہی چاہتی ہیں کہ میں تم سے الگ ہو جاؤں۔تمہاری گرینڈ مما تم سے جتنی محبت کرتی ہیں۔اتنی ہی مجھ سے نفرت کرتی ہیں۔ اپنی گرینڈ مما سے پوچھو آخر وہ کیوں نفرت کرتی ہیں؟ میرا قصور کیا ہے؟"

اس نے سر گھما کر اپنی گرینڈ مما کو دیکھا۔ پھر پوچھا"گرینڈ مما!...... کیا آپ میری ممی سے نفرت کرتی ہیں؟"

وہ بولی۔"کیا وہ تمہارے اندر موجود ہے؟ تم سے باتیں کر رہی ہے؟"

"جی ہاں...... ابھی وہ کہہ رہی تھیں کہ آپ مجھے بابا صاحب کے ادارے میں لے جائیں گی۔لیکن انہیں اس ادارے میں نہیں آنے دیں گی؟ دروازے سے ہی بھگا دیں گی؟ آپ میری ممی کو مجھ سے کیوں جدا کرنا چاہتی ہیں؟"

"بیٹے!...... تم ابھی بہت چھوٹے ہو۔اس بات کو نہیں سمجھو گے کہ ہم تم اور تمہارے پاپا مسلمان ہیں لیکن تمہاری ممی یہودی ہیں۔بابا صاحب کے ادارے میں صرف مسلمانوں کو جانے اور رہنے کی اجازت ہے۔ ہم تمہاری ممی سے یہ نہیں کہیں گے کہ وہ دین اسلام قبول کرے کیوں کہ کسی سے زبردستی مذہب تبدیل نہیں کروایا جاتا۔ اگر وہ ماں ہونے کا دعویٰ کرتی ہے تو اس سے کہو کہ وہ اسلام قبول کر کے ادارے میں چلی آئے۔"

عدنان نے انا میریا سے پوچھا"ممی!...... آپ ہمارا مذہب کیوں نہیں قبول کر رہی ہیں؟"

"ابھی تمہاری گرینڈ مما نے کہا ہے کہ تم ابھی بچے ہو مذہبی معاملات کو نہیں سمجھو گے۔ چونکہ تم نہیں سمجھ رہے ہو۔اس لیے وہ تمہارے معصوم ذہن کو بھٹکا رہی ہیں۔یہی سوال میں کرتی ہوں کہ اگر تم میرے بیٹے ہو اور میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو کیا تم اپنا مذہب تبدیل نہیں کر سکتے؟ کیا تم اپنی ماں کی طرح یہودی نہیں بن سکتے؟"

عدنان نے سونیا سے پوچھا۔"کیا میں اپنی ممی کی طرح یہودی نہیں بن سکتا؟"

"نہیں بیٹے!...... جو باپ کا مذہب ہوتا ہے وہی بیٹے کا ہوتا ہے۔اس لیے تمہارا مذہب تبدیل نہیں ہو سکتا۔عورت پانی کی طرح ہوتی ہے جس برتن میں ڈالو وہی شکل اختیار کر لیتی ہے اگر مسلمان کے ساتھ شادی ہو تو مسلمان بن سکتی ہے۔ اسے مذہب تبدیل کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔لیکن تم تبدیل کرو گے تو تمہارے پاپا کی پوری نسل تبدیل ہو جائے گی۔اس لیے یہ ممکن نہیں ہے۔ میں تمہیں ایک بات سمجھاتی ہوں اتنی بڑی بڑی باتوں کے ہیر پھیر میں نہ پڑو۔ صاف صاف کہہ دو کہ جو میرے پاپا ہے وہی تم رہو گے اگر تمہارے پاپا اور تمہارے مطابق وہ بن سکتی ہیں تو ادارے میں چلی آئے بس یہ آخری بات ہے۔"

انا میریا نے کہا" بیٹے! میں نے تمہاری دادی کی آخری بات سن لی ہے۔میں صرف ایک بات جانتی ہوں کہ تم میرے بیٹے ہو تمہیں ماں کی گود میں رہنا چاہیے۔تم بابا صاحب کے ادارے میں جانے سے انکار کر دو۔"

"کیا پاپا بھی یہی چاہتے ہیں؟ جو آپ چاہتی ہیں؟"

"نہیں...... تمہارے پاپا بھی تمہیں ادارے میں لے جانا چاہتے ہیں۔"

"جب سب یہ چاہتے ہیں تو آپ کیوں ضد کر رہی ہیں؟ آپ میری بات مان لیں۔ میرے ساتھ ادارے میں چلیں۔"

"بیٹے!...... ہر انسان کو اپنا مذہب پیارا ہوتا ہے یہ بات تم ابھی نہیں سمجھو گے۔ میں اس بحث میں پڑنا بھی نہیں چاہتی بس تم سے ایک ہی بات کہتی ہوں کہ کوئی ایسا راستہ اختیار کرو کہ تم مجھ سے جدا نہ ہو سکو۔میرے ساتھ رہا کرو۔اپنی دادی سے پوچھو کہ ایسی کیا صورت ہے کہ تم ادارے میں بھی رہو۔

اور میرے ساتھ بھی رہا کرو؟''

عدنان نے یہی سوال سونیا سے کیا۔ وہ بولی'' بیٹے وہاں تم تعلیم حاصل کرو گے اور بہت اچھی تربیت حاصل کرو گے۔ تمہیں ہر ماہ صرف ایک دن کے لیے ادارے سے باہر لایا جائے گا۔ اور تم وہ دن اور رات اپنی ممی کے ساتھ گزارو گے۔ چوبیس گھنٹے ان کے ساتھ رہنے کے بعد پھر ادارے میں واپس آجایا کرو گے۔''

''گرینڈ مما!...... میں ہر دن ممی کے ساتھ کیوں نہیں رہ سکتا؟ مہینے میں ایک بار ملوں گا تو مجھے ممی بہت یاد آئیں گی میں ان کے بغیر کیسے رہوں گا؟''

''بیٹے!...... رفتہ رفتہ ان کے بغیر رہنے کی عادت ہو جائے گی۔ تمہیں بار بار ادارے سے باہر لایا جاسکے گا تم دیکھ رہے ہو کہ کس طرح دشمن تمہارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ جب بھی تم ادارے سے باہر آؤ گے تو تمہارے لیے خطرہ پیدا ہوتا رہے گا۔ اور ہم خطرات سے کھیل کر تمہیں ماں سے ملوائیں گے۔ تمہاری ماں ہمارے اس خلوص اور نیک نیتی کو نہیں سمجھ رہی ہے کہ ہم صرف اس کی ممتا کی خاطر کس طرح خطرہ مول لیا کریں گے۔''

عدنان نے کہا'' ممی! اتنی باتیں سن کر میرا دماغ گھومنے لگا ہے۔ ایک سیدھی سی بات میری سمجھ میں آرہی ہے کہ آپ ہمارا دین اسلام قبول کرلیں اور ادارے میں آکر ہمارے ساتھ رہیں۔ سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ آپ میری اچھی ممی ہیں۔ بس آپ میری بات مانیں گی۔''

انا میریا نے شیوانی سے کہا'' تم اس کی باتیں سن رہی ہو۔ اس کی دادی بہت ہی چالاک ہے۔ اسے باتوں سے کس طرح اپنی طرف مائل کر رہی ہے اور متاثر کر رہی ہے؟ یہ صرف دادی سے نہیں اپنے باپ سے اور ان کے پورے خاندان سے متاثر ہے۔ میں ان کے مقابلے میں اکیلی ہوں اس لیے وہ مجھے ان کی طرف کھینچ رہا ہے۔ میں اسے سمجھا نہیں سکتی کہ میں یہودی ہوں اور مرتے دم تک یہودی ہی رہوں گی۔''

شیوانی نے کہا'' عدنان سے کہو کہ اس کی گرینڈ مما کو ابھی آئینہ دیکھنا چاہیے۔ میں اس سے دوٹوک بات کروں گی ابھی آخری فیصلہ ہوگا۔''

انا میریا نے یہی بات عدنان سے کہی۔ عدنان نے سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا'' گرینڈ مما!...... کیا آپ کے پاس آئینہ ہے؟''

''ہاں بیٹے!...... میرے بیگ میں ہے۔ کیا تمہیں چاہیے؟''

''نہیں...... میں چاہتا ہوں کہ آپ اس آئینے کو نکال کر دیکھیں۔''

سونیا نے سوچتے ہوئے اپنے پوتے کو دیکھا۔ پھر اپنے بیگ میں سے ایک چھوٹا سا آئینہ نکال کر اس میں دیکھنے لگی۔ آئینے کی سطح پر اسے اپنا عکس نظر آرہا تھا۔ وہ عکس دھندلا ہو کر مٹ گیا۔ اور اس جگہ شیوانی نظر آنے لگی۔ وہی غضب ناک پرکشش آنکھیں جو شیوانی کی شخصیت کا حصہ رہی تھیں۔ اس وقت بھی سونیا کو اپنی طرف کھینچ رہی تھیں لیکن وہ فولادی قوت ارادی رکھتی تھی۔ اس لیے سنبھلی ہوئی تھی۔ اور اس سے پوچھ رہی تھی کہ تم پہلی بار مجھ سے مخاطب ہو رہی ہو۔ بولو کیا کہنا ہے۔

شیوانی نے کہا'' تمہیں سمجھانا چاہتی ہوں کہ اپنے پوتے کی بہتری کے لیے سوچو۔ ضد نہ کرو۔ اسے ادارے نہ لے جاؤ۔''

''تم جانتی ہو کہ میں کتنی ضدی ہوں۔ میرے ارادے کو کوئی بدل نہیں سکتا۔''

''میں بدل دوں گی۔ اور اگر ایسا نہ کرسکی تو اپنے بیٹے کو ادارے میں جانے سے پہلے ہلاک کر دوں گی۔''

''تعجب ہے...... تم ایک ماں ہو کر اپنے بیٹے کو مار ڈالنے کی بات کر رہی ہو؟''

''جب وہ ادارے میں جائے گا تو میرے لیے مر چکا ہوگا کیونکہ ادارے کے اندر میں نہیں جاسکوں گی۔ اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکوں گی۔ سیدھی سی بات ہے میں اسے مسلمان بنانا نہیں چاہتی میں ہندو ہوں۔ انا میریا یہودی ہے۔ وہ ہم دونوں کے مزاج اور مرضی کے مطابق پرورش پائے گا۔''

''میں تمہیں اور انا میریا کو موت بھیجنے سے نہیں روکوں گی۔ تم جتنے چاہے خواب دیکھتی رہو جب بھی آنکھ کھلے گی۔ تو مایوسی ہی ہوگی۔''

''میں جانتی ہوں کہ تم اپنی ضد سے باز نہیں آؤ گی لہٰذا میرا آخری فیصلہ سن لو۔ تمہارا یہ طیارہ تاشقند اور دوشانبے کی طرف جارہا ہے بے شک جاؤ۔ دنیا کے ہر حصے میں جاتی رہو میں کبھی اعتراض نہیں کروں گی۔ لیکن جب بھی میرے بیٹے کو لے کر بابا صاحب کے ادارے کا رخ کرو گی۔ تو اس سے پہلے میں تمہارے طیارے کو تباہ کر دوں گی۔ زمین و آسمان کے بیچ میں دادی پوتے کی موت ہوگی۔ آئندہ سمجھوتا کرنا ہو تو انا میریا سے بات کرسکتی ہو۔ بابا صاحب کے ادارے کا رخ کرو گی تو

پھر کوئی سمجھوتا نہیں ہوگا۔ موت ہوگی صرف موت......“

اس کی بات ختم ہوتے ہی آئینے میں سے اس کا عکس ختم ہوگیا۔ اس میں اب سونیا کو اپنا عکس دکھائی دینے لگا۔ اس نے اس آئینے کو بیگ میں رکھ دیا اور گہری سنجیدگی سے سوچنے لگی۔ اب اس کے لیے پھر ایک نیا چیلنج تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کی طرف موت تھی۔ اور اسے اپنے پوتے کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں جانا تھا۔

اس نے اپنے ایک خیال خوانی کرنے والے سے کہا ”پورس کے پاس جاؤ۔ اور اس سے کہو کہ وہ انا میریا کو سمجھائے اور انا میریا شیوانی کو سمجھائے کہ عدنان کو ذرا نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ اگر اس کا بال بھی بیکا ہوا تو میں قیامت برپا کردوں گی۔ ہوسکتا ہے میں شیوانی کا کچھ نہ بگاڑ سکوں۔ مگر انا میریا ایک کتیا کی طرح گھسٹ گھسٹ کر مرے گی۔“

اس خیال خوانی کرنے والے نے پورس کو سونیا کا پیغام پہنچایا۔ پورس نے موبائل فون کے ذریعے انا میریا سے رابطہ کیا۔ پھر کہا ”ہیلو...... میں پورس بول رہا ہوں۔“

وہ پورس کی آواز سنتے ہی خوشی سے کھل گئی۔ ایک دم سے چہکتی ہوئی بولی ”پورس! تم کہاں ہو؟ میں جانتی تھی تم مجھے نہیں بھولو گے۔ ضرور یاد کرو گے میری یاد آئے گی تم میرے پاس آؤ گے۔ بولو کب آرہے ہو؟“

”تم بکواس کرتی رہو گی۔ یا میری بات بھی سنو گی؟“

”اب بولنے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟ تم نے مجھ سے فون پر رابطہ کیا۔ یہ ہی بہت ہے اب یا تو تم آجاؤ یا مجھے اپنے پاس بلالو۔“

”یہ خوش فہمی اپنے دل و دماغ سے نکال دو۔ میں تمہارے جیسی جھوٹی فریبی عورت کے ساتھ گزارہ نہیں کرسکوں گا۔“

”پلیز پورس! مجھے جھوٹی فریبی نہ کہو۔ میں اپنے بیٹے عدنان کے لیے تم سے جھوٹ بولتی رہی۔ آئندہ نہ کبھی جھوٹ بولوں گی نہ کبھی دھوکا دوں گی۔ ایک بار موقع دو۔ مجھے آزما کر دیکھ لو۔“

”ٹھیک ہے...... میں تمہیں ابھی آزماتا ہوں جو کہتا ہوں وہ کرو۔“

”تم جو کہو گے میں وہ کروں گی۔ بولو کیا چاہتے ہو۔“

”شیوانی نے مما کو چیلنج کیا ہے کہ اگر وہ عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں لے جائیں گی تو اس سے پہلے ہی وہ جس طیارے میں سفر کررہی ہوں گی۔ وہ اسے تباہ کردے گی۔“

”ہاں...... میں نے شیوانی کا یہ چیلنج سنا ہے۔“

”اور سن کر خاموش ہو؟ تم کیا چاہتی ہو کہ وہ طیارہ تباہ ہو جائے اور تمہارے بیٹا مارا جائے؟“

”یہ سوچ کر ہی میرا دل گھبرا رہا ہے پتا نہیں آئندہ کیا ہونے والا ہے؟ میں شیوانی کو کیسے سمجھاؤں؟ وہ میری نہیں مانتی ہے۔ بہت ضدی ہے۔“

”یعنی تم اپنے بیٹے کی موت کا تماشا دیکھو گی۔ شیوانی کو نہیں روکو گی؟“

”میں اسے کیسے روک سکتی ہوں؟ تم ہی بتاؤ؟“

”اگر روک نہیں سکتیں تو اس کا ساتھ چھوڑ دو۔ ورنہ مما تمہارے ساتھ بہت بری طرح پیش آئیں گی۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ تمہارا انجام کتنا عبرت ناک ہوگا؟“

”مجھے موت سے نہ ڈراؤ۔ میں تو مرنا چاہتی ہوں۔ مگر تمہاری بانہوں میں۔“

”رومانی ڈائیلاگ مت بولو۔ صرف عدنان کی سلامتی کی بات کرو۔“

”عدنان کی سلامتی کے لیے صرف مجھے اور شیوانی کو ہی نہیں سوچنا چاہیے۔ تمہاری مما کو بھی سوچنا سمجھنا چاہیے۔ ایکی ضد بھی کس کام کی کہ وہ اپنے پوتے کو داؤ پر لگا رہی ہیں۔ کیا تم اپنی مما کو نہیں سمجھا سکتے؟ ایسا کرو میں شیوانی کو سمجھا رہی ہوں۔ تم اپنی مما کو سمجھاؤ۔ دونوں میں سے کسی ایک کو تو اپنی ضد سے باز آنا چاہیے۔“

”کیا تم میری ایک بات مانو گی؟“

”ہزار باتیں مانوں گی بولو کیا چاہتے ہو؟“

”اگر مجھے دل و جان سے چاہتی ہو۔ اور بیٹے کے لیے دل میں ممتا ہے تو اسلام قبول کرو۔ اور بابا صاحب کے ادارے میں چلی آؤ۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ ہمارا بیٹا بھی زندہ و سلامت یہاں آئے گا۔ یہاں تمہیں شوہر کی محبت بھی ملے گی۔ اور بیٹے کی بھی۔ تمہاری ممتا کی تسکین بھی ہوتی رہے گی۔“

”یہی بات میں تم سے کہہ رہی ہوں کہ بابا صاحب کے ادارے سے چلے آؤ۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ شیوانی عدنان کو ہمارے پاس پہنچا دے گی۔ اور ہم یہاں سے جا کر اپنے بیٹے کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزاریں گے۔“

”اس کا مطلب ہے کہ نہ تم میری خاطر اور نہ ہی اپنے بیٹے کی خاطر سمجھوتا کرو گی؟“

”تم بھی تو سمجھوتا نہیں کررہے ہو۔“

”تو میں اس فیصلے کے ساتھ فون بند کردوں کہ تم

آئندہ کبھی رابطہ نہیں ہوگا۔“

”جب تک ہمارا بیٹا سلامت رہے گا۔ رابطہ تو ہوتا ہی رہے گا۔ کوئی نہ کوئی مجبوری تمہیں میری طرف لائے گی اور مجھے تمہاری طرف لے جایا کرے گی۔“

پورس نے رابطہ ختم کردیا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی تھی کہ انا میریا اور شیوانی اپنی ضد سے باز نہیں آئیں گی۔ شیوانی تو ایک آتما ہے۔ وہ کوئی فریب دینے والا وجود رکھتی تھی جو سمجھ سے بالاتر تھی۔ اس کے خلاف انتقامی کارروائی نہیں کی جاسکتی تھی لیکن انا میریا نہ تو کوئی آتما تھی نہ آسیب تھی اور وہ سونیا کے ہاتھوں بہت برے انجام تک پہنچنا چاہتی تھی۔

☆☆☆

تاشا منتروں کا جاپ کرتے کرتے تھک گئی تھی اس کے بھائی آوازون نے کہا تھا کہ وہ تھوڑی دیر آرام کرے۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد پھر عمل کیا جائے گا۔

انہیں یہ اندیشہ نہیں تھا کہ جس مکان میں عدنان کو چھپا کر رکھا گیا ہے۔ اس کے آس پاس کوئی آسکے گا۔ آئے گا بھی وہ مکان اسے نظر نہیں آئے گا۔

وہ دونوں مطمئن تھے اس لیے آرام کرنے لگے۔ ایک دوسرے کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ وہ چودہ برس کی تھی۔ پراسرار علوم سیکھ رہی تھی۔ بارہ سال کی عمر سے خیال خوانی کی مشقیں شروع کی تھیں۔ اب بڑی کامیابی سے اس سے فائدہ اٹھا رہی تھی۔

اتنا کچھ سیکھنے کے باوجود اس میں بچپنا تھا۔ نادانی تھی۔ تجربہ نہیں تھا اس لیے غلطیاں کرتی تھی۔ اس کی ماں ارناکوف اور بھائی آوازون اس کی رہنمائی کرتے رہتے تھے۔ وہ زیادہ تر اپنی ماں سے دور بھائی کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ اسی بھائی نے اسے بہت کچھ سکھایا اور سکھاتا رہتا تھا۔

جب عدنان کو قیدی بنا کر اس نادیدہ مکان میں لایا گیا تھا تو تاشا بھی اس مکان میں گئی تھی۔ اس نے اور عدنان نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ ہیلو کہا تھا پھر عدنان نے اس سے پوچھا تھا کہ ”مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟ میری گرینڈ مما کہاں ہے؟ مجھے بھی وہاں پہنچا دو۔“

تاشا نے کہا تھا ”فکر نہ کرو۔ تمہاری ممی اور گرینڈ مما کے پاس تمہیں پہنچا دیا جائے گا۔ ابھی تو تم ہمارے مہمان ہو کیا مجھ سے دوستی نہیں کرو گے؟“

عدنان نے دوستی کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ ان دونوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔ عدنان تو بچہ ہی تھا۔ تاشا میں بھی بچپنا تھا۔ اگرچہ وہ اس سے دس برس بڑی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ایسے بات کررہی تھی کہ جیسے ساتھ کھیلنے کے لیے ایک ننھا ساتھی مل گیا ہو۔

لیکن وہ زیادہ دیر اس کے ساتھ نہ رہ سکی۔ اس کی ماما نے کہا ”تاشا!...... اپنے خفیہ مکان میں واپس آؤ۔ وہاں تمہیں منتروں کا جاپ کرنا ہے۔“

وہ اپنے بھائی آوازون کے ساتھ اس مکان میں آکر کالے عمل میں مصروف ہوگئی تھی۔ ابھی وہ اپنے بھائی سے باتیں کررہی تھی۔ آوازون نے اس سے پوچھا۔ ”عدنان تمہیں کیسا لگ رہا ہے؟“

”بہت ہینڈسم بہت کیوٹ ہے۔ اور بڑی دلچسپ باتیں کرتا ہے۔ مجھے ایک ایسے ساتھی کی ضرورت ہے۔ دن رات تنہا رہتی ہوں۔ تم تو معاملات میں مصروف رہتے ہو۔ کبھی کبھی میری طرف توجہ دیتے ہو۔“

”مجھے اپنی لاڈلی بہن کی تنہائی کا احساس ہے۔ اسی لیے تو اسے یہاں لایا گیا ہے۔“

وہ خوش ہوکر بولی ”بھائی!...... تم سچ کہہ رہے ہو ناں؟“

”تمہیں یقین کیوں نہیں ہے؟“

”اس لیے کہ تم اور ماما ہمیشہ وہی کام کرتے ہو جس کی رہنمائی پراسرار علوم کے ذریعے ملتی ہے۔“

”بے شک ہم نے تمہارا اور عدنان کا زائچہ دیکھا ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تم دونوں کو ساری عمر ساتھ رہنا چاہیے۔ تم دونوں ایک دوسرے کے جیون ساتھی بن کر رہو گے۔“

وہ حیرانی سے مسکراتے ہوئے بولی ”شوہر اور بیوی کو جیون ساتھی کہا جاتا ہے وہ تو میرا ایک ننھا دوست ہوگا۔“

آوازون نے نہیں کے انداز میں سر ہلا کر کہا ”وہ صرف دوست نہیں ہوگا۔ تمہارا شوہر بھی ہوگا۔“

وہ ایک دم سے چونک کر اسے دیکھتے ہوئے بولی ”بھائی! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ وہ تو بچہ ہے میں چودہ برس کی ہوں اس سے تقریباً دس برس بڑی ہوں۔“

ہم سب جانتے ہیں یہ چودہ برس کے بعد اٹھارہ برس کا گبرو جوان ہوجائے گا۔ اس وقت تمہاری شادی اس سے ہوسکے گی۔“

”مجھے یہ سب کچھ عجیب سا لگ رہا ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا بچہ ہے جو چودہ برس کے بعد میرا شوہر بن جائے گا۔“

”ہمارے پراسرار علوم کہتے ہیں کہ تمہیں اپنا مقدر سنوارنے کے لیے اس کی ابھی سے پرورش کرنا ہوگی۔ تم اسے تعلیم و تربیت دو گی۔ دن رات اس کا اس طرح خیال رکھو گی

کہ جیسے ماں اپنے بچے کو پالتی پوستی ہے پھر یہ جیسے جیسے جوان ہوگا۔قد کاٹھ نکالے گا تم اس کے سامنے چھوٹی پڑتی جاؤ گی اور یہ تمہارے دل ودماغ پر حاوی ہو جائے گا۔"

"بھائی!...... مجھے یہ سب سن کر اچھا تو لگ رہا ہے کیا یہ عدنان بھی اسی طرح مجھے چاہے گا؟ میری طرف مائل ہوگا؟"

"ہم نے تین برس پہلے جب عدنان چند ماہ کا تھا۔تمہارا اور عدنان کا زائچہ دیکھا تھا۔ دونوں کے ستارے کہہ رہے تھے کہ یہ آپس میں مل جائیں گے تو ساری دنیا پر حکومت کریں گے۔ ناقابلِ تسخیر بن جائیں گے۔ اور بڑی بڑی طاقتوں کو زیر کرتے رہیں گے۔"

وہ حیرانی سے اس کی بات سن رہی تھی۔ اور وہ کہہ رہا تھا"ہم نے تمہارا اور اس کا جو زائچہ تیار کیا تھا۔ اور جتنی معلومات حاصل کی تھیں وہ سب تمہیں بتائی جائیں گی تین برس پہلے تمہیں ماما نے ایک خاص منتر پڑھنے کی ہدایت کی تھی، اور کہا تھا کہ صبح وشام ایک ایک بار وہ منتر ضرور پڑھا کرو۔"

"ہاں...... میں روز صبح وشام پڑھتی رہتی ہوں۔ ماما نے کہا تھا کہ اس کے ذریعے میں کسی کے دل کی تسخیر کرنے والی ہوں کیا یہ خاص منتر عدنان کے لیے ہی ہے؟"

"ہاں...... خاص عدنان کے لیے ہے تم نے تھوڑی دیر پہلے اس سے ملاقات کی تھی۔ اور وہ تمہیں دیکھتے ہی اس طرح خوشی سے کھل اٹھا تھا کہ جیسے کوئی گمشدہ چیز اسے مل گئی ہو۔"

"ہاں...... وہ مجھ میں بہت دلچسپی لے رہا تھا مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا۔"

"یہ ان ہی منتروں کا اثر ہے کہ وہ پچھلے تین برس سے غیر شعوری طور پر متاثر کرتے آرہے ہیں اور آئندہ بھی متاثر کریں گے۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ اپنی اور عدنان کی عمر کا حساب کرنے لگی۔ پھر بولی"جب عدنان اٹھارہ برس کا جوان ہوگا تو میں اٹھائیس برس کی ہو جاؤں گی کیا اس کے سامنے بوڑھی نہیں لگوں گی؟"

"ہرگز نہیں...... جب مرد جوان ہوتا ہے تو اس کے سامنے عمر رسیدہ عورتیں چھوٹی لگنے لگتی ہیں۔ پھر تم جیسے علوم سیکھ رہی ہو۔اور جس طرح عملی میدان میں ہمارے ساتھ ہو۔ اس کا تو تقاضا یہ ہے کہ تمہیں پچیس یا اٹھائیس برس تک شادی نہیں کرنی چاہئے۔ زندگی کے تلخ تجربات سے گزرتے رہنا ہوگا۔"

"مجھے یاد پڑتا ہے کتاب میں ایسا پراسرار علم بھی ہے جس پر عمل کرنے سے عورت ہمیشہ جوان رہتی ہے۔ ماما بھی شائد بھی کرتی ہیں۔ اسی لیے وہ آج بھی جوان دکھائی دیتی ہیں۔" ماں کا ذکر آتے ہی وہ اچانک اداس ہوگئی۔ سر جھکا کر بولی"ماما پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ ہمارا پیارا بھائی اونوپ کوف مارا گیا ہے۔ وہ بے چاری ماتم کر رہی ہیں۔"

وہ بولا"ہمیں پیارے بھائی کی موت کا دکھ ہے۔ ماما کو بھی صدمہ ہے۔ رفتہ رفتہ یہ صدمہ کم ہو جائے گا۔"

"بھائی!...... ایک بات پوچھوں؟"

"ہاں...... ہاں ضرور پوچھو......؟"

"آپ نے اونوپ کوف کو ہلاک کیا ہے؟"

"ہاں...... کیا تم مجھ سے ناراض ہو......؟"

"نہیں...... جب ماما تم سے ناراض نہیں ہیں۔ تو میں کیسے ناراض ہو سکتی ہوں؟ لیکن یہ کیا بھید ہے؟ ایسا کیوں کیا گیا؟"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر ہم اونوپ کوف کو نہ مارتے تو ولاڈی میر اسے زندہ نہ چھوڑتا۔ یا پھر اس کے ذریعے مسلسل پریشان کرتا رہتا۔ اب وہ کچھ زیادہ ہی پریشان کرنے لگا تھا تم نے دیکھا نہیں اس نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا؟"

"ہاں...... ہمارا وہ سوتیلا بھائی ولاڈی میر بہت ہی ظالم ہے۔ اسے تو مر جانا چاہئے۔ میں جب پراسرار علوم میں مہارت حاصل کرلوں گی تو اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

اس نے بہن کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا"تم فکر نہ کرو اس سے نمٹنے کے لیے میں ہی کافی ہوں۔ پھر یہ کہ ہم عدنان کو زندہ رکھیں گے۔ تو اس پر مزید نحوستیں طاری ہوتی رہیں گی اور وہ زوال کی طرف جاتے جاتے بہت ہی ذلت کی موت مرے گا۔"

تاشا سر جھکائے سوچ رہی تھی پھر وہ سر اٹھا کر بولی۔"تم اور ماما باتیں کر رہے تھے کہ ہمارا بھائی اونوپ کوف پندرہ برس کے بعد پھر جنم لے اور میں اسے جنم دوں گی۔ بھائی یہ کیا بھید ہے؟"

"ہماری دنیا میں جو بھی جاندار مرتا ہے یا کوئی بے جان شے فنا ہوتی ہے تو پھر وہ کسی دوسری صورت میں اس دنیا میں چلی آتی ہے۔ جو کا غذات ہم استعمال کر چکے ہوتے ہیں۔ ان تمام کاغذات کو مختلف مشینوں اور مراحل سے گزارا جاتا ہے۔ تو وہ پھر نئی صورت میں تیار ہو جاتے ہیں جو اناج ہم کھاتے ہیں وہ غلاظت کی صورت میں کھاد بن کر کھیتوں میں پہنچتا ہے۔ اور اس کھاد سے پھر وہی اناج پیدا ہوتا ہے ہم پھر اس اناج کو کھاتے ہیں۔ دنیا پہیے کی طرح گھومتی ہے۔ جہاں سے گھومنا شروع ہوتی ہے اسی جگہ ختم ہو کر پھر وہیں سے گھومنا

شروع کر دیتی ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ انسان بھی اسی طرح پیدا ہوتا ہے مرتا ہے پھر مرنے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔"

وہ آوازون کی بات سن رہی تھی۔ اور گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آوازون نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر ہلکے سے ہلاتے ہوئے کہا۔"کہاں گم ہو......؟"

وہ خیالات سے چونک کر بولی"میرے اور عدنان کے ستارے کہتے ہیں کہ ہم دونوں کو زندگی بھر ساتھ رہنا ہے اور جیون ساتھی بن کر رہنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں جس بچے کو جنم دوں گی وہ عدنان کا ہوگا۔ یعنی عدنان ہمارے اونوپ کوف کا باپ بنے گا؟"

یہ کہتے ہی وہ منہ دبا کر ہنسنے لگی۔ پھر بولی"بھائی سوچنے سے کیسا لگتا ہے۔"

آوازون بھی ہنسنے لگا۔ کہنے لگا"یہ تقدیر کے کھیل ہیں مقدر ہم سب کو اسی طرح ناچ نچاتا ہے اور ہم ناچتے رہتے ہیں۔ تماشا بنتے رہتے ہیں۔"

وہ بھائی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی"میرا عدنان سے ملنے کو جی چاہتا ہے۔ کیا ابھی جا سکتی ہوں؟"

"نہیں...... ماما نے تمہیں منتر پڑھتے رہنے کو کہا ہے اور اب کافی وقفہ ہو چکا ہے تمہیں پڑھنا چاہئے۔ جب دشمن اسے تلاش کرتے کرتے تھک جائیں گے ہار جائیں گے۔ مایوس ہو کر واپس چلے جائیں گے تو پھر تم عدنان سے جا کر مل سکو گی۔"

ایسے وقت ارنا کوف نے خیال خوانی کے ذریعے انہیں مخاطب کیا۔"یہ تم دونوں بھائی بہن کیا کر رہے ہو؟ تاشا!...... میں نے تمہیں منتروں کا جاپ کرنے کو کہا تھا۔"

"ماما! میں کر رہی ہوں۔ ذرا آرام کرنے کے لیے بیٹھی تھی۔ بھائی نے کہا تھا کہ میں پندرہ منٹ تک تھکن اتار سکتی ہوں۔"

"بہت تھکن اتر چکی چلو منتروں کا جاپ کرو میرے بیٹے کی تدفین ہو چکی ہے میں دو گھنٹے بعد تمہارے پاس آؤں گی۔"

تاشا اپنی جگہ سے اٹھ کر وہاں آکر بیٹھ گئی۔ جہاں وہ منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔ وہاں ایک بڑے سے تھال میں سیاہ رنگ کی ڈوری بندھی رکھی تھی۔ کالے عمل میں جن لوازمات کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب وہاں موجود تھے۔ تاشا آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی پھر منتروں کا جاپ کرنے لگی۔

منتر پڑھتے ہی وہ ایک دم سے رک گئی۔ آوازون نے بھی حیرانی سے اس تھال کی طرف دیکھا جس پر وہ سیاہ ڈوری بندھی ہوئی رکھی اچھلنے لگی تھی۔ تاشا خاموش ہوئی تو وہ ڈوری بھی اپنی جگہ رک گئی۔

آوازون نے کہا"تاشا! تم پھر پڑھو، ہم دیکھنا چاہتے ہیں یہ کیا ہو رہا ہے؟"

تاشا پھر پڑھنے لگی وہ ڈوری پھر سے اچھل کر تھال کے کبھی اس کنارے کبھی اس کنارے سے ٹکرانے لگی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ تھال کے باہر جانا چاہتی ہو اور اسے راستہ نہ مل رہا ہو۔

آوازون نے حیرانی سے پوچھا۔"ماما! کیا تم تاشا کے اندر موجود ہو؟"

"ہاں...... بیٹے! میں موجود ہوں۔ اور دیکھ رہی ہوں کہ عدنان اپنے کمرے میں اِدھر اُدھر اچھل رہا ہے۔ کبھی اس دیوار کے پاس جا رہا ہے کبھی اس دیوار کے پاس جا رہا ہے یہ اسے کیا ہو گیا ہے؟"

وہ سیاہ ڈوری کالے عمل کے ذریعے اس سیاہ ڈوری سے وابستہ تھی جو عدنان کے بازو میں باندھی گئی تھی۔ ارنا کوف تاشا اور آوازون یہ نہیں جانتے تھے کہ اب وہ ڈوری عدنان کے بازو سے کھول کر خرگوش کی گردن میں باندھ دی گئی ہے اور وہ خرگوش بند کمرے میں ادھر سے ادھر اچھلتا پھر رہا تھا۔ اور باہر نکلنے کا راستہ ڈھونڈ رہا ہے۔

تاشا نے پریشان ہو کر کہا"ماما! معلوم ہوتا ہے عدنان کسی تکلیف میں مبتلا ہے شاید اس کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔"

آوازون نے کہا"نہیں...... اس پر کوئی جادو کر رہا ہے۔ ولاڈی میر ہمارے جادو کا توڑ کر رہا ہوگا۔ اسی لیے یہ بچہ تکلیف میں مبتلا ہے۔"

ارنا نے کہا"میں نہیں مانتی۔ میں نے اس مکان کے چاروں طرف جادو کا ایسا حصار باندھا ہے کہ ولاڈی میر اس کا توڑ نہیں کر سکتا۔ اس حصار کے اندر داخل ہو کر اس مکان تک پہنچ نہیں سکے گا۔"

آوازون نے کہا۔"ماما! وہ خود نہیں پہنچ سکے گا لیکن اپنے منتروں کو تو پہنچا سکے گا؟"

"میں کیسے مان لوں کہ وہ میرے کالے عمل کو توڑ کرنے میں کامیاب ہو رہا ہے۔ فوراً وہاں جاؤ اور عدنان کو سنبھالو۔ اگر واقعی ہمارے جادو کا توڑ کیا جا رہا ہے تو ہم پھر جواباً اس پر کالا عمل کریں گے۔"

وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر تیزی سے چلتے ہوئے اس دیدہ مکان کے باہر آئے پھر کار میں بیٹھ کر تیزی سے ڈرائیو

کرتے ہوئے اس نادیدہ مکان کی طرف جانے لگے۔ وہ مکان ان دونوں کے لیے نادیدہ نہیں تھا وہ کار کے ذریعے پہاڑی کے نیچے پہنچے پھر اس پر چڑھتے ہوئے مکان کے دروازے پر آئے۔ دروازہ کھلا ہوا تھا وہ دونوں تیزی سے اندر داخل ہوئے اور اس کمرے کی طرف بڑھے جہاں عدنان کو قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔

آوازدن نے فوراً ہی آگے بڑھ کر دروازے کو کھولا تو ایک دم سے چونک کر پیچھے ہٹ گیا۔ خرگوش اچھل کر باہر آیا تھا اور بھاگ رہا تھا انہوں نے حیرانی سے دیکھا تو اس خرگوش کی گردن سے وہ ڈوری بندھی ہوئی تھی جو عدنان کے بازو سے باندھی گئی تھی۔

دونوں نے تیزی سے پلٹ کر کمرے کے اندر آکر دیکھا تو وہ کمرا خالی تھا۔ آوازدن نے غصے سے چیخ کر کہا ''ماما! یہ کیا ہوگیا؟ وہ ولاڈی میر عدنان کو لے گیا ہے۔''

تاشا کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ بولی ''مائی گاڈ! اگر اس نے عدنان کو حاصل کیا ہے تو اسے فوراً ہی جان سے مار ڈالے گا۔''

ان تینوں نے بیک وقت خیال خوانی کی پرواز کی پھر عدنان کے دماغ میں پہنچے تو اطمینان ہوا۔ وہ زندہ تھا لیکن اس کے دماغ میں مختلف خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ اس لیے اس کے خیالات پڑھے نہیں جا سکتے تھے اور یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟ اور کس کے ساتھ ہے؟

تاشا نے دلبرداشتہ ہو کر پوچھا ''ماما! کیا وہ ولاڈی میر اسے لے جا رہا ہے؟''

ارنا نے کہا ''اگر ولاڈی میر اسے حاصل کر لیتا تو کہیں نہ لے جاتا فوراً ہی اسے ہلاک کر دیتا۔ ہمیشہ کے لیے اس سے نجات حاصل کر لیتا۔''

آوازدن نے کہا ''پھر تو اسے سونیا لے جا رہی ہے۔''

ماں نے بیٹے سے کہا ''آوازدن طلسمی آلے کے ذریعے معلوم کرو کہ وہ کس سمت میں ہے اور ہم سے کتنے فاصلے پر ہے؟''

عدنان کو حاصل کرنے کے بعد ارنا کوف نے صبح سے اس طلسمی آلے کو نہیں دیکھا تھا۔ آوازدن اس آلے کو لے کر بیٹھ گیا۔ اور منتر پڑھنے لگا۔ اس پر کچھ وقت صرف ہوا۔ جب اس آلے کی سوئی حرکت کرنے لگی تو پتا چلا کہ عدنان ماسکو ایئرپورٹ کی طرف ہے۔ یہ اندازہ ہوگیا کہ سونیا کسی طیارے کے ذریعے اسے واپس پیرس لے جا رہی تھی۔

ارنا کوف نے کہا ''فوراً یہاں سے نکلو۔ منتر پڑھتے رہو اور اس آلے کی رہنمائی حاصل کرتے رہو۔ ایئرپورٹ پہنچ اور اسے جانے سے روکو۔''

آوازدن تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ تاشا پیچھے پیچھے دوڑتے ہوئے بولی ''میں بھی جاؤں گی میں عدنان کو واپس لے کر آؤں گی۔''

آوازدن نے کہا ''نہیں تاشا! تم یہاں رہو۔ ماما جیسا کہتی ہیں ویسا ہی کرو۔ ان تسخیر کرنے والے منتروں کو پڑھتی رہو۔ جس کے اثر سے وہ اپنی دادی کے ساتھ جانے سے انکار کر دے گا۔''

وہ کار میں بیٹھ کر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا ایئرپورٹ کی طرف جانے لگا۔ ماسکو شہر وہاں سے ستر کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا جا رہا تھا۔ اس آلے کی سوئی بتا رہی تھی کہ عدنان اب تک وہیں ایئرپورٹ میں ہے لیکن جب وہ ماسکو پہنچا اور ایئرپورٹ کی طرف جانے لگا تو پتا چلا کہ وہ سوئی اپنا رخ بدل رہی ہے۔

اس کے ایئرپورٹ پہنچنے تک سونیا اور عدنان ایک طیارے میں بیٹھ چکے تھے۔ اور وہ طیارہ پرواز کرتا ہوا ایک سمت جا رہا تھا۔ اس لیے اس آلے کی سوئی بھی اپنا رخ بدل رہی تھی۔

ارنا خیال خوانی کے ذریعے آوازدن کے اندر تھی۔ اور پریشان ہو کر کہہ رہی تھی کہ وہ کم بخت یقیناً اپنے پوتے کو پیرس کی طرف لے جا رہی ہوگی۔

آوازدن نے جھنجھلا کر کہا ''اس بچے کا دماغ بھی ایک عجوبہ ہے۔ اچانک خیالات گڈمڈ ہو جاتے ہیں اس کا کوئی ایک خیال پڑھ کر معلوم نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کس کے ساتھ ہے؟''

''یہ بچہ ابھی تک زندہ ہے اس سے یقین ہوگیا ہے کہ یہ ولاڈی میر کے ہتھے نہیں چڑھا ہے اسی لیے زندہ ہے اور اپنی دادی کے ساتھ جا رہا ہے۔''

وہ تھک ہار کر بولا ''ماما!...... اب تو ہمیں صبر کرنا ہوگا۔ انتظار کرنا ہوگا۔ وہ طیارہ جہاں پہنچے گا ہم وہاں کے لوگوں کو آلۂ کار بنا کر عدنان کے قریب پہنچنے کی کوشش کریں گے اور ہوسکتا ہے اس وقت تک اس کے گڈمڈ خیالات صحیح ہو جائیں۔ اور ہم اس کے دماغ میں رہ کر معلوم کر سکیں کہ وہ کہاں ہے؟ اور وہاں سے پھر کہاں جانے والا ہے؟''

تاشا اپنے اسی خفیہ مکان میں آگئی تھی۔ اور اس کمرے میں بیٹھ کر تسخیر کرنے والے منتر پڑھنے لگی اس کے تصور میں عدنان تھا۔ وہ اسے تسخیر کرنے کے لیے اسے اپنی طرف

مائل کرنے کے لیے روانی سے ان منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔

عدنان کا دل و دماغ کس حد تک اس کی طرف مائل ہو رہا تھا یا نہیں یہ تو بعد میں معلوم ہونے والا تھا لیکن ابھی اس منتر پڑھنے والی کا دل اس کی طرف کھنچ رہا تھا۔ وہ شدت سے سوچ رہی تھی کہ عدنان کہیں دور نہ جائے۔ جہاں بھی جائے اپنی دادی سے ضد کرتا رہے کہ وہ واپس تاشا کے پاس جائے گا۔ اس کے دماغ میں عدنان کے بارے میں خوش کن خیالات پیدا ہو رہے تھے اور وہ بڑی محبت و لگن سے منتر پڑھتی جا رہی تھی۔

☆☆☆

انابیلا جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی اپنے آئیڈیل کے خواب دیکھنے لگی تھی۔ خوابوں خیالوں میں وہ دکھائی دیتا تھا۔ مگر چہرہ دھندلا سا ہوتا تھا۔ اس لیے وہ اسے چہرے سے پہچان نہیں سکتی تھی۔ پھر کئی برس کے انتظار کے بعد کبریا اسے ایک آئیڈیل کی حیثیت سے مل گیا تھا۔

ان دونوں نے ملتے ہی ایک دوسرے کو بھرپور محبتیں دیں۔ جلد ہی بے تکلف ہو گئے۔ ایک ہی چھت کے نیچے کئی گھنٹے گزارے۔ عدنان کو ولاڈی میر کے شکنجے سے بچانے کے لیے دونوں نے خیال خوانی کے ذریعے جدوجہد کی۔ سونیا کا ساتھ دیا۔ پھر اچانک ہی حالات ایک دم سے پلٹ گئے۔ وہ پورے تیس گھنٹے بھی ساتھ نہ رہ پائے۔ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

ایک یہی بات آڑے آئی کہ وہ یہودی ہے اور کبریا مسلمان پھر دونوں میں کیسے نبھے گی؟ مذہبی اختلافات پیدا ہوں گے۔ عدنان کے حالات کو دیکھتے ہوئے یہ بات ان کے ذہنوں میں پیدا ہو رہی تھی کہ ان سے جو اولادیں ہوں گی۔ تو ان کے سلسلے میں بھی یہی جھگڑا پیدا ہوگا۔ اولاد کو یہودی ہونا چاہیے یا مسلمان؟

باپ کے حوالے سے تو مسلمان ہونا چاہیے لیکن ماں کا دل نہیں مانتا۔ وہ اپنے طور پر بھی اولاد کی پرورش کرنا چاہتی ہے وہ دونوں کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے۔

انابیلا نے کہا ''میں تم سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ آئندہ اولاد کے جھگڑے سے محفوظ رہنے کے لیے میں ماں بننے کی خواہش نہیں کروں گی۔ کبھی کوئی اولاد پیدا نہیں کروں گی۔''

کبریا نے کہا ''تم اولاد پیدا نہیں کرو گی۔ تو مجھے اولاد کے لیے دوسری شادی کرنی ہوگی میرے ماں باپ اپنی گود میں پوتی یا پوتے کی خواہش کریں گے۔ اور ہماری آئندہ نسل کو پروان چڑھانے کی ضد کریں گے؟''

انابیلا کسی سوکن کو برداشت کرنے کے لیے راضی نہیں تھی اس نے کہا ''میں اولاد پیدا کروں گی ان میں سے ایک اولاد میری ہوگی۔ دوسری تمہاری تیسری میری ہوگی چوتھی تمہاری......''

کبریا نے کہا ''یہ حماقت ہے اولاد کو آپس میں بانٹا نہیں جائے گا۔ آخری فیصلہ یہی ہوگا کہ اولاد جب بھی ہوگی تو وہ باپ کے نام اور حوالے سے پرورش پائے گی۔ اور باپ کی مرضی کے مطابق تعلیم و تربیت حاصل کرے گی اور باپ کے ہی مذہب کے مطابق ایک مسلمان کی حیثیت سے زندگی گزارے گی۔''

یہ بات انابیلا کو منظور نہیں تھی۔ ابھی کبریا سے اس کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ اولاد تو ابھی دور کی بات تھی لیکن اولاد کے مسئلے پر جھگڑا ایسا پیدا ہوا۔ کہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

انابیلا نے کچھ اس بدتمیزی سے غصہ دکھایا کہ کبریا اس کے غرور اور ہٹ دھرمی کو برداشت نہ کر سکا۔ اس کے بنگلے سے نکل آیا۔ چند گھنٹے پہلے ہی اس نے انابیلا سے کہا تھا۔ کہ اس کرائے کے بنگلے کو چھوڑ دو۔ میرا اپنا بنگلا ہے وہ اب تمہارا ہے وہاں اپنی ماں کے ساتھ آکر رہو۔ لیکن آئندہ ساتھ رہنے سے پہلے ہی ساتھ چھوٹ چکا تھا۔

اس نے کبریا کو جاتے ہوئے نہ روکا۔ اسے اس بات پر ناز تھا۔ کہ وہ پلٹ کر آئے گا مکھی ایک بار دسترخوان پر آکر بیٹھ جائے۔ تو پھر اسے بھگاتے رہو نہیں بھاگتی۔ پلٹ کر پھر آجاتی ہے۔

کبریا نے اس کے حسن و شباب کی بڑی تعریفیں کی تھیں اور دیوانہ وار کہتا رہا تھا کہ وہ اس کے حسن کی سوغات کو کبھی بھول نہیں پائے گا۔ جہاں بھی جائے گا پلٹ کر اس کے پاس آئے گا۔

وہ تمام رات اس کا انتظار کرتی رہی۔ اور سوچتی رہی کہ جب وہ آئے گا تو کس طرح اس سے کترائے گی۔ اسے قریب نہیں آنے دے گی۔ اپنے بدن کو ہاتھ لگانے کی بھی اجازت نہیں دے گی، اسے خوب تڑپائے گی جب وہ اس کے لیے ترسنے لگے گا۔ تب وہ اپنی شرائط منوائے گی۔

پہلی شرط یہ ہوگی کہ شادی کے چند برس تک اولاد نہیں ہوگی۔ اور جب ہوگی تو ان میں سے ایک بچہ مسلمان ہوگا۔ تو دوسرا یہودی تیسرا مسلمان ہوگا تو چوتھا یہودی۔ اس طرح سے انصاف کیا جائے گا۔ تب وہ مکھی کو دسترخوان پر بیٹھنے کی اجازت دے گی۔

وہ لمبی رات انتظار کرتے کرتے گزر گئی۔ وہ نہیں آیا۔ دوسرا دن بھی انتظار میں گزر گیا۔ دوسری شام تک یہ خوش فہمی ختم ہوگئی کہ وہ پلٹ کر آنے والوں میں سے ہے۔ وہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ایسا بھنورا ہے جو ایک ہی بار پھول کی خوبصورتی بچوڑ لیتا ہے۔ اڑ کر جاتا ہے تو پھر پلٹ کر نہیں آتا۔

اب اسے اپنی توہین کا احساس ہونے لگا کہ جیسے وہ اپنے خوبصورت جسم کی قدر کھو چکی ہے سر سے پیر تک اس کے اندر جو کشش تھی۔ وہ اپنی اہمیت کھو چکی ہے۔ اس ہرجائی کا تو کچھ نہیں بگڑا وہ اس کی قدر د قیمت گرا کر جا چکا ہے۔ اب اس کے بارے میں سوچتا بھی نہیں ہوگا۔

وہ یہ سوچ کر جھنجھلا رہی تھی کہ خیال خوانی کے ذریعے بھی اس کے اندر نہیں جاسکتی۔ اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتی ورنہ معلوم کرتی کہ اب اس کے اندر اس کے لیے کتنی محبت و کشش رہ گئی ہے؟

اس کے دماغ میں پہنچتے ہی کبریا اسے محسوس کر لیتا اور اس کی سبکی ہوتی کہ ہار کر اس کے پاس آئی ہے۔

وہ پہلے اس کے پاس جا کر اپنی انا کو ٹھیس پہنچانا نہیں چاہتی تھی۔ دل کی بے چینی کہہ رہی تھی کہ اس کے پاس جانے یا اس کے واپس آنے کا کوئی بہانہ ہونا چاہیے۔ اس کے اندر کی ضدی لڑکی کہہ رہی تھی کہ اس کے واپس آنے سے اپنی قدر و قیمت معلوم ہوگی۔ کہ وہ پہلے کی طرح دیوانگی سے اسے چاہتا ہے یا نہیں؟

پھر یہ سوال پیدا ہو رہا تھا کہ اگر وہ اس کی طرف واپس آئے گا۔ تو آئندہ ان دونوں کے درمیان کس طرح کے تعلقات رہیں گے۔ کیا صرف دوستی رہے گی؟ یا پہلے جیسی محبت کی دیوانگی شروع ہو جائے گی؟

اس کی بے چینی بڑھ رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ پہلے پھر سے دوستی ہو جائے اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ پہلے اس ہرجائی کو واپس آنا چاہیے۔

وہ اس کے کسی کام آ کر اسے اپنی طرف متوجہ کر سکتی تھی اسے اپنا احسان مند بنا سکتی تھی۔ موجودہ حالات میں وہ عدنان تک پہنچنے کی کوشش کرتی۔ اس کا سراغ لگاتی۔ یا اس کو واپس لانے میں کامیاب ہوتی تو کبریا دوڑتا ہوا آ کر اس کے قدموں میں بچھ جاتا۔

وہ عدنان کے بارے میں نہیں جانتی تھی کہ اسے کس نے اغوا کیا ہے؟ ایک اندازہ کر سکتی تھی کہ ولاڈی میر نے ہی ایسا کیا ہوگا۔ لہٰذا وہ اس سے اسی سلسلے میں بات کرنا چاہتی تھی۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر اس کے سوتیلے بیمار بھائی اونوپ کوف کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو خیال خوانی کی لہریں واپس آگئیں۔

اسے حیرانی ہوئی۔ وہ سمجھ گئی کہ اونوپ کوف کا دماغ مردہ ہو چکا ہے حیرانی اسی بات کی تھی کہ وہ اچانک کیسے مر گیا؟ اگرچہ وہ بیمار تھا۔ لیکن ایسا بھی بیمار نہیں تھا کہ اچانک ہی موت آجاتی؟

اب ولاڈی میر اور سوتیلی ماں ارنا کوف سے رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں رہا تھا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر ولاڈی میر کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ صرف دو سیکنڈ اس کے اندر رہنے کا موقع ملا تو پتا چلا کہ وہ کسی کالے عمل میں مصروف ہے۔

وہ چند سیکنڈ کے بعد پھر اس کے دماغ میں گئی۔ تو اس نے غصے سے کہا "چلی جاؤ یہاں سے میں کسی کو نہیں آنے دوں گا۔ کوئی مجھے ڈسٹرب نہ کرے۔"

"میں عدنان سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"وہ میرے پاس نہیں ہے۔ وہ ہماری اس چڑیل ماں کے پاس ہے میں اسے اس سے چھین لینے کی کوشش کر رہا ہوں۔ بس اب جاؤ یہاں سے۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ واپس آ کر سوچنے لگی۔ پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اپنی سوتیلی ماں ارنا کوف کو مخاطب کرنا چاہا تو اس نے بھی سانس روک لی۔ صرف دو تین سیکنڈ تک اس کے دماغ میں رہ کر اتنا معلوم ہوا کہ وہ بیٹے کی موت کا ماتم کر رہی ہے۔

وہ ایک سیکنڈ بعد پھر اس کے دماغ میں گئی پھر بولی "میں انابیلا بول رہی ہوں۔"

وہ غصے اور حقارت سے بولی "چلی جاؤ یہاں سے میرا بیٹا میرے جگر کا ٹکڑا اس دنیا سے چلا گیا ہے۔ ایک ماں کا کلیجہ پھٹ رہا ہے چلی جاؤ یہاں سے۔"

اس نے سانس روک لی۔ انابیلا پھر اپنی جگہ دماغی طور سے حاضر ہوگئی۔ ایک اپنے بیٹے کا ماتم کر رہی تھی۔ دوسرا کالے عمل میں مصروف تھا۔ ایسے وقت وہ دونوں اس سے باتیں کرنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ سوچنے لگی کہ اب کیا کرے؟ کس طرح عدنان کے بارے میں معلوم کرے کہ اسے کہاں لے جا کر رکھا گیا ہے؟

یہ معلوم تھا کہ انامیریا بھی ولاڈی میر سے رابطہ کرتی ہے۔ ولاڈی میر کے کچھ اور آلہ کار بھی ہیں جن کے بارے میں انامیریا جانتی ہے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے انامیریا سے رابطہ کرنا [illegible] اسے یاد آیا کہ سوچ کی لہریں انامیریا کے اندر پہنچ کر [illegible] ہو جاتی ہیں۔ ایک جگہ ٹھہر نہیں پاتیں۔ کوئی اس کے [illegible] کے اندر نہ رہ سکتا ہے نہ اس کے خیالات پڑھ سکتا ہے۔ [illegible] پورس کے ذریعے انامیریا سے باتیں کر سکتی تھی۔ اور [illegible] کے ذریعے ولاڈی میر اور ارنا کوف تک پہنچ سکتی تھی۔ اور [illegible] انہیں بات کرنے پر مجبور کر سکتی تھی۔

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی اور پورس کو مخاطب [illegible] اس نے پوچھا "ہاں انابیلا! کیا بات ہے؟"

"میں عدنان کے لیے پریشان ہوں۔ ادھر ولاڈی میر [illegible] پاس گئی تو وہ کالے عمل میں مصروف تھا اور اپنی سوتیلی ماں [illegible] پاس پہنچی تو ابھی ابھی اس کے جوان بیٹے کی موت ہوئی [illegible] اس کا ماتم کر رہی ہے۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ [illegible] کس طرح ولاڈی میر تک پہنچتی ہے اور ان سے بات [illegible] ہے؟"

پورس نے کہا "مجھے افسوس ہے کہ انامیریا سے اب میرا [illegible] نہیں رہا ہے۔ ہمارے درمیان شدید اختلافات پیدا [illegible] اس نے مجھے بہت زبردست دھوکا دیا ہے میرے [illegible] پہنچائی ہے۔ اس لیے میں اسے چھوڑ کر چلا آیا [illegible] نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کرتی پھر رہی [illegible]

[illegible] محبت نہ ہوئی۔ آپ دونوں ایک دوسرے کو اس [illegible] تھے۔ اس نے یہودی ہو کر بھی آپ کو اپنے گلے [illegible] سب کچھ آپ پر قربان کیا اور آپ کسی بات پر خواہ [illegible] ہو کر اسے چھوڑ کر چلے آئے۔"

[illegible] خواہ مخواہ ناراض نہیں ہوا مجھے حقیقت کا پتا چل گیا [illegible] بوجھ کر عدنان کو ہم سے دور کر رہی تھی۔ شیوانی نے [illegible] کو اغوا کیا تھا۔ تو یہ بات انامیریا اچھی طرح جانتی [illegible] سے چھپاتی رہی تھی اور مجھے دھوکا دیتی رہی تھی۔ شیوانی کے ہاتھ سے بھی نکل گیا تب مجھے حقیقت [illegible] کہ میرے ساتھ کس طرح فراڈ کیا جا رہا ہے؟"

[illegible] کہ بھی ہوا اچھا نہیں ہوا۔ انامیریا آپ کو دل و جان [illegible] ہے۔ کسی مجبوری سے اس نے دھوکا دیا ہوگا۔"

[illegible] بھی مجبوری سے اپنے چاہنے والے کو دھوکا نہیں دیا [illegible] طرح اعتماد بھی قائم نہیں رہتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ [illegible] سب بے وفا اور خود غرض ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارا تجربہ [illegible] کہ کسی یہودی لڑکی سے دل نہ لگایا جائے۔"

[illegible] باتیں کرتے وقت آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں [illegible] ہوں اور آپ کے چھوٹے بھائی کی محبت ......ہوں۔"

"ہاں......ہاں سمجھ رہا ہوں۔ پتا نہیں تم دونوں کی محبت کیا رنگ لائے گی؟ ویسے میں تم دونوں کے حق میں دعا کرتا رہوں گا۔"

انابیلا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ پورس سے بات کرنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچ رہی تھی کہ انامیریا عدنان کو اس کے باپ سے بھی الگ کرنا چاہتی تھی۔ اور اسے خفیہ طور پر کسی یہودی ادارے میں پہنچا کر اسے اپنے طور پر تعلیم دلوانا چاہتی تھی۔ اپنے طور پر تربیت کرنا چاہتی تھی لیکن ارنا کوف نے عدنان کو اغوا کیا تو انامیریا کا جھوٹ اور فراڈ کھل گیا۔ اور پورس اس سے بدظن ہوگیا۔

انابیلا سوچ رہی تھی کہ فرہاد علی تیمور کے خاندان میں یہی ہو رہا ہے۔ فرہاد کے جس بیٹے نے بھی یہودی لڑکی سے محبت کی وہ دھوکا کھاتا رہا۔ پورس بھی دھوکا کھا چکا ہے۔ اب اس کی اور کبریا کی باری ہے۔ اس نے ابھی تک کبریا سے کوئی بات جھوٹ نہیں کہی ہے۔ اور نہ ہی کسی سلسلے میں دھوکا دیا ہے پھر بھی ان دونوں کے درمیان رنجش پیدا ہو کر جدائی بھی ہو چکی ہے۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی کہ پتا نہیں یہ دل اتنا بے ایمان کیوں ہو جاتا ہے۔ یہ کسی مسلمان کے لیے ہی کیوں دھڑکنے لگتا ہے؟ میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟ کیا میں کسی یہودی گبرو جوان سے محبت نہیں کر سکتی تھی کیا میں اسے اپنا آئیڈیل نہیں بنا سکتی تھی؟

دل نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔ دل و دماغ جس کی طرف مائل ہو جائیں تو پھر وہ دنیا کا سب سے اہم شخص ہوتا ہے اور پھر اس کے سامنے کوئی نہیں بھاتا۔ اور نہ ہی کسی پہلو سے متاثر کرتا ہے لہٰذا اب تو کبریا ہی اسے ہر پہلو سے متاثر کرتا رہے گا۔

ایک دن دو راتیں گزر گئیں۔ وہ روٹھ کر جانے والا واپس نہیں آیا۔ دل اور شدت سے مچلنے لگا تھا۔ اپنی توہین کا احساس بھی ہو رہا تھا۔ اور وہ اپنی قدر و قیمت بھی معلوم کرنا چاہتی تھی۔ کیا وہ واقعی اسے بالکل فراموش کر دے گا؟ یا صرف دکھاوے کی نفرت ظاہر کر رہا ہے؟ اور کبھی اس کے پاس واپس آئے گا۔ اگر وہ اسے بلائے گی تو کیا وہ آنا چاہے گا؟

دل مچل مچل کر کہہ رہا تھا کہ اس سے رابطہ کرے مگر انا کو ٹھیس پہنچ رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ ابھی کچھ اور انتظار کیا جائے۔ کوئی اور تدبیر کی جائے۔ شاید کوئی دوسری تدبیر

کامیاب ہو جائے وہ دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور الپا کے پاس پہنچ گئی۔ اس سے بولی" میں انابیلا ہوں۔"

الپا نے خوش ہو کر کہا" ویلکم انابیلا! کہو کیسے آئی ہو؟ کبریا کیا کر رہا ہے؟"

"وہ جھگڑا کر رہا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی" اچھا تو سر منڈاتے ہی اولے پڑنے لگے۔ محبت شروع ہوتے ہی جھگڑے بھی شروع ہو گئے۔"

"پلیز...... اسے مذاق میں نہ لیں' میں بہت پریشان ہوں آپ کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ یہودی اور مسلمان کا تنازعہ پیدا ہوتا رہا تھا پھر پورس اور انامیریا کے ساتھ بھی یہ ہوا ہے۔ پورس نے انامیریا کو چھوڑ دیا ہے۔ اس سے الگ ہو کر کہیں چلا گیا ہے۔ آپ پورس کی محبوبہ اور بیوی رہ چکی ہیں انامیریا پورس کی محبوبہ تھی اور میں کبریا کو چاہتی ہوں۔ اور وہ چاہت شروع ہوتے ہی مجھے چھوڑ کر چلا گیا ہے۔"

"ایسی کیا بات ہو گئی ہے؟ مجھے تفصیل سے بتاؤ۔ تاکہ میں تم دونوں کے لیے کچھ کر سکوں۔"

"کوئی کچھ نہیں کر سکے گا۔ وہی پرانا جھگڑا ہے کہ ایک مسلمان کے ساتھ ایک یہودی عورت کس طرح نبھا کر سکتی ہے۔ کبھی نہیں کر سکتی جھگڑے ہو رہے ہیں مثالیں بھی سامنے ہیں' پتا نہیں...... میرا کیا ہونے والا ہے؟"

تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ محبت میں عورت سب سے زیادہ قربانی دیتی ہے۔ میری مثال سامنے ہے میں قربانیاں دے رہی ہوں۔ میری بیٹی بابا صاحب کے ادارے میں پرورش پا رہی ہے۔ اور میں اعتراض نہیں کر رہی ہوں۔ اس کے برعکس میں نے جناب تبریزی کے سامنے سر جھکا دیا ہے۔ میرے ساس سسر نے مجھے اپنی بیٹی بنا لیا ہے۔ مجھ پر اعتماد کرنے لگے ہیں اب میں ایک اچھی پر اعتماد اور مطمئن زندگی گزارنے لگی ہوں۔"

"پتا نہیں...... آپ نے کیسے اپنے دل کو سمجھا لیا ہے؟ کیا ایک ماں اپنی تمام اولاد کو ہار سکتی ہے؟ میں تو کبریا سے کہہ چکی ہوں کہ انصاف کرو۔ آدھی اولاد تم لو، آدھی اولاد مجھے دو۔ آدھی تمہارے مذہب اور نظریے کے مطابق تربیت پائے گی۔ اور آدھی میرے مزاج کے مطابق پرورش پائے گی لیکن وہ راضی نہیں ہو رہا ہے۔"

"تم ایسے احمقانہ مشورے دو گی۔ تو لڑائی جھگڑا تو ہو گا کوئی بھی مرد اس بات پر راضی نہیں ہو گا۔ اولاد ہمیشہ باپ کے نام سے پرورش پاتی ہے۔ اور باپ کی نسل کو آگے بڑھاتی ہے ماں کی کوئی نسل نہیں ہوتی۔ ماں کی قربانیاں ہوتی ہیں اپنے بچوں کے باپ کی خاطر اپنا سب کچھ ہار کر ایک مطمئن زندگی گزارتی ہے۔ ایک بار کبریا سے سب کچھ ہار کر تو دیکھو پھر تمہیں پتا چلے گا کہ کتنی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں؟"

"آپ مجھ سے بڑی ہیں۔ آپ مجھے ہارنا سکھا رہی ہیں؟"

محبت میں سب سے پہلی شرط یہی ہے کہ عورت اپنا تن من دھن سب کچھ ہار جائے۔ تب ہی محبت مستحکم ہوتی ہے۔"

"ٹھیک ہے...... میں آپ کے ان مشوروں پر غور کروں گی۔"

"تم مجھ سے مشورہ لینے آئی ہو...... اچھا ہوا مجھے بھی تم سے ایک ضروری کام ہے۔"

"فرمائیں...... میں آپ کے لیے کیا کر سکتی ہوں؟"

"تم کسی آوازون کو جانتی ہو؟ جو روس کا رہنے والا ہے اور وہ بھی پراسرار علوم جانتا ہے۔ شاید ولاڈی میر ارنا کوف کا دشمن ہے؟"

وہ بولی۔" جب میں چودہ برس کی تھی۔ جب ہی میری ماں کو طلاق ہو گئی تھی۔ اور ہم وہاں سے ہندوستان چلے آئے تھے۔ میں آوازون کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ صرف ماں سے اس کا ذکر سنا ہے۔ آپ اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہی ہیں؟"

"وہ مجھ سے دشمنی کر رہا ہے۔ اور میں اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ جب کوئی مجھ سے دشمنی کرتا ہے تو میں اس کی پوری ہسٹری پورا جغرافیہ معلوم کرتی ہوں۔"

"وہ آپ سے کس سلسلے میں دشمنی کر رہا ہے؟"

"تم جانتی ہو میری بیٹی جو بابا صاحب کے ادارے میں ہے وہ اس وقت سات برس کی ہے۔ اور وہ کم بخت میری بیٹی کا رشتہ مانگ رہا ہے۔"

انابیلا نے الپا سے پوچھا" کیا...... آپ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے؟"

"ہاں...... وہ کہتا ہے کہ اس کی عمر اٹھائیس برس ہے اور میری بیٹی سات برس کی ہے۔ یہ کیسی احمقانہ اور غصہ دلانے والی باتیں ہیں؟ کہ وہ میری بیٹی کا رشتہ نہیں مانگ رہا ہے چیلنج کر رہا ہے کہ میں اپنی بیٹی کو اس کے حوالے کر دوں۔ ورنہ وہ اسے جبراً اٹھا کر لے جائے گا۔"

"اس کی کیا مجال ہے کہ وہ ایسا کر سکے؟ فرہاد علی تیمور کی بیٹی کو اغوا کرنا بچوں کا کھیل تو نہیں ہے کہ وہ کھیلنا چاہے اور کھیل جائے۔ اس کی شامت آ گئی ہے ویسے ایک بات کہتی ہوں آپ مائنڈ تو نہیں کریں گے؟"

"نہیں...... تم بولو کیا بات ہے؟"

"ہم آپ سب ہی یہودی ہیں' مسلمانوں سے دل لگانا ہماری بدقسمتی ہے یا کچھ بھی سمجھ لیا جائے لیکن ہم اپنے مذہب کو نہیں چھوڑ سکتیں۔ آپ کی تمام محبت اور وفاداری فرہاد علی تیمور کی فیملی کے لیے ہے اس کے باوجود آپ یہودی ہیں؟"

"بے شک...... ہوں اور مرتے دم تک رہوں گی۔ تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اگر آپ کو کبھی موقع ملے کہ یہودیوں کی حمایت میں بھی ایسا بہت کچھ کرنا چاہیے۔ جیسا آپ مسلمانوں کے لیے کر رہی ہیں۔ تو کیا آپ ایسا نہیں کریں گے؟"

"تم الجھی ہوئی باتیں کر رہی ہو' صاف صاف بولو کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"جب میں آپ اور انامیریا سب ہی مسلمانوں سے محبت کر سکتی ہیں۔ تو کیا آپ کی بیٹی ایک یہودی سے شادی نہیں کر سکتی؟"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آوازون بہت ہی قابل شخص ہے اور ہر طرح سے آپ کا داماد بننے کے قابل ہے اور آپ کی بیٹی کو ہمیشہ خوش رکھے گا۔ تو کیا آپ رشتے سے انکار کریں گی؟ انکار کی کوئی وجہ ہو سکے گی؟"

"سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ پارس اور ہمارے مما پاپا راضی نہیں ہوں گے۔ وہ میری بیٹی کی شادی کسی مسلمان سے کریں گے۔"

"یہ تو پھر خود غرضی ہوئی کہ جب ہمارے یہودی مرد مسلمان عورت سے شادی کرنا چاہے تو اعتراضات شروع ہو جاتے ہیں اور ہم مسلمان سے شادی کر لیتے ہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہوتا؟ بلکہ خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔"

"انابیلا! تم جذباتی ہو کر بات نہ کرو۔ حقیقت کو سمجھو۔ بات یہ ہے کہ خیر اور شر کے درمیان تمیز کی جاتی ہے، خیر یہ ہے کہ بابا صاحب کے ادارے والے روحانیت کی راہ پر چل رہے ہیں۔ اور آوازون اور ولاڈی میر وغیرہ سب ہی کالے علم کی طرف مائل ہیں اور اس میں مہارت رکھتے ہیں۔ شیطانیت کی طرف گامزن ہیں۔ لہٰذا ان سے رشتہ داری تو کجا دوستی بھی نہیں ہو سکتی۔"

"میں بھی پراسرار علوم جانتی ہوں۔ کالا جادو بھی کر سکتی ہوں پھر مجھ سے دوستی کس طرح ہو گئی ہے؟ اور کبریا مجھ سے محبت کیوں کر رہا ہے؟"

"ابھی تم نے پاپا کی فیملی میں قدم رکھا ہے۔ رفتہ رفتہ تمہیں معلوم ہو گا۔ تم خود ہی کالے علوم سے باز آ جاؤ گی اور اسے ناپسندیدہ علم سمجھ کر چھوڑ دو گی۔"

"کیا کبریا اور اس کے پاپا مجھے ایسا کرنے پر مجبور کریں گے؟"

"نہیں...... وہ مجبور نہیں کریں گے۔ محبت سے تمہارا دل جیتیں گے' ہم محبت سے تمہیں خیر کے راستے پر لے آئیں گے۔"

"پھر تو میری خیریت نہیں رہے گی۔ آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں؟ میں نے پراسرار علوم میں بڑی محنت کی ہے۔ مہارت حاصل کی ہے اور یہ مجھ سے چھوٹ جائے۔ اور دشمن مجھ پر غالب آ جائے۔ یہ میں کبھی نہیں چاہوں گی۔"

"ہم سب پراسرار علوم نہیں جانتے کیا دشمنوں پر غالب نہیں آ جاتے ہیں؟ تم خواہ مخواہ ان سے خوف زدہ ہو یا پھر اپنے باپ دادا اور خاندانی رسوم و رواج کا بہت گہرا اثر ہے؟ اسی لیے تم پراسرار علوم سے باز نہیں آنا چاہتیں؟ لیکن یہ تمہارے چاہنے یا نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہو گا۔ کبریا سے محبت کرتی رہو۔ پھر دیکھتی رہو کہ تم خود ہی کس طرح خیر کی راہ پر چلی آؤ گی۔"

انابیلا چپ رہی۔ وہ اس سلسلے میں بحث کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے بات کو بدلتے ہوئے پوچھا" کیا آپ اپنے وطن اسرائیل کبھی واپس نہیں جائیں گی؟"

"میں اپنے وطن سے دور رہ کر آسودہ زندگی گزار رہی ہوں۔ کسی بھی قسم کا مسئلہ نہیں ہے۔ نہ یہودی کی حمایت نہ مسلمانوں کی...... وہاں جو کچھ ہو رہا ہے وہ لوگ خود ہی نمٹ رہے ہیں۔ میرا ضمیر مطمئن ہے کہ اگر میں فلسطینی مسلمانوں کی حمایت نہیں کر رہی ہوں تو وہاں میری یہودی قوم کو بھی میری حمایت نہیں ہے۔ میں آئندہ بھی اسرائیل نہیں جاؤں گی یہ اچھی طرح جانتی ہوں کہ مجھے وہاں بلانے کے لیے سازشیں کی جا رہی ہیں۔ اور ان سازشوں میں وہ آوازون بھی شریک ہے۔"

"آپ جب بھی اسرائیل جائیں گی وہاں پہلے کی طرح حکومت کریں گے۔ شاید اسی لیے آوازون آپ کی بیٹی کا رشتہ مانگ رہا ہے۔ تاکہ آپ کا داماد بن کر وہاں حکومت کر سکے۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتی۔ اگر آوازون کو وہاں حکومت کرنی

ہوتی تو وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمام اسرائیلی اکابرین اور آرمی افسران کے دماغوں پر حاوی ہو جاتا۔ انہیں اپنا معمول اور فرماں بردار بنا لیتا۔ پھر اسے حکومت کرنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔"

"تو پھر وہ ایسا کیوں نہیں کر رہا ہے؟ آپ کی بیٹی کا رشتہ کیوں مانگ رہا ہے؟"

"وہ کہتا ہے کہ اس کی قسمت اور مستقبل میری بیٹی سے وابستہ ہے۔ میری بیٹی اس کے ساتھ رہے گی تو اسے کامیابیاں حاصل ہوتی رہیں گی۔"

"پھر تو وہ آپ کی بیٹی کو حاصل کرنے کے لیے ولاڈی میر کی طرح جارحانہ اقدامات کر سکتا ہے۔ جس طرح وہ عدنان کو اغوا کر رہا ہے اسی طرح وہ آپ کی بیٹی کو بھی اغوا کر سکتا ہے۔"

"اس نے یہی دھمکی دی ہے کہ اگر ہم نے اپنی بیٹی کا رشتہ اسے نہ دیا تو وہ اسے کسی بھی طرح اغوا کرے گا۔"

"مجھے امید ہے کہ آپ اس کے چیلنج کا منہ توڑ جواب دیں گی۔ میں بھی کوشش کروں گی کہ کسی طرح اس کے بارے میں معلومات حاصل کر دوں۔ کم از کم یہ تو معلوم ہو کہ وہ آج کل کس ملک کے کس شہر میں رہتا ہے۔"

"میں یہی چاہوں گی کہ تم بھی اپنے طور پر معلومات حاصل کرتی رہو۔"

"میں ایسا ضرور کروں گی۔ آپ اطمینان رکھیں۔ اب میں جا رہی ہوں۔"

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اسے الپا کی یہ باتیں پسند نہیں آ رہی تھیں کہ ایک طرف تو وہ مسلمانوں کی حمایت کر رہی تھی ہماری بیٹی بن کر ہمارے دل جیت رہی تھی۔ اور دوسری طرف یہودیوں کو کم تر بنا رہی تھی۔

وہ اس طرح کم تر بنا رہی تھی۔ کہ آوازدن جیسے یہودی سے اپنی بیٹی کو منسوب کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس معاملے میں وہ انصاف سے نہیں سوچ رہی تھی۔

انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ وہ سب یہودی ہو کر پارس پورس اور کبریا کو اپنا جسم و جان دے رہی ہیں۔ اپنی محبتیں دے رہی ہیں تو اس کی بیٹی کو بھی آوازدن جیسے یہودی سے منسوب ہو جانا چاہیے۔

انا بیلا یہ بات ناگواری سے سوچ رہی تھی کہ الپا یہودی ہو کر ایک یہودی کو اپنی بیٹی کا رشتہ نہیں دے رہی ہے۔ دعویٰ کرتی ہے کہ مرتے دم یہودی رہے گی۔ لیکن یہودی ہونے کے فرائض ادا نہیں کر رہی ہے۔

اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ اسے اسرائیلی اکابرین سے رابطہ کرنا چاہیے اور یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہاں الپا کے خلاف کیا کھچڑی پک رہی ہے؟ اور آوازدن کیا کر رہا ہے؟

اس کا ذہن یہ بھی سوچ رہا تھا کہ الپا اور پارس کی بیٹی سے آوازدن کی شادی ہو سکتی ہے تو مجھے ایک یہودی کی حیثیت سے آوازدن کا ساتھ دینا چاہیے۔ اس طرح وہ ایک یہودی ہونے کے ناتے بہت بڑا فرض ادا کر سکتی ہے۔

وہ ٹی وی آن کر کے ایسے چینل دیکھنے لگی۔ جہاں سے اسرائیلی خبرنامہ نشر ہوتا تھا۔ اور اس خبرنامہ میں اسرائیلی اکابرین کے انٹرویو اور بیان نشر ہوتے تھے۔ وہ اسکرین پر ان اکابرین میں سے کسی کو دیکھ کر اس کے ذہن میں پہنچ کر اس کے ذریعے تمام اکابرین سے رابطہ کرنا چاہتی تھی۔

اس کے اندر یہ خیال بھی پک رہا تھا کہ اب وہ کبریا سے کسی بات پر جھگڑا نہیں کرے گی اور مذہبی معاملات میں اختلافات کو ہوا نہیں دے گی۔ وہ جو کہے گا اسے تسلیم کرتی رہے گی لیکن درپردہ اپنی من مانی کرے گی۔ کبریا کو کبھی یہ معلوم نہیں ہونے دے گی کہ وہ الپا اور پارس کی بیٹی کو کسی نہ کسی طرح آوازدن کے سائے میں پہنچانے والی ہے۔

☆☆☆

ٹونی جے ہاتھ دھو کر چنڈال کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ ا[illegible] چنڈال نے اس کی دنیا اجاڑ دی تھی۔ اس کی دنیا میں [illegible] جیسی محبت کرنے والی بیوی تھی۔ اسے مار ڈالا تھا۔ اس [illegible] ساتھ اس کے ہونے والے بچے کو مار ڈالا تھا۔ اس کا نام [illegible] تھا۔ اس کا نام مٹا کر مہادیو بھاٹیا رکھ دیا تھا۔ اس کا مذہب [illegible] سے چھین چکا تھا۔ اور اسے کٹر ہندو بنا کر ہندوستان لے [illegible] تھا۔ اس سے بڑی دشمنی اور کیا ہو سکتی تھی کہ کسی سے ا[illegible] مذہب چھین لیا جائے۔ اب تو وہ اتنا خونخوار ہو گیا تھا کہ ا[illegible] ہی وقت میں چنڈال کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ لیکن مار ڈالنے [illegible] اسے چند منٹ کی تکلیف ہوتی۔ اس کے بعد ہمیشہ کے [illegible] آرام آ جاتا۔ وہ اس دنیا سے چلا جاتا۔ اور انتقام کی آگ بجھتی۔

اس کے اندر جولا وا پک رہا تھا۔ اس کا تقاضا یہ تھا [illegible] چنڈال کو تڑپا تڑپا کر مارنا چاہیے۔

جب وہ چنڈال کا تابعدار تھا اس وقت اس نے ا[illegible] ہدایت کے مطابق شانتا بائی کو اغوا کر کے ایک کوٹھی میں [illegible] جا کر چھپا دیا تھا۔ یہ چاہتا تھا کہ شانتا بائی اور اس کی [illegible] کے پیچھے فرہاد علی تیمور چھپا ہوا ہے تو اسے بے نقاب کر [illegible] لیکن چنڈال اور ٹونی کا یہ منصوبہ ناکام رہا تھا۔ [illegible]

الپا بی بی چند گھنٹوں میں ہی یہ معلوم کر چکے تھے کہ شانتا بائی کو کہاں لے جا کر چھپایا گیا ہے پھر ہم وہاں سے اسے لے آئے تھے۔

اس دوران میں ہی ٹونی جے کو اپنی حقیقت معلوم ہوئی تھی۔ چنڈال کے چور خیالات پڑھ کر اسے اندازہ ہوا تھا کہ اس ظالم بھیڑیے نے اس کے بیوی بچے کے ساتھ کیسی درندگی کی ہے اور اسے کٹر ہندو بنا کر مسلسل اُلو بنائے جا رہا ہے۔

اسے معلوم ہو گیا تھا کہ میں شانتا بائی کو اس خفیہ کوٹھی سے نکال کر لے گیا ہوں۔ اس نے پھر شانتا کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ اب اسے اس معاملے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اب تو اس کے لیے چنڈال بہت اہم ہو گیا تھا۔ وہ دن رات اسی کے خلاف سوچ رہا تھا۔ اور اسی کے خلاف عمل کر رہا تھا جس کے نتیجے میں اس نے اسے پاگل خانے پہنچا دیا تھا۔

اسے پاگل خانے پہنچانے میں اس کے ایک بیٹے رمیش کا بھی ہاتھ تھا۔ اس نے ڈاکٹرز کو بھاری رشوت دی تھی۔ اور اسے ایسی دوائیں کھلوا رہا تھا اور انجکشن لگوا رہا تھا جس کے نتیجے میں وہ ابنارمل ہوتا جا رہا تھا۔ اپنا دماغی توازن کھوتا جا رہا تھا۔

دوسری طرف سے ٹونی اسے مزید دہشت زدہ کرنے کے لیے۔ خود کو فرہاد علی تیمور بنا کر پیش کر رہا تھا۔ اسے یہ تاثر دے رہا تھا کہ مجھے اس کا پتا ٹھکانا معلوم ہو چکا ہے اور میں اس کے کمزور دماغ میں پہنچ کر اس سے دشمنی کر رہا ہوں کہ وہ خطرناک پاگل ہے لہٰذا اسے وہیں قیدی بنا کر رکھا جائے۔

وہ جانتا تھا کہ اس کا بیٹا ہنس راج جوگیا کہاں ہے اور کس نئے روپ میں ہے۔ وہ کسی وقت بھی اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے اندر زلزلہ پیدا کر سکتا تھا۔ اور یہ تو کرنا ہی تھا۔ چنڈال نے اس کے بچے اور بیوی کو مار ڈالا تھا۔ اب وہ چنڈال کے بچوں کو زندہ چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔

ہنس راج جوگیا تو اس کی نظروں میں تھا۔ لیکن وہ انیتا گم ہو گئی تھی وہ اپنی بیٹی کو بہت چاہتا تھا۔ اور ٹونی نے سوچ لیا تھا کہ اس کی بیٹی کو اس کے سامنے لا کر ہلاک کرے گا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کالا جادو جاننے والا باپ اس کے لیے کچھ کر نہیں سکے۔ اسے حرام موت مرنے سے بچا نہیں سکے گا۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا۔ ہنس راج جوگیا کے اندر آیا۔ پھر بولا "میں تمہارے باپ کا دوست ہوں میرا نام مہادیو بھاٹیا ہے۔"

"ہاں...... میں تمہیں جانتا ہوں۔ تم اپنا تعارف کیوں کروا رہے ہو؟"

"کوئی دشمن تمہارے اندر آ کر تمہیں دھوکا دے سکتا ہے۔ مہادیو بھاٹیا بن کر اور چنڈال بن کر بھی تمہیں دھوکا دے سکتا ہے۔"

"میرے پتا جی کہاں ہیں؟" یہ تم اچھی طرح جانتے ہو گے؟"

"ہاں...... جانتا ہوں یہی تو میں تمہیں بتانے آیا ہوں' وہ اس وقت پاگل خانے میں ہے۔"

اس نے تعجب سے پوچھا "وہ پاگل خانے کیوں گئے ہیں؟"

"اس لیے کہ پاگل ہو چکے ہیں۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"کسی بھی پہلی فلائٹ سے ناگ پور پہنچو۔ وہاں کے ایک پاگل خانے میں اپنے باپ کو دیکھو گے تو یقین آ جائے گا۔"

"کیا تم پتا جی کے اندر رہ کر ان کا پاگل پن دور نہیں کر سکتے؟ ان کے دماغ کو توانائی نہیں پہنچا سکتے؟"

"میں بہت کچھ کر سکتا ہوں' پہلے تم وہاں پہنچو اور اپنے باپ سے ملو۔"

"میں انہیں کیسے پہچانوں گا؟"

"جب تم وہاں پہنچو گے۔ میں تمہارے دماغ میں آ جاؤں گا اور تمہیں بتاؤں گا وہ سیٹھ ہریش چندر کے جسم میں سمائے ہوئے تھے۔ اب بھی اس کے جسم میں ہیں لیکن ایک مردے سے بدتر ہیں۔"

"پلیز...... کسی بھی فلائٹ میں میرے لیے ایک سیٹ او کے کروا دو۔"

"میں تمہارے باپ کا نوکر نہیں ہوں۔ اپنے باپ سے ملنا چاہتے ہو۔ تو خود ہی کوشش کرو۔"

وہ غصے سے بولا "میرے باپ پر مصیبت آئی ہے تو تم آنکھیں پھیر رہے ہو۔ کیسے بے مروت ہو؟ طوطا چشم ہو میرے باپ کے احسان بھول رہے ہو۔"

"تمہارے باپ نے جو احسانات کیے ہیں اس کا تو میں ایسا بدلہ چکاؤں گا کہ اس کی پوری نسل کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں تمہیں ابھی زندہ چھوڑ رہا ہوں۔ صرف اس لیے کہ تم آخری بار اپنے باپ سے ملاقات کر سکو۔ اب میں جا رہا ہوں ناگ پور کے پاگل خانے میں تم سے ملوں گا۔"

وہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ دوسری طرف رمیش کا چچا پریشان تھا کہ اس کے بھائی ہریش چندر کو پاگل خانے میں کہاں رکھا گیا ہے وہ ایک بار ملنے گیا تھا۔ لیکن ڈاکٹرز نے

اسے بھائی سے ملنے کی اجازت نہیں دی۔

وہ گھر آ کر اپنے دونوں بھتیجوں رمیش اور مہیش چندر سے جھگڑا کرنے لگا۔ ”تم لوگ میرے بھائی سے کیا دشمنی کرر ہے ہو؟ وہ صرف میرا بھائی نہیں تمہارا باپ بھی ہے۔ تم نے اس کے خون سے جنم لیا ہے۔“

رمیش نے کہا ”لیکن جس ماں نے ہمیں جنم دیا اس ماں کو اس نے قتل کیا ہے۔ وہ ہماری ماں کا قاتل ہے۔“

مہیش نے کہا ”وہ بہت ہی بدنیت اور شیطان ہے اس نے اپنی ہونے والی بہو پر بری نظر ڈالی تھی۔“

”اگر تمہارے باپ نے ایسی غلطیاں کی ہیں تو تم اسے معاف کر سکتے ہو۔ اسے توبہ کرنے اور سنبھلنے کا موقع دے سکتے ہو۔ لیکن تم نے اسے پاگل خانے بھیج دیا ہے یہ کیسا انتقام لے رہے ہو؟“

”اس کی سزا یہی ہے۔ اب وہ مرتے دم تک پاگل خانے میں رہے گا ہم اسے باہر نہیں آنے دیں گے۔“

وہ غصے سے بولا ”میرا نام بھی جگدیش چندر ہے میں اپنے بھائی کو اس پاگل خانے سے نکال کر لاؤں گا۔ پھر دیکھوں گا کہ تم اس کے خلاف کیا سازشیں کرو گے۔ میں تمہاری ہر سازش کا منہ توڑ جواب دوں گا۔“

وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا چلا گیا۔ وہ تنہا کیا کر سکتا تھا وہ تو یہی سمجھ رہا تھا کہ صرف دونوں بیٹے باپ سے بدظن ہو گئے ہیں۔ اور خواہ مخواہ دشمنی کرر ہے ہیں۔ اس نے سوچ لیا کہ اپنے بھائی ہریش چندر کے وکیل سے ملاقات کرے گا۔ اور قانونی طور پر اجازت نامہ حاصل کرنے کے بعد پاگل خانے جا کر اپنے بھائی سے ملاقات کرے گا۔ وہاں اس کے حالات معلوم ہونے کے بعد اس کے لیے مقدمہ لڑے گا۔ اس بات کو عدالت میں لائے گا کہ اس کا بھائی ہریش چندر پاگل نہیں ہے۔ اس کے بیٹے اس کے خلاف سازش کرر ہے ہیں۔

وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی اس کے بھائی یعنی چنڈال کے خلاف ہے اور وہ خیال خوانی کے ذریعے اسے پاگل بنائے رکھتا ہے۔ اب اسے وہاں سے کوئی رہائی نہیں دلا سکے گا۔

دوسری صبح ہنس راج جو گیا ناگ پور کے قریب پاگل خانے پہنچنے والا تھا۔ اور وہاں اپنے باپ سے ملاقات کرنے والا تھا۔ اس وقت تک ٹونی جے انیتا کو تلاش کرر ہا تھا۔ اس نے پہلی اور آخری بار انیتا کو ثمر سلطانہ کی حیثیت سے ممبئی ائیر پورٹ پر دیکھا تھا۔ وہ وہیں گم ہوئی تھی۔ کسی نے اسے اس طرح اغوا کیا تھا کہ پھر وہ اور چنڈال خیال خوانی کے ذریعے انیتا تک پہنچ نہیں پائے تھے۔ پھر انہیں اتنی فرصت نہیں ملی کہ وہ بار بار انیتا کو تلاش کرتے انہوں نے سوچ لیا تھا کہ اہم معاملات سے فارغ ہو کر اسے تلاش کریں گے۔

وہ اب پاگل خانے میں تھا۔ اور یہ انتقامی کارروائی کے لیے انیتا کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔

انیتا ممبئی ائیر پورٹ سے گم ہوئی تھی۔ اسے گم کرنے والا یقیناً ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا۔ تب ہی اس نے تنویمی عمل کے ذریعے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ تا کہ اس کا باپ یا دوسرا کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر نہ پہنچ سکے۔

ٹونی جے اسے تلاش کرنے کے لیے ممبئی جا سکتا تھا ابھی کلکتہ شہر پہنچا ہوا۔ وہاں سے وہ ممبئی جانے سے پہلے ناگ پور جانا چاہتا تھا۔ اپنی آنکھوں سے چنڈال کی حالت زار دیکھنا چاہتا تھا۔

اگر انیتا اسے مل جاتی تو اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے بھی پاگل خانے میں لے جاتا۔ اور دونوں باپ بیٹی کا سامنا کرواتا جس طرح دوسری صبح ہنس راج کا سامنا چنڈال سے کرانے والا تھا۔ وہ بیٹا اپنے پاگل باپ سے ملنے کے لیے ناگ پور پہنچنے والا تھا۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ انیتا ملے گی تو پہلے اس کے حسن وشباب کی دھجیاں اڑائے گا پھر اس کے باپ کے سامنے اسے لے جا کر موت کے گھاٹ اتارے گا۔ اس کے اندر انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اور وہ بڑی شدت سے اسے تلاش کرر ہا تھا۔ کہتے ہیں کہ محنت اور لگن سے تلاش کیا جائے تو گھاس کے اندر سے چھپی ہوئی سوئی بھی مل جاتی ہے۔

کلکتہ شہر میں انیتا تو نہ ملی لیکن اس کے ملنے کے آثار پیدا ہو گئے۔ وہ ناگ پور جانے کے لیے ایک فلائٹ میں سیٹ اوکے کروانا چاہتا تھا۔ اس کے لیے ائیر پورٹ پہنچا۔ تو وہاں اسے ایک خوبصورت عورت دکھائی دی۔ وہ دہلی جانے کے لیے ایک فلائٹ میں اپنے لیے سیٹ حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن جگہ نہیں مل رہی تھی۔ کاؤنٹر گرل سے التجا کر رہی تھی کہ کسی طرح اسے ایک سیٹ دے دی جائے۔

لیکن وہ کاؤنٹر گرل مجبور تھی کمپیوٹر بتا رہا تھا کہ ایک بھی سیٹ خالی نہیں ہے۔ ٹونی جے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس حسینہ کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔

پتا چلا کہ اس کا نام ارچنا ہے۔ یہ وہی ارچنا تھی جو کبھی کالیا اسرانی کے زیر اثر رہ کر اسمگلنگ کیا کرتی تھی۔ وہ امریکا سے تین کروڑ کے ہیرے لے کر آئی تھی۔ ہندوستان پہنچ کر اس نے کالیا کو دھوکا دیا۔ اور وہ ہیرے لے کر فرار ہوئی تھی۔ یہ ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

فرمان اور ثمر سلطانہ نے اسے فرار ہونے میں مدد دی تھی۔ وہ وہاں سے کلکتہ چلی گئی تھی۔

ارچنا دل کی بہت اچھی تھی۔ اس نے کالیا کو مجبور ہو کر دھوکا دیا تھا، کیونکہ وہ اسے اپنی داشتہ بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ اور اپنے اسمگلنگ کے دھندے میں حصے دار بھی نہیں بنا رہا تھا۔

پھر اس نے دیکھا تھا کہ اس دھندے میں خطرہ ہے کالیا اسے ایسے وقت آگے کر دیتا تھا۔ جب وہ پولیس اور کسٹم والوں سے بچ کر نکل آتی تھی۔ تب آ کر اس سے ملتا تھا۔ اور اگر وہ کبھی پھنس جاتی تو اسے پولیس والوں سے نجات دلانے کے لیے کبھی آگے نہ آتا۔ اگر آتا تو خود بھی پکڑا جاتا۔

وہ اس کی مکاری کو خوب جانتی تھی۔ اس لیے اسے دھوکا دے کر ان ہیروں کو دو کروڑ میں فروخت کر کے کلکتہ چلی آئی تھی۔

ٹونی نے ارچنا سے پوچھا۔ ”کیا دہلی بہت ضروری جانا ہے؟ میں تمہارے لیے کچھ کر سکتا ہوں؟“

وہ خوش ہو کر بولی ”کیا میرے لیے ایک سیٹ اوکے کرا سکتے ہو؟“

”بے شک کرا سکتا ہوں۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔“

اس نے کاؤنٹر گرل سے کہا ”دیکھیں دہلی جانے والی فلائٹ اب سے چھ گھنٹے بعد روانہ ہوگی۔ ان چھ گھنٹوں میں کوئی نہ کوئی مسافر اپنی سیٹ کینسل کر سکتا ہے کیا اس وقت آپ وہ سیٹ ان مس کو نہیں دے سکیں؟“

کاؤنٹر گرل نے کہا ”ایسے امیدوار کتنے ہی ہیں سب اپنے نام اور پتے لکھوا کر گئے ہیں یہ بھی اپنا نام پتا لکھوا دیں۔ جس کی باری ہوگی اسے انفارم کیا جائے گا۔ اور اسے ہی پہلے سیٹ دی جائے گی۔“

ارچنا نے ٹونی جے کے مشورے کے مطابق اپنا نام لکھوایا۔ ”یہاں میرا کوئی مستقل پتا نہیں ہے۔ میرا قیام ایک ہوٹل میں تھا۔ میں نے وہ ہوٹل بھی چھوڑ دیا ہے۔ میرا موبائل فون نمبر نوٹ کریں۔ اور اسی پر مجھے اطلاع دیں۔“

وہ اپنا فون نمبر اور پتا نوٹ کرانے کے بعد ٹونی جے کا شکریہ ادا کر کے جانے لگی۔ وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔ ”کیا یہاں تم بالکل تنہا ہو؟ اگلے چھ گھنٹے کہاں گزارو گی؟ کیا یہ وقت میرے ساتھ نہیں گزار سکتیں۔“

وہ رک کر اسے دیکھتے ہوئے بولی ”تم ہینڈسم ہو اچھے خاصے صحت مند جوان ہو۔ لیکن میں دودھ کی جلی ہوں۔ اس لیے مجھ سے لفٹ لینے کی کوشش نہ کرو۔“

ممبئی میں ارچنا کو ایک جوان نے اسی طرح دھوکا دیا تھا۔ اس سے پہلے وہ کالیا سے دھوکا کھا چکی تھی۔ اس لیے کسی پر بھروسا کرنا نہیں چاہتی تھی۔

ٹونی نے کہا ”میں جانتا ہوں کہ تم پہلے بھی دھوکے کھا چکی ہو۔ کسی مرد پر بھروسا کرنا نہیں چاہتی لیکن میں تمہیں اعتماد دلاؤں گا اور تم میرے ساتھ رہنے پر مجبور ہو جاؤ گی۔“

”کیا تم مجھے مجبور کرو گے؟“

”ہاں...... سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلے تو انگلی کو ٹیڑھا کرنا ہی پڑے گا۔ کالیا اسرانی ممبئی میں ہے۔“

وہ کالیا اسرانی کا نام سن ایک دم سے چونک گئی۔ گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی وہ بولا ”میں ابھی ایک فون کروں گا تو وہ صبح تک کسی بھی فلائٹ سے یہاں آ جائے گا تم نے اس کے تین کروڑ کے ہیروں کو دو کروڑ میں فروخت کیا ہے۔ وہ بھاگتے چور کی لنگوٹی سمجھ کر وہی دو کروڑ روپے تم سے چھین لے گا۔“

وہ پریشان ہو کر بولی ”تم کون ہو؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں نے یہ سب کچھ کیا ہے؟“

”میرے بارے میں تمہیں رفتہ رفتہ معلوم ہوگا۔ اور میں یقین دلاتا ہوں کہ میں تمہارا ایک بہت اچھا ساتھی ثابت ہوں گا۔ تم اتنی بڑی دنیا میں بالکل تنہا ہو تمہیں ایک قابل اعتماد دوست اور محبوب کی ضرورت ہے۔ اور میں وہی ہوں جس کی تمہیں ضرورت ہے۔“

اس نے سوچتے ہوئے ٹونی کو دیکھا۔ پھر مجبور ہو کر سوچنے لگی کہ اس سے دوستی کرنی ہی ہوگی۔ معلوم کرنا ہوگا کہ یہ کون ہے؟ اور کیا چاہتا ہے؟ موقع دیکھ کر میں اسے دھوکا دوں گی اور کہیں جا کر چھپ جاؤں گی۔

وہ مجبور ہو کر بولی ”میرے پاس چھ گھنٹے ہیں میں چھ گھنٹے تمہارے ساتھ گزارنے کے بعد دہلی چلی جاؤں گی۔“

وہ مسکرا کر اس کے بازو کو تھام کر بولا ”چھ گھنٹے بہت ہوتے ہیں آؤ چلیں کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں کمرا لے کر وقت گزارتے ہیں۔“

وہ اپنا بازو چھڑاتے ہوئے بولی ”میں چھ گھنٹے تک تمہارے ساتھ رہوں گی اس کے بعد تم میرا پیچھا نہیں کرو گے۔ مجھے بلیک میل نہیں کرو گے؟“

”یہ ساری باتیں ہوٹل میں چل کر ہوں گی۔“

وہ دونوں وہاں سے جانے لگے۔ اس نے پہلے تو ارچنا کے مختصر سے خیالات پڑھے تھے پھر تفصیل سے خیالات پڑھنے لگا۔ تو پتا چلا کہ کالیا اسرانی ممبئی میں کہاں رہتا ہے اور

اس کے ساتھ جو نئی لڑکی ہے اس کا ثمر سلطانہ ہے اور وہ ثمر سلطانہ وہی ہے جسے کالیا ایئر پورٹ سے اغوا کر کے لے گیا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ ارچنا نے اپنے تین کروڑ کے ہیرے ثمر سلطانہ کے حوالے کیے ہیں۔

اس حد تک خیالات پڑھنے کے بعد ٹونی سمجھ گیا کہ ارچنا جسے ثمر سلطانہ کہہ رہی ہے وہی دراصل انیتا ہے اور چنڈال نے ثمر سلطانہ کے جسم میں انیتا کو پہنچایا تھا۔

ٹونی جے کو اطمینان ہو گیا کہ وہ تقریباً انیتا کے قریب پہنچ گیا ہے۔ اسے اتنا تو معلوم ہو ہی گیا کہ انیتا ثمر سلطانہ کے اندر چھپی ہوئی ہے دوسرے دن ممبئی جا کر اسے کالیا کے چنگل سے چھڑوا سکتا تھا۔ یا پھر خیال خوانی کے ذریعے اسے ناگ پور شہر بلا کر اس کے باپ سے اس کا سامنا کرا سکتا ہے اور اس کے سامنے ہی انتقامی کارروائی کر سکتا تھا۔

ارچنا پہلے تو پریشان تھی کہ پتا نہیں یہ کون پراسرار شخص آ گیا ہے جو اس کے حالات سے واقف ہے اور اسے بلیک میل کر رہا ہے اسے یہ بھی معلوم ہے کہ ہیروں کو فروخت کرنے کے بعد اس کے پاس دو کروڑ روپے رکھے ہوئے ہیں ۔ وہ اتنی رقم کے لیے اسے قتل بھی کر سکتا تھا۔

ارچنا کے دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہو رہے تھے لیکن ہوٹل پہنچ کر ٹونی جے اتنی محبت سے پیش آتا رہا اور اسے یقین دلاتا رہا کہ وہی اس کا بہترین ساتھی ہے اور وہی آئندہ اسے ہر طرح کا تحفظ دیتا رہے گا۔

ہوٹل پہنچنے کے بعد ایک گھنٹے کے اندر ہی ارچنا اس سے اس قدر متاثر ہو گئی کہ اس نے دہلی جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس کی دیوانی ہو گئی۔ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "اب میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ میرے پاس جو اتنی بڑی رقم رکھی ہوئی ہے یہ بھی تم ہی رکھ لو لیکن مجھے بھرپور اعتماد اور محبتیں دیتے رہو۔"

"تمہیں محبت بھی ملے گی۔ میرا اعتماد بھی ملے گا۔ اور دو کروڑ سے زیادہ رقم بھی ملے گی میں کوئی کنگال نہیں ہوں۔ دنیا کا سب سے امیر ترین شخص ہوں۔ یہ بات تمہیں رفتہ رفتہ معلوم ہو جائے گی۔"

اس نے ارچنا سے ثمر سلطانہ اور کالیا اسرانی کے فون نمبرز معلوم کیے تھے۔ پھر ایک پی سی او کے ذریعے اس نے کالیا سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف اس کی آواز سنائی دی "ہیلو...... میں کالیا اسرانی بول رہا ہوں تم کون ہو؟"

"مجھے فی الحال دوست ہی سمجھو بعد میں دشمن بھی بن سکتا ہوں۔"

"ابھی دوست کیوں بن رہے ہو؟ بعد میں دشمنی کیوں کرو گے؟"

"تمہارے گھر میں میری ایک قیمتی چیز رہ گئی ہے اسے حاصل کرنے کے لیے ممبئی آنے والا ہوں۔ اسی لیے سوچا پہلے معلوم کر لوں کہ تم اسی فون نمبر اسی پتے پر رہتے ہو یا نہیں؟ میں یہ معلوم کر چکا ہوں پھر کسی وقت بات کروں گا۔"

وہ ریسیور رکھ کر اس کے اندر پہنچ گیا۔ کالیا بہت ہی ماہر تنویمی عمل کرنے والا تھا۔ اور اچھا خاصا صحت مند بھی تھا۔ لیکن یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ رات کو شراب پیتا تھا اس لیے وہ پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر محسوس نہیں کر پاتا تھا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ ایک بہت ہی حسین لڑکی اس کے ساتھ اس کے بنگلے میں رہتی ہے اور اس کا نام ثمر سلطانہ ہے اس نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے لیکن ثمر نے اس شرط پر اس کی معمولہ اور کنیز بن کر رہنا قبول کیا ہے کہ وہ اس کے بدن کو ہاتھ نہیں لگائے گا کبھی اس کی عزت سے کھیلنے کی غلطی نہیں کرے گا اگر کرے گا تو پھر وہ بھی اسے ارچنا کی طرح دھوکا دے کر کسی وقت بھی جا سکتی ہے۔ چیونٹی کو کمزور نہ سمجھا جائے اگر وہ کچھ نہیں کر سکتی ہے کاٹ لیتی ہے۔ اسی طرح عورت اگر کچھ نہیں کر سکتی ہے تو ایک چٹکی زہر دے کر ضرور مار سکتی ہے۔

ٹونی جے کو ثمر سلطانہ کی یہ بات بہت اچھی لگی کہ وہ اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا جانتی ہے اور اس کے لیے ہپناٹائز کرنے والے کالیا اسرانی کے ناجائز احکامات سے بھی انکار کرتی ہے۔

ٹونی جے انیتا کی ہسٹری جانتا تھا۔ کہ وہ کس طرح فرمان کو انیل شرما سمجھ کر اس کے ساتھ دن رات گزارتی رہی تھی۔ اس سے شادی بھی کر چکی تھی بعد میں چنڈال نے دونوں کو جدا کر دیا تھا۔ اب انیتا پارسا تھی یا ثمر سلطانہ پارسا تھی۔ انیتا کی آتما ثمر سلطانہ پر حاوی تھی یا ثمر سلطانہ انیتا کی آتما کو اپنے اندر قیدی بنائے ہوئے تھی۔ یہ بات ابھی ٹونی جے نہیں جانتا تھا اور اس سلسلے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا۔

اس نے کالیا کے ذریعے ثمر کی آواز سنی۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ تو اس نے سانس روک لی۔

چند لمحوں کے بعد اس نے پھر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ تو اس نے پھر سانس روک لی۔

وہ مایوس ہو کر کالیا اسرانی کے اندر آیا۔ پھر اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرنے لگا کہ کیا وہ بھی یوگا کی ماہر ہے؟ کیا کالیا نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے؟

پتا چلا کہ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا تھا ٹونی جے نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ وہ کسی بہانے سے ثمر سلطانہ کو بیڈ پر سلائے گا۔ اور پھر اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کے دروازے کھولے گا۔

اسرانی کی سوچ نے بتایا کہ وہ پچھلے دو دن سے یہی سوچ رہا ہے کہ ثمر سلطانہ پر تنویمی عمل کرے گا لیکن کر نہیں پا رہا ہے کبھی تو بہت زیادہ مصروف ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا لگتا ہے کہ جیسے تنویمی عمل بھول گیا ہے عمل کرتے کرتے وہ رک جاتا ہے۔

ٹونی نے اس کے اندر یہ مضبوط ارادہ پیدا کیا کہ اس بار وہ تنویمی عمل کرنا نہیں بھولے گا۔ اور اسے اپنی معمولہ بنا کر اس کے دماغ کے دروازے کھول دے گا۔

ادھر ٹونی اپنے طور پر کالیا کو تنویمی عمل کے لیے تیار کر رہا تھا۔ ادھر ثمر نے موبائل فون کے ذریعے فرمان سے رابطہ کیا پھر اس سے پوچھا "تم میرے دماغ میں اچانک کیوں آ رہے تھے؟ جب کہ ہمارے درمیان یہ طے پا گیا ہے کہ پہلے فون پر بات ہو گی پھر تم میرے اندر آؤ گے۔"

فرمان نے حیرانی سے کہا "میں تمہارے اندر نہیں آیا تھا۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

وہ بولی "ابھی تم وقفے وقفے سے دو بار میرے اندر آنے کی کوشش کر رہے تھے اور میں نے سانس روک لی تھی۔"

"ثمر سلطانہ! پھر تو کوئی گڑبڑ ہے' کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا تمہارے اندر آنا چاہتا ہے۔"

ایسے ہی وقت کالیا نے اس کے پاس آ کر کہا "ثمر سلطانہ! ابھی اپنے روم میں چلو' اور بستر پر لیٹ جاؤ میں تم پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی "یہ کوئی عمل کا وقت نہیں ہے اور تم مجھ پر خواہ مخواہ عمل کرنا کیوں چاہتے ہو؟"

"میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم پر تنویمی عمل کرنے کے دوران مجھے ناکامی کیوں ہوتی ہے؟ مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی ٹیلی پیتھی کرنے والا تمہارے اندر چھپا ہوا اور وہ مجھے ناکام بناتا رہتا ہے۔"

"اگر میرے اندر کوئی چھپا ہوا ہے تو کیا تم اسے باہر نکال سکو گے۔"

"ہاں...... ابھی میں ہپناٹزم کے ذریعے اسے یہاں سے نکال دوں گا تم کسی دشمن کو میرے گھر میں پناہ دے رہی ہو۔"

"تم فضول باتیں کر رہے ہو۔"

"یہ فضول باتیں نہیں ہیں، جب سے ارچنا میرے ہیرے بیچ کر یہاں سے فرار ہوئی ہے اس دن سے میں تم پر تنویمی عمل کرنا چاہتا ہوں اور ہمیشہ ناکام رہتا ہوں۔ آخر بات کیا ہے آج یہ میں معلوم کر کے ہی رہوں گا۔"

پھر اس کی توجہ موبائل فون کی طرف گئی اس نے چونک کر پوچھا "یہ تم فون پر کس سے بات کر رہی ہو؟"

"یہ میرا پرسنل معاملہ ہے میں تمہارے کسی معاملے میں دخل نہیں دیتی ہوں تم بھی میرے معاملات میں مداخلت نہ کرو۔"

"ثمر سلطانہ! تم بہت سر چڑھتی جا رہی ہو۔ میں نے تمہیں اپنی معمولہ اور تابعدار پوری طرح نہیں پایا۔ یہ میری غلطی تھی۔ تمہاری شرائط مان کر میں نے زندگی میں پہلی بار بہت بڑی بھول کی ہے۔ اب میں پوری طرح تمہیں اپنے تنویمی عمل کے شکنجے میں جکڑ لوں گا۔ وہ موبائل مجھے دو جس سے بات کر رہی ہو۔ اس سے کہو کہ وہ مجھ سے بات کرے۔ تم سے اس کا تعلق کیا ہے؟"

وہ فون لینے کے لیے آگے بڑھا۔ ثمر سلطانہ پیچھے ہٹ کر بولی "میں فون نہیں دوں گی۔"

"مجھے مجبور نہ کرو' یہ فون سیدھی طرح میرے حوالے کر دو۔"

"کیا تم زبردستی کرو گے؟ یہ فون مجھ سے چھین لو گے؟"

"میں کہہ رہا ہوں کہ مجھے دے دو' ورنہ چھین لوں گا اور معلوم کروں گا کہ تم اپنے کس یار سے باتیں کر رہی ہو؟"

وہ آگے بڑھا تو وہ پیچھے ہٹ کر دیوار سے لگ گئی اور بولی "دیکھو...... میرے قریب نہ آنا۔ ورنہ بہت برا ہو گا۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولا "کیا برا ہو گا؟ کیا تم کسی سپرمین کی بیٹی ہو کہ میرے قریب آتے ہی مجھے اٹھا کر باہر پھینک دو گی؟"

"ہاں...... میں کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ اس لیے تمہیں سمجھا رہی ہوں' جب تک دوستی ہے دوستی رکھو' ورنہ پچھتاؤ گے۔"

"تمہارے پچھتانے کی ایسی کی تیسی۔"

وہ تیزی سے آگے بڑھ کر آیا پھر اس کے موبائل فون والے ہاتھ کی کلائی کو پکڑنا چاہا۔ ایسے ہی وقت وہ وہاں سے اچھل کر دور جا گرا۔

ٹونی جے کالیا کے اندر چھپا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ ابھی اسرانی نے پوچھا تھا کہ کیا تم سپرمین کی بیٹی ہو کہ میں تمہیں ہاتھ لگاؤں گا تو تم مجھے یہاں سے باہر پھینک دو گی؟

اور یہی ہوا تھا۔ وہ اسے ہاتھ لگانے گیا تو اچھل کر بہت دور جا کر گر پڑا تھا۔ اس طرح صاف سمجھ میں آگیا تھا کہ ثمر سلطانہ کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔

کالیا فرش پر پڑا دیدے پھاڑے ثمر سلطانہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی ''مرد کے بچے ہو تو آؤ آگے بڑھو......اور مجھے ہاتھ لگاؤ۔''

وہ فرش پر سے اٹھتے ہوئے حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا ''یہ......یہ سب کیا ہے؟ میں اتنی دور جا کر کیسے گر پڑا؟''

وہ فخر سے بولی ''اگر تم تنویمی عمل جانتے ہو تو میں بھی کچھ جانتی ہوں اور جو کچھ جانتی ہوں۔ اس کا نتیجہ ابھی تمہارے سامنے آیا ہے۔''

ٹونی جے کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ ثمر سلطانہ کے اندر انیتا ہے اس لیے اس کا عاشق ٹیلی پیتھی جاننے والا فرمان وہاں موجود ہے اور وہی ثمر سلطانہ کو کالیا کی زور زبردستی سے بچا رہا ہے۔

اب ٹونی کو یہ فیصلہ کرنا تھا کہ ایسے وقت اسے کیا کرنا چاہیے؟ کیا خاموش تماشائی بن کر رہنا چاہیے؟ یا پھر خود کو ظاہر کر دینا چاہیے؟

ثمر سلطانہ کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ کالیا کو چھوڑ کر چلی جائے گی۔ اگر وہ چلی گئی تو پھر ٹونی جے کے پاس ایسا کوئی آلہ کار نہیں رہے گا کہ جس کے ذریعے وہ ثمر سلطانہ پر نظر رکھ سکے۔ اور کسی طرح اس کے اندر انیتا تک پہنچ سکے۔

اس وقت عقل نے سمجھایا کہ ثمر سلطانہ اور فرمان سے دوستانہ رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ تب ہی وہ انیتا تک پہنچ سکے گا۔

اس نے کالیا کی زبان سے کہا ''ثمر سلطانہ! میں اس وقت کالیا اسرانی نہیں ہوں۔ میرا نام مہادیو بھاٹیا ہے اور میں چنڈال جوگیا کا دست راست ہوں۔ تم مجھے نہیں پہچانتی ہو لیکن انیتا میری آواز سن رہی ہوگی وہ مجھے پہچان رہی ہوگی۔''

یہ بات سنتے ہی ثمر سلطانہ کے اندر انیتا مچلنے لگی کہنے لگی ''ہاں......ہاں میں جانتی ہوں کہ یہ مہادیو بھاٹیا ہے یہ امریکا سے یہاں آیا تھا ایئرپورٹ پر اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ ایسے ہی وقت میں اس سے بچھڑ گئی تھی۔''

ثمر سلطانہ حیرانی سے کچھ سمجھتے کچھ نہ سمجھتے ہوئے یہ ساری باتیں سن رہی تھی۔ پھر اس نے موبائل فون پر کہا ''فرمان! میرے اندر آ جاؤ' یہاں معاملہ کچھ سے کچھ ہو رہا ہے۔''

فرمان نے اس کے اندر آ کر کہا ''شکریہ ثمر! میں یوں بھی کالیا کے اندر رہ کر اس ٹیلی پیتھی جاننے والے مہادیو بھاٹیا کی باتیں سن رہا ہوں۔ یقیناً اس کی باتیں سن کر انیتا مچل رہی ہوگی۔''

ثمر سلطانہ نے کہا ''ہاں......یہی بات ہے تم خود ہی دیکھ لو۔''

انیتا اس کے اندر تڑپ تڑپ کر کہہ رہی تھی۔ ''فرمان! میری مدد کرو۔ ایک بار مجھ پر مہربانی کرو مجھے مہادیو بھاٹیا سے بات کرنے دو۔ میں اپنے باپ کی خیریت معلوم کرنا چاہتی ہوں۔''

فرمان نے کہا ''تم ابھی خاموش رہو۔ پہلے مجھے مہادیو سے بات کرنے دو۔''

انیتا نے کہا ''اس سے پوچھ کہ وہ کیوں آیا ہے، میرا باپ کیوں نہیں آیا۔''

''میں پوچھ رہا ہوں تم خاموش رہو۔''

ثمر سلطانہ نے فرمان کی مرضی کے مطابق پوچھا ''چنڈال جوگیا کہاں ہے؟''

''میں اس کے بارے میں بتانے کے لیے انیتا کو ڈھونڈ رہا تھا۔ بڑی مشکل سے یہاں تک پہنچا ہوں۔''

''تو پھر بتاؤ کہ چنڈال کہاں ہے؟''

''میں انیتا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''جب تم چنڈال کے آدمی ہو تو کیا یہ نہیں جانتے کہ انیتا کی آتما میرے اندر سمائی ہوئی ہے۔ میں ہی انیتا اور ثمر سلطانہ ہوں تم یہی سمجھو کہ انیتا باتیں کر رہی ہے۔''

''میں انیتا کی آواز اور لب و لہجے کو جانتا ہوں۔ اس سے بات کرنا چاہوں گا۔''

فرمان نے ثمر سلطانہ سے کہا ''انیتا کو تھوڑی دیر کے لیے اپنے اوپر حاوی ہونے دو۔ میں اسے پھر تمہارے زیر اثر لے آؤں گا۔''

ثمر پریشان ہو کر بولی ''مجھے بہت ڈر لگتا ہے اگر تم کچھ نہ کر سکے تو کم بخت یہ انیتا مجھ پر حاوی ہو جائے گی۔''

''پلیز مجھ پر بھروسا کرو۔ ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔''

ثمر سلطانہ خاموش رہی فرمان نے انیتا سے کہا ''اب تم اپنی مرضی سے بول سکتی ہو۔''

انیتا نے تڑپ کر ثمر سلطانہ کی زبان سے کہا ''مہادیو بھاٹیا! میں انیتا بول رہی ہو۔ اب تم میری آواز اور لب و لہجے کو پہچان سکتے ہو۔''

''ہاں......پہچان رہا ہوں' مجھے خوشی ہے کہ ممبئی ایئرپورٹ پر بچھڑنے کے بعد اب مل رہی ہو۔ کیا ہماری

ملاقات دوبارہ نہیں ہو سکتی؟''

''ملاقاتیں ہوتی رہیں گی پہلے یہ بتاؤ کہ میرے پتا جی کہاں ہیں؟''

''وہ بہت بری حالت میں ہیں۔ ان کا دماغی توازن بگڑ گیا ہے اور اس وقت وہ پاگل خانے میں ایک قیدی بنے ہوئے ہیں۔''

انیتا نے پریشان ہو کر کہا ''نہیں......یہ کیسے ہو سکتا ہے میرے پتا جی فولادی دماغ رکھتے ہیں۔ بہت بڑے مہا گیانی ہیں۔ ان کا دماغ کمزور نہیں ہو سکتا۔ وہ پاگل نہیں ہو سکتے؟''

''وہ اس وقت ناگ پور کے قریب ایک پاگل خانے میں ہیں' تم جب چاہو اپنی آنکھوں سے جا کر وہاں دیکھ سکتی ہو۔''

''وہ آج کل کس روپ میں ہیں؟''

''فرہاد علی تیمور نے ان کی زندگی حرام کر دی تھی۔ انہیں مرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس لیے ان کی آتما نے ان کا جسم چھوڑ دیا ہے اور اب ایک نئے جسم میں ہیں۔ وہ جسم ہریش چندر نامی ایک سیٹھ کا ہے اور وہ ناگ پور کا بہت بڑا بزنس مین ہے۔''

انیتا نے تڑپ کر کہا ''فرمان! میں اپنے پتا جی سے ملنے جاؤں گی' پلیز مجھے وہاں لے چلو۔''

فرمان نے کہا ''یہ ثمر سلطانہ کی مرضی پر ہے۔''

وہ بولی ''ثمر سلطانہ! میں تمہارے اندر قیدی بن کر رہتی ہوں۔ اور ہمیشہ اسی طرح تمہارے زیر اثر رہوں گی۔ بھگوان کے لیے اپنے خدا کے لیے۔ مجھے میرے پتا جی کے پاس لے چلو۔ ایک بار مجھے ان سے مل لینے دو۔''

فرمان نے کہا ''انیتا......اگر تمہارے دماغ میں ایسا کوئی خیال ہے کہ وہاں جا کر تمہارے پتا جی ثمر سلطانہ کے جسم سے رہائی دلائیں گے تو اس خیال کو دماغ سے نکال دو۔ یہ میرے جیتے جی کبھی نہیں ہو سکے گا۔ میں ثمر سلطانہ کی زندگی کو خطرے میں نہیں ڈالوں گا۔''

''میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ پتا جی سے یہ نہیں کہوں گی کہ مجھے اس جسم سے نکال کر کسی دوسرے جسم میں پہنچا دیں۔ میری قسم پر بھروسا کرو۔''

''تم اتنی زیادہ بھولی بھالی اور سیدھی سادی نہیں ہو ضرور کوئی چالاکی دکھانا چاہو گی۔''

''میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں۔ تم نے سنا نہیں کہ وہ پاگل خانے میں ہیں۔ اپنا دماغی توازن کھو چکے ہیں۔ ایسی حالت میں تم مجھے ان سے ملنے نہیں دو گے تو یہ بہت بڑا ظلم ہوگا۔''

ثمر سلطانہ نے فرمان کی مرضی کے مطابق پوچھا ''مسٹر بھاٹیا! کیا چنڈال واقعی پاگل ہو چکا ہے اور اس وقت پاگل خانے میں ہے؟ کیا وہ خیال خوانی نہیں کر سکتا؟''

''تم خود سمجھ سکتی ہو کہ جب وہ پاگل ہو چکا ہے اور صحیح دماغ نہیں ہے تو بھلا خیال خوانی کیسے کرے گا؟''

''وہ کالے منتر تو پڑھ سکتا ہے؟''

''بالکل نہیں۔ اس کی یادداشت بہت کمزور ہو چکی ہے وہ اپنے منتر بھول چکا ہے۔ جب تک دماغی توانائی حاصل نہیں کرے گا۔ اسے اس کے منتر یاد نہیں آئیں گے۔''

فرمان نے ثمر کے ذریعے کہا ''اچھی بات ہے پہلے میں خیال خوانی کے ذریعے اس پاگل خانے میں جاؤں گا۔ اور دیکھوں گا کہ چنڈال جوگیا کی حقیقت کیا ہے؟ اور اب وہ کس حال میں ہے؟ اگر کمزور ہوگا اور مجھے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکے گا تو ہم انیتا کو اس کے پاس ضرور لے جائیں گے۔''

''مجھے خوشی ہوگی میں تمہارا وہاں انتظار کروں گا۔''

''مجھے پاگل خانے کے ڈاکٹرز کے فون نمبر بتاؤ۔ میں ان کی آوازیں سن کر چنڈال تک پہنچوں گا۔''

ٹونی نے اسے دو نمبر بتائے پھر کہا ''جب تم چنڈال کے اندر پہنچو گے تو وہاں میں بھی موجود رہوں گا۔ اور تم سے بہت ضروری باتیں کروں گا۔ ابھی میں جا رہا ہوں۔''

کالیا اسرانی ابھی تک فرش پر بیٹھا ہوا تھا اور آنکھیں پھاڑے ثمر سلطانہ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی باتیں سن رہا تھا اور اپنی زبان سے ادا ہونے والی باتیں بھی سن رہا تھا۔ سمجھ رہا تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ پر حاوی ہو کر اس کے ذریعے ثمر سلطانہ کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے باتیں کر رہا ہے۔ یہ ساری باتیں اس کے لیے اتنی حیرت انگیز تھیں کہ پہلے اس نے کبھی اس کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔

جب خاموشی چھا گئی تو اس نے ثمر سلطانہ کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ''تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تم اتنی پراسرار قوتوں کی مالک ہو' تمہارے پیچھے ایک نہیں دو دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ایک تمہارے اندر تھا ایک میرے اندر تھا' مجھے معاف کر دو۔ میں اب تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔''

ثمر سلطانہ نے کہا ''تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اس چھت کے نیچے رہ کر مجھ سے دور رہنا۔ ورنہ ایک کے بعد دوسری سانس نہیں لے سکو گے۔''

کالیا اسرانی اسی طرح اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑے بیٹھا رہا۔ وہاں سے اٹھنے کی جرأت بھی نہیں کی۔ وہ بری طرح دہشت زدہ ہو گیا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ ایک نہیں دو

ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ اگر وہ ثمر سلطانہ کو نقصان پہنچائے گا تو اپنی جان سے جائے گا۔

لہٰذا وہ پالتھی مار کر پوجا کرنے والے انداز میں فرش پر بیٹھا رہا۔ سر جھکا ہوا تھا وہ "اونہہ" کہہ کر اس کے سامنے سے چلی گئی۔

☆☆☆

انابیلا نے الپا سے ایک طویل گفتگو کی تھی۔ اس کے مزاج اور ارادوں کو سمجھا تھا کہ وہ فرہاد علی تیمور کی بیٹی بن کر مسلمانوں کی حمایت کرتی رہے گی یا یہودیوں کے مفادات کا بھی خیال رکھے گی؟ اور انہیں بھی فائدہ پہنچائے گی؟

الپا نے میانہ روی اختیار کی تھی۔ اور انصاف کی باتیں کرتی رہی تھی کہ اگر وہ مسلمانوں کی حمایت کرتی ہے تو یہودیوں کی بھی اسی طرح حمایت کرے گی کہ اس کی حمایت سے مسلمانوں کی نقصان نہ پہنچے۔ اسی لیے وہ اسرائیل جا کر وہاں کے اکابرین کی مرضی کے مطابق فلسطینی مسلمانوں کے خلاف کوئی قدم اٹھانا نہیں چاہتی۔ اور نہ ہی ان کو اپنی ٹیلی پیتھی کا سہارا دینا چاہتی ہے۔

انابیلا اس سے گفتگو کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ الپا مرتے دم تک یہودی رہنا چاہتی ہے لیکن مسلمانوں کی حمایت سے باز نہیں آئے گی۔ وہ میری اور سونیا کی بیٹی بن کر رہے گی اور ہمارے لیے کام کرتی رہے گی۔

چونکہ ہماری ہدایت پر عمل کرتی آرہی تھی۔ اس لیے اسرائیلی اکابرین اور اس کی یہودی قوم اسے مجبور کرتی کہ وہ ان کا بھی ساتھ دے لہٰذا وہ ان سے دور ہی رہنا چاہتی تھی۔

الپا اس بات کو بھی نہیں مان رہی تھی کہ اگر وہ انابیلا اور انامیریا مسلمانوں سے محبت کرتی ہے اور ان سے شادی کرتی ہے تو پھر وہ اپنی بیٹی کو ایک یہودی آوازدن سے منسوب کیوں نہیں کر رہی ہے؟

صرف اس لیے کہ اس بیٹی کا باپ مسلمان ہے اور پارس کبھی یہ نہیں چاہے گا کہ اس کی بیٹی کسی یہودی سے بیاہی جائے۔ باپ کے فیصلے کے مطابق اولاد کی پرورش ہوتی ہے اور مستقبل سنوارا جاتا ہے لہٰذا الپا نے اپنی بیٹی کے مستقبل کو اس کے باپ پر اور اس کے دادا دادی پر چھوڑ دیا ہے۔

یہ بات انابیلا کو ناگوار گزر رہی تھی۔ اس کے نکتہ نظر سے جب یہودی لڑکیاں مسلمانوں سے شادی کر سکتی ہیں تو مسلمان لڑکی کو بھی یہودی سے شادی کرنا چاہیے اور اس بات کو الپا نہیں مان رہی تھی۔ مسلمانوں کی بے جا حمایت کر رہی تھی۔

انابیلا کو ضد ہو گئی کہ مسلمان لڑکی کو بھی یہودی کے پاس جانا چاہیے۔ اور اگر الپا نہیں مان رہی ہے تو نہ مانے سیدھی طرح سمجھانے سے جب بات نہیں بنتی تو چور راستوں سے کام نکالا جاتا ہے۔

وہ ٹی وی پر اسرائیلی اکابرین کو دیکھ رہی تھی۔ ان کے سیاسی بیان سن رہی تھی۔ اور اس طرح ان کی آواز اور لب و لہجے کے ذریعے کسی کے دماغ میں پہنچ سکتی تھی۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ جب اس نے اپنا جسم ایک مسلمان کو دیا ہے تو الپا کی بیٹی اپنا جسم ایک یہودی کو کیوں نہیں دے گی؟ ضرور دے گی وہ الپا کی بیٹی کو آوازدن تک ضرور پہنچائے گی۔

پہلے وہ آوازدن کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اس کے بارے میں جو معلومات اسے تھی وہ کافی نہیں تھی وہ اس سے براہِ راست گفتگو کرنا چاہتی تھی اور جب اسے معلوم ہوتا کہ انابیلا سے اسے فائدہ پہنچ سکتا ہے تو وہ اس سے ضرور دوستی کرتا۔

انابیلا نے اسرائیلی آرمی کے افسر سے رابطہ کیا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "ہیلو...... میں نے تمہیں ٹی وی پر دیکھا ہے تمہاری سیاسی باتیں سنی ہیں۔ اس طرح تمہارے اندر پہنچ گئی ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ تم کون ہو......؟"

"میرا نام انابیلا ہے کیا تم نے یہ نام سنا ہے؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا "ہاں...... مجھے پتا چلا ہے کہ تم راسپوٹین سوم کی بیٹی ہو۔ اور روس چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہو ٹیلی پیتھی اور پراسرار علوم جانتی ہو۔"

"تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟"

"یہ نہ پوچھو تو بہتر ہے۔ میں بتانا نہیں چاہتا۔"

"کوئی بات نہیں...... خاموش رہو میں خود ہی تمہارے چور خیالات سے معلوم کرلوں گی۔"

وہ پریشان ہو گیا۔ وہ اس کے چور خیالات پڑھنے لگی پھر بولی "ارناکوف اور اس کا بیٹا تم سے اور تمہارے دوسرے یہودی اکابرین سے رابطہ رکھتے ہیں۔ تم لوگوں میں بڑی دوستی ہے۔"

اس افسر نے ایک گہری سانس لے کر بے بسی سے کہا "میں بھول گیا تھا کہ تم میرے چور خیالات پڑھ کر سارے بھید معلوم کرلو گی۔ کیا تم ارناکوف اور آوازدن کے خلاف محاذ بنانے آئی ہو؟"

"نہیں...... دوستی کرنے آئی ہوں، یہ تو جانتے ہی ہو کہ میں یہودی ہوں اور یہودیوں کے مفادات کے خلاف کبھی

کوئی کام نہیں کروں گی۔"

"تمہاری بات سن کر خوشی ہو رہی ہے کہ تم اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے پوری یہودی قوم کو فائدہ پہنچاؤ گی، اس سے بڑی خوشی کی بات کوئی ہو نہیں سکتی۔ تم بتاؤ کہ تمہارے عزائم کیا ہیں؟ اور تم ہمارے لیے کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"سب سے پہلے تو میں الپا کو کسی نہ کسی طرح اسرائیل پہنچانا چاہتی ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "تم تو ہمارے دل کی بات بول رہی ہو ہم سب یہی چاہیں گے۔"

"لیکن ایسا چاہنے کے لیے اور الپا پر قابو پانے کے لیے اس کی کسی کمزوری سے کھیلنا ہوگا۔"

"یہ بھی تم ہمارے دل کی بات کہہ رہی ہو۔"

"میں تمہارے دلوں کی باتیں جانتی ہوں اور اس سلسلے میں آوازدن سے بات کرنا چاہوں گی۔"

"آوازدن فرہاد علی کے پوتے کے معاملے میں بہت مصروف ہے۔ تقریباً بارہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اس نے ہم میں سے کسی سے بھی رابطہ نہیں کیا۔ وہاں کامیابی حاصل کرنے کے بعد ہی وہ ہم سے رابطہ کرے گا۔"

"تمہارے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ ایمرجنسی کے وقت اس کے آلہ کار سے رابطہ کرتے ہو۔ وہ آلہ کار تمہارا پیغام آوازدن تک پہنچاتا ہے۔ پھر وہ تمہارے پاس آکر باتیں کرتا ہے۔"

"ہاں...... ایسا کبھی کبھی ہوتا ہے۔"

"میں تمہارے دماغ سے اس آلہ کار کا فون نمبر بھی معلوم کر چکی ہوں۔ اس سے رابطہ کر کے اس کے خیالات پڑھ کر اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کر سکتی ہوں لیکن یہ چاہتی ہوں کہ مجھے یہ نہ کرنا پڑے۔ تم اس آلہ کار سے بولو کہ وہ آوازدن کو تمہارے پاس بھیج دے۔ پھر میں تمہارے دماغ میں رہ کر اس سے بات کروں گی۔"

"میں اپنے تمام یہودی اکابرین سے پہلے اس سلسلے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں تمہارے بارے میں بتانا چاہتا ہوں کہ تم ہماری دوست بن رہی ہو ہمارا ساتھ دینا چاہتی ہو۔"

"یہ باتیں بعد میں بھی ہو سکتی ہیں۔ ابھی جو کہہ رہی ہوں تمہیں وہ کرنا چاہیے نہیں کرو گے تو میں خود ہی اس سے رابطہ کرلوں گی۔"

"ٹھیک ہے...... میں ابھی رابطہ کرتا ہوں۔"

اس نے فون کے ذریعے آوازدن کے آلہ کار کو مخاطب کیا۔ پھر کہا "آوازدن سے کہو کہ بہت ایمرجنسی ہے وہ فوراً

مجھ سے رابطہ کرے۔"
آلہ کار نے کہا "ٹھیک ہے......آپ انتظار کریں۔ میں ابھی آپ کو کال بیک کروں گا۔"
انا بیلا اس کے دماغ میں پہنچ گئی اس نے دوسرے نمبر پنچ کئے، تھوڑی دیر بعد آوازون سے رابطہ کیا اس نے کہا۔ "اسرائیلی آدمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا ہے کہ آپ ان سے فوراً رابطہ کریں۔"
آوازون نے کہا "میں نے کہا تھا کہ اگلے چند گھنٹوں تک کسی سے بات نہیں کروں گا۔ ایک جگہ بہت مصروف ہوں ان سے کہہ دو کہ وہ کچھ دیر انتظار کریں۔"
انا بیلا نے اس آلہ کار کی زبان سے کہا "آوازون! میں تمہارے اس آلہ کار کی زبان سے انا بیلا بول رہی ہوں، تم نے میرا نام سنا ہے؟ اور میرے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو؟"
"کیوں نہیں جانوں گا؟ تمہارا تعلق ہمارے ہی خاندان سے ہے۔"
"میں تم سے ارنا کوف سے اور یہودی اکابرین سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اور اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے کچھ فائدہ بھی پہنچانا چاہتی ہوں۔"
"یہ تو نہایت ہی خوشی کی بات ہے اور میں تم کو ویلکم کہتا ہوں لیکن تم جانتی ہو کہ ہم سب فرہاد علی تیمور کے پوتے عدنان کے معاملے میں ابھی بہت ڈسٹرب ہیں۔ اس وقت بھی یہی الجھن ہے کیا تم تھوڑی دیر بعد مجھ سے بات نہیں کر سکتیں؟"
"مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ عدنان کو ولاڈی میر نے اغوا کیا ہے اور کہیں چھپا دیا ہے۔"
"تمہیں غلط اطلاع ملی تھی عدنان کو ہم نے حاصل کیا تھا۔ میری ممی ارنا کوف نے اسے ایک جگہ چھپایا تھا لیکن پتا نہیں سونیا کیا بلا ہے کہ وہ ہمارے جادوئی حصار کو توڑ کر اپنے پوتے کو لے گئی ہے۔ ہم اسی سلسلے میں پریشان ہیں اور معلوم کر رہے ہیں کہ کس طرح عدنان تک پہنچا جا سکتا ہے۔"
"اگر عدنان کو اس کی دادی لے گئی ہے تو میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔"
آوازون نے بے چینی سے پوچھا "تم کیسے میری مدد کر سکتی ہو؟ مجھے فوراً بتاؤ؟"
"تم سونیا کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کر سکتے ہو کہ وہ عدنان کو کہاں لے جا رہی ہے؟ اور آئندہ کیا کرنا چاہتی ہے؟"
"تم یہ ناقابل یقین باتیں کر رہی ہو۔ میں بھلا سونیا کے دماغ میں کیسے پہنچ سکتا ہوں؟"
"تم نہیں پہنچ سکتے میں تو پہنچ سکتی ہوں۔ وہ مجھ پر اعتماد کرتی ہے تم میرے دماغ میں رہ کر ان کی باتیں سن سکتے ہو۔ اور اس کے ارادے معلوم کر سکتے ہو؟"
وہ خوش ہو کر بولا "انا بیلا......کیا تم مجھے اپنے دماغ میں آنے دو گی؟ اور اپنے ذریعے سونیا کے اندر پہنچاؤ گی یہ تو بہت بڑی بات کہہ رہی ہو۔ اس کے بعد تو تم پر اتنا اعتماد قائم ہو جائے گا کہ میں آنکھیں بند کر کے تم پر اندھا اعتماد کیا کروں گا۔"
"میں تم سے ہر حال میں دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ تمہارا اعتماد حاصل کرنا چاہتی ہوں اس لیے ابھی میرے اندر چلے آؤ میں تمہیں سونیا کے اندر لے جاؤں گی۔"
وہ دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر آ گیا۔ پھر بولا۔ "انا بیلا! میں تمہارا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے میری ماما تم سے نفرت کرتی ہیں سوتیلی سمجھتی تھیں۔ اب میں ان کے دل سے نفرتیں ختم کر دوں گا۔"
"ارنا کوف کو اپنی ماما کہہ رہے ہو؟ وہ کس رشتے سے تمہاری ماں ہیں؟ ان کا تو ایک ہی بیٹا اونوپ کوف ہے؟"
"تم نہیں جانتی میری ماما نے راسپوٹین سوم سے پہلے میرے باپ آوازون سوم سے شادی کی تھی۔ میں آوازون سوم کا ہی بیٹا ہوں۔ لیکن مجھے میری مام ارنا کوف نے ہی جنم دیا ہے۔ یہ بات ولاڈی میر بھی نہیں جانتا ہے۔ یہ بات راسپوٹین سوم نے تمہیں اسے اور تمہاری ماں کو بھی نہیں بتائی تھی۔ آج میں بتا رہا ہوں بہرحال یہ خاندانی رشتے داری کی باتیں بعد میں ہوں گی پہلے کام ہونا چاہئے۔ مجھے فوراً سونیا کے اندر لے چلو۔"
گھر کا بھیدی اسی طرح لنکا ڈھاتا ہے۔ سونیا نے اپنے بیٹے کبریا کے حوالے سے انا بیلا پر بھروسا کیا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کبریا اور انا بیلا کے درمیان کشیدگی پیدا ہو گئی ہے اور اب وہ دوغلی حرکتیں کر رہی ہے۔
ایک طرف وہ کبریا کے ساتھ محبت کرنا اور زندگی گزارنا چاہتی ہے، اور دوسری طرف آوازون سے اور اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف سے دوستی کر رہی ہے۔
اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر سونیا کے اندر پہنچ کر کہا "مما! میں انا بیلا ہوں۔"
اس نے کہا "ہاں بیٹی! بولو کیسے آئی ہو؟ کبریا کہاں ہے؟"
"میں آپ سے کبریا کی ہی شکایت کرنے آئی ہوں۔"
وہ مسکرا کر بولی "اچھا...... اس کا مطلب یہ ہے کہ تم

دونوں میں جھگڑا ہوا ہے؟"
"میں نے کوئی جھگڑا نہیں کیا ہے آپ کے بیٹے صاحب کو بڑی جلدی غصہ آتا ہے ناراض ہو جاتے ہیں۔"
"ایسی بات تو نہ کہو، میرے بیٹے کو غصہ نہیں آتا بات کیا ہو گئی ہے؟"
"بات کوئی خاص نہیں تھی، ہم مستقبل کے بارے میں سوچ رہے تھے کبریا نے کہا کہ شادی ہو گی میں نے کہا کہ بچے ہوں گے تو میں انہیں انا میریا کو دے دوں گی۔ بے چاری عدنان سے محروم رہے گی عدنان تو بابا صاحب کے ادارے میں رہے گا۔ وہ میرے بچے پالے گی۔ بس اس بات پر کبریا نے کہا کہ ہرگز نہیں، میرے بچے بھی بابا صاحب کے ادارے میں پرورش پائیں گے میں نے انہیں چھیڑنے اور ستانے کے لیے کہا کہ نہیں میں یہودی ماں ہوں۔ میرے بچے میری مرضی کے مطابق پرورش پائیں گے۔ بس اسی بات پر وہ ناراض ہو گئے ہیں۔"
"بیٹی! تم دیکھ رہی ہو کہ انا میریا اور شیوانی نے عدنان کو ایک مسئلہ بنا لیا ہے۔ ایسے میں تم اس قسم کی بات چھیڑو گی تو یقیناً کسی کو بھی غصہ آئے گا۔ اسے مذاق نہ بناؤ یہ ایک سنجیدہ مسئلہ ہے۔ بچے ہمیشہ اپنے باپ کی مرضی کے مطابق پرورش پاتے ہیں۔"
"میں کب ضد کر رہی ہوں جو آپ کی اور کبریا کی مرضی ہو گی اسی کے مطابق میں عمل کروں گی میں انا میریا یا شیوانی نہیں کہ خواہ مخواہ جھگڑا کروں گی۔"
سونیا نے خوش ہو کر کہا "بیٹی! مجھے یقین ہے کہ تم ہمارے اور ہمارے بیٹے کے لیے مسئلہ نہیں بنو گی۔"
انا بیلا سونیا کو اپنی باتوں میں الجھا رہی تھی۔ اور آوازون اس کے اندر رہ کر معلوم کر رہا تھا کہ عدنان سونیا کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے وہ دونوں جہاز کے اندر ہیں۔ اور وہ جہاز تاشقند سے گزرنے کے بعد دشانبے کی طرف جا رہا ہے۔
عدنان نے ایک ایئر ہوسٹس کو مخاطب کر کے اپنے لیے جوس کا آرڈر دیا تھا اور ایئر ہوسٹس نے مسکرا کر کہا تھا کہ ابھی لاتی ہوں۔
اس طرح آوازون اس ایئر ہوسٹس کے اندر بھی پہنچ گیا۔ پھر اس کے ذریعے جہاز کے دوسرے اہم افراد کے اندر بھی پہنچ گیا۔
ولاڈی میر بھی کچھ ایسا ہی طریقہ اختیار کر چکا تھا۔ اس نے ماسکو ایئر پورٹ کے کنٹرول ٹاور والوں کے دماغوں میں جگہ بنائی تھی۔ ان میں سے جو ڈیوٹی انچارج طیارے کے پائلٹ سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کے ذریعے وہ اس پائلٹ کے اندر پہنچ گیا۔ اس طرح وہ اس طیارے میں آ گیا جس میں سونیا اپنے پوتے کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔
اس نے پائلٹ کے ذریعے کو پائلٹ اور ایئر ہوسٹس کے دماغوں میں جگہ بنائی۔ اس کے بعد پائلٹ کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر مائیکروفون میں قہقہہ لگا کر بولنے لگا۔
"ہیلو سونیا!......میں ولاڈی تم سے بول رہا ہوں۔"
سونیا ایک دم سے چونک گئی۔ صرف سونیا ہی نہیں وہاں آوازون اور انا بیلا بھی چونک کر اس کی باتیں سننے لگے۔ وہ کہہ رہا تھا "تم نے اپنے پوتے کی سلامتی کے لیے واقعی ذہانت اور مکاری کی انتہا کر دی۔ مجھ جیسے شخص کو دو بار زبردست شکست دی لیکن میں ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اب بتاؤ اپنے پوتے کو لے کر کہاں جاؤ گی؟ اس وقت آسمان اور زمین کے درمیان میں لٹکی ہوئی ہو۔ اور اس طیارے کا پائلٹ میری مٹھی میں ہے۔ میں نے اتنی سختی سے قبضہ جمایا ہوا ہے کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے میرے شکنجے سے نہیں چھڑا سکیں گے۔"
ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس پائلٹ کے

دماغ میں پہنچنا چاہا۔ تو پتا چلا کہ اس کا دماغ پتھر جیسا ہوگیا ہے۔ ان کی خیال خوانی کی لہریں اس پر اثر نہیں کر رہی تھیں۔

آوازون اگرچہ سونیا کا دشمن تھا لیکن عدنان کو زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ وہ کبھی نہ چاہتا کہ ولاڈی میر اسے مار ڈالے۔ اس لیے وہ کسی بھی طرح پائلٹ کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا۔ اس نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔

سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی تھی۔ پائلٹ کے کیبن میں جانا چاہتی تھی۔ اسی وقت ولاڈی میر نے کہا ''میں جانتا ہوں کہ تم کچھ کر گزرنے کے لیے پائلٹ کے قریب آنا چاہو گی لیکن یاد رکھو کہ اگر تم نے اس کیبن کی طرف رخ کیا تو میں تمہارے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی اس جہاز کو نیچے گرادوں گا۔''

پورے جہاز میں کھلبلی پیدا ہوگئی تھی۔ عورتیں بچے مرد پریشان تھے۔ کچھ رو رہے تھے کچھ چلا چلا کر کہہ رہے تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ سونیا کون ہے؟ کس کی وجہ سے یہ دشمنی کی جارہی ہے؟

آوازون کو پائلٹ کے دماغ میں پہنچ کر اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ اس کے پاس ہتھیار تھا وہ چاہتا تھا کہ پائلٹ پر حملہ کرکے اسے زخمی کردے۔ تاکہ اس کا دماغ کمزور ہوجائے۔ اس کے ساتھ ہی ولاڈی میر کی گرفت بھی کمزور پڑ جائے۔ تب وہ پائلٹ کے دماغ میں پہنچ کر جوابی کارروائی کرسکتا تھا۔

اس سے پہلے ہی سونیا وہاں پہنچ گئی۔ اس نے دھمکی دی تھی کہ وہ پائلٹ کیبن کی طرف آئے گی تو وہ جہاز گرادے گا۔ لیکنی وہ نادان نہیں تھی۔ اتنا جانتی تھی کہ جب وہ مائیک کے سامنے بول رہا ہے پائلٹ کو اپنے کنٹرول میں رکھے ہوئے ہے ایسے وقت وہ پائلٹ کو چھوڑ کر یہ دیکھنے نہیں آئے گا کہ سونیا اپنی جگہ بیٹھی ہوئی ہے یا کچھ کر رہی ہے۔

ولاڈی کی مجبوری یہی تھی کہ وہ تنہا تھا۔ اور پائلٹ کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ ہمارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جمانے کا موقع ڈھونڈ رہے ہیں۔ اگر وہ اس کے دماغ کو ذرا سی بھی ڈھیل دے گا تو کوئی بھی اس پر قبضہ جمالے گا پھر وہ اس جہاز میں اپنی من مانی نہیں کرسکے گا۔

سونیا نے ایک دھڑاکے سے پائلٹ کیبن کا دروازہ کھولا۔ اچھل کر اس کی سیٹ پر پہنچی۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ اور اسے کبھی ہتھیار کی ضرورت ہوتی ہی نہیں تھی۔

اس نے وہاں پہنچ کر پائلٹ کے سر کو دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لیا۔ پھر اس کی گردن کو ایسا زبردست جھٹکا دیا کہ اس کے حلق سے ''اونہہ'' کی آواز نکلی۔ اس کے بعد وہ بولنے کے قابل نہیں رہا اس کی گردن ڈھلک گئی۔ وہ ختم ہوچکا تھا۔

اس نے پائلٹ کے بے جان جسم کو کھینچ کر ایک طرف پھینکا۔ پھر فوراً ہی اس کی سیٹ پر پہنچ کر جہاز کو کنٹرول کرنے لگی۔ پھر اس نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے پوچھا۔ کیا تم لوگوں نے جہاز کے اسٹاف کو اپنے قبضے میں لے رکھا ہے؟''

ایک نے کہا ''یس میڈم! سب ہی ہمارے قبضے میں ہیں۔''

''عدنان کے پاس کون ہے؟''

''میڈم! عبداللہ وہاں موجود ہے آپ فکر نہ کریں۔''

وہ مائیک میں بولی ''ولاڈی میر! کتے تو بار بار اپنی ماں کے پیٹ سے جنم لے کر آئے گا۔ تب بھی میرے پوتے کو ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔ یہ تیرا تیسرا اور آخری حملہ تھا۔ اس کے بعد اب میں حملہ کروں گی' بچنے کے راستے ڈھونڈ لے۔''

وہ بول رہی تھی اور ولاڈی میر! ایک آلہ کار کے دماغ میں رہ کر اس کی بات سن رہا تھا، مجبور تھا کسی کے ذریعے حملہ نہیں کرسکتا تھا۔ کیونکہ سب کے دماغوں پر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے قبضہ جما رکھا تھا۔

دوسری طرف آوازون کو پائلٹ کے دماغ میں رہ کر حیرانی سے سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ اتنی تیز طرار ذہین اور حاضر دماغی اس نے اب سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ اس خطرناک عورت کے قریب تھا۔ لیکن اس پر حملہ نہیں کرسکتا تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے آس پاس موجود ہیں۔ اس کے حملے کو ناکام بنادیں گے۔

ولاڈی میر اگر چاہتا تو مائیک لے کر سونیا کو چیلنج نہ کرتا لیکن وہ چاہتا تھا کہ اس دادی ماں کو مجبور اور بے بس کرکے اس سے یہ شرط منوائے کہ وہ طیارے کو کہیں اتارے گا۔ اور وہ اپنے پوتے کے ساتھ وہاں اتر جائے گی۔ پھر وہ اپنے کئی آلہ کاروں کے ساتھ وہاں پہنچ کر منظم ہوکر اس پر حملہ کرے گا۔ دادی اور پوتے کو وہاں ختم کرے گا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عدنان کو مارنا ہی تھا تو اس نے جہاز کو نیچے کیوں نہیں گرادیا۔ جہاز تباہ ہوتا۔ تو دادی اور پوتا دونوں ہی مرجاتے لیکن مجبوری تھی۔ بہت مجبوری تھی۔ اس بچے کو ہلاک کرنے کی ایک ہی شرط تھی کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں سے مارے گا کسی کے ذریعے اسے ہلاک نہیں کرے گا۔

تقدیر نے خوب چکر چلایا تھا اور وہ ایک ننھے سے بچے کو ہلاک کرنے کے لیے چکراتا جارہا تھا۔

☆

جہاز کی پرواز پھر معمول پر آگئی۔ تمام مسافر اطمینان کی سانس لینے لگے۔ ایئر ہوسٹس نے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے کہا ''خواتین و حضرات! ہمیں افسوس ہے کہ آپ کو کچھ دیر ناگوار حالات سے گزرنا پڑا جس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔ اب حالات قابو میں آگئے ہیں۔ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ ہم آپ کو بخیریت آپ کی منزل تک پہنچائیں گے۔''

سونیا پائلٹ سیٹ پر بیٹھی ہوئی جہاز کو کنٹرول کر رہی تھی۔ اس کے قریب ایئر ہوسٹس کھڑی ہوئی مسافروں کو مطمئن کر رہی تھی کہ اب انہیں ذرا بھی خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے انہیں جہاز کے عملے سے اب کوئی شکایت نہیں ہوگی۔

وہاں کو پائلٹ اور ایک اسٹیوارڈ کھڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں پریشان ہوکر جہاز کے پائلٹ کی لاش کو دیکھ رہے تھے۔ سونیا نے اس کی گردن توڑ دی تھی۔ اور لاش کو ایک طرف پھینک دیا تھا۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے جہاز کے تمام عملے کو کنٹرول کر رہے تھے۔ ہر طرف سے محتاط تھے۔ یہ اندیشہ تھا کہ کو پائلٹ اور اسٹیوارڈ وغیرہ اپنے پائلٹ کی موت پر انتقامی ردِعمل ظاہر کرسکتے ہیں۔

آوازون بھی وہاں انابیلا کی مدد سے پہنچا ہوا تھا اور اس وقت وہ کو پائلٹ کے دماغ میں تھا۔ حیرانی سے سونیا کو دیکھ رہا تھا کہ یہ کیا بلا ہے۔ اس نے آتے ہی آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ پائلٹ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آوازون بھی یہی کرسکتا تھا مگر وہ نہیں چاہتا تھا کہ جہاز تباہ ہو اور عدنان کو نقصان پہنچے۔ وہ عدنان کو ہر حال میں بچانا چاہتا تھا۔

جب ولاڈی میر کے چیلنج کے مطابق سونیا اس سے سمجھوتا نہ کرتی اور اس جہاز سے اپنے پوتے کے ساتھ اتر جانے پر راضی نہ ہوتی ــ تب وہ جہاز کو گرانے والا تھا۔ ایسے وقت آوازون نے سوچا تھا کہ وہ پائلٹ کو زخمی کرکے اس کے دماغ میں جگہ بنائے گا۔ اور اس کے اندر رہ کر ولاڈی میر سے فائٹ کرے گا اس جہاز کو بچا سکے گا۔

لیکن یہ سب اسی وقت ہوتا جب سونیا ولاڈی میر کو کوئی جواب دیتی کہ وہ سمجھوتا کرنا چاہتی ہے یا نہیں؟

ولاڈی میر اس کے جواب کا انتظار ہی کرتا رہا۔ اس سے پہلے ہی وہ پائلٹ کیبن میں گھس کر اپنا کام دکھا چکی تھی۔ اس نے آن کی آن میں بازی پلٹ دی تھی۔ پائلٹ کو اس کی سیٹ پر سے اٹھا کر مردہ بنا کر ایک طرف پھینک دیا تھا۔ اور اب جہاز کو کنٹرول کر رہی تھی۔

یہ سب اتنی تیزی سے ہوا تھا کہ آوازون سوچتا ہی رہ گیا دیکھتا ہی رہ گیا۔ ولاڈی میر نے ناکام ہوتے ہی کنٹرول ٹاور والوں سے رابطہ کیا۔ اس نے تاشقند کے ایئرپورٹ والوں سے کہا ''جو طیارہ ابھی یہاں سے گزر کر گیا ہے اس میں مشہور زمانہ فرہاد علی تیمور ٹیلی پیتھی جاننے والے کی وائف سونیا سفر کر رہی ہیں۔ اس نے اس طیارے کے پائلٹ کو مار دیا ہے۔ اور جہاز کو خود چلا رہی ہے۔''

وہ جہاز دو گھنٹے کے بعد دوشانبے پہنچنے والا تھا۔ ولاڈی میر نے دوشانبے کے ایئرپورٹ والوں سے بھی یہی کہا کہ فرہاد علی تیمور کی وائف نے طیارے کے پائلٹ کو مار ڈالا ہے۔ اور طیارے کو خود کنٹرول کر رہی ہے۔ اور دوشانبے کی طرف آرہی ہے۔ اس کا محاسبہ کیا جائے۔

تاشقند اور دوشانبے کے کنٹرول ٹاورز والے پوچھ رہے تھے کہ تم کون ہو؟ اور تمہیں یہ انفارمیشن کہاں سے ملی ہے؟

''میں کوئی بھی ہوں۔ تمہیں انفارمیشن دے رہا ہوں۔ اس کی ابھی تصدیق کرو۔''

کنٹرول ٹاور والوں سے جہاز کے پائلٹ سے رابطہ کیا۔ تو انہیں سونیا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی ''میں نے طیارے کو تباہی سے بچایا ہے تمہارا پائلٹ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی گرفت میں آگیا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھ سے دشمنی کر رہا تھا۔ مجھے مارنے کے لیے پورے طیارے کو تباہ کرنا چاہتا تھا۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس پائلٹ کو اپنے قبضے میں لینا چاہا۔ لیکن وہ بری طرح ولاڈی میر نامی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے قبضے میں آچکا تھا۔ کسی طرح سے ہمارے قابو میں نہیں آرہا تھا۔ اور یہ طیارہ تباہ ہونے والا تھا۔ ایسی صورت میں ایک ہی راستہ رہ گیا تھا۔ اور وہ یہ کہ پائلٹ کو ختم کردیا جائے تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ولاڈی میر بھی اس طیارے سے چلا جائے گا' پھر نہ وہ مجھ سے دشمنی کرسکے گا اور نہ ہی طیارے کو تباہ کرسکے گا۔''

کنٹرول ٹاور سے کہا گیا کہ ہمارے کو پائلٹ سے بات کراؤ۔

سونیا نے کو پائلٹ کو مائیک دیا۔ اس نے کہا ''یس سر! میں کو پائلٹ بول رہا ہوں۔ میڈم سونیا درست کہہ رہی ہیں۔ پائلٹ پاگل ہوگیا تھا جہاز کو تباہ کردینا چاہتا تھا۔''

''جہاز کو بچانے کے لیے ضروری تھا، پائلٹ کو مار دیا جائے کیا اس کی جان بچائی نہیں جاسکتی تھی؟''

''نو سر! اور کوئی راستہ نہیں رہ گیا تھا۔ اس طیارے میں دو سو سے زیادہ مسافر سفر کر رہے ہیں۔ اتنے سارے مسافروں کی جان بچانے کے لیے ایک پائلٹ کو مار ڈالنا پڑا

جس کے لیے ہمیں افسوس ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "یہ طیارہ اب تمہارے کنٹرول میں رہنا چاہیے۔ کیا تم اسے دشانبے تک نہیں لے جاسکتے؟"

"لیس سر! لے جاسکتا ہوں۔ لیکن اب میڈم سونیا کسی پر بھی بھروسا نہیں کریں گی۔ اس لیے وہ خود ہی لے جارہی ہیں۔ اور پرواز بہت ہی نارمل ہے۔ مسافر مطمئن ہیں، ایسے میں اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔"

سونیا سے پوچھا گیا "میڈم! کیا آپ طیارے کو صحیح و سلامت دشانبے تک لے جاسکیں گی؟"

"ہم بابا صاحب کے ادارے والوں نے ایسی بہت سی ٹریننگ حاصل کی ہیں۔ طیارہ کیا چیز ہے ہم راکٹ بھی اڑا سکتے ہیں۔ سمندر کی گہرائیوں میں سب میرین کو بھی کنٹرول کرسکتے ہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ یہ طیارہ صحیح سلامت دشانبے پہنچے گا۔ آپ کا ایک ایک مسافر اس بات کی گواہی دے گا کہ میں نے ان سب کی جان بچائی ہے۔"

"میڈم! آپ کا بہت بہت شکریہ...... آپ سے دشانبے ایئر پورٹ پر ملاقات ہوگی۔"

کنٹرول ٹاور والوں سے رابطہ ختم ہوا۔ تو سونیا نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا "دشانبے ایئرپورٹ۔ پر یہ میرے لیے پرابلم بن سکتے ہیں۔ جب کہ میں قانون کی گرفت میں نہیں آسکوں گی۔ میں نے دو سو سے زیادہ مسافروں کی جانیں بچانے کے لیے ایک کو ہلاک کیا ہے۔ مجھے کسی بھی قانون کے تحت مجرم نہیں گردانا جاسکتا۔ لیکن وہاں ولاڈی میر کھچڑی پکا رہا ہوگا۔ وہ میرے خلاف بہت کچھ کرسکتا ہے۔ لہٰذا ہمارے کچھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ابھی دشانبے ایئرپورٹ کے عملے کے اندر جانا چاہیے۔ اور دیکھنا چاہیے کہ وہ دشمن کیا کرتا پھر رہا ہے؟"

پہلے ولاڈی میر نے دوبارہ اس طیارے کے اندر آنے کی کوشش کی تھی۔ ایئر ہوسٹس اور پائلٹ کے دماغ کے اندر آکر بولنا چاہا تو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اسے بھگا دیا۔ اس سے صاف صاف کہہ دیا کہ تم سے کوئی بات نہیں ہوگی۔ یہاں جس کے بھی دماغ میں آؤ گے وہ اپنی سانس روک لے گا۔ اور تمہیں بھاگنا پڑے گا۔

سونیا نے کہا "عبداللہ میرے پوتے عدنان کے پاس ہے اس کی خبر لیتے رہو۔ کہ وہ خیریت سے ہے یا نہیں؟"

انا بیلا نے کہا "مما! میں اس کے پاس آتی جاتی رہتی ہوں وہاں اس کے اندر عبداللہ ہے اور میں بھی ہوں۔ لیکن آپ جانتی ہیں کہ نہ ہم اس کے خیالات پڑھ سکتے ہیں اور نہ ہی وہ ہماری سوچ کی لہروں کو سنتا ہے۔ بس ہم خاموش رہ کر اس کی نگرانی کررہے ہیں۔"

"بیٹی! تم اس کے پاس رہو اور ابھی میرے دماغ میں نہ آنا میں بالکل خاموشی چاہتی ہوں۔"

"لیس مما! میں جارہی ہوں۔"

پھر سونیا نے ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہا "میں صالح بن طالبی سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ پہلے اپنی حکمت عملی سے یہ معلوم کرو کہ میرے اندر تمہارے سوا کوئی نہیں ہے۔ تب میں بات کروں گی۔"

وہ لیس میڈم کہہ کر چلا گیا۔ انا بیلا گھر کی بھیدی بنی ہوئی تھی، سونیا کے اعتماد کو ٹھیس پہنچا رہی تھی۔ وہ آوازون کو اپنے دماغ میں بٹھا کر سونیا کے اندر لے آئی تھی۔ اب وہ دونوں یہ موقع دیکھتے تھے کہ سونیا اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے باتیں کررہی ہوگی۔ تو وہ بھی اس کے اندر پہنچ جاتے تھے۔ ایسے وقت سونیا انہیں محسوس نہیں کرسکتی تھی۔

جب سونیا نے انا بیلا سے کہا کہ اسے کچھ دیر تک اس کے اندر نہیں آنا چاہیے تو وہ ذرا کھٹک گئی۔ اس نے آوازون سے کہا "تم سن رہے ہو وہ اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے صالح بن طالبی سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتی ہے۔ ابھی ہم میڈم کے اندر نہیں جائیں گے۔ ٹھیک ایک منٹ کے بعد جائیں گے۔ اس وقت انہیں یقین ہوجائے گا کہ ان کے اندر کوئی نہیں ہے۔"

وہ دونوں ایک منٹ تک انتظار کرتے رہے۔ اس کے بعد دونوں ہی سونیا کے اندر پہنچے تو اس نے چونک کر پوچھا "کون ہے؟"

یہ پوچھتے ہی وہ دونوں اس کے دماغ سے نکل گئے۔ آوازون نے کہا "ہماری چوری پکڑی گئی ہے وہ کم بخت صالح بن طالبی ابھی تک میڈم کے دماغ میں نہیں پہنچا ہے اور ہم سمجھ رہے تھے کہ وہاں کوئی خاص بات ہورہی ہوگی۔"

"ہم یہ بھول گئے تھے کہ میڈم کتنی مکار ہے۔ اس نے ہماری چوری پکڑنے کے لیے ہی صالح بن طالبی کو ایسی ہدایت دی تھی۔"

"ہم نے وہاں جانے میں جلدی کی تھی، ہمیں ذرا ٹھہر کر جانا چاہیے تھا۔"

"اب تو کم از کم تین منٹ گزر چکے ہیں۔ کیا اب وہ باتیں کررہے ہوں گے؟"

"ہاں...... ایک منٹ اور ٹھہر جاؤ، پھر چلتے ہیں۔"

وہ ایک منٹ اور انتظار کرنے کے بعد سونیا کے اندر پہنچے

تو وہ سخت لہجے میں بولی "انا بیلا! واپس نہ جانا میرے اندر رہو اور میری باتیں سنو۔"

وہ اور آوازون فوراً ہی اس کے دماغ سے نکل گئے۔ اس نے کہا "آوازون! مجھے عدنان کے دماغ میں جاکر رہنا چاہیے۔ وہ میرے بارے میں تحقیقات کرے گی۔"

یہ کہتے ہی وہ عدنان کے دماغ میں پہنچی۔ اسی وقت ایک خیال خوانی کرنے والے نے عدنان کے اندر پوچھا "انا بیلا! کیا تم یہاں موجود ہوں؟"

"ہاں...... میں عدنان بابا کی نگرانی کررہی ہوں۔"

"عبداللہ اس کی نگرانی کررہا ہے۔ تم میڈم کے پاس جاؤ وہ تمہیں یاد کررہی ہیں۔"

وہ پریشان ہوگئی۔ آوازون کے پاس جاکر بولی "میڈم نے مجھے بلایا ہے۔ میرا تو دل ڈر رہا ہے پتا نہیں وہ کیا کہنے والی ہے؟"

"تم چلو...... میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ اور اس کی باتیں سنوں گا۔"

وہ میڈم کے پاس آکر بولی "لیس مما! میں آگئی ہوں؟"

اسی وقت صالح بن طالبی کی آواز سنائی دی "میڈم! میں بھی آگیا ہوں۔ آپ نے جو کہا تھا میں اس اشارے کو سمجھ گیا تھا، سید حافر ہاد صاحب کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے وہ خاص بات بتا دی اب میں جارہا ہوں۔ ان کی اس خاص ہدایت پر عمل کروں گا۔"

سونیا نے کہا "ٹھیک ہے جاؤ...... اور تقریباً دس گھنٹے تک میرے اندر نہ آنا۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کہہ دو کہ کوئی رابطہ نہ کرے۔"

وہ لیس میڈم کہہ کر چلا گیا۔ پھر سونیا نے انا بیلا سے پوچھا "یہ تم کیا کھیل کھیل رہی ہو؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "مما! یہ آپ کیسا سوال کررہی ہیں میں بھلا کیا کھیل کھیلوں گی؟"

"میں نے منع کیا تھا کہ میرے دماغ میں کوئی نہیں آئے گا۔ پھر تم کیوں آئی تھیں؟"

"مما! میں سچ کہتی ہوں، میں نہیں آئی تھی وہ کم بخت ولاڈی میر آیا ہوگا۔"

"دوسری بار بھی تم آئیں تو میں نے کہا کہ میرے دماغ سے نہ جاؤ تو تم فوراً ہی بھاگ گئیں؟"

"میں آپ کو کیسے یقین دلاؤں کہ میں ایک بار بھی آپ کے اندر نہیں آئی۔ میں تو عدنان بابا کے پاس تھی۔ آپ کے بلانے پر ابھی آئی ہوں۔"

"تم جھوٹ مت بولو۔ جیسے ہی تم یہاں آئی تھیں ویسے ہی میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے تمہیں عدنان کے دماغ میں پکارا تھا۔ وہاں تم نہیں تھیں اگر ہوتیں تو جواب دیتیں؟"

"آپ کا ٹیلی پیتھی جاننے والا درست کہہ رہا ہے، میں تھوڑی دیر کے لیے عدنان بابا کے دماغ سے بھی چلی گئی تھی۔ باتھ روم جانے کی ضرورت تھی اس لیے میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی تھی۔"

"انا بیلا!...... ابھی تم میرے سامنے دودھ پیتی بچی ہو۔ میرا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہاری ماں کے دماغ میں موجود تھا۔ اس کے ذریعے وہ دیکھ رہا تھا کہ تم اپنے بیڈ روم میں بیٹھی خیال خوانی میں مصروف تھیں۔ تم باتھ روم نہیں گئی تھیں۔ اب کوئی اور بات بناؤ، کوئی اور بہانہ کرو۔"

"مما! میں آپ کی عزت کرتی ہوں۔ آپ کو ماں کی طرح سمجھتی ہوں اور آپ مجھ پر شبہ کررہی ہیں۔"

"جذباتی باتیں نہ کرو۔ دو اور دو چار ہوتے ہیں، نہ پانچ ہوتے ہیں نہ ساڑھے چار ہوتے ہیں تم نے اب تک جتنی باتیں کیں وہ سب جھوٹی تھیں۔ اب تم اپنی سچائی کے لیے کیا کہنا چاہو گی؟"

"ابھی میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے۔ میں کوشش کروں گی کہ اپنی سچائی کو ثابت کروں۔ سارے شکوک وشبہات کو مٹا دوں۔"

"یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا کہ اپنی سچائی ثابت کردو۔ ورنہ تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں دھوکا برداشت نہیں کرتی۔ اب جاؤ تقریباً دس گھنٹے تک میرے دماغ میں کوئی نہیں آئے گا۔ کوئی آئے گا تو میں اسے سانس روک کر بھگا دوں گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ وہ اور آوزون اس کے اندر سے چلے گئے۔ اس نے آوازون سے کہا "یہ بہت برا ہوگیا اس مکار عورت نے ہماری چوری پکڑ لی ہے۔ تم پر تو کسی قسم کا شبہ نہیں ہے لیکن میں مشکوک ہوگئی ہوں، بلکہ اب قابلِ اعتماد نہیں رہی۔ اس نے بڑے ٹھوس انداز میں میرے خلاف تحقیقات کروائی ہیں اور یہ سمجھ لیا کہ میں ہی دوبار چوری چھپے اس کے اندر آتی رہی تھی۔"

آوازون نے کہا "اگرچہ ہم سونیا کے دماغ سے نکل آئے ہیں پھر بھی دشانبے پہنچنے تک اس پر نظر رکھ سکتے ہیں۔ ہم ایئر ہوسٹس اسٹیوارڈ اور کو پائلٹ وغیرہ کے دماغوں میں رہ کر اس کی نگرانی کرسکتے ہیں۔"

انا بیلا نے کہا "جب وہ دشانبے پہنچ جائیں گے تو پھر اس

جہاز کا عملہ ہمارے لیے بیکار ہو جائے گا ہمیں نئے آلہ کار بنانے ہوں گے۔"

"عدنان ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔ تم فکر نہ کرو، میں ایسی کوئی تدبیر کرتا ہوں کہ اس کے دشانبے پہنچتے ہی میں اسے اس کی دادی سے الگ کردوں۔"

"ولاڈی میر بھی عدنان کا دشانبے میں انتظار کر رہا ہوگا وہ بھی یہی کرنا چاہے گا۔"

"یہ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ ولاڈی میر عدنان کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ میں ابھی اپنی ماما سے بات کرتا ہوں۔"

"کیا میں تمہارے دماغ میں رہ کر تمہاری ماما سے مل سکتی ہوں۔"

"ہاں...... ہاں ......ضرور میں اپنی ماما سے تمہاری ملاقات کراؤں گا۔ اب وہ تمہیں سوتیلی نہیں سمجھیں گی۔ تم ہمارے ساتھ ہماری سگی بن کر رہو گی۔"

وہ دونوں ارناکوف کے دماغ میں پہنچے آوازون نے کہا "ماما! میں انابیلا کے ساتھ آیا ہوں۔"

وہ چونک کر بولی "تم اس سوتیلی کو میرے دماغ میں لے کر آئے ہو؟"

"آپ اسے سوتیلی نہ کہیں۔ اس نے میرا ساتھ دیا ہے اور ایسا اعتماد حاصل کیا ہے کہ آپ بھی سنیں گی تو اس پر اعتماد کرنے لگیں گی۔ وہ ولاڈی میر کے خلاف ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ پھر اس نے سونیا کے اعتماد سے فائدہ اٹھا کر مجھے اس کے دماغ میں پہنچایا ہے۔"

ارناکوف نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی اس نے تمہیں سونیا کے اندر پہنچا دیا تھا؟"

"ہاں...... ہم اب تک سونیا کے دماغ میں تھے اور وہاں طیارے میں جو کچھ ہو رہا تھا۔ وہ تماشا دیکھ رہے تھے۔"

آوازون نے طیارے کے مختصر حالات بتائے۔ پھر کہا "اس بار بھی سونیا نے بڑی مکاری اور بڑی دلیری سے ولاڈی میر کو شکست دی ہے۔ اسے طیارے سے بھاگنے پر مجبور کیا ہے۔ ماما! واقعی وہ بہت ہی خطرناک بلا ہے۔ اسکی زبردست مکار ہے کہ اس نے انابیلا کی چوری پکڑ لی ہے۔ پتا نہیں اسے کیسے شبہ ہو گیا کہ یہ اس کے خلاف کوئی کھیل کھیل رہی ہے؟"

آوازون نے ارناکوف کو بتایا کہ سونیا نے کتنی مکاری سے صالح بن طالبی کو اپنے دماغ سے باہر بھیج دیا تھا۔ اور ان دونوں کے اندر آنے کا راستہ کھلا رکھا تھا۔ وہ اس کی چالاکی کو نہیں سمجھ سکے۔ پہلے گئے تو ... نے سمجھ لیا کہ کوئی دماغ میں چوری چھپے آیا ہے۔ جب دوبارہ گئے تو اس نے سمجھ لیا کہ انابیلا ہے۔ اور انابیلا کی سازش کیسے پکڑی اس کی بھی تفصیل بتائی۔

ارناکوف نے حیرانی سے کہا "واقعی اس مکار عورت کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس نے کتنی دور تک چال چلی کہ انابیلا کی ماں کے دماغ میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پہنچا دیا۔ اور وہاں سے اس کی چوری پکڑ لی۔"

آوازون نے کہا "اس نے کہہ دیا ہے کہ دس گھنٹے تک اس کے دماغ میں کوئی نہیں آئے گا، دس گھنٹے بعد بھی جب انابیلا جائے گی تو وہ اس پر بھروسا نہیں کرے گی۔ شاید اسے اپنے اندر آنے سے پھر روک دے۔"

ارناکوف نے کہا "انابیلا اپنا اعتماد وہاں کھو چکی ہے۔ اب ہم سے دوستی رکھنا چاہتی ہے تو یہی بہتر ہوگا کہ ہمارے ساتھ مل جل کر رہے اور یہاں ہمارے پاس آجائے۔"

انابیلا نے کہا "ماما! میں ابھی مایوس نہیں ہوئی ہوں۔ میں سونیا کا اعتماد پھر حاصل کروں گی۔ ابھی کبریا میری مٹھی میں ہے۔ وہ مجھ سے صرف ناراض ہو کر گیا ہے۔ میں ابھی جاکر اسے منالوں گی۔"

"تم پھر سونیا کو ایک نادان بچی سمجھ رہی ہو۔ بیٹا ہو باپ ہو کوئی ہو وہ کسی بھی رشتے کو خاطر میں نہیں لاتی ہے جب اس نے شبہ کیا ہے تو وہ مرتے دم تک تم پر شبہ کرتی رہے گی۔ یہ خیال اپنے دماغ سے نکال دو کہ تم اس کا اعتماد حاصل کر سکو گی۔"

"میں اس کا اعتماد حاصل نہ کر سکی تب بھی اس کے بیٹے کو حاصل کروں گی۔ اور اس کے ذریعے مجھے اس کی بہت سی باتیں معلوم ہوتی رہیں گی۔"

آوازون نے کہا "ماما! یہ درست کہہ رہی ہے۔ اسے دشمنوں کے درمیان رہنا چاہیے۔ یہ کبریا کے ذریعے بہت سی معلومات حاصل کرتی رہے گی اس طرح ہم ان کی طرف سے غافل نہیں رہا کریں گے۔"

"میں مانتی ہوں کہ انابیلا کو وہاں رہ کر ہمارے لیے کام کرنا چاہیے۔ لیکن میں انابیلا پر اس وقت اندھا اعتماد کروں گی جب یہ ہمارے پاس آئے گی اور ہماری رشتہ دار بن جائے گی۔"

"ماما! میں تو ویسے بھی رشتے دار ہوں، آپ کی سوتیلی بیٹی ہی صحیح لیکن بیٹی تو ہوں۔"

ارناکوف نے کہا "میں نے تمہیں جنم نہیں دیا اور نہ ہی اپنا دودھ پلایا ہے۔ اسی طرح میرا بیٹا آوازون ہے اسے میں نے جنم دیا ہے لیکن اس کے اندر تمہارے باپ راسپوٹین کا خون نہیں دوڑ رہا ہے۔ یہ اس کا بیٹا نہیں ہے لہٰذا تم میری بہو بن جاؤ تو میں تم پر اعتماد کرتی رہوں گی۔"

آوازون نے کہا "اوہ ماما!...... آپ ابھی تک نہیں سمجھ رہی ہیں۔ یہ کبریا کو پھانس کر اس سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ اس سے شادی کرے گی تو ہم سب کو فائدہ پہنچے گا۔"

"شادی کرنا ضروری نہیں ہے، انابیلا اسے شادی کا جھانسا دیتی رہے، محبت کے سبز باغ دکھاتی رہے اور ادھر چپ چاپ تم سے شادی کر لے۔ میری بہو بن جائے کبھی کبھی ہم سے ملتی رہے۔ تو میں اس پر اعتماد کرنے لگوں گی۔"

آوازون نے پوچھا "انابیلا!...... تم کیا کہتی ہو؟"

"مجھے افسوس ہے کہ میں تم سے شادی نہیں کر سکوں گی میں نے کسی لالچ اور خود غرضی کے بغیر تم سے دوستی کا آغاز کیا ہے۔ اور بھرپور انداز میں اپنی دوستی ثابت بھی کی ہے۔ اسی طرح آئندہ بھی دوستی کا ثبوت دیتی رہوں گی۔ لیکن شادی صرف کبریا سے کروں گی۔"

ارناکوف نے ناگواری سے پوچھا "یہ تم لڑکیوں کو مسلمانوں میں کیا نظر آجاتا ہے؟ ایک بار انہیں پیچھے لگاتی ہو تو بار بار ان کے پیچھے پڑ جاتی ہو؟"

آوازون نے کہا "ماما! اس مسئلے پر پھر کسی دن باتیں ہوں گی، ابھی انابیلا کو اپنا کام کرنے دیں۔ وہ صحیح راستے پر جا رہی ہے۔"

انابیلا نے کہا "ماما! آپ کہتی ہیں کہ ہم یہودی لڑکیاں مسلمانوں کے پیچھے کیوں پڑ جاتی ہیں؟ اب میں ثابت کروں گی کہ ایک مسلمان لڑکی بھی یہودی لڑکے سے متاثر ہو گئی ہے۔ اور اسی سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ اور وہ یہودی آپ کا بیٹا آوازون ہے۔ میں الپا کی بیٹی کو آپ کے بیٹے کے پاس پہنچا کر رہوں گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "انابیلا! تم واقعی دوستی اور محبت کا ثبوت دے رہی ہو...... اگر تم نے ایسا کیا تو سمجھو کہ تم نے میرا دل و دماغ سب کچھ جیت لیا۔ کیا تم نے میری بیٹی تاشا سے ملاقات کی ہے؟"

آوازون نے کہا "نہیں میں ابھی اسے تاشا کے پاس لے جا رہا ہوں۔"

وہ دونوں تاشا کے پاس آئے، وہ ایک کمرے میں بیٹھی اپنا خاص منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔ جن کے اثر سے عدنان اس کی طرف مائل ہوتا جا رہا تھا۔ آوازون نے اسے مخاطب کیا۔ پھر اسے بتایا کہ اس کے ساتھ انابیلا آئی ہے۔

پہلے تاشا کو بھی حیرانی ہوئی کہ ایک سوتیلی ان کے پاس کیوں آئی ہے؟ پھر آوازون نے وضاحت کی۔ اور اسے بتایا کہ ان کی ماما بھی اب انابیلا پر بھروسا کرنے لگی ہیں۔ اور اب یہ ہماری فیملی ممبر کی حیثیت رکھتی ہے۔

تاشا نے اس سے مل کر خوشی کا اظہار کیا۔ انابیلا نے پوچھا "یہ تم کن منتروں کا جاپ کر رہی ہو؟"

"میں عدنان کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے یہ منتر پڑھتی رہتی ہوں۔ کیا بھائی آوازون نے تمہیں بتایا ہے کہ عدنان میرے لیے کیوں ضروری ہے؟"

آوازون نے کہا "مجھے ابھی تک موقع نہیں ملا تھا۔ ہم دوسرے معاملات میں الجھے ہوئے تھے۔ میں نہیں چاہوں گا کہ انابیلا سے کوئی بات چھپائی جائے۔ لہٰذا اسے بھی بتا دینا چاہیے کہ تمہارے اور عدنان کے زائچے سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارو گے۔ وہ اب سے پندرہ برس کے بعد تمہارا شوہر ہوگا اور تم اس کی بیوی بن کر رہا کرو گی۔"

انابیلا نے حیرانی سے کہا "عدنان تو ابھی پورے چار برس کا بھی نہیں ہوا ہے۔ اور تاشا میرا خیال ہے کہ اس سے کافی بڑی ہے؟"

"ہاں...... میں چودہ برس کی ہوں، یعنی عدنان سے تقریباً دس برس بڑی ہوں۔ پھر بھی ماما اور بھائی کہتے ہیں کہ پندرہ برس کے بعد عدنان ایک گبرو جوان ہوگا۔ اور میں اس کے سامنے چھوٹی پڑ جاؤں گی۔ صرف اتنا ہی نہیں میں اس کے ایک بیٹے کو جنم دوں گی۔ اور وہ بیٹا اونوپ کوف ہوگا۔ جو مر چکا ہے۔ وہ میرے بیٹے کی صورت میں دوبارہ جنم لے گا۔"

انابیلا حیران ہو رہی تھی۔ یہ باتیں مضحکہ خیز تھیں۔ حیران کن تھیں اس کے باوجود علم نجوم کے حساب سے ان دونوں کے زائچوں کے مطابق درست تھیں۔

وہ تھوڑی دیر تک تاشا سے باتیں کرتی رہی۔ پھر اس نے کہا "آوازون! دو گھنٹے بعد وہ طیارہ دشانبے پہنچنے والا ہے اس سے پہلے میں ذرا کبریا سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ تاکہ اس کے دل میں اتنی جگہ بنالوں کہ جب سونیا میرے خلاف اس سے کچھ کہے تو اس پر زیادہ اثر نہ ہو۔ مجھے یقین ہے کہ کبریا میری حمایت میں ہی بولے گا۔ میں ایک گھنٹے کے بعد تمہارے پاس آؤں گی۔"

وہ وہاں سے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے کبریا کے پاس پہنچی پھر کہا "سانس نہ روکنا میں ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا "زہے نصیب۔ کہ آپ آہی گئے۔ خدا خیر کرے۔ کیا نئے تیر چلانے آئی ہو؟"

''طعنے نہ دو۔ مجھے غصہ آرہا ہے۔ میں نے جھگڑا کیا تو تمہیں بھی غصہ آگیا۔ تم نے بھی جھگڑا کیا' کیا ایک گرم ہو تو دوسرے کو نرم نہیں ہونا چاہئے؟ کیا ایسے میں انہیں جھگڑا کرنا اور الگ ہو جانا چاہئے؟''

''تعجب ہے تم خالص بیویوں والی زبان استعمال کر رہی ہو۔ سچ بتاؤ کیا سوچ کر آئی ہو؟''

''محبت میں سوچ سمجھ کر قدم نہیں اٹھائے جاتے۔ میں بے اختیار چلی آئی ہوں۔''

''کیا تمہارا دل میری طرف سے صاف ہو گیا ہے؟''

''دل صاف ہو گیا ہے اسی لیے آئی ہوں۔''

''کیا تمہیں یہ یاد ہے کہ تم یہودی ہو اور میں مسلمان ہوں ایسا نہ ہو کہ بعد میں پھر یاد آئے پھر تم جھگڑا کرو؟''

''پلیز...... مجھے طعنے نہ دو' میں ایسے کسی موضوع پر آئندہ بحث نہیں کروں گی جس سے جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔''

''محبت میں کبھی کبھی اختلافات پیدا ہونے چاہئیں کبھی کبھی ضد بحث ہوتی رہے تو محبت بڑھتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دونوں طرف سے دلوں میں سچائی ہو اور ہمارے تمہارے دلوں میں اس وقت تک سچائی نہیں ہو سکتی جب کہ مذہب اور خدا ایک نہ ہو۔''

''کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم سے محبت بھی کروں تمہیں اپنا دل و جسم بھی دیتی رہوں۔ اور اپنا مذہب بھی تبدیل کر لوں؟''

''محبت ہم کر رہے ہیں۔ تم نے اپنا دل بھی دیا ہے اور اپنا جسم بھی میرے حوالے کیا ہے۔ اب مجھے دینے کے لیے تمہارے پاس کچھ نہیں رہا ہے لیکن میں تمہیں بہت کچھ دے سکتا ہوں۔''

''میں سننا چاہوں گی کہ تم مجھے کیا دینا چاہتے ہو؟''

''اگر تم اپنا مذہب تبدیل کر لو۔ دین اسلام کو قبول کر لو تو ہمارے درمیان پھر کبھی جھگڑے فساد نہیں ہوں گے۔ پہلی بات تو یہ دوسری بات یہ کہ میں اس کے عوض میں تمہیں ایسی خوشی دوں گا۔ جس کی تم توقع بھی نہیں کر سکتیں۔ تم مان لوگی کہ میں انصاف پسند ہوں۔ اگر کسی یہودی لڑکی کو اپنے دین میں لے کر آتا ہوں تو اپنے گھر کی کسی مسلمان لڑکی کو بھی اجازت دے سکتا ہوں کہ وہ کسی یہودی سے شادی کرے اور اپنا مذہب تبدیل کر کے اس کے ساتھ یہودی بن کر زندگی گزارے۔''

وہ یکبارگی حیرت اور مسرت سے بولی ''کبریا! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

''میں انصاف کے تقاضے پورے کرنا چاہتا ہوں۔ جب تم ایک مسلمان کی خاطر اپنا مذہب تبدیل کر سکتی ہو تو پھر مسلمان لڑکی کسی یہودی کی خاطر اپنا مذہب کیوں تبدیل نہیں کر سکتی؟ اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتی اور ہم اسے رد کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انصاف کے تقاضے پورے نہیں کرتے۔ اور خود غرضی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔''

وہ خوشی سے نہال ہو کر بولی ''اوہ کبریا! تم تو میری امید اور توقع سے بھی زیادہ سچے عاشق ثابت ہو رہے ہو۔''

''جب تم سے میرا جھگڑا ہوا اور میں تمہیں چھوڑ کر چلا آیا تب سے میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تم اپنی جگہ درست تھیں۔ میں اپنی جگہ درست ہوں۔ یہ بیچ میں جو مذہب ہے یہ ہمارے درمیان دیوار بنا ہوا ہے۔ کیوں نہ اس دیوار کو گرا دیا جائے۔ اور وہ اسی طرح ممکن ہے کہ تم اپنے مذہب کی دیوار گرا کر میرے پاس آ کر مسلمان بن جاؤ۔ اسی طرح مسلمان لڑکی بھی کسی یہودی کے گھر جا کر یہودی بن جائے گی۔''

انابیلا نے انجان بن کر پوچھا ''تم اپنے کس گھر کی لڑکی کی بات کر رہے ہو؟''

''شاید تمہیں پتا نہیں ہے کہ آواز دن نے سسٹر (الپا) کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا ہے۔ بھائی پارس اور الپا دونوں ہی انکار کر رہے ہیں میں اس سلسلے میں ان سے بحث کر رہا ہوں۔ اور انہیں مثالیں دے رہا ہوں کہ سسٹر خود یہودی ہیں۔ لیکن میرے بھائی سے منسوب تو رہی ہیں۔ ان کے لیے ایک بیٹی بھی پیدا کی ہے۔ انا میریا بھی یہودی ہے اور وہ پورس بھائی سے محبت کر رہی ہیں۔ اسی طرح تم بھی یہودی ہو کر مجھے دل و جان سے چاہتی ہو۔ پھر ایک مسلمان لڑکی کسی یہودی سے محبت کیوں نہیں کر سکتی؟''

وہ خوشی سے کھل گئی۔ کہنے لگی ''اتنا پیار کروں گی کہ تم دیوانے ہو جاؤ گے۔ تم واقعی میرے آئیڈیل ہو ہم مزاج ہو اور انصاف پسند ہو۔ میں نے تم سے کچھ نہیں کہا تم خود ہی اپنے دل و دماغ سے سوچ کر انصاف کی باتیں کر رہے ہو۔''

وہ خوشی کے مارے بولتی جا رہی تھی۔ کبریا نے کہا ''میں چاہتا ہوں کہ ہم ایک مثالی زندگی گزاریں۔ ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھتے رہیں اور کبھی کسی سے کوئی بات نہ چھپائیں۔ ایک دوسرے پر اعتماد کریں اور ایک دوسرے کے راز دار بن کر زندگی گزارتے رہیں۔''

''ہائے کبریا! جو کچھ میرے دل میں ہے وہ تمہاری زبان پر آرہا ہے۔ تم میرے دل کی زبان بولنے لگے ہو۔''

''محبت اسی کو کہتے ہیں کہ ایک دوسرے کے اندر ڈوب کر ایک دوسرے کے دل کی باتیں کہیں جائیں۔ ہم ایک کام بڑی راز داری سے کرنا چاہتے ہیں۔ کیا تم میرا ساتھ دو گی؟''

''کیسی باتیں کرتے ہو۔ میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گی تو اور کون دے گا؟ بولو کیا کام ہے؟''

''ہم بڑی خاموشی سے کسی نہ کسی طرح آوازون سے رابطہ کریں۔ انوشے (الپا کی بیٹی) ابھی سات برس کی ہے جب تک وہ بالغ اور سمجھدار ہوگی۔ اس وقت تک ہم آوازون کے مزاج کو سمجھیں گے۔ اس سے دوستی کریں گے۔ اس سے دوستی اور محبت بڑھتی رہے گی ہم پارس بھائی اور سسٹر الپا کو اس رشتے کے لیے قائل کرتے رہیں گے۔ اگر وہ قائل نہیں ہوئے تب بھی انوشے اور آوازون میں اتنی انڈراسٹینڈنگ پیدا ہوجائے گی۔ ایک دوسرے کو اس طرح چاہنے لگیں گے کہ خود ہی اپنی زندگی کا فیصلہ کریں گے۔''

وہ خوشی سے نہال ہورہی تھی۔ کہہ رہی تھی ''یہ تو بہت ہی اچھی تدبیر ہے۔ ہم ابھی سے ان دونوں کے لیے راستے ہموار کرتے جائیں گے۔''

''اس کے لیے لازمی ہے کہ کسی طرح ہم آوازون سے رابطہ کریں۔ تم اس فیملی سے تعلق رکھتی ہو۔ تم تو یقیناً ان میں سے کسی ایک سے رابطہ کرسکتی ہو۔''

وہ چہک کر بولی ''میرا ان کے ساتھ رابطہ ہے میں نے تمہیں یہ بات اس لیے نہیں بتائی تھی کہ تم نے اپنا دل کھول کر میرے سامنے نہیں رکھا تھا۔ آج تمہارے دل و دماغ کھلی کتاب کی طرح میرے سامنے ہیں۔ اب میں تم پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کروں گی۔ آوازون سے تمہاری ملاقات کراؤں گی۔''

''انابیلا...... میں نے آوازون کے بارے میں سنا ہے کہ وہ تمہاری سوتیلی ماں ارناکوف اور تمہارے سوتیلے بھائی ولاڈی میر کا دشمن ہے؟ بلکہ اس کی دشمنی خاندانی ہے جو ایک طویل عرصے سے چلی آرہی ہے۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ راز کوئی نہیں جانتا کہ میری سوتیلی ماں ارناکوف پہلے آوازون سوم کی بیوی تھی۔ اس نے اس کے بیٹے چیخوف آوازون کو جنم دیا تھا۔ اس کے بعد وہ راسپوٹین سوم سے منسوب ہوگئی تھی۔ یہ ایک طویل روداد ہے میں پھر کبھی بتاؤں گی۔''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ موجودہ آوازون تمہاری موجودہ ماں ارناکوف کا بیٹا ہے۔''

''ہاں...... ارناکوف نے پہلے ایک بیٹے کو جنم دیا اس کا نام چیخوف آوازون ہے۔ پھر راسپوٹین سے شادی کرنے کے بعد اس کے ایک بیٹے اونوپ کوف کو جنم دیا تو وہ پیدائشی بیمار تھا۔ ابھی ایک دن پہلے وہ مرچکا ہے۔ اس کے علاوہ وہ بیٹیوں کو جنم دیا تھا۔ ان میں سے ایک شادی شدہ ہے اپنے طور پر زندگی گزار رہی ہے۔ دوسری بیٹی تاشا [illegible] برس کی ہے۔ اتنی سی عمر میں اس نے ٹیلی پیتھی اور پراسرار [illegible] سیکھ لیے اور سیکھتی جارہی ہے۔''

''یہ اچھا ہے کہ تم ان کے بارے میں مکمل معلومات [illegible] ہو لیکن ایک بات کھٹک رہی ہے۔''

''وہ کیا بات ہے؟ میں تمہارے دل سے ہر شک [illegible] مٹاؤں گی اور ان کے بارے میں پوری تفصیلات بیان کر[illegible] گی۔''

''بات یہ ہے کہ ارناکوف اور اس کی اولاد سب [illegible] تمہارے سوتیلے ہیں۔ کیا ان سے ہماری دوستی اور رشتے [illegible] ہوسکے گی؟''

''کیسی باتیں کرتے ہو؟ یوں سمجھو کہ دوستی ہوچکی ہے [illegible] رشتے داری بھی ہوجائے گی۔''

کبریا نے حیرانی ظاہر کی ''دوستی کیسے ہوگئی ہے؟''

''میں نے ان کا ایسا اعتماد حاصل کیا ہے کہ اب وہ مجھ [illegible] اندھا اعتماد کرتے رہیں گے۔''

''تم نے آخر ایسا کیا کیا ہے؟''

''چونکہ تم اپنا دل و دماغ کھول کر میرے سامنے رکھ [illegible] ہو۔ اپنے منصوبے ظاہر کرچکے ہو۔ اور صدقِ دل سے اس [illegible] عمل کرنا چاہتے ہو۔ اس لیے میں تمہیں بتادوں کہ ارناکوف [illegible] آوازون اور تاشا یہ کبھی نہیں چاہتے کہ عدنان کو ولاڈی میر [illegible] نقصان پہنچائے۔ وہ اسے ولاڈی میر سے بچارہے ہیں۔ ا[illegible] کی حفاظت کررہے ہیں۔ اس وقت بھی وہ لوگ پریشان [illegible] کہ مما عدنان کو لے کر جارہی ہیں۔ تو وہ راستے میں کہیں [illegible] عدنان کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ تب میں نے ان سے کہا تھا [illegible] میں آوازون کو اس طیارے میں پہنچا سکتی ہوں۔ جس [illegible] عدنان سفر کررہا ہے۔ وہاں پہنچ کر وہ عدنان کی حفاظت کر[illegible] گا۔ اگرچہ مما اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس [illegible] حفاظت کررہے ہیں۔ لیکن حفاظت کرنے والوں [illegible] آوازون کا بھی اضافہ ہوجائے تو اچھی بات ہے۔''

پھر اس نے کبریا سے پوچھا ''تم میری بات سمجھ رہے [illegible] کیا یہ میں نے اچھا نہیں کیا کہ عدنان کی حفاظت کے لیے آوازون کو بھی طیارے میں پہنچا دیا؟''

''یہ تو تم نے بہت ہی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ میرے بھتیجے کی حفاظت کے لیے ایسی تدبیر پر عمل کررہی ہو۔ تو میں [illegible] کیوں مانوں گا؟''

وہ خوش ہو کر بولی ''کبریا! تم بہت ذہین ہو۔ [illegible] ذہانت سے ہر بات کو سمجھتے ہو، یہی بات اگر میں کسی اور سے کہتی تو وہ کبھی اس بات سے قائل نہ ہوتا کہ آوازون جیسے دشمن کو عدنان کی حفاظت کے لیے جہاز میں پہنچایا جائے۔ جب کہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ آوازون دشمن نہیں ہے بلکہ عدنان کا محافظ ہے۔ پندرہ برس بعد یہی عدنان اس کا بہنوئی بننے والا ہے۔''

کبریا نے شدید حیرانی سے پوچھا ''اس کا مطلب کیا ہوا؟ پندرہ برس کے بعد ہمارا عدنان اس کا بہنوئی کیسے بنے گا؟ اس کی ایسی اور کون سی بہن ہے؟''

''میں نے ابھی کہا تھا کہ تاشا چودہ برس کی ہے ان کے پراسرار علوم نے بتایا ہے کہ تاشا اور عدنان کا زائچہ اس قدر ملتا ہے کہ ان دونوں کو ازدواجی زندگی گزارنی چاہیے۔ ان کے ایک ہوجانے سے اس خاندان کو بہت عروج حاصل ہوگا۔ اور تاشا عدنان کے ساتھ زندگی گزارتے ہوئے پوری دنیا پر حکومت کرے گی۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے زیر اثر رکھے گی۔''

''پھر تو ہمارا عدنان ان کے لیے بہت ضروری ہوگیا ہے؟''

''اتنا ضروری ہوگیا ہے کہ سانس لینے کے بعد ان کی دوسری اہم ضرورت صرف عدنان ہے۔ ایک اور حیرانی کی بات بتاؤں؟''

''ہاں...... بولو آج تو تم حیران پر حیران کیے جارہی ہو۔''

''ان کے پراسرار علوم نے یہ بھی بتایا ہے کہ چوبیس گھنٹے پہلے ان کا جو بیٹا اونوپ کوف مرچکا ہے وہ پندرہ برس بعد پھر پیدا ہوگا۔ اور اسے تاشا جنم دے گی۔ وہ انوپ کوف مرنے کے بعد پھر اس دنیا میں آئے گا۔''

''یہ بہت ہی حیران کرنے والی اور ناقابلِ یقین بات ہے ان کے پراسرار علوم یہ کہتے ہیں تو شاید یہی ہوگا۔''

''ایسا ضرور ہوگا۔ میرے اس خاندان سے تعلقات ہیں۔ میں نے بھی بچپن سے سارے پراسرار علوم سیکھے ہیں اور میں جانتی ہوں کہ جو معلومات ان علوم کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں وہ غلط نہیں ہوتیں۔ وہ اپنے صحیح وقت پر ضرور ثابت ہوتی ہیں۔''

کبریا نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں الفاظ کو چباتے ہوئے کہا ''انابیلا! تمہارے اور ہمارے درمیان ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔''

''کیسی رکاوٹ؟''

''وہ ......رکاوٹ ہے خیر و شر کی! خیر کہاں ہے اور شر کہاں ہے؟''

وہ پریشان ہوکر بولی ''یہ تم خیر اور شر کی بات درمیان میں کیوں لے آئے ہو؟''

''اس لیے کہ ہمیں زندگی گزارنے کے لیے کوئی ایک راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ خیر کا یا شر کا؟ شر تمہارے ساتھ بچپن سے لگا ہوا ہے۔ تم اسی راستے پر چلتی آئی ہو اور میں بچپن سے خیر کے راستے پر چلتا ہوا آیا ہوں۔ یہیں سے ہمارے اور تمہارے مذہبی معاملات شروع ہوتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ اختلافات بھی شروع ہوجاتے ہیں۔''

''یہ...... یہ تم پھر اختلافات کی باتیں شروع کررہے ہو؟''

''میں یہ بات شروع نہیں کروں گا، تم صرف ایک بات کا جواب دو کہ روحانیت اور کالا جادو یکجا کیسے ہوسکتے ہیں؟ ایمان اور شیطان خیر و شر ایک دوسرے کی ضد ہیں یہ ایک جگہ کیسے رہ سکتے ہیں؟''

''ابھی تو تم نے کہا تھا کہ آوازون سے الپا کی بیٹی یعنی تمہاری بھتیجی انوشے کا رشتہ ہوسکتا ہے۔''

''یہ میں نے اس لیے کہا تھا کہ تمہارے اندر کی بدنیتی اور خباثت کو کھرچ کھرچ کر نکال سکوں۔ اگر میں یہ حکمتِ عملی اختیار نہ کرتا تو تم کبھی اعتراف نہ کرتیں کہ تم نے مما کو بہت زبردست دھوکا دیا اور آوازون کو بھی اس طیارے میں پہنچایا۔''

''یہ دھوکا نہیں تھا تم اس بات کو تسلیم کرچکے ہو کہ میں عدنان کی حفاظت کے لیے آوازون کو وہاں لے گئی تھی۔''

''دیکھو انابیلا! جب عدنان کی حفاظت کے لیے میری مما جیسی ناقابلِ شکست عورت موجود تھیں اور ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں موجود تھے تو کیا ہم ان کی موجودگی میں کسی آوازون مدد چاہیں گے؟ تم ہماری مدد کرنا چاہتی ہو، ہمارے ساتھ نیکی کرنا چاہتی ہو۔ اگر یہ نیکی تھی تو تم نے صاف طور پر مما کو یہ کیوں نہیں بتایا کہ تم آوازون کو وہاں لے کر آئی ہو۔ تم نے یہ بات ان سے چھپائی؟ جانتی تھیں کہ وہ آوازون کی موجودگی کو وہاں پسند نہیں کریں گی۔ اور تمہارے اس عمل سے اختلاف کریں گی۔ تم یہ سب کچھ جانتی تھیں۔ اسی لیے تم نے مما سے جھوٹ کہا، دھوکا دیا اور آوازون کو وہاں پہنچادیا۔''

''تم بھی اب تک مجھ سے جھوٹ بول رہے تھے دھوکا دے رہے تھے۔ باتیں بنا کر میری اندر کی باتیں نکال رہے

تھے۔‘‘

’’ہاں ...... میری مما نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تم سے رابطہ کروں۔ اور حقیقت معلوم کروں کہ تم دوہری چالیں کیوں چل رہی ہو؟ مما سے جھوٹی باتیں کیوں کر رہی ہو؟ تمہاری یہ چوری پکڑی گئی تھی۔ تم نے مما سے کچھ جھوٹی باتیں کی تھیں۔ ان کی تصدیق ہوگئی اور تمہارا جھوٹ سامنے آگیا۔ اب تمہارے اندر سے اور بہت کچھ معلوم کرنا تھا۔ وہ میں معلوم کر چکا ہوں۔‘‘

وہ غصے سے چیخنے لگی ’’آئی ہیٹ یو...... یو آر لائر...... تم بہت جھوٹے ہو‘ بدمعاش ہو‘ فریبی ہو تم نے مجھ سے چیٹنگ کی ہے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ آئی ...... ہیٹ ...... یو...... آئی ہیٹ یو......‘‘

وہ غصے سے چیختی ہوئی اس کے دماغ سے چلی گئی۔

☆☆☆

کالیا اسرانی دہشت زدہ تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ثمر سلطانہ کی کلائی پکڑنے جائے گا تو ایک دم سے اچھل کر یوں دور جا گرے گا جیسے کسی نے اٹھا کر پھینک دیا ہو۔ وہ فرش پر گرنے کے بعد وہیں پڑا رہ گیا تھا اس نے پھر وہاں سے اٹھنے کی جرأت نہیں کی تھی۔

فرمان نے ثمر سلطانہ سے آ کر کہا ’’میں کالیا کے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ وہ تم سے بری طرح خوفزدہ ہے۔ اب تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگائے گا پھر بھی اس سے محتاط رہو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے چنڈال کے پاس جا رہا ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ واقعی وہ پاگل خانے میں ہے یا کوئی نیا ڈراما پلے کیا جا رہا ہے؟‘‘

’’ہاں ...... یہ سب ہی فراڈ ہے۔ خدا کے لیے اچھی طرح معلوم کرو کہ یہ جو ٹیلی پیتھی جاننے والا مہادیو بھاٹیا آیا تھا۔ یہ چنڈال کا آدمی ہے۔ انیتا بھی اس سے بہت متاثر ہے۔ ان سب کی ملی بھگت سے تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔‘‘

’’تم بالکل فکر نہ کرو۔ میں تم پر آنچ بھی نہیں آنے دوں گا۔ ابھی تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آؤں گا۔ کیا تم مجھے دماغ میں آنے دو گی؟‘‘

’’ہاں ...... اب تو حالات ایسے ہیں کہ میں تمہیں آنے سے نہیں روکوں گی یہ دھڑکا لگا رہے گا کہ کہیں وہ مہادیو بھاٹیا مجھے ہیرا پھیری سے نقصان نہ پہنچا دے۔‘‘

’’وہ کچھ بھی نہیں کرے گا۔ اطمینان رکھو میں ابھی تھوڑی دیر بعد آ رہا ہوں۔‘‘

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ پھر فون کے ذریعے پاگل خانے کے ڈاکٹر سے رابطہ کیا۔ ڈاکٹر نے پوچھا ’’ہیلو۔ کون ہو؟‘‘

فرمان نے فون بند کر دیا۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ سیٹھ ہریش چندر نامی ایک شخص پاگل ہو گیا ہے۔ اسے سلاخوں والی ایک کوٹھری میں تنہا رکھا گیا ہے۔ اور وہ اتنا خطرناک ہے کہ اچانک کسی پر بھی جان لیوا حملہ کرتا ہے اس لیے اس کے ساتھ کسی دوسرے پاگل کو نہیں رکھا گیا ہے۔

وہ ڈاکٹر فرمان کی مرضی کے مطابق اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے چیمبر سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا ایک کوریڈور سے گزرتا ہوا پاگل خانے کے اس حصے میں پہنچا جہاں وہ سلاخوں والی کوٹھری تھی۔ اس کوٹھری کے سامنے آ کر کھڑا ہوگیا۔ فرمان نے اس کے ذریعے دیکھا چنڈال جوگیا سر جھکائے ننگے فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر کے قدموں کی آہٹ سن کر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ پھر اٹھ کر کر کھڑا ہوگیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا سلاخوں کے پاس آ کر رونے لگا۔ گڑگڑانے لگا ’’ڈاکٹر! بھگوان کے لیے مجھ پر رحم کرو۔ مجھے زبردستی پاگل بنا کر رکھے ہوئے ہو۔ تم بولو تمہیں کتنی دولت چاہیے؟ یہاں سے آزاد ہو کر میں تمہیں اتنا خزانہ لا کر دوں گا کہ تمہاری سات نسلیں عیش کرتی رہیں گی۔‘‘

ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا ’’تمہاری یہی باتیں تمہیں پاگل ثابت کر رہی ہیں۔ تم بڑبڑاتے رہو میں جا رہا ہوں۔‘‘

وہ جانے لگا‘ چنڈال نے چیخ کر اسے آواز دی۔ جب وہ پلٹ کر نہیں آیا تو وہ اسے گالیاں دینے لگا۔ سلاخوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام کر ان پر اپنا سر مارنے لگا۔ ایسے ہی وقت فرمان نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا ’’ہیلو...... چنڈال! تم کتنے طاقتور تھے۔ ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ کالے جادو کے ذریعے دوسروں کی کھوپڑیاں گھما دیتے تھے۔ اب تو تم حقیر مٹی کے کیڑے سے بھی گئے گزرے ہو۔‘‘

وہ چونک کر اس کی باتیں سننے لگا پھر بولا ’’تم ...... کیا تم فرمان ہو......؟‘‘

’’ہاں ...... تمہاری بیٹی کا یار ہوں۔ بھلا تم مجھے کیسے بھلا سکو گے؟‘‘

وہ گڑگڑانے لگا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا ’’فرمان! مجھ پر رحم کرو‘ میں نے تم سے دشمنی کی تمہیں غلام بنا کر رکھا۔ تمہیں مار ڈالنا چاہا جس کا نتیجہ مجھے مل رہا ہے۔ میں مٹی کے کیڑے سے بھی بدتر ہو گیا ہوں۔ مٹی کے کیڑے کو تو وہیں کوئی پاؤں کے نیچے کچل کر گزر جاتا ہے۔ مجھے تو کوئی کچل کر

گزرنے والا بھی نہیں ہے۔ نہ مرتا ہوں نہ جیتا ہوں۔ میں تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اس بار مجھے بچا لو۔ اس پاگل خانے سے نکالو۔ مجھے اتنا موقع دو کہ میں اپنی جسمانی اور دماغی توانائی دوبارہ حاصل کر سکوں۔ پھر میں ساری زندگی تمہارا غلام بن کر رہوں گا۔‘‘

’’پھر تو تم اور زیادہ شیطان کے باپ بن جاؤ گے۔ جب تم نے مجھے غلام بنایا تو میں تمہارے سامنے نہ رویا نہ گڑگڑایا۔ مردوں کی طرح خاموش رہا۔ اور اپنے موقع کا انتظار کرتا رہا۔ تم بھی یہ ذلتیں برداشت کرتے رہو۔ اور اپنی موت کا انتظار کرتے رہو۔ اگر تمہاری تقدیر اچھی ہوگی تو یہاں سے نکل پاؤ گے ورنہ یہیں مرو گے اور اس طرح مرو گے کہ آتما شکتی کے منتر بھی تمہیں یاد نہیں رہیں گے۔ تم کوئی دوسرا جسم بھی بدل نہیں سکو گے۔ تمہاری موت یقینی ہے اور یہ تمہارا آخری جسم ہوگا۔‘‘

اسی وقت ٹونی جے کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا ’’مسٹر فرمان! تم نے درست کہا‘ اس کا یہی انجام ہوگا اور میں اسے یہاں سے نکلنے نہیں دوں گا۔‘‘

فرمان نے کہا ’’مسٹر بھاٹیا! تم اس کے دستِ راست ہو کر اس کے خلاف بول رہے ہو؟‘‘

’’میں کبھی اس کا معمول اور تابعدار تھا۔ لیکن اب نہیں ہوں اور میرا نام بھی مہادیو بھاٹیا نہیں ہے‘ میرا نام ٹونی جے ہے۔ میں امریکن ہوں میں تمہیں کیا بتاؤں کہ اس خبیث نے مجھ پر کتنے ظلم کیے ہیں؟ تمہیں اپنی کہانی سناؤں گا۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو سکے کہ میں اس کا دوست نہیں جانی دشمن ہوں اور اس سے کس طرح انتقام لے رہا ہوں۔‘‘

وہ اپنی روداد سنانے لگا۔ فرمان بڑی حیرانی اور بڑے دکھ سے سب کچھ سنتا رہا۔ واقعی ٹونی جے کے ساتھ ظلم کی انتہا ہو چکی تھی۔ جب اس کی روداد ختم ہوگئی تو فرمان نے کہا ’’یہ چنڈال! یہ کتا...... یقیناً شیطان کی اولاد ہے۔ اس نے تمہاری محبت کرنے والی بیوی ہلینا کو اس وقت مار ڈالا جب اس کے پیٹ میں بچہ تھا۔ وہ بے چاری ماں بننے والی تھی۔ اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے؟‘‘

ٹونی نے کہا ’’میرا تو جی چاہتا ہے کہ چاقو کی نوک سے اس کے جسم پر کچوکے لگاتا رہوں۔ اور اس میں سرخ مرچ بھرتا رہوں۔ یہ چیختا رہے‘ تڑپتا رہے موت مانگے لیکن اسے موت نہ ملے۔‘‘

فرمان نے کہا ’’مسٹر ٹونی! مجھے تم سے بے حد ہمدردی ہے۔ تم مجھے اپنا دوست سمجھو۔ یہاں ہندوستان آئے ہو اور اپنے آپ کو پہچان گئے ہو کہ تم ہندو نہیں کرسچن ہو۔ مہادیو بھاٹیا نہیں‘ ٹونی جے ہو۔ تو یہ بڑی خوشی کی بات ہے تم جب تک ہندوستان میں رہو گے میں تم سے رابطہ کرتا رہوں گا۔ تم مجھے آدھی رات کو بھی مدد کے لیے پکارو گے تو میں چلا آؤں گا۔‘‘

ٹونی نے کہا ’’تمہارا بہت بہت شکریہ...... اس شیطان سے نمٹنے کے لیے میں تنہا کافی ہوں۔ پھر بھی جب تک ہندوستان میں رہوں گا۔ کسی کو دشمن نہیں بناؤں گا۔ دوست بناؤں گا اور تم سے بھی دوستی قائم رکھوں گا۔‘‘

’’میں تمہیں پورا موقع دوں گا کہ تم اس سے بھرپور انتقام لیتے رہو۔ اور میں خاموشی سے اس کے اندر آ کر اس کی حالت زار دیکھتا رہوں گا۔‘‘

’’میری ایک بات مانو گے؟‘‘

’’ضرور مانوں گا۔ بولو کیا چاہتے ہو؟‘‘

’’تم اس کی بیٹی کو یہاں ضرور لاؤ‘ میں چاہتا ہوں کہ باپ بیٹی کا سامنا ہو۔ اور وہ اپنے باپ کے برے انجام کو دیکھے۔‘‘

’’اب تو رات ہونے والی ہے۔ میں کل کسی فلائیٹ سے اسے لے کر یہاں آؤں گا۔ کیا صرف اس کی بیٹی کو اس سے ملانا چاہتے ہو؟ بیٹے کو نہیں ملاؤ گے؟‘‘

’’اسے بھی ملانے والا ہوں۔ وہ کل صبح کی فلائیٹ سے یہاں آئے گا۔ دس گیارہ بجے تک اس پاگل خانے میں پہنچ جائے گا۔ تم چاہو تو یہاں چلے آنا۔ ان باپ بیٹے کا تماشا دیکھ سکو گے۔‘‘

چنڈال آہنی سلاخوں سے لپٹا کھڑا تھا۔ اپنے اندر ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ ایسا بے بس اور مجبور ہو چکا تھا کہ اپنے اندر سے انہیں نہیں نکال سکتا تھا اور نہ ان کی سازشوں کو سن کر ان کے خلاف کچھ کر سکتا تھا۔ وہ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا تھا کہ کمزوری انسان کو کس قدر ذلت کی پستیوں میں لے جاتی ہے۔

فرمان نے ثمر سلطانہ کے پاس آ کر کہا ’’میں ابھی چنڈال کے پاس گیا تھا۔‘‘

انیتا نے سنتے ہی پوچھا ’’میرے پتا جی کیسے ہیں؟ کیا وہ سچ مچ پاگل خانے میں ہیں؟‘‘

وہ بولا ’’ہاں ...... تمہارے ذلیل اور کمینے باپ کو تو کسی گٹر میں بند کر کے رکھنا چاہیے۔ اتنا کمینہ شخص میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اس نے ایک عورت کو مار ڈالا جس کے پیٹ میں بچہ تھا۔ وہ بیچاری ماں بننے والی تھی۔ اس نے ٹونی جے سے

اس کا نام اس کی شخصیت اس کا مذہب سب کچھ چھین لیا۔ اسے مہادیو بھاٹیا کا نام دے کر ہندو بنا دیا۔ اور اس کے وطن سے دور یہاں لے آیا۔ اور اس کے دماغ میں یہ نقش کر دیا کہ وہ ہندوستانی ہے۔ لیکن حقیقت کب تک چھپ سکتی ہے آخر اسے اپنی اصلیت معلوم ہوگئی۔ اور اب وہ تمہارے باپ سے بری طرح انتقام لے رہا ہے۔"

انیتا سب سن رہی تھی اور پریشان ہو رہی تھی۔ رونے کے انداز میں بولی "میرے پتا جی کو ایک بار معاف کر دو۔ وہ دماغی طور پر کمزور ہو گئے ہیں۔ پاگل ہو گئے ہیں۔ تو تم انہیں اپنا غلام بنا لو۔ غلام بنا کر انہیں سیدھے راستے پر لے آؤ تو وہ پھر کوئی شیطانی حرکت نہیں کریں گے۔ میں اس بات کی ضمانت لیتی ہوں ہم دونوں مل کر انہیں راہِ راست پر چلایا کریں گے۔"

بھلا شیطان بھی کبھی راہِ راست پر آیا ہے۔ میں اسے سیدھے راستے پر چلانے کے لیے اپنا وقت ضائع نہیں کروں گا۔"

"فرمان! تم کتنے بدل گئے ہو؟ کیا تمہیں اپنی انیتا سے محبت نہیں ہے؟ تم تو میری ہر بات مان لیا کرتے تھے؟"

"میں تمہاری ہر جائز بات مان لیا کرتا تھا۔ اور آئندہ بھی مانتا رہوں گا۔ تمہارا باپ میرا مجرم ہے اس نے مجھے اپنا غلام بنایا پھر مجھے جان سے مار ڈالنا چاہا۔ پھر بھی میں نے تمہاری خاطر اسے معاف کر دیا، لیکن اب وہ ٹونی جے کا مجرم ہے۔ میں ٹونی سے ہرگز یہ نہیں کہوں گا کہ وہ اسے معاف کرے یہ اس کی اپنی مرضی پر ہے۔ وہ جیسا چاہے گا ویسا اس کے ساتھ سلوک کرے گا۔"

"تم چاہو تو میرے پتا جی کو جسمانی اور ذہنی توانائی حاصل کرنے کا موقع دے سکتے ہو۔ لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ جب سے تم ثمر سلطانہ کے پاس آئے ہو۔ اس سے باتیں کرنے لگے ہو۔ اس کے حسن و شباب کو دیکھ رہے ہو۔ تب سے تم نے مجھے اپنی نظروں سے گرا دیا ہے۔ مجھے بالکل ہی صفر بنا کر اس کے اندر چھپا دیا ہے۔ دبا کر رکھ دیا ہے۔ جیسے مٹی میں دفن کر دیا ہو۔"

"تم کچھ بھی کہہ لو۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اب بھی تمہیں چاہتا ہوں۔ اور تم سے محبت کرتا رہوں گا۔ مجھے افسوس ہے کہ اب تمہارا جسم نہیں ہے صرف آتما ہے۔ اس لیے میں صرف زبانی محبت کر سکتا ہوں۔ اور جسمانی محبت تو اسی سے ہوگی جس سے آئندہ مجھے محبت ہوگی۔ وہ جو آئندہ میری جیون ساتھی ہوگی۔"

"میں خوب سمجھ رہی ہوں۔ اس ثمر سلطانہ کو ہی جیون ساتھی بنانے والے ہو۔"

"تم کچھ بھی سمجھ لو۔ بہر حال میں ٹونی جے اور [illegible] کے معاملات میں مداخلت نہیں کروں گا۔ چپ چاپ تماشائی بن کر دیکھتا رہوں گا۔ کہ تمہارے باپ کا انجام کیا ہوتا ہے اور یہ تو ابھی سے کہہ دوں کہ بہت برا انجام ہونے والا ہے۔"

وہ تڑپ کر بولی "بھگوان کے لیے مجھے ایک بار میرے پتا جی کے پاس لے چلو۔ میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔"

فرمان نے کہا "ثمر سلطانہ اس کی یہ التجا مان لو۔ ایک بار اس کے باپ کے سامنے لے چلو۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے۔ میں چاہوں گی کہ یہ اپنے شیطان باپ کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ کب جانا چاہتے ہو؟"

"میں کل صبح کسی بھی فلائیٹ میں تمہارے لیے سیٹ او کے کرا دوں گا۔ تم ناگ پور چلی جانا۔"

"کیا تم نہیں جاؤ گے؟ میں اکیلی جاؤں گی؟"

تم خود کو تنہا نہ سمجھو۔ میں ہر لمحہ تمہارے اندر موجود رہوں گا۔ اور جسمانی طور پر بھی تم سے دور نہیں رہوں گا۔ [illegible] آنکھوں کے سامنے ہی رکھوں گا اور دور ہی دور سے حفاظت کرتا رہوں گا۔"

اس کی یہ باتیں ثمر سلطانہ کو چھو رہی تھیں۔ اور اسے بار بار یہ محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس کی زندگی میں کوئی اپنا ہے۔ جو اسے اپنا سمجھ کر اس کی اتنی حفاظت کرنا چاہتا ہے [illegible] ہر لمحہ اس کا باڈی گارڈ بن کر رہنا چاہتا ہے۔ باڈی کا مطلب بدن ہوتا ہے اور گارڈ کا مطلب محافظ یعنی وہ اس کے بدن کا محافظ بن جانا چاہتا ہے۔ اور یہ بات اسے بہت اچھی لگ رہی تھی۔

اچانک وہ خیال سے چونک گئی۔ اس کے اندر انیتا نے ناگواری سے پوچھا "اے...... تم یہ فرمان کے بارے میں کیا سوچ رہی ہو؟ کیا اندر ہی اندر پھول کی طرح کھل رہی ہو [illegible] صرف میرا ہے۔"

اسے ایسا لگا جیسے چوری پکڑی گئی ہو زندگی میں پہلی بار اس نے کسی کے لیے ایسے نرم و گرم جذبے سے سوچا تھا [illegible] سوچتے ہی اس کے اندر چھپی ہوئی سوکن نے اسے فرمان کی طرف مائل ہوتے دیکھ لیا تھا۔

وہ جلدی سے سنبھل کر بولی "تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو [illegible] تمہارا ہے تو ہوا کرے مجھے اس سے کیا لینا ہے؟ مجھ سے ایسی باتیں نہ کیا کرو۔"

"دیکھو...... ہم بدن کے ایک ہی قید خانے میں ہیں۔ ہم میں کسی کی بھی بات چھپی نہیں رہے گی۔ اس لیے مجھ سے بہانے نہ کرو۔ تمہارا دل اس کی طرف مائل ہونے لگا ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں تم بکواس کرتی رہو۔ اور میں تمہیں وارننگ دیتی ہوں کہ تم نے آئندہ کبھی اس قسم کی بات کی اور میرے کسی معاملے میں مداخلت کی تو میں کل ناگ پور نہیں جاؤں گی۔ تم میرے بدن کی قید میں پڑی رہنا۔ اپنے باپ سے ملنے کے لیے تڑپتی رہنا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "پلیز! ایسی باتیں نہ کرو۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں آئندہ تمہارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کروں گی۔ کل تم ضرور ناگ پور جاؤ گی۔ میں کل کے انتظار میں بہت بے چین ہو رہی ہوں۔"

فرمان نے واپس آ کر بتایا کہ کل دن کے ایک بجے والی فلائیٹ سے ناگ پور جانا ہے۔ سارے انتظامات ہو چکے ہیں۔ اس نے فون کے ذریعے پاگل خانے والوں سے اجازت بھی لے لی ہے۔ وہاں ثمر سلطانہ کا نام نوٹ کروا دیا گیا ہے۔ پہلے تو وہ راضی نہیں تھے۔ لیکن اس نے خیال خوانی کے ذریعے اجازت حاصل کر لی ہے۔ ٹونی جے ٹیلی پیتھی کے ذریعے چنڈال سے دشمنی کر رہا تھا۔ اور ایسی ہی دشمنی رمیش ایک بیٹا ہو کر کر رہا تھا۔ وہ دونوں ہی چاہتے تھے کہ چنڈال ہمیشہ اس پاگل خانے میں رہے۔ اور ذلت کی زندگی گزارتا رہے۔ اسے ٹارچر کیا جائے۔ دواؤں اور انجکشن وغیرہ کے ذریعے اسے اذیتیں پہنچائی جائیں۔ اس طرح وہ تڑپ تڑپ کر سسک سسک کر موت کی طرف جاتا رہے۔

دوسری طرف چنڈال یعنی سیٹھ ہریش چندر کا بھائی جگدیش چندر اسے پاگل خانے سے رہائی دلانے کی فکر میں تھا۔ اس نے ایک وکیل کے ذریعے اس سے ملنے کی اجازت حاصل کی تھی۔ وہ دوسرے دن صبح آٹھ بجے ہی پاگل خانے پہنچ گیا۔

چنڈال اسے دیکھتے ہی سلاخوں کے پاس آ کر بولا "میرے بھائی تم کہاں تھے۔ تم بھی رمیش اور مہیش کے ساتھ میرے خلاف سازش کر رہے ہو؟"

جگدیش چندر نے کہا "بھیا! مجھے ایسا نہ سمجھو۔ میں آپ کے وکیل کے ذریعے یہ مقدمہ لڑنے والا ہوں۔ آپ کا کیس عدالت میں لے جا رہا ہوں۔ رمیش کے خلاف مقدمہ بازی ہوگی اور میں یقیناً یہ کیس جیت کر آپ کو رہائی دلا کر یہاں سے لے جاؤں گا۔"

"میرے بھائی...... تم مجھے یہاں سے رہائی نہیں دلا سکو گے۔ تم نہیں جانتے صرف رمیش ہی نہیں میرے اور بھی دشمن ہیں جو ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور میرے اندر آ کر مجھے پاگل بناتے رہتے ہیں۔ وہ مجھے کبھی اس پاگل خانے سے باہر نہیں آنے دیں گے۔"

جگدیش نے پریشان ہو کر کہا "بھیا! تم ایسی باتیں کرتے ہو۔ جس پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔ بھلا یہ کون مانے گا کہ کوئی آپ کے اندر آتا ہے اور آپ کو پاگل بناتا ہے؟"

"تم میرے بھائی ہو۔ تم مجھ پر بھروسا کر سکتے ہو۔ میں اس وقت پاگل نہیں ہوں۔ اور ہوش میں رہ کر بات کر رہا ہوں۔ تم ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ جانتے ہو ناں......؟"

"ہاں...... میں نے سنا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے جو یہ علم جانتے ہیں۔ وہ کسی کے بھی دماغ میں رہ کر باتیں کرتے ہیں۔"

"بالکل یہی میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ میرا دشمن میرے دماغ میں گھس کر مجھے کمزور کر رہا ہے۔ مجھے جان سے نہیں مار رہا ہے لیکن اس طرح پاگل بنا کر ذلیل و خوار کر رہا ہے۔"

"بھیا! میں آپ کی بات کا یقین کرتا ہوں کہ آپ کے ساتھ ضرور ایسا ہی ہو رہا ہے۔ ورنہ آپ تو بہت ذہین ہیں بہت سوچ سمجھ کر باتیں کرتے ہیں۔ اتنا بڑا کاروبار سنبھالتے ہیں۔ پھر اچانک پاگل کیسے ہو جائیں گے؟ میں سمجھ گیا آپ کو ضرور پاگل بنایا جا رہا ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "جگدیش! میرا آخری وقت آ گیا ہے اب مجھے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ وہ ظالم ٹیلی پیتھی جاننے والا میری جان لے کر ہی رہے گا۔"

"بھیا! آپ فکر نہ کریں۔ ابھی مجھے اچانک یاد آیا ہے کہ ہمارے شہر میں ایک بہت بڑے تانترک مہاراج آئے ہوئے ہیں۔ وہ مہا گیانی ہیں۔ جو بھی ان کے سامنے جاتا ہے وہ اس کے اندر کا بھید بتا دیتے ہیں۔ ایک بوڑھی مائی کا بیٹا پچھلے ایک ہفتے سے کہیں گم ہو گیا تھا۔ اس کا پتا نہیں چل رہا تھا۔ تانترک مہاراج نے اس بوڑھی مائی سے کہا کہ وہ اپنے بیٹے کی تصویر لے کر آئے۔ جب وہ تصویر لے کر آئی تو انہوں نے وہ تصویر دیکھی۔ پھر کچھ پڑھتے رہے اس کے بعد بولے کہ تیرا بیٹا جے پور گیا ہوا تھا۔ اسے ایک حادثہ پیش آیا ہے۔ بہت چوٹیں آئی ہیں ابھی وہ اسپتال میں ہے۔ اس کے دماغ پر حادثے کا برا اثر ہوا ہے وہ بہت سی باتیں بھول گیا ہے۔ تمہیں بھی بھولا ہوا ہے جب اسے سب کچھ یاد آئے گا تو وہ جلدی ہی تمہارے پاس واپس آ جائے گا۔ اس کی چنتا نہ کرو۔"

چنڈال نے سلاخوں کے درمیان سے ہاتھ نکال کر

جگدیش کے ہاتھ کو تھام کر گڑگڑاتے ہوئے کہا ''پھر تو وہ تانترک مہاراج میری مشکل بھی آسان کر سکتے ہیں۔ ان کے پاس میری تصویر لے جاؤ۔ انہیں میری بپتا سناؤ۔ اور ان سے کہو کہ کسی طرح مجھے ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نجات دلا دیں۔ پھر میں جسمانی اور دماغی توانائی حاصل کر کے خود ہی اس پاگل خانے سے رہائی حاصل کر لوں گا۔''

''بھیا! اگر ایسے آپ کو ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے چھٹکارا مل سکتا ہے تو میں ابھی جا رہا ہوں۔ ان مہاراج سے ملوں گا۔ انہیں ہزاروں لاکھوں روپے کی دکھشنا (نذرانہ) دوں گا۔ تو وہ ضرور آپ کو دشمنوں سے نجات دلائیں گے۔''

وہ اسی وقت وعدہ کر کے تیزی سے چلتا ہوا وہاں سے چلا گیا اس وقت ٹونی جے اس کے اندر نہیں تھا۔ اس نے ان دونوں بھائیوں کی باتیں نہیں سنی تھیں۔ رات کے وقت اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ بڑی گہری نیند سو رہا تھا۔ مطمئن ہو گیا تھا کہ اس کا بھائی جگدیش اس مہاراج سے مل کر اس کی مشکل کو ضرور آسان کرے گا۔

اس نے نیند کی حالت میں خواب کی اسکرین پر ٹونی جے کو دیکھا وہ ہنس رہا تھا اور کہہ رہا تھا ''تمہارے دیش کا کوئی تانترک مہاراج مجھے تمہارے دماغ سے نہیں نکال سکے گا اور نہ ہی مجھ سے بچا سکے گا۔ تم بہت دھیرے دھیرے میرے ہاتھوں مرتے رہو گے۔''

چنڈال نے حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا ''مہادیو! تم میرے دوست اور ہم راز ہو۔ اور تم مجھ سے دشمنی کر رہے ہو؟''

''تم بہت ذلیل اور کمینے ہو کیا تم نے مجھ سے دشمنی کرنے میں کوئی کسر چھوڑی ہے؟''

''نہیں...... نہیں...... میں نے تم سے کوئی دشمنی نہیں کی ہے میں سمجھ گیا فرہاد علی تیمور نے تمہیں بہکایا ہے۔ تمہارے دماغ پر قبضہ جمایا ہے، تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔ میں نے تم سے جھوٹ کہا تھا میں خود فرہاد علی تیمور بن کر تمہارے دماغ میں بولتا رہا تھا۔ تمہیں دہشت میں جتلا کرتا رہا تھا۔ لیکن اب صاف طور پر کہتا ہوں کہ میں تم سے خود ہی انتقام لے رہا ہوں۔ تم نے میری بیوی ہلینا کو اس وقت ہلاک کیا جب وہ میرے بچے کی ماں بننے والی تھی۔ لہٰذا سب سے پہلے تو میں تمہارے بیٹے کو ماروں گا اس کے بعد ہلینا کا انتقام لینے کے لیے تمہاری بیٹی کو ٹھکانے لگاؤں گا۔ تمہارے سامنے یہ سب حرام موت مریں گے اور تم انہیں بچا نہیں سکو گے بلکہ ان کی موت تماشا دیکھتے رہو گے۔''

چنڈال نے شکست خوردہ لہجے میں کہا ''میں سمجھ گیا میرا دماغ کمزور ہو چکا ہے۔ اور تم میرے خیالات پڑھ کر حقیقت معلوم کر چکے ہو۔ اب میں تم سے کچھ نہیں چھپا سکوں گا۔ جھوٹ بولوں گا۔ تب بھی تمہیں یقین نہیں آئے گا' سچ وہی ہے جو تم سمجھ چکے ہو۔''

''اور سچ سمجھنے کے بعد میں اندر ہی اندر لاوے کی طرح پک رہا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں تمہیں کتنی اذیتیں دے کر ماروں؟ اور تمہیں مرنے بھی نہ دوں۔ زندہ رکھوں ہر لمحے مارتا رہوں' ہر لمحے زندہ کرتا رہوں۔ پھر زندہ کروں ہر پل مارتا رہوں......''

چنڈال نے ایک لمبی سانس چھوڑتے ہوئے کہا ''اب تو میں تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔ تم میرے ساتھ جیسا چاہو گے ویسا ہی سلوک کرو گے۔ اور میں فریاد بھی کرتا رہوں گا۔ چیختا چلاتا رہوں گا۔ تڑپتا رہوں' تمہارے گاڈ کا واسطہ تمہیں دیتا رہوں گا۔ تب بھی تم مجھے معاف نہیں کرو گے۔ تم تو وہی کرو گے جو اس وقت تمہارا انتقامی جذبہ کہہ رہا ہے۔''

''کیا تم آخری بار اپنے بیٹے بیٹی سے ملاقات نہیں کرو گے۔''

وہ ایک دم سے تڑپ کر بولا ''ہاں...... پلیز فار گاڈ سیک میرے بچوں کو ایک بار مجھ سے ملا دو۔''

''میں تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کروں گا' کل صبح تمہارا بیٹا ہنس راج جوگیا تم سے یہاں ملنے آ رہا ہے۔''

اس کے دل میں خوشی کی ایک لہر سی پیدا ہوئی۔ وہ بولا۔ ''کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ تم میرے بیٹے کو مجھ سے ملاؤ گے؟''

''ہاں...... کل تمہاری اس سے آخری ملاقات ہو گی۔''

وہ ذرا پریشان ہو کر بولا ''آخری کیوں......؟''

''اس لیے کہ اس کے بعد تمہارا بیٹا اس دنیا میں نہیں رہے گا۔''

اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا وہ تڑپ کر بولا ''نہیں ایسی باتیں نہ کرو کیا تم میرے بیٹے کو مار ڈالنا چاہتے ہو؟''

''تم نے بھی تو میرے ہونے والے بچے کو مار ڈالا تھا؟''

''ہاں...... میں نے بہت بڑا جرم کیا تھا۔ اس کے بدلے تم مجھے مار ڈالو مگر میرے بچے کو نقصان نہ پہنچاؤ۔''

''تمہیں بھی یہی کرنا چاہئے تھا' تم مجھے مار ڈالتے مگر میری بیوی ہلینا کو اور ہونے والے بچے کو تو محفوظ رہنے

دیتے؟ لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ پھر میں ایسا کیوں کروں؟''

ٹونی جے قہقہے لگانے لگا۔ پھر خواب میں اسے ایسا لگا جیسے اس کی جگہ فرہاد علی تیمور کھڑا قہقہے لگا رہا ہے۔ کبھی اسے میری آواز سنائی دے رہی تھی۔ کبھی ٹونی جے کی وہ پریشان ہو رہا تھا۔ اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر انہیں نوچ رہا تھا اور کہہ رہا تھا ''میرے بچوں کو چھوڑ دو۔ ان سے انتقام نہ لو۔ ان کے بدلے مجھے مار ڈالو۔ میں اب زندہ رہنا نہیں چاہتا۔ یہ زندگی تو موت سے بدتر ہے۔ مجھے موت چاہئے۔''

وہ بول رہا تھا۔ لیکن قہقہے اس کی آواز پر حاوی ہو رہے تھے۔ نقار خانے میں طوطی کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اس طرح قہقہوں کی آواز میں اس کی فریاد ڈوبتی جا رہی تھی۔

یہ بات یقینی ہو گئی تھی کہ چنڈال کا آخری وقت آ گیا ہے۔ ٹونی جے کسی حال میں بھی اس کا پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔ اسے اس کی آخری سانس تک پہنچا کر ہی دم لینے والا تھا۔

دوسری طرف اس کے بیٹے مہیش چندر اور رمیش چندر بھی اس کی جان کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ وہ اسے جان سے مارنا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن اس کی موت تک اسے پاگل خانے میں رکھنا چاہتے تھے۔ ایسے میں ایک ہلکی سی کمزور سی کرن تھی کہ اس کا بھائی جگدیش چندر اس کے لیے کچھ کر سکے گا۔ اور وہ بیچارہ واقعی اس چنڈال کو اپنا بھائی ہریش چندر سمجھ کر جان توڑ کوشش کر رہا تھا کسی طرح اسے پاگل خانے سے رہائی دلانا چاہتا تھا۔

اس نے پاگل خانے میں آ کر بھائی کی حالت دیکھی تو تڑپ گیا۔ واپسی پر پاگل خانے سے نکل کر تانترک مہاراج کے پاس گیا۔ پہلے تو اسے ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔ جب اس نے کہا کہ وہ غریبوں کے لیے ایک لاکھ روپے دکھشنا کے طور پر دے گا۔ تب اسے تانترک مہاراج نے اپنے سامنے طلب کیا۔

وہ ایک اونچے چبوترے پر پالتھی مارے بیٹھے ہوئے تھے۔ جگدیش دونوں ہاتھ جوڑے سر کو جھکائے تیزی سے چلتا ہوا آ کر ان کے قدموں میں جھک گیا۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا ''جاؤ...... ادھر بیٹھ جاؤ......''

وہ ایک جگہ سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے کہا ''میری طرف دیکھو مجھ سے آنکھیں ملاؤ۔''

وہ ان کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ گھبرانے لگا آنکھوں میں اتنا رعب و دبدبہ تھا، اتنی کشش تھی ایسا لگتا تھا جیسے وہ آنکھیں اس کی روح قبض کر رہی ہیں۔ اور اسے اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔

وہ تقریباً ایک منٹ تک ان غضب ناک اور خونخوار آنکھوں سے چپکا رہا۔ وہاں سے نظریں نہ ہٹا سکا۔ اس کا دل گھبراتا رہا۔ ڈوبتا رہا جیسے وہ مرنے ہی والا ہو۔ پھر اچانک تانترک مہاراج نے آنکھیں بند کیں۔ تو اس کی آنکھوں کو نجات ملی۔ وہ فوراً نظریں جھکا کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

مہاراج نے اپنی بھاری بھرکم آواز میں کہا ''ہوں...... تیرا بڑا بھائی پاگل خانے میں ہے؟''

جگدیش نے چونک کر مہاراج کو دیکھا پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ''آپ بہت بڑے گیانی ہیں میں نے کچھ نہیں کہا اور آپ نے معلوم کر لیا، یہی بات ہے اسے بے قصور پاگل خانے میں رکھا گیا ہے۔ اور اس سے دشمنی کی جا رہی ہے۔''

مہاراج نے کہا ''دشمنی غلط تو نہیں ہے؟ تیرے بڑے بھائی نے پہلے اپنی ہونے والی بڑی بہو پر بری نظر ڈالی۔ اس کی عزت سے کھیلنا چاہا' پھر اس نے اپنی دھرم پتنی کو بھی مار ڈالا۔ اگر اس کے دونوں جوان بیٹے باغی ہو چکے ہیں تو وہ غلطی نہیں کر رہے ہیں؟''

''وہ دونوں غصے میں ہیں۔ اپنے باپ کو سزا دینا چاہتے ہیں۔ اور دے رہے ہیں۔ وہ میرا بڑا بھائی ہے اور میں بچپن سے اس سے محبت کرتا رہا ہوں۔ آپ سے التجا کرنے آیا ہوں۔ بھگوان کے لیے اسے معافی دلائیں۔ اس کے بیٹوں کو سمجھائیں کہ وہ اسے معاف کر دیں۔ آپ مہا گیانی ہیں یہ بھی جانتے ہیں کہ میرا بھائی بہت ہی نیک انسان تھا۔ اس نے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا۔ پتا نہیں ایک ہفتے پہلے اس کا مزاج کس طرح بدل گیا تھا۔ اور وہ ایسا برا آدمی بن گیا تھا۔ آپ چاہیں تو اسے پھر بھلا آدمی بنا سکتے ہیں۔''

''ہوں...... ہم نے معلوم کیا ہے کہ تمہارا بھائی ہریش چندر بہت دیالو ہے۔ غریبوں کی مدد کرتا ہے۔ اس وقت بھی تم نے غریبوں کے لیے ایک لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ وہ غریبوں کی سہایتا کرتا ہے ہم اس کی سہایتا کریں گے تم جاؤ اور اس کی ایک تصویر لے آؤ۔ ہم اس کی تصویر دیکھ کر اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکیں گے۔''

جگدیش اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا ''میں ابھی ایک گھنٹے میں وہ تصویر لے آؤں گا۔''

مہاراج نے کہا ''رات بہت ہو چکی ہے۔ کل صبح دس بجے تصویر لے کر آنا۔''

وہ اسی طرح ہاتھ جوڑ کر الٹے قدموں چلتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔
اس تانترک مہاراج کا نام جنگل بھٹا چاریہ تھا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کالے جادو کے علاوہ ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے۔ جیسا کہ اس نے جگدیش کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ایک منٹ تک خاموشی اختیار کی تھی۔ پھر اسے سیٹھ ہریش چندر اور اس کے دونوں بیٹوں کے بارے میں بہت کچھ بتایا تھا۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کے دماغ میں گھس کر اس کے خیالات پڑھتا رہا تھا۔

ان تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کو یہ بات عجیب سی لگ رہی تھی کہ سیٹھ ہریش چندر تو بہت ہی نیک تھا، دیالو تھا، غریبوں کا ہمدرد تھا اور کبھی برے کام نہیں کرتا تھا۔ پھر اس نے اپنی ہونے والی بہو پر بری نظر کیوں ڈالی تھی؟ اور اپنی دھرم پتنی کو قتل کیوں کیا تھا؟ یہ اچانک تبدیلی اس میں کیوں آئی تھی؟ یہ معلوم کرنے کے لیے وہ سیٹھ ہریش چندر کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا۔

جگدیش کے بیان اور خیالات نے بتایا تھا کہ وہ پاگل خانے میں ہے۔ اب وہ پاگل خانے میں جا کر اس سے مل نہیں سکتا تھا۔ اور نہ ہی اس کو یہاں بلا سکتا تھا۔ اس کی ایک ہی صورت تھی کہ اس کی تصویر دیکھ کر اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے اندر پہنچ سکتا تھا۔

دوسرے دن ٹھیک دس بجے ہریش کی تصویر لے کر جگدیش اس کے سامنے حاضر ہوا۔ مہاراج نے تصویر لے کر اس پر ایک نظر ڈالی پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دوسرے ہی لمحے سیٹھ ہریش چندر کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا' حیران ہونے لگا۔ کبھی تصویر کو کبھی اپنے سامنے بیٹھے جگدیش کو دیکھنے لگا۔ پھر بہت کچھ سوچنے لگا۔

وہ کیا سوچ رہا تھا؟ کیسے خیالات پڑھ رہا تھا؟ اور کیسی معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اس کا ذکر ابھی کیا جائے گا پہلے چنڈال کے بیٹے ہنس راج جوگیا کا ذکر ہو جائے کیونکہ وہ ناگ پور پہنچ گیا تھا۔ اور اپنے باپ سے ملنے کے لیے پاگل خانے کی طرف آ رہا تھا۔

ٹونی جے نے اس کے اندر پہنچ کر کہا'' میں ٹھیک وقت پر تمہارے پاس آیا ہوں۔ یہ جانتا تھا کہ تم باپ سے ملنے ضرور آؤ گے۔''

''میں آ تو گیا ہوں۔ اور اب پاگل خانے پہنچ رہا ہوں۔ لیکن مجھ سے کوئی فراڈ نہ کرنا ہو سکتا ہے وہ کوئی دوسرا آدمی ہو اور تم اسے میرا باپ بنا کر پیش کر رہے ہو۔''

''وہ یہاں کے بہت بڑے بزنس مین سیٹھ ہریش چندر کے جسم میں ہے۔ اس لیے تم اسے چہرے سے نہیں پہچان سکو گے۔ لیکن وہ تمہیں دیکھتے ہی پہچان لے گا۔ اس کے بعد بھی تمہیں یقین نہ ہو کہ وہ تمہارا باپ ہے تو تم وہاں رک جانا۔ کیونکہ ایک بجے کی فلائیٹ میں تمہاری بہن انیتا بھی وہاں پہنچنے والی ہے۔ وہ دو یا تین بجے تک پاگل خانے میں پہنچے گی۔ وہاں تم دونوں بھائی بہن اپنے باپ کو پہچان سکو گے۔''

اس نے پاگل خانے پہنچ کر وہاں کے انچارج سے بات کی پھر اس سے اپنا تعارف کروایا اور کہا'' میں نے فون کے ذریعے آپ سے رابطہ کیا تھا اور سیٹھ ہریش چندر سے ملاقات کرنے کی اجازت چاہی تھی۔ آپ نے کہا تھا اجازت مل جائے گی' لہٰذا میں دہلی سے ابھی یہاں پہنچا ہوں۔''

انچارج نے پوچھا'' مسٹر ہریش چندر آپ کے کون ہیں؟ آپ کس تعلق سے ملنا چاہتے ہیں؟''

یہ ناگ پور کے بہت بڑے بزنس مین ہیں۔ اور میں دہلی کا بہت بڑا بزنس مین ہوں۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ہمارے درمیان کاروباری تعلقات ہیں۔ اس لیے میں ملنے آیا ہوں۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا'' تعجب ہے آپ ایک پاگل سے کاروباری معاملات میں بات کرنے آئے ہیں؟''

''میں کاروباری معاملات پر باتیں نہیں کروں گا۔ لیکن ان سے تعلقات رہ چکے ہیں۔ اس لیے ان سے ہمدردی تو کر سکتا ہوں؟''

''ایک پاگل کیا جانے کہ ہمدردی اور محبت کیا ہوتی ہے؟''

''ایک پاگل ہمیشہ پاگل نہیں رہتا۔ کبھی کبھی نارمل بھی ہو جاتا ہے میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ ان کی حالت کیا ہے؟''

انچارج نے ایک سنتری کو بلا کر کہا'' انہیں سیٹھ ہریش چندر کے سیل کے پاس لے جاؤ۔ لیکن خبردار اس سیل کا آہنی دروازہ نہ کھولنا۔''

ہنس راج نے کہا'' اگر وہ نارمل ہوں گے؟ مجھے پہچان کر مجھ سے باتیں کریں گے تو کیا میں ان سلاخوں کے اندر جا کر ان سے مل نہیں سکتا؟''

''سوری! وہ بہت خطرناک پاگل ہے۔ اچانک ہی اس پر دورہ پڑتا ہے اور وہ جان لیوا حملے کرتا ہے آپ اسے ہی بہت سمجھیں کہ اس سیل کے باہر سے آپ کو ملنے کی اجازت دی جا رہی ہے۔''

ہنس راج نے اس سے بحث نہیں کی۔ سنتری کے ساتھ چلتا ہوا پاگل خانے کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا ایک آہنی سلاخوں والی کوٹھری کے پاس پہنچا۔ ٹونی جے چنڈال کو بتا چکا تھا کہ اس کا بیٹا آ رہا ہے۔ وہ بے چینی سے سلاخوں کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر کھڑا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی بولا'' بیٹے ہنس راج!...... میں...... میں تمہارا باپ ہوں...... میں چنڈال جوگیا ہوں......''

ہنس راج نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا' پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا سلاخوں کے قریب آیا۔ اس کے ہاتھوں کو چھو کر بولا'' پتا جی! میں نے پہلے اس نئے روپ میں آپ کو نہیں دیکھا تھا لیکن آپ کا لب و لہجہ اور انداز کہہ رہا ہے کہ آپ میرے پتا جی ہیں اور میں یقین کروں گا کہ آپ کے ساتھ دشمنی ہو رہی ہے۔ آپ کو جان بوجھ کر پاگل بنایا جا رہا ہے۔''

اس نے اپنے بیٹے کے ایک ہاتھ کو تھام کر کہا'' میں جانتا تھا کہ کوئی یقین کرے یا نہ کرے میرا بیٹا مجھ پر یقین کرے گا۔ مجھے پاگل نہیں سمجھے گا۔ مجھ سے ہمدردی کرے گا۔ اور میری نجات کے لیے کوششیں کرے گا۔''

ٹونی جے اس کے اندر قہقہے لگانے لگا۔ وہ پریشان ہو کر بولا'' بیٹے! اس وقت وہ ٹونی جے میرے اندر ہے۔ جو اصل میں مہا دیو بھاٹیا ہے وہ قہقہے لگا رہا ہے۔ میری حالت پر ہنس رہا ہے۔''

فرمان نے ہنس راج کے اندر کہا'' اپنے باپ سے کہو کہ اس کے اندر صرف ٹونی جے نہیں ہے، تمہارے اندر میں بھی موجود ہوں۔ اور میں فرمان ہوں۔ تمہارے باپ نے مجھے داماد بنایا۔ تم نے مجھے بہنوئی بنایا۔ تم دونوں اتنے ذلیل اور کمینے ہو کہ رشتے داری کر کے دشمنی کرتے رہے۔''

وہ پریشان ہو کر بولا'' پتا جی! میرے اندر فرمان موجود ہے وہ دشمنی کے لہجے میں بول رہا ہے۔''

اس نے پریشان ہو کر بیٹے کا منہ دیکھا پھر کہا'' اب تو دشمن پر دشمن پیدا ہوتے رہیں گے۔ میرے نصیب خراب ہیں میرا آخری وقت آ گیا ہے بیٹے...... میں ان دشمنوں سے ہاتھ جوڑ کر التجا کر رہا ہوں کہ وہ تمہیں اور انیتا کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں وہ مجھ سے انتقام لیں میری جان لے لیں۔''

''ہم تمہیں جان سے نہیں ماریں گے۔ زندہ رکھیں گے لیکن تم اپنے بچوں کی موت کا تماشا دیکھو گے۔ جس طرح میں اپنی بیوی اور ہونے والے بچے سے محروم ہو گیا۔ اسی طرح تم اپنے بچوں سے محروم رہو گے۔''

چنڈال نے پریشان ہو کر بیٹے سے کہا'' بیٹے! تم یہاں کیوں آ گئے؟ یہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تمہیں یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔ ٹونی جے کی دشمنی سے سمجھ لینا چاہئے تھا کہ یہ کیا نہیں کر سکتا۔ اور جو کرے گا ہم اس کے خلاف اپنا بچاؤ نہیں کر سکیں گے تم بھی نہیں کر سکو گے۔ تم کیوں آئے ہو؟ جاؤ یہاں سے بھاگ جاؤ۔ ابھی چلے جاؤ۔''

''پتا جی! میں سمجھ رہا تھا کہ دشمن ضرور میرے خلاف بھی کچھ کریں گے۔ لیکن میں آپ کی محبت میں چلا آیا ہوں۔ بلا سے میری جان جائے لیکن میں نے آپ سے ملاقات کی ہے۔ مجھے اطمینان ہے۔''

''اطمینان ہو گیا ہے تو بس یہاں سے جاؤ۔ میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ ایک لمحے کے لیے بھی یہاں نہ رہو۔ چلے جاؤ' بھاگ جاؤ......''

وہ پلٹ کر جانا چاہتا تھا۔ پھر رک گیا پھر جانا چاہتا تھا پھر رک گیا۔ پریشان ہو کر بولا'' پتا جی! یہ میرے اندر فرمان گھسا ہوا ہے، یہ مجھے جانے نہیں دے رہا ہے۔''

چنڈال نے سلاخوں کو دونوں ہاتھوں سے مضبوطی کے ساتھ تھام کر کہا'' فرمان! تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ میرے بیٹے سے دشمنی نہ کرو۔ اسے ٹونی جے کے حوالے نہ کرو۔ اسے جانے دو۔''

ٹونی جے نے کہا'' چنڈال! اسے مر جانے دو۔ اپنے سامنے بیٹے کی موت کا تماشا دیکھو۔ پھر جب یہ مر جائے تو اس کی آتما کو کسی اور جسم میں پہنچا دینا۔ اور قہقہے لگانا۔ تم شیطان کی اولاد ہو خود کو اور اپنے بچوں کو مرنے نہیں دیتے۔ موت کے بعد بھی انہیں دوسرے جسموں میں زندہ رکھتے ہو۔''

وہ التجا آمیز لہجے میں بولا'' کیوں میرا مذاق اڑا رہے ہو؟ میری آتما شکتی ختم ہو چکی ہے۔ میں منتر پڑھنے کے قابل نہیں ہوں۔ میں اپنے بیٹے کو نہیں بچا سکوں گا۔ یہ مر جائے گا تو اس کی آتما کو کسی دوسرے جسم میں نہیں پہنچا سکوں گا۔ بھگوان کے لیے میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔''

ہنس راج نے اپنے لباس کے اندر ہاتھ ڈال کر ایک ریوالور نکالا۔ چنڈال اسے دیکھتے ہی گھبرا کر بولا'' تم یہ ریوالور کیوں لائے ہو؟''

وہ پریشان ہو کر بولا'' پتا نہیں میں نے کیوں اسے لباس میں چھپا کر رکھ لیا تھا۔ جیسے مجھے جان کا خطرہ ہو؟''

ٹونی جے نے کہا'' جب یہ دہلی سے چل رہا تھا تب ہی اس نے میری مرضی کے مطابق یہ ریوالور اپنے لباس میں رکھ لیا تھا۔ اب یہ اس کے کام آئے گا۔''

ادھر ہنس راج نے فرمان کی مرضی کے مطابق ریوالور کا رخ چنڈال کی طرف کیا۔ اس نے کہا ''ہاں ...... بیٹے ! تم ریوالور سے مجھے مار ڈالو۔ مگر خبردار اپنے آپ کو نقصان نہ پہنچانا۔ مجھے مارنے کے بعد یہاں سے چلے جانا۔''

ہنس راج نے ریوالور کا رخ اپنی طرف کرلیا۔ ٹونی قہقہے لگانے لگا چنڈال نے کہا ''ہنس راج ...... بیٹے نہیں ...... ایسا نہ کرو۔ آتما ہتھیا نہ کرنا۔ اپنے آپ کو گولی نہ مارنا۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی اور ہنس راج نے اپنے بائیں بازو کو زخمی کرلیا۔ اور تکلیف سے کراہنے لگا۔ اس کے بازو سے خون کی دھار بہنے لگی۔ لباس لہو سے بھیگنے لگا۔ وہ کراہتے ہوئے بولا ''پتا جی! مجھے بڑی تکلیف ہورہی ہے۔''

ٹونی نے کہا ''میری ہلینا کو بھی ایسی تکلیف پہنچی ہوگی ناں؟ جب تم نے اسے حادثے سے دوچار کیا تھا؟''

چنڈال اپنا سر سلاخوں پر مارنے لگا۔

بیٹے نے دوسری گولی چلائی۔ وہ گولی اس کی ٹانگ پر لگی وہ لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑا۔ پھر کراہتے ہوئے بولا ''پتا جی! ...... بڑی تکلیف ہورہی ہے۔ مجھے بچالو پتا جی! اپنی آتما شکتی سے ...... اپنے کالے جادو سے ...... اپنی ٹیلی پیتھی سے کسی طرح اپنے بچے کو بچالو......؟''

''چنڈال ! ...... میں بھی ٹیلی پیتھی جانتا تھا لیکن اس طرح تمہارے شکنجے میں تھا کہ اپنے ہونے والے بچے کو نہ بچا سکا۔ اگر اسے بچانا چاہتا تو تم کبھی ایسا نہیں ہونے دیتے۔ اسی طرح میں بھی ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ تم اپنے بچے کو نہیں بچا سکو گے۔ بچا سکتے ہو تو چیخو چلاؤ' مدد کے لیے جس کو پکار سکتے ہو پکارو۔''

وہ چیخنے چلانے لگا۔ مدد کے لیے پکارنے لگا۔ ایسے وقت ہنس راج نے اپنا ریوالور سلاخوں کے اندر پھینک دیا تھا۔ دو بار فائرنگ کی آواز سن کر اسپتال کا انچارج اور وہاں کے مسلح سنتری دوڑتے ہوئے آرہے تھے۔

ادھر چنڈال نے ٹونی جے کی مرضی کے مطابق اس ریوالور کو اٹھا کر دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا تھا۔ اور اس کے ذریعے اپنے بیٹے کا نشانہ لے رہا تھا۔ وہ گولی نہیں چلانا چاہتا تھا۔ لیکن مجبور تھا اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا ''نہیں ...... نہیں میں اپنے بیٹے پر گولی نہیں چلاؤں گا۔''

ٹونی سے کہہ رہا تھا ''اس طرح اسے مارو جس طرح تم نے میرے ہونے والے بچے کو مارا تھا۔''

ادھر انچارج دوڑتا ہوا آرہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا ''ہریش چندر! تم یہ ریوالور پھینک دو، پھینک دو گولی نہ چلاؤ۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی چنڈال نے ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی چلائی۔ وہ گولی اس کے اپنے بیٹے کے سینے میں لگی، وہ فرش پر گر کر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہوگیا۔

ٹونی نے اس کے اندر کہا ''یہ ہے مکافاتِ عمل! تم نے اسی طرح میرے ہونے والے بچے کو مارا تھا۔ آج تم نے اپنے بچے کو مار دیا۔ پھر بھی حساب برابر نہیں ہوا ہے۔ ابھی بیٹی کا حساب باقی ہے۔ آج دوپہر دو بجے تک تمہاری بیٹی یہاں آنے والی ہے۔''

چنڈال کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر سلاخوں سے باہر فرش پر گر پڑا تھا۔ وہ دیدے پھاڑے اپنے بیٹے کی لاش کو دیکھ رہا تھا۔ انچارج اور سنتریوں نے فوراً ہی لپک کر اس ریوالور کو اٹھالیا۔ انچارج نے ایک سنتری سے کہا ''فوراً ڈاکٹر کو بلاؤ مریض خطرناک حد تک جنونی ہوگیا ہے۔ اسے فوراً نیند کا انجکشن لگایا جائے۔''

ان لمحات میں چنڈال کو چیخ چیخ کر تڑپ تڑپ کر رونا چاہیے تھا۔ سامنے بیٹے کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اور اسے ماتم کرنا چاہیے تھا لیکن اس پر جیسے سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سلاخوں کو تھام کر فرش پر بیٹھ گیا تھا۔

یہ سمجھ گیا تھا کہ اب رونے اور گڑگڑانے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا پہلے تو صرف ایک دشمن ٹونی جے تھا۔ اب لاشعوری فرمان بھی آ گیا ہے اور وہ اس کی بیٹی انیتا کو آج یہاں لانے والا ہے۔ اس کی بیٹی کے ساتھ بھی یہی تماشا کیا جانے والا تھا۔ اور وہ مجبور ہوکر دیکھتا رہتا۔ لیکن اپنے دشمنوں کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔ تمام کالا جادو تمام ٹیلی پیتھی اور تمام آتما شکتی اس کے اندر مر چکی تھی۔ اب اس کی موت باقی تھی، اور موت نہیں آرہی تھی۔

دشمن اسے مرنے نہیں دے رہے تھے۔ اور جینے بھی نہیں دے رہے تھے۔

تانترک مہاراج جگل بھٹا چاریہ اپنے استھان پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ہریش چندر کی تصویر تھی۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا چنڈال کے اندر پہنچا تھا۔ اور اس کے خیالات پڑھتے ہی حیران رہ گیا تھا۔ فوراً سمجھ گیا تھا کہ ہریش چندر تو کب کا مر گیا ہے۔ اب اس کے اندر چنڈال جو کالا جادو گر ہے، کی آتما سمائی ہوئی ہے۔

تانترک مہاراج کے لیے یہ کیس نہایت ہی دلچسپ تھا۔ اس نے چنڈال کا نام سنا تھا۔ لیکن اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی تھی۔ کیونکہ اسے اپنے سے کمتر سمجھتا تھا۔ سب سے بڑا

دیکھتا

اور سب سے خطرناک جادوگر اور مہا گیانی کو تانترک کہتے ہیں۔ ایسے تانترک مہاراج ایسے کم تر جادوگروں کو منہ نہیں لگاتے۔ انہیں یقین ہوتا ہے کہ یہ چھوٹے' موٹے جادوگران کا کبھی کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

اب چنڈال کے خیالات پڑھ کر پتا چل رہا تھا کہ وہ بڑے لمبے لمبے ہاتھ مارتا رہا ہے۔ اور یہاں سے امریکا تک پہنچ گیا تھا۔ اس نے انڈیا کے چھ یوگا جاننے والے افسران کو بھی مار ڈالا تھا۔ بہت ہی خطرناک تماشے کرتا رہا تھا۔

اس کے خیالات پڑھنے کے دوران میں ہی ہنس راج اپنے باپ سے ملنے پاگل خانے آیا تھا۔ پھر تانترک مہاراج جگل بھٹا چاریہ نے وہ سارا منظر دیکھا تھا کہ کس طرح ٹونی جے چنڈال کے اندر تھا۔ اور فرمان ہنس راج کے اندر سمایا ہوا تھا۔ اور وہ دونوں مل کر باپ بیٹے سے انتقام لے رہے تھے۔ آخر ٹونی جے نے باپ کے ہاتھوں سے بیٹے کو گولی ماردی تھی۔ انتقام کا ایک حصہ پورا ہو چکا تھا۔ اور وہ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ ابھی دوسرا انتقام باقی ہے۔ اس کی بیٹی انیتا دو بجے تک اس پاگل خانے میں آنے والی ہے۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ جگدیش چندر اس کے سامنے سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ اپنے بھائی کی جان بچانے کے لیے اسے پاگل خانے سے رہائی دلانے کے لیے اس کے پاس آیا ہوا تھا۔ اور اس کی رہائی کی خاطر ایک لاکھ روپے دکھشنا کے طور پر دینے کو تیار تھا۔

تانترک مہاراج جگل بھٹا چاریہ کے لیے لاکھوں روپے کچھ بھی نہیں تھے۔ چنڈال جو گیا اس کے لیے اہم ہوگیا تھا۔ اس نے اب تک جتنی شیطانی حرکتیں کی تھیں۔ ان سے یہ ثابت ہوگیا تھا کہ وہ چنڈال اس کے لیے بہت کام کا آدمی ہے اور وہ اس کا غلام بن کر اس کے بہت کام آسکتا تھا۔

جگدیش نے ہاتھ جوڑ کر کہا ''مہاراج! کرپا کریں کسی طرح میرے بھائی کو اس پاگل خانے سے باہر نکال لیں۔ میں اس کا علاج کرانا چاہتا ہوں۔ اس سے دشمنی کی جارہی ہے۔''

مہاراج نے اسے ایک اٹھا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر کہا ''تمہارا بھائی ہریش چندر ایک ہفتے پہلے مر چکا ہے۔''

اس نے چونک کر مہاراج کو دیکھا پھر پوچھا ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مہاراج! وہ زندہ ہے۔ میں پاگل خانے میں اس سے مل کر آیا ہوں۔''

''تم جس سے مل کر آئے ہو۔ وہ جسمانی طور پر ہریش چندر ہے اس کا چہرہ بھی وہی ہے جسم بھی وہی ہے۔ لیکن آتما وہ

دیکھتا 47

نہیں ہے۔ ایک ہفتہ پہلے کیا اس کی موت واقع نہیں ہوئی تھی؟"

اس نے ہاں...... کے انداز میں سر ہلا کر کہا "ہاں...... بھیا بیمار تھے۔ ان کا علاج ہوتا رہا تھا۔ پھر بھی موت آ گئی تھی۔ ڈاکٹر نے انہیں چیک کیا تھا۔ پھر یہ تصدیق کی تھی کہ وہ مر چکے ہیں لیکن تھوڑی دیر کے بعد ہی انہوں نے آنکھیں کھول دیں اور باتیں کرنے لگے تھے۔ ڈاکٹر کی رپورٹ غلط ثابت ہوئی تھی۔ وہ مرے نہیں تھے زندہ تھے۔"

"ڈاکٹر کی رپورٹ درست تھی۔ وہ مر چکے تھے ان کے مرتے ہی ان کے اندر ایک دوسری آتما آ کر سما گئی تھی۔"

وہ بے یقینی سے مہاراج کا منہ تکنے لگا "جگدیش! تمہیں یقین نہیں آ رہا ہے؟ ذرا سوچو' غور کرو' جب سے ہریش کو وہ نئی زندگی ملی ہے تب سے وہ کس طرح شیطانی حرکتیں کر رہا ہے۔ کیا اس نے اپنی ہونے والی بہو پر بری نظر نہیں ڈالی تھی؟"

جگدیش نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ مہاراج نے پوچھا "کیا اس نے اپنی دھرم پتنی کو ہلاک نہیں کیا تھا؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ مہاراج نے کہا۔ "اگر اس کا چھوٹا بیٹا رمیش اسے زخمی نہ کرتا' قابو میں نہ کرتا تو وہ شیطان تم سب کے قابو سے باہر ہو جا کر رمیش اور مہیش کو بھی مار ڈالتا۔"

جگدیش رونے لگا کہنے لگا "مہاراج! ایسی بات نہ کریں۔ میرا بھائی شیطان نہیں بن سکتا۔ آپ تانترک مہاراج ہیں۔ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ میرے بھیا کو زندہ رہنے دیں۔ اس پاگل خانے سے نکال دیں آپ اس کے بدلے جو چاہیں گے میں وہ دوں گا۔"

"مجھے دھن دولت کا لالچ نہیں ہے۔ مگر میں بھائی کے لیے تمہاری محبت کو سمجھ رہا ہوں' میں کوشش کروں گا کہ دشمن تمہارے بھائی کو ہلاک نہ کرے۔ اور وہ پاگل خانے سے نکل آئے۔"

جگدیش نے اس کے قدموں پر سر رکھ کر کہا "میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ ہمیشہ آپ کا غلام بن کر رہوں گا۔ بھیا سے بھی کہوں گا وہ بھی آپ کے غلام بن کر رہیں۔"

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولا "میں یہی چاہتا ہوں کہ وہ شیطان چنڈال جو گیا میرا غلام بن کر رہے۔ اور تمہارا بھائی بھی تمہیں مل جائے اس کے لیے میں جو کہوں وہ تمہیں کرنا ہوگا۔"

"آپ میری جان بھی لینا چاہیں گے تو میں دوں گا۔ میں بھیا کے لیے آگ اور خون کے دریا سے بھی گزر سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے تو پھر اب جو میں کہوں گا وہ تم کرو گے۔ اور یہ بھید کسی کو نہیں بتاؤ گے کہ ایک شیطان تمہارے بھیا کے شریر (جسم) میں گھسا ہوا ہے۔"

وہ پھر اس کے قدموں میں سر رکھ کر بولا "میں آپ کا داس ہوں۔ غلام ہوں وہی کروں گا جو آپ کہتے رہیں گے۔"

اس نے کہا "سر اٹھاؤ۔ اور یہاں سے جاؤ جب میں ضروری سمجھوں گا تو تمہیں بلاؤں گا اب مجھے اپنا کام کرنے دو۔ کوئی بات نہ کرو چلے جاؤ یہاں سے......"

وہ سر جھکا کر اس کمرے سے چلا گیا، مہاراج نے آنکھیں بند کر لیں۔ چنڈال کو تصور میں دیکھنے لگا۔ اس کے اندر پہنچ کر زیر لب کچھ پڑھنے لگا۔

☆☆☆

انوشے اسرائیل کے شہر تل ابیب میں پیدا ہوئی تھی۔ اسے الپا نے جنم دیا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب الپا مسلمانوں کی بدترین دشمن تھی۔ اور خود ایسے بدترین حالات سے گزر رہی تھی کہ زچگی کے وقت کتنے ہی دشمن اس کے دماغ میں آ کر اسے ٹریپ کرنا چاہتے تھے۔

ایسے وقت کوئی اسے بچانے والا نہیں تھا کیونکہ زچگی کے دوران عورت ایسی ناقابل برداشت تکالیف سے گزرتی ہے کہ اس کا ذہن اپنے قابو میں نہیں رہتا۔ ذہنی طور پر بہت کمزور ہو جاتی ہے اس وقت وہ کسی بھی دشمن کو اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکتی تھی۔ اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کئی دشمن تھے۔ جو اس تاک میں تھے کہ زچگی کے دوران اس کے اندر آئیں گے اور اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیں گے۔ جو برسوں سے اسرائیل پر حکمرانی کرتی آ رہی تھی۔ اب جو بھی دشمن اس کے دماغ پر قبضہ جما لیتا۔ اور اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنانے میں کامیاب ہو جاتا تو اس کے ذریعے اسرائیل پر حکومت کر سکتا تھا۔

وہ بہت پریشان تھی بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ فرہاد سے جھگڑا کر چکی تھی۔ وہ اس کے اندر جھانکنے بھی نہیں آتا تھا۔ اس لیے اس سے کسی مدد کی توقع نہیں تھی۔ جب بھی ایسا وقت آتا تو وہ اپنے خدا سے پہلے جناب تبریزی سے رجوع کرتی تھی اس سے پہلے بھی وہ اس کے برے وقتوں میں کام آتے رہے تھے۔

اس نے جناب تبریزی کو مخاطب کیا۔ ان سے کہا کہ اسے مصیبت سے بچا لیا جائے۔ وہ کسی دشمن کے زیر اثر زندگی گزارنا نہیں چاہتی۔ پارس کو سمجھائیں کہ وہ اسے نظر انداز نہ کرے، اور اس کی مدد کرے۔

اگر وہ مدد کے لیے نہ پکارتی تب بھی وہ اس کے کام آنے والے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ پارس کی جنم لینے والی بیٹی یہودیوں کے درمیان رہے۔ اور اس کی ماں دشمنوں کے چنگل میں رہ کر ان کی مرضی کے مطابق اپنی بیٹی کی پرورش کرے۔

آمنہ (رسونتی) نے بھی جناب تبریزی سے التجا کی تھی کہ میرا بیٹا ایک بیٹی کا باپ بننے والا ہے۔ وہ میری پوتی ہوگی۔ اسے دشمنوں میں نہیں رہنا چاہیے۔ خدا کے لیے آپ اسے کسی طرح میرے پاس یہاں پہنچا دیں۔

جناب تبریزی نے روحانی عمل کے ذریعے الپا کے اطراف ایسا حصار باندھا تھا کہ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکا۔ وہ زچگی کے مرحلے سے گزر گئی۔ اس نے ایک بیٹی کو جنم دیا۔ اس کا دماغ کمزور رہا۔ وہ نہ خیال خوانی کر سکتی تھی نہ کسی کو دماغ میں آنے سے روک سکتی تھی۔ لیکن کوئی اس کے اندر نہیں آ رہا تھا۔ سب ہی دشمنوں کے راستے روک دیئے گئے تھے۔

جب الپا ہوش میں آئی اور رفتہ رفتہ جسمانی اور دماغی توانائی حاصل کرنے لگی تب اس نے پوچھا "میری بیٹی کہاں ہے؟"

جناب تبریزی نے کہا "اپنی بیٹی کو بھول جاؤ۔ وہ ہماری امانت کے طور پر تمہارے جسم میں پرورش پا رہی تھی۔ ہم نے وہ امانت واپس لے لی تمہاری جان بچ گئی۔ دشمنوں نے تمہیں زیر نہیں کیا۔ تم پہلے کی طرح سرخرو ہو اور اسرائیل پر حکومت کرتی رہو گی، کیا یہ تمہارے لیے کافی نہیں ہے؟"

الپا نے سر جھکا لیا تھا۔ وہ یہی چاہتی تھی کہ کبھی دشمن کے زیر اثر نہ آئے۔ اور جناب تبریزی نے اسے کمزور اور کسی کا تابعدار بننے سے بچا لیا تھا۔ یہی اس کے لیے بہت بڑی بات تھی۔ اس نے وقتی طور پر اپنی بیٹی کو بھلا دیا۔ یہ سمجھ لیا کہ بیٹی کی قربانی دے کر وہ ایک نئی زندگی حاصل کر چکی ہے۔

اس بچی کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا گیا۔ آمنہ نے لپک کر اسے اپنی آغوش میں لیا۔ اپنی دھڑکنوں سے لگایا۔ اسے خوب چوما پھر جناب تبریزی سے کہا۔ "آپ اجازت دیں کہ میں اپنی آغوش میں اس کی پرورش کروں۔"

انہوں نے فرمایا "یہ اسی ادارے میں رہے گی۔ اور تعلیم و تربیت حاصل کرے گی۔ تم روحانیت کے ابتدائی مراحل سے گزر رہی ہو۔ میں نے تمہیں سمجھایا ہے کہ تمہیں اس دنیا کے تمام جذباتی معاملات سے پرہیز کرنا چاہئے۔ صرف اللہ

تعالٰی کی طرف دھیان رکھنا چاہئے۔ اور اس کی عبادت کرتے رہنا چاہئے۔ جب یہ بولنے لگے گی۔ پڑھنے لکھنے لگے تو پھر تمہارے پاس اسے تعلیم کے لیے بھیج دیا جائے گا۔ تم اسے دینی تعلیم دو گی۔ باقی تعلیم اس ادارے کی درس گاہوں سے حاصل کرتی رہے گی۔"

جناب تبریزی کی مرضی کے مطابق وہاں اس بچی کی تعلیم و تربیت ہونے لگی۔ اس کا نام انوشے رکھا گیا۔ جب وہ کچھ پڑھنے لکھنے لگی۔ تو اسے آمنہ کے پاس جانے کی بھی اجازت دی گئی۔ وہ اس کے پاس چند گھنٹے گزارا کرتی تھی۔ وہ اپنی پوتی کو بھرپور پیار دیتی تھی۔ اور بڑی توجہ سے تعلیم بھی دیتی رہتی تھی۔

انوشے اپنے باپ پارس کی طرح تیز وطرار تھی۔ اور اپنی ماں الپا کی طرح ذہین اور چالاک تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں اتنے سلیقے سے تعلیم دی جاتی تھی کہ بچوں کی ڈھکی چھپی ذہانت واضح ہونے لگی تھی اور وہ بھرپور ذہانت اور حاضر دماغی سے تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہتے تھے۔

انوشے بھی یہی کرتی رہی۔ وہ ایسی غیر معمولی ذہانت کی حامل تھی کہ جو لڑکیاں بارہ پندرہ برس کی عمر میں تعلیم و تربیت حاصل کرتی ہیں وہ اس نے سات برس کی عمر میں حاصل کی تھی۔

وہ اپنی دادی آمنہ سے متاثر تھی۔ اس لحاظ سے اس پر روحانیت کا زیادہ اثر تھا۔ اس نے پانچ برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا تھا۔ اسے طوطے کی طرح رٹا نہیں تھا بلکہ اپنی مقدس کتاب کی ایک ایک آیت کو ایک ایک لفظ کو پورے معنی و مفہوم کے ساتھ پڑھا اور سمجھا تھا۔

ہماری دنیا میں کتنے ہی غیر معمولی صلاحیت رکھنے والے بچے جنم لیتے رہتے ہیں، ان میں ایک انوشے بھی تھی۔ اس کی ذہانت اور حاضر دماغی کا چرچا پورے ادارے میں ہوتا رہتا تھا۔

اس کی اس ذہانت کے پیش نظر جناب تبریزی نے فیصلہ کیا تھا کہ مزید دو برس بعد یعنی جب وہ آٹھ برس کی ہو گی تو اسے ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا جائے گا۔ وہ صرف ذہین نہیں تھی۔ مستقل مزاج بھی تھی اور بڑے ہی صبر آزما لمحات سے گزرنا جانتی تھی۔

تربیت کے دوران میں اسے مشکل حالات سے گزرنے کے سلسلے میں آزمایا گیا۔ کتنی ہی دماغی اور جسمانی اذیتوں سے دوچار کیا گیا تھا۔ لیکن وہ بڑی قوت ارادی کے ساتھ ہر مشکل کو جھیلتی رہی تھی۔ اس کی پراگرس رپورٹ دیکھنے کے بعد ہی جناب تبریزی نے فیصلہ کیا تھا کہ اب اسے ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا جا سکتا ہے۔ یہ اس علم کے دشوار گزار مراحل سے گزر سکے گی۔

جب وہ چھ برس کی ہو گئی۔ اور ساتویں برس میں داخل ہوئی تو یہ دور الپا کی زندگی میں انقلاب لے آیا تھا۔ وہ ذہنی طور پر تبدیل ہو رہی تھی۔ اسرائیلی اکابرین سے بدظن ہو کر اس نے اپنی قوم اور ملک کو چھوڑ دیا تھا۔ اور روپوشی کی زندگی گزارنے لگی تھی۔

ایسے ہی وقت کبریا اور اعلیٰ بی بی وغیرہ نے اس سے دوبارہ دوستی کی تھی۔ تعلقات بڑھائے تھے۔ پھر اس کا دل جیت لیا تھا۔ اور وہ سچے دل سے میری اور سونیا کی بیٹی بن گئی تھی۔ جناب تبریزی جیسے بزرگ دلوں کے بھید جانتے ہیں۔ وہ بھی پورے یقین کے ساتھ کہتے تھے کہ الپا اب تبدیل ہو چکی ہے۔ اب وہ کبھی گمراہی کے راستے پر نہیں جائے گی اور نہ ہی ہمارے اعتماد کو دھوکا دے گی۔

جب اس کا ذہن اور مزاج تبدیل ہو چکا تو اس نے ایک دن جناب تبریزی سے کہا "اگر آپ لوگوں نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ اور مجھ پر اعتماد کرتے ہیں تو میری بیٹی سے مجھے بات کرنے دیں۔ اسے بتائیں کہ میں اس کی ماں ہوں۔ اور میں اس کے لیے بہت بے چین رہتی ہوں۔"

جناب تبریزی نے کہا "تم ماں ہو اس سے ملنے کا اور اس سے بات کرنے کا حق رکھتی ہو۔ پھر تمہاری ملاقات ابھی ممکن نہیں ہے۔ اسے سات برس کی ہو جانے دو۔ پھر تمہاری ملاقات ہو سکے گی۔ فی الحال اس کے دماغ میں پہنچ کر اس سے گفتگو کر سکتی ہو۔"

اس طرح پہلی بار الپا نے بیٹی کے دماغ میں پہنچ کر اسے مخاطب کیا۔ وہ ماں کا ہی انتظار کر رہی تھی۔ خوش ہو کر بولی "ممی! میں آپ کو خوش آمدید کہتی ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میری بچی! میں تم سے اتنے عرصے تک دور رہی ہوں۔ مجھے شرمندگی ہے کہ میں نے تمہاری طرف دھیان نہیں دیا۔ ایک ماں ہونے کا فرض ادا نہیں کیا۔"

"ممی! پلیز آپ شرمندہ نہ ہوں۔ مجھے آپ کے حالات کا علم ہے۔ مجھے میری گرینڈ ماما (آمنہ) نے سب کچھ بتا دیا ہے میرا دل آپ کی طرف سے صاف ہے۔ آئی لو یو۔ ممی! جب میں سات برس کی ہو جاؤں گی تو آپ سے ملنے کے لیے ضرور آؤں گی۔"

اب وہ سات برس کی ہو چکی تھی۔ پارس بابا صاحب کے ادارے میں آ گیا تھا۔ اس نے پہلے جناب تبریزی کے حجرے

میں پہنچ کر حاضری دی۔ ان سے کہا "میں آپ کی ہدایت کے مطابق حاضر ہو گیا ہوں۔ سفر کے دوران مجھے پتا چلا کہ آواز دن نے اپنے ایک آلہ کار کو میرے پیچھے لگا رکھا ہے۔ وہ پیرس تک میرے ساتھ آیا تھا۔ پھر کہیں چلا گیا۔"

جناب تبریزی نے کہا "وہ ایک بوڑھا ماہر نجومی تھا اس نے تمہاری بیٹی انوشے اور آواز دن کے زائچے بنائے ہیں۔ آواز دن کو یہ بتایا ہے کہ انوشے اسے ضرور ملے گی۔ لیکن بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا ہو گا۔ اگر وہ دشوار گزار مراحل سے گزرنے کے دوران میں کامیاب رہے گا، تو پھر انوشے کو پا سکے گا۔"

پارس نے پوچھا "جناب! آپ کیا فرماتے ہیں؟ کیا ہم انوشے کی حفاظت نہیں کر سکیں گے؟"

"ضرور کر سکو گے۔ تمہارے اور آواز دن کے درمیان زبردست رسا کشی رہے گی۔ یہ تو آنے والے حالات ہی بتائیں گے کہ اس میں کس کی جیت اور کس کی ہار ہو گی۔"

"آپ انوشے کے بارے میں کیا فرمائیں گے؟ کیا وہ کسی یہودی کی طرف مائل ہو سکے گی؟"

"تمہاری بیٹی غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہے۔ ایک عجوبہ ہے۔ باہر سے کچھ اندر سے کچھ ہے۔ اس کا بولتا ہوا مزاج اور بدلتے ہوئے ارادے کبھی کسی کے سمجھ میں نہیں آئیں گے کہ وہ چاہتی کیا ہے؟ اور کرتی کیا ہے؟ اور جب کچھ کر گزرے گی تو وہ سب ہی کی توقع کے خلاف ہو گا۔"

پارس نے کہا "یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ آواز دن اور اس کی ماں کو ہماری بیٹی کی اشد ضرورت ہے۔ اس لیے وہ کبھی اسے جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

انہوں نے جواب دیا "ہاں...... انوشے اور عدنان کے حالات تقریباً ایک جیسے ہی رہا کریں گے۔ آواز دن اور اس کی فیملی والے عدنان کو بھی زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی ان کے لیے بہت ضروری ہے۔ لیکن اس کے برعکس ولاڈی میر عدنان کو مار ڈالنا چاہتا ہے۔ اسی طرح آواز دن اور اس کی فیملی والے انوشے کو بھی زندہ و سلامت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بھی ان کے لیے بہت ضروری ہے لیکن اس کے برعکس اسرائیلی اکابرین انوشے کے جانی دشمن بنے رہیں گے۔ ایک ماہر نجومی یہودی نے تمہارا الپا کا اور انوشے کا زائچہ بنانے کے بعد یہ پیش گوئی کی ہے کہ انوشے اسرائیلی حکام کے لیے زوال کا باعث بنے گی۔ اگر الپا کو دوبارہ اسرائیل لانے کی سازشیں کی جا رہی ہیں تو یہ خاص خیال رکھا جائے کہ اس کے ساتھ اس کی بیٹی انوشے نہ آئے۔ وہ آئے گی تو اس کا باپ بھی آئے گا۔ یعنی الپا کے پیچھے تم بھی رہو گے۔ انوشے بھی رہے گی اور وہ لوگ تم دونوں کو بدترین دشمن سمجھتے ہیں۔"

"جناب عالی! میں سمجھ گیا، ابھی میری بیٹی اس ادارے سے باہر نہیں نکلی ہے لیکن اس کے خلاف سازشیں شروع ہو چکی ہیں اسرائیلی حکمران چاہیں گے کہ اسے ہلاک کیا جائے۔ یہ نہیں رہے گی تو میں بھی اسرائیل کا رخ نہیں کروں گا۔ کیونکہ الپا سے میرا اب کوئی رشتہ نہیں رہا ہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک جناب تبریزی سے اس موضوع پر گفتگو کرتا رہا۔ گفتگو اس نتیجے پر پہنچی کہ انوشے کے لیے ادارے سے باہر جان کا خطرہ ہے ایک طرف اس کے دشمن ایسے ہیں جو اس کی سلامتی چاہتے ہیں۔ اور دوسری طرف اس کی ہلاکت چاہنے والے اسرائیلی یہودی ہیں۔ اس کی سلامتی چاہنے والے بھی نیک نیت نہیں ہیں۔ اسے اپنے خاص مقاصد کے لیے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ طے تھا کہ ادارے سے باہر نکل کر دونوں طرح کے دشمنوں سے نمٹنا ہو گا۔

پارس جناب تبریزی سے رخصت ہو کر اپنی والدہ آمنہ کے پاس پہنچا۔ اسے سلام کر کے اس کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ آمنہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اس کی پیشانی کو چوم کر کہا "بیٹے! بڑے دنوں بعد آئے ہو؟ جناب تبریزی نے بتایا تھا کہ تم اپنی بیٹی کو یہاں سے لے جانا چاہتے ہو؟"

"جی ہاں...... اس کی ماں اس سے ملنے کے لیے بے تاب ہے وہ صرف دس پندرہ دن کے لیے جائے گی پھر واپس آ جائے گی۔"

"تمہیں یہ تو معلوم ہو چکا ہو گا کہ میری پوتی انوشے یہاں سے باہر جاتے ہی جانے انجانے دشمنوں کے لیے چیلنج بن جائے گی؟"

"جی ہاں...... ہم دشمنوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ اور ابھی سے بہت محتاط ہیں۔"

ایسے وقت انوشے کمرے میں آئی۔ پارس اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ دوڑتی ہوئی آ کر اس سے لپٹ گئی "ہائے پاپا! آپ کب آئے؟"

وہ اسے چوم کر بولا "بہت دیر ہو گئی میں جناب تبریزی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ ان سے گفتگو کرتا رہا۔ اب یہاں آیا ہوں، تم کیسی ہو؟"

وہ اچھل کر پیچھے گئی۔ وہ دونوں بازو پھیلا کر چاروں طرف گھومتے ہوئے بولی "آپ دیکھیں میں کیسی ہوں؟"

اس نے یکبارگی بلندی کی طرف اچھل کر الٹی قلابازی

کھائی۔ پھر فرش پر آ کر کھڑی ہوئی پھر بولی" میں بالکل آپ کی طرح اور اپنی گرینڈ مما (سونیا) کی طرح ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا" تمہاری عمر کا حساب کیا جائے تو تم ہم سے بھی آگے نکل چکی ہو۔"

پھر وہ آگے بڑھ کر آمنہ سے گلے لگ گئی۔ اسے چوم کر بولی" صرف اتنا ہی نہیں میں اپنی گرینڈ ماما کی طرح دن رات عبادت کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے کرتی ہوں۔ اس کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے مجھے اتنی سی عمر میں اس قابل بنایا ہے میری گرینڈ ماما کہتی ہیں کہ میں بارہ پندرہ برس کی عمر میں روحانیت کے کتنے ہی مراحل سے گزر جاؤں گے۔"

آمنہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اس کی پیشانی کو چوم کر کہا" ہاں بیٹی......! اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم دین و دنیا میں بہت ہی نمایاں مقام حاصل کر و گی۔"

اس نے پارس سے پوچھا" پاپا! ہم یہاں سے کب جائیں گے؟"

" جناب تمریزی نے کہا ہے کہ ہم سفر کے لیے بالکل تیار رہیں آج رات یا کل صبح کسی وقت بھی ان کی طرف سے روانگی کی ہدایت ملے گی۔"

الپا اپنی بیٹی کے معاملے میں بہت محتاط تھی۔ دشمنوں کے معاملے میں مختلف ذرائع سے معلومات حاصل کرتی جارہی تھی۔ پارس نے اس کی ممتا کی بے چینی کو سمجھتے ہوئے کہا تھا کہ اتنی ہی بے چین ہو تو پیرس میں چلی آؤ۔ میں انوشے کو لے کر سیدھا وہیں جھیل والے کاٹیج میں آؤں گا۔

اب الپا کو انتظار تھا کہ پارس ادارے میں جائے گا۔ جناب تمریزی اور آمنہ وغیرہ سے ملاقات کرے گا تب اسے معلوم ہوگا کہ وہ انوشے کو لے کر کب وہاں سے نکلنے والا ہے؟ اس نے ایک طویل عرصے تک اسرائیلی اکابرین کے دماغوں پر حکمرانی کی تھی۔ وہ ان کے مزاج اور دوغلی سیاست کو بہت اچھی طرح سمجھتی تھی۔ وہ خود ان کی ایسی دوغلی سیاست میں ملوث رہی تھی۔ اب اسے یہ بات سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہورہی تھی کہ وہ اس کی بیٹی انوشے کے سلسلے میں کسی طرح سازش کریں گے۔

وہ یہ بات اچھی طرح جانتی تھی کہ اسرائیلی اکابرین اس پر جتنا بھروسا کرتے ہیں۔ اتنا انوشے پر بھروسا نہیں کریں گے۔ اسے ایک مسلمان کی بیٹی سمجھتے رہیں گے۔ ان کی موجودہ سازش صرف یہی ہوگی کہ الپا وہاں آئے مگر اس کی بیٹی نہ آئے۔ بیٹی کے پیچھے اس کا باپ بھی آئے گا۔

الپا اسرائیلی اکابرین سے بے زار تھی۔ وہاں کسی بھی قیمت پر جانا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن یہ سمجھ رہی تھی کہ اسے وہاں بلانے کے سلسلے میں سازشیں کی جارہی ہیں۔ اور ان سازشوں میں آوازون اور اس کی ماں ارنا کوف وغیرہ بھی شامل ہیں۔

الپا خیال خوانی کے ذریعے وہاں کے اکابرین کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ سب کے دماغوں میں باری باری جارہی تھی۔ اسرائیلی آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ وہاں تین یوگا جاننے والے ماہر سیاست دان ہیں۔ وہ تینوں آوازون اور ارنا کوف کو بھی اپنے دماغوں میں آنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ وہ اپنے طور پر منصوبے بناتے ہیں۔ اور بڑی راز داری سے ان منصوبوں پر عمل کرتے ہیں۔

آوازون اس بات پر ناراض تھا کہ جب اس کی ماں اور وہ اس کی بہن تاشا خیال خوانی کے ذریعے ان سے تعاون کررہے ہیں۔ تو پھر ان سے ان تین یوگا جاننے والے سیاستدانوں کو کیوں چھپایا جارہا ہے؟

تمام اکابرین نے اور آرمی کے افسران نے قسمیں کھا کر کہا کہ وہ ان تینوں کے بارے میں نہیں جانتے ہیں۔ وہ روپوش رہ کر زندگی گزار رہے ہیں۔ صرف موبائل فون کے ذریعے رابطہ کرتے ہیں۔ ہدایت دیتے ہیں کہ انہیں ان کے فلاں منصوبے پر عمل کرنا چاہیے۔ اگر نہ کیا گیا تو پھر وہ جوابی کاروائی ایسی کرتے ہیں۔ جن سے ان کے ملک کی سیاست کو اچھا خاصا نقصان پہنچتا ہے۔

ان تینوں کے منصوبے پر عمل کرنے سے ان کے ملک و قوم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لیے وہ ان کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں۔

جناب تمریزی اور آمنہ فرہاد کو روحانی علوم کے ذریعے جو کچھ معلوم ہوتا تھا۔ وہ اس کا ذکر ہم میں سے کسی سے نہیں کرتے تھے۔ لیکن اس بار جناب تمریزی نے پارس کو اور الپا کو یہ بتا دیا تھا کہ وہاں اسرائیلی اکابرین انوشے کے خلاف کس طرح سازش کررہے ہیں۔ وہ انوشے کو ہر حال میں ختم کردینا چاہتے ہیں۔

چونکہ یہ بات آوازون کے مزاج کے خلاف ہے۔ وہ انوشے کو آئندہ اپنی شریک حیات بنانا چاہتا ہے اسے زندہ رکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے اس سے انوشے کو ہلاک کرنے والی پلاننگ چھپائی جارہی ہے۔

وہاں اکابرین دوہری چالیں چل رہے تھے۔ ایک طرف آوازون اور ارنا کوف کو اپنا دوست بنارہے تھے اور دوسری طرف انوشے کے خلاف سازش کر کے انہیں دھوکا بھی دے رہے تھے۔

الپا نے وہاں کے ایک اعلیٰ حاکم سے کہا" میں الپا بول رہی ہوں۔ تم سب سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ آدھے گھنٹے کا وقت دے رہی ہوں۔ سب ایک جگہ جمع ہو جائیں' پھر مجھ سے باتیں کریں۔"

آدھے گھنٹے کے اندر تمام اسرائیلی اکابرین اور آرمی کے اعلیٰ افسران ایک کانفرنس ہال میں جمع ہوگئے۔ الپا نے وہاں ایک لیڈی سیکرٹری کو اپنی آلہ کار بنا کر اس کے ذریعے پوچھا" " تم سب مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

" ہم سب اپنی گمشدہ الپا کو واپس لانا چاہتے ہیں۔ ہم ایک بار نہیں بار بار اپنی غلطیوں کا اعتراف کررہے ہیں۔ اور ان غلطیوں کے بدلے تم سے سزا بھی پانا چاہتے ہیں۔ لیکن تم واپس آ جاؤ' جب تک تم رہیں ہمارا سر بلند رہا۔ ہم سینہ تان کر ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے منہ زوری کرتے تھے۔ کسی سے بھی خوف نہیں کھاتے تھے۔ آج ان سب کے دباؤ میں رہنا پڑتا ہے۔ تم اپنے ملک و قوم کو اس طرح ذلیل نہ ہونے دو۔"

الپا نے کہا" تم سب ذلّت کی راہ پر خود ہی چل پڑے ہو۔ اور اب یہ دکھڑا مجھے نہ سناؤ۔ کیا میں نہیں جانتی کہ تم ٹیلی پیتھی جاننے والے آوازون، ارنا کوف اور تاشا سے دوستی کرچکے ہو؟ ان سے بڑے بڑے معاہدے ہو چکے ہیں اور وہ تمہارے بڑے بڑے مسائل حل کررہے ہیں؟"

" بے شک...... ہمیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے امداد حاصل ہورہی ہے لیکن یہ بیرونی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی امداد ہے۔ تم تو ہماری اپنی ہو، جب تم ہمارے پاس رہو گی تو ہمیں کسی دوسرے کی مدد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

وہ ناگواری سے بولی" مجھ سے دوہری باتیں کرو گے اور دوہری چالیں چلو گے تو بہت پچھتاؤ گے۔ تم سب سے اقتدار کی کرسیاں چھن جائیں گی۔"

ایک حاکم نے کہا" ہم جانتے ہیں تم ایسا کرسکتی ہو۔ ہم سے اقتدار چھین کر اپنی مرضی کے لوگوں کو دے سکتی ہو۔"

" اسی لیے تم نے آوازون وغیرہ سے دوستی کی ہے تاکہ میں ایسا کروں تو وہ تمہارے لیے ڈھال بن جائے؟ مجھے تمہارے خلاف کوئی کاروائی کرنے سے باز رکھے؟"

" تم ہمیں غلط نہ سمجھو ہمارے پاس چلی آؤ' پھر ہم آوازون وغیرہ سے دوستی نہیں کریں گے؟"

" میرے اسرائیل آنے کی دو شرطیں ہیں۔ کیا پوری کرد گے؟"

" ہاں...... ہم ضرور پوری کریں گے بولو کیا چاہتی ہو؟"

" پہلی شرط یہ کہ آوازون، ارنا کوف اور تاشا سے تعلقات بالکل ختم کردو۔ ان سے خیال خوانی کے ذریعے بھی رابطہ نہ رہے۔"

" جب تم یہاں آ جاؤ گی تو ہم ان سے ہمیشہ کے لیے رابطہ ختم کر دیں گے۔"

" نہیں...... میرے آنے سے پہلے اس سے دوستی سے ختم کی جائے وہ میرے دشمن ہیں اور میں وہاں آ کر دشمنوں کو برداشت نہیں کروں گی۔ میری دوسری شرط اس سے بھی زیادہ کڑی ہے۔"

وہ سب اس آلہ کار سیکرٹری کو دیکھنے لگے جیسے الپا کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے ہوں۔ الپا نے کہا" وہ یوگا کے ماہر تین سیاست دان کون ہیں؟ کہاں روپوش ہیں؟ میں ان کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔ ان سے کہا جائے کہ وہ مجھے اپنے دماغ میں آنے دیں۔"

ایک حاکم نے کہا" یہ ممکن نہیں ہے۔ وہ تینوں بہت ضدی ہیں۔ اپنے دماغوں میں کسی کو آنے نہیں دیں گے۔"

" جب میں پہلے کی طرح اسرائیل کی تنہا ٹیلی پیتھی جاننے والی کہلاؤں گی۔ اور وہاں میری مرضی چلے گی تو میری مرضی کے مطابق ان تینوں کو مجھ سے رابطہ کرنا ہوگا۔ اگر وہ تینوں مجھ سے چھپ کر رہیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم سب مجھ پر بھروسا نہیں کررہے ہو۔ ان تین یوگا کے ماہر سیاست دانوں کو میرے خلاف جاسوس بنا کر میری نگرانی کررہے ہو۔"

" ہم یقین دلاتے ہیں کہ وہ تین یوگا کے ماہر سیاست دان تمہارے خلاف کبھی کوئی سازش نہیں کریں گے۔"

" یقین دلانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں ان کے دماغوں میں جا کر خود ہی یقین کرسکتی ہوں۔ تم میں سے کسی کی بات پر یقین نہیں کروں گی۔"

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا" آوازون، ارنا کوف اور تاشا تینوں یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ اور ہمارے بہترین دوست ہیں۔ تم ان دوستوں سے ہمیں جدا کرنا چاہتی ہو؟ تم مسلمانوں کی دوستی سے باز نہیں آؤ گی۔ اس پر ہم سے کہتی ہو کہ ہم تم پر بھروسا کریں۔ تو کیسے کریں۔

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا" یہ ناممکن ہے کہ وہ تین یوگا کے ماہر سیاست دان خود کو منظر عام پر لے آئیں یا اپنا دماغ تمہارے حوالے کردیں۔ ان تینوں کے سلسلے میں آوازون بھی

ہم پر ناراض ہے لیکن ہم نے اسے اپنی مجبوریاں سمجھا دی ہیں۔ تمہیں بھی ہماری مجبوریوں کو سمجھ لینا چاہیے۔"

"ان مجبوریوں کے پیچھے تمہاری مکاریاں چھپی ہوئی ہیں۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ الپا جیسی خیال خوانی کرنے والی اب تمہیں کوئی نہیں ملے گی میں وہ ہوں جو پاتال میں بھی پہنچ کر اپنے دشمنوں کی گردنیں دبوچ لیتی ہوں۔ اور انہیں وہاں سے نکال لاتی ہوں۔ تمہاری معلومات کے لیے کہہ دینا چاہتی ہوں کہ تمہارے وہ تین یوگا کے ماہر سیاست دان میری نظروں میں آچکے ہیں۔"

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "یہ ممکن نہیں ہے۔ تم بھلا ان کے دماغوں تک کیسے پہنچ سکتی ہو؟"

"دنیا میں کوئی بات نہ ممکن نہیں ہے۔ اتفاقاً کچھ بھی ہوسکتا ہے ان تینوں میں سے ایک بیمار ہوگیا تھا۔ ایسے ہی وقت مجھے ان کے دماغ میں پہنچنے کا موقع مل گیا۔ پھر میں نے اس کے ذریعے ان دونوں کے دماغوں میں بھی جگہ بنالی ہے۔ اور اب ان کے تمام منصوبے میرے سامنے کھلی کتاب کی طرح پڑے رہتے ہیں۔"

ان سب کو چپ لگ گئی وہ ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ الپا نے کہا "تمہیں میری بات کا یقین نہیں آرہا ہے تو میں یہ بھی بتادوں کہ ان کی پہلی اور بنیادی تدبیر یہ ہے کہ سب سے پہلے میری بیٹی انوشے کو ہلاک کیا جائے۔ تم سب کو انتظار ہے کہ وہ کب بابا صاحب کے ادارے سے باہر قدم نکالے گی؟"

ان سب کو چپ لگ گئی تھی۔ وہ اس کی بات کو جھٹلا نہیں سکتے تھے۔ یہ سمجھ گئے تھے کہ خیال خوانی کے ذریعے اس نے معلومات حاصل کی ہیں اور ایسی معلومات کو جھٹلایا نہیں جاسکے گا۔ الپا نے کہا "میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تمہارے جاسوس انوشے کی تاک میں رہنے کے لیے کہاں کہاں پہنچے ہوئے ہیں پیرس میں جھیل کے کنارے بابا صاحب کے ادارے کے چھ کاٹج ہیں۔ وہاں تمہارے جاسوس چھپے ہوئے ہیں۔ پیرس کے ہر چھوٹے بڑے ہوٹل میں اور ایسے ہر گھر میں جہاں پے اِنگ گیسٹ رہا کرتے ہیں۔ ان تمام مقامات کی نگرانی ہو رہی ہے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "ابھی تمہاری ایک بہت بڑی مجبوری ہے۔ اور وہ یہ کہ آوازدن اور ارنا کوف سے تمہیں ٹیلی پیتھی کی مدد حاصل نہیں ہو رہی ہے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے لوگوں کو آلہ کار بنا کر میری بیٹی کا تعاقب نہیں کراسکو گے۔ آوازدن اور ارنا کوف عدنان کے سلسلے میں بری طرح مصروف ہیں۔ وہ کسی دوسری طرف دھیان نہیں دے رہے ہیں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "الپا! ہم مانتے ہیں کہ تم بہت ذہین اور چالاک رہی ہو۔ تمہارے آگے بڑے بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی شکست کھاتے رہے ہیں۔ جب تم مسلمانوں کے خلاف تھیں تو فرہاد علی تیمور جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے ٹکراتی رہی تھیں۔ تم زبردست ہو۔ ہم اس بات سے انکار نہیں کریں گے۔ اگر تم ہماری بن جاؤ گی۔ یہاں آجاؤ گی تو ہم تمہاری بیٹی انوشے سے بھی دشمنی نہیں کریں گے۔"

"مجھے بہلا دانہ دو۔ میں کوئی نادان بچی نہیں ہوں۔ میں نے اس حد تک معلومات تمہارے سامنے پیش کی ہیں۔ آئندہ بھی میرے خلاف جو سازش ہوگی میں پہلے ہی تمہیں بتایا کروں گی کہ تم سب میرے اور میری بیٹی کے خلاف کیا کچھ کرنے والے ہو۔ اور کس طرح میں منہ توڑ جواب دینے والی ہوں۔"

ایک نے کہا "پلیز الپا! سمجھوتے کا کوئی راستہ نکالو۔"

"تم لوگوں نے کوئی راستہ نہیں چھوڑا ہے۔ اب تو تم سب کے سامنے ایک ہی راستہ رہ گیا ہے کہ کسی طرح مجھے اغوا کر کے اسرائیل پہنچاؤ وہاں مجھے قیدی بنا کر رکھو۔ اور اپنی مرضی کے مطابق خیال خوانی کراتے رہو۔ لیکن افسوس تمہارا یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا۔ میں جارہی ہوں خدا تمہارے حال پر رحم کرے۔"

وہ وہاں سے چلی آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد بزر کی آواز سنائی دی۔ اس نے موبائل کو آن کر کے کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو۔"

"ممی! میں انوشے بول رہی ہوں۔"

"ہاں...... میری جان بولو۔ جب بھی تم سے بات کرتی ہوں۔ تو تمہاری آواز دن رات میرے اندر گونجتی رہتی ہے۔ کیا تمہارے پاپا ادارے میں پہنچ گئے؟"

"جی ہاں...... انہوں نے جناب تمریزی سے اور میری گرینڈ مما سے ملاقات کی ہے، ابھی ان سے باتیں کر رہے ہیں۔"

"تم کب تک ادارے سے باہر آؤ گی؟"

"ابھی جناب تمریزی نے بتایا ہے کہ ایک گھنٹے کے بعد گرینڈ مما (سونیا) جہاز کو دشانے پہنچائیں گی۔ ایسے وقت وہاں بڑا ہنگامہ برپا ہوگا۔ تمام دشمنوں کی توجہ عدنان کی طرف ہوگی۔ ایسے ہی وقت ہم یہاں سے نکلیں گے۔ پھر سیدھے

آپ کے پاس آئیں گے۔"

"ٹھیک ہے...... میری جان! ایک گھنٹے کے بعد میں تمہارے دماغ میں آؤں گی۔ اور پھر مستقل تمہارے اندر رہوں گی۔ اور تمہاری حفاظت کرتی رہوں۔"

فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ وہ سوچنے لگی "یہ بڑی اچھی تدبیر ہے کہ آوازون اور ارنا کوف وغیرہ سب ہی عدنان کی طرف متوجہ رہیں گے۔ سب ہی اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ ایسے میں کوئی بھی ان دشمن اسرائیلی اکابرین کا ساتھ نہیں دے گا۔ اور نہ ہی ان کے سراغ رسانوں اور آلہ کاروں کے اندر پہنچ کر انوشے کا تعاقب کر سکے گا۔ یا انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کر سکے گا۔"

الپا کے ذہن میں یہ بات آئی کہ اسرائیلی اکابرین کو بھی اسی طرح کی ہنگامہ آرائی میں الجھانا چاہئے۔ ایسے وقت جب انوشے اس ادارے سے نکل رہی ہو۔ تو اسرائیل کے چند بڑے شہروں میں ایسا ہنگامہ برپا ہونا چاہئے کہ سب کی توجہ ان ہنگاموں کی طرف رہے۔ اور جب خود پر مصیبتیں آتی ہیں تو وہ دوسروں پر مصیبتیں لانا بھول جاتے ہیں۔ اسرائیلی اکابرین کے ساتھ بھی یہی ہوگا۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اسرائیلی آرمی کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ گئی۔ وہاں ان افسران کے دماغوں میں جگہ بنائی۔ جو اسلحہ گوداموں کے انچارج تھے۔ پھر یروشلم اور دوسرے بڑے آرمی کیمپوں میں پہنچتی رہی۔ اس نے وہاں کے افسران کو بھی اپنے زیر اثر رکھا۔

دوسری طرف بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس اور خیال خوانی کرنے والے پیرس کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ وہ پہلے ہی سے یہ معلوم کر چکے تھے کہ مشکوک افراد جھیل کے کنارے والے کالج کے آس پاس چھپے ہوئے ہیں۔ اور چھوٹے بڑے ہوٹلوں میں ایئرپورٹ اور ہائی وے کی چوکیوں میں کس طرح تاک لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ سب ان کی نظروں میں آچکے تھے۔

جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا۔ دشمنوں کی سرگرمیاں بڑھتی جارہی تھیں۔ اور ان کی جوابی کارروائیوں کا بھی مکمل انتظام ہوتا جارہا تھا۔ آدھا گھنٹا اور گزر چکا تھا۔ اب وہ جہاز اگلے آدھے گھنٹے کے بعد دشانبے ایئرپورٹ پہنچنے والا تھا۔ انابیلا نے آوازون کے پاس آکر کہا "میں کبریا سے بری طرح مایوس ہوکر آئی ہوں۔ اس نے مجھے ٹھکرا دیا ہے۔ انہیں میرے جھوٹ اور فریب کا پتا چل چکا ہے۔ اب وہ مجھ پر بھی اعتماد نہیں کریں گے۔"

آوازون نے کہا "انابیلا! میری بات کا برا نہ ماننا۔ میں ابھی عدنان کے معاملے میں بہت معروف ہوں۔ پوری توجہ اس کی طرف ہے اور میں ایسا جال بچھا رہا ہوں کہ ولاڈی میر اسے اغوا کرنے میں ناکام ہوجائے۔ سونیا بھی اسے اپنے ساتھ نہ لے جاسکے، اس وقت مجھ سے کوئی دوسری بات نہ کرو۔ اگر بہت ضروری ہے تو میری ماما کے پاس جاؤ وہ تمہیں اس سلسلے میں مشورے دیں گے۔"

"وہ خیال خوانی کے ذریعے ارنا کوف کے پاس آئی پھر بولی "میں انابیلا ہوں۔"

اس وقت ارنا کوف ایک کمرے میں بیٹھی کالے عمل میں معروف تھی۔ اس وقت اس کے سامنے ایک بڑا سا تھال تھا۔ اس تھال میں ایک چھوٹا سا پتلا رکھا ہوا تھا۔ وہ اس پر منتر پڑھ رہی تھی۔ وہیں ایک طلسمی آلہ بھی رکھا ہوا تھا۔ جس کی سوئی بتا دیتی تھی کہ عدنان کو کس سمت میں لے جایا جارہا ہے۔ ابھی یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ سب ہی دوست اور دشمن سمجھ گئے تھے کہ عدنان اب سید ھا دشانبے کے ایئرپورٹ پر پہنچنے والا ہے۔

ارنا کوف نے کہا "انابیلا! تم دیکھ رہی ہو میں کالے عمل میں معروف ہوں۔ یہ جو بڑے سے تھال میں ننھا سا پتلا رکھا ہوا ہے اسے میں نے انوشے کے نام سے منسوب کیا ہے۔ جو منتر میں اس پر پڑھ رہی ہوں۔ اس کا اثر انوشے پر ہوگا۔ جب یہ پتلا حرکت کرتا ہوا تھال سے باہر آکر گرے گا تو میں سمجھ لوں گی کہ انوشے بابا صاحب کے ادارے سے باہر نکل آئی ہے۔"

انابیلا نے سمجھ لیا کہ آوازون اور ارنا کوف وغیرہ کے سامنے وہ اپنا دکھڑا نہیں سنا سکے گی۔ اس پر جو گزر رہی تھی۔ صرف وہی سمجھ رہی تھی۔ نہ ادھر کی رہی تھی نہ ادھر کی رہی تھی۔ ایسے وقت ذہن کے کسی گوشے سے یہ سوال ابھر رہا تھا کہ کیا میں نے غلطی کی ہے کبریا کے اعتماد کو دھوکا دے کر اور آوازون وغیرہ پر اعتماد کر کے نادانی کی ہے؟

اب اس کی عقل ایک بات کہہ رہی تھی کہ اس نے کبریا کے ساتھ جو کچھ بھی کیا اس کی تلافی تو شاید کبھی ہو سکے گی لیکن اپنے سوتیلوں پر بھروسا کر کے جو نادانی کر رہی ہے۔ اس نادانی کے نتیجے میں ایک دن وہ ان کے زیر اثر آجائے گی۔ وہ سوتیلی ہے۔ اس سے سوتیلا سلوک ہی کیا جائے گا۔ اسے قیدی بنا کر اس پر پابندیاں عائد کی جائیں گی کہ وہ پراسرار علوم کو اپنے بچاؤ کے لیے استعمال نہیں کر سکے گی۔ خیال خوانی کے ذریعے کسی کو مدد کے لیے پکار نہیں سکے گی۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہوکر سوچنے لگی "میں خوانخواہ کیوں کسی سے دوستی کر رہی ہوں؟ یا کیوں کبریا کی محبت میں گرفتار ہوگئی تھی؟ میں شعوری یا غیر شعوری طور پر کسی کا سہارا کیوں ڈھونڈ رہی ہوں؟"

اس نے سوچا "ولاڈی میر، ارنا کوف اور آوازون وغیرہ کے پاس بھی وہی پراسرار علوم ہیں اور ٹیلی پیتھی ہے جو میرے پاس ہے تو پھر میں ان سے کسی طرح بھی کم تر نہیں ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ تجربہ کار ہیں۔ عملی میدان میں مجھ سے زیادہ حصہ لے چکے ہیں اور میں پہلی بار عملاً دوستوں اور دشمنوں سے رابطے کر رہی ہوں۔ بہرحال میں نے اب تک جو بھی کیا ہے۔ اس کے نتیجے میں میں نے کچھ اچھے برے تجربات حاصل کیے ہیں۔ اب مجھے فیصلہ کرنا چاہئے کہ آئندہ زندگی کیسے گزاروں گی؟"

اس کے سامنے الپا کی بہت بڑی مثال تھی۔ اس نے کئی برس تک اسرائیل پر تنہا حکمرانی کی تھی اور بڑے بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے مقابلہ کیا تھا۔ سب کو پسپا کرتی رہی تھی اور ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ایک نمایاں مقام حاصل کرتی آئی تھی۔

"کیا میں ایسا نہیں کر سکتی؟ ذہانت اور غیر معمولی صلاحیتیں ہوں اور کچھ کر گزرنے کا حوصلہ ہو تو انسان ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔ اسرائیل پر حکمرانی کرنا ناممکنات میں سے نہیں ہے۔ میں وہاں اپنی حکمت عملی سے بہت کچھ کر سکتی ہوں۔"

اس نے اسرائیلی آرمی کے ایک افسر سے رابطہ کیا۔ اسے مخاطب کیا تو اس نے چونک کر اپنے سر کو ایک ہاتھ سے تھام کر پوچھا "تم کون ہو؟"

میں ایکس وائی زیڈ۔ کوئی بھی ہوں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔ یوں سمجھو دوستی کرنے آئی ہوں۔"

"یہ میرے لیے خوشی کی بات ہے کہ تمہارے جیسی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی مجھ سے دوستی کرنا چاہتی ہے، لیکن میری دوست کا نام تو معلوم ہونا چاہئے؟"

"ایسی جلدی بھی کیا ہے؟ رفتہ رفتہ تمہیں سب کچھ معلوم ہوجائے گا۔ میں تم سے ایک سوال کرتی ہوں۔ اگر میں تمہارے ملک و قوم کی خدمت کرتی رہوں۔ تو مجھے یہاں کیا مقام حاصل ہوگا؟"

"ہم تمام اکابرین تمہیں اپنے سر پر بٹھا کر رکھیں گے ایک طرح سے تم ہمارے ذریعے یہاں حکومت کرتی رہو گی۔ جیسا کہ برسوں تک الپا نے حکومت کی تھی۔"

"جب تک الپا اسرائیل پر حکومت کرتی رہی۔ تب تک اس نے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے مقابلے پر وہاں قدم جمانے کا موقع نہیں دیا۔ یہی میں بھی کروں گی۔ کیا تمہارے اکابرین کو یہ منظور ہوگا؟"

"یقیناً منظور ہوگا۔ بشرطیکہ تم ہمارے لیے نمایاں کارنامے سرانجام دے کر ثابت کرو کہ تم ہمارے لیے بہت کچھ کر سکتی ہو۔"

"آوازون اور ارنا کوف نے ایسا کون سا کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ تم لوگ ان پر بھروسا کر رہے ہو؟"

"ہم ان پر مکمل بھروسا نہیں کر رہے ہیں۔ صرف دوستی کی حد تک ہے۔ اور ایک دوسرے سے تعاون کرنے کا معاہدہ ہے۔ اس بار ارنا کوف نے کہا ہے کہ وہ انوشے کو ٹریپ کرنے کے سلسلے میں ہماری بھرپور مدد کرے گی۔ ہمیں بتائے گی کہ وہ کب بابا صاحب کے ادارے سے باہر آرہی ہے۔ اور کہاں جارہی ہے؟"

انابیلا نے کہا "یہ کون سی بڑی بات ہے؟ یہ تو میں بھی بتا سکتی ہوں۔ بلکہ یہ دعویٰ کرتی ہوں کہ ارنا کوف تمہیں نہیں بتا سکے گی اس سے پہلے میں بتا دوں گی۔"

"اگر تمہاری یہ بات درست ہوگی یعنی تم بتا دو گی۔ اور ارنا کوف یہ بتانے میں ناکام رہی تو ہم تمہاری صلاحیتوں کو مان لیں گے۔ تمہیں ارنا کوف اور آوازون پر ترجیح دیں گے۔"

"تم اپنے تمام اکابرین سے کہہ دو کہ میں بہت معروف ہوں بعد میں ان سے باتیں کروں گی۔ اور ہم ایک دوسرے سے متعارف ہوں گے اس سے پہلے میں بتا دوں کہ ارنا کوف دھوکا کھا رہی ہے اور تمہیں بھی دھوکا دے رہی ہے۔"

"تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"میں ان کے اندر کی بہت سی باتیں جانتی ہوں۔ صرف ان ہی کے نہیں فرہاد علی تیمور کی فیملی کے اندر بھی گھسی ہوئی ہوں۔ اور ان کے بارے میں بھی بہت کچھ جانتی ہوں۔ اس وقت ارنا کوف کالے علم کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ انوشے بابا صاحب کے ادارے سے کس وقت نکلنے والی ہے؟ اور میں تمہیں بتا دوں کہ وہ بہت پہلے نکل چکی ہے۔ اب جو بابا صاحب کے ادارے سے باہر آئے گی تو وہ انوشے کی ڈمی ہوگی۔ اور اس طرح وہ اس ڈمی کے ذریعے تم سب کو بیوقوف بناتے رہیں گے۔ میں ابھی جارہی ہوں۔ پھر کسی وقت آؤں گی۔ اور یہ ثابت کرتی رہوں گی کہ میں

ارنا کوف اور آوازون سے برتر ہوں اوران کے مقابلے میں تمہیں زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچاتی رہوں گی۔ میں بہت جلد واپس آؤں گی۔ ابھی جارہی ہوں۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اب یہ منصوبہ اس کے دماغ میں پک رہا تھا کہ آوازون اور ارنا کوف کو اسرائیلی یہودیوں اور تمام اکابرین کی نظریں سے گرانے اور کم تر بنانے کے بعد ہی وہاں اپنے لیے ایک خاص مقام حاصل کرسکے گی۔

اس نے تھوڑی دیر پہلے ارنا کوف کے دماغ میں جا کر یہ دیکھا تھا کہ وہ ایک کالے علم میں مصروف تھی۔ اس کے سامنے ایک بڑے سے تھال میں ننھا سا پتلا رکھا ہوا تھا۔ وہ پتلا انوشے کے نام سے منسوب کیا گیا تھا۔ ارنا کوف نے بتایا کہ تھا کہ جب یہ پتلا تھال سے باہر آ کر گرے گا تو یہ معلوم ہوجائے گا کہ انوشے نے بابا صاحب کے ادارے سے باہر قدم نکالا ہے۔

چونکہ انابیلا بھی تمام پراسرار علوم جانتی تھی۔ اس لیے اسے یہ معلوم تھا کہ اس وقت وہ انوشے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے اور اس پتلے کے ذریعے انوشے کی خبر دیکھنے کے لیے کون سے منتر پڑھ رہی ہے۔ اور جو منتر وہ پڑھ رہی ہے ان منتروں کا توڑ کیا ہوسکتا ہے۔ یہ بھی انابیلا کو معلوم تھا۔

اب یہی موقع تھا کہ وہ ارنا کوف کو اس کے کالے عمل میں ناکام بنا کر یہودی اکابرین پر یہ ثابت کردیتی کہ ارنا کوف خود بھی دھوکا کھا رہی تھی۔ اور انہیں بھی دھوکا دے رہی تھی۔ اور اس سلسلے میں انابیلا نے انہیں جو کہا تھا وہ درست تھا۔ یعنی انوشے کو بہت پہلے ہی بابا صاحب کے ادارے سے باہر نکال کر کہیں پہنچا دیا گیا ہے۔

انابیلا انوشے کے سلسلے میں کچھ نہیں جانتی تھی لیکن اندھیرے میں تیر چلا رہی تھی۔ اگر ارنا کوف اپنے کالے عمل میں ناکام رہتی تو انابیلا کی یہ بات درست ثابت ہوتی کہ انوشے کو بہت پہلے ہی بابا صاحب کے ادارے سے باہر نکال کر کہیں بھیج دیا گیا ہے۔

وہ اسی وقت کالے عمل کی تیاری کر کے ان منتروں کا جاپ کرنے لگی۔ جو ارنا کوف کے منتروں کا توڑ ثابت ہوسکتے تھے۔ جب ہمارے کئی دشمن آپس میں لڑنے لگتے تھے تو ان کے لڑائی جھگڑے سے ہمیں فائدہ پہنچتا تھا۔ اس وقت بھی سونیا ان کے آپس کے جھگڑوں سے بہت فائدہ اٹھا سکتی تھی۔

ایک طرف ارنا کوف ولاڈی میر کے کالے عمل کا توڑ کررہی تھی۔ اور اپنے طور پر بھی انوشے کے خلاف عمل کررہی تھی۔ دوسری طرف ولاڈی میر ارنا کوف وغیرہ کے خلاف کالا عمل کررہا تھا۔

اس بار اس نے یہ تیاری کی تھی کہ جب وہ عدنان کو اغوا کر کے لے جانے میں کامیاب ہو تو اس بچے کے چاروں طرف ایسا طلسمی حصار بندھا رہے کہ ارنا کوف اور آوازون وغیرہ وہاں تک پہنچنے میں ناکام ہوتے رہیں۔

شیوانی یہ تمام تماشے دیکھ رہی تھی۔ اور وقتاً فوقتاً انامیریا کو بتاتی جارہی تھی کہ ولاڈی میر اور ارنا کوف ہمارے عدنان کو حاصل کرنے کے لیے جادوئی ہتھکنڈے استعمال کررہے ہوں گے۔

انامیریا اس کی ہدایت کے مطابق ہر پانچ یا دس منٹ کے بعد آئینے میں شیوانی کو دیکھتی تھی۔ پھر اس کی آنکھوں میں ڈوب کر عدنان کے اندر پہنچ جاتی تھی۔ اس کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کرتی تھی کہ جہاز کے اندر کیا ہورہا ہے؟ اور جہاز کے باہر دشا نے ایئرپورٹ پر کیا کچھ ہورہا ہوگا۔

شیوانی اسے بتارہی تھی کہ دشا نے ایئرپورٹ پر وہاں کی آرمی پہنچی ہوئی ہے۔ ہر طرف سخت پہرا لگا ہوا ہے۔ صرف مسافروں کو ایئرپورٹ کی عمارت میں داخل ہونے کی اجازت دی جارہی تھی، رن وے وغیرہ پر وہاں کے اسٹاف کو بھی ہٹا دیا گیا تھا۔ ان کے آرمی افسران پر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے چھائے ہوئے تھے۔

عبداللہ اور صالح بن طالبی وغیرہ خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کرتے پھر رہے تھے کہ ولاڈی میر آوازون اور ارنا کوف وغیرہ اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے کہاں کہاں پہنچنا چاہتے ہیں۔ اور کیا کرنا چاہتے ہیں؟

ایئرہوسٹس اسپیکر کے ذریعے طیارے کے تمام مسافروں کو ہدایت دے رہی تھی کہ جہاز رن وے پر اترنے والا ہے' خواتین وحضرات سے گذارش ہے کہ وہ اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھے رہیں اور سیفٹی بیلٹ کو باندھ لیں۔ سفر کے دوران تھوڑی دیر کے لیے آپ کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا جس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔ لیکن ہم جلد ہی حالات پر قابو پر کر آپ کو آپ کی منزل تک پہنچا رہے ہیں۔ امید ہے کہ اب آپ کو ہم سے کوئی شکایت نہیں رہی ہوگی۔

سونیا نے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو ہدایت دی تھی کہ کوئی بھی اس کے اندر دس گھنٹوں تک نہ آئے۔ اور اس نے بھی کسی کو اپنے اندر آنے نہیں دیا تھا۔ جب وہ طیارہ رن وے پر اترنے لگا۔ تب میں نے اس کے دماغ میں

کر کہا "فکر نہ کرنا۔ میں اس دوران میں موجود رہا ہوں اور سارے انتظامات کرچکا ہوں۔"

سونیا نے کہا "ایک طرف ولاڈی میر میرے پوتے کو لے جانا چاہتا ہے۔ دوسری طرف ارنا کوف اور آوازون ہیں۔ تیسری طرف سے شیوانی اسے اپنا بیٹا کہہ کر اس کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ اب تم آئے ہو اپنے پوتے کو لینے کے لیے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اسے کون لے جاتا ہے؟"

میں نے مسکرا کر کہا "یہ دشمن اب تک میرے پوتے کو اس کے باپ سے نہ چھین سکے اس کی دادی سے نہ چھین سکے تو اس کے دادا سے کیا چھین سکیں گے۔ طیارے کو رن وے پر اترنے دو۔ پھر تیل دیکھو اور تیل کی دھار دیکھو۔"

ٹھیک ایسے وقت جب طیارہ رن وے پر اتر رہا تھا۔ اس وقت جناب تبریزی نے پارس اور آمنہ سے کہا "یہی وقت مناسب ہے۔ انوشے کو ادارے سے باہر لے جاسکتے ہو۔"

انوشے سفر کی تیاری کرچکی تھی۔ وہ اپنے باپ اور دادی کے ساتھ چھوٹی موٹر ٹرالی پر آ کر بیٹھ گئی۔ ادارے کے اندر میلوں دور تک جانے کے لیے کئی موٹر ٹرالیاں تھیں۔ جو وہاں کے افراد کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا کرتی تھیں۔ وہ اس موٹر ٹرالی میں بیٹھ کر ادارے کے اس مین گیٹ پر آئے جس کے باہر کوئی اجازت کے بغیر نہیں جاسکتا تھا۔ اور نہ اندر قدم رکھ سکتا تھا۔

اس مین گیٹ کے پاس وہ تینوں موٹر ٹرالی سے اتر گئے۔ ادارے کے اہم افراد انوشے کو رخصت کرنے آئے تھے۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اسے دعائیں دے رہے تھے۔ اس بڑے سے مین گیٹ کو کھول دیا گیا۔ انوشے اپنے باپ اور دادی کے درمیان تھی۔ آمنہ نے کہا "بیٹی ...... بسم اللہ پڑھو اور اس ادارے سے باہر قدم رکھو۔"

اس نے بسم اللہ پڑھتے ہوئے ادارے سے باہر قدم رکھا۔ دوسری طرف ارنا کوف بڑی لگن سے منتر پڑھتی جارہی تھی۔ اس کے سامنے بڑے سے تھال پر ایک ننھا سا پتلا کھڑا ہوا تھا۔ ان لمحات میں اس پتلے کو تھال سے باہر آجانا چاہئے تھا لیکن وہ جوں کا توں کھڑا ہوا تھا۔

یہ بسم اللہ کی برکت تھی۔ وہ اپنے باپ اور دادی کے درمیان چلتی ہوئی کار تک آئی۔ پھر دادی کے گلے لگ کر کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پارس اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا۔ پھر کار اسٹارٹ کر کے ماں کی دعائیں لیتا ہوا اسے آگے بڑھاتا چلا گیا۔

دوسری طرف انابیلا اپنے کمرے میں بیٹھی ان منتروں کا جاپ کررہی تھی۔ جو ارنا کوف کے منتروں کو توڑ تھا۔ وہ پتلا اپنی جگہ پر کھڑا ہوا تھا۔ ٹس سے مس نہیں ہورہا تھا۔ انابیلا یہ دعویٰ کرسکتی تھی کہ اس نے ارنا کوف کے منتروں کا توڑ کیا ہے۔ لیکن ہمارا ایمان یہ ہے کہ اس دوران میں جناب تبریزی آیتیں پڑھتے رہے تھے۔ انوشے کے لیے دعائیں کرتے رہے تھے۔ پھر انوشے نے بسم اللہ پڑھ کر ادارے سے باہر قدم رکھا تھا۔ اس لیے اس پر سے بلائیں ٹل رہی تھیں۔

وہ طیارہ رن وے پر اتر گیا۔ مسافر جہاز سے اتر کر عمارت کے اندر جانے لگے۔ امیگریشن کاؤنٹر سے گزرنے لگے۔ ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والے وہاں کے ایسے اعلیٰ عہدے داروں کے دماغوں پر چھائے ہوئے تھے جو سونیا کا محاسبہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ انکوائری کرنا چاہتے تھے کہ اس نے پائلٹ کو کیوں ہلاک کیا؟ چاہے مقصد جتنا ہی نیک رہا ہو اور اس نے تمام مسافروں کی جانیں بچائی ہوں۔ لیکن محاسبہ ضروری تھا۔

اس وقت وہ تمام عہدے دار سونیا کا محاسبہ کرنا بھول گئے کیونکہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں پر چھائے ہوئے تھے۔ اور وہ ان کی مرضی کے مطابق خاموش تھے۔ ولاڈی میر آوازون ارنا کوف اور تاشا سب ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے اپنے آلہ کاروں کے اندر پہنچے ہوئے تھے۔ اور یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ سونیا عدنان کو کہاں لے کر جارہی ہے؟ وہ اس وقت عدنان کے دماغ میں پہنچ کر کچھ معلوم نہیں کرسکتے تھے۔ کیونکہ اس کے خیالات گڈمڈ ہورہے تھے۔ اور اس کے اندر رہ کر یہ معلوم نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہ

کہاں ہے؟ اور کس کے ساتھ جارہا ہے؟

اس وقت سونیا کے ساتھ تقریباً ایک درجن بچے تھے۔ عبداللہ اور صالح بن طالبی نے طیارے کی پرواز کے دوران میں ان بچوں کے ماں باپ کو ٹریپ کیا تھا۔ ان پر مختصر سا تنویمی عمل کیا تھا۔ اور یہ بات نقش کی تھی کہ دشا نے ایئرپورٹ پہنچنے کے بعد وہ اپنے تمام بچوں کو جہاز چلانے والی سونیا کے حوالے کریں گے۔ سونیا انہیں عمارت کے باہر تک لے جائے گی پھر ان بچوں کو ان کے والدین کے حوالے کردے گی۔

ولاڈی میر آوازدون، ارناکوف اور تاشا اپنے اپنے آلہ کار کے ذریعے سونیا کو ان بچوں کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ یہ سمجھنا چاہتے تھے کہ اتنے سارے بچوں میں عدنان کہاں ہے؟ اگر وہ اتنے سارے بچوں میں عدنان کو چھپا کر لے جارہی ہے تو اتنے سارے بچوں کو کہاں تک لے جائے گی؟ کہیں نہ کہیں تو عدنان کے ساتھ اتنے سارے بچوں سے جدا ہوجائے گی۔

تاشا بڑی بے چین تھی۔ عدنان کو واپس حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس کے لیے مسلسل منتر پڑھتی رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ ان منتروں سے متاثر ہورہا ہے۔ لیکن اس کی طرف اسی وقت مائل ہوسکتا ہے جب اس کے روبرو پہنچے گا۔ اور وہ اسے اپنے روبرو لانا چاہتی تھی۔

اس نے آوازدون سے کہا "بھائی! یہ کیا ہورہا ہے؟ اتنے سارے بچوں میں عدنان کہاں ہے؟ اس کے دماغ میں جانے سے بھی کچھ پتا نہیں چل رہا ہے؟"

"تاشا! یہ تمہارے تجربات سے گزرنے کے دن ہیں یہ دیکھو کہ سونیا کتنی مکار ہے اور کتنی چالاکی سے عدنان کو چھپا کر لے جانا چاہتی ہے لیکن ہم اسے اس کے ارادوں میں کامیاب ہونے نہیں دیں گے۔ کہیں تو وہ عدنان کو لے کر ان بچوں سے جدا ہوگی۔ اور اپنے راستے پر جائے گی۔ ایسے ہی وقت ہمیں عدنان کو حاصل کرنے کا موقع ملے گا۔"

ارناکوف نے کہا "ابھی صرف ایک ہی رکاوٹ ہے کہ ہمیں عدنان کے دماغ کے ذریعے کچھ معلوم نہیں ہورہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کیا ہم میں سے کوئی وہاں موجود نہیں ہے۔ اگر کوئی وہاں ہوتا تو عدنان کو اپنے چہرے سے پہچان لیتا۔ ہم تو اپنے آلہ کاروں کے محتاج بن کر رہ گئے ہیں۔ عدنان کو اسی وقت پہچان سکیں گے جب سونیا ان تمام بچوں سے الگ ہوجائے گی اور صرف اپنے پوتے کو لے کر جائے گی۔ بہرحال ہمیں انتظار کرنا پڑے گا۔ بس ذرا سی دیر کی بات ہے۔"

واقعی ذرا سی دیر کی بات تھی۔ سونیا ان بچوں کے ساتھ امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر لیگیج ہال میں آئی۔ وہاں سے وہ سامان لے کر وزیٹر لابی میں پہنچی۔ تمام بچے اس کے ساتھ تھے اور اس کی سامان والی ٹرالی کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ ان بچوں کے والدین بھی ان کے آس پاس موجود تھے۔

جب وہ عمارت کے باہر آئی تو بچوں کے والدین قریب آکر اپنے بچے کو ساتھ لے جانے لگے۔

ایسے وقت تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن اپنے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے بڑی توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ آخر میں ایک بچہ رہ گیا دشمنوں کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ وہی آخری بچہ عدنان ہوسکتا تھا۔

لیکن مایوسی ہوئی۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ایک عورت آکر اس آخری بچے کو لے گئی۔ سونیا تنہا رہ گئی۔ ایسے وقت ایک کار اس کے سامنے آکر رکی۔ سونیا پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر کار میں بیٹھ گئی۔ کار تیز رفتاری سے چلتے ہوئے وہاں سے دور ہوتی چلی گئی۔

وہ تمام آلہ کار اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف دوڑ رہے تھے۔ ولاڈی میر آوازدون، ارناکوف، تاشا سب ہی اپنے اپنے آلہ کاروں سے کہہ رہے تھے کہ سب ہی کو سونیا کے پیچھے نہیں جانا چاہئے۔ ان میں سے دو چار کو ایئرپورٹ پر رہ کر تلاش کرنا چاہئے۔ عدنان کو وہیں کہیں چھپایا گیا ہوگا۔

ان سب کے کئی آلہ کار تھے۔ اور وہ سب ایئرپورٹ کی عمارت میں ادھر ادھر بھاگتے پھر رہے تھے۔ اور عدنان کو تلاش کررہے تھے۔ ولاڈی میر نے غصے سے سوچا "کیا ارناکوف کوئی چال چل رہی ہے؟ کیا عدنان کو وہ لے گئی ہے؟"

دوسری طرف ارناکوف نے سوچا "کیا ولاڈی میر عدنان کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے؟ لیکن سونیا اتنی مطمئن کیوں تھی؟ وہ تنہا ایک کار میں بیٹھ کر کیوں چلی گئی؟ کہاں چلی گئی؟"

کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ کہ کیا ہے کیا ہوتا ہے۔ وہ مکار زمانہ سونیا پھر قیامت کی چال چل گئی تھی۔ اس بار اس نے خود ہی اپنے پوتے کو اغوا کرایا تھا اور اغوا کرنے والا اس کا دادا تھا۔ یعنی کہ میں......

کیا دوست اور کیا دشمن، وہ چار برس کا بچہ سب کے ہی ہاتھوں سے پھسلتا جارہا تھا۔ جب وہ ہمارے ہاتھوں میں ہی نہیں رہتا تھا اور ہم دھوکا کھاجاتے تھے اور وہ کسی وقت بھی ہماری گرفت سے نکل جاتا تھا تو پھر دشمن کیا چیز ہے؟

سب ہی اسے چیلنج سمجھ کر قبول کررہے تھے اور اسے حاصل کرنے کے سلسلے میں ہارتے جارہے تھے۔ عدنان کے سلسلے میں بڑی بھاگ دوڑ ہوچکی تھی۔ ہم بھی پریشان ہوگئے تھے۔ صاف کہنا چاہیے کہ تھک گئے تھے۔ اس بچے کے سامنے ہار گئے تھے۔ تب ہی سونیا نے فیصلہ کیا تھا کہ اب اسے ایسی قید میں رکھا جائے کہ دشمنوں کو تو کیا دوستوں کو بھی اس کا سراغ نہ ملے۔

وہ کہاں ہے؟ یہ صرف میں جانتا تھا یا پھر سونیا۔ ہمارے بعد پارس، پورس، کبریا اور اعلیٰ بی بی وغیرہ جو بالکل اپنے تھے، سگے تھے وہ بھی نہیں جانتے تھے اور نہ ہی وہ پوچھنا ضروری سمجھتے تھے کہ اسے کہاں لے جایا گیا ہے؟

ولاڈی میر سمجھ رہا تھا کہ اس کی دشمن سوتیلی ماں ارناکوف اور آوازدون وغیرہ عدنان کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

دوسری طرف ارناکوف اور آوازدون سوچ رہے تھے کہ شاید ولاڈی میر اسے اغوا کرکے لے گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو وہ اس بچے کو اب تک قتل کرچکا ہوگا۔

وہ نہیں چاہتے تھے کہ ولاڈی میر اس بچے کو ہلاک کردے۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے عدنان کے اندر پہنچ کر دیکھا تو وہ زندہ تھا۔ اس کے خیالات گڈمڈ ہورہے تھے۔ لہٰذا وہ اس کے کسی ایک خیال پر مرکوز رہ کر معلوم نہیں کرسکتے تھے کہ وہ کہاں ہے؟ پھر بھی اتنا اطمینان ہوگیا کہ وہ زندہ ہے۔

ارناکوف نے اپنے بیٹے سے کہا "اگرچہ عدنان ابھی زندہ ہے۔ وہ ولاڈی میر اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کرنے سے پہلے ضروری منتروں کا جاپ کررہا ہوگا۔"

"یس ماما! اس بچے کو ہلاک کرنے سے پہلے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک گھنٹے تک اس پر کالا عمل کرتا رہے اور منتروں کا جاپ کرتا رہے۔ ہمیں اسے ابھی ڈسٹرب کرنا چاہیے تاکہ وہ منتر نہ پڑھ سکے۔"

"ہاں، کچھ تو ایسا کرنا ہوگا۔ اس بچے کو اس کی گرفت سے نکالنا ہوگا۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ پھر کہا "میں ارناکوف بول رہی ہوں۔"

وہ غصے سے جھنجھلا کر بولا "بوڑھی چڑیل! میں بھی تجھ سے رابطہ کرنا چاہتا تھا لیکن تجھے اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گا۔ میں ایک فون نمبر بتارہا ہوں اس پر رابطہ کر اور میرے آلۂ کار کے دماغ میں پہنچ۔ وہاں باتیں ہوں گی۔"

اس نے ایک فون نمبر بتانے کے بعد سانس روک لی۔ ارناکوف اس کے دماغ سے نکل آئی۔ غصے اور حقارت سے بولی "وہ سوتیلا کتا ہے کتا۔ مجھے بوڑھی چڑیل کہہ رہا تھا۔"

آوازدون نے غصے سے کہا "ماما تم مجھے اس سے بات بھی کرنے نہیں دیتیں۔ اس سے ٹکرانے کی اجازت نہیں دیتیں۔ ورنہ میں اس کے ہوش اڑادیتا۔"

"جب تک میں زندہ ہوں۔ اس وقت تک تمہیں کچھ کہنے اور سننے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس دیکھتے جاؤ کہ میں کیا کروں گی۔"

"تم تو مجھے بالکل بچہ ہی سمجھتی ہو۔ تم کو یہ اندیشہ ہے کہ شاید میں اس کے مقابلے میں شکست کھاجاؤں گا اور تمہیں شرمندگی ہوگی۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے تم پر بھروسا ہے۔ تم اس پر بھاری پڑوگے لیکن تمہیں فی الحال یہ سوچنا چاہیے کہ وہ تمہاری ماں کے ساتھ کس طرح جنگ جاری رکھتا ہے۔ تمہیں پس پردہ رہ کر مجھ سے تعاون کرنا چاہیے اور تجربات حاصل کرتے رہنا چاہیے۔ بہرحال میں اس سے فون کے ذریعے رابطہ کررہی ہوں۔ یہ نمبر اس کے کسی آلۂ کار کا ہے۔ تم بھی آوازسن کر اس آلۂ کار کے اندر جاؤ گے۔"

اس نے ان نمبروں کو پنچ کیا۔ پھر فون کو کان سے لگا کر انتظار کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص کی آواز سنائی دی۔ وہ بولی "اپنے آقا سے بولو کہ اس کی سوتیلی ماں اسے بلارہی ہے۔"

ولاڈی میر نے اس کی زبان سے کہا "میں آچکا ہوں اور تمہاری آواز سن رہا ہوں، فون بند کردو۔"

اس نے فون بند کردیا۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے وہ اپنے بیٹے آوازدون کے ساتھ اس آلہ کار کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہاں پہنچتے ہی ولاڈی میر نے غصے سے کہا "بوڑھی چڑیل! تو خود کو سمجھتی کیا ہے؟ جب تک میری سانس چلتی رہے گی تو عدنان کو نہ حاصل کرسکے گی اور نہ قابو میں رکھ سکے گی۔"

وہ بولی "میں پہلے ہی سمجھ رہی تھی کہ عدنان کو تو نے ہی حاصل کیا ہے اور اپنی کامیابی کے غرور میں مجھ سے ایسی باتیں کررہا ہے۔"

"بکواس مت کر۔ عدنان کو تو سونیا سے چھین کر لے گئی

ہے۔“

”میں نہیں تو لے گیا ہے اور باتیں بنا رہا ہے۔ دیکھ میں جانتی ہوں کہ اسے ہلاک کرنے سے پہلے تجھے ایک گھنٹے تک کالا عمل کرنا ہوگا اور منتروں کا جاپ بھی کرنا ہوگا۔ اس کے بعد تو اسے ہلاک کرے گا تو تجھے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوگی اور تیری زندگی سے نحوستیں ختم ہو جائیں گی یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔“

”جب اچھی طرح جانتی ہے تو اس بچے کو میرے حوالے کر دے۔“

”کیا بکواس کر رہا ہے؟ وہ بچہ میرے پاس نہیں تیرے پاس ہے۔ تو کیوں باتیں بنا رہا ہے؟ کیوں ہم سے چھپا رہا ہے؟ کیا اس لیے کہ ہم کو یقین ہو جائے گا کہ وہ تیرے پاس ہے تو ہم تیرے خلاف منتروں کا توڑ کریں گے اور ہم ایسا کرنے والے ہیں۔ اس سے پہلے تیرے سے معاملات طے کرنا چاہتے ہیں۔“

”میں کہہ رہا ہوں کہ وہ بچہ میرے پاس نہیں ہے۔ تو کسی بھی طرح معلوم کر لے اور اپنی تسلی کر لے۔“

”میں اپنی تسلی کرنے والی ہوں۔ میری بیٹی تاشا تیرے خلاف منتروں کا توڑ کر رہی ہے۔ ابھی اسے معلوم ہو جائے گا کہ عدنان تیرے پاس ہے یا نہیں؟ اگر تیرے پاس ہوگا تو تو اس پر منتر پڑھ رہا ہوگا۔“

”پاگل کی بچی! میں ابھی منتر پڑھ رہا ہوتا تو تجھ سے باتیں کیسے کرتا؟“

”منتروں کے درمیان وقفہ رکھ کر تو باتیں کر سکتا ہے۔ ہمیں دھوکا دے سکتا ہے۔“

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہا پھر بولا ”اچھی بات ہے تیری بیٹی تاشا جب یقین کر لے گی کہ عدنان میرے پاس نہیں ہے تو پھر تجھے اعتراف کرنا ہوگا کہ وہ تیرے پاس ہے۔“

”گدھے کے بچے! اگر وہ میرے پاس ہوتا تو کیا میں تجھ جیسے کمینے سے بات کرتی......؟ کبھی نہیں۔“

”میں بھی تجھ جیسی ذلیل اور کمینی عورت سے باتیں کرنا گوارا نہیں کرتا۔ فی الحال مجبوری ہے۔ میں اس شیطان کے بچے کی خاطر تجھ سے بات کر رہا ہوں۔ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آخر وہ کہاں ہے؟ اگر تیرے پاس نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے ہم دونوں خوامخواہ ایک دوسرے پر شبہ کر رہے ہیں اور یوں لڑنے جھگڑنے میں وقت ضائع کر رہے ہیں۔ ہمیں جلد سے جلد معلوم کرنا چاہیے کہ وہ بچہ ائرپورٹ سے اچانک کہاں گم ہو گیا ہے۔“

آوازون نے اپنی ماں کے دماغ میں چپکے سے کہا ”ماما! اس کی باتوں سے سچائی ظاہر ہو رہی ہے۔ عدنان اس کے قبضے میں نہیں ہے اور یہ بات ہمیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ سونیا عدنان کے اغوا ہونے کے باوجود مطمئن تھی اور وہ بڑے اطمینان سے کار میں بیٹھ کر عدنان کے بغیر چلی گئی تھی۔ اسے ائرپورٹ پر تلاش بھی نہیں کیا تھا۔ اس کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟“

ارناکوف نے ولاڈی میر سے کہا ”تم اس ائرپورٹ پر اپنے آلۂ کار کے ذریعے ضرور موجود رہے ہو گے؟ اور تم نے دیکھا ہوگا کہ ہم سب عدنان کو تلاش کر رہے تھے۔ لیکن سونیا نے تلاش نہیں کیا۔ وہ کئی بچوں کے ساتھ ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آئی تھی۔ پھر وہ بچے اپنے ماں باپ کے ساتھ چلے گئے تھے اور وہ تنہا رہ گئی تھی۔ اس کے بعد بھی اس نے فکرمندی سے اپنے پوتے کو تلاش نہیں کیا۔ اس کے بعد ایک کار اس کے پاس آئی تو وہ اس میں بیٹھ کر چلی گئی۔ اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟“

ولاڈی میر نے کہا ”میں بھی اسی پہلو پر غور کر رہا ہوں۔ اس طرح سے یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ سونیا نے خود اپنے پوتے کو اغوا کروایا ہے اور اسے کہیں چھپا دیا ہے۔ سب کو اُلّو بنا رہی ہے۔“

آوازون نے پھر چپکے سے ماں سے کہا ”سونیا بلا کی مکّار عورت ہے۔ وہ ہمیں دھوکا دینے کے لیے اطمینان کا اظہار کر سکتی ہے۔ اسے یہ اطمینان ہوگا کہ اس کے تمام خیال خوانی کرنے والے عدنان کو ائرپورٹ میں تلاش کر رہے ہیں اور وہ انہیں جلد ہی مل جائے گا۔ اسے خیال خوانی کے ذریعے عدنان کے بارے میں رپورٹس مل رہی ہوں گی۔ اس لیے وہ ذرا خاموش نظر آ رہی تھی اور ہم اس کی خاموشی کو اطمینان سمجھ رہے ہیں۔“

ارناکوف نے یہی بات ولاڈی میر سے کہی تو وہ سوچنے لگا پھر بولا ”یہ بات درست ہے کہ سونیا بھی بڑی خاموشی سے اپنے پوتے کو تلاش کر رہی ہے۔ وہ ہم پر شبہ کر رہی ہوگی۔ انا میریا سے بھی اس کے اختلافات ہو گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے انا میریا ہی عدنان کو کہیں لے گئی ہو۔“

ارناکوف نے کہا ”صرف انا میریا سے نہیں بلکہ انا بیلا سے بھی سونیا کے اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ عدنان سے تعلق رکھنے والے کسی مرد کسی عورت پر بھروسا نہیں کر رہی ہے۔ سب سے عداوتیں مول لے رہی ہے۔“

”ہو سکتا ہے انا بیلا نے عدنان کو اغوا کیا ہو؟“

اس کا جواب ارناکوف نے نہیں دیا اور اسے یہ بھی نہیں بتایا کہ انا بیلا سے اس کی دوستی ہو رہی ہے۔ اگر وہ عدنان کو اغوا کرتی تو یہ بات ان سے چھپی نہیں رہتی۔

بہر حال یوں رابطہ کرنے سے ارناکوف کو یہ معلوم ہو گیا کہ عدنان ولاڈی میر کے پاس نہیں ہے اور ولاڈی میر کو بھی یہ اطمینان ہوا کہ ارناکوف نے عدنان کو اغوا نہیں کیا ہے۔

اب وہ انا میریا اور انا بیلا پر شبہ کر رہا تھا۔ اور یہ بات بھی ذہن میں تھی کہ سونیا مکّاری سے کوئی گیم کھیل رہی ہوگی۔

یہ بات تو سب ہی نے تسلیم کر لی کہ عدنان لوہے کا چنا ہے اور وہ سب اسے چبا رہے ہیں۔ جبڑے دکھ رہے ہیں۔ دانت ٹوٹ رہے ہیں لیکن وہ چنا ہے کہ چبانے میں نہیں آ رہا ہے۔

دوسری طرف انا میریا اس کے لیے بے چین تھی۔ عجیب ماں تھی کہ اس نے عدنان کو جنم نہیں دیا تھا لیکن اس کے لیے ممتا سے بھرپور تھی۔ اسے امید تھی کہ وہ شیوانی کی مدد سے دشانبے میں عدنان کو حاصل کر لے گی۔ اگر وہ اس کے قابو میں آ جائے گا تو وہ اسے ایسی جگہ لے جا کر چھپائے گی کہ سونیا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی اس کا سراغ نہیں لگا سکیں گے۔

سب ہی عدنان کو حاصل کرنے کے سلسلے میں یہی سوچتے رہتے تھے کہ ایک بار وہ ہاتھ آ جائے تو اسے سمندر کی گہرائیوں میں یا پاتال میں لے جا کر چھپا دیں گے۔ کسی کو اس کی ہوا بھی نہیں لگنے دیں گے لیکن وہ تو خود ہی ہوا بن گیا تھا۔ کسی کی گرفت میں نہیں آ رہا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ ہوا کو کوئی اپنی مٹھی میں قید نہیں کر سکتا۔

وہ بار بار گریبان سے اپنا چھوٹا سا آئینہ نکال کر اس میں دیکھتی تھی۔ شیوانی کا عکس نظر آتے ہی اس کی آنکھوں میں ڈوب جاتی تھی اور پریشان ہو کر پوچھتی تھی ”میں کیا کروں؟ اپنے بیٹے کو کہاں تلاش کروں؟“

شیوانی کہتی تھی ”میں بھی تو اس کے لیے پریشان ہوں۔ ہم دونوں نے اسے جنم دیا ہے اس پر ہمارا حق ہے لیکن وہ ہاتھ سے بے ہاتھ ہو رہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے اسے کیسے حاصل کروں؟“

انا میریا نے تعجب سے پوچھا ”شیوانی! تم تو ناقابلِ شکست ہو ہمیشہ عدنان کو اپنی گرفت میں رکھتی آئی ہو پھر اب ناکام کیوں ہو رہی ہو؟“

وہ بولی ”جب عدنان دشانبے پہنچنے والا تھا تب سے میں محسوس کر رہی ہوں کہ اس بچے پر روحانی عمل کیا جا رہا ہے۔ اسے دشمنوں کے کالے عمل سے اور ہماری ممتا سے دور کیا جا رہا ہے۔“

”یہ تو بڑی تشویش ناک بات ہے۔ ہم کس طرح اپنے بچے تک پہنچ پائیں گے؟ میں جب بھی عدنان کے اندر پہنچتی ہوں تو اس کے خیالات گڈمڈ رہتے ہیں۔ پہلے ایسا مسلسل نہیں ہوا کرتا تھا؟“

شیوانی نے کہا ”یہی بات تو مجھے پریشان کر رہی ہے۔ اب روحانی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو مسلسل ناقابلِ فہم بنایا جا رہا ہے۔ تاکہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اور مجھ جیسی پراسرار شکتی رکھنے والی بھی اس بچے کے اندر پہنچ کر یہ معلوم نہ کر سکے کہ وہ ابھی کہاں ہے؟ اسے بابا صاحب کے ادارے تک پہنچانے کے لیے کن راستوں سے لے جایا جا رہا ہے؟“

انا میریا نے کہا ”ابھی سونیا چاہتی تو اپنے پوتے کے ساتھ مغرب کی طرف سفر کر سکتی تھی۔ جرمنی اور فرانس سے ہو کر بابا صاحب کے ادارے تک پہنچ سکتی تھی لیکن اس نے بالکل مخالف سمت سفر کیا ہے اور دشانبے پہنچی ہوئی ہے۔ اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟“

”یہی ایک بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ اب وہ اسے ازبکستان سے افغانستان اور پھر پاکستان لے جائے گی۔ پھر وہاں سے وہ بابا صاحب کے ادارے کی طرف پرواز کرے گی۔“

وہ بولی ”میرا جہاز دشانبے پہنچنے والا ہے۔ وہاں پہنچتے ہی میں اسے پورے شہر میں تلاش کروں گی۔ وہاں نہ ملا تو پھر افغانستان اور پاکستان جاؤں گی لیکن اتنی بھاگ دوڑ کے بعد کچھ تو حاصل ہونا چاہیے۔ وہ مل نہیں رہا ہے لیکن اس سے رابطہ تو رہنا چاہیے۔ میں کتنی آسانی سے تمہارے ذریعے اس کے اندر پہنچ جاتی تھی اور اس کے دماغ میں رہ کر ساری معلومات حاصل کر لیتی تھی۔“

”یہی تو مجبوری پیدا ہو گئی ہے۔ پتا نہیں وہ کس طرح کا روحانی عمل کر رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم بار بار اس کے دماغ میں جاتی رہو گی تو کبھی نہ کبھی اس کے خیالات ایک مرکز پر آئیں گے اور تم اس کی سوچ کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر سکو گی۔“

”اسی امید پر تو میں بار بار تمہیں آئینے میں دیکھتی ہوں اور تمہارے ذریعے اس کے اندر پہنچتی رہتی ہوں۔“

”یہ بہت برا ہوا کہ پورس سے تمہاری علیحدگی ہو گئی ہے۔ اگر تمہاری محبت کا جادو اس پر چلتا رہتا اور وہ تمہارے ساتھ رہتا تو اس کے ذریعے عدنان تک پہنچنے کا راستہ آسان ہو جاتا۔ میں چاہتی ہوں کہ تم کسی بھی طرح اس روٹھے ہوئے

یار کو منا لو۔"

"کیسے مناؤں؟ وہ تو پتا نہیں کہاں چلا گیا ہے؟ میں نے کئی بار اس کے موبائل فون پر رابطہ کرنا چاہا تو اس نے فون بند کر دیا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے کہا "جسٹ آ منٹ شیوانی! میں ذرا دیکھ لوں کہ کون مجھے کال کر رہا ہے؟"

اس نے آئینے پر سے نظریں ہٹائیں' اسے اپنے گریبان میں رکھا پھر اپنے موبائل فون کی اسکرین پر دیکھا تو وہاں پورس کے موبائل کا نمبر دکھائی دے رہا تھا۔ وہ خوش ہو گئی۔ اسے پورس مخاطب کر رہا تھا۔ اس نے فوراً ہی اسے آن کر کے کان سے لگا کر کہا "ہیلو پورس' کیا یہ تم ہو؟"

"ہاں...... یہ میں ہی ہوں۔ تمہیں کامیابی کی مبارک باد دینا چاہتا ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیسی کامیابی؟"

"یہی کہ تم نے شیوانی کی مدد سے عدنان کو حاصل کر لیا ہے۔"

"نہیں۔ تم غلط سمجھ رہے ہو۔ عدنان میرے پاس نہیں ہے۔ میں اس کے لیے بہت پریشان ہو رہی ہوں۔"

"مجھے تم سے اسی جواب کی امید تھی۔ میں جانتا ہوں کہ شیوانی بہت مکار ہے۔ وہ تمہیں مشورے دے رہی ہے کہ اس بار مجھے رازدار نہ بنایا جائے اور تم بڑی رازداری سے اسے کہیں بہت دور لے جا کر اس کی پرورش کرنا چاہتی ہو۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ میرے پاس نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو میں تمہیں یہ بات ضرور بتاتی۔"

"مجھے کیا نادان بچہ سمجھ رہی ہو؟ تم یہ دیکھ چکی ہو کہ میں نے تمہارے ساتھ تعاون نہیں کیا تھا۔ اس بات پر راضی نہیں ہوا تھا کہ تم عدنان کو لے جا کر کہیں چھپاؤ گی اور اس کی پرورش کرو گی۔ تو میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو۔ میں تمہارا ساتھ دینے کو تیار تھا لیکن اچانک مجھے پتا چلا کہ تم شیوانی سے مل کر مجھے دھوکا دے رہی ہو۔ اس لیے مجھے غصہ آ گیا اور میں تمہیں چھوڑ کر تم سے دور ہو گیا ہوں۔"

"پلیز' مجھ سے دور نہ جاؤ۔ میں اتنی بڑی دنیا میں بالکل تنہا رہ گئی ہوں۔ ایک تو میرا بچہ مجھ سے دور ہو گیا ہے اوپر سے تم بھی مجھ سے ناراض ہو کر چلے گئے ہو۔ میرے پاس کوئی تو سہارا ہونا چاہیے۔"

اس نے پوچھا "تم کہاں ہو؟"

"میں اس وقت ایک طیارے میں سفر کر رہی ہوں اور ایک گھنٹے میں دشانبے پہنچنے والی ہوں۔"

پورس نے حیرانی ظاہر کی "کیا تم میری بُو سونگھ لیتی ہو؟ تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں دشانبے میں ہوں؟"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا واقعی تم دشانبے میں ہو؟"

"انجان نہ بنو۔ تم بڑی غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہو۔ شیوانی نے تمہیں اپنے پراسرار عمل سے بتایا ہوگا کہ میں تمہیں کہاں مل سکتا ہوں؟ اس لیے سیدھی ادھر چلی آ رہی ہو۔"

"تم مجھ پر بہت زیادہ شبہ کرنے لگے ہو؟ جب کہ میں تمہاری دشمن نہیں ہوں اور اگر میں نے تمہیں دھوکا دیا تھا تو صرف ہمارے بچے کی خاطر ایسا کیا تھا؟"

پورس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "انا میریا! میں تم سے ناراض ہو کر چلا آیا لیکن میرا دل جانتا ہے کہ میں تمہیں بھلا نہ سکا۔"

وہ ایک دم سے خوش ہو کر بولی "میں جانتی ہوں کہ تم میرے بغیر نہیں رہ سکو گے۔ کیونکہ تم مجھے دل و جان سے چاہتے ہو۔"

"میں عدنان کے لیے بہت پریشان ہو گیا ہوں۔ دیکھ رہا ہوں کہ وہ کسی کے قابو میں نہیں آ رہا ہے۔ اتنے سارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے اپنی گرفت میں رکھنا چاہتے ہیں۔ پھر بھی وہ ہاتھ سے بے ہاتھ ہو رہا ہے۔ اگر وہ ولاڈی میر اور ارنا کوف کے ہاتھوں میں چلا گیا تو بہت برا ہوگا۔ اس سے تو بہتر یہی تھا کہ ہم اپنے بچے کو تمام دوستوں اور دشمنوں سے دور امریکا کے کسی علاقے میں لے جاتے اور وہاں خاموشی سے اس کی پرورش کرتے۔"

"میں نے بھی دشمنوں سے پریشان ہو کر یہی سوچا تھا کہ ہمارے بچے کو ان سب سے بہت دور ہو جانا چاہیے لیکن اس وقت تم نے میری ممتا اور دیانت داری کو نہیں سمجھا۔"

"کوئی بات نہیں' صبح کا بھولا شام کو گھر آ گیا ہے۔ اب میں مان رہا ہوں کہ تمہاری وہ پلاننگ بہت اچھی تھی۔"

"پورس! تمہاری باتیں مجھے حوصلہ دے رہی ہیں۔ میں خوشی سے بے حال ہو رہی ہوں۔ ابھی دشانبے پہنچنے والی ہوں۔ کیا تم ائرپورٹ آؤ گے؟"

"ضرور آؤں گا۔ جہاز کی آمد میں آدھا گھنٹا رہ گیا ہے۔ مجھے ائرپورٹ پہنچنے میں دیر ہو سکتی ہے۔ تم میرا انتظار کرتی رہنا۔"

"میں ساری زندگی تمہارا وہاں انتظار کر سکتی ہوں۔ آئی

لَو یو۔!"

"آئی لو یو ٹو۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس وقت وہ دشانبے کے ایک بنگلے میں تھا اور اپنی سونیا مما کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پورس سے کہا تھا کہ وہ انا میریا سے رابطہ کرے اور معلوم کرے کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے؟

اس نے کہا تھا "مما! آپ نے عدنان کو حاصل کر لیا ہے۔ انا میریا اور شیوانی اب تو اس کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکیں گی۔ پھر اس سے رابطہ کرنا کیا ضروری ہے؟"

"ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے کہ ہم نے کئی بار عدنان کو حاصل کیا اور پھر وہ دشمنوں کی سازشوں کے باعث ہاتھ سے نکل گیا۔ اب میں ایسا کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔ میں ایک ایک دشمن اور مخالف کا محاسبہ کروں گی۔ اسے راستے سے ہٹاؤں گی۔ اگر وہ ہٹنا نہیں چاہیں گے تو انہیں ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں گی۔"

"آپ اس سلسلے میں پہلے انا میریا اور شیوانی کا محاسبہ کرنا چاہتی ہیں؟"

"بے شک۔ شیوانی نے چیلنج کیا ہے کہ مجھے دشانبے سے آگے نہیں بڑھنے دے گی۔ اگر میں نے عدنان کو اس کے حوالے نہیں کیا تو وہ جس طیارے میں بھی سفر کر رہا ہوگا وہ اسے تباہ کر دے گی۔ جب اس کا بیٹا اسے نہیں ملے گا تو پھر وہ اسے کسی کے پاس نہیں رہنے دے گی۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا "وہ آدھے گھنٹے کے بعد یہاں پہنچ رہی ہے۔ میں ائرپورٹ جا رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے جاؤ لیکن میری ہدایات یاد رکھو۔ اسے ائرپورٹ سے حمزہ کی پہاڑی پر لے جاؤ۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے اندر موجود رہیں گے۔ اور تم اس کا محاسبہ کرتے رہو گے۔ پھر جو بھی صورت حال ہوگی میں اس کے مطابق مشورے دوں گی اور تم اس پر عمل کرتے رہو گے۔"

وہ "یس مما" کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

انا میریا نے پھر آئینے میں دیکھ کر شیوانی سے کہا تھا "پورس دشانبے میں ہے اور مجھ سے ملنے ائرپورٹ آ رہا ہے۔"

وہ بولی "یہ تو بڑی اچھی بات ہوئی' میں چاہتی تھی کہ تمہاری دوستی پھر اس سے ہو جائے۔ اب تم اسے اپنی محبت کے شکنجے میں اچھی طرح جکڑ لینا' نکلنے نہ دینا' اسی کے ذریعے ہم عدنان تک پہنچ سکیں گے۔"

وہ دشانبے پہنچ گئی۔ جہاز سے اتر کر امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر وزیٹر لابی میں آئی۔ دور تک نظریں دوڑانے لگی۔ وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ ایک جگہ بیٹھ کر انتظار کرنے لگی۔ اس نے پندرہ منٹ کے بعد سوچا کہ فون کے ذریعے اسے اطلاع دینی چاہیے کہ وہ یہاں پہنچ گئی ہے۔

اس نے پرس میں سے موبائل فون نکالا۔ ایسے ہی وقت پورس دور سے آتا نظر آیا وہ دونوں بازو پھیلا کر تیزی سے چلتا ہوا آیا۔ وہ بانہیں پھیلا کر اس سے لپٹ گئی۔ خوش ہو کر بولی "تم مجھے مل گئے ہو تو اب ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے بیٹا بھی مل جائے گا۔"

وہ معنی خیز انداز میں بولا "ضرور ملے گا۔ مگر اس سے پہلے دشمنوں کا محاسبہ کرنا ہوگا' آؤ چلیں۔"

وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولی "ہم کہاں جائیں گے؟ کیا تم کسی ہوٹل میں ہو؟"

"نہیں...... ہم حمزہ کی پہاڑی پر جائیں گے۔ وہاں میں نے ایک چھوٹا سا بنگلا کرائے پر لیا ہے۔"

"کیا پہاڑی پر بنگلا ہے؟ تو پھر بڑی رومانٹک جگہ ہو گی؟"

وہ اس کے ساتھ آ کر کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ اسے اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرتا ہوا ادھر جانے لگا۔ وہ بولی "کبریا' اعلیٰ بی بی اور تمہارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے عدنان کے دماغ میں جا رہے ہوں گے۔ کچھ تو اس کے بارے میں معلوم ہو رہا ہوگا۔"

"اس کے دماغ میں خیالات گڈمڈ ہو رہے ہیں۔ ابھی اس کے خیالات ناقابل فہم ہیں۔ اس کے اندر رہ کر معلوم نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کس کے قبضے میں ہے؟"

"ولاڈی میر اور ارنا کوف وغیرہ اس پر کالا عمل کر رہے ہوں گے۔ اس کے توڑ کے لیے یقیناً جناب تبریزی روحانی عمل کر رہے ہوں گے۔ اسی لیے دوست اور دشمن سب ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر ناکام ہو رہے ہیں۔ تمہیں تو معلوم ہونا چاہیے۔"

"مجھے کیا معلوم ہونا چاہیے؟"

"یہی کہ اس کی حفاظت کے لیے اس پر روحانی عمل کیا جا رہا ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو مجھے ضرور معلوم ہو جاتا۔"

"ہو سکتا ہے کہ تمہیں نہ بتایا گیا ہو۔ میں اس بات سے اندازہ کر رہی ہوں کہ مسلسل کئی گھنٹوں سے اس کا دماغ ناقابل فہم ہے اور خیالات گڈمڈ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ایسا

پہلے کبھی نہیں ہوا۔ میں جب بھی شیوانی کی آنکھوں میں دیکھتی تھی تو اس کے اندر پہنچ جاتی تھی اور اس کے خیالات پڑھ لیتی تھی اور وہ میری آواز بھی سنتا تھا۔ میری بات مانتا تھا لیکن اب ایسا کچھ نہیں ہو رہا ہے۔"

"اگر اس پر روحانی عمل کیا جا رہا ہے' تو کیا تمہیں اعتراض ہے؟"

"ہرگز نہیں' بھلا مجھے کیوں اعتراض ہوگا؟ یہ عمل تو اس کی حفاظت کے لیے کیا جا رہا ہے۔ لیکن کم سے کم مجھے تو اس کے خیالات پڑھنے کا موقع ملنا چاہیے۔"

"تم نے اس بات پر اعتراض کیا تھا کہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جانا چاہیے۔ لہٰذا اب اگر اس پر روحانی عمل کیا جا رہا ہے تو یہ سمجھو کہ تمام اعتراضات کرنے والوں کے خلاف ایسا کیا جا رہا ہے اور انہیں عدنان کے دماغ میں پہنچنے نہیں دیا جائے گا۔ بابا صاحب کے ادارے کی مخالفت کرنے والا کوئی بھی اس کے خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔"

وہ خاموش رہی' چپ چاپ سوچتی رہی۔ ایک لمبی ڈرائیو کے بعد وہ دونوں حمزہ کی پہاڑی پر پہنچ گئے۔ راستہ اچھا خاصا کشادہ تھا۔ وہ ڈرائیو کرتا ہوا بلندی کی طرف جاتا رہا۔ آخر ایک وسیع و عریض جگہ پر پہنچ کر اس نے گاڑی روک دی۔ انا میریا نے پوچھا "یہاں کیوں رک گئے؟"

وہ کار سے اترتے ہوئے بولا "باہر آؤ۔ یہاں ہم ضروری باتیں کریں گے۔"

وہ کار سے نکل کر کر چاروں طرف دیکھنے لگی' کہنے لگی "یہاں تو بہت ویرانی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں کیوں آئے ہو؟"

"یہاں میں تم سے نہیں شیوانی سے ملنے اور باتیں کرنے آیا ہوں۔"

"شیوانی سے باتیں کرو گے' مگر کیسے؟"

"تم آئینہ نکالو اور شیوانی کو دیکھو' اس سے کہو کہ مجھ سے ملاقات کرے۔"

"تمہیں تو پتا ہے کہ وہ کسی سے بات نہیں کرتی' صرف مجھ سے بولتی ہے۔"

"وہ صرف تم سے کیوں بولتی ہے؟ مجھ سے کیوں نہیں بولتی جبکہ مجھ سے اس کا گہرا تعلق رہا ہے۔ وہ میری شریک حیات تھی۔ اس نے اپنی جان و جسم سب کچھ مجھے دیا تھا۔ میرے لیے ایک بیٹا پیدا کیا تھا۔ پھر مجھ سے کیوں چھپ رہی ہے؟"

"میں اس بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ یہ شیوانی ہی جانتی ہے کہ صرف مجھ سے کیوں بولتی ہے اور تم سے کیوں نہیں بولتی؟"

"تم ابھی پوچھو اس سے اور کہو کہ مجھ سے باتیں کرے۔ آج اس بات کا فیصلہ ہوگا کہ وہ مجھ سے کیوں نہیں بولتی ہے۔ آخر اس کا راز کیا ہے؟"

انا میریا نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر چھوٹے سے آئینے کو نکالا پھر اسے روبرو رکھ کر اس کی سطح پر دیکھنے لگی۔ جب بھی اس سے باتیں ہوتی تھیں تو اس کی آنکھوں میں ڈوب جاتی تھی۔ زبان سے کچھ نہیں بولتی تھی اور نہ ہی شیوانی کی آواز سنائی دیتی تھی۔ ان دونوں کے درمیان دماغی رابطہ ایسا ہوتا تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کی سوچ کی لہروں کو پڑھتی رہتی تھیں۔ اس طرح سے ان کے درمیان گفتگو جاری رہتی تھی۔

شیوانی کی آنکھوں میں ڈوبتے ہی وہ بولی "انا میریا! تمہارے لیے خطرہ ہے۔ تم یہاں سے فوراً واپس جاؤ۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"تم نے سفر کے دوران میں مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ اس کے بعد پھر مجھے مخاطب نہیں کیا۔ تمہیں آئینہ دیکھنا چاہیے تھا۔ دشانے پہنچتے ہی مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ تمہارے لیے خطرہ ہے۔ میں تمہیں وہیں ائرپورٹ پر خطرے سے آگاہ کر دیتی۔ تم نے غلطی کی مجھ سے کوئی مشورہ کیے بغیر پورس کے ساتھ یہاں آ گئیں۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ یہ مجھے یہاں لا کر دشمنی کر رہا ہے؟"

"ہاں' یہی بات ہے۔"

"لیکن میں ایسا کچھ محسوس نہیں کر رہی ہوں۔ وہ ایک ہی بات پوچھ رہا ہے کہ تم مجھ سے رابطہ کرتی ہو پھر اس سے کیوں نہیں بولتیں؟"

"میں زندہ نہیں ہوں' میرا رابطہ صرف تم سے ہو سکتا ہے کسی اور سے نہیں ہو سکتا۔"

"لیکن وہ بضد ہے کہ تم سے باتیں کرنا چاہتا ہے' کیا میں اسے یہی کہہ دوں جو تم کہہ رہی ہو؟"

"بے شک میرا جواب سنا دو۔"

اس نے پورس سے کہا "یہ کہہ رہی ہے کہ زندہ نہیں ہے اس لیے کسی اور سے بات نہیں کر سکتی۔ صرف مجھ سے بات کر سکتی ہے۔"

اس نے کہا "یہی تو میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ صرف تم سے ہی کیوں بات کر سکتی ہے؟ کسی اور سے کیوں نہیں کر سکتی؟"

وہ شیوانی سے بولی "یہ پوچھ رہا ہے کہ تم اس سے بات کیوں نہیں کر سکتیں؟ اپنی کوئی مجبوری بتاؤ۔"

"میں نہیں بتا سکتی۔ میں جو کہتی ہوں' وہ کرو۔ اسے کسی طرح بہلا پھسلا کر یہاں سے واپس جاؤ۔ میں تمہاری سلامتی چاہتی ہوں۔ تمہاری زندگی میرے لیے بہت اہم ہے۔"

"میری زندگی تمہارے لیے اہم کیوں ہے؟"

"مجھ سے سوال نہ کرو۔ کیا تم زندہ رہنا نہیں چاہتیں؟"

وہ پارس سے بولی "یہ مجھے بار بار وارننگ دے رہی ہے کہ یہاں میرے لیے خطرہ ہے۔ مجھے یہاں سے واپس جانا چاہیے۔ آخر بات کیا ہے؟"

"وہ اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہی ہے۔ آج تمہاری جان کو نقصان پہنچے گا تو وہ اس کا اپنا نقصان ہوگا کیونکہ تم جو ہو' وہ تم نہیں ہو۔ تم جب پیدا ہوئیں تو انا میریا تھیں' جوان ہوئیں تو انا میریا تھیں لیکن اب سے چار برس پہلے اچانک تمہارے اندر تبدیلی آ گئی۔ پچھلے چار برسوں سے تم...... تم نہیں رہیں بلکہ شیوانی بن گئیں۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"جو کہہ رہا ہوں' اسے تم سمجھ نہیں پاؤ گی کیونکہ تمہارے دل و دماغ پر اور جسم پر شیوانی چھائی ہوئی ہے۔ یہ میں نہیں میری مما کہہ رہی ہیں کہ تمہارے اندر شیوانی کی آتما سمائی ہوئی ہے اور جو وہ کہتی ہیں' غلط نہیں کہتیں۔ ہم سب بہت سوچ سمجھ کر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ چار برس پہلے کوئی ایسی بات ہوئی تھی کہ ادھر اسپتال میں زچگی کے بعد شیوانی کی موت ہوئی تھی اور ادھر تمہارے اندر اس کی آتما سما گئی تھی۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں...... میں نہیں مانتی۔ میں انا میریا ہوں۔ اگر شیوانی ہوتی تو خود کو شیوانی کہتی' خاص طور پر تم سے کہتی تاکہ تم مجھے اپنی شیوانی سمجھ کر اور زیادہ بھرپور پیار دیتے رہو۔"

"انا میریا! شیوانی کے پیچھے کوئی پراسرار قوت ہے جو کالا عمل کرتی ہے اور کسی کے جسم سے نکلی ہوئی آتما کو کسی دوسرے جسم میں پہنچاتی ہے۔ اسی عامل نے شیوانی کی آتما کو تمہارے اندر پہنچایا ہے اور تم پر یہ عمل کیا ہے کہ تم خود کو انا میریا سمجھتی رہو لیکن تمہارے دماغ میں یہ بات نقش رہے کہ تم شیوانی کا دوسرا روپ ہو۔ تم نے کبھی مجھ سے ملاقات کی تھی' مجھ سے بات کی تھی اور میرے بچے کی ماں بنی تھیں۔ یہ سب تم دنیا والوں سے کہتی آ رہی ہو جبکہ ایسا بالکل نہیں تھا۔ نہ تم کبھی مجھ سے ملی تھیں۔ نہ میرے بچے کی ماں بنیں لیکن تمہارے دماغ میں یہ بات نقش کر دی گئی ہے کہ عدنان کو تم نے جنم دیا ہے اور تم یہ شیوانی کے ساتھ شیئر کر رہی ہو۔ مان رہی ہو کہ اس نے اور تم نے دونوں نے مل کر عدنان کو جنم دیا ہے۔ کیا یہ بات عقل تسلیم کرتی ہے کہ دو ماؤں نے ایک بیٹے کو جنم دیا ہے؟"

وہ الجھ رہی تھی' اس نے پوچھا "میرے اندر اگر شیوانی سمائی ہوئی ہے تو پھر میرے اندر کیوں نہیں بولتی؟ وہ آئینے کے عکس میں کیوں بولتی ہے؟"

"یہ تو وہ کالا عمل کرنے والا ہی جانتا ہوگا۔ شاید وہ مکمل عامل نہیں ہے۔ اس کے عمل میں کوئی خامی یا خرابی رہ گئی ہے۔ اس وجہ سے وہ آتما تمہارے اندر رہنے کے باوجود تم سے نہیں بولتی ہے۔ جب بولنا ہوتا ہے تو وہ آئینے کے عکس میں رہ کر تم سے رابطہ کرتی ہے۔ تم یہ باتیں شیوانی سے کہو کہ میری مما نے اندازے سے جو کہا ہے' اس میں حقیقت بہت زیادہ ہے۔ شیوانی کو انکار نہیں کرنا چاہیے۔"

انا میریا نے پھر آئینے کے عکس میں دیکھتے ہوئے شیوانی سے کہا "کیا تم سن رہی ہو کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ کیا تم میرے اندر رہ کر یہ باتیں سمجھ رہی ہو کہ میرے اندر رہنے کے باوجود مجھ سے بولتی نہیں ہو؟ بہرحال مجھے صرف اتنا بتا دو کیا تمہاری آتما میرے اندر سمائی ہوئی ہے؟"

"ہاں...... میں تمہارے اندر رہ کر سب کی باتیں سنتی رہتی ہوں لیکن بولتی نہیں ہوں۔ میری مجبوری یہ ہے کہ میری آتما کمزور ہے' جس عامل نے مجھے تمہارے اندر پہنچایا ہے وہ چاہتا ہے کہ میں اس کی کنیز بن کر رہوں۔ اس کے حکم کی تکمیل کروں لیکن میں نے انکار کر دیا۔ اس لیے اس نے ادھورا عمل کیا ہے۔ میری آتما کو تمہارے اندر پہنچا تو دیا لیکن مجھے تمہارے اندر بولنے کے قابل نہیں رکھا۔ میں سب کچھ سنتی ہوں لیکن بول نہیں پاتی ہوں۔ تب میں نے تمہیں آئینے کے عکس میں بلایا تاکہ آنکھوں میں ڈوب کر تم سوچ کے ذریعے میری باتیں سن سکو۔ اس لیے میں آئینے کے عکس میں بھی گونگی رہتی ہوں' صرف میری آنکھیں بولتی رہتی ہیں۔"

"تمہاری آتما میرے اندر کب سے سمائی ہوئی ہے؟"

"اب سے چار برس پہلے جب میں نے عدنان کو جنم دیا تھا اور وہ عامل مجھ سے سودے بازی کر رہا تھا کہ اس کی تابع رہوں تو وہ مجھے کسی دوسرے کے جسم میں زندہ رکھے گا۔ میں اپنے بچے کی خاطر زندگی پانے کے لیے اس کی بات مان گئی لیکن تمہارے جسم میں جگہ ملتے ہی میں نے بغاوت کی اور اس کی کنیز بن کر رہنے سے انکار کر دیا تب اس نے کہا کہ میں ہمیشہ تمہارے اندر ہی قید رہوں گی اور اپنی مرضی سے کبھی بول نہیں پاؤں گی اور نہ ہی اپنی مرضی کے مطابق تم سے کوئی کام

کرواسکوں گی۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "جب اس عامل نے مجھے تمہارے اندر پہنچایا تو پہلے اس نے تمہیں مار ڈالا تھا۔"

انامیریا نے پریشان ہوکر پوچھا "کیا میں مرچکی ہوں؟"

"ہاں، تمہارے اندر تمہاری آتما نہیں ہے۔ میری آتما ہے۔ تمہارا صرف جسم زندہ ہے، باقی میں ہی میں ہوں۔"

انامیریا کو یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ مرچکی ہے اور مرنے کے باوجود زندہ ہے اور شیوانی کی آتما کی محتاج ہے۔ شیوانی کہہ رہی تھی "میں نے تمہارے اندر پہنچتے ہی تمہارے دماغ کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیا تھا اور تمہارے اندر یہ بات نقش کردی تھی کہ تم پورس کی محبوبہ ہو۔ اس سے تمہاری شادی ہوچکی ہے اور تم نے اس کے بیٹے عدنان کو جنم دیا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے، جب عامل مجھ سے خوش تھا اور اس نے مجھے یہ سب کچھ کرنے کی اجازت دی تھی۔ چھ ماہ کے بعد اس نے کالے عمل کے ذریعے مجھ سے ایسا کام لینا چاہا جس کے لیے میں راضی نہ ہوئی۔ اس طرح اس سے اختلافات پیدا ہوئے تو میں نے بغاوت کی، اس کی باتیں ماننے سے انکار کردیا۔ اس کے بعد میری سمجھ میں آیا کہ وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا ہے اور اب میں بے دست و پا ہوگئی ہوں۔ تمہارے اندر قیدی بن کر رہوں گی لیکن نہ تم سے کچھ بول سکوں گی اور نہ مرضی کے مطابق کام لے سکوں گی۔ جو باتیں میں نے تمہارے دماغ میں نقش کی تھیں۔ وہی باتیں اب تک تمہارے اندر نقش ہیں اور ان کے مطابق ہی تم خود کو عدنان کی ماں سمجھتی ہو۔"

انامیریا نے آئینے کی طرف سے نظریں ہٹا کر پورس کو بڑے دکھ سے دیکھا پھر کہا "تمہاری مما نے درست اندازہ لگایا تھا کہ میرے اندر شیوانی کی آتما سمائی ہوئی ہے اور اس کی کچھ مجبوریاں ہیں جس کی وجہ سے نہ یہ میرے اندر بولتی ہے اور نہ اپنی مرضی کے مطابق مجھ سے کام لے سکتی ہے لیکن آئینے کی سطح پر آکر مجھے اپنے زیر اثر لے آئی ہے۔ عدنان کے لیے میرے اندر ایسی ممتا پیدا کرتی ہے کہ میں اس بچے کی خاطر اس کی ہر بات مان لیتی ہوں۔"

پورس نے کہا "آئندہ بھی تم اس کی بات مانتی رہوگی اور میرے بچے سے دشمنی کرتی رہوگی۔ ذرا غور کرو۔ اس نے تمہیں ہمارے بچے کی ماں بنایا ہے لیکن ماں بنا کر درپردہ میرے بچے سے دشمنی کرا رہی ہے۔ اسے اس کے باپ یعنی مجھ سے جدا کردینا چاہتی ہے۔ تم اگر میری محبت میں چاہو گی کہ عدنان مجھ سے جدا نہ ہو۔ تو تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ وہی ہوگا جو شیوانی اپنی مرضی سے کرتی آرہی ہے۔ اس کے سامنے جھکتی جارہی ہو۔ جب انسان اندر سے مجبور ہو باہر سے کچھ نہیں کرپاتا اور تمہارے اندر شیوانی کی آتما ہے، تم خود نہیں ہو۔ تم خود اپنے لیے بھی کچھ نہیں کرسکتیں۔ تو میرے بیٹے کے لیے کیا کروگی؟"

"تم درست کہہ رہے ہو۔ کیا ایسی کوئی صورت نہیں ہوسکتی کہ شیوانی سے میرا پیچھا چھوٹ جائے؟"

"اس سے پیچھا چھوٹے گا تو تمہارا جسم مردہ ہوجائے ہوگا۔"

وہ انکار میں سر ہلانے لگی۔ کہنے لگی "نہیں...... میں زندگی ہارنا نہیں چاہتی۔"

پورس نے کہا "انامیریا! ذرا غور کرو کہ تم زندگی ہار چکی ہو۔ یہ جو زندگی گزار رہی ہو، یہ شیطانی ہے۔ تمہاری اپنی نہیں ہے۔ تم مجھے دل سے چاہو گی تب بھی مجھے پیار نہیں کرسکو گی۔ شیوانی جب چاہے گی، تمہیں مجھ سے جدا کردے گی۔ تم جدا ہونا نہیں چاہو گی تو وہ تمہاری اندر کی ممتا سے کھیلے گی اور عدنان کو نقصان پہنچاؤ گی اور میں یہ نہیں چاہوں گا۔"

"ان حالات میں تم کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ تمہیں اس شیطانی زندگی سے باز آجانا چاہیے۔ تمہاری موت ہوچکی ہے اس لیے تمہارے اس جسم کو بھی مرجانا چاہیے۔ یہ محض ایک دکھاوا ہے، یہ وجود تمہارا نہیں ہے۔"

اس کے اندر بے چینی پیدا ہوئی، دل گھبرانے لگا۔ دراصل شیوانی کی حالت ایسی ہورہی تھی۔ اس نے بے اختیار آئینے کی سطح پر دیکھا تو شیوانی کی آنکھوں نے کہا "نہیں۔ تم اس کی باتوں میں نہ آنا۔ میں نے پہلے ہی تمہیں خطرے سے آگاہ کیا تھا۔ یہ تمہیں مار ڈالنا چاہتا ہے۔ تم اپنی زندگی ہار رہی ہو۔ تم انامیریا ہو، میں شیوانی ضرور ہوں لیکن صرف آئینے کی سطح پر ہوں۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا رہی ہوں۔ دیکھو تم کار کے قریب ہو۔ فوراً اس میں بیٹھو اور تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی یہاں سے چلی جاؤ۔ اسے پیچھے چھوڑ دو۔ اگر یہ محبت سے پکارتا ہے تب بھی اس کے فریب میں نہ آؤ۔ یہ تم سے محبت نہیں کرتا ہے۔ تم سے دشمنی کررہا ہے۔"

وہ پورس سے بولی "کیا تم مجھے مار ڈالو گے؟"

"میں تمہیں مشورہ دے رہا ہوں کہ تمہیں مرجانا چاہیے۔"

"اگر میں یہاں سے بھاگنا چاہوں گی تو کیا تم مجھے تھوڑی سی مہلت دوگے تاکہ میں اپنے طور پر تھوڑی سی زندگی حاصل کرسکوں؟"

"بے شک...... تم یہاں سے فرار ہوسکتی ہو۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی کار کے پاس آئی۔ اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا پھر وہاں سے جانے لگی۔ وہ خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ جب کار ڈرائیو کرکے جانے لگی تو اس نے اپنے لباس کے اندر سے ریوالور نکالا۔

وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے اس سڑک پر آگئی تھی جو ایک لمبا چکر کاٹ کر اسی میدانی علاقے کی طرف سے گزرتی تھی۔ جہاں وہ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اس کی آخری خواہش پوری کی تھی۔ اسے فرار ہونے کا موقع دیا تھا۔

وہ ریوالور ہاتھ میں لیے اس کا انتظار کرتا رہا۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی اس راستے سے گزرتی ہوئی جب ایک لمبا چکر کاٹ کر اسی میدانی علاقے کے قریب سے گزرنے لگی تو اس نے اس گاڑی کے پہیے کا نشانہ لیا اور گولی چلادی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک پہیہ برسٹ ہوا۔ اسٹیرنگ بہکنے لگا۔ دوسرا فائر ہوا۔ دوسرا پہیہ برسٹ ہوا۔

وہ اسٹیرنگ کو اپنے قابو میں نہ رکھ سکی۔ پہاڑی راستہ اتنا کشادہ نہیں ہوتا کہ وہاں سنبھلنے کا موقع ملے۔ وہ کار اس کے قابو سے نکل کر کھائی کی طرف آئی پھر اس کی پستی میں گرتی چلی گئی۔ اس کی آخری چیخ سنائی دی تھی۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لیے خاموشی چھا گئی۔

وہ بڑے صدمے سے دیکھتا رہا۔ کار گہری پستی میں جاتی رہی۔ چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتی رہی۔ آگ کی لپیٹ میں آتی رہی پھر وہ پلٹ کر وہاں سے جانے لگا۔ اسے انامیریا وہاں سے دکھائی نہیں دے سکتی تھی۔ دیکھ کر بھی کیا کرتا کیونکہ اس کا جسم تو اب فنا ہوچکا تھا لیکن آتما کب فنا ہوتی ہے؟

وہ آتما خلا میں سفر کرتی ہوئی چشم زدن میں تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کے قدموں میں پہنچ گئی۔

☆☆☆

چنڈال جوگیا پاگل خانے میں سلاخوں کے پیچھے قیدی بنا ہوا تھا۔ وہاں سے وہ فرار نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کے باوجود اس نے ایسے بھیانک پن کا مظاہرہ کیا تھا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کو زنجیروں سے جکڑ دیا گیا تھا اور وہ بھاری زنجیروں کے بوجھ سے مجبور ہوکر فرش پر گر پڑا تھا اور وہیں پڑا رہ گیا تھا۔

وہ پاگل نہیں تھا لیکن ٹونی جے اس کے اندر رہ کر اس سے ایسی حرکتیں کرواتا تھا کہ وہ خطرناک پاگل ثابت ہوتا رہتا تھا۔ اس روز اس کا بیٹا ہنس راج اس سے ملنے آیا تھا اور ٹونی جے نے پہلے ہی طے کرلیا تھا کہ انتقام لینے کے لیے سب سے پہلے

اس کے بیٹے کو قتل کرے گا اور باپ کے ہاتھ سے ہی اسے قتل کرائے گا لہٰذا اس نے یہی کیا تھا۔ ایسے میں فرمان بھی اس کے ساتھ تھا۔

بہر حال یہ واقعہ بیان کیا جاچکا ہے۔ چنڈال نے ٹونی جے کے زیر اثر رہ کر ایک ریوالور سے اپنے بیٹے پر گولیاں چلائی تھیں اور اسے مار ڈالا تھا۔

اس طرح یہ مزید خطرناک پاگل ثابت ہوگیا تھا۔ اسے زنجیروں سے جکڑ دیا گیا تھا۔ اب دو یا تین بجے تک اس کی بیٹی انیتا اس سے ملنے آنے والی تھی۔ پاگل خانے کے ڈاکٹروں نے یہ طے کیا تھا کہ آئندہ کسی کو اس پاگل کے سامنے جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

پچھلی اقساط میں انیتا کا بھی ذکر ہوچکا ہے۔ اس کی آتما ثمر سلطانہ کے جسم میں سمائی ہوئی تھی۔ اور ثمر سلطانہ فرمان سے متاثر ہورہی تھی۔ اس سے دوستی کررہی تھی اور آثار ایسے تھے کہ یہ دوستی محبت میں بدلنے والی تھی۔ انیتا فرمان کی پہلے سے محبوبہ تھی پھر بیوی بن گئی تھی۔ اور وہ ثمر سلطانہ کو سوکن کی حیثیت سے برداشت نہیں کرسکتی تھی۔

لیکن وہ اس کے جسم میں قید رہ کر مجبور ہوگئی تھی۔ چاہتی تھی کہ کسی طرح اسے ثمر سلطانہ کے جسم سے رہائی ملے اور یہ اسی وقت ممکن ہوتا جب اس کا باپ چنڈال پاگل خانے میں نہ رہتا۔ اپنے طور پر آزادانہ زندگی گزارتا تو بیٹی کی آتما کو ایک جسم سے نکال کر دوسرے جسم میں پہنچا سکتا تھا۔

اب انیتا کو امید کی ایک کرن نظر آرہی تھی۔ فرمان راضی ہوگیا تھا کہ ثمر سلطانہ کو چنڈال سے ملانے کے لیے لے جائے گا یعنی وہ انیتا کو باپ سے ملانے کے لیے لے جانا چاہتا ہے۔ ادھر ٹونی جے نے فرمان سے کہا تھا کہ بیٹی کو بھی باپ سے ایک بار ملا دو کیونکہ اس کے بعد پھر کبھی باپ بیٹی مل نہیں پائیں گے۔

فرمان ثمر سلطانہ کے ساتھ ایک طیارے کے ذریعے ناگ پور پہنچ گیا تھا۔ اس شہر کے قریب ہی وہ پاگل خانہ تھا۔ یہ طے پایا تھا کہ وہ دوپہر دو یا تین بجے تک ثمر سلطانہ کو لے کر پاگل خانے میں پہنچے گا اور اب دو بجنے والے تھے۔

ٹونی جے چنڈال کے اندر رہ کر ان کا انتظار کررہا تھا۔ چنڈال زنجیروں میں جکڑا پڑا تھا۔ اور ایسی گہری گہری سانسیں لے رہا تھا جیسے زندگی کی آخری سانسیں گن رہا ہو۔ جب کہ ٹونی جے یہ طے کرچکا تھا کہ اسے آسانی سے مرنے نہیں دے گا۔ اسے روز تھوڑا تھوڑا کرکے مارتا رہے گا۔ مگر ایک دم سے مرنے نہیں دے گا۔ ایسے ہی وقت تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ چنڈال کے اندر پہنچ گیا۔

پچھلے باب میں یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ چنڈال کی آتما نے ہریش چندر نامی ایک بہت بڑے بزنس مین کے جسم میں جگہ پائی تھی۔ ہریش چندر کے دو بیٹے تھے جو چنڈال کے دشمن بنے ہوئے تھے اور انہوں نے ہی اسے پاگل خانے پہنچایا تھا۔ جگدیش چندر اپنے بھائی ہریش چندر کو دل و جان سے چاہتا تھا اور کسی بھی طرح اسے پاگل خانے کی دیواروں کے پیچھے سے نکال لانے میں مصروف تھا۔ انہی کوششوں کے دوران میں وہ تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ تک پہنچ گیا تھا۔

تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ نے اپنے پراسرار علوم کے ذریعے یہ معلوم کیا تھا کہ ہریش چندر پہلے ہی مرچکا ہے لیکن زندہ اس لیے ہے کہ اس کے اندر چنڈال جوگیا کی آتما سمائی ہوئی ہے اور یہ بھی معلوم کیا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹونی جے اور فرمان اس سے دشمنی کررہے ہیں۔

جنگل بھٹا چاریہ نے جگدیش سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کے بھائی کو دوسری زندگی دے گا۔ اسے پاگل خانے سے نکالے گا لیکن اس سلسلے میں وہ جو بھی کہے گا' جگدیش اس پر عمل کرتا رہے گا۔

اور جگدیش نے ہاتھ جوڑ کر کہا تھا کہ وہ جان دے کر بھی اپنے بھائی کو پاگل خانے سے نکال لانے کے لیے تیار ہے۔

تب جنگل بھٹا چھاریہ اس سے کہا تھا کہ آج تمہارے بھائی ہریش چندر کی موت ہوجائے گی۔ وہ پاگل خانے میں مرجائے گا۔ تمہارا کام صرف یہ ہوگا کہ تم اس کے مردہ جسم کو اسپتال کے ائرکنڈیشنڈ مردہ خانے میں لے جاکر رکھو گے۔ وہ مردہ جسم چند گھنٹوں تک وہاں رہے گا پھر زندہ ہوکر تمہارے پاس چلا آئے گا۔

جنگل بھٹا چاریہ نے خیال خوانی کے ذریعے چنڈال جوگیا کے تمام خیالات تفصیل سے پڑھے تھے۔ اس کی پوری ہسٹری معلوم کی تھی یوں بھی وہ اس کا نام سن چکا تھا لیکن اس کی طرف پہلے کبھی توجہ نہیں کی تھی۔ اب اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر وہ اسے اپنے غلام بنائے رکھنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے جگدیش سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے پاگل خانے سے نکال کر ایک نئی زندگی ضرور دے گا۔ اس مقصد کے لیے وہ چنڈال جوگیا کے اندر آیا۔ پھر اس سے بولا ''چنڈال!......کہاں ہو؟ کس حال میں ہو؟ میں نے سنا تھا کہ تم بہت ہی خطرناک جادوگر ہو کالا جادو بھی جانتے ہو اور خیال خوانی بھی کرتے ہو۔ کیا مجھے جانتے ہو؟''

وہ ننگے فرش پر پڑا چھت کی طرف تک رہا تھا اور اس کی باتیں سن رہا تھا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا ''میں تمہیں نہیں جانتا۔ تم کون ہو' تمہاری آواز اور لہجہ پہلی بار سن رہا ہوں۔''

اس وقت ٹونی جے بھی وہاں موجود تھا اور جنگل بھٹا چاریہ کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا ''میرا نام جنگل بھٹا چاریہ ہے اور بڑے بڑے جادوگر مجھے تانترک مہاراج کہتے ہیں۔''

چنڈال نے ایک لمبی سانس چھوڑتے ہوئے کہا ''اے بھگوان! تو مجھے کتنی سزا دے گا؟ ایک وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا میری زندگی عذاب بنا رہا ہے۔ اس نے میرے سامنے بیٹے کو ہلاک کردیا اور میرے ہاتھوں سے ہلاک کرایا۔ میں کچھ نہیں کرسکا اور اب یہ تانترک مہاراج میرے اندر آیا ہے میں تو بالکل ہی مجبور ہوں۔ حالات مجھے جدھر لے جائیں گے۔ ادھر ہی چلا جاؤں گا۔ دیکھتا ہوں کہ یہ تانترک مہاراج مجھ سے کیا چاہتا ہے؟''

جنگل بھٹا چاریہ نے کہا ''میں تمہارے خیالات سن رہا ہوں۔ تم سے پوچھنے آیا ہوں کہ کیا اس طرح سے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن کے زیر اثر رہ کر اپنی زندگی عذاب بناتے رہو گے۔ اذیتیں برداشت کرتے رہو گے۔ روز مرو گے' روز جیو گے' کیا میری غلامی پسند کرو گے؟''

اس نے پوچھا ''کیا تم مجھے اس پاگل خانے سے اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے نجات دلوا سکتے ہو؟''

''بے شک......نجات دلوا سکتا ہوں۔ شرط یہی ہے کہ تم میرے زیر اثر رہو گے اور میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔''

''اگر میں راضی نہ ہوا تب بھی تم ایسا کرسکتے ہو۔ تنویمی عمل کے ذریعے اور کئی پراسرار علوم کے ذریعے تم مجھے اپنا غلام بنا کر رکھ سکتے ہو۔ بہر حال میں راضی ہوں۔ تمہارا تابعدار بن کر رہوں گا۔ جتنی جلدی ہوسکے مجھے یہاں سے نجات دلاؤ۔''

ٹونی جے اس کے اندر کسی اجنبی کی آواز سنتے ہی فرمان کو بلا کر لے آیا تھا۔ وہ دونوں جنگل بھٹا چاریہ کی باتیں سن رہے تھے۔ پھر ٹونی جے نے کڑک کر پوچھا۔ ''اے! تم کون ہو؟ اور اس کی مدد کیوں کرنا چاہتے ہو؟''

جنگل بھٹا چاریہ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا ''اچھا تو تم ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی یہاں موجود ہو؟''

''ہاں۔ تم یہ بتاؤ کہ اس سے دوستی کیوں کرنا چاہتے ہو؟

اور ہم سے دشمنی کر کے تمہیں کیا ملے گا؟"

"مجھے بہت کچھ ملے گا۔ میں اپنے معاملات اچھی طرح جانتا ہوں اور اس بات کا پابند نہیں ہوں کہ تمہارے کسی سوال کا جواب دوں۔"

فرمان نے نرم لہجے میں کہا "مسٹر بھٹا چاریہ! ہم تم سے دوستی کرنا چاہتے ہیں اور تم سے التجا کرتے ہیں کہ اس شیطان کا ساتھ نہ دو۔"

جنگل بھٹا چاریہ قہقہے لگانے لگا۔ فرمان نے پوچھا "میں نے ایسی کون سی بات کہہ دی ہے جس پر تمہیں ہنسی آ رہی ہے؟"

"تم چنڈال جوگیا کو شیطان کہہ رہے ہو تو پھر میں کیا ہوں؟ میں بھی تو شیطان ہوں' اس لیے اس کی مدد کر رہا ہوں۔"

وہ پھر قہقہے لگانے لگا۔ ٹونی جے نے پوچھا "کیا تم اس کی جان ابھی لے سکتے ہو؟ اس کی آتما کو اس کے اندر سے نکال سکتے ہو؟"

"ہاں' میں اس کی آتما کو یہاں سے لے جاؤں گا۔ تم دونوں اس کے مردہ جسم سے دشمنی کرتے رہ جاؤ گے۔"

"تم ہم سے دشمنی کر کے اچھا نہیں کر رہے ہو۔"

"ہر دشمن دوسرے دشمن سے یہی کہتا ہے کہ وہ اچھا نہیں کر رہا ہے۔ جب میں تم پر بھاری پڑتا رہوں گا' تب پتا چلے گا کہ میں کیا اچھا کر رہا ہوں اور کیا برا کر رہا ہوں؟"

فرمان نے دوستانہ لہجے میں پوچھا "کیا ہماری دوستی نہیں ہو سکتی اور اسی دوستی کے ناتے تم اسے ہمارے حوالے نہیں کر سکتے؟"

اس نے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔ چند لمحوں بعد ہی انہیں چنڈال کے دماغ میں گنگناتی ہوئی آواز سنائی دی۔ گنگناہٹ بہت ہی بھدی تھی۔ پھر پتا چلا کہ وہ گنگنا نہیں رہا ہے بلکہ منتر پڑھ رہا ہے۔ پتا نہیں کتنی دیر تک پڑھتا رہے گا اور کب تک وہ اس کی آتما کو اس کے جسم سے نکال کر لے جائے گا؟

وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے دیکھتے رہ جائیں گے۔ پھر اس کی مردہ کھوپڑی سے انہیں باہر نکلنا پڑے گا۔ فرمان نے ٹونی جے سے کہا "میں انیتا اور ثمر سلطانہ کو لے کر یہاں پہنچ گیا ہوں۔ ابھی چنڈال کے سامنے اس کی بیٹی کو پیش کرنے والا ہوں۔"

فرمان وہاں کے ڈاکٹر سے کہہ رہا تھا کہ فوراً ہمیں ہریش چندر (چنڈال جوگیا) کے پاس پہنچایا جائے۔ یہ ان کی ایک عزیزہ ہیں اور ان سے ابھی ملنا چاہتی ہیں۔

ڈاکٹر اعتراض کرنا چاہتا تھا' کہنا چاہتا تھا کہ وہ بہت خطرناک پاگل ہے۔ اس سے کسی کو ملنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی لیکن فرمان نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس نے دو سنتریوں سے کہا "انہیں ہریش چندر کے سیل کے سامنے لے جاؤ اور اس سے دور ہی رکھنا۔ قریب نہ جانے دینا۔ وہ پاگل کا بچہ انہیں بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

وہ سنتریوں کے ساتھ چلتا ہوا۔ اس سیل کی طرف جانے لگا' اس کے ساتھ ثمر سلطانہ تھی اور ثمر سلطانہ کے اندر انیتا کی آتما سمائی ہوئی تھی۔ وہ بہت بے چین تھی۔ باپ کی آواز سننے کے لیے اور اس سے ملنے کے لیے اور اس سے باتیں کرنے کے لیے تڑپ رہی تھی۔

وہ سب سیل کے سامنے پہنچ کر رک گئے۔ سنتریوں نے انہیں دور ہی رہنے کا حکم دیا۔ انیتا ثمر سلطانہ کے ذریعے اپنے باپ کو دیکھ رہی تھی۔ وہ آہنی سلاخوں کے پیچھے فرش پر جکڑا ہوا پڑا تھا۔ وہ باپ کو دیکھتے ہی ثمر سلطانہ کے ذریعے پکارنے لگی "پتا جی! پتا جی! میں آئی ہوں...... میں آپ کی بیٹی انیتا آئی ہوں......"

اس نے سر گھما کر آہنی سلاخوں کے باہر دیکھا۔ وہاں ایک خوبصورت لڑکی ایک خوبرو جوان کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔

فرمان نے مسکرا کر کہا "چنڈال! تم میرے ساتھ کھڑی ہوئی حسینہ کو نہیں پہچان سکتے۔ یہ ثمر سلطانہ ہے اور اس کے اندر تمہاری بیٹی انیتا کی آتما سمائی ہوئی ہے اور مجھے تو تم بہت اچھی طرح جانتے ہو؟ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے سامنے کبھی نہیں آتا لیکن آج میں تمہارے سامنے آیا ہوں۔ کیا تم میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو؟"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ دونوں ہاتھ فرش پر ٹیک کر آہنی سلاخوں کے باہر ثمر سلطانہ کو بڑی محبت سے دیکھنے لگا۔ کہنے لگا "میری بچی! تم...... تم انیتا ہو؟"

وہ بولی "ہاں...... پتا جی! میں آپ کی بیٹی ہوں۔ آپ کا یہ حال دیکھ کر میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ آپ تو مہا گیانی ہیں' کبھی کسی سے ہارتے نہیں ہیں' آج یہ حالت آپ کی کیسے ہو گئی؟"

"بیٹی! فکر نہ کرو۔ بس یہ تھوڑی دیر کی بات ہے۔ میں بہت جلد یہاں سے رہائی پانے والا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"

"ہاں بیٹی! میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

"اس سے بڑی خوشی تو مجھے زندگی میں کبھی ملے گی نہیں۔ آپ رہا ہوں گے۔ آپ کسی کے پابند نہیں رہیں گے تو مجھے بھی اس ثمر سلطانہ کے جسم سے رہائی دلا سکیں گے یا پھر اسے میرے زیر اثر رکھا کریں گے۔"

ٹونی جے نے ثمر سلطانہ کے دماغ میں آ کر فرمان سے کہا "تم ثمر سلطانہ کے ساتھ ضرور رہو لیکن چنڈال کے دماغ میں آ جاؤ۔ میں اکیلا ہوں۔ اس منتر پڑھنے والے کو روک نہیں پا رہا ہوں۔"

فرمان چنڈال کے اندر آیا' وہ اپنی بیٹی سے باتوں میں معروف تھا۔ ٹونی نے کہا "یہ جو اس کے اندر منتر پڑھ رہا ہے۔ یہ کوئی بہت زبردست کالا عمل کرنے والا ہے۔ اور ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے اسی لیے اس کے دماغ کے اندر پہنچ کر منتر پڑھ رہا ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچنے کی بار بار کوشش کی لیکن وہ سانس روک لیتا ہے۔"

"جب وہ سانس روک کر تمہیں بھگاتا ہوگا تو منتروں کو پڑھنا چھوڑ دیتا ہوگا۔ کیونکہ بیک وقت دو کام نہیں کر سکتا۔"

"تھوڑی دیر کے لیے اس کا منتر رک جاتا ہے۔"

"تو پھر ہمیں یہی کرنا چاہیے۔ ایک بار تم اس کے دماغ میں جاؤ' وہ سانس روکے گا' تمہیں بھگائے گا۔ دوسری بار میں اس کے اندر جاؤں گا' وہ سانس روکے گا بھگائے گا۔ اس طرح ہم اسے منتر پڑھنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

فرمان نے ثمر سلطانہ سے کہا۔ "کوئی بہت بڑا جادوگر چنڈال کو یہاں سے رہائی دلانے کے لیے منتر پڑھ رہا ہے۔ میں اسے روکنے کے لیے جا رہا ہوں۔ تم فکر نہ کرنا۔ میں تمہارا دھیان بھی رکھتا رہوں گا۔"

وہ اس کے پاس سے چلا گیا۔ انیتا اندر ہی اندر چیخنے لگی۔ "نہیں فرمان! تم ایسا نہیں کر سکتے۔ اسے منتر پڑھنے سے نہ روکو۔ میرے پتا جی کو یہاں سے رہائی حاصل کرنے دو۔ میرے باپ سے دشمنی نہ کرو۔ تمہیں میری محبت کی قسم ہے' واپس آ جاؤ۔"

فرمان تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کے دماغ میں بار بار پہنچ رہا تھا۔ وہ سانس روک رہا تھا۔ ادھر ٹونی جے بھی وقفے وقفے سے اس کے اندر پہنچ رہا تھا۔ وہ دونوں اسے منتر پڑھنے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔

فرمان کبھی کبھی ثمر سلطانہ کے پاس آ کر اس کی خیریت معلوم کر رہا تھا۔ ادھر انیتا اس کے اندر ہلچل پیدا کر رہی تھی۔ چیخ چلا رہی تھی۔ ثمر سلطانہ اس پر قابو پانا چاہتی تھی لیکن ناکام ہو رہی تھی۔ برداشت کر رہی تھی۔ اس کے باوجود لڑکھڑا رہی تھی۔ کبھی ادھر جا رہی تھی کبھی پیچھے دیوار سے ٹکرا رہی تھی۔ وہاں کھڑے ہوئے سنتریوں نے پوچھا "تمہیں کیا ہو رہا ہے؟"

انہوں نے ثمر سلطانہ کو دونوں طرف سے پکڑ لیا تھا۔ فرمان نے آ کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے؟ انیتا میرے اندر بہت گڑبڑ کر رہی ہے۔ مجھے سکون سے رہنے نہیں دیتی۔"

اس نے ثمر سلطانہ کے دماغ پر قبضہ جما کر انیتا سے کہا "یہ کیا کر رہی ہو؟"

"اور تم کیا کر رہے ہو؟ میرے باپ سے دشمنی کر رہے ہو۔ انہیں یہاں سے رہائی کیوں نہیں پانے دیتے؟"

"وہ شیطان ہے۔ اس کا مر جانا بہتر ہے۔"

"ایسی باتیں نہیں کرو۔ میں اپنے باپ کو مرنے نہیں دوں گی۔ تم انہیں مارنے جاؤ گے تو میں ثمر سلطانہ کو سکون سے نہیں رہنے دوں گی۔"

ادھر جنگل بھٹا چاریہ تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو گیا تھا۔ سانس روک کر سوچ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہیے؟ پھر وہ چنڈال کے دماغ میں پہنچا۔ تو اس کے ذریعے اس نے ثمر سلطانہ کی آواز سنی۔ وہ دونوں سنتریوں سے کہہ رہی تھی "میرے ہاتھ چھوڑ دو۔ اب مجھ پر دورہ نہیں پڑے گا۔ اب میں چپ چاپ کھڑی رہوں گی۔"

"کیوں کہ فرمان آ گیا تھا۔ اس لیے وہ مطمئن ہو گئی تھی۔ سنتریوں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ لیکن اس کی آواز سن کر جنگل بھٹا چاریہ اس کے اندر پہنچ گیا۔ پھر بولا "فرمان! اب اگر تم میرے دماغ میں آ کر مجھے منتر پڑھنے سے روکو گے تو میں تمہاری اس رکھیل کے اندر آ کر زلزلہ پیدا کر دوں گا۔ اب فیصلہ کرو کہ رکھیل کو بچاؤ گے یا مجھے منتر پڑھنے سے روکو گے؟"

فرمان تذبذب میں پڑ گیا۔ ثمر سلطانہ نے پریشان ہو کر کہا "فرمان مجھے بچاؤ۔ یہ میرے اندر کون بول رہا ہے؟ کون زلزلہ پیدا کرنا چاہتا ہے؟ کیا تم مجھے تڑپتے ہوئے مرتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہو؟"

"نہیں...... میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔"

پھر اس نے جنگل بھٹا چاریہ سے کہا "تم جیت گئے ہو۔ میں ہار گیا ہوں۔ اس کے دماغ میں نہ آؤ۔ میں تمہیں منتر پڑھنے سے نہیں روکوں۔"

جنگل بھٹا چاریہ چلا گیا۔ وہ پریشان ہو کر بولا "ثمر سلطانہ! کیونکہ میں تمہارے دماغ میں موجود تھا۔ اس

لیے وہ کم بخت تمہارے اندر آ گیا تھا ورنہ میں نے تو تمہارے دماغ کو لاک کیا ہوا ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ کے اندر نہیں آ سکتا۔ اب میں جا رہا ہوں۔ اسے منتر پڑھنے سے روکوں گا۔ مگر تمہارے اندر نہیں آؤں گا۔"

وہ گھبرا کر بولی "ایسے نہ کہو۔ وہ مجھے مار ڈالے گا۔"

"جب وہ تمہارے اندر نہیں آ پائے گا۔ تو کیسے تمہیں نقصان پہنچائے گا؟"

"میں نہیں جانتی۔ میں خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔ مجھے یہاں سے لے چلو۔"

"دیکھو...... میں ان سنتریوں یا چنڈال کے دماغ میں آ کر تمہاری خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔ تمہیں ذرا بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوگا تو میں فوراً ہی تمہارے اندر آ کر تمہاری خیریت معلوم کروں گا۔ تم اطمینان رکھو۔ ابھی جا رہا ہوں پر چند سیکنڈ کے بعد ہی دوسروں کے اندر آ کر تمہاری نگرانی کرتا رہوں گا۔"

اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے جاتا۔ یکبارگی ثمر سلطانہ نے چیختے ہوئے اچھل کر زمین پر گرتے ہوئے یہ سمجھایا کہ اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا گیا ہے۔ جنگل بھٹا چاریہ قہقہے لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

"فرمان! تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو؟ میں یہاں سے نہیں گیا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تم کیسی مکاری دکھا سکتے ہو۔ اب بولو اس کو کیسے بچاؤ گے؟"

فرمان نے ٹوٹی بے کو بلایا اور کہا "دیکھو...... میری ثمر سلطانہ کی کیا حالت ہو رہی ہے؟ میں بہت مجبور ہوں' اب تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گا۔ اس بھٹا چاریہ کو منتر پڑھنے سے نہیں روک سکوں گا۔ میں اپنی محبوبہ کو لے کر یہاں سے جا رہا ہوں۔"

ثمر سلطانہ کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے اس کے ذہن کو تھپکنے لگے۔ آرام پہنچانے لگے۔ جب اس کی تکلیف ذرا کم ہونے لگی تو ٹوٹی نے چنڈال کے اندر پہنچ کر معلوم کیا تو وہاں جنگل بھٹا چاریہ منتر پڑھ رہا تھا۔ اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ کیا کرے؟

وہ نہیں چاہتا تھا کہ چنڈال اتنی جلدی مر جائے' اسے نجات حاصل ہو جائے۔ اور وہ دوسرا جسم حاصل کر کے اس سے دشمنی کرنے لگے۔ اس نے فرمان کے پاس آ کر کہا "وہ کم بخت منتر پڑھتا جا رہا ہے۔ اسے یہاں سے نکل کر لے جانے دو۔"

فرمان نے کہا "لے جانے دو۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ وہ میرے ہاتھ سے نکل جائے گا تو میں کبھی اس سے انتقام نہیں لے سکوں گا اور پھر دوسری مصیبت یہ ہوگی کہ وہ میرے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑ جائے گا۔ پتا نہیں آئندہ کسی کا جسم حاصل کرے گا اور چھپ کر مجھ پر وار کرتا رہے گا۔"

"کتنے ہی دشمنوں سے ہمارا واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ ایک دشمن یہ بھی سہی۔ فکر نہ کرو' ہم اس کا مقابلہ کریں گے۔"

"نہیں...... اس سے پہلے کہ شیطان اور زیادہ شیطانیت پر اتر آئے میں اسے مرنے نہیں دوں گا۔ اس جسم سے نجات حاصل کر کے پاگل خانے سے باہر جانے نہیں دوں گا۔"

"اگر تم نے اسے منتر پڑھنے سے روکا تو وہ یہاں آ کر پھر ثمر سلطانہ کے دماغ کو پھوڑا بناتا رہے گا۔"

"میں کیا کروں؟ کیا میں تمہاری ایک محبوبہ کی خاطر انتقام لینا چھوڑ دوں؟ اور اس دشمن کو آئندہ دشمنی کا موقع دوں؟"

"تم نے کہا تھا کہ دوستی قائم رکھو گے۔ اور ہم ایک دوسرے کے کام آتے رہیں گے۔"

"مگر تم اس وقت میرے کام نہیں آ رہے ہو۔ چنڈال کو نجات حاصل کرنے کا موقع دے رہے ہو؟"

"اسی طرح میں شکایت کرتا ہوں کہ تم اسے منتر پڑھنے سے روکو گے تو وہ یہاں آ کر زلزلے پیدا کرے گا اور میری محبوبہ کو مار ڈالے گا۔"

"تم ایک لڑکی کی جان بچانے کے لیے۔ اس شیطان کی رہائی کا راستہ کھول رہے ہو۔ جو کتنے ہی لوگوں کو کتنی ہی لڑکیوں کو اور مجھ جیسے کتنے ہی لوگوں کو نقصان پہنچاتا رہے گا؟ تم اس کا حساب نہیں کر رہے ہو؟"

"میں نے کہا ہے کہ مجھ پر بھروسا کرو' میں ہمیشہ تمہارا ساتھ دوں گا۔ یہ چنڈال تمہارا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ ہم دونوں مل کر ہی اس کا مقابلہ کریں گے۔"

"دیکھو فرمان! میں نہیں چاہتا کہ ہم دونوں کی دوستی کے درمیان اختلاف پیدا ہو۔ اس کا ایک حل یہ ہے کہ تم ثمر سلطانہ کو فوراً یہاں سے روانہ کر دو۔ اس کے ساتھ کوئی نہ رہے تو جنگل بھٹا چاریہ کسی کو آلہ کار بنا کر اس کے اندر پہنچ نہیں سکے گا۔ تم نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہوا ہے۔ تم بھی اس کے اندر نہیں جاؤ گے تو اس بھٹا چاریہ کو اس کے اندر آنے کا موقع نہیں ملے گا۔"

''اس کا دماغ زلزلے کی وجہ سے ابھی کمزور ہے۔ اسی لیے یہ سانس نہیں روک سکے گی۔ اس کے دماغ کو لاک ضرور کیا ہے مگر اسے ذرا نارمل تو ہونے دو۔''

''اسے دوبارہ دماغی توانائی حاصل کرنے میں کم از کم ایک گھنٹا تو ضرور لگے گا اور پتہ نہیں اس ایک گھنٹے میں وہ کم بخت کیا کر گزرے گا؟''

''میں ابھی جا کر دیکھا ہوں کہ وہ کیا کر رہا ہے؟''

وہ دونوں ہی خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے چنڈال کے دماغ میں پہنچے تو انہیں اس کا دماغ نہیں ملا۔ سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ یہ سمجھ میں آ گیا کہ چنڈال جسمانی طور پر مر چکا ہے۔ اب پتا نہیں اس کی آتما کہاں گئی ہو گی؟ اور وہ جنگل بھٹا چاریہ اسے کہاں پہنچا رہا ہو گا؟''

وہ دونوں ثمر سلطانہ کے دماغ میں آئے تو فرمان نے کہا۔

''ہم اس بار تو شکست کھا چکے ہیں۔ چنڈال جو گیا جسمانی طور پر مر چکا ہے۔ اس کی آتما یہاں سے رہائی حاصل کر چکی ہے۔''

انیتا خوشی سے کھل گئی، کہنے لگی ''میرے باپ کو کوئی شکست نہیں دے سکتا وہ مہا گیانی ہیں اب دیکھنا وہ کیسے انتقام لیں گے اور مجھے اس ثمر سلطانہ کے جسم سے نکال کر لے جائیں گے۔''

ٹونی نے کہا ''فرمان! یہ بات یاد رکھنا کہ میں نے تمہاری محبوبہ کی خاطر اسے نجات حاصل کرنے کا موقع دیا اگر میں یہاں باتوں میں نہ الجھتا تو اسے منتر پڑھنے سے روکتا رہتا لیکن ایسا نہ ہو سکا۔''

فرمان نے کہا ''فکر نہ کرو میں آخری وقت تک تم سے دوستی نبھاؤں گا دیکھتے ہیں کہ وہ نئی زندگی حاصل کر کے آئندہ کیا کرتا ہے۔''

انیتا نے کہا ''میرے پتا جی جب جوابی کاروائی کریں گے تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔''

''تم بکواس کرتی رہو۔ اور یہ خواب دیکھتی رہو کہ تمہیں ثمر سلطانہ کے جسم سے رہائی حاصل ہو سکے گی۔ ہم تمہیں کبھی یہاں سے نکلنے نہیں دیں گے۔ ثمر سلطانہ اپنے اس جسم کے ساتھ زندہ رہے گی۔''

تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کتنا خطرناک شکتی مان تھا۔ آتما شکتی کے سلسلے میں مہارت رکھتا تھا وہ کسی بھی زندہ شخص کو لا کر اس کی آتما کو اس کے جسم سے نکال کر اپنی پسند کی آتما کو اس کے اندر پہنچا دیتا تھا۔

اس نے اس وقت بھی یہی کیا۔ ایک بہت ہی تندرست و توانا شخص ایک ہیلتھ کلب میں ورزش کر رہا تھا۔ اس نے اس وقت اسے دبوچ لیا اس کے جسم سے آتما کو نکال کر اس کے اندر چنڈال کی آتما کو پہنچا دیا۔

اس باڈی بلڈر کا نام وکی ورما تھا۔ وہاں ورزش کرنے والے سب ہی لوگ اس کے پاس دوڑتے ہوئے آئے کیوں کہ وہ اچانک ہی گر کر تڑپنے لگا تھا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی بالکل ساکت ہو گیا تھا۔ جیسے مر چکا ہوں وہ سب اسے چھو کر ٹٹول کر دیکھ رہے تھے۔ نبض ٹٹول رہے تھے۔ ایسے ہی وقت اس نے آنکھیں کھول دیں پھر اٹھ کر بیٹھ گیا سب نے حیرانی سے پوچھا ''تمہیں کیا ہو گیا تھا؟''

وہ انجان بن کر بولا ''پتا نہیں کیا ہو گیا تھا؟ بس ایک دم سے گر پڑا پھر مجھے کوئی ہوش نہیں رہا۔ ایسا لگا جیسے کہ میں مر گیا ہوں۔ لیکن میں تو زندہ ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگا ایک نے کہا ''یار وکی! تیری زندہ دلی ہمیں پریشان کر دیتی ہے۔ لعنت ہے تجھ پر۔''

وہ سب ہنستے بولتے اپنی اپنی جگہ جا کر ورزش کرنے لگے۔ وکی ورما اپنی ورزش کرنے والی جگہ پر بیٹھا رہا۔ جنگل بھٹا چاریہ نے ہنستے ہوئے پوچھا ''بولو چنڈال! کہاں ہو تم؟''

چنڈال نے خوش ہو کر کہا ''میں آپ کا سیوک ہوں آپ کا داس ہوں۔ ساری زندگی آپ کی خدمت کرتا رہوں گا ان لوگوں نے مجھے جس قدر جسمانی اور دماغی طور پر کمزور بنایا تھا۔ اب میں اسی قدر توانائی محسوس کر رہا ہوں۔ آپ نے مجھے ایک باڈی بلڈر کے اندر پہنچا کر اچانک ہی پھر سے طاقتور بنا دیا ہے۔''

''تم ایک مردہ وکی ورما کے جسم و دماغ کے مالک ہو آرام سے اس کے خیالات پڑھو معلوم کرو کہ اس نے اب تک کیسی زندگی گزاری ہے؟ اس کے کون کون سے رشتے دار اور دوست احباب ہیں۔ پوری تفصیل معلوم کرنے کے بعد یہاں سے اس کے گھر کی طرف جاؤ۔ کیوں کہ اب وہ گھر تمہارا ہو گا۔''

''آپ کہاں جا رہے ہیں؟''

''میں ہر وقت تمہارے پاس نہیں رہوں گا۔ جب تم سیٹھ ہریش چندر کے جسم میں قیدی بنے ہوئے تھے تب اس کا بھائی جگدیش چندر میرے پاس آیا تھا۔ اسی کی مہربانیوں سے تم نے رہائی حاصل کی ہے۔ وہ تمہیں پھر سے زندہ دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ اس کا بھائی اسے زندہ واپس ملے گیا' کیا تم دوبارہ اس سیٹھ ہریش چندر کے جسم

میں جانا چاہو گے؟''

''ہرگز نہیں...... میں ہاتھ جوڑ کر آپ سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے اس باڈی بلڈر کے اندر طاقتور بن کر رہنے دیں۔''

''ٹھیک ہے میں جگدیش کو مطمئن کرنے کے لیے کچھ کروں گا۔''

ادھر پاگل خانے سے ان سب کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ پاگل ہریش چندر مر چکا ہے۔ ایسے وقت جگدیش چندر وہاں پہنچ گیا تھا۔ اور کہہ رہا تھا کہ میرے بھائی کو زندہ یہاں سے نکلنے نہیں دیا اب یہ مر چکا ہے۔ اس کی لاش اب تو میرے حوالے کر دو۔

اسپتال کے ڈاکٹر نے فون کے ذریعے ہریش چندر کے دونوں بیٹوں کو اس کی موت سے آگاہ کیا اور کہا ''اس کا بھائی جگدیش لانے کے لیے آیا ہے کیا اس کی تلاش اس کے حوالے کر دی جائے؟''

دونوں بیٹوں کو ہریش چندر یعنی اپنے باپ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، انہوں نے کہا ''ہمارے چاچا کو وہ لاش لے جانے دو۔''

اس پاگل خانے کے ڈاکٹر نے وہ لاش جگدیش کے حوالے کی۔ وہ اسے لے کر ایک اسپتال میں پہنچا۔ وہاں پہلے ہی بات کر چکا تھا کہ ایک لاش پاگل خانے سے لائی جائے گی اسے دہاں کے ایئر کنڈیشنڈ مردہ خانے میں رکھا جائے۔''

اس نے دہاں کے تمام چارجز ادا کیے تھے۔ لہٰذا ہریش چندر کی وہ لاش مردہ خانے میں پہنچ گئی۔ پھر جگدیش نے تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کے پاس آ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ''مہاراج! میں نے آپ کی ہدایت کے مطابق اپنے بھائی کی لاش کو اسپتال کے مردہ خانے میں پہنچا دیا ہے۔''

بھٹار چاریہ نے کہا ''میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔ تمہارا بھائی تمہیں زندہ واپس ملے گا آج رات بارہ بجے تم اسپتال کے پچھلے حصے میں گاڑی لے کر پہنچ جاؤ وہ زندہ ہو کر اس مردہ خانے سے نکل کر تمہارے پاس آ جائے گا۔''

وہ الٹے قدموں وہاں سے جاتے ہوئے بولنے لگا ''مہاراج کی جے ہو...... میں جانتا ہوں کہ آپ یہ چمتکار کریں گے۔ مردے کو زندہ کریں گے میرا بھائی مجھے آدھی رات کے بعد زندہ ملے گا۔''

وہ بولتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ جنگل بھٹار یہ تھوڑی دیر تک دھیان گیان میں مصروف رہا۔ اس نے سوچا تھا کہ آدھی رات سے پہلے وہ کسی کی بھی آتما کو اس کے جسم سے نکالے گا اور اس آتما کے پاس پہنچ جائے گا۔ ابھی شام ہونے والی تھی وہ رات کو یہ سب کچھ کرنے والا تھا۔

ایسے ہی وقت شیوانی کی آتما اس کے پاس پہنچ گئی۔ وہ اس کی موجودگی کو سمجھتے ہی منتر پڑھنے لگا۔ ان منتروں کے ذریعے پتا چلا کہ وہ شیوانی کی آتما ہے اس نے پوچھا ''شیوانی! تم......؟''

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے کہا ''اوہ...... مجھے معلوم کرنا ہی ہو گا کہ تم کیسے پلٹ کر آئی ہو؟''

اس نے آنکھیں بند کیں پھر منتر پڑھنے لگا۔ پھر اپنے دھیان گیان سے معلوم کرنے لگا کہ ایک جگہ ایک جوان عورت بہت بیمار ہے اور لب دم ہے۔

اس نے فوراً ہی اس کا دم نکال دیا۔ اس کی آتما باہر نکلی تو اس نے شیوانی کی آتما کو اس کے اندر پہنچا دیا۔ اس حسینہ کا نام الکا اگنی ہوتری تھا۔ اس کے رشتے دار اس کی بیماری سے پریشان تھے۔ انہیں چند سیکنڈ کے لیے یوں لگا کہ جیسے ان کا دم نکل گیا ہے وہ مر چکی ہے۔

لیکن پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ سانسیں لینے لگی۔ اس نے آنکھیں کھول کر ان سب کو دیکھا وہ خوش ہو رہے تھے۔ بھٹا چاریہ نے کہا ''ان رشتہ داروں سے کہو کہ وہ چلے جائیں اور تمہیں کچھ دیر تنہا سونے دیں۔''

وہ بولی ''میں اب ٹھیک ہو، کوئی پریشانی نہیں ہے میں تنہائی چاہتی ہوں مجھے سونے دو۔''

یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ رشتے دار مطمئن ہو گئے تھے۔ اس لیے کسی نے اسے مخاطب نہیں کیا۔ اسے سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

بھٹا چاریہ نے پوچھا ''ہوں......؟ اب بتاؤ تم پھر میرے پاس واپس کیوں آئی ہو؟ تم نے تو بغاوت کی تھی مجھے دھوکا دیا تھا میری نافرمانی کی تھی۔''

وہ بولی ''میں شرمندہ ہوں اور ہار پچھتا کر تمہارے پاس آئی ہوں۔''

''میں جانتا تھا تمہاری آنکھیں بہت خطرناک ہیں میں جب تمہاری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا تھا تو خود ہی کھینچا چلا آتا تھا اس لیے سوچ لیا تھا کہ تم پر زیادہ بھروسا نہیں کروں گا۔''

''تو پھر آپ نے کیوں بھروسا کیا تھا؟''

''پورا اعتماد نہیں لیا تھا۔ اسی لیے تو تمہاری آتما کو انا میریا کے اندر پہنچایا تھا۔ اور ایسا منتر پڑھا تھا کہ تم اس کے اندر بول نہیں پاتی تھیں۔ اپنی مرضی سے اس سے کوئی کام نہیں لے سکتی تھیں۔ صرف اتنا تھا کہ تم نے اس کے دماغ میں اپنے بیٹے

عدنان کے لیے ممتا بھر دی تھی۔"
وہ پریشان ہو کر بولی "عدنان کے باپ نے انا میریا کو ہلاک کر دیا ہے۔ اس کا جسم فنا ہو چکا ہے اس لیے میں اس کے اندر سے نکل کر آپ کے پاس آئی ہوں۔ اپنے بیٹے کو ہار رہی ہوں مگر ہارنا نہیں چاہتی۔ اب آپ ہی میرے لیے کچھ کر سکتے ہیں۔"

"ہوں...... تو میں تمہارے لیے کچھ کروں؟ مگر کیوں کروں؟ تم جیسی مکار اور دھوکے باز پر اب کیا میں بھروسا کروں گا؟"

"آپ اپنے منتروں کے ذریعے مجھے جکڑ کر رکھیں۔ اور اپنی داسی بنا کر رکھیں لیکن اتنی آزادی دیں کہ اپنے بچے کے لیے کچھ کر سکوں۔ کیا آپ چاہیں گے کہ میرا بیٹا ان روحانی عمل کرنے والوں کے پاس جائے؟ کیا آپ اپنے کالے جادو کا زور نہیں دکھا سکتے؟ کیا آپ اس سے کمزور پڑ جانا چاہتے ہیں؟"

"ہرگز نہیں...... میں کبھی کسی سے کمزور نہیں پڑتا۔ وہ روحانی عمل والے کیا بیچتے ہیں؟ میں تو ان کے ہوش ٹھکانے لگا دوں گا۔"

"بس میں یہی چاہتی ہوں کہ آپ نے مجھے یہ نیا جسم دیا ہے میرے اندر بولنے کی قوت کو بحال رکھیں۔ مجھے اس جسم کے اندر بولنے کی طاقت دیں۔ اپنے منتروں سے مجھے گونگی نہ بنائیں۔ میں اپنے بیٹے کے لیے فائٹ کرنا چاہتی ہوں۔ اسے حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"اب تو تمہیں کوئی سزا دینی ہوگی۔ کوئی شرط لگانی ہوگی۔"

"میں آپ کی ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے تم اپنے بیٹے عدنان کو حاصل کر کے میرے حوالے کرو گی۔ وہ مسلمان اسے روحانیت کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ میں اس بچے کو کالے عمل کی طرف لاؤں گا۔ اسے اپنی طرف کالا عمل سکھاؤں گا۔ اور اپنا غلام بنا کر رکھوں گا۔"

"مجھے منظور ہے۔ میں نے کہا ناں...... کہ میں ہر قیمت پر اپنے بیٹے کو حاصل کرنا چاہتی ہوں اور ضرور حاصل کروں گی۔"

"تو پھر اطمینان رکھو۔ آج سے تم اس جسم میں آزاد ہو۔ اس جسم والی کو اپنے حکم پر چلا سکتی ہو۔ اور میں تمہاری مدد کے لیے پہنچتا رہوں گا۔"

"میں آپ کی مہربانی سے اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچ جایا کرتی تھی۔ کیا میری یہ صلاحیت قائم رہے گی؟"

"ہاں...... تم اپنے بیٹے کی دماغ میں جب چاہے پہنچ جایا کرو گی۔"

"میں اس وقت کس ملک کے شہر میں ہوں؟"

"ہندوستان میں یہ شہر دہلی ہے۔"

"میرا بیٹا دشانے میں ہے۔ اسے وہیں کہیں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ میں وہاں پہنچنا چاہتی ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ تمہیں وہاں تک نہیں پہنچا سکوں گا۔ تم یہ معلوم کرو کہ جس کے جسم میں پہنچ چکی ہو وہ کوئی مالدار لڑکی ہے یا نہیں؟...... نہیں ہوگی تو میں اچھی خاصی رقم سے تمہاری مدد کر دوں گا۔ پھر تم یہاں سے کہیں بھی جا سکو گی۔"

"آپ خیال خوانی کے ذریعے اس کے بارے میں بہت سی باتیں جلد سے جلد معلوم کر سکتے ہیں۔ مجھے معلوم کرنے میں بڑی دیر لگے گی۔ پھر سب مجھ پر شبہ کریں گے کہ میں خود کو کیوں نہیں پہچان رہی ہوں؟ ابھی تو مجھے اپنا موجودہ نام بھی نہیں معلوم ہے۔"

"تم خاموش رہو میں خیالات پڑھ کر بتاتا ہوں۔"

وہ اس لڑکی الکا اگنی ہوتری کے تمام قریبی رشتہ داروں کے خیالات پڑھنے لگا۔ شیوانی کو اس کے تمام رشتہ داروں کے خیالات بتانے لگا پھر کہا "تمہارا باپ ارب پتی بزنس مین تھا۔ اس نے تمہارے نام پر ساری دولت و جائیداد چھوڑی ہے۔ وہ تمہاری ماں کے نام کم سے کم جائیداد اور نقد رقم چھوڑ کر گیا ہے۔ اس لیے تمہاری ماں تم سے جلتی کڑھتی ہے۔ اب وہ دوسری شادی کرنا چاہتی تھی۔ تم ماں بیٹی میں بنتی نہیں ہے۔"

وہ بولی "یہ ٹیلی پیتھی بھی کتنا زبردست علم ہے۔ آپ نے چند لمحوں میں ان کے پورے خاندان کے حالات معلوم کر لیے۔ اب اگر میں اپنی جھگڑا کرنے والی ماں سے اور دوسرے کینہ رکھنے والے رشتہ داروں سے باتیں کروں گی تو ان کے اندر کی باتیں معلوم نہیں کر سکوں گی۔ اور پھر آئندہ بھی مجھے فرہاد اور سونیا جیسے پہاڑوں سے ٹکرانے کے لیے آپ کی ٹیلی پیتھی کی بہت سخت ضرورت پڑے گی۔ کیا آپ ہر روز دوپہر شام آ کر میری مدد کر سکیں گے؟"

"یہ ممکن نہیں ہے۔ میں بہت مصروف رہتا ہوں۔ مگر کسی نہ کسی طرح تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔"

پھر اس نے ایک دم سے چونک کر کہا "ہاں میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے زیر اثر آ گیا ہے۔ وہ میرا غلام ہے اور غلام بن کر رہے گا۔ میں اسے حکم دیتا ہوں کہ وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔"

"تو پھر آپ اسے ابھی میرے پاس بھیج دیں۔"

"ابھی نہیں...... میں آج رات بارہ بجے تک بہت مصروف ہوں۔ اس کے بعد تمہارے پاس آؤں گا۔ تم پر کالا عمل کروں گا۔ تمہارے دل و دماغ کو اپنے زیر اثر لوں گا۔ اور یہی اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ بھی کروں گا۔ اس کے بعد تم دونوں کو ایک ساتھ رہنے دوں گا۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔ تم آج آدھی رات تک کسی طرح بھی اپنے ان موجودہ رشتہ داروں سے نمٹتی رہو۔ اس کے بعد ان رشتہ داروں سے اور تمام دشمنوں سے نمٹنا آسان ہو جائے گا۔"

اس نے شیوانی سے رابطہ ختم کیا۔ پھر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہاں آدھی رات تک دھیان گیان میں مصروف رہا۔ رات بارہ بجے سے پہلے ہی جگدیش اپنی گاڑی لے کر اسپتال کے پچھلی طرف پہنچ گیا۔ اور اپنے بھائی ہریش چندر کا انتظار کرنے لگا۔ اسپتال کے باہر اور اندر گہری خاموشی اور نیم تاریکی تھی۔ اسپتال کے اندر وارڈ بوائز اور نرسیں جاگ رہی تھیں۔ ان میں سے کچھ سو رہی تھیں۔ مریض بھی سو رہے تھے جو تکلیف میں مبتلا تھے وہ کروٹیں بدل رہے تھے۔

اسپتال کے باہر بھی ضروری لائٹوں کو آن رکھا گیا تھا۔ ورنہ دور تک گہری تاریکی تھی۔ اس اسپتال کے وسیع و عریض مردہ خانے میں بھی نیم تاریکی تھی۔ صرف ایک کم پاور کا بلب روشن تھا۔ اور اس نیم تاریکی اور نیم روشنی میں تمام مردے قیامت کی نیند سو رہے تھے۔

ایسے ہی وقت اس مردہ خانے کا دروازہ ہلکے ہلکے کھلنے لگا۔ اس اسپتال کا ایک ڈاکٹر دو ہٹے کٹے وارڈ بوائز کے ساتھ اندر آیا تھا۔ انہوں نے ایک اسٹریچر اٹھا رکھا تھا۔ وہ تینوں اس اسپتال کے ایسے اہم افراد تھے جو درپردہ کالا دھندا کرتے تھے۔ ان کا ایک بہت بڑا گینگ تھا۔ اس گینگ کے افراد اچھے صحت مند لوگوں کو اغوا کرتے تھے اور دواؤں کے ذریعے انہیں ہلاک کر کے مردہ خانے میں پہنچا دیتے تھے۔ پھر آدھی رات کے بعد انہیں وہاں سے نکال کر آپریشن تھیٹر لے جاتے تھے پھر ان کے دل گردے وغیرہ نکال کر ضرورت مندوں کے ہاتھوں فروخت کر کے لاکھوں روپے کماتے رہتے تھے۔

اس روز ایک گھنٹا پہلے ایک صحت مند مریض کو انجکشن کے ذریعے ہلاک کیا تھا۔ اور وہاں مردہ خانے میں پہنچا دیا تھا۔ اس وقت وہ اسے آپریشن تھیٹر میں نہیں لے جا سکتے تھے۔ ان کی کچھ مجبوریاں تھیں۔ اب ایک گھنٹے بعد انہیں موقع ملا تھا۔ تو وہ اس مردے کو وہاں سے لے جانے کے لیے آئے تھے۔

وہاں کچھ مردے ہینگروں سے لٹکے ہوئے تھے اور کچھ لکڑی کے تختوں پر چاروں شانے چت لیٹے ہوئے تھے۔ دونوں وارڈ بوائز نے ایک مردے کے قریب اسٹریچر لا کر کھولا اور اسے نیچے بچھا دیا۔

ایسے ہی وقت ہریش چندر نے آنکھیں کھولیں۔ خود کو دیکھا سوچا کہاں ہے؟ اس کے اندر جنگل بھٹا چاریہ نے کہا "اس وقت تم ایک اسپتال کے مردہ خانے میں ہو۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ گڑگڑاتے ہوئے بولا "مہاراج! آپ مجھے کب تک سزا دیں گے؟ اب سے پہلے آپ نے مجھے ایک بیمار کے بوڑھے شریر (جسم) میں پہنچایا تھا۔ وہاں میں کھانستا رہا۔ بلغم تھوکتا رہا۔ اور بڑی مصیبتیں جھیلتا رہا۔ اب آپ نے مجھے اس جسم میں پہنچایا ہے یہ کس کا ہے؟ یہ کون ہے؟"

"ابھی تمہیں سب معلوم ہو جائے گا۔ میں نے تمہیں چتاونی دی تھی کہ کبھی مجھ سے جھوٹ نہ بولنا۔ کوئی دھوکا نہ دینا۔ تم نے جھوٹ کہا دھوکا دیا۔ اس کی سزا میں تمہیں دیتا رہا۔ اب اس سزا کی مدت ختم ہونے والی ہے۔ یہ آخری جسم ہے اس کے اندر تم کچھ دنوں تک رہو گے۔ پھر میں تمہیں تمہاری خواہش کے مطابق کسی خوبرو صحت مند نوجوان کے جسم میں پہنچا دوں گا۔"

وہ شام سے اب تک اس مردہ خانے میں پڑا ہوا تھا۔ مسلسل ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں رہنے کے باعث لباس اور جسم پر برف جمی ہوئی تھی وہ برف کو دونوں ہاتھوں سے جھاڑنے لگا۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ایسا کرتے وقت کچھ آہٹ کچھ سرسراہٹ سی ہو رہی تھی۔ ادھر ڈاکٹر اور دو وارڈ بوائز نے آواز سنی پھر ادھر ادھر دیکھا۔ ایک نے پوچھا "سر! یہ آواز کیسی ہے؟"

ڈاکٹر نے کہا "شاید کسی حصے سے برف ٹوٹ کر گر رہی ہے چلو جلدی کرو۔ اس مردے کو اسٹریچر پر ڈالو۔"

وارڈ بوائز اسے اسٹریچر پر ڈالنے لگے دوسرے وارڈ بوائے نے کہا "سر! یہ بہت ڈرپوک ہے اتنے دنوں سے ہمارے ساتھ کام کر رہا ہے لیکن مردہ خانے میں آنے سے ڈرتا ہے۔"

"یہ پاگل کا بچہ ہے مردہ تو مردہ ہی ہوتا ہے۔ کیا وہ کبھی زندہ ہو کر اٹھ سکتا ہے؟ مردوں سے تو نادان بچے ہی ڈرتے ہیں۔"

ہریش چندر کے جسم پر جگہ جگہ زخموں کے نشانات تھے پاگل خانے میں اسے ٹارچر کیا جاتا رہا تھا اور بھاری زنجیروں سے باندھا جاتا تھا۔ اس کی وجہ سے وہ زخمی اور لہولہان رہتا

تھا۔ اس وقت وہ وہاں سے آگے بڑھنے لگا۔ دروازہ ڈھونڈنے لگا کہ وہ کس طرف ہے؟ اس کے قدموں کے نیچے برف ٹوٹ رہی تھی۔ ہلکی ہلکی ٹوٹ پھوٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

وہ تینوں چونک کر سننے لگے۔ ادھر ادھر دیکھنے لگے پھر ایک دم سے چونک گئے' کوئی شخص چلتا ہوا ادھر آرہا تھا اور انہیں دیکھ کر ٹھٹھک گیا تھا۔ وہیں رک گیا تھا جو وارڈ بوائے ڈرپوک تھا وہ خوف سے تھرتھر کانپنے لگا۔ ڈاکٹر نے بھی حیرانی سے اسے دیکھا۔ ذرا سہم کر پوچھا" تم......کون ہو......؟"

دوسرے وارڈ بوائے نے کہا" سر! اب سے چھ گھنٹے پہلے اسے پاگل خانے سے لایا گیا تھا۔ یہ مردہ تھا بالکل مردہ تھا یہ ...... یہ زندہ کیسے ہوگیا؟"

وہ بولا" میں یہ دیکھنے کے لیے زندہ ہوگیا ہوں کہ تم لوگ مردوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو؟ اس مردے کو اسٹریچر پر کہاں لے جا رہے ہو؟ چلو اسے ہٹاؤ اور مجھے اس اسٹریچر پر ڈال کر لے جاؤ۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کرو گے؟"

وہ تینوں سہمے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹ رہے تھے۔ پھر ایک دم سے پلٹ کر بھاگتے ہوئے دروازے کی طرف جانے لگے وہ ان کے پیچھے آرام سے چل رہا تھا۔ انہوں نے دروازہ کھول کر باہر جانے سے پہلے پلٹ کر دیکھا وہ آرہا ہے یا نہیں اور وہ آرہا تھا۔

وہ تینوں ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوئے گرتے پڑتے دروازے سے باہر نکلے پھر وہاں سے بھاگنے لگے' وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا باہر آیا۔ وہاں اس نے ادھر ادھر سر گھما کر دیکھا تو وہ ڈاکٹر اور وارڈ بوائز سہمے ہوئے ایک جگہ ٹھہر کر اسے دیکھ رہے تھے۔ دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ مردہ واپس جا کر اسی مردہ خانے میں رہے گا یا اسپتال کے اندر آئے گا؟"

لیکن وہ جنگل بھٹا چاریہ کی ہدایت کے مطابق پچھلے گیٹ کی طرف جا رہا تھا۔ وہ سہمے ہوئے اسے دیکھ رہے تھے چیخ نہیں سکتے تھے۔ کسی کو بلا نہیں سکتے تھے۔ اور کسی سے یہ بھی نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ چور دھندے کے لیے مردہ خانے میں گئے تھے اور وہاں سے مردہ اٹھ کر کہیں جا رہا ہے۔

وہ گیٹ کے باہر چلا گیا۔ وہ سہمے ہوئے انداز میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر دیکھتے رہے۔ وہ مردہ چلتا ہوا ایک گاڑی کے پاس گیا تھا۔ پھر اس کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ وہ گاڑی وہاں سے چل پڑی چونکہ نیم تاریکی تھی اس لیے اس گاڑی کی نیم پلیٹ پڑھی نہیں جا سکی۔ اگر روشنی ہوتی تب بھی وہ اتنے سہمے ہوئے تھے کہ گاڑی کا نمبر پڑھنا بھول جاتے۔

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک مردے کو جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اور اب وہ جا چکا تھا۔

☆☆☆

الپا کی بیٹی انوشے تمام مخالفین کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ پہلے مخالف تو اسرائیلی اکابرین تھے۔ وہ انوشے کو زیر کر کے اس کی ماں الپا کو اپنے سامنے جھکانا چاہتے تھے۔ اس اسرائیل اپنے پاس بلا کر پہلے کی طرح اس کی ٹیلی پیتھی سے فائدے اٹھانا چاہتے تھے۔

دوسرا مخالف آوازدن تھا۔ وہ انوشے سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ جب کہ وہ سات برس کی تھی۔ وہ اس کے جوان ہونے کا انتظار کر سکتا تھا۔ اس سے پہلے وہ اسے اپنی گرفت میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس کے ستارے کہہ رہے تھے کہ انوشے اس کی زندگی کے لیے بہت اہم ہے۔ وہ اس کی شریک حیات بن کر رہے گی تو وہ ہر قدم پر کامیابی حاصل کرتا رہ جائے گا۔ کبھی کسی کے زیر اثر نہیں آئے گا۔

ارنا کوف اور آوازدن نے اسرائیلی اکابرین سے کہا کہ انوشے ان کی ضرورت ہے لہٰذا اسے کسی بھی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا جائے اور اسرائیلی اکابرین نے ان سے وعدہ کیا تھا کیونکہ ارنا کوف اور آوازدن ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے کام آتے رہتے تھے۔

لیکن اسرائیل میں تین ایسے پراسرار سیاست دان تھے جو ہمیشہ روپوش رہ کر اسرائیلی اکابرین کو گائیڈ کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ انوشے کو آوازدن کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ خاموشی سے انوشے کو ٹریپ کر کے اسرائیل لایا جائے گا تاکہ اس کے ذریعے الپا کو اپنے قابو میں رکھا جا سکے۔

یعنی اسرائیل کے یہودی دوہری چالیں چل رہے تھے ایک طرف ارنا کوف اور آوازدن کی ٹیلی پیتھی کو اپنے کام میں لا رہے تھے۔ ان سے فائدہ اٹھا رہے تھے اور دوسری طرف انہیں دھوکا بھی دے رہے تھے۔ یہ جانتے ہوئے بھی انوشے ان ماں بیٹے کی ضرورت ہے اور وہ اسے خاموشی سے حاصل کر لینا چاہتے تھے اور آوازدن کو ہمیشہ دھوکے میں رکھنا چاہتے تھے۔

یہ پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ ارنا کوف نے انوشے کو ٹریپ کرنے کے لیے کالا عمل کرنا شروع کیا تھا اس کے لیے پتلا ایک تھال میں رکھا تھا۔ اور اس منتر کی تاثیر یہ تھی کہ جب انوشے بابا صاحب کے ادارے سے باہر قدم نکالتی یا اپنی ماں سے ملنے کے لیے جاتی تو وہ پتلا تھال سے باہر آ کر گر پڑتا۔ اس طرح پتا چل جاتا کہ انوشے بابا صاحب کے ادارے سے باہر آ چکی ہے۔

اسی طرح اسرائیل میں وہ تین پراسرار سیاست دان تھے ان میں سے ایک کالے عمل کا ماہر تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ جب بھی انوشے بابا صاحب کے ادارے سے باہر آئے گی تو اسے اپنے علم سے معلوم ہو جائے گا۔ لہٰذا وہ بھی کالے عمل میں مصروف رہا کرتا تھا۔

اس کے علاوہ دوسری طرف بھی انوشے کو ٹریپ کرنے کے انتظامات کیے جا چکے تھے۔ مخالفین کا خیال تھا کہ انوشے بابا صاحب کے ادارے سے باہر آ کر کار کے ذریعے سے پیرس جائے گی یا پھر ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں پہنچے گی۔ بہرحال پیرس شہر ضرور جائے گی۔ تاکہ وہاں سے ہوائی جہاز کے ذریعے ہائی وے کے راستے یا ٹرین کے ذریعے کہیں جا سکے۔

یہ بھی خیال تھا کہ انوشے کو وہاں جھیل کے کنارے والے کسی کاٹیج میں چھپایا جائے گا۔ وہیں اس کے ماں باپ اس سے ملتے رہیں گے یا پھر کسی بڑے ہوٹل میں یا کسی پے انگ گیسٹ والے مکان میں اسے رکھا جائے گا۔

لہٰذا ان تمام مخالفین نے اپنے اپنے طور پر اپنے اپنے آلہ کاروں کو ان تمام مقامات پر نگرانی کے لیے بھیج دیا۔

بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے بے شمار جاسوس اس ادارے سے لے کر پیرس شہر کے ہر حصے میں پھیل گئے تھے۔ انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ دشمن کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ اور انوشے کی تاک میں لگے ہوئے ہیں ہمارے جاسوس آہستہ آہستہ ان تمام دشمنوں کو ہلاک کر رہے تھے اور انہیں اس جگہ سے فرار ہونے پر مجبور کر رہے تھے۔

انابیلا نے پہلے آوازدن سے دوستی کرنا چاہی تھی لیکن اسے مایوسی ہوئی تھی۔ اب اس نے انتقاماً یہ کیا تھا کہ ارنا کوف انوشے کے سلسلے میں جو منتر پڑھ رہی تھی وہ اس منتر کا توڑ کرنے لگی۔ دوسرے منتر پڑھنے لگی۔ تاکہ وہ پتلا تھال سے باہر آ کر نہ گرے اور انوشے ادارے سے باہر آئے تب بھی ارنا کوف کو معلوم نہ ہو سکے۔

اور یہی ہوا تھا، یہ کہا جا سکتا ہے کہ انابیلا نے جو اس کے توڑ پر منتر کیا تھا۔ اس کی وجہ سے وہ پتلا تھال میں ہی رہ گیا تھا اور ارنا کوف کو خبر بھی نہ ہو سکی کہ انوشے ادارے سے باہر آ چکی ہے۔

ہمارا ایمان تھا کہ انوشے کے ساتھ اس کی دادی آمنہ فرہاد آیتیں پڑھتے ہوئے ادارے کے باہر آئی تھی اور انوشے سے کہا تھا کہ بسم اللہ پڑھ کر باہر قدم رکھے۔

ادھر جناب تبریزی بھی آیتیں پڑھ رہے تھے۔ انوشے نے بسم اللہ پڑھ کر ادارے کے باہر قدم رکھا تو بسم اللہ کی برکت سے دشمن اپنے ارادوں میں ناکام ہو گئے' کسی کو یہ خبر نہ ہو سکی کہ وہ باہر آ چکی ہے۔

انابیلا کی دوغلی حرکتوں کے باعث کبریا اس سے ناراض ہو گیا تھا۔ وہ اسے ٹھکرا چکا تھا۔ اور انابیلا آوازدن اور ارنا کوف کی طرف سے مایوس ہو چکی تھی اور یہ طے کر رہی تھی کہ اب اسے اسرائیل میں قدم جمانے چاہئیں۔ جس طرح الپا برسوں تک اسرائیل میں رہ کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکومت کرتی رہی۔ اسی طرح اب الپا کی جگہ اسے لینا چاہئے اور وہ جگہ ابھی خالی تھی۔

اس نے اسرائیلی آرمی کے ایک اعلیٰ افسر سے اس سلسلے میں بات کی تھی۔ پھر اس کے ذریعے وہاں کے اکابرین سے گفتگو کی تھی۔ وہ سب اسے خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ لیکن آوازدن اور ارنا کوف سے مخالفت لینے کے لیے تیار نہیں تھے اور اب تک سب سے زیادہ الپا کو اہمیت دے رہے تھے۔ اور اسے کسی طرح اسرائیل لے آنا چاہتے تھے۔

انابیلا نے کہا" میں ثابت کر سکتی ہوں کہ میں الپا سے زیادہ ذہین اور چالاک ہوں۔ میں بھی اس کی طرح سونیا اور فرہاد جیسے پہاڑوں سے ٹکرا سکتی ہوں۔ میں جلد ہی یہ ثابت کر دوں گی۔"

جب انوشے بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر اپنے باپ پارس کے ساتھ سفر کرتی ہوئی پیرس شہر پہنچی۔ اور وہاں الپا سے ملاقات کی تو اس وقت تک کوئی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ جب وہ وہاں سے روانہ ہونے کے لیے ایئر پورٹ پہنچے تو بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس وہاں موجود تھے اور یہ جانتے تھے کہ دشمن کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے عین وقت پر ان سب کو دبوچ لیا تھا۔ کسی کو ہلاک اور کسی کو زخمی کیا تھا۔ ان میں سے ایک وہاں سے فرار ہو گیا تھا۔

اسی نے فون کے ذریعے آوازدن کو اطلاع دی تھی کہ انوشے بابا صاحب کے ادارے سے باہر آ چکی ہے۔ اور اپنے ماں باپ کے ساتھ کہیں جا رہی ہے اسے ایئر پورٹ پر دیکھا گیا ہے لیکن اس کا راستہ کوئی روک نہیں پایا۔ بابا صاحب کے ادارے والوں نے بڑے سخت انتظامات کیے تھے۔

جب ارنا کوف نے یہ سنا کہ انوشے بابا صاحب کے

ادارے سے باہر آچکی ہے تو وہ حیران رہ گئی۔ اس تھال کی طرف دیکھنے لگی جہاں پتلا کھڑا ہوا تھا۔ اس نے حیران ہو کر آوازون سے کہا" بیٹے! یہ کیا ماجرا ہے؟ میرا جادو منتر ناکام کیسے ہو گیا؟ وہ ادارے سے باہر نکل آئی اور یہ پتلا وہیں کھڑا ہوا ہے۔"

آوازون نے کہا" ماما! سیدھی سی بات سمجھ میں آتی ہے کہ ولاڈی میر نے آپ کے منتروں کو توڑ کیا ہوگا۔ اسی لیے آپ ناکام رہی ہیں۔"

ادھر انابیلا نے اسرائیلی اکابرین سے کہا" میں نے دعویٰ کیا تھا کہ میں ارناکوف آوازون اور الپا وغیرہ سے زیادہ شہ زور ہوں۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا ہو یا کالے جادو کی نگری مجھ سے آگے کوئی نہیں نکل سکتا۔ میں نے سب کو ناکام بنادیا ہے انوشے بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر جاچکی ہے اور اب تک وہ اپنے جادو منتر میں ہی لگے ہوئے ہیں۔"

اسرائیلی اکابرین کو یقین نہیں آرہا تھا کہ انابیلا جیسی نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکی نے ارناکوف وغیرہ کو مات دی ہے اور ان سب کو بیوقوف بنایا ہے۔ کسی کو انوشے کے باہر آنے کی اطلاع بھی نہیں ہونے دی۔

وہ اسرائیلی تین پراسرار سیاست دان روپوش رہ کر ایسی تمام باتیں سنتے رہتے تھے۔ ارناکوف اور آوازون سے بھی جو باتیں ہوتی تھیں۔ وہ بھی وہ چھپ کر سنتے تھے انہوں نے تائید میں کہا" یہ انابیلا درست کہتی ہے ہمارا ایک کالا عمل کرنے والا بھی اس سلسلے میں ناکام رہا ہے۔ اسے بھی معلوم نہ ہوسکا کہ انوشے کل بابا صاحب کے ادارے سے باہر نکل کر گئی ہے۔"

وہ اکابرین ان تینوں سیاست دانوں کی باتیں مانتے تھے۔ اور ان کی رہنمائی کے مطابق ہی ملک کے اندر اور باہر سیاسی چالیں چلتے تھے۔

ان تینوں نے کہا" انابیلا بہت ذہین اور مکار ہے۔ اسے نظرانداز نہیں کرنا چاہئے۔ آئندہ بھی دیکھو کہ وہ کیا کرتی ہے؟ وہ نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرتی رہے گی۔ تو ہم اسے دوسروں پر ترجیح دیں گے۔ اور وہ یہاں آنا چاہئے گی تو اسے خوش آمدید کہیں گے۔ اور اس کی شرط کے مطابق ارناکوف اور آوازون سے دوستی اختیار کرلیں گے۔"

اسرائیلی اکابرین بھی یہ دیکھ رہے تھے کہ ارناکوف آوازون اور ولاڈی میر عدنان کو حاصل کرنے میں مسلسل ناکام ہو رہے ہیں اور اب انوشے کو حاصل کرنے کی باری آئی تھی تو اس میں بھی وہ ناکام ہو رہے تھے۔ ان کے مقابلے میں ایک نئی آنے والی انابیلا ان پر فوقیت حاصل کررہی تھی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ انابیلا نے اپنے مقابلے میں ان سب کو کم تر ثابت کیا تھا۔ اور آئندہ بھی وہ بہت کچھ کرنا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت سونیا نے کبریا سے کہا" انابیلا سے کہو کہ وہ میرے پاس آئے اور مجھ سے باتیں کرے۔"

کبریا نے انابیلا سے رابطہ کیا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولا" میں کبریا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی" کچے دھاگے سے بندھے آئیں گے سرکار میرے...... آخر تم آہی گئے میرے بغیر نہیں رہ سکتے۔"

"فضول باتیں نہیں کرو۔ میں تم سے رومانس کرنے نہیں آیا ہوں۔"

"پھر کس لیے آئے ہو؟"

"مما نے تمہیں بلایا ہے۔ وہ کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہیں۔"

"اور وہ ضروری باتیں کیا ہیں؟ یہ تو تم جانتے ہی ہوگے؟"

"میں کچھ نہیں جانتا' بہتر ہے کہ تم خود جاکر ان سے باتیں کرو۔"

وہ سونیا کے پاس آکر بولی" ہائے مما! میں آپ کے حکم کے مطابق حاضر ہوگئی ہوں۔ آپ مجھ سے ناراض ہیں میری مجبوری یہ ہے کہ میں اب تک آپ کے دل سے اپنے خلاف جو شبہ ہے اسے مٹا نہ سکی۔"

"شبہ نہیں یقین ہے اگر شبہ ہوتا تو اب تک مٹ چکا ہوتا۔ کسی نے مجھ سے جھوٹ بولنے اور فراڈ کرنے کی جرأت نہیں کی۔ کل کی لڑکی ہو کر تم نے مجھے دھوکا دیا اور دھوکے سے آوزون کو میرے اندر پہنچادیا۔ تم کیا سمجھتی ہو کیا تمہارے اس فراڈ کی سزا تمہیں نہیں ملے گی؟"

"آپ مجھ سے بڑی ہیں۔ بہت زیادہ تجربہ کار ہیں ساری دنیا میں مشہور ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اپنے چھوٹوں کو بالکل ہی کم تر سمجھ کر ان پر رعب جمائیں۔ آپ بڑی تجربہ کار ہیں اتنا تو جانتی ہیں کہ چیونٹی کو چیونٹی نہیں سمجھنا چاہئے۔ وہ ہاتھی کی سونڈ میں گھس جائے تو اس کی جان نکال دیتی ہے۔ اگر اسے جان سے نہ مارے تو ہلکان کردیتی ہے۔"

"اچھا تو تم میری جان لوگی؟ ہلکان کردو گی؟"

"ابھی میں چیلنج نہیں کررہی ہوں۔ آپ کو سمجھا رہی ہوں کہ مجھے سزا دینے والی بات نہ کریں۔ میں کسی سے کم تر نہیں ہوں۔ اور نہ ہی کسی کی دھونس میں آنے والی ہوں۔"

سونیا نے پوچھا" اگر میں تمہیں اپنے دباؤ میں لے آؤں تو؟"

"یہ ہو نہیں سکتا۔ آپ اپنی سی کوشش کرکے دیکھ لیں۔"

"تم مجھے کیا دیکھنے کو کہہ رہی ہو۔ تماشا تو میں تمہیں دکھاؤں گی۔ جتنی جلدی ہوسکے اپنی ماں کے پاس جاؤ۔ وہ خطرے میں ہے۔"

وہ ایک دم چونک گئی' کچھ پوچھے بغیر وہاں سے خیال خوانی کرتی اپنی ماں کے پاس پہنچی۔ پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا" ممی! میں آپ کی بیٹی انابیلا بول رہی ہوں۔ آپ خیریت سے تو ہیں نا......؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی" ہاں ہاں بیٹا! میں بالکل خیریت سے ہوں تم پریشان کیوں ہو؟"

وہ اطمینان کی سانس لیتے ہوئے بولی" بس یونہی ذرا ایک مکار عورت کی باتوں میں آگئی تھی۔ وہ خواہ مخواہ اپنی برتری جتانے کے لیے دھونس دیتی رہتی ہے۔"

اسے اپنی ماں کے اندر صالح بن طالبی کی آواز سنائی دی" میڈم کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتیں۔ ابھی بچی ہو تمہیں فیڈر سے دودھ پینا چاہئے۔"

وہ پریشان ہوکر بولی" تم...... تم کون ہو؟"

"تم میری آواز میڈم کے دماغ میں سن چکی ہو۔ میں تم سے کچھ اور نہیں بولوں گا۔ صرف اتنا کہتا ہوں کہ میڈم کی اجازت کے بغیر اپنی ماں کے اندر نہ آنا ورنہ اسے زندہ نہیں پاؤ گی' جاؤ...... میڈم کے پاس واپس جاؤ۔"

اس کی ماں نے پریشان ہوکر پوچھا" یہ کیا ہورہا ہے؟ میرے دماغ میں یہ دوسرا کون بول رہا ہے؟"

"ممی! آپ فکر نہ کریں' میں میڈم کے پاس جارہی ہوں ابھی سب ٹھیک ہوجائے گا تھوڑی دیر بعد پھر آپ کے پاس آؤں گی۔"

وہ پھر سونیا کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے بولی" ہاں...... تو تم آگئی ہو؟ کیا میری دھونس میں ہو؟ یا دباؤ میں آئی ہو؟"

وہ شکست خوردہ انداز میں بولی" جی ہاں...... میں بھول گئی تھی کہ میری کوئی کمزوری آپ کے ہاتھوں میں آسکتی ہے۔"

"اب بتاؤ...... آوازون اور ارناکوف سے تمہارے تعلقات کیسے ہیں؟ اور سوتیلے ہونے کے باوجود تم لوگوں میں دوستی کیسے ہوگئی؟"

وہ بولی" کبریا نے مجھ سے جھگڑا کیا تھا اور مجھے ٹھکرا دیا تھا۔ تب ہی میں نے سمجھ لیا کہ اس کے ساتھ گزارہ نہیں ہوگا۔ اور میں آپ لوگوں کے درمیان رہ کر کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دے سکوں گی۔ اس لیے میں نے آوازون کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔"

"جھوٹ موت بولو سچ بولو۔ تم آوازون کی طرف کیوں گئی تھیں؟"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔"

"دیکھو...... میں پھر تمہیں کہہ رہی ہوں تم نے اب تک مجھے نہیں سمجھا ہے' میں جھوٹ بولنے والوں کے منہ میں ہاتھ ڈال کر کلیجہ نکال لیتی ہوں۔ تم یہودی لڑکیاں ایک ہی تھیلے کے چٹے بٹے ہوتی ہیں۔ تم نے یہ سوچا تھا کہ انوشے ایک یہودی لڑکی الپا کی بیٹی ہے اسے آوازون جیسے یہودی سے منسوب ہونا چاہئے۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی" میں نے یہ سوچا تھا کہ جب ہم یہودی لڑکیاں آپ کے مسلمان بیٹوں سے محبت کرسکتی ہیں' شادیاں کرسکتی ہیں تو آپ کے خاندان کی ایک مسلمان لڑکی کسی یہودی سے کیوں نہیں شادی کرسکتی؟"

"کیوں نہیں کرسکتی یہ ایک لمبی بحث ہے تم صرف اپنی بات کرو تم نے یہ جرأت کیسے کی کہ ہمارے خاندان کی ایک لڑکی کو یہودی سے منسوب کرنے کا منصوبہ بنایا؟ اور اس منصوبے کے تحت آوازون سے دوستی کی؟"

"یہ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی تھی۔ آپ یقین نہیں کریں گی کہ میں نے ان سے دوستی ختم کردی ہے۔ وہ اسرائیلی اکابرین کو متاثر کرکے الپا کی طرح ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ میں ان کی جگہ لینا چاہتی ہوں۔ انہیں وہاں سے ہٹا دینے کی ہر ممکن کوشش کررہی ہوں اور بڑی حد تک کامیاب ہورہی ہوں۔"

"یہ تم جو کہہ رہی ہو میرے لیے نئی بات ہے۔ نئی بات اس لیے کہ میں کچھ عرصے سے یہودی اکابرین کو بھولی ہوئی تھی۔ اور یہ بھی بھول گئی تھی کہ الپا کی غیر موجودگی میں وہ ٹیلی پیتھی کے محتاج ہوں گے۔ اسی لیے انہوں نے ارناکوف اور آوازون سے دوستی کی ہے۔"

"میں وہاں ان کی دوستی قائم نہیں رہنے دوں گی۔"

"اگر تم نے یہ عزم کیا ہے تو پھر میں تمہیں سزا نہیں دوں گی بلکہ تم سے کام بھی لوں گی' اور اس کام کے عوض بہت بڑا انعام ملے گا۔"

"کیسا انعام؟"

"تم الپا کی طرح اسرائیلی اکابرین پر ٹیلی پیتھی کے

ذریعے حکمرانی کرسکو گے۔"

یہ تو انابیلا کا خواب تھا اور وہ اسی سلسلے میں کوششیں کررہی تھی وہ خوش ہوکر بولی "کیا آپ ایسی کوئی تدبیر کرسکتی ہیں کہ مجھے اسرائیل میں الپا کی جگہ مل جائے اور میں وہاں ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکمران بن کر رہوں؟"

"ہاں...... ایسا ہوسکتا ہے۔"

"ایسا ہوجائے تو میڈم! میں آپ کے پیر دھودھوکر پیوں گی اور کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کروں گی۔"

"تمہیں اسرائیلی اکابرین کے سامنے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ تم مجھ سے اور فرہاد سے ٹکرانے کا حوصلہ رکھتی ہو۔"

"میں ان کے سامنے یہ دعویٰ کرچکی ہوں اور وہ دیکھنا چاہیں گے کہ میں آپ لوگوں کے خلاف کیا کرسکتی ہوں؟"

"تم ہمارے خلاف بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے سکتی ہو۔"

"وہ کیسے......؟"

"تم اعلان کرو اور دعویٰ کرو کہ عدنان کو تم نے اغوا کیا ہے اور اسے کہیں چھپا کر رکھا ہے۔"

وہ حیرانی سے چونک کر بولی "کیا......؟ عدنان بابا کو میں نے اغوا کیا ہے؟ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ میں اتنا بڑا الزام اپنے سر پر لوں گی اور اتنا بڑا دعویٰ کروں گی تو مجھے یہ ثابت بھی کرنا ہوگا کہ میں نے عدنان بابا کو کہیں چھپا کر رکھا ہے۔"

"تمہیں یہ ثابت کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہوگا کہ تم عدنان کو دنیا والوں کے سامنے پیش کرو۔ کیوں کہ اسے چھپا کر رکھنا ہے اس لیے وہ تمہارا راز رہے گا اور وہ تم کسی کو نہیں بتاؤ گی۔ تمہیں کوئی مجبور نہیں کرے گا ارنا کوف ولاڈی میر' آوازدن اور شیوانی وغیرہ سب ہی تسلیم کریں گے کہ جب عدنان ان کے پاس نہیں ہے تو پھر تمہارے پاس ہی ہوگا اور ہم بھی یہی کہتے رہیں گے کہ عدنان ہمارے پاس بھی نہیں ہے۔"

"میڈم......! میں سمجھ گئی یہ تو بہت ہی زبردست چال ہے آپ نے اپنے پوتے کو خود ہی کہیں چھپا رکھا ہے اور مجھے یہ دعویٰ کرنے کا موقع دے رہی ہیں کہ بچہ میرے پاس ہے۔ میں ضرور یہ دعویٰ کروں گی۔ اس طرح میری شہرت ٹیلی پیتھی کی دنیا میں دور دور تک پھیل جائے گی۔ سب ہی حیران ہوں گے اور چاہیں گے کہ مجھ سے دوستی کریں اور کسی طرح عدنان کو حاصل کریں۔"

"اور اسرائیلی اکابرین تمہاری ذہانت اور صلاحیت کے قائل ہوجائیں گے کیونکہ سارے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور کالا علم جاننے والے تمہارے خلاف بولتے رہیں گے اور تم سے عدنان کو چھین لینے کی کوشش کریں گے۔"

"میڈم! آپ بہت چالاکی سے پلاننگ کرتی ہیں۔ میں آپ کی ذہانت کی قائل ہوگئی ہوں کیا میں جاؤں اور یہ اعلان کروں۔"

"بے شک...... تم ابھی یہ کام شروع کردو۔"

"آپ مجھے میری ممی کے دماغ میں جانے کی اجازت دیں آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے روک رہے ہیں۔"

سونیا نے عبداللہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "جاؤ...... اور صالح بن طالبی سے کہو کہ اس کی ممی کے دماغ سے چلے جائیں اور آئندہ کوئی ان کے اندر نہ آئے۔ اور نہ ہی پریشان کرے۔"

انابیلا سونیا کا شکریہ ادا کرکے اپنی ماں کے پاس آئی تو وہاں اب کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں تھا۔ اس نے ماں سے کہا "اب آپ پریشان نہ ہوں میں نے سارے معاملات طے کرلیے ہیں کوئی آپ کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

ماں نے کہا "بیٹی...... تم میرے دماغ کو لاک کیوں نہیں کردیتیں؟ پھر میرے اندر کوئی نہیں آسکے گا۔"

"ممی! میں نے آپ کو کئی بار سمجھایا ہے کہ آپ شراب پینا چھوڑ دیں لیکن آپ اس لعنت کو چھوڑتی نہیں ہیں۔ پھر میں کیسے آپ کے دماغ کو لاک کروں؟ یہ ہو ہی نہیں سکتا آپ نشہ کریں گی تو آپ کے دماغ کے دروازے پھر سے کھل جایا کریں گے۔"

وہ تھوڑی دیر سوچتی رہی پھر بولی "میں کوشش کروں گی کہ آج سے پینا چھوڑ دوں۔"

"آپ کبھی چھوڑ نہیں سکتیں۔ یہ آپ کے ساتھ ایسی لت لگی ہے کہ آپ آخری سانس لیتے ہوئے بھی ایک گھونٹ طلب کریں گی۔ آپ جیسی ہیں ویسی ہی رہیں۔ اب آپ کو کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا آکر تنگ نہیں کرے گا۔"

انابیلا بظاہر انکار کررہی تھی کہ ماں کے دماغ کا لاک نہیں کرے گی۔ ایسا اس لیے کہہ رہی تھی کہ اسے شبہ تھا سونیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا شاید ماں کے دماغ میں چھپا ہوا ہے۔ اور ان کی گفتگو سن رہا ہے۔ لہٰذا وہ اس وقت ماں کے دماغ سے چلی گئی۔ لیکن آدھی رات کے بعد اس نے ماں پر تنویمی عمل کیا اور بہت مضبوطی سے کیا۔ یہ سختی سے ہدایت کی کہ وہ شراب سے نفرت کرے گی۔ یہ بات اس کے دماغ میں نقش کی کہ یہ نشہ اس کے لیے زہر ہے وہ اسے کبھی ہاتھ نہیں لگائے گی۔

چند باتیں نقش کرنے کے بعد وہ مطمئن ہوگئی۔ ادھر تمام دشمن انوشے کو ٹریپ کرنے اور اغوا کرنے میں ناکام رہے تھے۔ وہ الپا اور پارس کے ساتھ ایک طیارے میں سفر کررہی تھی۔ پاکستان کے شہر لاہور جارہی تھی۔ الپا کہہ رہی تھی "بیٹی! جب تم پیدا ہوئیں تو اس کے بعد ہی مجھ سے جدا ہوگئیں نہ میں تمہیں اپنا دودھ پلاسکی۔ اور نہ ہی اپنی گود میں کھلاسکی۔ اب تم اتنی بڑی ہوگئی ہو کہ صرف گلے لگ سکتی ہوں' تمہیں دیکھ دیکھ کر دل خوش ہورہا ہے۔ اور میں خدا کا شکر ادا کررہی ہوں کہ میں تمہاری جیسی ذہین اور خوبصورت بیٹی کی ماں ہوں۔"

وہ بولی "میں بھی تو آپ پر فخر کررہی ہوں آپ کیا کوئی معمولی ہستی ہیں؟ آپ نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں بہت نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ میری گرینڈ مما (سونیا) کے بعد چالاکی اور مکاری میں کسی کا نام آتا ہے تو وہ آپ کا ہے۔"

وہ الپا اور پارس کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی۔ الپا نے سر گھما کر پارس کی طرف دیکھا پھر کہا "بیٹی! میں نے زندگی میں بڑی بڑی غلطیاں کی ہیں اور تمہارے باپ کو بھی بہت تکلیفیں پہنچائی ہیں۔ ساری دنیا نے معاف کردیا۔ تمہارے دادا دادی نے بھی مجھے گلے لگالیا لیکن تمہارے پاپا مجھ سے اب تک ناراض ہیں۔"

پارس نے اس کی طرف دیکھا پھر کہا "نہیں الپا! میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ دل ہی دل میں بہت خوش ہوں کہ تم توقع کے خلاف بالکل ہی بدل گئی ہو۔ اور اس بات کی تصدیق جناب تبریزی نے کی ہے کہ تم واقعی بدل گئی ہو۔ اب کبھی ہم سے فراڈ نہیں کروگی۔ تمہارے جو بھی جذبات اور احساسات ہمارے لیے ہیں وہ سچے ہیں۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔"

اس نے الپا کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیے کر کہا "ہماری بیٹی گواہ کہ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ تم نے سچائی کو تھام لیا ہے میں ہمیشہ تمہیں تھامے رہوں گا۔"

انوشے نے خوش ہوکر الپا کے رخسار کو چومتے ہوئے کہا "میں آپ کو نئی زندگی اور نئی مسرتوں کی مبارکباد دیتی ہوں۔"

پھر اس نے پارس کو چوم کر کہا "پاپا! یو آر گریٹ...... آئی لو یو۔"

وہ الپا کو دیکھ کر بیٹی سے بولا "وی لو یو ٹو مائی چائلڈ!"

وہ بولی "اگر آپ دونوں مجھ سے واقعی محبت کرتے ہیں تو پھر ثبوت دینا ہوگا۔"

پارس نے اسے حیرانی سے دیکھ کر پوچھا "تم او. کیسا ثبوت چاہتی ہو۔"

"میں جو کہوں گی آپ وہ مانیں گے؟"

"کہہ کر دیکھو...... جان دے کر بھی تمہارے بات مان لوں گا۔"

پھر وہ الپا سے بولی "ممی! آپ بھی میری بات مان لیں گی؟"

"بیٹی! اب یہ جان صرف تمہارے لیے ہے ساری زندگی تمہارے لیے جیتی رہوں گی' مرتی رہوں گی۔"

"نہیں ممی! صرف میرے لیے نہیں آپ اپنی باقی زندگی میرے پاپا کے لیے جیتی رہیں گی۔"

اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا وہ بولی "میں چاہتی ہوں کہ پاپا آپ سے پھر کورٹ میرج کریں۔"

ان دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا' الپا نے اپنا سر جھکالیا۔ پارس اسے دیکھتا رہا پھر بولا "بیٹی! تمہاری ممی کا جھکا ہوا سر کہہ رہا ہے کہ انہیں تمہاری اس بات سے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تو پھر مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے ہم لاہور پہنچتے ہی کورٹ میرج کریں گے۔"

الپا نے ایک دم سر اٹھا کر خوش ہوکر پارس کو دیکھا۔ ان لمحات میں اس کے اندر سے آنسو ابل کر اس کی آنکھوں تک پہنچ گئے۔ آنکھوں بھیگ گئیں وہ منہ چھپا کر رونے لگی۔

انوشے ماں کی گردن میں بانہیں ڈال کر اسے پیار سے چومنے لگی۔

ان ماں باپ اور بیٹی کے لیے وہ سفر بڑا یادگار تھا۔ وہ بڑے جذباتی لمحات سے گزرتے ہوئے سفر کررہے تھے۔ دشمنوں سے دور ہوتے جارہے تھے۔ فی الحال کسی طرح کا خطرہ نہیں تھا۔ کھانے پینے کے بعد جب وہ ذرا آرام کرنے کے لیے اپنی اپنی سیٹوں پر نیم دراز ہوئے تو انوشے ذرا چونک کر سیدھی ہوکر بیٹھ گئی۔ پارس نے پوچھا "کیا بات ہے بیٹی؟"

الپا نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر پوچھا "کیا تم خطرہ محسوس کررہی ہو؟"

"جی ہاں...... کوئی مجھ پر کالا عمل کررہا ہے لیکن کامیاب نہیں ہورہا ہے بار بار ناکام ہوکر واپس جارہا ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟ کیا تمہیں یہ سب کچھ معلوم ہوجاتا ہے؟"

"جی ہاں...... میں نے گرینڈ ماما (آمنہ فرہاد) کے پاس رہ کر روحانی علم سیکھا ہے۔ ابھی میں بہت ہی ابتدائی مرحلے میں ہوں۔ پھر بھی میری گرینڈ مما نے اپنی تعلیمات سے اور

عبادت گزاری سے مجھے اس قابل بنادیا ہے کہ میں خطرے کو پہلے ہی محسوس کرلیتی ہوں ایک آیت کی تلاوت کرتی رہتی ہوں تو وہ خطرہ مجھ سے دور بھاگتا رہتا ہے۔"

"تو بیٹی تمہیں اس آیت کی تلاوت کرتے رہنا چاہیے۔"

"میں نے ابھی وہ آیت پڑھی تھی تو وہ مجھ سے دور ہوگیا ہے وہاں آگے پائلٹ کیبن کی طرف چلا گیا ہے۔"

"کیا تم کسی کو دیکھ رہی ہو؟"

"میں صاف طور سے نہیں دیکھ سکتی۔ وہ ایک سایہ ہے لیکن کسی انسان کا سایہ نہیں ہے کالا عمل ہے۔ ایک سیاہ دھواں دھواں سا ہے۔ جو میرے قریب آتا ہے پھر کترا کر چلا جاتا ہے۔ اب میں خاموش رہ کر پھر آیت کی تلاوت کرتی رہوں گی۔"

وہ خاموش ہوگئی۔ پھر زیرلب کچھ پڑھنے لگی۔ الپا اور پارس سمجھ رہے تھے کہ اس کے علاوہ بہت دور بیٹھی ہوئی آمنہ فرہاد بھی اس کے لیے دعا مانگ رہی ہوگی اور مخصوص آیتوں کی تلاوت کررہی ہوگی۔ اسی لیے وہ سایہ قریب آنے سے کترا رہا ہے۔

پارس نے کہا "الپا......تم میری ماما سے رابطہ کرو اور انوشے کے بارے میں انہیں بتاؤ۔"

الپا نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر آمنہ کے اندر پہنچ گئی۔ وہ بولی "میں جانتی ہوں۔ تم کیا کہنے آئی ہو؟ میں اس کے لیے دعائیں مانگ رہی ہوں اور تلاوت میں مصروف ہوں۔ فکر نہ کرو۔ تم جاؤ میری پوتی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"ماما! آپ صرف اتنا بتادیں کہ یہ دشمنی کون کررہا ہے؟"

"بیٹی! ایسی باتیں ہم سے نہ پوچھا کرو۔ اپنی ذہانت سے معلوم کرو۔"

الپا دماغی طور پر اپنی جگہ طیارے میں حاضر ہوگئی۔ پھر پارس سے بولی "ہماری ماما اس کے لیے دعائیں مانگ رہی ہیں۔ مجھ سے کہا ہے کہ ہمیں فکرمند نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ بولا "ماما اپنے طور پر اپنی پوتی کی حفاظت کررہی ہیں لیکن ہم بھی بہت کچھ کریں گے۔ یہ صاف پتا چل رہا ہے کہ ارناکوف ہماری بیٹی کے خلاف کالے عمل میں مصروف ہے۔"

بے شک ارناکوف ان لمحات میں کالا عمل کررہی تھی لیکن ابھی یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اسرائیل میں بھی ایک کالا عمل کرنے والا موجود ہے اور وہ ان تین سیاست دانوں میں سے ایک ہے۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ انوشے جیسے ہی بابا صاحب کے ادارے سے باہر آئے گی تو اسے خبر ہوجائے گی اور پھر وہ اپنے منتر کے ذریعے اسے شکنجے میں لے لے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔

اسے معلوم ہوتا کہ اسرائیلی جاسوس پیرس کی جھیل کے کنارے ان کاٹیجز کے قریب مارے گئے ہیں جہاں ہم کبھی کبھی رہائش اختیار کیا کرتے تھے۔ وہیں وہ توقع کررہے تھے کہ انوشے اپنے ماں باپ کے ساتھ وہاں پہنچے گی۔ پھر وہاں سے کہیں جانے کے لیے ضرور ائرپورٹ کی طرف جائے گی لہٰذا جھیل کے کنارے اور ائرپورٹ وغیرہ کی طرف جتنے بھی اسرائیلی جاسوس تھے۔ ولاڈی میر اور ارناکوف وغیرہ کے آلہ کار تھے۔ وہ تقریباً سب ہی مارے گئے تھے۔ زخمی ہوگئے تھے یا بھاگ گئے تھے۔

ان جاسوسوں اور آلہ کاروں کی ناکامی سے پتا چل گیا کہ انوشے ادارے سے باہر آگئی ہے اور ان کی گرفت میں نہیں آرہی ہے۔ پھر ایسے میں انابیلا نے دعویٰ کیا تھا کہ اس نے ارناکوف کے کالے عمل کو ناکام بنایا ہے اور انوشے ادارے سے نکل کر اپنے ماں باپ کے ساتھ جاچکی ہے۔

اسرائیل میں جو یہودی جادوگر تھا۔ اس کا نام ڈی کے باربلوسا تھا۔ اسے بھی یقین ہوگیا کہ انابیلا نے اپنے منتروں کے ذریعے ان سب کے منتروں کا توڑ کیا ہے اور انہیں ناکام بنادیا ہے۔ اس ناکامی کے بعد ڈی کے باربلوسا پھر منتر پڑھ رہا تھا اور طرح طرح سے کالے عمل کے ذریعے انوشے تک پہنچنا چاہتا تھا لیکن پتا چل رہا تھا کہ اس کی کالی قوت انوشے کے قریب پہنچ کر رک جاتی ہے اور واپس ہوجاتی ہے۔

ایسے میں دو باتیں ہی سمجھ میں آرہی تھیں یا تو روحانی عمل کے ذریعے انہیں ناکام بنایا جارہا تھا یا انابیلا پھر اپنے منتروں کے ذریعے ان کے کالے عمل کا توڑ کررہی تھی اور انوشے کو تحفظ دے رہی تھی۔

آوازون نے اس سے رابطہ کرکے پوچھا "انابیلا!...... یہ تم کیا کررہی ہو؟ کیا تم ہماری دشمن بن گئی ہو؟"

"کیا مجھے دشمن نہیں بننا چاہیے؟ میں نے دوست بن کر تمہارے لیے کیا کچھ نہیں کیا؟ تمہیں سونیا جیسی خطرناک عورت کے دماغ میں پہنچایا اور تم میرا احسان بھول گئے۔"

"تم مجھے غلط نہ سمجھو۔ میری ماما بھی تمہیں چاہتی ہیں۔ ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں لیکن یقین کرو کہ عدنان کے سلسلے

میں ہم زیادہ مصروف رہے تھے اس لیے ہم تمہاری طرف توجہ نہ دے سکے۔ تم ہم سے باتیں کرنے آئی تھیں لیکن ہم نے بات کرنے سے انکار کردیا تھا۔ تمہیں اس بات کا برا نہیں ماننا چاہیے۔"

"آوازون! تم نے تمہاری ماں نے مجھے ایک معمولی سی بچی سمجھ لیا ہے۔ میں سوتیلی ہوں اور تم لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوں۔ میں کچھ نہیں کرسکتی لیکن میں وہ کررہی ہوں کہ سنو گے تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔"

"نہیں انابیلا! ہم جانتے ہیں کہ تم بہت ذہین ہو۔ چالاک بھی ہو۔ تم بہت کچھ کرسکتی ہو۔ اس وقت بھی تم میری ماما کے جادوئی عمل کا توڑ کررہی ہو اور انہیں انوشے تک پہنچنے سے روک رہی ہو۔"

"یہ میری مجبوری ہے۔ مجھے ایسا ہی کرنا ہوگا۔"

"مگر کیوں......؟ تم ایسا کیوں کررہی ہو؟ کیا کبریا سے پھر تمہاری دوستی ہوگئی ہے؟ کیا تم پھر فرہاد کے خاندان میں چلی گئی ہو؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو ان کی بدترین دشمن ہوں اور ان کے خلاف بہت کچھ کررہی ہوں۔"

"تو پھر انوشے کی حمایت کیوں کررہی ہو؟ اسے ہمارے پاس آنے سے کیوں روک رہی ہو؟"

"میں اسے تمہارے پاس آنے سے روکتی رہوں گی تو ٹیلی پیتھی کی دنیا میں میری ذہانت اور چالاکی کی دھاک بیٹھ جائے گی۔ میں اسرائیلی اکابرین پر ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ میں ان تمام معاملات میں تم سے برتر ہوں۔"

وہ ناگواری سے بولا "تم اپنے بارے میں کچھ زیادہ ہی خوش فہم ہوتی جارہی ہو۔ اگر ہم نے ایک ذرا بھی جوابی کارروائی کی تو تم چاروں شانے چت ہوجاؤ گی۔ ایسی پستی میں گروگی کہ تمہارے وجود کا پتا بھی نہیں چلے گا۔"

"تم پھر مجھے نادان بچی سمجھ رہے ہو۔ اسی لیے اس طرح ڈرا رہے ہو۔ تمہیں کچھ کرنا ہے تو کرگزرو۔ پھر دیکھو کہ میں کیا کرتی ہوں۔"

"تم کیا کرسکوگی؟"

"میں نے وہ کارنامہ انجام دیا ہے جس کی کوئی توقع بھی نہیں کرسکتا تم سب مجھے تنہا اور بے یارومددگار سمجھتے رہے۔ بے شک میں بے یارومددگار ہوں۔ کسی کی دوستی پر بھروسا نہیں کرسکتی۔ کبریا پر بھروسا کیا تھا اسے بھی ٹھکرادیا۔ اب میں تنہا ایسا کام کرچکی ہوں کہ تم سب حیران ہوجاؤ گے۔"

"معلوم تو ہو کہ تم نے ایسا کیا کیا ہے؟"

"تم سب عدنان کو تلاش کررہے ہو۔ سونیا فرہاد سب ہی پریشان ہیں لیکن وہ بچہ میرے پاس ہے۔"

وہ ایک دم سے چونک کر بولا "کیا بکواس کررہی ہو؟ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ؟ تم بچے کو کیسے اغوا کرسکتی ہو؟"

"کیوں نہیں کرسکتی؟ کیا سارا کالا پراسرار علم تم ہی لوگوں کے پاس ہے؟ کیا ٹیلی پیتھی صرف تم ہی لوگ جانتے ہو میں کچھ نہیں جانتی؟ کیا عقل ذہانت اور چالاکی تم ہی لوگوں کے پاس ہے میرے پاس نہیں ہے؟"

آوازون سوچ میں پڑگیا تھا اسے یقین نہیں آرہا تھا اس نے اپنی ماں سے کہا "ماما یہ کم بخت انابیلا کیا کہہ رہی ہے؟ یہ کہہ رہی ہے کہ عدنان کو اس نے اغوا کیا ہے اس بچے کو اس نے کہیں چھپا کر رکھا ہے۔"

ارناکوف نے حقارت سے کہا "بکواس کرتی ہے اس کی کیا حیثیت ہے کہ وہ ہمارے درمیان سے اتنا بڑا کام کرکے نکل جائے۔ کیا ہو فرہاد اور سونیا سے ٹکر لینے کی طاقت رکھتی ہے؟ کیا اس میں اتنا دم ہے؟"

"ماما! ہمیں انابیلا کو تنہا اور نادان نہیں سمجھنا چاہیے آپ نے دیکھا تھا کہ اس نے کتنی مکاری سے مجھے سونیا کے دماغ میں پہنچا دیا تھا۔ وہ بہت تیز طرار ہے۔ کسی وقت کچھ بھی کرگزرتی ہے۔ اسے یقیناً کوئی ایسا موقع مل گیا ہوگا۔ اور اس نے عدنان کو حاصل کرلیا ہوگا۔"

"بیٹے! یہ انابیلا ہمیں الجھا رہی ہے مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ وہ اتنا بڑا کام کرگزری ہے اور عدنان اس کے پاس ہے۔"

"ماما! ہمیں اپنے طور پر معلومات حاصل کرنا چاہئے کہ وہ کس حد تک سچ بول رہی ہے۔"

ان ماں بیٹے نے ولاڈی میر کے آلہ کار کے ذریعے اس سے رابطہ کیا پھر اسے کہا "انابیلا یہ دعویٰ کررہی ہے کہ عدنان اس کے پاس ہے' تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ سچ بول رہی ہے؟"

ان ماں بیٹے نے ولاڈی میر کے آلہ کار کے ذریعے اس سے رابطہ کیا۔ پھر اس سے کہا "انابیلا یہ دعویٰ کررہی ہے کہ عدنان اس کے پاس ہے تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ سچ بول رہی ہے؟"

وہ حقارت سے بولا "وہ کل کی بچی ہے میں عدنان کو تین بار سونیا سے چھین لانے میں شکست کھاچکا ہوں۔ اور وہ اتنی تیز طرار ہے اور ہم سے اتنی زیادہ ذہین اور چالاک ہے کہ سونیا کو دھوکا دے کر عدنان کو لے جائے گی؟ نہیں یہ عقل کبھی تسلیم

نہیں کرسکتی۔"

"تو پھر عدنان کہاں ہے؟"

"سونیا کوئی مکاری دکھا رہی ہے۔اس نے اپنے پوتے کو کہیں چھپا کر رکھا ہے۔"

"وہ اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سب ہی اس بچے کو تلاش کررہے ہیں۔کیا یہ ان کی ڈراما بازی ہے؟"

"ہاں......یہی ہوسکتا ہے۔"

"نہیں ......ذرا عقل سے سوچو کہ اگر یہ ان کی ڈراما بازی ہے تو انا بیلا کیسے دعویٰ کررہی ہے؟ عدنان اپنی دادی کے پاس نہیں ہے تب ہی تو وہ ڈنکے کی چوٹ پر ہم سب کو چیلنج کررہی ہے۔"

ولاڈی میر نے کہا"میں عدنان کا سراغ لگانے کے لیے انا میریا سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔لیکن یہ عجیب سی بات معلوم ہوئی کہ وہ مر چکی ہے۔"

ارنا کوف نے تعجب سے پوچھا"وہ اچانک کیسے مر گئی؟ یا ماردی گئی؟"

"ہمیں ہر حال میں معلوم کرنا چاہیے کہ یہ سب کیا ہورہا ہے؟ ان میریا اچانک مر گئی ہے۔اور انا بیلا اس قدر ہی عروج حاصل کررہی ہے کہ ہم سب کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکلتی جارہی ہے اور ہمیں شک میں مبتلا کررہی ہے کہ کل کی بچی کے سامنے ہم شکست خوردہ ہیں۔"

آوازون نے کہا"میں ابھی میڈم سونیا سے رابطہ کرتا ہوں شاید وہ مجھے اپنے دماغ میں آنے دے اور کچھ باتیں کرسکے۔"

ارنا کوف نے کہا"تم اس کے پاس جاؤ تمہارے پیچھے میں اس کے اندر آؤں گی۔"

ولاڈی میر نے کہا"جب وہ تمہیں اپنے دماغ میں جگہ دے گی تو میں بھی اس کے اندر پہنچ سکوں گا۔"

آوازون نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر سونیا کے اندر پہنچا۔اس نے پوچھا"کون ہو تم؟"

"میں آوازون ہوں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

سونیا نے ایک موبائل فون کا نمبر بتایا پھر کہا"اب دماغ سے جاؤ۔"

وہ سب دماغی طور پر اپنی اپنی جگہ حاضر ہوگئے۔آوازون نے فوراً ہی اس کے بتائے ہوئے نمبر پر رابطہ کیا۔رابطہ قائم ہونے پر سونیا کی آواز سنائی دی"ہیلو......کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"کیا آپ اعتراف کریں گی کہ آپ نے اپنے پوتے کو کہیں چھپا رکھا ہے؟ اور ہم سب کو اس کی تلاش میں بھٹکا رہی ہیں؟ اور یہ کہہ رہی ہیں کہ پوتا آپ کے پاس نہیں ہے؟"

"تم یقین کرو یا نہ کرو ہم سب اس کے لیے پریشان ہیں۔اسے دن رات تلاش کررہے ہیں۔لیکن تم لوگوں کی طرح واویلا نہیں مچاتے خاموشی سے اس کی تلاش جاری ہے۔"

"آپ کو کسی پر شبہ ہے؟"

"میں ابھی کچھ کہہ نہیں سکتی۔تم اس کی تلاش میں پریشان ہو اس لیے تم پر شبہ نہیں ہے۔ولاڈی میر اگر میرے پوتے کو حاصل کرتا تو اسے فوراً ہلاک کردیتا لیکن میرا پوتا جہاں بھی زندہ سلامت ہے کبھی کبھی اس کے دماغ میں جگہ ملتی ہے تو ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔"

"کیا آپ اندازہ کرسکتی ہیں کہ عدنان کہاں ہوگا؟"

"یہ بات سمجھ میں آجاتی تو اب تک اس کے پاس پہنچ جاتی۔"

"کیا انا بیلا نے آپ کے سامنے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ عدنان اس کے پاس ہے؟"

سونیا نے حقارت سے کہا"کیا بکواس ہے؟ ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں کہ وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں آئی ہے اور وہ ہم سے ٹکر لے گئی؟ میرے پوتے کو ہم سے چھین کر لے جائے گی؟ نہیں۔میں یہ نہیں مانتی۔"

آوازون نے کہا"ہم بھی یہ نہیں مان رہے ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ اپنی اہمیت منوانے لگے گی۔اس عدنان کے معاملے سے پہلے بھی وہ ہمیں ایک اور معاملے میں شکست دے چکی ہے۔

سونیا نے انجان بن کر پوچھا"میں معلوم کرنا چاہوں گی کہ اس نے کس معاملے میں شکست دی ہے؟"

"ہمیں بتانا تو نہیں چاہیے لیکن اس کی اہمیت کا احساس آپ کو ہوجانا چاہیے۔اس لیے بتا رہا ہوں۔ہم انوشے کو حاصل کرنا چاہتے تھے اور کالے عمل کے ذریعے یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے کب باہر آئے گی لیکن انا بیلا ہمارے منتروں کا توڑ کیا تھا اور ہمیں یہ معلوم نہیں ہونے دیا تھا۔ہمیں اس معاملے میں ناکام بنا دیا تھا۔"

سونیا نے کچھ سوچنے کے انداز میں کہا"ہوں...... مجھے کسی کو کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔میں یہ بھول گئی تھی کہ انا بیلا نے تمہیں میرے دماغ میں پہنچایا تھا وہ بہت ہی مکار ہے۔اس نے کبریا کو بھی زبردست دھوکا دیا ہے اور آئندہ بھی بہت کچھ کرسکتی ہے۔اب مجھے اس پہلو پر غور کرنا ہوگا کہ اس نے عدنان کو کس طرح اغوا کیا ہے؟ اور اسے کہاں چھپا کر رکھا ہے؟

اب میں رابطہ ختم کررہی ہوں کوئی ضروری بات ہو تو اسی نمبر پر مجھ سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔"

سونیا نے فون بند کردیا۔تھوڑی دیر کے بعد پھر بزر سنائی دیا۔اس نے آن کر کے کان سے لگایا تو ولاڈی میر کی آواز سنائی دی۔وہ بھی یہی پوچھ رہا تھا"کیا انا بیلا نے عدنان کو اغوا کیا ہے؟"

سونیا نے اس کے سامنے بھی انجان بن کر وہی جواب دیا جو آوازون کو دے چکی تھی۔ پھر اس نے رابطہ ختم کر دیا مسکرانے لگی۔اس کی پلاننگ کامیاب ہورہی تھی۔اب وہ سب سر کے بل انا بیلا کی طرف جانے والے تھے۔اور اس سے دشمنی کرنے والے تھے۔ادھر انا بیلا نے بڑے دعوے سے کہا تھا کہ وہ ان سب سے دشمنی کرنے کا حوصلہ رکھتی ہے۔اور اسرائیل میں الپا کی جگہ حاصل کرنے اور حکومت کرنے کے لیے بہت کچھ کرسکتی ہے۔اسی لیے سونیا نے یہ پلاننگ کی تھی۔اور اب دیکھنا چاہتی تھی کہ کیسے نتائج سامنے آنے والے ہیں۔

نتائج تو بڑی تیزی سے سامنے آرہے تھے۔انا بیلا بڑی تیزی دکھا رہی تھی۔اس نے اسرائیلی اکابرین کو مخاطب کیا تھا اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس نے سونیا اور فرہاد جیسے پہاڑوں سے ٹکر لی ہے اور ان کے پوتے عدنان کو اغوا کر کے اپنے پاس چھپا رکھا ہے۔

وہ اسرائیلی اکابرین بھی اس بات پر اتنی جلدی یقین کرنے والے نہیں تھے۔اس نے کہا"میں جانتی ہوں ابھی میری بات کا یقین کسی کو نہیں ہوگا۔آپ لوگ اپنے طور پر تصدیق کریں۔بہت جلد یہ بات سامنے آئے گی کہ میں نے انوشے کے معاملے میں ارنا کوف اور آوازون کو شکست دی اور عدنان کے معاملے میں صرف ارنا کوف اور آوازون ہی نہیں ولاڈی میر اور انا میریا وغیرہ کو بھی شکست دی ہے۔میرا نام انا بیلا ہے میں ٹیلی پیتھی کا بڑھتا ہوا سیلاب ہوں۔اب مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔تم سب۔نے اگر میری پذیرائی نہ کی اور مجھے الپا کی جگہ نہ دی تو بہت پچھتاؤ گے۔میں ایک گھنٹے کے بعد آؤں گی۔تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے پاس بلا کر رکھو۔میں ان سب کے سامنے دعویٰ کروں گی اور کوئی یہ انکار نہیں کرسکے گا کہ میں نے عدنان کو حاصل کرلیا ہے اور اب کوئی اسے مجھ سے چھین کر نہیں لے جاسکے گا۔"

اس نے ایک گھنٹے بعد آنے کی بات کہی اور رابطہ ختم کر دیا۔ان یہودی اکابرین کے اندر ہلچل پیدا کردی۔سب ہی ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے اور یہ تسلیم کرنے لگے کہ وہ پہلے ہی انوشے کے معاملے میں بڑے بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور پراسرار علوم جاننے والوں کو شکست دے چکی ہے۔ان کے اپنے تین پراسرار سیاست دانوں نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ انوشے کو حاصل کرلیں گے۔وہ بھی ناکام رہے تھے۔اس معاملے میں انا بیلا سب پر بھاری پڑ چکی ہے اور اب عدنان کے بارے میں چیلنج کرچکی تھی۔یقیناً فرہاد اور سونیا تو اس کے پیچھے پڑ گئے ہوں گے۔

انہوں نے بابا صاحب کے ادارے کے ایک انچارج سے رابطہ کیا پھر کہا"ہم فرہاد یا سونیا سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔انچارج نے انہیں سونیا کے موبائل کا نمبر بتا کر رابطہ ختم کردیا۔انہوں نے اس موبائل کے ذریعے سونیا سے رابطہ کیا۔وہ بولی"ہاں...... میں بول رہی ہوں کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"انا بیلا دعویٰ کررہی ہے کہ اس نے آپ کے پوتے کو اغوا کیا ہے کیا یہ سچ ہے؟"

"میں نہیں جانتی کہ کس نے اغواء کیا ہے؟ بے شک وہ دعویٰ کررہی ہے تو پھر ہم اس سے نمٹ لیں گے۔اس کمینی کو سکون سے نہیں رہنے دیں گے۔"

"کیا آپ جانتی ہیں کہ انا بیلا کہاں ہے؟ اور آپ کس طرح اس کی شہ رگ کے قریب پہنچ کر اپنے پوتے کو حاصل کرسکتی ہیں؟"

"ابھی میں کچھ نہیں جانتی لیکن میں نے بڑے بڑے معرکے سر کیے ہیں، ناممکن کو ممکن بنایا ہے۔اپنے پوتے کے لیے انا بیلا تک بھی پہنچ جاؤں گی۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔تمام یہودی اکابرین آپس میں پھر مشورے کرنے لگے۔اکثریت کہہ رہی تھی کہ سونیا بہت بپھری ہوئی ہے اور وہ انا بیلا کو کچل کر رکھ دے گی۔

اور کچھ یہودی اکابرین کہہ رہے تھے کہ انا بیلا ایک تازہ ہوا کا جھونکا ہے وہ تر و تازہ دماغ رکھتی ہے بڑی تیزی سے عمل کرتی ہے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ وہ سونیا جیسی خطرناک بلا سے ٹکرا رہی ہے۔اور بہت آرام و سکون سے ہے۔کسی قسم کی پریشانی نہیں ہے جب ہم سے بولتی ہے تو بڑے اعتماد سے بولتی ہے۔

یہ طے پا رہا تھا کہ ابھی دیکھنا چاہیے سونیا انا بیلا کے خلاف کیا کرتی ہے؟ اور انا بیلا کس طرح اپنا بچاؤ کرتی ہے؟

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا"آپ لوگ کب تک یہ تماشا دیکھتے رہیں گے؟ ان کے جھگڑے تو چلتے ہی رہیں گے کیا الپا جب تک ہمارے پاس تھی تو وہ سونیا اور فرہاد سے

نہیں ٹکراتی رہی تھی؟ کیا انہوں نے الپا کو جان سے مار ڈالا تھا؟ کیا اسے ایسا نقصان پہنچایا تھا کہ وہ خوفزدہ ہو کر بھاگ گئی تھی؟ نہیں...... الپا ثابت قدم رہی تھی اور یہ انا بیلا بھی ایسی ہی دکھائی دے رہی ہے۔"

ولاڈی میر آوازون اور ارنا کوف وغیرہ نے بھی اسرائیلی اکابرین سے رابطہ کیا ان سے پوچھا "کیا انا بیلا عدنان کے سلسلے میں آپ لوگوں سے کچھ کہہ رہی ہے؟"

اکابرین نے کہا "وہ بہت کچھ کہہ رہی ہے۔ یہاں اسرائیل آ کر الپا کی جگہ سنبھالنا چاہتی ہے لیکن اس کی شرط ہے کہ ہم تم سب سے کسی طرح کا بھی رابطہ نہ رکھیں۔ کوئی تعلق نہ ہو کبھی کوئی بات ٹیلی فون پر بھی نہ ہو اور نہ ہی تم میں سے کوئی ہمارے دماغوں میں آئے۔"

آوازون نے پوچھا "تو پھر تم نے اسے کیا جواب دیا ہے؟"

"ابھی ہم کشمکش میں ہیں یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کس کا پلڑا بھاری ہوگا تم میں سے کون زبردست ہے؟ اور تم میں سے کون ہمارے لیے قابل اعتماد ہوگا؟ اور ہمیں پوری طرح تحفظ دے سکے گا' ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے مسائل حل کرتا رہے گا۔"

ارنا کوف نے کہا "ہم اب تک تمہارے چھوٹے بڑے مسائل حل کرتے آئے ہیں۔"

"یہ تو درست ہے' چھوٹے بڑے مسائل تو انا بیلا بھی حل کر سکتی ہے۔ کوئی بھی حل کر سکتا ہے لیکن ایسے بڑے بڑے کارنامے انجام دینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ اگر انا بیلا اسی طرح میدان مارتی رہی اور ہمارے ملک میں رہی تو پھر ہمارا نام ہوگا ہماری برتری ہوگی اور سونیا فرہاد بھی ہم سے ٹکرانے سے پہلے دس بار سوچیں گے۔"

ارنا کوف نے کہا "انا بیلا نے وقتی طور پر ایک کامیابی حاصل کی ہے اور اس سے تم سب متاثر ہو رہے ہو۔ اس کی کامیابی بہت جلد ناکامی میں بدلنے والی ہے۔ ہم سب اسے سکون سے رہنے نہیں دیں گے۔ پھر سونیا بھی کب اس کا پیچھا چھوڑے گی۔ ابھی آج کل میں پتا چلے گا کہ انا بیلا حرام موت ماری گئی ہے۔"

آوازون نے پوچھا "کیا تمہیں پتا ہے کہ انا میریا مر چکی ہے؟ اسے یقیناً سونیا نے ہی ہلاک کروایا ہوگا۔ وہ اپنے دشمنوں کو زندہ نہیں چھوڑتی ہے انا بیلا کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

یہودی اکابرین نے کہا "جب اسے زندہ نہیں چھوڑے گی وہ مر جائے گی تو پھر ہم تم سے ہی دوستی اور رابطہ رکھیں گے۔"

ولاڈی میر ارنا کوف اور آوازون کے سامنے اب یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے انا بیلا کو شکست دی جائے اور شکست دینے سے پہلے معلوم کیا جائے کہ وہ کہاں ہے؟ کس ملک میں ہے؟ اور اس نے اپنی ماں کو بھی کہاں چھپا کر رکھا ہے؟

اس کی کسی کمزوری کو اپنے ہاتھ میں لینا ضروری تھا۔ اس کے بعد ہی وہ اسے کچل سکتے تھے۔

اسے تلاش کرنے کا فی الحال ایک ہی راستہ تھا کہ وہ اپنے پراسرار علوم سے اور کالے منتروں سے اس کا سراغ لگا سکتے تھے لہٰذا وہ سب اپنی اپنی جگہ کالے عمل میں مصروف ہو گئے۔ ادھر مقررہ وقت پر انا بیلا نے اسرائیلی اکابرین سے رابطہ کیا۔ وہ سب ایک کانفرنس ہال میں تھے۔ اس کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کی دلچسپی بڑھ گئی تھی کیونکہ میرا پوتا اس کے قبضے میں تھا اور اسرائیلی اکابرین میرے پوتے کو کسی طرح حاصل کر کے انا بیلا کو میرے پوتے کے ساتھ اسرائیل بلا کر میری کمزوری سے کھیل سکتے تھے۔

ان سب نے انا بیلا کو کانفرنس ہال میں خوش آمدید کہا وہ وہاں ایک لیڈی سیکریٹری کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی اور اسے آلہ کار بنا کر بول رہی تھی۔ ایسے وقت ولاڈی میر' ارنا کوف اور آوازون وہاں موجود نہیں تھے وہ سب اپنے کالے منتروں کے ذریعے انا بیلا تک پہنچنا چاہتے تھے اس کا سراغ لگا کر اس پر قابو پانا چاہتے تھے۔

ان سب کے لیے یہ بات اہم نہیں تھی کہ انا بیلا ابھی اسرائیلی اکابرین سے کس قسم کی باتیں کرنے والی ہے؟ اور وہاں پر اثر انداز ہونے کے لیے اور اپنا سکہ جمانے کے لیے کیا کہنا چاہتی ہے اور کیا کرنا چاہتی ہے؟ فی الحال ان کے لیے سب سے اہم بات یہ تھی کہ جلد سے جلد اس کا سراغ لگایا جائے۔ وہ طرح طرح کے پراسرار علوم جانتے تھے' پھر ان کے پاس ایک طلسمی آلہ تھا جس کے ذریعہ وہ اس کا سراغ لگا سکتے تھے۔

اس سے پہلے ہی انا بیلا اپنے بچاؤ کا راستہ نکال چکی تھی اور اب بڑے اطمینان سے اسرائیلی اکابرین سے مخاطب ہو رہی تھی وہ بولی "مجھے معلوم ہے آپ سب اپنے اپنے طور پر میرے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کر رہے تھے اور اس بات کی تصدیق کر رہے تھے کہ واقعی میں نے عدنان کو اغوا کیا ہے یا نہیں؟"

ایک آرمی افسر نے کہا "بے شک ہم نے اپنے اپنے طور معلومات حاصل کی ہیں' واقعی سونیا وغیرہ پریشان ہیں وہ تمہارا سراغ لگا رہے ہیں سونیا تمہاری شہ رگ تک پہنچنا چاہتی ہے۔"

"سب ہی میرا سراغ لگا رہے ہیں' ولاڈی میر' ارنا کوف اور آوازون وغیرہ پراسرار علوم کے ذریعے مجھ تک پہنچنا چاہتے ہیں' لیکن کوئی مجھ سے تک نہ تو پراسرار علوم کے ذریعہ اور نہ ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعہ پہنچ سکتا ہے یہ آپ سب آج بھی دیکھ رہے ہیں اور آئندہ بھی دیکھتے رہیں گے۔"

"ہم تمہاری غیر معمولی صلاحیتوں کو تمہاری ذہانت' حاضر دماغی اور دلیری کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمارے ملک میں آ جاؤ' یہاں تمہیں ہر طرح کا تحفظ حاصل ہوگا اور تم خود یہاں الپا کی طرح ٹیلی پیتھی کے ذریعہ ہمارے ملک کی اور اپنی یہودی قوم کی خدمت کرتی رہو گی۔"

"میں خدمت کے جذبے سے ہی اسرائیل آؤں گی لیکن ابھی نہیں' پہلے میں دشمنوں کو منہ توڑ جواب دینا چاہتی ہوں وہ مجھے تلاش کرتے رہیں گے اور ناکام ہوتے رہیں گے۔ پھر ایک دن میں اچانک ہی اسرائیل پہنچ جاؤں گی الپا کی محل نما کوٹھی میرے لیے خالی رکھی جائے' وہاں سیکورٹی کے لیے جدید انتظامات کیے جائیں میں ہر ایک کے دماغ میں جھانک کر دیکھتی رہوں گی کہ میری حفاظت کے لیے کیسے انتظامات کیے جا رہے ہیں؟"

"ہم ایسے زبردست انتظامات کریں گے کہ تمہیں کسی طرح کی شکایت نہیں ہوگی۔"

"میں ابھی تمہارے ان تین پراسرار سیاستدانوں سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہم ان کے موبائل نمبرز بتا رہے ہیں۔ تم نوٹ کر لو اور ان نمبروں کے ذریعہ ان سے رابطہ کرو۔ وہ خود بھی تم سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

ایک حاکم نے ان کے فون نمبرز بتانے کے بعد کہا "تم پہلے ان سے باتیں کر لو پھر ہم سے گفتگو ہوتی رہے گی۔"

انا بیلا نے نمبر پنچ کیے پھر موبائل کو کان سے لگا کر سننے لگی کچھ دیر بعد رابطہ ہوا تو ایک شخص کی آواز سنائی دی "ہیلو...... میں اے دن بول رہا ہوں تم کون ہو؟"

"میں انا بیلا ہوں' مجھے اسرائیلی اکابرین نے تمہارے نمبر دیئے ہیں کیا تم ان تین سیاستدانوں میں سے ایک ہو؟"

"ہاں میں ان میں سے ایک ہوں' مجھے اے دن کہتے ہیں' دوسرے کو اے ٹو اور تیسرے کو اے تھری کہا جاتا ہے۔"

انا بیلا کو دوسری آواز سنائی دی وہ کہہ رہا تھا "مس انا بیلا! میں اے ٹو بول رہا ہوں اور تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

انا بیلا نے کہا "شکریہ کیا اب مجھے اے تھری کی آواز سنائی دے گی؟"

"جی ہاں' یہ لیں اس سے بات کرو۔"

اے تھری کی آواز سنائی دی "ہیلو انا بیلا! میں بھی تمہیں ویلکم کہتا ہوں۔"

"شکریہ ان رسمی باتوں میں وقت ضائع ہو رہا ہے میں معلوم کرنا چاہوں گی کہ میرے بارے میں تم تینوں کی کیا رائے ہے؟"

"ہم تینوں تم سے متاثر ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ تم اسرائیل آ کر یہاں الپا کی جگہ سنبھال کر اس سے بھی زیادہ کارنامے انجام دے سکو گی ہمارے ملک کا اور ہماری قوم کا وقار بلند کرتی رہو گی۔"

"تمہارے اعتماد کا شکریہ...... میں اس سے بھی زیادہ کر کے دکھاؤں گی بشرطیکہ میرے دشمنوں سے دوستی نہ رکھی جائے۔"

"ہم یہی کوشش کر رہے ہیں۔ ارنا کوف اور آوازون سے اچانک دوستی ختم نہیں کی جا سکتی لیکن ہم وعدہ کرتے ہیں رفتہ رفتہ ان سے دوستی ختم کر دی جائے گی۔"

اے ٹو کی آواز سنائی دی "جب تم الپا کی جگہ سنبھال لو گی اور یہاں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ حکومت کرتی ہو گی تو وہ خود ہی کترانے لگیں گے اور تمہارے خلاف محاذ آرائی کرنے لگیں گے۔"

"وہ سب ابھی سے میرے خلاف محاذ آرائی شروع کر چکے ہیں، اب بھی نہ جانے میرے خلاف کیسے منتر پڑھ رہے ہوں گے؟ مجھ تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔"

اے دن کی آواز سنائی دی "ہم میں سے اے تھری کالے علم میں مہارت حاصل رکھتا ہے۔ تم نے ارنا کوف کے کالے منتروں کا توڑ کیا تھا میرا خیال ہے کہ اسی طرح ہمارے اس ساتھی کے منتروں کا بھی توڑ ہو گیا تھا۔ اور اسے بھی معلوم نہ ہو سکا کہ انوشے کب بابا صاحب کے ادارے سے نکلی ہے اور کہاں گئی ہے؟"

"مجھے افسوس ہے کہ اے تھری کو اس معاملے میں ناکامی ہوئی لیکن اس بات کی خوشی ہے کہ میں نے کسی کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔"

"بے شک تم زبردست ہو۔"

اے ٹو کی آواز سنائی دی "ہم بھی کچھ کم نہیں ہیں' ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہیں لیکن ہماری حکمت عملی اس قدر مستحکم ہے

کہ بڑے بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور پراسرار علوم جاننے والے ہمارے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

انابیلا نے کہا "یہ دعویٰ تو میں بھی کر رہی ہوں کہ کوئی میری خفیہ پناہ گاہ تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔ آج سے میں اسرائیلی اکابرین کے معاملات میں مداخلت کرنے والی ہوں۔ اس ملک کی اندرونی اور بیرونی سیاست کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد اپنے طور پر منصوبے بنانے والی ہوں۔"

اس وقت وہ تینوں کھانے پینے میں مصروف تھے ان کے بولنے کے دوران میں پتہ چل رہا تھا کہ وہ کبھی کبھی لقمہ چباتے ہوئے بھی بول رہے ہیں ایک نے کہا "نہیں انابیلا! تم سیاسی معاملات میں مداخلت نہیں کرو گی۔"

"کیا تم تینوں مجھے روک سکو گے؟"

"تم تو یہاں آنے سے پہلے ہی ہمیں چیلنج کر رہی ہو۔ ہمارے سیاسی معاملات میں مداخلت کرنے اور ہم پر حاوی ہونے کی باتیں کر رہی ہو۔"

اے تھری نے غصے سے اپنے ساتھیوں سے کہا "تم دونوں بہت نرمی سے گفتگو کر رہے ہو' یہ اپنے آپ کو کیا سمجھتی ہے؟"

اس نے اپنے ساتھی سے فون لے کر گرجتے ہوئے کہا "انابیلا! ہم تمہیں دوست بنانا چاہتے ہیں اس لیے تمہیں خوش آمدید کہا تھا لیکن تم سر پر چڑھ رہی ہو تم نہیں جانتی کہ ہم کیا ہیں؟ اور تمہارے خلاف کیا کچھ کر سکتے ہیں؟"

وہ گرجتا ہوا زور زور سے بول رہا تھا اچانک ہی اس کے حلق میں لقمے کا کچھ حصہ پھنس گیا۔ ٹھسکا لگا تو وہ کھانسنے لگا۔ اس کے ساتھی نے اس سے فون لے لیا اور بولنے لگا۔ انابیلا نے اس کے جواب میں ہوں' ہاں کہا مگر اس کا دھیان کھانسنے والے کی طرف تھا۔ اسے اتنی زور کا ٹھسکا لگا تھا کہ وہ دونوں ہاتھ میز پر ٹیک کر اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور جھک کر کھانستا جا رہا تھا۔ اس کا ایک ساتھی پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھا رہا تھا۔

انابیلا خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے دماغ کو کھانسی کے ایسے جھٹکے لگ رہے تھے کہ اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ انابیلا نے اسے ذرا اور کھانسنے پر مائل کیا وہ اور زیادہ کھانسنے لگا۔ وہ اسے مزید تکلیف میں مبتلا کرتی رہی۔ دوسری طرف فون کو کان سے لگائے اس کے ساتھی کی باتیں بھی سنتی رہی۔ اور ہوں ہاں میں اسے جواب دیتی رہی تاکہ انہیں یہ شبہ نہ ہو کہ وہ خیال خوانی کے ذریعہ ان کے ایک ساتھی تک پہنچ چکی ہے۔

آخر اے ون نے کہا "انابیلا! ہم پھر کسی وقت تم سے بات کریں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا' انابیلا نے اس کے اندر اتنی شدت کی کھانسی پیدا کر دی تھی کہ اسے آرام نہیں آ رہا تھا۔ وہ نڈھال سا ہو کر ایک صوفہ پر گر پڑا تھا۔ اس کے ساتھی نے اسے پانی کے چند گھونٹ پلائے تو اسے ذرا آرام آیا۔ وہ گہری گہری سانسیں لینے لگا لیکن اب انابیلا کو اس کے اندر جگہ مل چکی تھی اور وہ اسے محسوس نہیں کر رہا تھا۔

انابیلا نے اس کی اندر یہ سوچ پیدا کی کہ اسے آرام کرنا چاہئے اور لیٹ جانا چاہئے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا "میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

اس کے دونوں ساتھی اس کے ساتھ چلتے ہوئے بیڈ روم میں آئے ایک نے فکرمندی سے پوچھا "تم اپنے اندر کسی کو محسوس تو نہیں کر رہے ہو؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا "نہیں' کھانسنے سے میرا دماغ کمزور نہیں ہوا تھا اور نہ ہی انابیلا میرے اندر آئی ہے۔ میرے اندر کوئی بے چینی نہیں ہے میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا ہوں۔"

وہ اپنے بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔ اے ون کو تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے کمرے سے باہر آ کر اپنے لباس سے ریوالور نکال کر اسے خالی کیا۔ پھر واپس کمرے میں آ کر اپنے ساتھی اے تھری کی طرف اس ریوالور کو اچھالتے ہوئے کہا "یہ تمہارے پاس ہے تم فائرنگ کر کے ہم دونوں کو زخمی کر سکتے ہو۔ انابیلا سے کہو وہ ہمیں اس طرح زخمی کر کے ہمارے دماغوں میں چلی آئے۔

اے تھری اٹھ کر بیٹھ گیا۔ حیرانی سے بولا "یہ کیا بکواس کر رہے ہو میں کہہ چکا ہوں وہ میرے اندر نہیں ہے' کیا تم لوگوں نے میرے دماغ کو اس قدر کمزور سمجھ لیا ہے؟"

اس نے ریوالور کا اٹھا کر اے ون کی طرف پھینک دیا۔ اے ون نے اسے اٹھا کر مسکراتے ہوئے کہا "یار! برا نہ ماننا' میں آزما رہا تھا کہ تم ہم پر فائرنگ کرو گے یا نہیں؟ اگر کرتے تو ہم سمجھ لیتے کہ انابیلا تمہارے اندر خاموشی سے گھسی ہوئی ہے لیکن ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی۔"

اے ٹو نے کہا "تم نے اتنا بڑا خطرہ مول کیوں لیا؟ فرض کرو انابیلا اس کے اندر ہوتی تو وہ ہمیں ہلاک کر دیتی۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "میں احمق نہیں ہوں میں نے ابھی کمرے سے باہر جا کر ریوالور کو خالی کر دیا تھا۔ یہ بات انابیلا نہیں جان سکتی تھی کیونکہ اے تھری آنکھیں بند کیے بیڈ پر پڑا ہوا تھا وہ ریوالور حاصل کرتے ہی اس کے ذریعے ہم پر

گولیاں چلانا چاہتی تو اسے مایوسی ہوتی۔ بہرحال ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

اے تھری نے دوبارہ بیڈ پر لیٹتے ہوئے کہا "ہم اتنے محتاط رہتے ہیں کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہم میں سے کسی کے اندر نہیں پہنچ سکتا۔ اچھا اب مجھے ذرا آرام کر لینے دو۔"

یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اے ون اور اے ٹو اس کمرے سے جانے لگے۔ اس وقت اچانک اے تھری نے آنکھیں کھول کر کہا "رکو! میں تو بھول ہی گیا تھا کہ میرے تکیے کے نیچے میرا ریوالور بھرا ہوا رکھا ہے۔"

اس نے تکیے کے نیچے سے اپنا ریوالور نکالا پھر ان دونوں کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "بہت زیادہ خوش فہمی انسان کو لے ڈوبتی ہے۔"

اس نے تڑاتڑ دو گولیاں چلائیں' دو فائر ہوئے اور دونوں کی ٹانگیں زخمی ہو گئیں وہ لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑے تکلیف سے کراہنے لگے۔ اے تھری نے انابیلا کی مرضی کے مطابق ریوالور کو اپنے دوسرے بازو پر رکھا پھر ٹریگر دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی اس کے بازو کو زخمی کرتی چلی گئی وہ ایک دم سے چیخ پڑا۔ بستر پر گر کر تڑپنے لگا کراہنے لگا۔

اب وہ تینوں زخمی حالت میں وہاں پڑے ہوئے تھے۔ انابیلا خیال خوانی کے ذریعہ اسرائیلی اکابرین کے پاس آئی پھر بولی "تم لوگوں کے لیے ایک بری خبر ہے۔"

وہ سب چونک گئے وہ بولی "تم لوگوں کو اپنے تین... پُراسرار سیاستدانوں پر ناز تھا' اب تک ارناکوف اور آوازون الپا اور ولاڈی میر کوئی بھی ان تینوں تک نہیں پہنچ پایا تھا۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں ان تک پہنچ چکی ہوں۔"

انہوں نے بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک نے کہا "ہم کیسے یقین کریں کہ تم ان تینوں تک پہنچ چکی ہو؟"

"ان سے فون پر رابطہ کرو میں ان کی خفیہ رہائش گاہ کا پتا بتا رہی ہوں' نوٹ کرو ابھی وہاں پہنچو۔"

اس نے ایڈریس بتایا۔ دو آرمی افسران فوراً ہی کانفرنس ہال سے باہر نکل کر آئے ایک کار میں بیٹھ کر اس خفیہ رہائش گاہ تک پہنچے تو وہاں انہوں نے تین آدمیوں کو زخمی حالت میں پایا۔ ان سے پوچھا تو پتا چلا کہ وہ وہی پراسرار سیاستدان ہیں انہوں نے فون کے ذریعے اسرائیلی اکابرین سے کہا "انابیلا نے درست کہا تھا وہ ان تینوں تک پہنچ چکی ہے' انہیں زخمی کر چکی ہے اب یہ چوہوں کی طرح یہاں فرش پر پڑے ہوئے ہیں۔"

قسمت انابیلا کا ساتھ دے رہی تھی۔ اس نے یہ ایسا کارنامہ انجام دیا تھا کہ تمام اسرائیلی اکابرین پر اس اس کی صلاحیت کی' اس کی چالبازی اور تیز طراری کی دھاک بیٹھ گئی انہوں نے تسلیم کر لیا کہ انابیلا زبردست ہے۔

ایک آرمی افسر نے کہا "انابیلا! ہم تمہیں پھر سے ویلکم کرتے ہیں۔ تم جب چاہو یہاں چلی آؤ الپا کا محل تمہارے لیے خالی رہے گا اور سیکیورٹی کے سخت انتظامات کیے جائیں گے، آج سے تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہاں حکمرانی کرو گی۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار اتنی بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ جس کی وہ توقع نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے کوشش کی تھیں لیکن امید نہیں تھی کہ واقعی اتنی بڑی کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ اس نے سونیا کے پاس آ کر کہا "مما! میں آپ کے پاس آئی ہوں کچھ بول سکتی ہوں؟"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھ مما نہ کہو۔ تم سے رشتہ ختم ہو چکا ہے میں تو تمہیں سخت سزائیں دینے والی تھی لیکن انعام دے رہی ہوں۔"

"بے شک آپ نے اتنا بڑا انعام دیا ہے کہ کوئی مجھے دے ہی نہیں سکتا تھا۔ میں نے ان تین سیاستدانوں کو بھی زیر کر لیا ہے اور اب اسرائیلی اکابرین اس بات پر رضامند ہیں کہ میں وہاں جا کر الپا کی جگہ سنبھال سکتی ہوں۔"

"تو کیا تم اسرائیل جانے کی حماقت کرو گی؟"

"ہرگز نہیں کچھ عرصے بعد میں اپنی ایک ڈمی وہاں بھیج دوں گی تاکہ ان اکابرین کی تسلی ہوتی رہے۔"

"ٹھیک ہے تمہیں کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔ اب کیا کہنے آئی ہو۔"

"میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں۔ آپ سے گڑگڑا کر عاجزی سے کہتی ہوں کہ میری غلطی معاف کر دیں' مجھ سے ناراض نہ رہیں۔"

"جب تم اسرائیل پر حکمرانی کرتی رہو گی اور میرے خلاف محاذ نہیں بناؤ گی' میری ہدایات پر عمل کرتی رہو گی تو

میری ناراضگی دور ہو جائے گی۔ تب میں تمہیں مما کہنے کا حق بھی دے دوں گی' تم جاؤ اب تمہیں پہاڑ جیسی ذمہ داریاں سنبھالنی ہیں۔"

وہ شکریہ ادا کر کے چلی گئی۔ اس وقت صالح بن طالبی وہاں موجود تھا اس نے کہا" میڈم! آپ نے اسے سزا دینے کے بجائے انعام دے دیا۔ اتنی بڑی کامیابی تو کبھی وہ زندگی بھر حاصل نہیں کر سکتی تھی۔"

"میں نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی ایسا کیا ہے' اسے اپنا آلہ کار بنا کر ارنا کوف اور آواز ون کو اسرائیل سے ہٹا دیا ہے۔ اب وہاں ان کی دال نہیں گلے گی' رہ گئی انا بیلا تو وہاں حکمرانی کے دوران اگر میرے خلاف محاذ آرائی کرے گی تو پچھتائے گی۔ میری ہدایات پر عمل کرے گی تو مجھے بھی فائدہ پہنچے گا اور میں اسے بھی فائدہ پہنچاؤں گی۔ ہم مجھے عدنان کے بارے میں بتاؤ۔"

"میں کیا بتاؤں میڈم؟ آپ کا پوتا بہت ہی پریشان کرتا ہے۔ آپ مجھے اس کی حفاظت کی ذمہ داری دے کر مجھے بڑے امتحان میں ڈالا ہوا ہے۔"

"اب کیا ہوا؟"

"پتا نہیں کیا بات ہے' وہ بہت بے چین رہتا ہے' خیالوں میں گم رہتا ہے میں اس کے دماغ میں جا کر معلوم کرنا چاہتا ہوں تو خیالات پڑھے نہیں جاتے۔"

"تم اس سے پوچھو کہ اس کے اندر بے چینی کیوں ہے؟ وہ کیا چاہتا ہے۔"

"میں نے پوچھا تھا وہ کہتا ہے کہ اسے تاشا کی یاد آتی ہے۔"

سونیا نے پوچھا" تاشا؟ کیا ارنا کوف کی بیٹی؟"

"یس میڈم! وہ اسے بہت یاد کرتا ہے اور اسی کی باتیں کرتا رہتا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے پوتے کے خلاف منتر پڑھے جا رہے ہیں اس کے دل و دماغ کو وہ تاشا نامی لڑکی اپنی طرف مائل کر رہی ہے۔"

اور یہی ہو رہا تھا۔ تاشا پچھلے دو دنوں سے اور دو راتوں سے اسے اپنی طرف مائل کرنے کے لیے منتر پڑھتی رہی تھی۔ اب اس کا خاطر خواہ اثر ہو رہا تھا۔ سونیا نے جناب تبریزی سے رابطہ کیا تھا اور ان سے کہا تھا کہ جس طرح انوشے کی حفاظت روحانی عمل کے ذریعے کی گئی ہے۔ اسی طرح عدنان کی بھی حفاظت کریں۔

اس پر جناب تبریزی نے معذرت چاہی تھی اور کہا تھا "مجھے افسوس ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکوں گا۔ آمنہ بھی اپنے پوتے کے لیے کچھ نہیں کر سکے گی۔ ہمیں قدرتی اشارے مل رہے ہیں ہم کچھ عرصے تک عدنان سے لاتعلق رہیں گے۔"

سونیا یہ سن کر پریشان ہو گئی تھی اور یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ جو کرنا ہو گا وہی کرے گی اور دیکھے گی کہ دشمن کس طرح اس کے پوتے کو اس سے چھین کر لے جاتے ہیں؟ اس نے اس سلسلے میں مجھ سے بات کی تو میں نے کہا" فکر نہ کرو' تم نے عدنان کے سلسلے میں بڑی پریشانیاں اٹھائی ہیں اسے یہاں میرے پاس لے آؤ ہم دونوں مل کر اس کی حفاظت کریں گے۔"

میں ہندوستان میں تھا اور سونیا دشانبے میں تھی۔ اس نے صالح بن طالبی سے کہا تھا کہ دوسرے دن کی فلائٹ سے وہ انڈیا جائے گی اور اپنے پوتے کو بھی ساتھ لے جائے گی اس کے لیے وہ دو سیٹیں ریزرو کرائی جائیں۔

خیال خوانی کے ذریعہ ایسا کرنا کچھ مشکل تھا۔ سیٹیں ریزرو ہو گئیں اور وہ دوسری صبح اپنے پوتے کے ساتھ ہندوستان جانے والی تھی۔ صالح بن طالبی سے کہہ دیا تھا کہ وہ عدنان کو حفاظت سے ایئر پورٹ میں لے آئے۔ دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوسوں کو الرٹ کر دیا گیا تھا کہ وہ اب سے لے کر کل صبح تک بہت محتاط رہیں۔ جب تک عدنان سونیا کے ساتھ جہاز میں سوار نہ ہو جائے اور وہاں سے روانہ نہ ہو جائے تب تک سب اپنے اپنے طور پر مستعد رہیں۔

وہ اس رات آرام سے سوئی ہوئی تھی' صبح جلدی اٹھنے والی تھی لیکن آدھی رات کو صالح بن طالبی نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے مخاطب کیا وہ بولی" کیا بات ہے؟"

وہ پریشانی سے بولا" میڈم! میں بہت شرمندہ ہوں' عدنان بابا یہاں نہیں ہیں۔"

وہ چیخ کر بولی" یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا' میں کیا کروں؟ میں نے تو انہیں کمرے میں بند کیا تھا۔ پھر وہ وہاں سے کیسے نکل کر چلے گئے؟ یہ میں نہیں جانتا آپ تو جانتی ہیں کہ عدنان بابا کیسی کیسی بندشوں کو توڑ کر چلے جاتے ہیں اور ہم دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔"

سونیا نے ایک گہری سانس لے کر کہا" ہائے عدنان! میری جان! میری زندگی میں بڑے بڑے شہ زور اور خطرناک دشمن آئے انہوں نے مجھے پریشان نہیں کیا' جتنا کہ تم کر رہے ہو...... کہاں گئے ہو میری جان!......؟"

*

اس بار عدنان کی گمشدگی نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ بچہ بالکل آؤٹ آف کنٹرول ہے۔ نہ وہ ذہانت سے قابو میں آتا تھا۔ نہ اس پر ٹیلی پیتھی کا زور چلتا تھا اور نہ ہی کالا جادو اس کا کچھ بگاڑ سکتا تھا۔ میں پہاڑ جیسے مسائل حل کرتا آیا ہوں اور سونیا کی مکاریاں ناممکن کو ممکن بناتی آئی ہیں لیکن ہم دونوں دادا دادی بھی اپنے پوتے کے آگے بے بس ہو گئے تھے۔

اس کی گمشدگی کی خبر ملتے ہی ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی تھی۔ معلوم کرنا چاہا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ لیکن کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ اس کے ساتھ وہی مسئلہ تھا۔ دماغ کے اندر کئی طرح کے خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے وہ کسی ایک خیال پر مرکوز نہیں تھا۔ اس لیے اس کا کوئی ایک خیال پڑھا نہیں جا سکتا تھا۔

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے صالح بن طالبی نے اسے ایک بنگلے میں چھپا رکھا تھا اور وہاں کی تمام کھڑکیوں اور دروازوں کو بند کر دیا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے دو جاسوسوں نے وہاں جا کر معائنہ کیا۔ یہ معلوم کرنا چاہا کہ اس مقفل بنگلے سے عدنان کس طرح باہر نکل آیا ہوگا؟

ان دونوں جاسوسوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ کھڑکیاں بند تھیں اور دروازے مقفل تھے۔ یہی بات سمجھ میں آئی تھی کہ کسی نے مقفل دروازے کو کھولا ہے اور وہاں سے عدنان کو نکالا ہے پھر اس دروازے کو مقفل کر دیا ہے۔ اس کے بعد عدنان کو لے کر کہیں چلا گیا ہے۔

صالح بن طالبی نے کہا ”میں دوسرے کمرے میں سو رہا تھا اور تمام دروازوں میں خودکار آلات نصب کیے ہوئے تھے۔ کوئی بھی انہیں کھولتا تو وہ آلات بجنے لگتے اور میں بیدار ہو جاتا۔“

ایک جاسوس نے کہا ”خودکار نظام کو تبدیل بھی کیا جا سکتا ہے۔ واردات کرنے والے حفاظتی انتظامات کا توڑ کرنا جانتے ہیں۔“

صالح بن طالبی نے کہا ”مانتا ہوں لیکن یہ تو دیکھیں کہ خودکار نظام کا توڑ نہیں کیا گیا ہے۔ اسے بالکل نہیں چھیڑا گیا ہے۔ جیسا تھا ویسے ہی ہے۔ کسی آنے والے نے ہمارے حفاظتی انتظامات کا توڑ نہیں کیا ہے۔ پتا نہیں کس حربے سے دروازے کو کھولا ہوگا۔ عدنان بابا کو لے گیا ہوگا۔“

جاسوس بھی یہ تسلیم کر رہے تھے کہ خودکار نظام اپنی جگہ قائم ہے اور واردات کرنے والا عدنان کو وہاں سے کیسے لے گیا ہے؟ یہ بات ان کی سمجھ سے باہر تھی اور جب بات ہی سمجھ سے باہر ہو تو یہ سوچنا پڑتا ہے کہ ایسا کچھ کالے جادو کے ذریعے کیا گیا ہے۔

یہ تو ہم سب جانتے تھے کہ عدنان اور انوشے کے خلاف کالا جادو کیا جا رہا ہے اور دشمن انہیں اپنی طرف لانے کے لیے منتر پڑھتے رہتے ہیں۔ سب سے پہلا دشمن ولاڈی میر تھا۔ جو عدنان کو حاصل کرنے کے لیے دن رات خیال خوانی کرتا رہتا تھا یا پھر کالے منتر پڑھتا رہتا تھا۔ عدنان اس کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ بن گیا تھا۔

اور ارنا کوف کے لیے بھی عدنان ضروری تھا۔ اس نے اپنے پراسرار عمل سے معلوم کیا تھا کہ اگر عدنان کی شادی تاشا سے ہوگی تو انہیں دن بہ دن عروج حاصل ہوتا رہے گا اور وہ ٹیلی پیتھی اور کالے عمل کے ذریعے تمام دنیا پر حکمرانی کرتے رہیں گے۔

اس مقصد کے لیے تاشا دن رات ایسے منتر پڑھتی رہتی تھی۔ جو عدنان کو متاثر کر سکتے تھے اور واقعی اسے متاثر کر رہے تھے۔ یوں تو منتر پڑھنے کا عمل کئی دنوں سے جاری تھا لیکن ادھر پچھلے چوبیس گھنٹوں سے تاشا نے مسلسل یہ عمل جاری رکھا تھا۔ صرف کھانے پینے کے وقت منتر پڑھنے کا وقفہ ہوتا تھا۔ اس کے بعد وہ پھر پڑھنے لگتی تھی۔ اس طرح یہ کہا جا سکتا تھا کہ اس کے منتر عدنان پر بڑے استحکام سے اثر انداز ہو رہے ہیں۔

سونیا نے صالح بن طالبی سے کہا ”میرا پوتا کالے جادو کے زیر اثر ہے۔ اس کا توڑ کرنا ہوگا۔ تم انا بیلا کو میرے پاس بھیج دو۔“

صالح بن طالبی چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی انا بیلا نے آ کر کہا ”میں حاضر ہوں آپ حکم کریں۔“

سونیا نے پوچھا ”اسرائیل میں تمہاری کیا پوزیشن ہے؟“

”ونڈرفل۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اتنی ساری کامیابیاں اتنی جلدی حاصل ہو جائیں گی۔ تمام اسرائیلی اکابرین اپنے تین پراسرار سیاست دانوں پر انحصار کرتے تھے۔ ان میں سے ایک کالے جادو کا ماہر ہے۔ میں نے ان تینوں کو زیر کر دیا ہے۔ تینوں کو زخمی کر کے بستروں پر پہنچا دیا ہے۔ تمام اسرائیلی اکابرین مجھ سے بے حد متاثر بھی ہیں اور خوف زدہ بھی ہیں۔ انہوں نے مجھے الپا کی جگہ دے دی ہے اور چاہتے ہیں کہ میں ان کے ملک میں چلی آؤں اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکمرانی کرتی رہوں۔“

”کیا تم وہاں جانے کی غلطی کرو گی؟“

”نہیں...... میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں۔ بہت سوچ سمجھ
(ق)دم اٹھاؤں گی۔ اگر جانا ضروری ہوا تو اپنی ڈمی وہاں بھیج
(د)وں گی۔ تاکہ یہودی اکابرین مطمئن ہوتے رہیں۔“

”تم نے ان تین پراسرار سیاست دانوں کو زیر کر کے
(اپ)نے لیے پوری طرح کامیابی کا راستہ ہموار کر لیا ہے۔ میں
(تم)ہیں مبارک دیتی ہوں۔“

”شکریہ۔ آپ فرمائیں میں آپ کے لیے کیا کر سکتی
(ہ)وں؟“

”میں نے کہا تھا کہ میں تمہارے کام آتی رہوں گی اور تم
(می)رے کام آتی رہو گی۔“

”مما......! آپ نہ کہیں تب بھی میں آپ کے کام آتی
(رہ)وں گی۔ آپ صرف حکم کریں۔“

”کیا تمہیں معلوم ہے کہ میرے پوتے کو پھر اغوا کیا گیا
ہے؟“

وہ حیرانی سے بولی ”یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ کیا عدنان
(آ)پ کے پاس نہیں ہے؟“

”ہم نے اسے بڑی حفاظت سے چھپا رکھا تھا لیکن پتا
(ن)ہیں وہ مقفل بنگلے کے اندر سے کیسے باہر چلا گیا۔ کون اسے
لے گیا ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے؟ عقل یہی سمجھا رہی ہے کہ
(ی)ہ سب کچھ کالے جادو کے ذریعے ہو رہا ہے۔“

اس نے تائید کی ”یقیناً کالے جادو کے ذریعے ہو رہا
ہے۔“

”انا بیلا...... یہ تمہارے لیے چیلنج ہے۔ تم نے اسرائیلی
(ا)کابرین، ارنا کوف ولاڈی میر اور سب ہی کو یہ کہا ہے کہ
(عد)نان تمہارے پاس ہے اب اگر وہ ولاڈی میر اور ارنا
(ک)وف کے پاس پہنچ جائے گا تو تم جھوٹی کہلاؤ گی اور یہ تمہاری
(ب)ہت بڑی ناکامی ہوگی۔“

”میں سمجھ رہی ہوں، یہ میرے لیے بہت بڑا چیلنج ہے۔
(مج)ھے ہر حال میں عدنان کو واپس لانا ہوگا۔ میں ابھی معلوم کرتی
(ہ)وں کہ اس کے خلاف کیا کیا جا رہا ہے؟“

”میں یہی چاہتی ہوں۔ تم اپنے کالے جادو کے ذریعے
(می)رے پوتے کا سراغ لگاؤ۔“

”آپ مطمئن رہیں۔ میں ابھی کچھ کرتی ہوں۔“

اس نے اسرائیلی اکابرین سے رابطہ کیا پھر ان سے کہا
”میں ابھی کئی گھنٹوں تک اپنے معاملے میں مصروف رہوں
(گ)ی۔ لہٰذا آپ لوگوں سے رابطہ نہیں رہے گا۔“

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی کہ عدنان کے خلاف
کس قسم کے منتر پڑھے جا رہے ہیں؟ وہ کالے علوم کے سلسلے میں مہارت رکھتی تھی۔ بچپن سے یہ تعلیم حاصل کرتی آ رہی تھی، یہ جانتی تھی کہ عدنان کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے کس قسم کے منتر پڑھے جا رہے ہوں گے؟ اور ان منتروں کا توڑ کس طرح ہو سکتا ہے؟

پہلے آوازون اور ارنا کوف سے دماغی رابطہ تھا۔ اس لیے اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ انوشے کو حاصل کرنے کے لیے کس طرح منتر پڑھ رہی ہے اور اس کے خلاف کیا کچھ کر رہی ہے؟ لیکن اب اس سے کوئی دماغی رابطہ نہیں تھا۔ وہ کسی طرح رابطہ کرنے کے بعد ان سے کچھ پوچھتی تب بھی وہ انکار کرتے۔ یہ بات اس سے چھپاتے کہ وہ عدنان کے خلاف کیا کرتے پھر رہے ہیں؟

اس نے فوراً ہی کالے جادو کی تیاریاں کیں۔ ماش کی دال کے آٹے کو گوندھ کر عدنان کے نام کا ایک پتلا بنایا۔ اسے ایک انسانی کھوپڑی کے کھلے ہوئے منہ کے اندر رکھ کر منتر پڑھنے لگی۔ جب وہ مسلسل منتروں کا جاپ کرتی رہتی اور کامیاب ہوتی رہتی تو وہ پتلا خود بخود اس کھوپڑی کے کھلے ہوئے منہ سے باہر آ کر گر پڑتا۔ اس سے معلوم ہو جاتا کہ عدنان پر جو جادو کیا گیا ہے وہ اس جادو کے اثر سے نکل آیا ہے۔ اس کے بعد وہ عدنان کو تاشا یا ارنا کوف کے کالے عمل سے دور رکھ سکتی تھی۔

تاشا نے یہ خوش خبری اپنی ماں ارنا کوف کو سنائی ”میں اپنے منتروں کا جاپ کرنے میں کامیاب رہی ہوں۔ عدنان جہاں بھی ہے وہاں سے نکل آیا ہے۔ اس نے تمام پابندیوں کو توڑ دیا ہے۔ اب وہ میری طرف آنا چاہتا ہے۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟“

تاشا نے پہلی بار اتنی بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ اس کی ماں ارنا کوف اور بھائی آوازون بہت خوش تھے۔ اب یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ عدنان کو کہاں قید کیا گیا تھا اور اب وہ تاشا کے منتروں کے زیر اثر رہ کر اس قید سے نکل کر کس طرف جا رہا ہے؟

ماں نے بیٹی سے کہا ”تاشا! تم اطمینان رکھو۔ ہم ابھی اپنے اپنے..... منتروں سے معلوم کریں گے کہ وہ کہاں ہے اور کدھر جا رہا ہے؟ اس وقت تک تم طلسمی آلے کے ذریعے اسے تلاش کرو۔ اس سے یہ معلوم ہوگا کہ وہ ہم سے کتنے فاصلے پر ہے؟ اور کس سمت میں ہے؟“

تاشا طلسمی آلے کو سامنے رکھ کر منتر پڑھنے لگی۔ ادھر ارنا کوف اور آوازون بھی عدنان کو ڈھونڈ نکالنے اور اس کی صحیح جگہ معلوم کرنے کے لیے طرح طرح کے منتر پڑھنے لگے۔

سونیا نے انابیلا کو بتا دیا تھا کہ عدنان کو کہاں چھپا کر رکھا گیا تھا۔ انابیلا دوسرے تمام کالے منتروں کا عمل کرنے والوں سے پہلے عدنان تک پہنچ سکتی تھی۔ یہ معلوم کر سکتی تھی کہ وہ کس طرف گیا ہے اور اسے کس طرح قابو میں کرنا چاہیے؟

فی الحال عدنان کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ کہاں ہے اور کس کے ساتھ ہے؟ اس کے دماغ میں کئی طرح کے خیالات گڈمڈ تھے اور ایسے میں اس کے ذریعے اہم معلومات حاصل نہیں ہو سکتی تھیں۔

وہ ایسے منتر پڑھنے لگی جن کے ذریعے تمام مخالفین کا توڑ ممکن تھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ سب طلسمی آلات کے ذریعے عدنان کا سراغ لگانے کی کوششیں کر رہے ہوں گے۔ وہ اپنے مخصوص منتروں کے ذریعے ان طلسمی آلات کا رخ بدل سکتی تھی اور وہ ایسا ہی کر رہی تھی۔

ولاڈی میر' ارنا کوف اور آوازون کا خیال تھا کہ تاشا کے منتروں نے عدنان کو انابیلا کی قید سے رہائی دلائی ہے اور وہ انابیلا کی قید سے نکل کر کسی طرف جا رہا ہے۔ ایک آدھ گھنٹے کے بعد انہیں پتا چلا کہ ان کے طلسمی آلات صحیح طور پر عدنان کی نشان دہی نہیں کر پا رہے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ انابیلا ان کے منتروں کا توڑ کر رہی ہے۔

ولاڈی میر نے پریشان ہو کر سوچا "میں اپنی اس سوتیلی بہن کو نادان بچی سمجھ رہا تھا لیکن وہ تو پہاڑوں سے ٹکرا رہی ہے۔ عدنان کو اغوا کرنے کے بعد فرہاد اور سونیا کے لیے بھی چیلنج بن گئی ہے۔ اب میرے طلسمی آلات کا رخ بھی موڑ رہی ہے۔ اس سوتیلی بہن انابیلا کو کسی نہ کسی طرح قابو میں کرنا ہوگا۔"

تمام کالا عمل کرنے والے ولاڈی میر' ارنا کوف' آوازون' تاشا اور انابیلا نے اپنے اپنے اطراف ایسا جادوئی حصار بنا لیا تھا کہ کسی کا بھی طلسمی آلہ ان میں سے کسی کی بھی نشان دہی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کس دنیا کے کس حصے میں ہیں؟

یہی وجہ تھی کہ تمام کالا جادو جاننے والے دشمن انابیلا تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اگر ایک بار بھی پہنچ جاتے تو اسے زندہ نہ چھوڑتے۔ جسے وہ ایک معمولی اور نادان بچی سمجھتے آ رہے تھے۔ وہ دھماکوں پر دھماکے کرتی جا رہی تھی۔

کچھ مسائل کا حل بہت آسان ہوتا ہے لیکن مشکل حالات اور ذہنی الجھنوں کے باعث وہ حل اس وقت سمجھ میں نہیں آتا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اچانک وہ بات دماغ میں آ جاتی ہے۔ اسی طرح ولاڈی میر کے دماغ میں اچانک ہی یہ خیال پیدا ہوا کہ انابیلا کی بہت بڑی کمزوری سے کھیلا جا سکتا ہے اور اس کی بہت بڑی کمزوری اس کی ماں ہے۔

یہ خیال آتے ہی اس نے انابیلا کی ماں یعنی اپنی ... ماں کا پتلا تیار کیا پھر وہ طلسمی آلے کو اس کے قریب رکھ کر منتروں کا جاپ کرنے لگا۔

تاشا اپنے ہونے والے ننھے شوہر کو حاصل کرنے کے سلسلے میں پریشان تھی۔ اس نے کسی کی قید سے عدنان کو باہر نکالنے کے سلسلے میں کامیابی حاصل کی تھی اور اتنی بڑی کامیابی کے بعد اب اسے ناکامی ہو رہی تھی۔ پتا نہیں چل رہا تھا کہ عدنان کہاں ہے؟

وہ بار بار خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ رہی تھی لیکن اس کا دماغ تو ایک عجوبہ تھا۔ وہ جس طلسمی آلے کے ذریعے اس کا سراغ لگانا چاہتی تھی۔ اس آلے کا توڑ انابیلا کر رہی تھی اور وہ جھنجلا کر ماں سے کہہ رہی تھی "یہ انابیلا ہمارے لیے مصیبت بن گئی ہے۔ کیا اسے کسی طرح قابو میں نہیں کیا جا سکتا؟"

ارنا کوف نے کہا "بیٹی! پریشان نہ ہو۔ کبھی کامیابی اور کبھی ناکامی ہوتی ہی رہتی ہے۔ کبھی ہم جیسے شہ زوروں کو کمزوروں کے سامنے وقتی طور پر جھکنا پڑتا ہے۔ ہم اسے قابو میں کرنے کی پوری کوششیں کر رہے ہیں۔"

جب عدنان کے دماغ میں خیالات گڈمڈ نہیں ہوتے تھے اور اس کا ذہن کسی ایک خیال پر مرکوز رہتا تھا۔ تو خیال خوانی کرنے والے اس کے ذریعے آس پاس کے مناظر دیکھ سکتے تھے اور اس کے کانوں سے آس پاس کی آوازیں سن سکتے تھے لیکن خیال خوانی کے ذریعے اس سے بول نہیں سکتے تھے۔ بولتے تو وہ آواز نہیں سنتا تھا۔ یہ سمجھ ہی نہیں پاتا تھا کہ کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے بیک وقت آتے جاتے رہتے ہیں۔ کوئی دشمن اس کے اندر زلزلے پیدا کرنا چاہتا تو ناکام رہتا۔ کیونکہ اس کا دماغ کسی بھی خیال خوانی کی لہروں سے متاثر نہیں ہوتا تھا۔ انہیں محسوس ہی نہیں کرتا تھا۔

مختصر یہ کہ اس کے دماغ میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا آنا جانا لگا ہوا تھا۔ وہ انتظار میں تھے کہ اس کا ذہن کسی ایک خیال پر مرکوز ہوگا تو شاید اس کے بارے میں کچھ معلوم کر سکیں گے۔ وہ تقریباً تین گھنٹوں تک وقفے وقفے سے اس کے اندر جاتے اور آتے رہے اور مایوس ہوتے رہے۔

ان میں سے کتنے ہی مایوس ہو گئے۔ انہوں نے سوچا کہ اب دو چار گھنٹوں کے بعد جائیں گے۔ شاید اس وقت تک اس کے خیالات پڑھنے کے قابل ہو سکیں۔ ولاڈی میر' ارنا کوف' آوازون اور تاشا وغیرہ نے بھی یہی سوچا کہ زیادہ ...

زیادہ کالے عمل کی طرف توجہ دینی چاہیے پھر ایک آدھ گھنٹے بعد اس کے دماغ میں جا کر معلوم کیا جائے گا۔

یہ کہنا بجا ہوگا کہ قسمت انابیلا کا ساتھ دے رہی تھی۔ ٹھیک ایسے ہی وقت عدنان کا ذہن ایک خیال پر مرکوز ہو گیا۔ اس نے عدنان کے ذریعے دیکھا۔ وہ ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ وہ اس کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم نہیں کر سکتی تھی کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور اس وقت کس کے ساتھ ہے؟ تاہم وہ اس کے ذریعے آس پاس کے ماحول کو دیکھ سکتی تھی اور اس کے کانوں سے آس پاس کی آوازیں سن سکتی تھی۔ وہ ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ اس وقت ایک ائر ہوسٹس تمام مسافروں کو لنچ سپلائی کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اسے کسی خاتون کی آواز سنائی دی "بیٹے! تم کولڈ ڈرنک لوگے یا گرم دودھ پینا پسند کرو گے؟"

وہ بولا "میں دودھ پیوں گا۔"

انابیلا اس خاتون کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے مختصر سے خیالات نے بتایا کہ ابھی ایک ہفتہ پہلے ہی اس کا ایک پانچ برس کا بیٹا مر گیا تھا۔ وہ اس کا ماتم کر رہی تھی۔ وہ اسرائیل کے شہر تل ابیب میں رہتی تھی۔ وہاں سے آئی ہوئی تھی۔ اب بیٹے سے محروم ہو کر واپس جانے والی تھی۔ ایسے ہی وقت اس نے عدنان کو ائرپورٹ کے راستے پر دیکھا پھر اسے اپنی کار میں بٹھا لیا۔ اس سے اس کے بارے میں پوچھنے لگی تو اس نے کوئی معقول جواب نہیں دیا۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولی "تم میرے بیٹے بن کر میرے ساتھ رہو گے؟ میرے ساتھ چلو گے؟"

عدنان نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ اسے لے کر ائرپورٹ پہنچ گئی۔ اس کے پاسپورٹ میں پانچ برس کے بیٹے کی انٹری موجود تھی۔ وہ اس کے ذریعے عدنان کو لے کر اب اسرائیل کے شہر تل ابیب کی طرف جا رہی تھی۔

انابیلا تیزی سے سوچنے لگی کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے؟ سب سے پہلے تو یہ خیال آیا کہ دوسرے خیال خوانی کرنے والے بھی عدنان کے دماغ میں پہنچ رہے ہوں گے اور یہ سب کچھ معلوم کر رہے ہوں گے' اس کے ذریعے اس خاتون کے دماغ میں بھی پہنچ رہے ہوں گے۔

سب سے پہلا اور ضروری کام یہی تھا کہ اس خاتون کے دماغ کو لاک کر دیا جائے۔ پہلے یہ یقین کیا جائے کہ اس کے دماغ میں اس وقت کوئی موجود نہیں ہے۔ اس خاتون کا نام جولیانا واٹسن تھا۔ اس وقت وہ کھانے میں مصروف تھی۔ انابیلا خاموش رہ کر معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اس کے دماغ میں کوئی اور ہے یا نہیں؟

قسمت اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ ان لمحات میں کوئی اس کے اندر پہنچا ہوا نہیں تھا۔ اس نے فوراً ہی جولیانا کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ سستی اور تھکن محسوس کرنے لگی۔ اس نے کھانے کو چھوڑ دیا پھر ائر ہوسٹس سے کہا کہ برتن واپس لے جائے اور خود کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گئی۔ آنکھوں کو بند کر لیا۔

انابیلا فوراً ہی مختصر سے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کرنے لگی۔ صرف پندرہ منٹ میں ہی جولیانا واٹسن کا دماغ لاک ہو گیا۔ اس کے بعد بھی وہ بہت دیر تک اس کے دماغ میں موجود رہی۔ یہ سمجھنے کی کوشش کرتی رہی کہ کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر چھپا ہوا ہے یا نہیں؟

یہ اطمینان ہو گیا کہ اس وقت کوئی اس کے اندر موجود نہیں تھا اور قسمت نے اس کا بھرپور ساتھ دیا ہے۔ یہ اطمینان ہوتے ہی اس نے جولیانا واٹسن کا ایک پتلا تیار کیا پھر اس پتلے کو بھی مردہ انسانی کھوپڑی کے اندر رکھ دیا اور منتر پڑھنے لگی۔ ان منتروں کے ذریعے دوسرے تمام کالا جادو جاننے والوں کا راستہ روکنے لگی۔ ان منتروں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ان کے طلسمی آلے اس خاتون جولیانا واٹسن تک نہیں پہنچ سکتے تھے اور نہ ہی اس کی نشان دہی کر سکتے تھے۔ ان تمام دشمنوں کو عدنان کے

ذریعے یہ نہیں معلوم ہوسکتا تھا کہ وہ اسرائیل کے شہر تل ابیب کی طرف جارہا ہے اور جولیانا کے دماغ کو لاک کردیا گیا تھا۔ لہٰذا کوئی خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس طرح عدنان ان سب کی دسترس سے دور ہوتا جارہا تھا۔

مقدر جب کسی پر مہربان ہوتا ہے تو اس کے دن اسی طرح پھرتے ہیں۔ جس طرح انابیلا کے دن پھر رہے تھے۔ اس نے فوری طور پر یہ فیصلہ کیا کہ اب اسے بھی اسرائیل جانا چاہیے اور تل ابیب میں رہ کر اس پر نظر رکھنی چاہیے۔ بلکہ اسے اپنے پاس چھپا کر رکھنا چاہیے۔ وہ قریب رہ کر اس کی پوری طرح حفاظت کرسکتی تھی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا کہ اسرائیل جانے والی پہلی فلائٹ کب مل سکتی ہے۔ پتا چلا کہ کل دوپہر کو ایک فلائٹ وہاں سے روانہ ہونے والی ہے۔ اس نے اس فلائٹ میں اپنے اور اپنی ماں کے لیے دو سیٹیں ریزرو کرالیں۔ وہ بڑی احتیاطی تدابیر اختیار کرتی آرہی تھی۔ اس نے سب سے پہلے اپنے اطراف حصار باندھا تھا۔ اس طرح کوئی دشمن کالے جادو کے ذریعے اس کا سراغ نہیں لگا سکتا تھا کہ وہ کس ملک کے کس شہر میں ہے؟ پھر جب عدنان کا سراغ مل گیا تو اس نے عدنان کے اطراف بھی حصار باندھ دیا۔ اس کے ساتھ رہنے والی جولیانا وائسن کو بھی دشمنوں کے کالے منتروں سے دور کردیا مگر ایسی مصروفیات کے دوران میں وہ اپنی ماں کو بھول گئی۔ یہ خیال ہی نہیں رہا کہ دشمن ماں کے ذریعے بھی بیٹی تک پہنچ سکتے ہیں۔

وہ ماں کی طرف سے اس لیے غافل ہوگئی تھی کہ اس نے اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کردیا تھا اور یہ اطمینان ہوگیا تھا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر نہیں پہنچ سکے گا۔ اس نے بعد میں سوچا کہ ماں کے اطراف بھی حصار باندھنا چاہیے۔ تاکہ کوئی دشمن کالے جادو کے ذریعے وہاں تک نہ پہنچ سکے لیکن اس نے سوچنے اور سمجھنے میں دیر کردی۔ اس سے پہلے کہ وہ ماں کے لیے احتیاطی تدبیر اختیار کرتی۔ ولاڈی میر نے اس کا سراغ لگالیا۔ اپنے منتروں کے ذریعے اس پر اثر انداز ہونے لگا۔

ولاڈی میر نے کئی برس پہلے اپنی سوتیلی ماں یعنی انابیلا کی ماں کی آواز سنی تھی۔ اس کے بعد اس کے لب و لہجے کو بھول گیا تھا۔ اس لیے وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اگر اس کی آواز سن بھی لیتا تب بھی پہنچ نہیں پاتا۔ کیونکہ اس کا دماغ لاک ہوچکا تھا۔ لہٰذا وہ کالے جادو کے چور راستے سے اس کے قریب پہنچا تھا اور اس پر اثر انداز ہورہا تھا۔

انابیلا نے پریشان ہوکر پوچھا ''ممی! آپ کو کیا ہورہا ہے؟''

اس نے کہا ''بیٹی! پتا نہیں۔ اندر عجیب سی بے چینی ہے۔ ہلکا ہلکا سا سوئیاں چبھنے کا احساس ہورہا ہے۔''

انابیلا کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ فوراً ہی سمجھ گئی کہ اس پر کالا عمل کیا جارہا ہے وہ پوری طرح ماں کی طرف متوجہ ہوگئی۔ اس کی حفاظت کے لیے منتر پڑھنے لگی لیکن دوسری طرف سے منتروں کی شدت زیادہ تھی۔ کیونکہ صرف ولاڈی میر ہی نہیں ارنا کوف اور آوازدن بھی اسی طرح کے منتر پڑھ رہے تھے۔ وہ دونوں بھی اس کی ماں تک پہنچنا چاہتے تھے۔ ان کی سمجھ میں بھی یہی بات آئی تھی کہ انابیلا تک پہنچنے کے لیے اس کی ماں کو قبضے میں کرنا ہوگا۔

انابیلا کو ارنا کوف کے ایک آلہ کار کا فون نمبر معلوم تھا۔ اس نے اس نمبر پر ارنا کوف کو مخاطب کیا۔ وہ اس آلہ کار کے دماغ میں آکر بولی ''انابیلا! تم بڑی اونچی اڑان بھر رہی ہو۔ ہواؤں میں اڑ رہی ہو۔ ہم نے تم سے رابطہ کرنا چاہا تو تم ہمیں نظر انداز کرتی رہیں۔ اب اپنی ماں کی جان بچانے کے لیے ہم سے رابطہ کررہی ہو؟''

وہ بولی ''میری اور تمہاری دشمنی ہے۔ تم میری ماں کو بیچ میں کیوں لا رہی ہو؟ کیوں اسے پریشان کررہی ہو؟''

''میں تیری دکھتی ہوئی رگ اپنی چٹکی میں پکڑ کر رکھوں گی تب ہی تو میرے قابو میں رہے گی۔''

اس نے انجان بن کر پوچھا ''تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟ میری ماں کا پیچھا کیسے چھوڑو گی؟''

''عدنان کو میرے حوالے کردو......''

''تم نے یہ مطالبہ کرنے میں بڑی دیر کردی ہے۔ وہ بچہ میری قید سے نکل چکا ہے اور میں جانتی ہوں کہ اسے تمہاری تاشا کے منتروں نے مجھ سے چھین لیا ہے اور تم انجان بن کر مجھ سے دشمنی کررہی ہو۔ میری ماں کو پریشان کررہی ہو۔''

''بے شک...... میری تاشا نے اس کے لیے منتر پڑھے تھے۔ وہ اسے اپنی طرف مائل کررہی تھی لیکن وہ بچہ تیری قید سے نکلنے کے بعد بھی حاصل نہیں ہورہا ہے۔ پتا نہیں کہاں بھٹک رہا ہے؟ اس کی نشان دہی نہیں ہورہی ہے۔''

انابیلا نے کہا ''یہی مسئلہ میرے ساتھ بھی ہے۔ تم یقین کرو۔ میں خیال خوانی اور کالے منتروں کے ذریعے اسے تلاش کررہی ہوں لیکن اس کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔''

''تو جھوٹ بول رہی ہے' مکاری دکھا رہی ہے۔

''میں جانتی ہوں' تم میری بات کا یقین نہیں کرو گی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں عدنان کے دماغ میں گئی تھی۔ بس اتنا ہی پتا چلا کہ وہ کسی طیارے میں سفر کررہا ہے لیکن اس کے ساتھ کون ہے۔ یہ پتا نہیں چل رہا تھا پھر میں نے ایک خاتون کی آواز سنی اس کے دماغ میں جانا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بڑی پلاننگ کے ساتھ عدنان کو اغوا کرکے لے جارہا ہے اور ایسی عورت کی مدد حاصل کررہا ہے جو یوگا میں مہارت رکھتی ہے اور ہم سب کو اپنے اندر آنے سے روک سکتی ہے۔''

ارنا کوف سوچنے لگی کہ وہ اور آوازدن بھی اس کے دماغ میں گئے تھے اور انہوں نے دیکھا تھا کہ وہ کسی طیارے میں سفر کررہا ہے۔ انہوں نے جولیانا وائسن کی آواز سنی تھی' اس کے دماغ میں جانا چاہا تھا لیکن اس نے سانس روک لی تھی۔ طیارے کے دوسرے مسافر یا تو اپنی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے یا سو رہے تھے۔ اگر کوئی عدنان سے جولیانا سے مخاطب ہوتا تو اس کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچا جاسکتا لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہورہی تھی اور کوئی ہوسٹس بھی ان کے قریب سے نہیں گزر رہی تھی۔

ویسے انہیں امید تھی کہ وہ کچھ دیر بعد کسی کی آواز سن سکیں گے یا کوئی ائر ہوسٹس کچھ کھانے پینے کا پوچھنے کے لیے آئے گی اور یقیناً کوئی ائر ہوسٹس ان کے قریب آسکتی تھی یا کوئی مسافر انہیں مخاطب کرسکتا تھا لیکن اس سے پہلے ہی عدنان کے دماغ میں خیالات گڈمڈ ہونے لگے۔ وہ سب جھنجلا کر اسے گالیاں دینے لگے۔ یہ ننھا سا بچہ خوامخواہ ہمیں ہلکان کررہا ہے۔ ایک عرصے سے ہمیں اپنے پیچھے دوڑاتا آرہا ہے۔ پتا نہیں یہ کیا بلا ہے؟

ارنا کوف نے کہا ''ہم بھی بار بار اس کے دماغ میں جارہے ہیں۔ ابھی اس کے اندر خیالات گڈمڈ ہوگئے ہیں لیکن ایسا کب تک رہے گا؟ آخر کبھی تو وہ نارمل ہوگا۔ اس کے خیالات ایک جگہ مرکوز ہوں گے تو ہم اس کے ذریعے بہت کچھ معلوم کرسکیں گے۔''

انابیلا یہ سوچ کر پریشان ہورہی تھی کہ ابھی لمبا سفر ہے۔ وہ تقریباً چھ گھنٹے بعد اسرائیل پہنچنے والے تھے۔ اس دوران میں پھر عدنان کا دماغ نارمل ہوسکتا تھا اور اس کے خیالات ایک جگہ مرکوز ہوسکتے تھے۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اور دشمنوں کو اس کے اندر جگہ مل سکتی تھی۔

وہ دوہری پریشانیوں میں مبتلا ہوگئی تھی۔ ایک طرف عدنان کو دشمنوں سے دور رکھنا تھا اور دوسری طرف ماں کی حفاظت کرنی تھی۔ ارنا کوف نے اس سے کہا ''ماں کی سلامتی چاہتی ہو تو عدنان کو ہمارے حوالے کردو۔''

''میں کہہ چکی ہوں' وہ میری قید سے نکل چکا ہے اور تم یہ تسلیم کرتی ہو کہ اسے تاشا کے منتروں نے میری قید سے نکالا ہے۔''

''میں یہ بھی تو کہہ رہی ہوں کہ تمہاری قید سے نکلنے کے بعد بھی وہ ہمارے قابو میں نہیں آیا ہے۔''

''پھر میں کیا کرسکتی ہوں؟ وہ میرے پاس ہوتا تو میں اپنی ماں کی سلامتی کے لیے اسے تمہارے حوالے کردیتی۔''

''ہماری عقل اور ہمارا تجربہ کہتا ہے کہ تم کوئی مکاری دکھا رہی ہو۔ ادھر پچھلے کئی دنوں سے بڑی تیزی کے ساتھ چالیں چل رہی ہو کہ ہم حیران ہورہے ہیں۔ تمہیں نادان بچی سمجھتے تھے مگر تم پہاڑوں سے ٹکرا رہی ہو مگر ہم بھی لوہے کے چنے ہیں ہمیں چبانا چاہو گی تو تمہارے دانت ٹوٹ جائیں گے۔''

وہ عاجزی سے بولی ''میں تمہیں چیلنج نہیں کررہی ہوں۔ میری مجبوری کو سمجھو۔ میں کوئی مکاری نہیں دکھا رہی ہوں۔ عدنان اس وقت میرے قابو سے باہر ہے۔ میں تو خود اسے

تلاش کررہی ہوں۔ ابھی کچھ دیر پہلے اس کے دماغ میں گئی تھی تو پتا چلا کہ اس کے اندر پھر کئی طرح کے خیالات گڈمڈ ہوگئے ہیں۔ پلیز...... تم میری ماں سے دشمنی نہ کرو۔"

"دشمنی تو لازمی ہوگی۔ ہم اسے قابو میں کریں گے۔ تم بھی ہمارے قابو میں آؤ گی۔"

"اگر میں کسی طرح ایک گھنٹے کے اندر عدنان کو تلاش کرکے تمہارے حوالے کردوں تو کیا میری ماں کو چھوڑ دو گی؟"

"بے شک...... ہمیں عدنان چاہیے۔ اس کے بعد ہم تمہاری ماں کو پریشان نہیں کریں گے۔"

"تو پھر ایک گھنٹے تک میری ماں کو کسی عذاب میں مبتلا نہ کرو۔ اسے چھوڑ دو۔ اس سے دور ہو جاؤ۔ میں ایک گھنٹے بعد اپنا وعدہ پورا کردوں گی۔"

ارنا کوف نے قہقہہ لگایا پھر طنزیہ انداز میں کہا "تم مجھے اپنی طرح نادان بچی سمجھتی ہو؟ ایک گھنٹے کے لیے مجھے اپنی ماں سے دور کررہی ہو؟ تاکہ ہمارے منتروں کا توڑ کرسکو؟ اپنی ماں کے گرد حصار باندھ سکو۔ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ میں ایک گھنٹے تک چاہوں گی کہ تمہارے ماں کو کم سے کم تکلیف پہنچے مگر میں اس بات کی ضمانت نہیں دوں گی کہ ولاڈی میر ایسا کرے گا۔ کیونکہ تمہاری ماں پر اس کا بھی جادو چل رہا ہے۔ تم اسے بھی راضی کرو۔"

اس کی ماں مسلسل تکلیف میں تھی اور سوئیوں کی چبھن بڑھتی جارہی تھی۔ وہ تڑپ رہی تھی' چیخ رہی تھی۔ اسے کسی ایک جگہ قرار نہیں آرہا تھا۔ وہ ماں کو سمجھا رہی تھی کہ جلد ہی اسے سکون پہنچانے کی کوشش کرے گی لیکن وہ تمام سوتیلے بہت زبردست تھے۔ وہ تین طرف سے حملے کررہے تھے ایک طرف ولاڈی میر تھا' دوسری طرف ارنا کوف تھی اور تیسری طرف آوازدن تھا اور وہ تنہا ان تینوں کا مقابلہ کررہی تھی۔

وہ تڑپتے ہوئے بولی "بیٹی! وہ تینوں زبردست ہیں۔ جانی دشمن ہیں۔ تم ان سے مقابلہ نہیں کرسکو گی اور اگر شکست کھاؤ گی تو وہ میرے ذریعے تم تک پہنچ جائیں گے اور میں یہ کبھی نہیں چاہوں گی کہ میری بچی پر ان کا سایہ بھی پڑے۔"

"آپ میری فکر نہ کریں۔ میں اپنی حفاظت کرلوں گی اور میں اس سلسلے میں کامیاب بھی ہورہی ہوں۔ وہ مجھے تلاش کرنا چاہتے ہیں مگر ناکام ہورہے ہیں۔"

"یہی تو میں بھی سوچ رہی ہوں کہ وہ کب تک ناکام ہوں گے؟ وہ بہت زبردست ہیں۔ بیٹی! جب تم پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں۔ میں تب سے انہیں جانتی ہوں۔ وہ خوں خوار عورت ارنا کوف جو تمہاری سوتیلی ماں ہے۔ تمہارا خون پی لے گی' تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

ایسے وقت صالح بن طالبی نے آکر کہا "انابیلا! تمہیں میڈم نے بلایا ہے۔"

وہ ماں سے بولی "آپ ذرا صبر کریں۔ تکلیف برداشت کریں۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی سونیا کے پاس پہنچی۔ اس نے پوچھا "کیا تم میرے عدنان کو تلاش کررہی ہو؟"

"میڈم! میں اسی سلسلے میں مصروف تھی۔ اپنے کالے منتروں کے ذریعے بھی اسے تلاش کررہی تھی۔ ایسے ہی وقت میری ماں تکلیف میں مبتلا ہوگئی۔ پتا چلا کہ ولاڈی میر' ارنا کوف اور آوازدن سب ہی میری ماں پر جادو کررہے ہیں اور اس کے ذریعے مجھ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "ابھی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے بتایا ہے کہ میرا پوتا ایک طیارے میں سفر کررہا ہے۔ پتا نہیں وہ کہاں جارہا ہے؟"

"یہ میں نے بھی معلوم کیا ہے۔ ولاڈی میر' ارنا کوف اور آوازدن نے بھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا ہے لیکن یہ کسی کو معلوم نہیں ہورہا ہے کہ آخر عدنان بابا کس کے ساتھ ہیں؟ اور کہاں جارہے ہیں؟"

سونیا نے کہا "میرے پوتے کے ساتھ کوئی عورت ہے۔ اس کی آواز سنی جارہی ہے لیکن کوئی اس کے دماغ میں نہیں پہنچ پارہا ہے۔ میں نہیں مانتی کہ وہ یوگا کی ماہر ہوگی۔ میری عقل اور میرا تجربہ کہہ رہا ہے کہ اس پر کسی نے تنویمی عمل کیا ہے اور اس کے دماغ کو لاک کردیا ہے مگر ایسا کس نے کیا ہوگا؟"

وہ بولی "یہی سوال مجھے بھی پریشان کررہا ہے۔ ادھر ارنا کوف اور آوازدن کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا ہے اور وہ اس عورت تک پہنچنے کے سلسلے میں ناکام ہورہے ہیں۔"

سونیا نے کہا "اور میں نے ولاڈی میر سے پوچھا ہے وہ بھی قسمیں کھا کر کہہ رہا ہے کہ اس نے اس عورت پر تنویمی عمل نہیں کیا ہے۔ نہ ہی اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ اگر ایسا کرتا تو وہ عدنان کو اپنی طرف لے آتا۔"

انابیلا نے انجان بن کر پوچھا "تو پھر ایسا کون کررہا ہوگا؟"

"یہی تو میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔ نہ تو ارنا کوف نے ایسا کیا ہے' نہ آوازدن نے نہ ولاڈی میر نے اور نہ ہی ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے...... پھر اس عورت کا دماغ کیسے لاک ہوگیا؟"

"میڈم! ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ایسا کون کررہا ہے؟"

سونیا نے بڑے ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا "دیکھو انابیلا! تم میرے سامنے کی بچی ہو۔ مجھ سے اوپر اڑنے کی کوشش نہ کرو۔ تم مجھے دھوکا دو گی تو یہ تمہارے حق میں بہت برا ہوگا۔ یہ نہ بھولو کہ میں نے تمہیں اسرائیل کی حکمرانی کا موقع دیا ہے۔ میں یہ سب کچھ چھین سکتی ہوں۔"

"آپ مجھ پر خوامخواہ شبہ کررہی ہیں۔ فار گاڈ سیک......! ابھی مجھ پر شبہ نہ کریں۔ میں بہت مصیبت میں ہوں اپنی ماں کی جان بچانا چاہتی ہوں اور عدنان کو بھی تلاش کررہی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کیا ہورہا ہے؟ اگر آپ نے مجھ پر شبہ کیا اور میں نے آپ کا اعتماد کھودیا تو میں کہیں کی نہیں رہوں گی' تباہ ہو جاؤں گی اور میں تباہ و برباد نہیں ہونا چاہتی۔ آپ سے دوستی رکھنا چاہتی ہوں۔ آپ کے تعاون اور مدد کے بغیر میں کچھ نہیں کرپاؤں گی۔ پلیز...... مجھ پر شبہ نہ کریں۔ مجھے یہ موقع دیں کہ میں عدنان کو تلاش کرکے آپ کے سامنے پیش کرسکوں۔"

سونیا نے گہری سانس لے کر کہا "اچھی بات ہے۔ میں تمہیں موقع دے رہی ہوں۔ دیکھتی ہوں کہ میرا پوتا کہاں جارہا ہے؟ کہاں پہنچنے والا ہے اور اس کے پیچھے کن لوگوں کا ہاتھ ہے؟"

"میں آپ کے پوتے کو تلاش کررہی ہوں پلیز...... آپ میری ممی کو بچالیں۔"

"میں ابھی اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہتی ہوں۔ وہ سب کے سب بیک وقت تمہاری ممی کے دماغ پر قبضہ جمائیں گے۔ اسے غائب دماغ بنادیں گے۔ وہ تکلیف سے نجات حاصل کرتی رہے گی اور ایسا کئی گھنٹوں تک ہوتا رہے گا۔ اتنے عرصے میں تم اپنی ماں کو نجات دلانے کے لیے ان کے جادو کا توڑ کرسکتی ہو۔"

"شکریہ میڈم! اس سے بڑی مدد تو مجھے مل ہی نہیں سکتی۔ میں ابھی اپنی ماں کے پاس جارہی ہوں۔"

انابیلا بہت ہی خودغرض اور مکار تھی۔ یہ دیکھ رہی تھی کہ اس کی ماں کو بچانے کے لیے سونیا کتنی اچھی تدبیر اختیار کررہی ہے۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھیں گے' اسے غائب دماغ بنا کر رکھیں گے۔

اسے سونیا کا احسان مند ہونا چاہیے تھا لیکن وہ ہماری بہت بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی تھی۔ اس لیے عدنان کے معاملے کو سونیا سے چھپا رہی تھی۔ اسے دھوکا دے رہی تھی۔

وہ اپنی ماں کے پاس واپس آئی تو یہ دیکھ کر چونک گئی کہ اس نے زہر پی لیا تھا۔ وہ پریشان ہوکر بولی "ممی! یہ آپ نے کیا کیا؟"

وہ آخری سانسیں لے رہی تھی۔ ڈوبی ہوئی آواز میں بولی "بیٹی! میں نہیں چاہتی کہ وہ تینوں زبردست سوتیلے جادو کے ذریعے تم پر غالب آجائیں اور میرے ذریعے تم تک پہنچ جائیں۔ میں اس دنیا میں نہیں رہوں گی تو تمہاری کوئی کمزوری کسی دشمن کے ہاتھ میں نہیں رہے گی۔ میں تمہیں آزادی سے زندگی گزارنے کے لیے اور سوتیلوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اس دنیا سے جارہی ہوں۔"

وہ بولتے بولتے ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئی۔ انابیلا اس سے لپٹ کر رونے لگی۔ اس کا دل دکھ رہا تھا لیکن ذہن میں یہ بات تھی کہ اب واقعی اس کی کوئی کمزوری کسی دشمن کے ہاتھ نہیں آئے گی۔ ماں نے اس کی مشکل آسان کردی ہے۔

اسے دوسرے دن کی فلائٹ سے اسرائیل جانا تھا۔ اس نے اسی رات ماں کی تدفین کے فرائض انجام دیئے پھر ارنا کوف کے آلہ کار کے ذریعے اس سے رابطہ کیا تو اس نے پوچھا "تم پچھلے چار گھنٹوں سے کہاں تھیں؟ کیا اپنی ماں کی حفاظت کررہی تھیں؟ ہمارے خلاف منتر پڑھ رہی تھیں۔"

"مجھے کسی کے خلاف منتر پڑھنے کی ضرورت پیش ہی نہیں آئی۔ میری ماں نے میری مشکل آسان کردی ہے۔ وہ اپنی بیٹی کی خاطر قربان ہوگئی ہے۔ اس نے اپنی جان دے دی ہے۔ اب تم سب اپنی اپنی جان کی سلامتی کی فکر کرو۔ میں تم لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

آوازدن اور ارنا کوف یہ سن کر پریشان ہوگئے کہ اس کی ماں مرچکی ہے۔ انابیلا نے کہا "پہلے تم لوگوں نے مجھ سے دوستی کرنی چاہی لیکن تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ تم لوگوں سے دوستی کی جائے۔ تم نے مجھے دشمنی پر مجبور کردیا۔ اب بتاؤ مجھ سے کیسی دوستی کروگے یا سمجھوتا کروگے؟ میں تو تمہیں اسرائیل میں گھسنے نہیں دوں گی اور ارنا کوف! تم جہاں جاؤ گی۔ میں تمہارا راستہ کاٹوں گی۔"

اب وہ آزاد اور خودمختار تھی۔ اس کی کوئی کمزوری کسی کے ہاتھ نہیں آسکتی تھی۔ اب وہ کھل کر اپنا کھیل کھیل سکتی تھی۔ اپنے تمام سوتیلے' آوازدن' ولاڈی میر اور ارنا کوف کے لیے ایک بار پھر بہت بڑا چیلنج بن گئی تھی۔

☆☆☆

چنڈال بری طرح گردش میں تھا۔ ایسی موت مرنے والا تھا کہ اپنی آتما شکتی کے ذریعے دوبارہ اس دنیا میں نہیں آ سکتا تھا۔ اس کی توانائی ختم ہو چکی تھی اس کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا کہ وہ اپنے منتر یاد رکھتا۔ ٹونی جے اور فرمان نے اسے اس قدر کمزور بنا دیا تھا کہ اب وہ اپنے تحفظ کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

ایسے ہی وقت تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ نے اسے ان مصائب سے نجات دلائی۔ اس کی آتما کو ایک نوجوان باڈی بلڈر کے جسم میں پہنچا دیا۔ اس باڈی بلڈر کا نام وکی ورما تھا۔ ایک تو چنڈال فطرتاً عیاش تھا اور اوپر سے اسے ایک نوجوان باڈی بلڈر کا جسم مل گیا تھا۔ اس کے وارے نیارے ہو گئے تھے۔

اس نے اس کی ہسٹری معلوم کی تو پتا چلا کہ وہ شہ زور تو ہے مگر دولت مند نہیں ہے۔ چنڈال کو اس کی پروا نہیں تھی۔ وہ اپنی ٹیلی پیتھی یا کالے علم کے ذریعے خوب دولت کما سکتا تھا اور عیش و آرام سے زندگی گزار سکتا تھا اب تو ایک سے بڑھ کر ایک حسینہ اس کی زندگی میں آ سکتی تھی۔

فی الحال یہ معلوم ہوا کہ وکی ورما کی ایک بہت ہی خوب صورت محبوبہ ہے اور اس محبوبہ کا نام انجلی ہے۔ ہندی زبان کے حوالے سے انجلی ایک شاعرانہ نام تھا۔ اس نام سے پتا چلتا تھا کہ وہ اپنے نام کی طرح کتنی خوب صورت ہو گی؟ ایسے وقت وہ بھول گیا کہ بھارتی حکمرانوں نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکی کا دعویٰ کیا تھا۔ کہا تھا کہ یہ لڑکی خیال خوانی کرتی ہے اور وہ بھارتی اکابرین کے ساتھ ہے اور ان کے ساتھ رہ کر چنڈال کو تلاش کر رہی ہے۔

اس ملک میں سیکڑوں ہزاروں انجلی نام کی لڑکیاں ہوں گی۔ اس لیے چنڈال نے اس طرف دھیان نہیں دیا۔

پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ ٹونی جے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔ چنڈال نے اس پر تنویمی عمل کر کے اس کی شخصیت اور مذہب سب کچھ بدل کر رکھ دیا تھا۔ دوسرے تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے اس ساتھی کو تلاش کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام ماؤز ہنٹر تھا۔ وہ ٹونی جے کو تلاش کرنے کے لیے انڈیا آیا ہوا تھا۔ اور اس نے انجلی نام کی ایک خوبصورت سی لڑکی کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہوا تھا۔ وہ چونکہ بہت بوڑھا تھا عیاش نہیں تھا اس لیے اس نے انجلی کو بیٹی بنا رکھا تھا۔ اور اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی ہوئی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس طرح اس نے انجلی کے ذریعے بھارتی اکابرین سے رابطہ کیا تھا۔

انجلی نے اپنے عامل ماؤز ہنٹر کی مرضی کے مطابق بھارتی اکابرین سے کہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ ان کے کام آتی رہے گی۔ چنڈال ان دنوں آرمی کے یوگا جاننے والے افسران کو قتل کرنے کے بعد فرار ہو گیا تھا۔ وہ میری وجہ سے مارا گیا تھا۔ اور اس کی آتما دوسرے جسم میں سما گئی تھی۔

ان سب واقعات کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ چنڈال طرح طرح کی مصیبتوں سے گزرتا ہوا اب وکی ورما کے جسم میں پہنچ گیا تھا۔ اس کے اندر کی ہوس کہہ رہی تھی' انجلی کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کیسی ہے؟ اسے اپنے پاس بلانا چاہیے۔

اسے بلانے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچنا ضروری تھا اور اس کے دماغ میں پہنچنے کے لیے اس کی آواز اور لب و لہجہ سننا بھی ضروری تھا۔ وکی ورما کا دماغ اب اس کا اپنا دماغ تھا اور اب وہ اپنے ہی دماغ میں رہ کر وکی ورما کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا۔ اس نے معلوم کیا کہ انجلی سے فون پر رابطہ ہوتا رہا تھا لیکن اس نے آج چند گھنٹے پہلے ہی کہا تھا کہ اس کا پہلا والا فون کہیں گم ہو گیا ہے۔ لہٰذا وہ نیا فون خرید کر فوراً ہی اس سے رابطہ کرے گی اور اپنا نیا نمبر بتائے گی۔

یعنی اب اسے انتظار کرنا تھا۔ پتا نہیں کب وہ اس سے رابطہ کر کے اپنا نیا فون نمبر بتانے والی تھی۔ وہ وکی ورما سے اس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے لگا۔ پتہ چلا کہ وہ بہت ہی حسین ہے لیکن کچھ پراسراری ہے۔ کبھی تو وہ وکی ورما کے اندر کی باتیں جان لیا کرتی ہے اور کبھی کچھ جان نہیں پاتی۔

وکی ورما نے اس سے پوچھا تھا' کیا تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟ اس نے ہنستے ہوئے کہا "ٹیلی پیتھی تو نہیں جانتی لیکن ایسا لگتا ہے۔ جیسے میرے اندر کبھی کبھی کوئی آتما سما جاتی ہے اور ایسے وقت میں اپنے سامنے والے شخص کی باتیں سمجھنے لگتی ہوں۔"

چنڈال یہ باتیں معلوم کر کے کچھ پریشان ہو گیا۔ سوچ میں پڑ گیا کہ یہ لڑکی ایسی پراسرار کیوں ہے؟ کیا واقعی اس کے اندر کسی کی آتما سما جاتی ہے؟ یا پھر یہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور اس علم کو وکی ورما سے چھپا رہی ہے؟

وہ وکی ورما کے ایک چھوٹے سے مکان میں آ گیا تھا اور وہاں اس کی ہر چیز کو دیکھ رہا تھا۔ معلوم کر رہا تھا کہ وہ وہاں کیسی زندگی گزارتا ہے؟ اس مکان میں اس کی ایک ایک چیز دیکھنے رہنے کے دوران وہ انجلی سے متعلق بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ چونک گیا۔ اسے یاد آ گیا کہ انجلی نامی ایک جوان لڑکی ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور وہ بھارتی اکابرین کی

مدد کرتی رہتی ہے۔

یہ یاد آتے ہی وہ خوش ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا جو اس کی مخالفت میں بھارتی اکابرین کی مدد کر رہی تھی۔ وہ خود اس کے شکنجے میں آنے والی تھی۔

تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ نے اسے تاکید کی تھی کہ جب بھی ٹیلی پیتھی کا یا کالے جادو کا کوئی معاملہ ہو تو پہلے اسے خبر کی جائے اور اس سے مشورہ لیا جائے۔ اگر وہ اس کے مشورے کے بغیر کوئی قدم اٹھائے گا اور کوئی غلطی کرے گا تو اسے اس کی سخت سزا دی جائے گی۔

اس نے تانترک مہاراج سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا پھر کہا "مہاراج! میں آپ کا سیوک چنڈال ہوں۔"

وہ بھاری بھرکم آواز میں بولا "ہوں...... ابھی میں تمہارے دماغ میں تھا۔ یہ معلوم کر رہا تھا کہ تم نیا جسم حاصل کرنے کے بعد کیا کر رہے ہو؟ میں تمہارے تمام خیالات پڑھ رہا تھا۔ تم انجلی کے بارے میں مجھ سے باتیں کرنے آئے ہو۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا بولا "مہاراج! آپ تو میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی سب کچھ جان گئے ہیں۔ اب آپ بتائیں مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"تم انجلی سے ضرور ملو۔ وہ یہی سمجھے گی کہ وکی ورما سے مل رہی ہے۔ تم اپنے اندر کی کوئی بات نہیں بتاؤ گے۔ وہ تمہارے خیالات پڑھنا چاہے گی تو اسے پڑھنے دو۔ تم کبھی سانس نہ روکنا' کبھی یہ ظاہر نہ کرنا کہ تم اسے اپنے اندر محسوس کر رہے ہو۔ باقی میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

وہ بولا "میں وکی کا موبائل فون ہمیشہ اپنے پاس رکھوں گا۔ جیسے ہی وہ مجھ سے رابطہ کرے گی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے آپ کو اطلاع دوں گا۔ آپ میرے پاس آ جائیں گے۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ وکی ورما اس حسینہ کا پتا ٹھکانا نہیں جانتا تھا۔ ابھی نئی نئی ملاقات ہوئی تھی۔ وہ کبھی پارک اور کبھی کسی ریسٹورنٹ میں ملتے تھے۔ وکی نے ایک بار اس سے کہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ گھر چلے لیکن اس نے گھر آنے سے انکار کیا تھا اور نہ ہی اسے اپنے گھر بلایا تھا۔ ان حالات میں اسے انجلی کا انتظار کرنا تھا۔ نہ جانے کب وہ اس سے رابطہ کرنے والی تھی؟

چنڈال جب تک انجلی کا انتظار کرے گا۔ تب تک شیوانی کا ذکر ہو جائے۔ شیوانی بھی دوسرا جسم حاصل کرنے کے لیے تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کے پاس پہنچی تھی اور مہاراج نے اسے ایک بہت ہی خوب صورت نوجوان لڑکی کے جسم میں پہنچا دیا تھا۔ اس لڑکی کا نام الکا اگنی ہوتری تھا۔ وہ بے انتہا دولت مند تھی۔ باپ نے مرنے سے پہلے اپنی دولت اور جائیداد کا تہائی حصہ اس کے نام کیا تھا اور ایک حصہ اس کی سوتیلی ماں کو دیا تھا۔ اس کا نام چندر مکھی تھا۔ وہ اپنی سوتیلی بیٹی الکا اگنی ہوتری کی جانی دشمن تھی۔ وہ بڑی خاموشی سے منصوبے بناتی رہی تھی کہ کسی بھی طرح الکا کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

الکا کی موت سے اس کی سوتیلی ماں کو کوئی فائدہ پہنچنے والا نہیں تھا۔ باپ نے وصیت میں صاف طور سے لکھا تھا کہ اگر اس کی بیٹی الکا کی موت واقع ہو گی تو اس کی تمام دولت اور جائیداد وہاں کے سب سے بڑے مندر میں دان کر دی جائے گی۔ اس کی ایک پائی بھی چندر مکھی کو نہیں ملے گی۔

اور چندر مکھی نے یہ سوچ رکھا تھا کہ اس کی دولت کا حصہ اسے ملے یا نہ ملے' لیکن الکا زندہ نہ رہے۔ اس دولت سے عیش نہ کرے اور کسی طرح مر جائے۔

وہ چپ چاپ اندر ہی اندر الکا کے خلاف سازشیں کر رہی تھی۔ یہ بات کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی تھی لیکن تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کر لی تھیں اور شیوانی کو بتایا تھا کہ اس کے اور بھی کئی چھوٹے بڑے دشمن ہیں۔ جو آئندہ اس کے لیے مشکل بنتے رہیں گے۔

شیوانی نے کہا "مہاراج! میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہوں اور دشمنوں کے ڈھکے چھپے ارادوں کو نہیں سمجھ پاؤں گی۔ میرے اندر کوئی ایسی شکتی پیدا کر دو کہ میں ان دشمنوں کے ارادوں کو سمجھتی رہوں اور انہیں منہ توڑ جواب دیتی رہوں۔"

جنگل بھٹا چاریہ نے کہا "میرا ایک غلام ہے۔ جس کا موجودہ نام وکی ورما ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ تمہارے دماغ میں آتا جاتا رہے گا اور تمہارے دشمنوں کے ارادے پڑھ کر تمہیں آگاہ کرتا رہے گا۔"

"مہاراج! آپ میرے اندر کی بات اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے پورس کو پھانسنے کے لیے دوبارہ یہ زندگی حاصل کی ہے۔ آپ کی بڑی مہربانی ہے کہ آپ نے مجھے ایک سندر لڑکی کا شریر دیا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ اسے دکی ورما یا کوئی بھی ہاتھ لگائے۔ میں اس خوب صورت بدن کو پورس کے لیے محفوظ رکھنا چاہتی ہوں۔"

"میں تمہاری یہ خواہش پوری کروں گا۔ دکی ورما کو سمجھا دوں گا کہ وہ تمہیں کبھی ہاتھ بھی نہ لگائے۔"

’’مجھے اندیشہ ہے کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالے گا۔‘‘

’’اس کی اتنی ہمت نہیں ہوسکے گی۔ اگر وہ کبھی مجھ سے جھوٹ بولے گا‘ یا دھوکا دے گا تو بری طرح پچھتائے گا۔ تم اطمینان رکھو۔ وہ صرف ایک دوست کی حیثیت سے تمہارے ساتھ رہے گا۔‘‘

’’آپ کی بڑی مہربانی ہے۔ میں ایک مہربانی اور چاہتی ہوں۔‘‘

’’بولو...... کیا چاہتی ہو؟‘‘

’’میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ پورس اس وقت کہاں ہے؟ میں وہاں پہنچنا چاہوں گی۔‘‘

’’میں نے تمہارے پورس کی آواز کبھی نہیں سنی۔ میں اس کے دماغ میں نہیں جاسکوں گا۔ یوں بھی وہ یوگا کا ماہر ہوگا۔ مجھے اپنے اندر نہیں آنے دے گا۔‘‘

’’کیا آپ کسی طرح معلوم نہیں کرسکتے کہ وہ کس ملک میں ہے؟‘‘

’’جب انا میریا کی موت ہوئی اور تم اس کے جسم سے نکل آئیں۔ اس وقت پورس کہاں تھا؟‘‘

’’وہ دشانبے میں تھا۔ اب یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ابھی تک وہاں ہو۔‘‘

’’تم بے انتہا دولت مند ہو۔ دشانبے تک سفر کرو پھر وہاں جا کر معلوم کرو کہ وہ وہاں موجود ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو وہاں سے کہاں گیا ہے؟‘‘

’’مہاراج! آپ کا وہ غلام دکی ورما خیال خوانی کے ذریعے بیٹھے بیٹھے وہاں سے معلومات حاصل کرسکتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرے تو میرے لیے بڑی آسانی ہوگی۔‘‘

’’اچھی بات ہے۔ میں اس سے بات کرتا ہوں اور اسے تمہارے دماغ میں پہنچاتا ہوں۔‘‘

جنگل بھٹا چاریہ نے چنڈال کے پاس آ کر اسے شیوانی کے بارے میں بتایا۔ اس کی پچھلی ہسٹری کو مختصراً بیان کیا پھر کہا ’’اب تمہیں اس کے دماغ میں مستقل رہنا چاہیے یا پھر اسی کے ساتھ رہ کر زندگی گزارنی چاہیے۔‘‘

چنڈال نے پوچھا ’’کیا شیوانی کا موجودہ جسم بھرپور جوان ہے؟ وہ خوب صورت ہے؟‘‘

’’وہ بہت خوب صورت ہے‘ بہت دولت مند ہے لیکن تم اسے کبھی ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔ یہ میرا حکم ہے۔ اگر تم نے کبھی اسے چھونے کی بھی کوشش کی تو میں تمہیں اس نوجوان اور شہزور دکی ورما کے جسم سے محروم کردوں گا۔‘‘

’’میں اس دنیا میں ہمیشہ زندہ رہ کر عیش و عشرت کی زندگی گزارنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرتا رہوں گا۔ کبھی آپ کو ناراض نہیں کروں گا۔‘‘

’’تمہارے لیے بہتر یہ ہوگا کہ تم موجودہ شیوانی کو یعنی الکا اگنی ہوتری کو اپنی بہن تسلیم کرلو۔‘‘

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا ’’مہاراج! آپ مجھے اتنے بڑے امتحان میں نہ ڈالیں۔ میں نے آج تک کسی نوجوان لڑکی کو بہن یا بیٹی نہیں بنایا ہے۔‘‘

’’بکواس مت کرو۔ کیا تمہاری بیٹی جوان اور خوب صورت نہیں ہے؟‘‘

’’جی...... جی ہاں...... وہ تو ہے...... لیکن وہ تو میری اپنی بیٹی ہے۔ میرا خون ہے۔ صرف میں اسی کو اپنی بیٹی کہتا ہوں اور اس پر جان دیتا ہوں لیکن کسی اور کو نہ بیٹی کہہ سکتا ہوں نہ بہن بنا سکتا ہوں۔‘‘

’’تم شیوانی کو بہن بناؤ یا نہ بناؤ لیکن یاد رکھو! جب بھی اس نے شکایت کی کہ تم اس پر نیت خراب کررہے ہو۔ تو پھر سمجھ لو کہ وہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا۔ کبھی اس خوش فہمی میں نہ رہنا کہ اب تم منتر پڑھنے کے قابل ہوگئے ہو تو آتما شکتی کے منتر پڑھ کوئی نیا شریر حاصل کرلو گے۔ میں تمہیں ایسا کرنے کا موقع ہی نہیں دوں گا۔ اس بات کو گرہ میں باندھ لو کہ میں نے تمہاری بہت سی اہم کمزوریاں اپنی مٹھی میں رکھی ہیں۔ کبھی تم نافرمانی کرو گے‘ تب پتا چلے گا کہ اگر تم سیر ہو تو میں سوا سیر ہوں اور تم پر حاوی بن کر رہوں گا۔‘‘

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر بولا ’’میں کبھی ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ بس ایک بنتی کرنا چاہتا ہوں۔‘‘

’’بولو...... تم جو چاہو گے‘ وہ ہوگا۔‘‘

’’میں اپنی بیٹی کو اس کے موجودہ جسم سے نجات دلانا چاہتا ہوں۔‘‘

’’تم ایسا کرنا چاہتے ہو؟‘‘

’’آپ نے پاگل خانے میں دیکھا تھا کہ وہ ایک ایسی حسین عورت ثمر سلطانہ کے جسم میں ہے۔ جس کا تعلق ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ہے۔ فرمان نامی ٹیلی پیتھی جاننے والا میری بیٹی کی آتما کو اس کے شریر میں قیدی بنا کر رکھتا ہے۔ وہ ٹونی جے جو آپ کو منتر پڑھنے سے روک رہا تھا وہ بھی اس فرمان کا دوست ہے اور میں ٹونی جے سے بھی انتقام لینا چاہتا ہوں اور اپنی بیٹی کو بھی وہاں سے رہائی دلانا چاہتا ہوں۔‘‘

’’تمہاری یہ باتیں میرے حق میں ہیں اور میں چاہوں گا کہ ٹونی جے سے انتقام لو اور اپنی بیٹی کو رہائی دلاؤ لیکن پہلے

میری تابعدار شیوانی کے پاس جاؤ اور اس کے کام آؤ۔‘‘

اس نے چنڈال کو شیوانی کے دماغ میں پہنچادیا۔ چنڈال نے کہا ’’ہائے شیوانی! میں چنڈال بول رہا ہوں۔ مہاراج نے مجھے تمہارے پاس پہنچایا ہے اور یہ اس وقت ہمارے پاس موجود ہیں۔‘‘

وہ بولی ’’دکی ورما! میں مہاراج کی موجودگی میں پوچھ رہی ہوں‘ تم کہاں ہو؟‘‘

’’میں ناگ پور میں ہوں اور تم کہاں ہو؟‘‘

’’میں دہلی میں ہوں۔ کیا تم دہلی نہیں آسکتے؟ میرے ساتھ دن رات ایک دوست کی حیثیت سے نہیں رہ سکتے؟‘‘

مہاراج نے کہا ’’ابھی یہ ناگ پور میں رہے گا۔ انجلی نام کی ایک لڑکی کے بارے میں کچھ حقائق معلوم کرے گا۔ جب معلومات حاصل ہوجائیں گی تو میں اسے حکم دوں گا یہ دہلی پہنچ جائے گا اور تمہارے ساتھ دن رات ایک دوست کی حیثیت سے رہا کرے گا۔‘‘

پھر اس نے چنڈال سے کہا ’’اب تم شیوانی سے باتیں کرو اور [illegible] کے اور اس کے تمام دوستوں اور دشمنوں کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرکے اس کی مدد کرتے رہو۔ میں جا رہا ہوں۔ کچھ دیر بعد شیوانی کے پاس آؤں گا۔‘‘

وہ چلا گیا۔ چنڈال نے کہا ’’میں تمہارے اندر موجود رہوں گا۔ تم اپنی سوتیلی ماں سے فون پر رابطہ کرو۔ پہلے میں اس کے اندر پہنچ کر اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔‘‘

شیوانی نے فون کے ذریعے اپنی سوتیلی ماں چندر مکھی سے رابطہ کیا۔ وہ اس کی آواز سن کر بولی ’’میں حیران ہوں کہ تم مجھ سے فون پر بات کررہی ہو۔ آج سورج کہاں سے نکلا ہے؟‘‘

وہ بولی ’’سوری...... میں کوئی اور نمبر ڈائل کررہی تھی۔ غلطی سے آپ کا نمبر مل گیا۔‘‘

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ چنڈال چندر مکھی کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ وہ الٹرا ماڈرن عورت ہے۔ وہ نیویارک میں پیدا ہوئی تھی۔ وہیں اس کی پرورش ہوئی تھی اور وہیں اس نے الکا اگنی ہوتری کے باپ کو پھانسا تھا‘ اس سے شادی کی تھی اور پھر اس کے ساتھ ہندوستان آگئی تھی۔

اس نے دولت کے لالچ میں اس سے شادی کی تھی۔ پتا چلا کہ اس کا شوہر اگنی ہوتری اس سے زیادہ اپنی بیٹی کو چاہتا ہے۔ اس نے اپنے شوہر کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے سو جتن کیے لیکن اس دوران میں یہ پتا چل گیا تھا کہ چندر مکھی فلرٹ قسم کی عورت ہے اور اس کا کسی دوسرے کے ساتھ بھی افیئر ہے۔

یہ معلوم ہوتے ہی اگنی ہوتری نے اپنی بیٹی الکا کے نام جائداد کا تین حصہ کیا اور باقی کا ایک حصہ چندر مکھی کے نام اس لیے کردیا کہ دنیا والے اس کی طرف انگلی نہ اٹھائیں۔ اس کے مرنے کے بعد یہ بدنامی نہ ہو کہ وہ ایک بدچلن عورت کو اپنی چہیتی بیٹی کی سوتیلی ماں بنا کر لے آیا تھا۔

اگنی ہوتری بوڑھا تھا اور چندر مکھی تیس برس کی جوان عورت تھی۔ اس بوڑھے کی بیماری سے فائدہ اٹھانے آئی تھی۔ وہ دمے کا مریض تھا۔ اس کی سانس پھولنے لگتی تو وہ بڑی مشکل سے اپنی سانسوں پر قابو پاتا تھا۔ طرح طرح کی دوائیں استعمال کرتا تھا۔

ایک رات اس کے یار نے بیڈ روم میں داخل ہوکر اس بوڑھے کے منہ پر تکیہ رکھ کر دبایا۔ اس وقت اس کی سانسیں پھولنے لگیں۔ وہ جدوجہد کے قابل نہیں رہا۔ تڑپتا رہا پھر ایک دم سے ساکت ہوگیا۔ اس نے تکیہ ہٹا کر اس کی ناک کے نتھنوں میں انگلیاں ڈال کر اس کی ناک درست کی تاکہ یہ شبہ نہ ہو کہ اس کا منہ دبا کر اسے مارا گیا ہے۔

بعد میں تفتیش سے یہ ثابت ہوگیا کہ وہ سانس کا مریض تھا۔ اس لیے اچانک دمے کے شدید دورے کے سبب اس کی سانس رک گئی۔ پولیس نے چندر مکھی پر شبہ نہیں کیا اور نہ ہی الکا نے یہ شبہ ظاہر کیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ سوتیلی ماں اس طرح اس کے باپ کو ہلاک کرائے گی۔

چنڈال نے آ کر شیوانی کو بتایا کہ چندر مکھی نے الکا کے باپ کو ہلاک کرایا تھا۔ شیوانی نے کہا ’’اس ذلیل عورت کو بہت سخت سزا دو۔ اسے اس قدر ذلیل کرو کہ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ بعد میں اسے ایک بیمار کو قتل کرنے کی سزا دی جائے۔‘‘

وہ بولا ’’ابھی آدھی رات کو اس کا یار اس سے ملنے آئے گا۔ وہ دونوں بیڈ روم میں رات گزاریں گے۔ تم ایسا کرو کہ ٹھیک ایک گھنٹے بعد پولیس کو فون کرو۔ پولیس والے وہاں آ کر انہیں رنگے ہاتھوں پکڑ لیں گے۔‘‘

آدھی رات کے بعد وہ چندر مکھی سے ملنے آیا تو چندر مکھی نے دروازے کو اندر سے بند نہیں کیا۔ وہ چنڈال کے زیر اثر تھی۔ دروازہ بند کرنا بھول گئی۔ تھوڑی دیر بعد ہی پولیس والے دندناتے ہوئے آئے اور اس کے بیڈ روم میں گھس گئے۔ وہ دونوں قابل اعتراض حالت میں تھے۔ چندر مکھی

ایک دم سے گھبرا کر چیخ پڑی۔

اس کا عاشق فوراً ہی جامے میں آنا چاہتا تھا۔ انسپکٹر نے ڈانٹ کر کہا ''خبردار! تم جیسے ہو ویسے ہی رہو اور ایک دوسرے سے پیار ومحبت کرتے رہو تمہاری تصویریں اتاری جائیں گی۔''

وہ دونوں گڑگڑانے لگے۔ بھاری رشوتیں دینے کی بات کرنے لگے۔ انسپکٹر نے کہا ''رشوت تو میں لوں گا ہی...... مگر پہلے تصویریں اتاری جائیں گی۔ انکار کرو گے تو تم دونوں کی پٹائی ہوگی اور پٹائی کرتے وقت بھی تصویریں اتاری جائیں گی۔ تم دونوں دنیا والوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے۔ لہٰذا جو میں کہہ رہا ہوں وہ چپ چاپ کرتے رہو۔''

وہ دونوں مجبور ہو گئے۔ ایک دوسرے سے پیار ومحبت کی اداکاری کرنے لگے۔ ہر انداز کی تصویریں اتاری جانے لگیں پھر انسپکٹر نے کہا ''ہمارا کام ختم ہو چکا ہے۔ فی الحال دس لاکھ روپے دو۔ بعد میں ضرورت ہوگی تو میں پھر رقم لینے آجاؤں گا۔''

وہ دس لاکھ روپے لے کر وہاں سے چلا گیا۔ چندر مکھی دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر رونے لگی۔ اس کا عاشق اسے تسلی دے رہا تھا۔ وہ اسے دھکا دے کر بولی ''چلے جاؤ یہاں سے...... دفع ہو جاؤ۔ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی۔ یہ کمینہ انسپکٹر میری ایسی شرمناک تصویریں اتار کر لے گیا ہے۔ یہ تصویریں ہاتھ سے بے ہاتھ ہو سکتی ہیں میری سوتیلی بیٹی کے ہاتھ لگیں تو وہ مجھے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہنے دے گی۔ مجھے یہاں سے منہ چھپا کر نیویارک واپس جانا ہوگا۔''

وہ انسپکٹر چنڈال کے زیر اثر تھا۔ اس نے فوراً ہی ایک فوٹوگرافر کے پاس جا کر تصویریں دھلوائیں پھر ان تمام تصویروں کو بڑے سائز میں پرنٹ کروایا۔ اس کے بعد انہیں ایک لفافے میں رکھ کر فوٹو اسٹوڈیو سے باہر آیا تو شیوانی کار ڈرائیو کرتی ہوئی وہاں پہنچ گئی۔ اس نے گاڑی روک کر کھڑکی کے شیشے کو نیچے کیا تو انسپکٹر نے قریب آ کر وہ لفافہ اس کے حوالے کر دیا۔ وہ اسے اپنے برابر والی سیٹ پر رکھ کر دوبارہ کار اسٹارٹ کر کے وہاں سے آگے چلی گئی۔

جب وہ کار نظروں سے اوجھل ہو گئی تو چنڈال نے انسپکٹر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر سوچنے لگا ''ابھی میرے ہاتھ میں ایک بڑا سا لفافہ تھا۔ اس میں تصویریں تھیں۔ وہ کہاں چلی گئیں؟''

رات کا پچھلا پہر تھا۔ سڑکوں پر سناٹا تھا۔ دکانیں بند تھیں۔ اس نے فوٹوگرافر کی دکان کھلوا کر یہ کام کرایا تھا اور اب یہ سوچ رہا تھا کہ وہ ساری تصویریں کہاں چلی گئی ہیں؟

چونکہ وہ غائب دماغ تھا اس لیے یہ یاد نہ کر سکا کہ وہ کار کس ماڈل کی تھی، کس رنگ کی تھی اور اس کا نمبر کیا تھا؟ وہ کچھ دور تک ڈرائیو کرتی ہوئی گئی پھر اس نے ایک جگہ کار روک کر اس کے اندر کی روشنی میں لفافے سے تصویریں نکالیں۔ انہیں دیکھ کر مسکرانے لگی۔

چنڈال نے پوچھا ''تم خوش ہو؟''

''ہاں۔ تم نے بہت اچھا کام کیا ہے۔ اب میں یہ تصویریں لے کر چندر مکھی کے بنگلے میں جا رہی ہوں۔ تم میرے اندر رہو گے۔''

''ہاں...... میں تمہارے ساتھ ہوں...... چلو......''

وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی چندر مکھی کے بنگلے میں پہنچ گئی۔ وہ اپنے عاشق کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ پی رہا تھا۔ یہ بھی دو چار گھونٹ پی رہی تھی اور پریشانی سے کہہ رہی تھی ''اب کیا ہوگا؟ نہ جانے وہ انسپکٹر ہماری تصویروں کا کیا کرے گا؟''

وہ بولا ''فکر نہ کرو۔ میں کل صبح اس انسپکٹر سے ملوں گا اور اسے بھاری رقم دے کر وہ تصویریں اور نیگیٹیو خرید لینے کی کوشش کروں گا۔''

اسی وقت ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا۔ وہ دونوں اکلوتی ہوتری کو دیکھ کر چونک گئے۔ چندر مکھی نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے پوچھا ''تم اتنی رات کو یہاں کیوں آئی ہو؟''

وہ مسکرا بولی ''میں یہ دیکھنے آئی ہوں کہ تم میرے باپ کی موت کے بعد کس طرح رنگ رلیاں منا رہی ہو؟ اپنے یار کے ساتھ بیٹھ کر شراب کے مزے اڑا رہی ہو۔''

وہ غصے سے بولی ''بکواس مت کرو۔ ورنہ میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔''

وہ لفافے سے تصویریں نکال کر ان دونوں کی طرف پھینکتے ہوئے بولی ''میرا منہ توڑنے سے پہلے انہیں دیکھو۔ کیا تم منہ دکھانے کے قابل رہی ہو؟''

وہ دونوں ایک دم سے سکتے میں آ گئے۔ ان کے سامنے بکھری ہوئی تصویروں میں وہ دونوں ایسی ایسی حالت میں دکھائی دے رہے تھے کہ چندر مکھی انہیں دیکھ نہ سکی۔ دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا عاشق جھک کر ان تصویروں کو سمیٹنے لگا پھر ان تصویروں کو اٹھا کر کہا ''چندر مکھی! تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میں ابھی تمہارے سامنے ان تمام تصویروں کو آگ لگاتا ہوں۔''

شیوانی نے مسکراتے ہوئے کہا ''انہیں جلانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ ان کے نیگیٹیو میرے پاس ہیں۔''

اس نے لفافے سے نیگیٹیو نکال کر دکھائے۔ وہ اس سے نیگیٹیو چھین لینا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی چنڈال نے اسے ایک گھونٹ پینے پر مجبور کیا۔ اس نے شراب سے بھرا ہوا گلاس اٹھا کر اس کے دو گھونٹ پیے تو اسے ایک دم سے ٹھسکا لگا۔ گلاس ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ اپنے سینے کو سہلاتے ہوئے کھانسنے لگا۔ چنڈال اسے اور زیادہ کھانسنے پر مجبور کرتا رہا۔

چندر مکھی اس سے تصویریں لے کر انہیں پھاڑنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی اس کے عاشق نے اسے تھپڑ رسید کرتے ہوئے کہا ''ذلیل عورت! اپنی بے حیائی کو چھپانا چاہتی ہے؟ یہ تصویریں نہیں پھاڑی جائیں گی۔ یہ اسی طرح رہیں گی۔''

وہ حیرانی سے بولی ''تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا......؟ اور کہتے ہیں کہ یہ تصویریں پھاڑی نہیں جائیں گی؟ تم ہوش میں تو ہو؟''

اس نے پھر اس کی پٹائی کی۔ وہ رونے اور چیخنے لگی پھر اس نے ایک گلدان اٹھا کر اپنے عاشق کی پیشانی پر دے مارا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ پیشانی سے خون بہنے لگا۔ چندر مکھی نے پھر اس پر حملہ کیا۔ اس بار پیتل کا گلدان ہاتھ آیا اس نے وہی اس کے سر پر دے مارا۔ وہ چکرا کر رہ گیا۔ اوندھے منہ گر پڑا۔ وہ اس کی طرف سے پلٹ کر تصویروں کی طرف متوجہ ہوئی تو شیوانی نے اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ جڑ دیا — وہ لڑکھڑا کر پیچھے گئی پھر شیوانی اس کی پٹائی کرنے لگی۔ وہاں رکھی ہوئی چیزیں اٹھا اٹھا کر اسے مارنے لگی۔ وہ لہولہان ہو گئی تھی اور اپنے عاشق کے قریب آ کر گر پڑی تھی۔

شیوانی وہ تمام تصویریں اٹھا کر انہیں لفافے میں رکھ کر بولی ''میں جا رہی ہوں۔ آج سے تمہاری نیندیں حرام ہوتی رہیں گی اور تمہارا سکون برباد ہوتا رہے گا۔''

یہ کہہ کر وہ بنگلے سے باہر آئی پھر کار میں بیٹھ کر وہاں سے جاتے ہوئے چنڈال سے بولی ''میں اپنے بیٹے عدنان کے لیے پریشان ہوں۔ کیا تم ابھی دشانبے ائر پورٹ کے اعلیٰ عہدے داروں کے دماغوں میں جا کر کچھ معلومات حاصل نہیں کر سکتے؟''

''رات کے تین بج رہے ہیں اور میں تمہارے کام کی خاطر جاگ رہا ہوں۔ مجھے جاگنا ہی پڑے گا۔ یہ مہاراج کا حکم ہے۔ بولو...... مجھے کس طرح اور کیسی معلومات حاصل کرنی ہیں؟''

''تم بورڈنگ کارڈ حاصل کرنے والے کاؤنٹر پر جا کر یہ معلوم کرو کہ چوبیس گھنٹوں کے اندر کون کون سی فلائٹ کہاں کہاں گئی ہے؟ اور چار یا پانچ برس کے کتنے بچے اپنے ماں باپ کے ساتھ کون کون سی فلائٹ میں گئے ہیں؟''

''یہ تو بہت ہی لمبا کام ہے۔ نہ جانے کتنی دیر ہوگی؟ صبح بھی ہو سکتی ہے۔ بہرحال مجھے تو کرنا ہی ہے۔ میں جا رہا ہوں۔''

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس نے ٹیلی فون ڈائریکٹری میں ازبکستان کے سفارت خانے کے نمبر معلوم کیے پھر اس نے ایک نمبر پر رابطہ کیا۔ کسی کی نیند بھری آواز سنائی دی ''بھئی کون ہو؟ اتنی رات گئے کیوں فون کیا ہے؟''

وہ ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ وہاں کے سفیر کا سیکریٹری تھا۔ سو رہا تھا۔ چنڈال نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ پھر وہ اس کی مرضی کے مطابق دشانبے ائر پورٹ کے ایک اعلیٰ عہدے دار کے نمبر پنچ کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد ہی رابطہ قائم ہوا کسی کی آواز سنائی دی۔ چنڈال نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے مجبور کیا کہ وہ دشانبے ائر پورٹ کے بورڈنگ کارڈ والے کاؤنٹر کے کسی افسر سے رابطہ کرے۔

اس نے رابطہ کیا۔ چنڈال فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس طرح وہ وہاں کے ایک ایسے کارکن کے اندر پہنچا جو کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور وہ تمام آنے جانے والی فلائٹس کے بارے میں معلومات رکھتا تھا۔

وہ چنڈال کی مرضی کے مطابق پچھلے چوبیس گھنٹوں کی فلائٹس کی رپورٹ اسکرین پر دیکھنے لگا۔ اسکرین پر باری باری یہ لکھا ہوا آتا تھا کہ کس فلائٹ میں کتنے مسافر گئے ہیں؟ اور ان میں سے کتنے مسافروں کے پاس چار یا پانچ برس کے بچے تھے؟

پتا چلا کہ پچھلے چوبیس گھنٹوں میں صرف تین فلائٹس ایسی ہیں جن میں چار برس کے، پانچ برس کے اور چھ برس کے بچے تھے۔ وہ اپنے والدین کے ساتھ تھے۔ ان میں سے ایک بچہ ایسا تھا جس کے ساتھ اس کی ماں تو تھی مگر باپ نہیں تھا۔

چنڈال جوگیا کاغذ قلم لے کر ان بچوں کے نام اور پتے لکھنے لگا۔ وہ تین بچے تھے۔ جن میں سے دو اپنے اپنے والدین کے ساتھ تھے اور ایک صرف اپنی ماں کے ساتھ تھا۔

چنڈال ان کے مکمل ایڈریس اور فون نمبرز نوٹ کرنے کے بعد شیوانی کے پاس آ کر بولا ''میں نے پچھلے چوبیس گھنٹوں کی تمام فلائٹس کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں۔''

''کیا عدنان کا کچھ پتا چلا؟''

''میں نہیں جانتا...... تمہارا عدنان کون ہے؟ مگر تین فلائٹس میں تین بچے ایسے ہیں جو چار' پانچ اور چھ برس کے ہیں۔ وہ اپنے اپنے ماں باپ کے ساتھ مختلف سمتوں میں گئے ہیں۔ دشا نبے سے ایک فلائٹ قاہرہ کی طرف گئی ہے۔ دوسری یورپ کے شہر پیرس کی طرف گئی ہے اور تیسری اسرائیل کی طرف......''

شیوانی نے فوراً ہی کہا ''وہ پیرس جانے والی فلائٹ میں جو بچہ ہے۔ وہی میرا عدنان ہوگا۔ بس تم اس بچے کے بارے میں جلد سے جلد معلومات حاصل کرو۔''

وہ عاجزی سے بولا ''شیوانی! بھگوان کے لیے مجھے معاف کرو۔ بہت رات گزر چکی ہے۔ صبح ہونے والی ہے۔ مجھے سونے دو' آرام کرنے دو۔ میں کچھ نیند پوری کرنے کے بعد اٹھوں گا تو سب سے پہلے تمہارا یہی کام کروں گا۔''

وہ مسکرا کر بولی ''کوئی بات نہیں۔ تم نے اس حد تک معلومات حاصل کرلی ہیں' مجھے اطمینان ہوگیا ہے۔ اب تم صبح میرا کام کردینا۔''

وہ شیوانی کا شکریہ ادا کرکے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ پریشان ہوکر سوچتا رہا کہ مہاراج کے حکم کے مطابق شیوانی کا خادم بن کر رہنا ہوگا۔ وہ اب تک آزاد اور خودمختار ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے زندگی گزارتا آیا تھا۔ ہر معاملے میں اپنی من مانیاں کیا کرتا تھا۔ آج بہت ہی مجبور ہوگیا تھا۔

وہ یہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ تانترک مہاراج جنگل بھنڈار یہ کتنا زبردست جادوگر ہے اور ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے۔ اس پر ہمیشہ حاوی رہے گا اس کی بہت بڑی بڑی کمزوریاں اس کی مٹھی میں ہیں۔ اس نے اس پر عمل کرکے آتما شکتی کے منتروں کو اس کے دماغ سے مٹا دیا تھا۔ اب وہ ان منتروں کو لاکھ یاد کرنے کی کوششیں کرتا تو تب بھی وہ اہم منتر اسے یاد نہ آتے۔ وہ یہ جسم چھوڑ کر اب کسی دوسرے جسم میں جاکر تانترک مہاراج کو دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔ اس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوسکتا تھا۔

اس کی دوسری کمزوری یہ تھی کہ وہ تانترک مہاراج کو اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکتا تھا۔ اس نے ایسا تنویمی عمل کیا تھا کہ وہ مہاراج کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرپاتا تھا۔

وہ اپنی بیٹی انیتا کے لیے بہت پریشان تھا اور اسے ثمر سلطانہ کے جسم سے نجات دلانے کے لیے بے چین تھا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ وہ پاگل خانے میں ثمر سلطانہ کے لب و لہجے کو سن چکا تھا۔ اس نے ان دونوں آوازوں اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ ثمر سلطانہ کے اندر پہنچنا چاہا تو وہ سوتے سوتے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اور فوراً ہی سانس روک لی۔

فرمان نے اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کردیا تھا۔ اس کے ذہن کو یہ ہدایت دی تھی کہ وہ ایک مخصوص لب و لہجے کے ساتھ اس کے اندر آئے گا تو وہ اسے محسوس نہیں کرے گی۔ جبکہ وہ کسی سوچ کی لہر کو محسوس کررہی تھی۔ اس نے خطرہ محسوس کیا تو فوراً ہی فون کے ذریعے فرمان سے رابطہ کیا۔ اس نے پوچھا ''کیا بات ہے......؟ سلطانہ......!''

''میں نے ابھی اپنے دماغ میں کسی سوچ کی لہر کو محسوس کیا تھا۔''

''پھر تو یقیناً چنڈال ہوگا۔ تم اسے دماغ میں ہرگز نہ آنے دینا۔ ایک سیکنڈ کے لیے بھی نہیں۔ اسے محسوس کرو تو فوراً ہی سانس روک لو۔''

ثمر سلطانہ کے اندر سے انیتا نے کہا ''یہ سراسر زیادتی ہے۔ میرا باپ یہاں آنا چاہتا ہے۔ مجھ سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ تم انہیں کیوں روک رہے ہو؟ کیا باپ بیٹی کو ملنے سے روکنا ظلم نہیں ہے؟''

فرمان نے کہا ''میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تمہارا باپ شیطان ہے۔ ہم شیطان کو اپنے قریب پھٹکنے بھی نہیں دیں گے۔''

پھر اس نے ثمر سلطانہ سے کہا ''تم فکر نہ کرو۔ میں ابھی تمہارے پاس آرہا ہوں۔''

ایسے ہی وقت اس نے پھر سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور سانس روک کر بولی ''فرمان! میں پھر وہی سوچ کی لہریں محسوس کررہی ہوں۔''

وہ بولا ''ایک بات یاد رکھو' شیطان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جان سے نہیں مارتا۔ ہلکان کرتا ہے۔ اگر وہ پریشان کررہا ہے تو کرنے دو۔ میں پہنچ رہا ہوں۔''

ادھر چنڈال دوبارہ ثمر سلطانہ کے اندر جانے کی کوششیں کرنے کے بعد سمجھ گیا کہ اس کا دماغ لاک ہے۔ وہ ایک سیکنڈ کے لیے بھی اسے اپنے اندر نہیں آنے دے گی۔ وہ جانتا تھا کہ فرمان اب تنہا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ٹونی جے بھی ہے۔ وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعے اسے ثمر سلطانہ کے اندر پہنچنے نہیں دیں گے۔ اس کے سامنے دوسرا راستہ یہی تھا کہ اب کالا عمل کیا جائے۔ ایسے منتر پڑھے جائیں کہ ثمر سلطانہ شدید تکلیف میں مبتلا ہوجائے اور وہ سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے قابل نہ رہے۔ تب ہی وہ اس کے دماغ میں جاکر زلزلے پیدا کرسکتا ہے اور اپنی بیٹی کو اس کے جسم سے نکال کر لاسکتا ہے۔

اب مسئلہ یہ بھی تھا کہ کسی کی آتما کو کسی جسم سے نکالنے پھر دوسرے جسم میں پہنچانے کے جتنے منتر تھے وہ سب اس کے دماغ سے نکل چکے تھے۔ اب تانترک مہاراج کی مدد کے بغیر وہ ایسا نہیں کرسکتا تھا۔

رات گزر چکی تھی۔ صبح ہونے والی تھی۔ اس نے سوچا ''مہاراج سو رہے ہوں گے۔ بعد میں ان سے رابطہ کرکے گزارش کروں گا کہ اس کی بیٹی کو ثمر سلطانہ کے جسم سے نکال کر اسے کسی دوسری خوب صورت اور صحت مند لڑکی کے جسم میں پہنچادیں۔''

وہ بہت تھکا ہوا تھا۔ جلد ہی نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔ شیوانی اپنی سوتیلی ماں اور اس کے عاشق کی پٹائی کرنے کے بعد اپنے بنگلے میں واپس آگئی۔ وہ بھی تھکی ہوئی تھی مگر اپنے بیٹے عدنان کے لیے بہت بے چین تھی۔ تانترک مہاراج سے رابطہ کرنا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت اسے اپنے اندر مہاراج کی آواز سنائی دی ''ہاں...... بولو کیا کہنا چاہتی ہو......؟''

''مہاراج! میں دو سہولتیں چاہتی ہوں۔ ایک تو یہ کہ جب چاہوں آپ سے رابطہ کرسکوں۔ دوسری بات یہ کہ جب میں انا میریا کے جسم میں تھی تو عدنان کے دماغ میں پہنچ جایا کرتی تھی اور انا میریا مجھے آئینے میں دیکھ لیا کرتی تھی اور میری آنکھوں میں ڈوب کر عدنان کے اندر پہنچ جایا کرتی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا' مجھے کیا ہوگیا ہے؟ اور جب مجھ میں ایسی صلاحیتیں تھیں تو اب کیوں نہیں ہیں؟''

''پہلی بات تو یہ کہ تم جب چاہو گی مجھ سے رابطہ کرسکو گی۔ جس طرح انا میریا آئینے میں دیکھتی تھی اور اسے اپنے عکس کے بجائے تمہارا عکس دکھائی دیتا تھا۔ اسی طرح تم جب بھی آئینہ دیکھو گی تو تمہیں اپنے بجائے میرا عکس دکھائی دے گا اور مجھ سے رابطہ قائم ہوجائے گا۔''

''اس کا مطلب ہے جب آپ نے پہلی بار مجھے انا میریا کے شریر میں پہنچایا تھا تو میرے اندر یہ شکتی پیدا کردی تھی کہ انا میریا آئینے میں دیکھے گی تو اسے میں نظر آیا کروں گی۔''

''ہاں...... میں نے تمہارے اندر یہی شکتی پیدا کردی تھی اور بعد میں چھین لی تھی۔ اب پھر تمہیں واپس کررہا ہوں۔''

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے گڑگڑا کر بولی ''مہاراج! میری وہ صلاحیت بھی مجھے واپس کریں۔ جس کے ذریعے میں اپنے بیٹے عدنان کے دماغ میں پہنچ جایا کرتی تھی۔''

''تم ابھی آرام سے سو جاؤ۔ میں تم پر منتر پڑھتا رہوں گا۔ جب سو کر اٹھو گی تو تمہاری یہ شکتی بھی تمہیں واپس مل جائے گی لیکن وہی ادھوری صلاحیت ہوگی۔ پہلے بھی تم عدنان کے دماغ میں پہنچ کر بہت کچھ معلوم کرتی تھیں لیکن اپنے طور پر اس سے کوئی کام نہیں لے سکتی تھیں اور نہ ہی اس کی بھلائی کے لیے کچھ کرسکتی تھیں۔ تمہیں اس کے لیے انا میریا کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ اسی طرح آئندہ تم چنڈال کا سہارا لیا کرو گی۔''

وہ خوش ہوگئی۔ اپنے بیڈ پر آکر بڑے اطمینان سے لیٹ کر سوگئی۔ اب وہ الکا اگنی ہوتری کے جسم میں تھی۔ اس سے پہلے انا میریا کے جسم پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اس انا میریا اور ولاڈی میر سے دشمنی چلی آرہی تھی۔ ولاڈی میر عدنان کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرنے کے لیے اسے حاصل کرنا چاہتا تھا اور اب تک اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔

وہ عدنان کے علاوہ انا میریا کو بھی ٹریپ کرنا چاہتا تھا اور اس کے لیے اس نے انا میریا کا ایک پتلا بنا رکھا تھا اور اس پر منتر پڑھتا رہتا تھا۔ اس نے کئی بار طلسمی آلے کے ذریعے اس کا سراغ لگایا تھا اور اس پر حملے بھی کیے تھے لیکن اسے اپنی گرفت میں لیتے لیتے ناکام ہوگیا تھا اور اسے بار بار ناکامی کا منہ دکھانے والی سونیا تھی۔

ولاڈی میر نے عدنان' انا میریا اور سونیا کے پتلے بنا رکھے تھے اور انہیں ایسے کمرے میں رکھا تھا۔ جہاں وہ آرام سے تنہائی میں بیٹھ کر کالا عمل کیا کرتا تھا۔

وہ تقریباً چوبیس گھنٹے پہلے اس کمرے میں بیٹھا منتر پڑھ رہا تھا۔ عدنان تک پہنچنے کی کوششیں کررہا تھا۔ ایسے ہی وقت انا میریا کا پتلا جو ایک طرف کھڑا ہوا تھا اچانک ہی گر پڑا۔

اس نے چونک کر ادھر دیکھا۔ کوئی ہوا کا جھونکا نہیں آیا تھا۔ کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جس کے باعث وہ گر پڑتا' چونکہ آپ ہی آپ گر پڑا تھا۔ اس لیے پہلا خیال یہی آیا کہ انا میریا مرچکی ہے۔ اس کا دماغ ایک عجوبہ تھا۔ خیال خوانی کی لہریں اس کے اندر آکر گزر جاتی تھیں۔ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ایسا لگتا تھا کہ وہ انا میریا کے دماغ سے گزر جاتی تھیں۔ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ایسا لگتا تھا کہ وہ انا میریا کے دماغ سے گزر تو رہا ہے لیکن اس کی سوچ پڑھنے کے قابل نہیں ہے اور نہ ہی یہ معلوم کرسکتا ہے کہ وہ کہاں ہے اور کیا کرتی پھر رہی ہے؟

ولاڈی میر نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ انا میریا کے

دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس کی سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ اس کا دماغ نہیں ملا۔ اگر وہ زندہ ہوتی تو وہ اس کے شیشے جیسے دماغ سے گزرتے وقت کم از کم یہ تو محسوس کر لیتا کہ وہ زندہ ہے مگر اس کی سوچ نا قابل فہم ہے۔

اس وقت خیال خوانی کے ذریعے پتا چلا کہ اب وہ زندہ نہیں رہی ہے۔ مر چکی ہے۔

اس بات کو چوبیس گھنٹے گزر چکے تھے۔ وہ کسی کام سے اس کمرے میں آیا تو انا میریا کے پتلے پر نظر پڑتے ہی ٹھٹک گیا۔ وہ پتلا جو گرا ہوا تھا اب خود بخود اٹھ کر اپنی جگہ کھڑا ہو گیا تھا اور اس پتلے کے پاس جو طلسمی آلہ رکھا ہوا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے لرز رہا تھا۔ یہ بڑی حیرانی کی بات تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ دماغ چیخ چیخ کر اس سے پوچھ رہا تھا "کیا انا میریا پھر زندہ ہو گئی ہے؟"

یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی لیکن کالا جادو جاننے والے اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ آتما شکتی کے ذریعے کسی بھی آتما کو ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل کیا جا سکتا ہے "کیا انا میریا پھر زندہ ہو گئی ہے؟"

وہ اپنے طور پر سوچ رہا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ انا میریا کی پہلے ہی کوئی آتما نہیں تھی۔ اس کے اندر تو شیوانی سمائی ہوئی تھی اور جب شیوانی وہاں سے نکل کر الکا اگنی ہوتری کے جسم میں پہنچی تو ادھر انا میریا کے پتلے میں حرکت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کے پاس رکھا ہوا طلسمی آلہ یوں لرز رہا تھا' جیسے اس کی نشان دہی کرنا چاہتا ہو کہ وہ زندہ ہونے کے بعد اب کہاں ہے؟

وہ تیزی سے چلتا ہوا اس پتلے کے قریب آ کر بیٹھ گیا پھر اس نے انا میریا کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی تو ادھر ادھر بھٹکنے لگا۔ انا میریا تو اب اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔ اس کا دماغ بھی نہیں رہا تھا۔ شیوانی زندہ تھی اور وہ جس جسم میں گئی تھی اس میں الکا اگنی ہوتری کا دماغ تھا۔

ثمر سلطانہ اور انیتا کا دماغ ایک تھا لیکن شیوانی اور انا میریا کا دماغ ایک نہیں تھا۔ تانترک مہاراج نے اس پر ایسا عمل کیا تھا کہ شیوانی کبھی انا میریا کے دماغ پر حاوی نہیں ہو سکی تھی۔ اس کی آتما انا میریا کے اندر رہنے کے باوجود اسے مخاطب نہیں کر سکتی تھی۔ اسی لیے وہ اسے آئینے کی سطح پر بلایا کرتی تھی۔

اب شیوانی نے الکا اگنی ہوتری کے روپ میں ایک نئی زندگی حاصل کی تھی اور تانترک مہاراج کی مہربانی سے الکا کا دماغ اس کا اپنا دماغ بن گیا تھا۔ اگر ولاڈی میر الکا کی آواز اور لب و لہجہ سن لیتا تو پھر شیوانی تک پہنچ سکتا تھا۔ ولاڈی میر کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ انا میریا (شیوانی) کی آتما کسی دوسرے جسم میں پہنچ گئی ہے اور اس نے ایک نئی زندگی حاصل کر لی ہے۔ اس نئے جسم کے دماغ تک پہنچنے کے لیے اس کی نئی آواز اور نئے لہجے کو سننا ضروری ہو گیا تھا۔

اور اس کی نئی آواز سننے کے لیے اس کا سراغ لگانا ضروری تھا کہ وہ کہاں ہے؟ اس نے طلسمی آلے کو اس پتلے کے سامنے رکھا پھر منتر پڑھنا شروع کر دیا۔

اب اسے عدنان تک پہنچ جانے کا یقین ہو رہا تھا۔ سب ہی دوست اور دشمن اس بچے کو تلاش کر رہے تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کس نے اغوا کیا ہے؟ اور کہاں چھپایا ہوا ہے؟ ولاڈی میر سمجھ رہا تھا کہ ایسا انا میریا کر رہی ہے۔ چونکہ وہ ایک نئے جسم میں داخل ہو گئی ہے۔ اس کا رنگ روپ اور شخصیت تبدیل ہو چکی ہے۔ اس لیے اسے کوئی پہچان نہیں سکے گا اور کبھی شبہ نہیں کرے گا کہ وہ عدنان کو کہیں چھپا کر رکھنے میں کامیاب ہو رہی ہے۔

وہ ایک گھنٹے تک منتر پڑھتا رہا پھر اس کا وہ طلسمی آلہ ایک طرف گھومنے لگا۔ آہستہ آہستہ گھومتا ہوا ایک جگہ رک گیا۔ وہ بتا رہا تھا کہ انا میریا یعنی شیوانی ایشیا کے جنوبی حصے میں ہے۔

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ایک سمت معلوم ہو چکی تھی۔ اب وہ ایشیا کے کسی بھی جنوبی حصے میں جاتا اور وہاں طلسمی آلے پر منتر پڑھتا رہتا تو وہ آلہ پھر اسے بتاتا کہ اب اسے انا میریا تک پہنچنے کے لیے کس سمت میں جانا ہوگا؟ لہٰذا اب اس کا وہاں تک سفر کرنا ضروری ہو گیا تھا۔

ویسے تو وہ کسی بھی آلہ کار کے ذریعے اسے تلاش کر سکتا تھا لیکن یہ بہت اہم کام تھا اور بڑی رازداری سے کرنا تھا کہ ارنا کوف اور آوازون کو خبر بھی نہ ہو سکے۔ لہٰذا وہ اسی وقت سفر کی تیاریاں کرنے لگا۔

وہ شیوانی کو انا میریا سمجھ رہا تھا۔ اگرچہ غلط سمجھ رہا تھا لیکن اس کی منزل درست تھی۔ وہ شیوانی کے قریب پہنچ کر کسی نہ کسی طرح عدنان تک بھی پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ چنڈال نے شیوانی کی خاطر عدنان کا سراغ لگایا تھا اور یہ معلوم ہو گیا تھا کہ چار یا پانچ یا چھ برس کے تین بچے تین مختلف فلائٹس میں گئے ہیں۔

یہ بات ولاڈی میر کے دماغ میں بھی آ سکتی تھی کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے دشانبے ائر پورٹ کے عہدے داروں کے اندر پہنچ سکتا ہے اور وہاں کے متعلقہ عہدے دار کے ذریعے پچھلے چوبیس گھنٹوں کی فلائٹس کی رپورٹ معلوم کر سکتا

ہے لیکن وہ اب تک یا تو خیال خوانی میں مصروف رہا تھا یا کالے عمل میں ڈوبا ہوا تھا پھر انا بیلا کی اچانک زبردست کامیابیوں نے اسے' ارنا کوف اور آوازون وغیرہ کو الجھا دیا تھا۔ وہ سب اس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ اس لیے وہ اس اہم نکتے پر غور نہ کر سکا کہ دشانبے ائر پورٹ کے ذریعے وہ اس بچے کے قریب پہنچ سکتا ہے۔

کئی گھنٹے گزرنے کے بعد آوازون کے دماغ میں یہ بات آئی۔ اس نے اپنی ماں ارنا کوف سے کہا "ماما......! ہمیں دشانبے ائر پورٹ کے اعلیٰ عہدے داروں کے اندر پہنچنا چاہیے۔ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہاں کی کسی فلائٹ سے چار یا پانچ برس کا کوئی بچہ کہیں گیا ہے یا نہیں؟"

ارنا کوف نے کہا "بے شک! ہم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ ہمیں وہاں سے بھی کچھ معلومات حاصل کرنی چاہیے۔"

پھر وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعے دشانبے ائر پورٹ کے اعلیٰ عہدے داروں کے دماغوں میں پہنچنے لگے اور معلومات حاصل کرنے لگے۔

اب ان سب تلاش کرنے والوں کو صحیح سمت ملنے والی تھی اور وہ سب پھر ایک بار عدنان کے قریب پہنچنے والے تھے۔ اس دوران میں کچھ گھپلا بھی ہونے والا تھا۔ کچھ رکاوٹیں بھی پیدا ہونے والی تھیں۔

چنڈال کے راستے میں فرمان اور ٹونی جے بہت بڑی رکاوٹ تھے۔ اس نے ثمر سلطانہ کے اندر جا کر اپنی بیٹی کو اس سے نجات دلانی چاہی تھی لیکن فرمان رکاوٹ بن گیا تھا۔ وہ اس رات ثمر سلطانہ کے پاس آیا پھر بولا "ہم دونوں ایک دوسرے سے دور دور رہتے ہیں اب چنڈال اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ پھر ایک بار میدان عمل میں آ گیا ہے۔ اس سے نمٹنے کے لیے ہمیں ایک چھت کے نیچے رہنا چاہیے۔"

ثمر سلطانہ اس کی بات سمجھ رہی تھی۔ وہ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ اسے اپنی شریک حیات بنا کر اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھا "کیا تمہیں اعتراض ہے؟"

انیتا نے ثمر سلطانہ کے اندر سے کہا "ہاں...... مجھے اعتراض ہے۔ میں یہ شادی نہیں ہونے دوں گی۔"

فرمان نے کہا "اگر ثمر سلطانہ مجھ سے راضی ہو جائے تو تمہارا باپ بھی یہ شادی نہیں روک سکے گا۔"

ثمر سلطانہ نے کہا "ہاں...... میں راضی ہوں۔ ہمیں جلد سے جلد شادی کر کے دن رات ایک چھت کے نیچے رہنا چاہیے۔ تاکہ وہ چنڈال شیطان مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔"

اس نے کہا "ٹھیک ہے۔ اس وقت رات کے تین بجے ہیں۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔ کل دوپہر تک قاضی صاحب سے معاملات طے کروں گا پھر شام کو ہمارا نکاح پڑھا دیا جائے گا۔ اس کے بعد ہم ازدواجی اور گھریلو زندگی گزاریں گے۔"

انیتا اندر ہی اندر تڑپ رہی تھی' بول رہی تھی' احتجاج کر رہی تھی۔ ثمر سلطانہ نے کہا "دیکھو انیتا......! تم میرے اندر قیدی بن کر رہو اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ تم جتنا بھی تڑپو تمہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا اور نہ ہی تمہارا باپ تمہیں میرے اندر سے نکال کر لے جا سکے گا۔"

وہ بولی "تم نہیں جانتیں۔ میرے پتا جی کتنے زبردست ہیں۔"

فرمان نے کہا "اور تم بھول رہی ہو کہ میں کتنا زبردست ہوں؟ میں نے تمہارے باپ سے تمہیں چھین لیا تھا اور اب تک تم اس سے دور رہو۔ یہ کیوں نہیں سوچتیں کہ ثمر سلطانہ تمہاری ذات سے الگ نہیں ہے۔ تم دونوں ایک ہو۔ اگر میں ثمر سلطانہ کو اپنی شریک حیات بناتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم بھی میری شریک حیات ہو۔"

"میں شریک حیات نہیں۔ دھرم پتنی بن کر رہنا چاہتی ہوں۔ اپنے دھرم کے مطابق تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔"

"تو تم رہو۔ کون منع کر رہا ہے؟ لیکن ثمر سلطانہ جسمانی طور پر نماز پڑھتی ہے تم اس کے جسم کو پوجا پاٹ کے لیے مجبور نہیں کر سکو گی۔ تمہارا دھرم تمہاری آتما میں بسا ہوا ہے۔ یہ کیا کم ہے؟ تمہیں تو اپنے بھگوان کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ تم اب تک اپنے دھرم پر قائم ہو اور میں نے کبھی تمہیں دھرم تبدیل کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا ہے۔"

انیتا جھنجلا کر بول سکتی تھی۔ بے چین ہو سکتی تھی۔ اندر ہی اندر تڑپ سکتی تھی لیکن کچھ کر نہیں سکتی تھی۔ اسے اپنے باپ کا انتظار تھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ کسی بھی چور راستے سے ثمر سلطانہ کے اندر ضرور پہنچے گا۔

چنڈال دوسرے دن بارہ بجے تک سوتا رہا پھر اس نے بیدار ہونے کے بعد تانترک مہاراج سے رابطہ کیا اور کہا۔ "مہاراج! میں اپنی بیٹی کو ثمر سلطانہ کے شریر سے آزاد کرانا چاہتا ہوں۔ بھگوان کے لیے کچھ کریں۔ جہاں آپ نے مجھے دشمنوں سے نجات دلائی ہے۔ وہاں میری بیٹی کو بھی نجات دلائیں۔ میری طرح میری بیٹی بھی آپ کی سیوک بن کر رہے

گی۔ آپ اسے تمام عمر اپنی داسی بنا کر رکھ سکتے ہیں۔''

وہ بولا ''میرے پاس خوب صورت داسیوں کی کمی نہیں ہے پھر بھی تم میرے سیوک ہو۔ اس لیے میں تمہاری بیٹی کو اس کے شریر سے ضرور نجات دلاؤں گا۔ ویسے بھی ٹونی جے اور فرمان میرے دشمن ہیں۔ جب میں تمہیں پاگل خانے سے رہائی دلا رہا تھا۔ تب وہ رکاوٹیں پیدا کر رہے تھے۔ میرے لیے چیلنج بن رہے تھے۔''

ایسے ہی وقت چنڈال کے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگایا تو ایک سریلی سی کھنکتی ہوئی آواز سنائی دی ''ہائے وکی! کہاں ہو؟ کیا کر رہے ہو۔''

چنڈال نے اندازے سے سمجھ لیا کہ وہ انجلی کی آواز ہے۔ وہ بولا ''میں اپنے گھر میں ہوں۔ تم کہاں ہو؟ کیا کر رہی ہو؟''

اس کے بولنے کے دوران میں تانترک مہاراج نے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو اس نے یکبارگی سانس روک لی۔ کچھ دیر تک فون پر کچھ بول نہ سکی۔ سوچنے لگی ''یہ کون ہوسکتا ہے؟''

تانترک مہاراج نے چنڈال کے اندر چپکے سے کہا ''اس نے سانس روک لی ہے۔ میری خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کرلیا ہے۔ یہ لڑکی خطرناک ہے۔ ہوشیار رہو۔''

ادھر انجلی کو ابھی یہ شبہ نہیں ہوا تھا کہ وکی ورما نے اس کے اندر آنے کی کوشش کی ہوگی۔ کیونکہ وہ باتیں کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت تانترک مہاراج نے اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ کوئی دوسرا اس کے اندر آیا تھا۔ جبکہ وہ مہاراج اور چنڈال دونوں ہی تھے۔

چنڈال نے ذرا انجان بن کر پوچھا ''انجلی! تم خاموش ہو کیا سوچ رہی ہو؟''

وہ بولی ''کچھ نہیں۔ بس میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہیں فون کروں گی۔''

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ دوسرے موبائل کے نمبر پنچ کرنے کے بعد اپنے عامل ماؤز ہنٹر سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے اس نے پوچھا ''کیا بات ہے انجلی!''

''میں ابھی وکی ورما سے فون پر بات کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور سانس روک لی۔''

اس نے پوچھا ''کیا وہ دوسری بار بھی تمہارے دماغ میں آیا تھا۔''

''نہیں...... میں نے پھر کوئی سوچ کی لہر محسوس نہیں کی۔''

''دشمن بہت چالاک ہے۔ وہ سمجھ گیا ہے کہ تم صرف یوگا کی ماہر نہیں ہو۔ ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہو یا پھر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ رہتی ہو۔''

اس نے پوچھا ''اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''وکی ورما سے ہوشیار رہو۔ اس سے بات کرنے کے دوران میں ہی کوئی تمہارے اندر آیا تھا؟''

''ہاں...... لیکن اس سے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔ وکی سے میری پچھلے تین ہفتوں سے ملاقات ہو رہی ہے۔ کسی نے کبھی میرے دماغ میں آنے کی کوشش نہیں کی۔''

''جو کبھی نہیں ہوا وہ اب ہوسکتا ہے۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے وکی ورما کو اپنا آلہ کار بنایا ہوگا۔ اس کے ذریعے تم تک پہنچنا چاہتا ہوگا اور تمہارے ذریعے وہ ضرور مجھ تک پہنچنا چاہے گا۔''

''ٹھیک ہے۔ اب میں وکی ورما سے فون پر بات نہیں کروں گی۔''

''نہیں۔ تمہیں فون پر بات کرنا چاہیے۔ بس اس سے ملاقات کرنے کے لیے نہ جاؤ۔ کوئی دشمن اس کے پیچھے چھپا ہوگا تو وہ تمہارا تعاقب کرے گا۔ میں ابھی وکی ورما کے اندر جا کر کچھ معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

ماؤز ہنٹر نے فون بند کیا اور خیال خوانی کی پرواز کر کے وکی ورما کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے ایک دم سے سانس روک لی۔ ماؤز ہنٹر فوراً ہی انجلی کے دماغ میں آ کر بولا ''انجلی! تمہارے لیے خطرہ ہے۔ تم جانتی ہو کہ وکی ورما باڈی بلڈر ہے اور اس کا دماغ حساس ہے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہے اس لیے میں نے تمہارے ذریعے اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ میرے مخصوص لب و لہجے کو محسوس نہیں کرے گا۔ اس کے بعد میں کئی بار وکی کے دماغ میں جا چکا ہوں لیکن اب جاتے ہی اس نے سانس روک لی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کسی دوسرے نے اس پر عمل کیا ہے یا وکی کے اندر کوئی نمایاں تبدیلی آئی ہے۔ وہ تمہاری رہائش گاہ کا پتا نہیں جانتا ہے لیکن تمہیں چہرے سے پہچانتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہارا اس سے سامنا ہو۔ لہٰذا تم کچھ دنوں کے لیے یہ شہر چھوڑ دو۔ ابھی یہاں سے نکل جاؤ۔''

''ٹھیک ہے۔ میں ابھی یہاں سے جا رہی ہوں۔''

ماؤز ہنٹر اپنے ایک آلہ کار کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ آلہ کار اس کی مرضی کے مطابق وکی ورما کے مکان کی طرف روانہ ہوا۔ اسے ہدایت کی گئی کہ وہ اس پر نظر رکھے اور تنہائی

میں کہیں موقع پا کر اسے زخمی کردے۔

ماؤز ہنٹر کے سامنے یہی ایک راستہ تھا کہ وکی ورما کو زخمی کرکے اس کے دماغ کے اندر پہنچ کر معلوم کرے کہ اس کے اندر یہ تبدیلی کیسے آ گئی ہے؟ وہ ایک معمول اور تابعدار تھا پھر اپنے عامل کی سوچ کی لہروں کو کیوں روک رہا تھا؟

ادھر تانترک مہاراج نے چنڈ ال سے کہا" وہ لڑکی انجلی تم پر شبہ کر رہی ہے اس لیے اس نے فون کا رابطہ ختم کردیا ہے۔ اب پتا نہیں وہ کیا کر رہی ہوگی؟ ہم اس کے دماغ میں نہیں جاسکتے۔ بہتر ہے تم اس گھر سے چلے جاؤ۔ انجلی اور اس کے آدمی دور ہی دور سے تمہاری نگرانی کرسکتے ہیں۔ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس سے پہلے ہی اس گھر سے چلے جاؤ۔"

"میں ابھی یہاں سے جارہا ہوں۔ آپ میری بیٹی کے سلسلے میں کیا کریں گے؟"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں ایک جگہ مصروف ہوں۔ اس کے بعد تمہاری بیٹی کو اس سے نجات دلاؤں گا اور وہ آج رات تک ثمر سلطانہ کے شرپر سے رہائی حاصل کرلے گی۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اب میں جارہا ہوں۔"

"راستے میں خیال خوانی کرتے جاؤ اور شیوانی کا کام کرتے رہو۔"

تانترک مہاراج شیوانی کے پاس آ کر بولا" میں نے تمہاری دونوں خواہشیں پوری کردی ہیں۔ آئینہ دیکھو۔ میں تمہیں دکھائی دوں گا۔"

اس نے فوراً ہی آئینے کے سامنے آ کر اپنی صورت دیکھی تو وہاں اپنا عکس دکھائی نہیں دیا۔ تانترک مہاراج دکھائی دینے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا" اب تم جب بھی مجھے بلانا چاہو گی تو آئینے میں دیکھ لیا کرو گی۔ مجھے خبر ہوجایا کرے گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی" اب میں ابھی انا میریا کی طرح ایک چھوٹا سا آئینہ اپنے ساتھ رکھا کروں گی۔"

وہ بولا" تم اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچنا چاہتی تھیں۔ اب اسے یاد کرو۔"

اس نے آنکھیں بند کرکے اپنے بیٹے کو یاد کیا تو محسوس ہوا جیسے اس کے اندر پہنچ گئی ہے لیکن بیٹے کے خیالات گڈمڈ تھے۔ وہ واپس آ کر آنکھیں کھول کر بولی" مہاراج......! دھنے واد...... میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ جب تک زندہ رہوں گی۔ آپ کی داسی بن کر رہا کروں گی۔"

"میں ابھی تمہارے اندر رہ کر تمہارے بیٹے کے دماغ میں پہنچا تھا۔ وہ تو بڑا عجیب سا دماغ ہے۔ اس میں بہت سے خیالات گڈمڈ ہو رہے ہیں۔ کوئی خیال پڑھا ہی نہیں جاسکتا۔"

"ہاں۔ میرے بیٹے کا دماغ ایسا ہی ہے۔ کبھی کبھی نارمل ہوتا ہے اور کسی ایک خیال پر مرکوز ہوتا ہے تو اس کے ذریعے آس پاس کی چیزیں دیکھی جاسکتی ہیں اور اس کے کان سے دوسروں کی آوازیں سنی جاسکتی ہیں۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ تو اپنی آواز سے سنا سکتا ہے نہ اسے اپنی سوچ کی لہروں سے متاثر کرسکتا ہے۔"

"تمہارا بیٹا تو بالکل ہی عجوبہ ہے۔ یہ بچہ مجھے پسند آ گیا ہے۔ میں چاہوں گا کہ تم اسے حاصل کرنے کے بعد میرے پاس پرورش پانے کے لیے چھوڑ دو۔ چاہو تو تم بھی اس کے ساتھ دن رات رہا کرو۔ اگر یہ میرے پاس رہے گا تو میں اسے دنیا کا عجیب وغریب انسان بنادوں گا۔"

وہ بولی" میں نے انا میریا کا جسم حاصل کرنے کے بعد آپ سے بے وفائی کی تھی۔ آپ کو دھوکا دیا تھا۔ اب میں وعدہ کرتی ہوں کبھی ایسا نہیں ہوگا۔ اپنے بیٹے کو حاصل کرتے ہی آپ کے پاس چلی آؤں گی اور آپ ہی کے ساتھ رہ کر پورا جیون گزار دوں گی۔"

"چنڈ ال ابھی تم سے رابطہ کرنے والا ہے اور اگر چاہو تو تم بھی اس سے رابطہ کرسکتی ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی" وہ کیسے......؟"

"آئینے میں دیکھ کر اسے یاد کرو گی تو وہ تمہیں آئینے کی سطح پر ایسے دکھائی دے گا' جیسے میں تمہیں نظر آیا تھا۔"

وہ بولی" کیا میں ابھی آئینہ دیکھوں اور اسے یاد کروں؟"

"ہاں...... میں تمہارے اندر ہوں۔ اسے دیکھو۔"

وہ پھر آئینے کے سامنے آ کر کھڑی ہوگئی۔ اس بار اس نے چنڈ ال کو یاد کیا تو وہ دکھائی دینے لگا۔ وہ بے چینی سی محسوس کرنے لگا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا" مہاراج! میں اپنے اندر عجیب سی بے چینی محسوس کر رہا ہوں۔"

مہاراج نے کہا" وہ اس لیے کہ شیوانی آئینے کے عکس میں تمہیں دیکھ رہی ہے۔ ایک طرح سے یہ سمجھو کہ وہ تمہارے اندر پہنچ رہی ہے۔ جب بھی تم بے چینی محسوس کرو تو سمجھ لو کہ شیوانی نے تمہیں بلایا ہے اور تم فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ جایا کرو۔"

"میں آپ کی آگیا کا پالن کروں گا۔ ابھی میرے پاس رقم نہیں ہے۔ میں اچھی خاصی رقم حاصل کرنے کے لیے ایک بڑے سرمایہ دار کو ٹریپ کرنے جارہا ہوں۔ اس کے بعد میں ایک رینٹڈ کار لے کر شہر سے باہر چلا جاؤں گا۔ آپ شیوانی کو

سمجھائیں کہ وہ کم از کم دو گھنٹے انتظار کرے۔ جب میں اس شہر سے باہر چلا جاؤں گا تو کہیں ایک جگہ رک کر خیال خوانی کے ذریعے اس کے بیٹے کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔"

شیوانی نے آئینے میں دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا" چنڈ ال! میں تمہاری باتیں سن رہی ہوں۔ حالانکہ تم میرے دماغ میں نہیں ہو لیکن آئینے میں دیکھتے ہوئے میں تمہاری باتیں سن سکتی ہوں اور تم میرے دماغ میں بھی آسکتے ہو۔ بہرحال میں انتظار کروں گی۔ دو گھنٹے بعد کوشش کرو کہ میرے بیٹے تک پہنچ سکو۔"

ایسے ہی وقت چنڈ ال کے موبائل کا بزر سنائی دیا۔ اس نے اسے آن کرکے کان سے لگایا تو دوسری طرف سے انجلی کی آواز سنائی دی۔ وہ بولا" انجلی! تم کہاں ہو؟ تم نے اچانک رابطہ کیوں ختم کردیا تھا؟ میں تم سے ملنے کے لیے بے چین ہوں۔"

وہ بولی" ابھی میں تمہاری ساری بے چینی ختم کردوں گی۔ تم جہاں کھڑے ہو وہیں کھڑے رہو۔ اِدھر اُدھر حرکت کرو گے تو سنسناتی ہوئی گولی آئے گی اور تمہارا کام تمام کردے گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولا" یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"پہلے میری پوری بات سن لو۔ میرے ہاتھ میں رائفل ہے اور رائفل میں سائیلنسر لگا ہوا ہے۔ یہاں جو چاروں طرف عمارتیں ہیں میں ان میں سے کسی ایک عمارت میں ہوں۔"

چنڈ ال سر گھما کر دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ سخت لہجے میں بولی "خبردار! اپنا سر نہ گھمانا۔ ہاں...... اگر زندہ نہیں رہنا چاہتے' مرنا چاہتے ہو تو پھر میری مرضی کے خلاف حرکت کرو۔"

شیوانی آئینے میں اسے دیکھ رہی تھی' پریشان ہو رہی تھی لیکن آئینے میں اسے چاروں طرف کی عمارتیں دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ صرف پیچھے والی عمارت نظر آ رہی تھی۔ ادھر تانترک مہاراج بھی پریشان ہوگیا تھا۔ اس نے کہا" چنڈ ال! میں تمہارے دماغ سے جارہا ہوں۔ ورنہ اس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر چلا آئے گا۔ تم اسے محسوس نہیں کرسکو گے۔ میں شیوانی کے اندر جارہا ہوں۔ اس کے ذریعے آئینے میں تمہیں دیکھتا رہوں گا۔"

چنڈ ال نے فون کے ذریعے پوچھا" انجلی! تم میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہی ہو؟ مجھ سے اچانک دشمنی کیوں ہو رہی ہے؟ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟"

"انجان اور معصوم نہ بنو۔ صاف صاف بتاؤ کہ تمہارے دماغ میں کون آتا ہے؟"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ بھلا دماغ میں کوئی کیسے آئے گا؟ میں نے ایک بار ٹیلی پیتھی کا ذکر کیا تھا۔ کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ کوئی خیال خوانی کے ذریعے میرے اندر آتا ہے؟"

"ہاں...... میں یہی کہہ رہی ہوں۔"

چنڈ ال نے بڑی معصومیت سے پوچھا" کیا ایسا ہوتا ہے کہ کوئی ہمارے دماغ میں آئے تو ہم اسے محسوس نہ کرسکیں۔"

اس نے اپنے عامل ماؤز ہنٹر کی مرضی کے مطابق کہا "ہاں...... میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ تمہارے دماغ میں آئی تھی تو تم مجھے محسوس نہیں کرپاتے تھے لیکن آج میں آئی تو تم نے سانس روک لی۔ یہ کیسے ہوا میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"تو پھر تمہیں معلوم کرنا چاہیے۔ میرے دماغ میں بار بار آ کر دیکھو اور بھگوان کے لیے مجھے بھی بتاؤ کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا مجھے مارنے سے تمہیں معلوم ہوجائے گا؟ اگر نہیں تو پھر ایسا مناسب طریقہ اختیار کرو کہ جس سے ہماری دوستی برقرار رہے۔ میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ ہماری دوستی محبت میں تبدیل ہو رہی ہے لیکن تم نے تو اچانک ہی اپنا رویہ بدل لیا ہے۔ مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے۔"

"تمہاری باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ تم اپنے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جان رہے ہو اور جو بھی تمہارے دماغ میں آ رہا ہے اس سے بے خبر ہو لیکن میں اپنا اطمینان کرنا چاہتی ہوں۔"

"تم میرے دماغ میں آؤ اور کسی بھی طرح معلوم کرو۔ مجھے اس الجھن سے نجات دلاؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے دماغ میں آ رہی ہوں۔ تم سانس نہیں روکو گے۔"

"میں پوری کوشش کروں گا کہ سانس نہ روکوں۔ اگر ایسا ہو تو تم بار بار آنے کی کوشش کرو۔ شاید پھر میں سانس روکنے کے قابل نہ رہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہی کروں گی۔ تم مجھ سے تعاون کر رہے ہو۔ اس لیے میں تم سے دشمنی نہیں کروں گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ماؤز ہنٹر اس کے دماغ میں آیا تو اس نے ایک دم سے سانس روک لی۔ وہ واپس چلا گیا اس نے فون پر کہا" سوری انجلی! تم آئی ہو تو ایک دم سے گھبراہٹ اور بے چینی پیدا ہوئی تھی۔ اس لیے میں نے سانس روک لی۔ پلیز...... پھر کوشش کرو۔"

تانترک مہاراج پھر شیوانی کے ذریعے اسے آئینے میں

دیکھ رہا تھا۔ انتظار کر رہا تھا۔ دوسری بار جیسے ہی ماؤز ہنٹر اس کے دماغ میں گیا تو وہ بھی اس کے اندر آ گیا۔ اس بار چنڈال نے سانس نہیں روکی۔ یونہی گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولا ''ہیلو...... انجلی! تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ یہ بات پہلے تم نے کبھی نہیں بتائی۔''

وہ بولی ''تم خاموش رہو اور مجھے خیالات پڑھنے دو۔''

وہ بولا ''لیکن تم تو فون کے ذریعے بول رہی ہو۔ کیا میرے دماغ میں نہیں آئی ہو؟ لیکن میں تو محسوس کر رہا ہوں۔ سچ بتاؤ۔ کیا تم میرے دماغ میں نہیں ہو؟''

''میں کہہ رہی ہوں۔ تم خاموش رہو۔''

''اچھی بات ہے۔ میں اب نہیں بولوں گا لیکن تمہیں بعد میں بتانا ہوگا کہ یہ میرے دماغ میں کون آیا ہوا ہے؟''

ماؤز ہنٹر چپ چاپ اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ ادھر تانترک مہاراج نے اس کے دماغ کے چور خانے پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ تاکہ وہ چور خیالات پڑھ کر یہ معلوم نہ کر سکے کہ دکی مر چکا ہے اور اس کے اندر کوئی دوسری آتما سما گئی ہے۔

ماؤز ہنٹر یہ سب کچھ تو نہ پڑھ سکا لیکن یہ شبہ اپنی جگہ قائم رہا کہ دکی کا دماغ لاک کیوں ہو گیا تھا؟ اور اب اچانک کیسے کھل گیا ہے؟

وہ اپنی معمولہ اور تابعدار انجلی کے پاس آ کر بولا ''یہ دکی ورما مشکوک ہو گیا ہے۔ اس سے دور ہی رہو تو بہتر ہے۔ ہم اسے دشمن سمجھ رہے تھے لیکن یہ خود دشمن نہیں ہے کوئی اور دشمن اس کے پیچھے چھپا ہوا ہے اور بڑی مکاری دکھا رہا ہے۔ سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کی چالاکی کو نہیں سمجھ رہے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اسے زخمی نہ کرو۔ یہ شہر چھوڑ کر کچھ دنوں کے لیے دوسری جگہ چلی جاؤ۔ میں پھر تم سے رابطہ کروں گا۔''

وہ بولی ''ہمارا جو بھی دشمن ہے اسے کیسے معلوم ہوا کہ وہ دکی ورما کے ذریعے مجھ تک اور مجھ سے تم تک پہنچ سکتا ہے؟''

''میں یہی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ میرا ایک آلہ کار چنڈال کی نگرانی کر رہا ہے۔ فی الحال تم اس شہر سے چلی جاؤ۔''

تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ یہ تو سمجھ گیا تھا کہ جو بھی انجلی کے پیچھے چھپا ہوا ہے وہ یہ سمجھ چکا ہے کہ دکی ورما مشکوک ہے اور کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے زیر اثر ہے۔ ایک بار وہ انجلی کے دماغ میں جا چکا تھا اور یہ شبہ پیدا کر چکا تھا۔ مہاراج نے سوچا کہ دوسری بار بھی اس کے دماغ میں جانا چاہیے۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ وہ پھر سانس روک لے گی اور اسے اپنے اندر نہیں آنے دے گی۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر انجلی کے اندر پہنچا تو وہ اس وقت کولڈ ڈرنک کا ایک گھونٹ لے رہی تھی۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی ایک دم سے گڑبڑا گئی۔ سانس روکنا چاہتی تھی مگر یکبارگی ٹھسکا لگا تو وہ حلق پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کھانسنے لگی۔ جنگل بھٹا چاریہ کو موقع مل گیا۔ وہ اس کے اندر پہنچ کر اس کی کھانسی میں اضافہ کرنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔

پتا چلا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہے اور اسے یہ سمجھایا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس نے بھارتی اکابرین سے بھی رابطہ کیا تھا۔ اپنا نام انجلی بتایا تھا اور کہا تھا کہ وہ چنڈال جوگیا کے خلاف بھارتی اکابرین کی مدد کرتی رہے گی۔

جبکہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا جو اس کی پشت پر رہ کر بھارتی اکابرین سے رابطہ کیا کرتا تھا مگر خود کو ظاہر نہیں کر رہا تھا۔ پتا نہیں کیوں اپنے آپ کو چھپا رہا تھا۔ تانترک مہاراج کے اندر یہ تجسس پیدا ہو گیا کہ آخر وہ کون ہے اور ایسا کیوں کر رہا ہے؟

اس نے انجلی کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ پہلے ہی کھانسی سے نڈھال ہو رہی تھی۔ زلزلہ پیدا ہوتے ہی اس نے ایک زوردار چیخ ماری پھر فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ آس پاس کے دکاندار دوڑ کر اس کی طرف آئے، اسے سنبھالنے لگے۔ تانترک مہاراج نے چنڈال کے پاس آ کر کہا ''کوئی تم سے زبردست دشمنی کر رہا ہے اور وہ تمہارے خلاف بھارتی اکابرین کی مدد کرنا چاہتا ہے۔ یہ تم سے دشمنی کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟''

''میں انجلی کا نام بہت دیر سے بھولا ہوا تھا۔ اب یاد آیا کہ ایک انجلی نامی لڑکی دعویٰ کر رہی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور اس نے بھارتی اکابرین سے میرے خلاف رابطہ بھی کیا ہوا تھا۔''

''یہ حقیقت نہیں ہے۔ اصل میں انجلی کچھ نہیں جانتی۔ اس کے اندر کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا آتا ہے۔ اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر رکھتا ہے۔ یہ کون ہو سکتا ہے؟''

''میں نہیں جانتا کہ وہ شخص کون ہے؟ کیونکہ انجلی جب میرے خلاف بھارتی اکابرین سے رابطہ کر رہی تھی۔ تب ٹونی جے سے میری دوستی تھی۔ وہ میرا معمول اور تابعدار تھا۔ اس نے یہ حرکت نہیں کی ہوگی۔ یہ کوئی دوسرا ہی ہو سکتا ہے۔ ہو نہ ہو یہ کوئی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی ہوگا۔ اس لیے خود کو چھپا رہا ہے اور ایک ہندوستانی لڑکی کے ذریعے بھارتی

اکابرین سے رابطہ کر رہا ہے۔''

''یہ اچھا ہے کہ تم اس شہر سے دور جا رہے ہو۔ شیوانی دہلی میں ہے۔ تمہیں وہیں جانا چاہیے۔''

''جو آپ کا حکم...... میں وہیں جا رہا ہوں۔''

چنڈال اب ایک کرائے کی کار حاصل کرنے کے بعد اسے ڈرائیو کرتا ہوا ہائی وے پر آ گیا تھا۔ اس نے شیوانی سے کہہ رہا تھا کہ وہ شہر سے دور کسی پرسکون علاقے میں پہنچ کر گاڑی روکے گا پھر خیال خوانی کے ذریعے عدنان تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔

☆☆☆

میں شاشتا بائی اسپتال کی عمارت میں سب سے اوپری منزل پر تھا۔ وہاں میرا ایک بہت بڑا دفتر تھا۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ میں نے شاشتا بائی کی تمام کاروبار کو سنبھال رکھا تھا اور اس کے بہت ہی مشہور و معروف اسپتال کا منتظم اعلیٰ بنا ہوا تھا اور میری بیٹی اعلیٰ بی بی شاشتا بائی کی بیٹی بنی ہوئی تھی۔ اب تک ہم باپ بیٹی شاشتا بائی کے دشمنوں سے نمٹتے آئے تھے اور اس کے تمام دشمنوں کو تقریباً ختم کر چکے تھے اور جو زندہ تھے انہیں بالکل ہی ٹھنڈا کر چکے تھے۔ اب وہ سر اٹھانے کے قابل نہیں رہے تھے۔

اس کے بعد بھی ہمیں وہاں سکون اور اطمینان نہیں تھا۔ چونکہ میری داستان عدنان کے گرد بڑی تیزی سے گردش کر رہی ہے اور اس کا معاملہ کہیں آ کر رک نہیں پا رہا ہے۔ اس لیے میں نے اپنی اور اعلیٰ بی بی کی روداد کو روک رکھا تھا اور اب وقت آ گیا ہے کہ یہ روداد بھی بیان کی جائے۔

یوں بھی مجھے اپنی داستان میں موجود رہنا چاہیے مگر کیا کروں؟ قارئین دیکھ رہے ہیں کہ میرے پوتے نے اپنی دادی اور دادا کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ہمیں اپنی سنانے کا موقع ہی نہیں دے رہا ہے۔ ہم اسی کی سناتے جا رہے ہیں۔

بہرحال میں اپنے دفتر میں بیٹھا شاشتا بائی اسپتال کے کاروباری معاملات سے نمٹ رہا تھا۔ کاروبار جتنا بڑا ہوتا ہے جتنا پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے معاملات اتنے ہی پیچیدہ ہوتے ہیں لیکن میرے لیے یہ آسانی تھی کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے الجھے ہوئے معاملات سلجھا دیتا تھا۔ جہاں فراڈ کا علم ہوتا تھا۔ وہاں میں خیال خوانی کے ذریعے حقائق تک پہنچ جاتا تھا۔

میں نے جب سے انتظامات سنبھالے تھے، تب سے اسپتال کا عملہ بہت محتاط ہو گیا تھا۔ یہ کوئی نہیں جان سکتا تھا کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے چوروں کی چوریاں اور کمزوروں کی کمزوریاں پکڑ رہا ہوں لیکن وہ اپنے طور پر سوچ رہے تھے کہ میں بہت ہوشیار ہوں۔ چالاک ہوں اور مختلف ذرائع سے غلط اور فراڈ لوگوں تک پہنچ جایا کرتا ہوں۔

دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں نے کہا ''آ جاؤ......''

عالی دروازہ کھول کر اندر آئی۔ پھر میرے سامنے میز کے دوسری طرف ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی ''پاپا......! آپ کے اس پوتے نے بہت پریشان کیا ہے۔''

''میرے پوتے نے نہیں۔ اس کے دشمنوں نے پریشان کیا ہے۔ اسی لیے وہ ہمارے ہاتھ آتے آتے نکل جاتا ہے۔''

''بات ایک ہی ہے۔ ہم پریشان تو ہو رہے ہیں۔''

''بیٹے! بات ایک ہی نہیں ہے۔ عدنان اپنی دادی سے بہت محبت کرتا ہے اسے چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا لیکن دشمن اتنے زبردست ہیں کہ اسے بند کمرے سے بھی نکال کر لے جاتے ہیں۔ اس کے مقدر میں بھٹکنا لکھا ہے۔ اسی لیے ہم ہزار کوششوں کے باوجود اسے بابا صاحب کے ادارے تک پہنچانے میں ناکام ہو رہے ہیں۔''

''میں ابھی دشا نبے ائرپورٹ کے عہدے داروں تک جا رہی تھی اور ان کے دماغوں سے معلومات حاصل کر رہی تھی۔ یہ پتا چلا ہے کہ اب تک وہاں سے جتنی بھی فلائٹس روانہ ہوئی ہیں۔ ان میں سے تین فلائٹس میں تین ایسے بچے گئے ہیں۔ جن کی عمر چار یا پانچ برس ہے اور وہ اپنے والدین کے ساتھ ہیں۔ صرف ایک بچہ ایسا ہے جو کسی خاتون کے ساتھ ہے۔''

میں نے کہا ''میں خاموش نہیں بیٹھا ہوں۔ میں نے بھی یہی معلومات حاصل کی ہیں۔''

وہ بولی ''میں قاہرہ اور پیرس کی طرف جانے والی فلائٹس کے دونوں بچوں کے والدین کے خیالات پڑھ چکی ہوں۔ ان بچوں کے دماغوں میں بھی پہنچ چکی ہوں۔ ان کے خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے ہیں اور ان کے والدین کے خیالات سے پتا چل رہا ہے کہ وہ ان کے اپنے ہی بچے ہیں۔''

میں نے مسکرا کر کہا ''اور تم اسرائیل پہنچنے والے بچے کے دماغ میں نہیں پہنچ پا رہی ہو؟ اور نہ ہی اس خاتون کے اندر جا سکتی ہو کیونکہ وہ سانس روک لیتی ہے۔''

''جی ہاں۔ یہی بات ہے۔ میں یقین سے کہتی ہوں کہ ہمارا عدنان اسی عورت کے ساتھ ہے۔ میں جب بھی عدنان کے دماغ میں جاتی ہوں تو اس کے خیالات گڈمڈ ہو رہے ہوتے

ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ وہ اب تک اسی خاتون کے ساتھ ہے یا کسی دوسری جگہ ہے؟ ویسے میرا دل کہتا ہے کہ وہ اسرائیل پہنچا ہوا ہے۔"

"میں یہ تمام باتیں تمہاری مما کو بتا چکا ہوں۔ وہ یقین سے کہہ رہی ہیں کہ وہ اسرائیل پہنچنے والا بچہ ہی ہمارا عدنان ہے اور انا بیلا ہم سے مکاری کر رہی ہے۔ وہ اس عورت کے ذریعے اسے تل ابیب پہنچا رہی ہے اور شاید خود بھی ادھر جانے والی ہے اور وہاں پہنچنے کے بعد عدنان کو اپنے پاس چھپا کر رکھنے والی ہے۔"

"مما اس سلسلے میں کیا کہتی ہیں؟"

"وہ خود ہی اپنے طور پر انا بیلا سے نمٹ رہی ہوں گی۔ ہم بعد میں معلوم کرلیں گے۔"

"انٹر کام کا بزر سنائی دیا۔ میں نے ایک بٹن دبا کر لیڈی سیکریٹری سے پوچھا "لیں......؟"

وہ بولی "سر! دو صاحبان آپ سے ملنے آئے ہیں۔ کہتے ہیں ضروری میٹنگ ہے۔"

"اور ان کا نام اور کام پوچھو۔"

دوسری طرف لیڈی سیکریٹری نے آنے والوں سے پوچھا "آپ کا نام کیا ہے؟"

کسی کی آواز سنائی دی "میرا نام نریندر بھاسکر ہے۔"

پھر اس نے اپنے ساتھی کا نام بتایا "اور ان کا جمنا پرساد ہے۔ ہم نے لندن میں بڑے پیمانے پر ایک آئی بینک قائم کیا ہے اور وہاں سے ہم اپنے ہندوستانی بھائیوں اور بہنوں کے لیے آنکھوں کا عطیہ بھیجتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں مسٹر دھرم دیر سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

اس دوران میں عالی میرے دماغ میں آ گئی تھی اور ہم دونوں باپ بیٹی لیڈی سیکریٹری کے ذریعے ان کی باتیں سن رہے تھے اور ان کے دماغوں میں پہنچ چکے تھے۔ لیڈی سیکریٹری انٹر کام پر مجھے بتا رہی تھی کہ مسٹر نریندر بھاسکر اور جمنا پرساد کس سلسلے میں ملنے آئے ہیں؟ اتنی دیر میں ہم ان کے مختصر سے خیالات پڑھ کر سمجھ گئے تھے کہ وہ غلط لوگ ہیں اور غلط ارادے سے یہاں آئے ہیں۔

میں نے کہا "ٹھیک ہے۔ انہیں پندرہ منٹ کے بعد یہاں بھیج دو۔"

میں نے انٹر کام کو بند کیا پھر نریندر بھاسکر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ عالی جمنا داس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ وہ دونوں وہاں کی سیاسی پارٹی شیوسینا کے بہت بڑے عہدے دار تھے۔ شیوسینا کی اسلام دشمنی کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ وہ ہندوستان میں رہنے والے مسلمانوں کے بدترین دشمن تھے۔

ہندوستان میں جتنے ہندو مسلم فسادات ہوتے رہتے ہیں۔ ان میں شیوسینا کے شرپسندوں کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ عزم کر رکھا ہے کہ اپنے دیس میں وہ مسلمانوں کی آبادی کو کم کریں گے اور رفتہ رفتہ انہیں نابود کر دیں گے یا پھر انہیں ہندو دھرم اختیار کرنے پر مجبور کرتے رہیں گے۔

یوں تو بھارت میں کتنے ہی دین دھرم والے ہیں، کتنی ہی قومیں اور کتنی ہی زبانیں ہیں۔ ان میں ہندوؤں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ ان کے بعد دوسری بھاری اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ متعصب ہندوؤں کے دماغوں میں یہی بات چبھتی رہتی ہے کہ اگر مسلمانوں کی آبادی اسی طرح بڑھتی رہی تو یہ ایک دن ہندوؤں کے برابر ہو جائیں گے یا یہ تعداد میں ہندوؤں سے زیادہ ہو جائیں گے۔

مسلمانوں کی موجودہ بھاری اکثریت ہی ان کے لیے مصیبت بن گئی ہے۔ بھارت کے جن علاقوں میں زیادہ مسلمان ہیں۔ وہاں مسلمانوں کے ووٹ سے ہی ہندو اور مسلمان لیڈر اسمبلیوں میں پہنچا کرتے ہیں۔ یہ ایسی حقیقت ہے جو ہندوؤں کے دماغوں میں خطرے کی گھنٹی کی طرح بجتی رہتی ہے۔

پندرہ منٹ گزر گئے۔ نریندر بھاسکر اور جمنا پرساد مجھ سے ملنے کے لیے دفتر میں آئے۔ عالی وہاں سے اٹھ کر اپنے دفتر میں چلی گئی۔ تاکہ وہاں سے خیال خوانی کے ذریعے ہمارے درمیان موجود رہے۔

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان دونوں سے مصافحہ کیا پھر بیٹھنے کو کہا۔ وہ دونوں بیٹھتے ہوئے بولے "آپ کا شانتا بائی اسپتال پورے ہندوستان میں مشہور ہو رہا ہے۔ آپ لوگوں کی کارکردگی بہت ہی عمدہ ہے۔ دوسرے شہروں سے بھی لوگ علاج کے لیے یہاں آتے رہتے ہیں۔"

میں نے دھرم دیر کی حیثیت سے کہا "یہ تو سب بھگوان کی کرپا ہے۔ ابھی میری سیکریٹری نے بتایا ہے کہ آپ بھی دھرم کا کام کر رہے ہیں۔ پن کما رہے ہیں۔"

"جی ہاں۔ پن کمانے کے لیے ہم آپ کے پاس بھی آئے ہیں۔"

میں نے کہا "مجھ سے جو بن پڑے گا۔ میں آپ کی خدمت کروں گا۔ فرمائیے...... آپ کیا چاہتے ہیں؟"

نریندر بھاسکر نے کہا "ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہاں جو مریض موت کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ ہم ان سے یہ وصیت

لکھوالیں کہ ان کی موت کے بعد ان کی آنکھیں، دل اور گردے کسی ضرورت مند کو دے دیے جائیں۔"

میں نے کہا "یہ تو بہت ہی نیکی کا کام ہے۔ اگر ہمارے اسپتال کے مریض یہاں آ کر اپنی مرضی سے اپنی خوشی سے ایسی وصیت لکھ کر دیں تو ہم ضرور آپ کو یہ اجازت دیں گے کہ آپ ان کے دل، گردے اور آنکھیں یہاں سے لے جا کر کسی ضرورت مند کو دیں۔ بلکہ ان ضرورت مندوں کو ہمارے ہی اسپتال میں لا کر یہ پن کمائیں۔"

نریندر بھاسکر نے کہا "ہم ایک بات آپ سے صاف طور پر کہہ دیں کہ ہمارا تعلق شیوسینا سے ہے اور ہم اس پارٹی کے اعلیٰ عہدے دار ہیں۔ ہمارے پاس دولت کی کمی نہیں ہے۔ ہم آپ کے اسپتال کو لاکھوں روپے کا ڈونیشن دے سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "بھگوان کی کرپا سے ہمیں کبھی کسی کے ڈونیشن کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ آپ تو جانتے ہی ہیں۔ شانتا بائی ارب پتی بزنس ٹائیکون ہیں۔ ان کے اسپتال کی شاخیں مختلف شہروں میں ہیں۔"

جمنا پرساد نے کہا "چلیں...... آپ ہم سے رقم نہ لیں لیکن شیوسینا والوں کے اس نظریے کو آپ مانتے ہوں گے کہ ہمارے دیس میں مسلمانوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی ہے اور ایسا نہیں ہونا چاہیے۔"

میں نے کہا "ان کی تعداد جس قدر بھی بڑھتی رہے۔ ہم ہندوؤں سے آگے نہیں بڑھ سکے گی۔"

"یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔ ان کی موجودہ اکثریت ہی ہمارے سیاسی عزائم کے لیے نقصان دہ ہے۔ وہ جن علاقوں میں بھاری اکثریت رکھتے ہیں۔ وہاں ان کی مرضی کے سیاست دان اسمبلیوں میں پہنچتے ہیں۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ہاں...... ایسا تو ہو رہا ہے۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"سیدھی سی بات یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کی تعداد کم کرنا چاہتے ہیں اور کر بھی رہے ہیں۔"

"وہ کس طرح......؟"

"اس طرح کہ ہندو مسلم فسادات میں ان کی اکثریت کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جہاں بھی فسادات ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہاں ہندو بھی مارے جاتے ہیں لیکن ان سے کئی گنا زیادہ مسلمانوں کی موت ہوتی ہے۔ اس طرح ان کی تعداد میں کچھ کمی ہوتی ہے۔ دوسرا یہ کہ ہم انہیں مختلف الزامات میں پھانس کر جیل پہنچا دیتے ہیں اور پھر سزائے موت تک لے جاتے ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے کام تو ہوتے ہی رہتے ہیں لیکن اب ہم بڑے پیمانے پر ایسا کام شروع کر چکے ہیں۔ جس سے جلد ہی مسلمانوں کی تعداد کم ہوتی جائے گی اور کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "آپ ایسا کیا کام کر رہے ہیں؟"

"ہم نے اپنے دیس کے مختلف شہروں میں ایسے دس اسپتالوں کو خرید لیا ہے۔ ہم انہیں لاکھوں روپے کا ڈونیشن دیتے ہیں اور ان سے یہ طے ہو چکا ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان مریض قریب المرگ ہو تو اسے اور موت کے قریب پہنچا کر اس کا دل نکال لیا جائے۔ آنکھیں نکال لی جائیں اور گردے نکال لیے جائیں اور یہ سب اعضا ہندو ضرورت مندوں کو دے دیئے جائیں۔ اس طرح ہندو مرنے کے بجائے ایک نیا جیون پالیں گے اور جو مسلم ہیں وہ موت کے گھاٹ اتر جائیں گے۔"

میں ان سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ تو سراسر مجرمانہ کارروائی ہے اور ایسی مجرمانہ حرکتوں سے نیکی نہیں کمائی جاتی۔ یہ تو صرف مسلمانوں سے دشمنی ہے۔ انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

اگر میں انہیں نصیحتیں کرتا تو وہ کبھی نہ مانتے۔ وہ نصیحتیں سننے کے لیے نہیں بلکہ اپنی باتیں منوانے آئے تھے کہ میرے اسپتال میں بھی ایسا کچھ ہوتا رہے۔ مسلمانوں کی جانیں جاتی رہیں اور ان مسلمانوں کے دلوں سے، آنکھوں سے، گردوں سے ہندوؤں کو نئی زندگیاں ملتی رہیں۔ میں ان کے ایسے ناپاک ارادوں سے انہیں باز رکھنا چاہتا تو وہ کبھی میری بات نہ مانتے۔

میں نے پوچھا "آپ اور کس طرح مسلمانوں کی تعداد کم کر رہے ہیں؟"

"ہم مسلمان لڑکیوں کو اور جوان مردوں کو پھانس کر اغوا کرواتے ہیں اور پھر انہیں بے ہوش کر کے ان اسپتالوں میں پہنچا دیتے ہیں۔ وہاں ان کی موت ہوتی ہے اور ہماری ہندو بہنوں اور بھائیوں کو ایک نیا جیون ملتا رہتا ہے۔"

میں سر جھکا کر سوچنے لگا۔ نریندر بھاسکر نے پوچھا۔ "آپ کس سوچ میں پڑ گئے ہیں؟"

میں نے سر اٹھا کر کہا "آپ یہ مانتے ہیں کہ دھرم جو ہے، دل سے ہوتا ہے۔ دماغ سے ہوتا ہے۔ اگر ہم دل سے کسی دھرم کو نہ مانیں تو وہ بس دکھاوے کا دین دھرم ہوتا ہے۔ بھگوان بھی ایسے بندوں سے خوش نہیں رہتا۔"

''ہاں ہم یہ تو مانتے ہیں کہ دھرم دل سے ہوتا ہے۔''

میں نے کہا ''اب آپ ذرا غور فرمائیں کہ جن مسلمانوں کی آنکھیں آپ نے ہندوؤں کو لگائی ہیں۔ اب وہ دنیا کو مسلمانوں کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔ جن ہندوؤں کے سینوں میں آپ نے مسلمانوں کے دل پہنچائے ہیں ان کے دل تو اللہ تعالیٰ کے نام سے دھڑک رہے ہوں گے۔''

ان دونوں نے ایک دوسرے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر نریندر بھاسکر نے کہا ''یہ سراسر بکواس ہے۔ ایسا نہیں ہوتا ہے۔ دل جس کے سینے میں پہنچتا ہے۔ اسی کے دھرم کے مطابق ڈھل جاتا ہے اور اسی کے دھرم کے مطابق بھگوان کو یاد کرتا ہے۔''

''میں نے فلموں میں دیکھا ہے' کہانیوں میں پڑھا ہے کہ ایک محبوبہ کا دل کسی دوسری لڑکی کے سینے میں جا کر دھڑکنے لگا تو وہ لڑکی اسی کے عاشق سے محبت کرنے لگی۔ یعنی محبوبہ مرنے کے بعد بھی اپنے دل کے ذریعے ایک لڑکی کے اندر زندہ رہی اور اپنے عاشق سے محبت کرتی رہی۔''

بھاسکر نے ذرا ناگواری سے کہا ''یہ فلمیں اور کہانیاں سب بکواس ہوتی ہیں ان کا زندگی کی سچائیوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔''

میں نے کہا ''دیکھیں...... میں پہلے اپنی تسلی کرنا چاہتا ہوں۔''

جمنا پرساد نے پوچھا ''آپ اپنی تسلی کس طرح کر سکتے ہیں؟''

میں نے کہا ''اب تک آپ نے جتنے ہندوؤں کو مسلمانوں کے دل اور آنکھیں دی ہیں۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ انہیں دیکھنا چاہتا ہوں کہ واقعی وہ اب تک ہندو رہے ہیں؟ یا مسلمانوں کے دل اور آنکھوں کی وجہ سے مسلمان ہو گئے ہیں۔''

جمنا پرساد نے ہنستے ہوئے کہا ''آپ تو بالکل بچوں جیسی باتیں کرتے ہیں۔ ہم آپ کو اسی شہر میں کئی ایسے ہندو جوانوں سے اور عورتوں سے ملائیں گے جو مسلمانوں کے دل اور آنکھیں حاصل کرنے کے بعد ایک نیا جیون بتا رہے ہیں اور اپنے بھگوان کی پوجا پاٹ بھی کر رہے ہیں۔''

''میں ایسے لوگوں سے ضرور ملوں گا اور آج ہی ملوں گا۔''

نریندر بھاسکر نے کہا ''دیکھیں...... مسٹر دھرم ویر! ہم شیوسنا والے بڑی طاقت رکھتے ہیں اور یہاں اس شہر میں ہماری اچھی خاصی تعداد ہے۔ یہاں ہمارے ہندو دلیر نوجوان جس وقت چاہیں۔ اس وقت تباہی مچا سکتے ہیں۔ آپ کے اس اسپتال کو توڑ پھوڑ کر رکھ سکتے ہیں لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا ہے۔ ہم آپ کو محبت سے سمجھانے آئے ہیں۔''

میں نے کہا ''میں بھی محبت سے سمجھنا چاہتا ہوں۔ صرف اپنی تسلی کرنا چاہتا ہوں۔''

نریندر بھاسکر نے کہا ''کوئی بات نہیں۔ ہم ابھی آپ کو ایسے چند ہندو مردوں اور عورتوں کے پاس لے جائیں گے جو مسلمانوں کے دل اور آنکھیں حاصل کرنے بعد بڑے آرام سے اپنے دھرم کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں۔ کیا آپ ابھی چلنا پسند کریں گے؟''

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا ''میں نیک کام میں دیر نہیں کرتا۔ ہم ابھی چلیں گے۔''

میں ان دونوں کے ساتھ دفتر سے نکل کر باہر آیا۔ وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے بولے ''آپ ہمارے ساتھ چلیں۔''

میں نے کہا ''نہیں...... آپ آگے چلیں۔ میں اپنی کار میں آپ کے پیچھے آتا رہوں گا۔''

میں اپنی کار میں آ کر بیٹھ گیا پھر اسے اسٹارٹ کر کے ان کے پیچھے جانے لگا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے عالی سے کہا ''تم میرے دماغ میں رہو گی۔ یہ معلوم کرو کہ میں کیا چاہتا ہوں؟ اور تمہیں اب کیا کرتے رہنا ہے؟''

میں ڈرائیو کرتا ہوا ان کے پیچھے چلتا ہوا ایک محلے میں آ کر رک گیا۔ نریندر بھاسکر نے وہاں کے چیئر مین کو بلا کر کہا۔ ''ہم نے جن لوگوں کو دل اور آنکھیں دان کی تھیں۔ ان سب کو اپنے گھر بلاؤ۔ ہم ان سے ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔''

اس چیئر مین نے اپنے مکان کے اندر بلایا۔ ہمیں عزت سے بٹھایا پھر اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ ان تمام عورتوں اور مردوں کو یہاں بلایا جائے جنہیں نیا جیون ملا ہے۔

عالی سمجھ گئی تھی کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے اس کے مطابق ہمارے چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلا لیا۔ انہیں سمجھایا کہ یہاں چند لوگوں کی آوازیں سننے کے بعد کیا کرنا ہو گا؟

تھوڑی دیر بعد ایک ایک کر کے عورتیں اور مرد آنے لگے۔ ان میں جوان بھی تھے اور کچھ عمر رسیدہ بھی تھے اور وہ تعداد میں چھ تھے۔

میں نے ان سے کہا ''آپ سب ایک ایک کر کے اپنا نام بتائیں پھر یہ بتائیں کہ کام کیا کرتے ہیں؟ اور کہاں رہتے ہیں؟''

وہ ایک ایک کر کے مختصر طور پر اپنے اپنے بارے میں بتانے لگے۔ عالی اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں پہنچنے لگے۔ میں نے ایک عمر رسیدہ شخص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''ہردیو! تم چمن پور سے یہاں دہلی آئے ہو۔ تم اندھے ہو چکے تھے۔ یہاں تمہیں آپریشن کے ذریعے نئی آنکھیں ملی ہیں اور اب تم اچھی طرح دیکھ رہے ہو۔ یہ بتاؤ کہ تم کیا دیکھتے ہو؟ کیا محسوس کرتے ہو؟''

ہردیو نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ''آپ لوگوں کی کرپا سے مجھے نئی آنکھیں ملی ہیں۔ میں پھر سے اس دنیا کو دیکھ رہا ہوں اور بہت خوش ہوں۔ ہر چیز صاف طور سے دکھائی دیتی ہے۔ ہر رنگ پہچان میں آتا ہے۔''

''کوئی پریشانی یا الجھن تو نہیں ہے۔ ذرا سوچ کر بتاؤ۔''

وہ سر جھکا کر سوچنے لگا۔ اس کے دماغ میں ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود تھا۔ وہ اس کی مرضی سے سوچ رہا تھا پھر اس نے سر اٹھا کر ذرا ہچکچاتے ہوئے نریندر بھاسکر اور جمنا پرساد کو دیکھا۔ انہوں نے کہا ''کیا بات ہے؟ تمہارے دل میں جو کچھ ہے اسے کہو......''

''وہ بات یہ ہے کہ...... جب میں بہت دور سے پانچوں وقت کی اذان سنتا ہوں تو میری آنکھوں کے سامنے مسجد کا گنبد اور مینار دکھائی دینے لگتے ہیں۔ میں آنکھیں بند کرتا ہوں تو اندھیرا چھا جاتا ہے۔ میں اندھیرے سے گھبرا کر آنکھیں کھولتا ہوں تو پھر مجھے وہی منظر نظر آتا ہے۔''

جمنا پرساد اور نریندر بھاسکر پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ چیئر مین بھی حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ دوسرے بھی سوچ میں پڑ گئے تھے۔ میں نے ہردیو سے پوچھا ''تمہیں اور کیا نظر آتا ہے؟''

وہ بولا ''پھر مجھے نظر آتا ہے جیسے ایک بوڑھی ماں نماز پڑھ رہی ہے اور اپنے بیٹے کے لیے دعائیں مانگ رہی ہے۔ اس کے بیٹے کو کسی نے اغوا کیا تھا۔ اس کے بعد پتا نہیں چلا کہ وہ کہاں گیا ہے؟ اگر مر گیا ہے تو اس کی لاش بھی ماں کو نہیں ملی ہے۔''

میں نے ہردیو سے پوچھا ''کیا تمہیں پتا ہے کہ تمہیں کسی مسلمان کی آنکھیں دی گئی ہیں؟''

نریندر بھاسکر نے فوراً ہی سخت لہجے میں کہا ''مسٹر دھرم ویر! آپ ان سے ایسی باتیں نہ کریں۔ ان میں سے کسی کو نہیں بتایا گیا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے ضرورت مند کو بتایا جاتا ہے کہ اسے کس کا دل اور کس کی آنکھیں دی جا رہی ہیں؟''

میں نے کہا ''سوری...... مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی۔ میں آئندہ کسی سے کچھ نہیں کہوں گا لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی جو بیان رہا ہے اس سے یہ سمجھ میں آ جانا چاہیے کہ میں نے جو کہا تھا وہی سامنے آ رہا ہے۔ اب ہم دوسرے سے سوال کرتے ہیں۔''

جمنا پرساد نے کہا ''آپ سوال نہ کریں۔ میں پوچھتا ہوں۔''

اس نے ایک عورت سے پوچھا ''تمہارے سینے میں ایک نیا دل دھڑک رہا ہے بولو...... اب کیا محسوس کرتی ہو؟''

وہ بولی ''ویسے تو میں بالکل ٹھیک ہوں اور آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں مجھے نئی زندگی ملی ہے لیکن میں پوجا کرتے وقت کبھی کبھی پریشان ہو جایا کرتی ہوں۔''

''کیوں پریشان ہو جاتی ہو؟''

''میں کیا بتاؤں؟ میرا دل پوجا پاٹ میں نہیں لگتا۔ جب میں اکیلی ہوتی ہوں تو سوچتی ہوں' ہم کیسے لوگ ہیں؟ جو سانپوں کی پوجا کرتے ہیں۔ ناگ پنچمی مناتے ہیں سانپ کو دودھ پلاتے ہیں لیکن جو مسلمان ہمارے ساتھ بھائی بن کر رہتے ہیں انہیں ہم زہر پلاتے ہیں۔ ان سے نفرت کرتے ہیں۔ یہ کیسی دوغلی زندگی ہے؟''

نریندر بھاسکر نے غصے سے گرجتے ہوئے کہا ''چپ ہو جاؤ۔ بکواس مت کرو۔''

وہ ذرا سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے کہا ''مسٹر بھاسکر! اگر آپ اس طرح غصہ دکھائیں گے اور ان سے سوالات کریں گے تو یہ اپنے اندر کی سچی باتیں کبھی نہیں بتائیں گے اور میں سچ معلوم کرنے آیا ہوں۔''

پھر میں نے ایک نوجوان سے پوچھا ''تم اپنے احساسات بتاؤ اور تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے ہمیشہ سچ بولنا چاہیے۔ تاکہ معلوم تو ہو کہ جب ہم کسی کا دل' آنکھیں اور گردے لیتے ہیں تو ہماری زندگی پر اور ہمارے دھرم پر ان کا ایسا اثر پڑتا ہے؟''

اس نوجوان کے دل میں پیدائشی خرابی تھی پھر سوراخ ہو گیا تھا۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ اس کا دل تبدیل کرنا ہو گا اور اب اسے ایک نیا دل مل چکا تھا۔ وہ بولا ''میں اپنے بارے میں کیا بتاؤں؟ بس ٹھیک ہوں اور خوش ہوں۔ مجھے ایک نئی زندگی مل گئی ہے۔ میں پوجا پاٹ بھی کرتا ہوں۔ میرے لیے ایسی کوئی پریشانی نہیں ہے لیکن......''

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ اس کے سامنے بیٹھے ہوئے چیئر مین نے کہا ''ہاں۔ کہو...... تمہیں رکنا نہیں چاہیے۔ دل

میں جو کچھ ہے اسے بیان کرو۔"

وہ کہنے لگا "میں دو برس پہلے پرانی دلی میں رہا کرتا تھا۔ وہاں ہمارے پڑوس میں ایک بچہ اردو کی پہلی کتاب پڑھتا تھا کہ اللہ ایک ہے...... پاک اور بے عیب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ اس نے کسی کو پیدا کیا اور نہ وہ کسی سے پیدا کیا گیا۔ وہ بچہ روز یہی سبق اونچی آواز میں پڑھتا رہتا تھا اور میں سنتا رہتا تھا۔ مجھ پر کبھی اس کا اثر نہیں ہوا۔ میں ایک سنتا تھا اور دوسرے کان سے نکال دیا کرتا تھا۔ آج دو برس کے بعد یہاں آیا ہوں اور میرا آپریشن ہوا ہے۔ میرا دل تبدیل کیا گیا ہے۔ تب سے میں اس بچے کی آواز اپنے اندر سنتا ہوں تو میرا دل دھڑکنے لگتا ہے۔ وہی آواز اندر سے آتی ہے اللہ ایک ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ باقی جو بھی پرستش ہے وہ بت پرستی ہے۔ کفر ہے...... گمراہی ہے......"

جمنا پرساد نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟ کیا واقعی تمہارے اندر سے یہ آواز ابھرتی ہے؟"

"جی ہاں...... میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میرے اندر سے یہی آواز ابھرتی ہے اور میں سنتا ہوں۔ اسی لیے کہہ رہا ہوں، اگر آپ منع کریں گے تو نہیں کہوں گا۔"

میں نے کہا "نہیں...... تلوار کی دھار پر بھی سچ کہنا چاہیے۔"

پھر میں نے ایک نوجوان لڑکی سے پوچھا "کیا تمہاری آنکھوں میں پیدائشی طور پر خرابی تھی؟"

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولی "ہاں...... میری آنکھیں بہت کمزور تھیں پھر جوان ہوتے ہوتے بالکل ہی کمزور ہو گئیں۔ میں دیکھنے کے قابل نہیں رہی۔ اب مجھے آنکھیں دی گئی ہیں۔"

"اب تمہارے احساسات کیا ہیں؟"

"یہی کہ میں اندھیروں سے نکل کر بہت خوش ہوں اور اس دنیا کو پھر سے دیکھ رہی ہوں۔ اور خداوند کریم کا......"

وہ بولتے بولتے رک گئی۔ جھجک کر جمنا پرساد، نریندر بھاسکر اور چیئرمین کو دیکھنے لگی پھر سنبھل کر بولی "میں اس دنیا کو اور اس کے رنگین نظاروں کو دیکھ کر بھگوان کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتی ہوں۔"

میں نے کہا "ابھی تم نے خداوند کریم کا نام لیا تھا اب بھگوان کا نام کیوں لے رہی ہو؟ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟"

وہ جھجکتے ہوئے بولی "پتا نہیں کیوں مجھے ایک مسلمان لڑکے سے محبت ہو گئی ہے؟ وہ اکثر خداوند کریم کا نام لیتا ہے۔ وہی نام ابھی میری زبان پر آ گیا تھا۔"

نریندر بھاسکر نے اٹھ کر غصے سے پوچھا "کیا کہا تم نے؟ تم ہندو ہو کر ایک مسلمان لڑکے سے محبت کر رہی ہو؟"

وہ ذرا سہم کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا، میں کیا کروں؟ پتا نہیں یہ کس کی آنکھیں ہیں۔ اگر کسی مسلمان لڑکی کی آنکھیں ہیں اور وہ اپنے کسی مسلمان نوجوان کو چاہتی تھی تو یہ آنکھیں اسی نوجوان مسلمان کو دیکھتی ہیں۔ اسی کو چاہتی ہیں اور میں بے اختیار اس کے پاس چلی جاتی ہوں۔ اس کی باتیں سننے لگتی ہوں اور اس کی باتوں سے متاثر ہو کر اس کی مرضی کے مطابق بولنے لگتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رونے لگی۔ اس بڑے سے کمرے میں بہت سے افراد تھے۔ سب ہی یہ باتیں سن رہے تھے اور سب کو چپ لگ گئی تھی۔ سب گم صم ہو کر اپنے اپنے طور پر سوچ رہے تھے۔ بار بار نریندر بھاسکر اور جمنا پرساد کو دیکھ رہے تھے۔

میں نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا "مسٹر نریندر بھاسکر اور مسٹر جمنا پرساد! آپ لوگوں کو صاف صاف بتا دینا چاہیے کہ ان سب کو مسلمانوں کے دل اور مسلمانوں کی آنکھیں دی گئی ہیں۔ اسی لیے ان کے اندر رہ رہ کر اسلام بیدار ہو رہا ہے۔ آپ ان سب کے سامنے تسلیم کریں کہ آپ مسلمانوں کو قتل نہیں کر رہے ہیں، ان کی تعداد کم نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ ان کے دل اور آنکھیں اپنے ہندو بھائیوں اور بہنوں کو دے کر انہیں مسلمان بنا رہے ہیں۔ جتنے مسلمان ادھر کم کر رہے ہیں ادھر اتنے ہی مسلمان پیدا ہو رہے ہیں۔ اگر آپ حساب میں کمزور نہیں ہیں تو حساب کر کے دیکھ لیں۔"

پھر میں اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا "میں جا رہا ہوں۔ آپ لوگوں نے خوامخواہ میرا وقت برباد کیا ہے۔"

یہ کہہ کر میں اس کمرے سے اور پھر اس مکان سے باہر چلا گیا لیکن خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود رہا۔ وہاں کے دو چار ہندو نوجوان سوالات کر رہے تھے۔ غصہ دکھا رہے تھے "مسٹر بھاسکر! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا آپ ہمارے ہندو بھائیوں اور بہنوں کو مسلمان بنا رہے ہیں؟ آپ سے کس نے کہا تھا کہ ان کے سینوں میں مسلمانوں کے دل رکھے جائیں؟ اور مسلمانوں کی آنکھوں سے انہیں روشنی دی جائے؟ آپ دیکھ رہے ہیں، کیا ہو رہا ہے؟"

نریندر بھاسکر نے کہا "میں نہیں مانتا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ یہ یقین کرنے والی بات ہی نہیں ہے۔"

"اگر یقین کرنے والی بات نہیں ہے تو آپ کی اور ہماری آنکھوں کے سامنے یہ کیا ہو رہا ہے؟ اب بھی ان لوگوں سے پوچھیں، یہ کیا کہتے ہیں؟"

ان میں سے ایک عمر رسیدہ شخص نے کہا "میں ہندو ہوں اور ہندو ہی رہوں گا لیکن میرے دل میں عجیب سی جو بات پیدا ہوتی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہونے لگتا ہوں تو یہ ایک الگ سی بات ہے۔ یہ بات میرے اندر ہے اور اندر ہی رہے گی لیکن اب میں اس دل سے محروم نہیں ہونا چاہوں گا۔ بس جو میرے نصیب میں تھا وہ میرے ساتھ ہو رہا ہے۔"

وہاں جن لوگوں کو مسلمانوں کی آنکھیں اور دل دیئے گئے تھے۔ وہ سب بھی باری باری یہی کہنے لگے کہ ہم ہندو ہیں۔ ہندو ہی رہیں گے لیکن جو ہمارے اندر ہو رہا ہے۔ ہم اسے روک نہیں سکتے۔ اس لیے ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیا جائے۔

اس جوان لڑکی کے بھائی نے کہا "تو بے شرم ہے۔ سب کے سامنے کہتی ہے کہ ایک مسلمان سے دل لگا چکی ہے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تجھے مار ڈالوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا تو لڑکی نے گھبرا کر کہا "یا اللہ! مدد......"

یہ سنتے ہی اس کے بھائی کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا لگا۔ وہ چکرا کر پیچھے چلا گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کبھی چیئرمین کو کبھی نریندر بھاسکر اور کبھی جمنا پرساد کو دیکھنے لگا پھر اس نے دوسری بار ہمت کی اور بہن سے کہا "میں ابھی تجھے یہاں سے پکڑ کر لے جاتا ہوں۔ گھر جا کر تیری پٹائی کروں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے بہن کی کلائی پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو ہاتھ بڑھتے بڑھتے ایک جگہ رک گیا۔ وہ اس ہاتھ کو اور آگے بڑھانے لگا تو ہزار کوشش کے باوجود وہ آگے نہ بڑھ سکا۔ اس کے دماغ پر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے قبضہ جما لیا تھا۔ وہ وہی اسے ایسا کرنے سے روک رہا تھا۔

وہ لڑکی ان حالات سے متاثر ہو کر "یا اللہ! یا اللہ!" پکارتی جا رہی تھی۔ وہاں آپریشن کے بعد جتنے بھی نئی زندگی گزارنے والے موجود تھے۔ وہ متاثر ہو رہے تھے۔ اندر ہی اندر سوچ رہے تھے "کیا ہمارے اندر واقعی ایسی تبدیلی ہو رہی ہے؟"

ان کے اندر چھپے ہوئے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ خیالات پیدا کر رہے تھے کہ وہ لاشعوری طور پر متاثر ہیں اور مسلمانوں کی طرح سوچنے لگے ہیں۔ بولنے لگے ہیں لیکن بظاہر انہیں علم نہیں ہوتا ہے۔ وہ لاشعوری طور پر مسلمان ہیں۔ کیونکہ ان کا دل مسلمان ہے۔ ان کی آنکھیں مسلمان ہیں۔

اس عمر رسیدہ شخص نے کہا "شری مان نریندر بھاسکر! یہ آپ نے ہمارے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ ہم اندر سے بدل گئے ہیں۔ آپ اب کیا کریں گے؟ کیا آئندہ بھی دوسرے ہندوؤں کو اسی طرح اندر سے مسلمان بناتے رہیں گے؟ آپ ذرا اپنے اس طریقے پر غور کریں۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے جانے لگا۔ اس کے پیچھے دوسرے بھی جانے لگے۔ وہاں جو لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ وہ بھاسکر کو اور جمنا پرساد کو لعنت ملامت کر رہے تھے اور چیلنج کر رہے تھے کہ اگر آئندہ انہوں نے ایسی حرکت کی تو وہ انہیں اپنے علاقے میں گھسنے نہیں دیں گے۔ وہ شیو سینا کے اگر اعلیٰ عہدے دار ہیں تو وہ شیو سینا والوں سے خود ہی نمٹ لیں گے۔ آئندہ الیکشن میں انہیں ایک بھی ووٹ نہیں دیں گے۔

ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھاسکر اور جمنا کے دماغوں میں رہ کر معلوم کر رہے تھے کہ انہوں نے اپنے دیس کے کتنے شہروں کے اسپتالوں کو اپنے غلط مقاصد کے لیے خریدا ہے؟ اور کتنے مسلمانوں کو اب تک قتل کیا ہے اور ان کے اعضا ہندو ضرورت مندوں تک پہنچائے ہیں۔ وہ ان سب کے نام پتے اور فون نمبرز معلوم کرنے لگے۔ ان تک پہنچنے لگے پھر ان کے دماغوں میں پہنچ کر مختصر سا تنویمی عمل کر کے ان کے ذہنوں میں یہ باتیں نقش کرنے لگے کہ آپریشن کے بعد وہ اپنے آپ کو اسلام کی طرف مائل محسوس کر رہے ہیں اور ان کے ساتھ ایسا کچھ نہ کچھ ہوتا ہے کہ وہ دین اسلام کی طرف جھکنے لگتے ہیں۔

کسی کو جبراً اپنے دین کی طرف مائل نہیں کیا جاتا۔ ہمارا مقصد بھی یہ نہیں تھا کہ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں دین اسلام کی طرف مائل کریں لیکن ان دشمنوں کو اسلام دشمنی سے باز رکھنے کے لیے اور مسلمانوں کے قتل سے بھی باز رکھنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ عارضی طور پر ان کے دماغوں میں یہ باتیں نقش کی جائیں، انہیں یہ تاثر دیا جائے کہ اگر انہوں نے آئندہ مسلمانوں کے ساتھ ظلم کیا اور ان کے اعضا ہندوؤں کے اندر پہنچائے تو ان کے ہندو بھی مسلمان ہونے لگیں گے اور وہ اپنے مقصد میں بالکل ناکام رہیں گے۔

اس وقت وہ دونوں نریندر بھاسکر اور جمنا پرساد بری طرح الجھ گئے تھے۔ وہاں سے اپنی کار میں بیٹھ کر جانے لگے۔ راستے میں بحث کرنے لگے۔ بھاسکر نے جھنجلا کر کہا "میں کبھی نہیں مانوں گا۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ مسلمان کا دل اگر کسی ہندو کے سینے میں رکھ دیا جائے تو ہندو مسلمان ہو جائے۔ اونہہ...... ایسا کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔"

جمنا نے کہا "میری بھی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے لیکن ہم نے

اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ان تمام ضرورت مندوں کے بیانات سنے ہیں۔ جن کے آپریشن ہو چکے ہیں جن کے سینے میں مسلمانوں کے دل پہنچ چکے ہیں۔ جنہیں مسلمانوں کی بینائی مل چکی ہے۔ وہ کسی نہ کسی پہلو سے خود کو مسلمان ظاہر کررہے ہیں یا پھر کسی حد تک اسلام سے متاثر ہورہے ہیں۔"

بھاسکر نے کہا "ہمیں دوسرے شہروں کے اسپتالوں سے بھی رپورٹ حاصل کرنا چاہیے کہ وہاں جن ہندوؤں کے اندر مسلمانوں کے اعضا پہنچائے گئے ہیں۔ ان کے کیا بیانات ہیں؟"

نریندر بھاسکر نے اپنی کوٹھی کے احاطے میں آکر گاڑی روکی پھر وہ اندر آکر ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے۔ اس نے ریسیور اٹھا کر رام پور کے ایک ڈاکٹر کے نمبر پنچ کیے پھر رابطہ ہونے پر کہا "ہیلو...... میں نریندر بھاسکر بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے ڈاکٹر نے کہا "بھاسکر جی...... نمسکار...... آپ نے مجھے یاد کیا......؟ پھر تو ضرور مجھے فائدہ پہنچانے والی بات ہوگی۔"

"فائدہ پہنچانے والی باتیں بعد میں ہوں گی۔ ابھی بتاؤ کہ تم نے دو دل کے مریضوں کے آپریشن کیے تھے۔ تبدیلی قلب کے ذریعے انہیں نئی زندگی دی ہے۔ اب ان دونوں کی میڈیکل رپورٹ کیا ہے؟"

"وہ دونوں تقریباً ٹھیک ہی ہیں۔ کبھی کبھی کوئی پرابلم پیدا ہو جاتی ہے تو میں انہیں چیک کرتا ہوں پھر انہیں دوائیں دیتا ہوں۔ ان دواؤں کے استعمال سے ان کے دل پھر صحیح طرح کام کرنے لگتے ہیں۔"

"ڈاکٹر......! میں ایک بچگانہ سوال کررہا ہوں۔ تم اس کا صحیح جواب دو۔"

"وہ بچگانہ سوال کیا ہے؟"

"تم نے ان دونوں کے سینوں میں دو مسلمانوں کے دل ٹرانسفر کیے ہیں۔ کیا ان دلوں کے باعث وہ دونوں مسلمان ہو جائیں گے؟"

وہ انکار میں جواب دینا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے جواب دینے سے روک دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ بھاسکر نے پوچھا "تم چپ کیوں ہو؟"

وہ میری مرضی کے مطابق ہچکچاتے ہوئے بولا "میں کچھ عجیب سی بات دیکھ رہا ہوں۔ پچھلی شام میں نے ان دونوں کا معائنہ کیا تھا۔ ایک کو انجکشن لگانے کے بعد پوچھا تھا کہ اب تم کیسا محسوس کررہے ہو؟ اس نے کہا تھا' خدا کا شکر ہے' میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔"

ڈاکٹر یہ کہہ کر ذرا چپ ہوا پھر بولا "میں اب آپ کو کیا بتاؤں؟ کہ یہ سنتے ہی میں چونک گیا۔ میں نے اس سے پوچھا' تم بھگوان کا نام نہیں لے رہے ہو؟ اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا "ہاں...... بات ایک ہی ہے' بھگوان کہیں یا خدا کہیں لیکن آج کل میرے دل میں' ذہن میں اور زبان پر خدا کا ہی نام آرہا ہے۔"

بھاسکر نے پریشان ہو کر جمنا کی طرف دیکھا۔ اس نے پوچھا "ڈاکٹر کیا کہہ رہا ہے؟"

بھاسکر نے کہا "میں ابھی بتاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے فون پر ڈاکٹر سے پوچھا "اور دوسرے مریض کا کیا حال ہے؟"

"وہ تو مجھے اور حیران کررہا ہے۔ کہہ رہا ہے کہ اسے ایک مسلمان عورت سے محبت ہو گئی ہے اور اس سے شادی کرنا چاہتا ہے لیکن وہ بضد ہے کہ اسے پہلے مسلمان ہونا پڑے گا۔"

"پھر وہ مریض کیا کہہ رہا ہے؟"

"وہ کیا کہے گا؟ پتا نہیں اس کا دماغ کیوں گھوم گیا ہے؟ وہ اپنا دھرم چھوڑ کر مسلمان بننا چاہتا ہے۔ بلکہ اپنے گھر والوں کو بھی اسلام میں داخل ہونے پر مجبور کررہا ہے۔"

بھاسکر نے غصے سے کہا "اگر وہ ایسا کررہا ہے تو میں اسے گولی مار دوں گا۔ شیو سینا کے آدمی اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

اس نے غصے سے ریسیور پٹخ دیا پھر جمنا پرساد کو تمام صورت حال سے آگاہ کرنے لگا۔ جمنا پرساد نے اس کی باتیں سن کر ریسیور اٹھایا۔ نمبر پنچ کیے۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ ایک یہودی تنظیم کے زونل سربراہ کیمرون سے رابطہ کررہا ہے۔ کیمرون شیو سینا کے اعلیٰ عہدے داروں کو کروڑوں روپے کی مالی امداد فراہم کررہا تھا۔

ہندوستان میں جو مسلمان یہودی تنظیم کے اور ان کی سرگرمیوں کے خلاف تھے۔ وہ ان کے خلاف یہی چاہتا تھا جو نریندر بھاسکر اور جمنا پرساد کررہے تھے۔ جمنا پرساد نے رابطہ ہوتے ہی کہا "ہیلو...... مسٹر کیمرون! میں جمنا پرساد بول رہا ہوں۔"

کیمرون نے کہا "ویل مسٹر پرساد! کیا نیوز ہیں؟ دھندا ٹھیک چل رہا ہے؟"

"نہیں...... کچھ گڑبڑ ہورہی ہے۔"

"کیسی گڑبڑ......؟"

"ہم نے اپنے جن ہندو مردوں اور عورتوں کے سینوں میں مسلمانوں کے دل پہنچائے ہیں اور جن ہندوؤں کو مسلمانوں کی آنکھوں کی روشنی دی ہے وہ سب اسلام کی طرف مائل ہورہے ہیں۔"

وہ ناگواری سے منہ بنا کر بولا "یہ کیا بکواس ہے؟ تم بالکل بچوں جیسی باتیں کررہے ہو۔"

"ہم نے بھی پہلے یہی سمجھا تھا لیکن پھر ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہمارے سامنے چھ ایسے ہندو عورتیں اور مرد تھے جن کی ہارٹ سرجری کی گئی تھی اور انہیں آنکھوں کی بینائی دی گئی تھی۔ آپ رام پور کے ڈاکٹر سے فون کے ذریعے معلوم کرسکتے ہیں۔ وہ بھی اس بات کا گواہ ہے۔ اس کے بھی دو مریض ایسے ہیں جو مسلمان بننا چاہتے ہیں۔"

"تم ایسی باتیں کررہے ہو۔ جسے کوئی ڈاکٹر' کوئی سائنس دان تسلیم نہیں کرے گا۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ مسلمان کے سینے سے دل نکال کر کسی ہندو کے سینے میں ڈال دیا جائے یا یہودی کے سینے ڈال دیا جائے تو وہ ہندو یا یہودی فوراً ہی مسلمان بن جائے گا۔ یہ تو بڑی مضحکہ خیز بات ہے۔"

میں اس یہودی تنظیم کے زونل سربراہ کیمرون کے اندر پہنچ گیا تھا اور اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ اپنے ایک بنگلے میں تنہا رہتا تھا۔ آج کل اس کا ایک نیا ساتھی اس کے ساتھ رہنے لگا تھا۔ اس نئے ساتھی کا نام جے پرکاش تھا۔ وہ اس وقت اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا "یہ کس قسم کی باتیں ہورہی ہیں؟ اور یہ مسلمان اور ہندو کا کیا معاملہ ہے؟"

کیمرون نے اس سے کہا "تم ہی بتاؤ کیا ایسا ممکن ہے کہ ایک مسلمان کے سینے سے دل نکال کر کسی ہندو کے سینے میں ایڈجسٹ کیا جائے تو کیا وہ مسلمان ہو جائے گا؟"

جے پرکاش نے انکار میں سر ہلا کر کہا "ہرگز نہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ سر سے لے کر پاؤں تک انسانی اعضا نہ ہندو ہوتے ہیں' نہ مسلمان ہوتے ہیں اور نہ ہی یہودی ہوتے ہیں۔ وہ تو جس کے جسم میں پہنچتے ہیں۔ اسی کے دین دھرم کے مطابق کام کرتے ہیں۔"

میں کیمرون کے دماغ سے نکل کر جے پرکاش کے دماغ میں پہنچا تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ میں فوراً ہی کیمرون کے دماغ میں واپس آ گیا۔ جے پرکاش اپنے سر پر ایک ہاتھ رکھ کر سوچ رہا تھا۔ کیمرون نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"اس نے کہا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے اور میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ وہ کون ہے؟"

کیمرون نے پوچھا "کون ہے وہ؟"

"وہ ایک جادوگر ہے اور وہ ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے۔ خوامخواہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔"

جے پرکاش کی باتیں سن کر میرا دماغ فوراً ہی چنڈال جوگیا کی طرف گیا۔ کیونکہ وہ جادو جانتا تھا اور ٹیلی پیتھی بھی۔

میں سوچنے لگا کہ یہ جے پرکاش کون ہے جس سے چنڈال جوگیا عداوت رکھتا ہے اتنا خطرناک جادوگر اور ٹیلی پیتھی جاننے والا جو بھارتی اعلیٰ افسران کو انگلیوں پر نچاتا رہا تھا اور چار یوگا جاننے والے افسران کو قتل کر چکا تھا وہ اس جے پرکاش کا دشمن کیوں بن گیا ہے؟ آخر اس نے اس کا کیا بگاڑا ہے؟

یہ حقیقت ابھی مجھے معلوم نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ جو جے پرکاش تھا۔ وہ دراصل ٹونی جے تھا۔ ٹونی جے کو جب معلوم ہوا کہ چنڈال جوگیا نے پھر کوئی نیا جسم حاصل کیا ہے اور نئی زندگی پاچکا ہے تو وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ ضرور اس پر قاتلانہ حملہ کرے گا۔ کیونکہ وہ اس کی رہائش گاہ وغیرہ سے واقف تھا۔ اس لیے وہ اس جگہ کو چھوڑ کر عارضی طور پر کیمرون کے پاس آ گیا تھا۔ اس کی کیمرون سے نہ دوستی تھی اور نہ ہی رشتے داری تھی اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے ٹریپ کیا تھا اور اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا تھا۔ اس طرح وہ اس کے ساتھ رہنے لگا تھا۔

کیمرون نے ٹونی جے سے کہا "مسٹر پرکاش! یہ چنڈال جوگیا کون ہے؟ کیا تم اس سے مجھے ملا سکتے ہو؟ میں اس کے جادو اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ہندو مسلمان کیسے بن رہے ہیں؟ تمہارا وہ دشمن ان کے اندر جا کر ان کی اندر کی باتیں معلوم کرسکتا ہے۔"

"میرا وہ دشمن چنڈال جوگیا تمہارے دماغ میں پہنچا ہوا ہے۔ وہ تمہارے ذریعے میرے اندر آنا چاہتا تھا یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ جے پرکاش کون ہے؟"

کیمرون نے آنکھیں بند کر کے پوچھا "مسٹر چنڈال! کیا تم میرے اندر موجود ہو......؟ کیا تم جے پرکاش کے دشمن ہو؟ مجھ سے دوستی کرسکتے ہو؟"

ٹونی جے نے کہا "کیوں بکواس کررہے ہو؟ جو میرا دشمن ہے کیوں اسے دوست کہہ کر پکار رہے ہو؟"

یہ کہتے ہی وہ کیمرون کے دماغ میں آ گیا پھر کہنے لگا "چنڈال! اگر تم اس کے اندر موجود ہو تو مجھ سے بات کرو۔"

میں چنڈال جوگیا کی آواز اور لہجہ اختیار کرتے ہوئے پوچھا "میں صرف یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ تم کون ہو؟ اپنا اصلی نام بتاؤ پھر میں خود ہی معلوم کرلوں گا کیونکہ میں ٹیلی پیتھی

کی دنیا میں تمام خیال خوانی میں تمام خیال خوانی کرنے والوں کے نام جانتا ہوں۔"

ٹونی جے نے کہا "مجھے فوراً ہی یہاں سے جانا ہوگا۔ تم اپنے آلہ کاروں کے ذریعے یہاں مجھ پر حملہ کروا سکتے ہو۔ میں تمہاری نظروں میں آ گیا ہوں۔ تمہیں میرا اتا پتا ٹھکانا معلوم ہو گیا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ اس کمرے سے چلا گیا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے اور اب کہاں جانے والا ہے؟ اگر وہ کہیں جا کر روپوش ہو جائے گا تو پھر میں اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکوں گا۔

میں نے کیمرون کو اس کے پیچھے دوڑایا۔ اس نے باہر آ کر دیکھا وہ کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کر رہا تھا۔ کیمرون نے پوچھا "دوست! کہاں جا رہے ہو؟ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

اس نے کہا "نہیں...... یہ تم میرے ساتھ نہیں آ رہے ہو۔ بلکہ وہ میرا دشمن چنڈال جوگیا میرے پیچھے آنا چاہتا ہے۔ خبردار! تم میرے پاس آؤ گے تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

اس نے ریوالور دکھایا تو کیمرون دروازے کی آڑ میں چلا گیا۔ وہ کار اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا کوٹھی کے احاطے سے نکل کر کیمرون کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ گویا میری نظروں سے اور میری پہنچ سے بھی دور چلا گیا۔

میں آسانی سے اس کا پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔ وہاں ایک موٹر سائیکل کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے کیمرون کو اس بائیک پر اس کا پیچھا کرنے پر مجبور کیا۔ وہ سوار ہو کر وہاں سے جانے لگا۔

لیکن وہ خوش نصیب تھا کہ میں آگے جا کر اس کا تعاقب نہ کر سکا۔ ایک خیال خوانی کرنے والے نے آ کر کہا "سر! میڈم نے آپ کو یاد کیا ہے۔"

مجھے کیمرون کو چھوڑ کر سونیا کے پاس آنا پڑا۔ وہ بولی "ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کہہ رہے ہیں کہ اب عدنان کا دماغ ایک خیال پر مرکوز ہو گیا ہے۔ اس کے خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے ہیں۔ اس کے ذریعے آس پاس کے ماحول کو دیکھا جا سکتا ہے اور اس کے آس پاس بولنے والوں کی آوازیں سنی جا سکتی ہیں۔"

"ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور کیا کہہ رہے ہیں؟ کچھ پتا چل رہا ہے کہ وہ کہاں ہے؟"

"وہ سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق وہ افریقی ملک کے کسی شہر میں ہے۔"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اپنے پوتے کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ایک کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہا تھا۔ کبھی اپنے بائیں طرف کی کھڑکی کے باہر دیکھنے لگتا تھا۔ سڑک کے کنارے دور دور کہیں کچے پکے مکانات دکھائی دے رہے تھے۔ ان مکانات کی بناوٹ سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ افریقی ملک ہے پھر ایک آدھ گزرنے والے راہگیروں سے بھی پتا چلا کہ وہ نیگرو ہیں۔ سیاہ فام باشندے ہیں۔ ہمیں یہاں تک معلوم ہو چکا تھا کہ عدنان کسی خاتون کے ساتھ طیارے میں سفر کرتا رہا ہے اور وہ طیارہ اسرائیل کی طرف جا رہا ہے لیکن یہ طیارہ کسی افریقی ملک میں پہنچا ہوا تھا۔ ایسا کیوں ہوا تھا اس کی وجہ ابھی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

جس طریقہ کار سے ہم عدنان تک پہنچ چکے تھے۔ وہی طریقہ کار دشمنوں نے بھی اختیار کیا ہوگا اور ہم ابھی نہیں جانتے تھے کہ عدنان کے ننھے سے دماغ میں کتنے دشمنوں کی بھیڑ لگی ہوگی۔

وہاں ولاڈی میر، ارناکوف اور آوازدن ہوں گے۔ تانیا بھی ہوگی، انابیلا بھی ہوگی۔ شیوانی اور چنڈال بھی ہوں گے۔ غرضیکہ ہمارے بھی کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس وقت اس کے دماغ میں بالکل مستعد تھے اور وقت پڑنے پر کچھ بھی کر گزرنے والے تھے۔

ہم میں سے کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنی سوچ کی لہروں کے ذریعے اسے متاثر نہیں کر سکتا تھا۔ نہ اس سے بات کر سکتا تھا اور نہ ہی اسے اپنی طرف مائل کر سکتا تھا۔ اسی لیے سب کے سب چپ تھے اور یوں بھی وہ اپنی آواز سنانا نہیں چاہتے تھے سب ہی جانتے تھے کہ عدنان کے اندر اس وقت بے شمار مخالفین موجود ہوں گے۔

ہم سب خاموشی سے انتظار کر رہے تھے۔ وہ ڈرائیو کرنے والی خاتون کار کو ایک پٹرول پمپ میں لے کر آئی۔ ایندھن کا کانٹا بتا رہا تھا کہ پٹرول کم ہو رہا ہے اور وہ ٹنکی فل کروانا چاہتی تھی۔

اس نے کار کی چابی دیتے ہوئے کسی سے کہا "ٹنکی فل کر دو۔"

وہ شخص چپ چاپ چابی لے کر چلا گیا۔ ہم سب اس انتظار میں تھے کہ اس شخص کی آواز سنائی دے لیکن انابیلا اپنی جگہ محتاط تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی بھی آس پاس اپنی آواز سنائے اور ہم جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس خاتون کو نقصان پہنچائیں۔ اسے زخمی کریں اور اس

کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کریں کہ وہ عدنان کو کہاں لے جا رہی ہے؟

اس شخص نے ٹنکی فل کی۔ وہ خاتون کار سے اتر کر اس پٹرول پمپ کے دفتر میں چلی گئی تھی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہیے کہ انابیلا اس خاتون کو اٹھا کر وہاں لے گئی تھی۔ تاکہ عدنان اس کے قریب نہ رہے اور اس کے ذریعے خاتون سے باتیں کرنے والے کی آواز نہ سنی جا سکے۔

اس بات پر سب ہی کڑھ رہے تھے کہ خاتون وہاں گئی تھی اور وہ عدنان کو اپنی خیال خوانی کی لہروں سے متاثر کر کے وہاں نہیں بھیج سکتے تھے۔ اب یہ یقین ہو چلا تھا کہ وہاں کسی کی بھی آواز نہیں سنی جا سکے گی اور نہ ہی کسی کو آلہ کار بنا کر اس خاتون کے دماغ تک پہنچا جا سکے گا۔

ایسے ہی وقت ایک بڑی سی ویگن کار وہاں آ کر رکی پھر اس کے تمام دروازے ایک جھٹکے سے کھلے، کتنے ہی مسلح افراد باہر نکلے پھر پٹرول پمپ کے دفتر میں گھس گئے۔ گن پوائنٹ پر وہاں سے تمام کیش سمیٹنے لگے۔ ایسی حالت میں وہاں بھگدڑ مچ گئی۔ ایک ملازم خوف سے چیختا ہوا بھاگنے لگا تو ایک نے اس کی طرف فائرنگ کی۔ گولی اسے نہیں لگی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا عدنان کی طرف کار کے قریب آ کر گر پڑا اور اپنی زبان میں کچھ بولا۔

سب ہی نے عدنان کے ذریعے اس کی آواز سنی اور سب ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ وہ ملازم بزدل تھا۔ جان بچانے کے لیے وہاں سے بھاگ رہا تھا لیکن اب تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اسے دلیر بنا دیا تھا۔ وہ واپس دفتر کی طرف دوڑتے ہوئے بولا "میں یہاں سے نہیں بھاگوں گا۔ مجھے گولی نہ مارو۔"

ایک مسلح شخص نے ڈانٹ کر کہا "ابے...... چپ ہو جا...... نہیں تو مار ہی ڈالوں گا۔"

اب خیال خوانی کرنے والے اس مسلح شخص کے اندر پہنچ گئے۔ اس نے فوراً ہی اپنے ریوالور کو سیدھا کر کے اس خاتون کا نشانہ لیا۔ وہ اسے گولی مارنا چاہتا تھا مگر میں نے اس کے دماغ کو بہکا دیا۔ گولی دوسری طرف چلی گئی پھر میں نے اپنے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو جلدی جلدی مخاطب کرتے ہوئے کہا "اس شخص کو گولی نہ چلانے دینا اور اس کے ذریعے دوسرے مسلح افراد کو بھی کنٹرول کرو۔ وہ بھی فائرنگ نہ کریں۔ تم سب محتاط رہو۔ عدنان کی سلامتی اسی میں ہے کہ ہمارے دشمن اس عورت کے دماغ میں نہ پہنچ سکیں۔"

انابیلا سن رہی تھی۔ وہ بھی یہی چاہتی تھی لیکن ارناکوف، آوازدن اور ولاڈی میر ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی نہ کسی مسلح شخص کے اندر پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس خاتون کو زخمی کرنا چاہتے تھے۔ چنڈال ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ یہ باتیں میں ابھی تفصیل سے نہیں جانتا تھا لیکن اتنا اندازہ ہو گیا تھا کہ ہمارے کئی دشمن عدنان کے اندر چھپے ہوئے ہیں اور اب وہ سب مسلح افراد کے دماغوں میں پہنچ رہے ہیں لیکن ان سے پہلے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں پر حاوی ہو چکے تھے۔ انہیں وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر رہے تھے۔ اچھی خاصی کشمکش جاری تھی۔

ادھر سے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن انہیں اپنے قابو میں کرنا چاہتے تھے اور ادھر ہم انہیں اپنے قابو میں کر رہے تھے۔

اس عورت نے فوراً ہی اپنی کار کے پاس پہنچ کر اس میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا پھر وہ تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔ ہمارے دشمن دیکھ رہے تھے کہ وہ جا رہی ہے ہاتھوں سے نکلی جا رہی ہے۔ وہ سب ان مسلح افراد کو اس کے پیچھے نہیں لگا سکتے تھے۔ کیونکہ ہم ان کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔

آخر وہ ہاتھ سے نکل گئی۔ ان کی پہنچ سے بہت دور چلی گئی۔ اس تک پہنچنے کا صرف ایک وہی راستہ تھا۔ وہ سب پھر عدنان کے دماغ میں آ گئے تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ آئندہ انہیں پھر کوئی ایسا موقع ملے گا تو وہ اس خاتون کو ضرور زخمی کریں گے۔

ان تمام باتوں کی رپورٹ سونیا کو مل رہی تھی۔ اس نے پریشان ہو کر مجھ سے کہا "فرہاد! یہ کیا ہو رہا ہے؟ پچھلی بار بھی ہم نے اپنی مرضی سے اپنے پوتے کو اغوا کیا تھا اور اس بار بھی ہم اس خاتون کے ذریعے اپنے پوتے کو اغوا کرا رہے ہیں۔ وہ ہمارے ہاتھ آ سکتا تھا لیکن ہم نے اسے اپنے قابو میں نہیں کیا۔"

میں نے کہا "یہی حکمت عملی ہے۔ اگر ہم اسے اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کرتے تو دشمن عورت کو زخمی کر کے اس کے ذریعے ہمارے پوتے کو نقصان پہنچاتے۔ ابھی وہ محفوظ ہے اور انشاء اللہ محفوظ ہی رہے گا۔ آگے جا کر ہم اسے کسی بھی طرح اپنے قبضے میں لے لیں گے۔ بس ذرا انتظار کرو......"

سونیا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "آہ...... انتظار...... انتظار......"

❀

شہد کی مٹھاس پر اتنی مکھیاں نہیں منڈلاتی ہوں گی جتنے دشمن عدنان کے گرد منڈلا رہے تھے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا کا کوئی ایسا شہ زور نہیں تھا جو عدنان کے پیچھے نہ بھاگ رہا ہو اور اسے حاصل کرنے کے لیے اس پر جھپٹنے کی کوشش نہ کر رہا ہو۔ ولاڈی میر، ارناکوف، آوازون، سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن تھے اور دوستوں میں اپنوں میں، میں تھا اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔

صرف ٹیلی پیتھی ہی نہیں، کالے جادو کی دنیا کے بڑے بڑے خطرناک جادوگر اس کے پیچھے پڑے ہوئے تھے اور وہ ننھا سا بچہ سب کے لیے چیلنج بن رہا تھا۔ یہ ثابت کر رہا تھا کہ وہ نہ تو طاقت سے حاصل ہو سکتا ہے نہ دولت سے، نہ دوا سے، نہ دعا سے اور نہ غیر معمولی صلاحیتوں سے۔ ہم نے شعوری یا غیر شعوری طور پر تسلیم کر لیا تھا کہ وہ صرف مقدر سے ہی حاصل ہو سکے گا۔

موجودہ حالات میں انابیلا کے حوصلے کی داد دینی چاہیے۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے شہ زوروں اور خطرناک جادوگروں سے تنہا نمٹ رہی تھی۔ سب ہی کو دھوکا دے رہی تھی اور سب ہی سے عدنان کو چھپا کر کہیں لے جانے کی کوششیں کر رہی تھی۔

عدنان ایک عورت جولیانا واٹسن کے ساتھ تھا۔ وہ اسے لے کر اسرائیل جا رہی تھی۔ انابیلا نے بھی سوچا تھا کہ اسے اسرائیل ہی پہنچایا جائے۔ پھر وہ خود وہاں جا کر عدنان کو اپنے سائے میں چھپا کر رکھے گی لیکن حالات بدلتے ہیں تو منصوبے بھی بدل جاتے ہیں۔

اچانک ہی اس کا منصوبہ بھی بدل گیا تھا اور وہ حالات کے دھارے میں بہنے لگی تھی۔ جو طیارہ اسرائیل کی طرف جا رہا تھا وہ جدہ پہنچنے کے بعد رک گیا۔ طیارے میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ اس لیے وہ تقریباً دو چار گھنٹے لیٹ ہو گیا تھا۔ ایسے وقت انابیلا کے ذہن میں یہ بات آئی کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن ائرپورٹ کے عہدے داروں کے اندر پہنچ کر عدنان کا سراغ لگا سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے یہ معلوم کر لیا کہ ایک پانچ برس کا بچہ اس طیارے سے اسرائیل جا رہا ہے تو وہ سب تل ابیب کے ائرپورٹ میں موجود رہیں گے۔ خیال خوانی کے ذریعے وہاں اپنے آلہ کار بنا کر رکھیں گے اور عدنان کو چھین لے جانے کی کوششیں کریں گے۔

اس نے وہیں سے اپنا روٹ بدل دیا۔ اس نے دوسری فلائٹ سے جولیانا واٹسن کو ماریشس جانے پر مجبور کیا۔ اس نے اس کی مرضی کے مطابق اس طیارے کی دو سیٹیں ریزرو کرائیں۔ یہ قانونی طور پر ممکن نہیں تھا لیکن انابیلا نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس ناممکن کو ممکن بنا دیا۔

ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے واقعی تل ابیب ائرپورٹ میں اپنے آلہ کار بنا رہے تھے۔ پھر ہمارے بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس بھی وہاں موجود تھے۔ ہمیں وہاں عدنان کا انتظار تھا اور انابیلا اسے دوسری طرف لے گئی تھی۔

لیکن اس کی یہ چالاکی بھی کام نہیں آئی۔ اچانک ہی عدنان کا دماغ نارمل ہو گیا وہ ایک خیال پر مرکوز ہو گیا۔ ایسا ہوتے ہی تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے اندر پہنچ گئے۔ یہ معلوم ہو گیا کہ وہ ماریشس پہنچ گیا ہے اور اس کے ساتھ جو عورت ہے وہ اسے ایک کار میں بٹھا کر کسی دوسرے علاقے کی طرف جا رہی ہے۔ ایسے وقت عدنان کو حاصل کرنے کے لیے جو ہنگامے برپا ہوئے اس کا ذکر گزشتہ قسط میں ہو چکا ہے۔

ایسے وقت میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مجبوری یہ تھی کہ عدنان کے ساتھ رہنے والی جولیانا واٹسن کے دماغ میں کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے دماغ کو انابیلا نے لاک کر دیا تھا۔ ہم سب اس انتظار میں تھے کہ وہ کہیں جا کر کار روکے، وہاں کے لوگوں کو مخاطب کرے ان سے باتیں کرے تو ہم ان لوگوں تک پہنچ کر اس عورت کو زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچ جائیں گے اور ایسا ابھی نہیں ہو رہا تھا۔

تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ نے شیوانی کی فرمائش کے مطابق اس پر منتر پڑھے تھے اور اسے یہ صلاحیت پھر دے دی تھی کہ وہ اپنے بیٹے عدنان کے اندر پہنچ سکتی ہے۔

ایسے ہی وقت شیوانی نے جب اپنے بیٹے عدنان کو یاد کیا، اسے آئینے میں دیکھا تو یکبارگی اس کے دماغ میں جگہ بن گئی اور یہ معلوم ہو گیا کہ اس کے خیالات گڈمڈ نہیں ہیں۔ وہ ایک ہی خیال پر مرکوز ہے۔

اس نے پھر آئینے میں چنڈال جوگیا کو یاد کیا۔ وہ نظر آنے لگا۔ اس نے کہا "چنڈال! میرے بیٹے کا دماغ ایک خیال پر مرکوز ہو گیا ہے۔ تم میرے اندر آؤ۔ میں اپنے بیٹے کے اندر پہنچ رہی ہوں۔"

چنڈال اس کے اندر پہنچا تو وہ اسے اپنے بیٹے کے اندر لے گئی۔ اب عدنان کے پاس خیال خوانی کرنے والوں اور کالا جادو کرنے والوں کی بھیڑ میں چنڈال اور شیوانی کا بھی اضافہ ہو گیا۔

صرف اتنا ہی نہیں جب چنڈال اور شیوانی نے دیکھا کہ وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور کالا جادو جاننے والوں کی

بھیڑ لگی ہوئی ہے تو انہوں نے تانترک مہاراج کو بھی بلا لیا۔ ان کا خیال تھا کہ تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ بہت زبردست ہے۔ ان سب پر حاوی ہو سکتا ہے۔

وہ اس پہلو سے زبردست تھا کہ اپنے سامنے جادوگروں کو اور ان منتر پڑھنے والوں کو اپنے کسی پراسرار عمل سے کمزور بنایا کرتا تھا۔ بڑی آسانی سے دوسروں کے منتروں کا توڑ کر لیا کرتا تھا لیکن فی الحال وہاں جادوگری کی کوئی بات نہیں تھی۔ وہاں تو صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے عدنان کے اندر موجود رہنا تھا اور مناسب وقت کا انتظار کرنا تھا اور سب ہی انتظار کر رہے تھے۔

مہاراج نے شیوانی سے کہا "میں نہیں جانتا تھا کہ تم انا میریا کے اندر رہ کر اتنے سارے جادوگروں اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے مقابلہ کرتی رہی ہو۔ تم مجھے ان سب کے بارے میں باری باری بتاؤ۔ میری دلچسپی بڑھ گئی ہے۔ میں ان کے متعلق پوری معلومات چاہتا ہوں پھر دیکھنا! میں ان کے ... ف کیا کروں گا؟"

اس نے چنڈال سے کہا کہ وہ عدنان کے دماغ میں ... روف رہے اور دوسرے تمام مخالفین کے بارے میں ... لومات حاصل کرتا رہے کہ وہ کیا کرتے پھر رہے ہیں؟ اور ... یا بچے کو کس طرح ٹریپ کرنا چاہتے ہیں؟ اگر کوئی مشکل ... کی تو وہ مدد کے لیے مہاراج کو بلا سکتا ہے۔

شیوانی نے پوچھا "مہاراج! کیا آپ نے کبھی فرہاد علی ... مور کا نام سنا ہے؟"

"سنا ہے...... بہت سنا ہے۔ اس کے بارے میں بہت ... باتیں بھی سنی ہیں لیکن میں اس کے راستے پر کبھی نہیں گیا ... کیونکہ اس کا اور میرا راستہ ہمیشہ سے الگ رہا ہے لیکن یہ ... عدنان انتہائی عجیب و غریب بچہ ہے۔ میں اسے ہر حال میں ... حاصل کروں گا۔ اس کے لیے چاہے مجھے فرہاد علی تیمور سے ہی ... ٹکرانا پڑے۔"

"لیکن آپ کبھی براہ راست فرہاد علی تیمور سے نہیں ٹکرا ... سکیں گے۔"

"وہ کیوں؟"

"اس لیے کہ سونیا راستے میں آ جاتی ہے اور اس کا راستہ ... کوئی نہیں کاٹ سکتا۔ وہ بہت ہی بری بلا ہے۔ جس کے پیچھے ... پڑ جاتی ہے، اسے قبر تک پہنچا کر ہی دم لیتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے، مجھے پہلے سونیا کی خبر لینی ہو گی۔"

"اگر آپ نے اسے زیر کر لیا تو سمجھیں کہ آدھا میدان ... مار لیا۔ فرہاد علی کی آدھی طاقت ختم کر دی۔ پھر میرے بیٹے کو ہمارے پاس آنے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔"

"کیا سونیا کا پتا ٹھکانا معلوم ہو سکتا ہے؟"

"بہت مشکل ہے۔ جب سے میں نے اس کی مخالفت شروع کی ہے۔ تب سے یہی دیکھا ہے کہ وہ کبھی کسی جگہ بہت دیر تک نہیں رہتی۔ ادھر سے ادھر بھٹکتی رہتی ہے میرا بیٹا اسے بھٹکاتا رہتا ہے۔"

"کیا تم پورس کے ذریعے سونیا تک پہنچ سکتی ہو؟"

"مجھے خیال خوانی آتی تو میں ابھی پورس کے پاس پہنچ جاتی۔"

"تم بھول رہی ہو۔ پورس کو یاد کر کے جب تم آئینے میں دیکھو گی تو وہ تمہیں نظر آ جائے گا۔ لیکن ابھی نہیں...... اس کے لیے مجھے پھر سے منتر پڑھنے ہوں گے۔ تمہارا اور پورس کا تعلق آئینے میں جوڑنا ہو گا۔ اس کے بعد ہی تم اسے دیکھ سکو گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ مہاراج! کیا آپ ابھی ایسا کر سکتے ہیں؟"

"نہیں...... میں آدھی رات کے بعد منتر پڑھوں گا تو صبح تک تم اسے آئینے میں دیکھ سکو گی۔ فی الحال میں اس بچے کے پاس جا رہا ہوں۔"

انابیلا بہت پریشان تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے پوری دنیا اس کے مقابلے پر آ گئی ہے اور وہ تنہا لڑ رہی ہے۔ یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس عورت کو ڈرائیو کرتے ہوئے کہیں نہ کہیں تو رکنا ہو گا۔ کسی ہوٹل یا گیسٹ ہاؤس میں جا کر قیام کرنا ہو گا۔ وہاں آس پاس کے لوگوں سے باتیں بھی کرنی ہوں گی۔ عدنان کے قریب سے گزرنے والے کچھ بولیں گے تو تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن اس بولنے والے کے اندر پہنچ کر اس عورت کو اپنے قابو میں کر لیں گے۔

اس سے پہلے ہی عدنان کو ہم سے بہت دور کر دینا چاہتی تھی۔ کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہتی تھی کہ ہم اس کے دماغ میں پہنچ کر کسی دوسرے کو نہ دیکھ سکیں اور نہ ہی کسی کی آواز سن سکیں۔

ایک ہی راستہ تھا۔ اس نے اس عورت کے خیالات پڑھے تھے۔ پتا چلا کہ اس کو نیند نہیں آتی تو وہ خواب آور گولیاں کھاتی ہے۔

انابیلا کے دماغ میں فوراً ہی یہ بات آئی کہ عدنان کو نیند کی دوا کھلا کر سلایا جا سکتا ہے۔

اس نے یہی کیا۔ وہ عورت جولیانا واٹسن اس کی مرضی کے مطابق گاڑی ایک طرف روک کر اپنے پرس سے نیند کی

گولی نکالنے لگی پھر اسے عدنان کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی ''بیٹے اسے کھالو۔تمہاری تھکن دور ہو جائے گی۔''

اس نے بوتل سے ایک گلاس میں پانی ڈال کر اسے دیا کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے چیخ چیخ کر کہنے لگے ''عدنان! خبردار......اس گولی کو منہ میں نہ رکھنا۔اسے پھینک دو۔''

لیکن یہ کہنا فضول تھا۔چیخنے چلانے کچھ نہ ہوتا کیونکہ وہ کسی کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر پاتا تھا۔پھر بھلا کیسے کسی کی بات سن سکتا تھا؟

اس نے وہ گولی منہ میں رکھی پھر پانی کے ساتھ نگل گیا۔گولی کھاتے ہی فوراً نیند نہیں آتی۔اچھا خاصا وقت لگتا ہے۔کوئی پندرہ منٹ بعد، کوئی آدھے گھنٹے بعد یا کوئی ایک گھنٹے بعد سونے کے قابل ہوتا ہے۔عدنان بچہ تھا۔وہ گولی جلد ہی اس پر اثر کر سکتی تھی اور نیند آنے سے پہلے اس کا دماغ رفتہ رفتہ کمزور ہو رہا تھا کیونکہ جب تک دماغ تھکن محسوس نہیں کرتا، ذرا کمزور نہیں ہوتا۔اس وقت تک نیند نہیں آتی۔

عدنان نے جیسے ہی کمزوری محسوس کی۔ویسے ہی اس کے خیالات گڈمڈ ہونے لگے۔تمام خیال خوانی کرنے والے جھنجلا گئے۔اب اس کے دماغ سے نہ تو آس پاس کے مناظر دیکھے جا سکتے تھے اور نہ ہی کسی کی آواز سنی جا سکتی تھی۔

تاشا اپنی ماں ارناکوف کے ساتھ خیال خوانی کے ذریعے عدنان تک پہنچی ہوئی تھی۔اسے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ماریشس کے کسی علاقے میں پہنچا ہوا ہے اگر وہ بھی ادھر آ جائے گی تو اپنے عدنان کو پالے گی لیکن ایسے ہی وقت پھر اس کا دماغ گڈمڈ ہو گیا تھا۔اب اس کے ذریعے کچھ معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ اپنی ماں ارناکوف سے بولی ''مما! میں ماریشس جاؤں گی اور عدنان کو لے کر آؤں گی۔''

وہ بولی ''تم کبھی اپنے ملک سے باہر نہیں گئیں پھر اتنی دور کسی افریقی ملک میں تنہا کیسے جاؤ گی؟ میں تمہارے ساتھ جا نہیں سکتی۔یہاں بہت مصروفیت ہے۔''

''میں بھائی آوازون کے ساتھ جا سکتی ہوں۔''

آوازون نے کہا ''میں الوشے کے بارے میں فکرمند ہوں۔تمہارے عدنان کے چکر میں اس کی طرف توجہ نہیں دے پا رہا ہوں۔اب مجھے پتا چل گیا ہے یہ یقین ہو گیا ہے کہ یہ بچہ اسی طرح ہمیں دوڑاتا رہے گا اور کبھی کسی کے ہاتھ نہیں آئے گا۔تمہارے عدنان کو حاصل کرنے کے لیے ہماری مما کافی ہیں۔اس لیے اب میں الوشے کی طرف توجہ دوں گا۔''

وہ مایوس ہو کر سوچنے لگی کہ اب کیا کرے؟ اس کی سمجھ میں فی الحال کچھ نہیں آ رہا تھا اور وہ عدنان کو اپنی طرف متوجہ کرنے والے منتر پڑھتی جا رہی تھی۔

ولاڈی میر بھی عدنان کے دماغ میں تھا۔جب اس کے خیالات گڈمڈ ہونے لگے تو وہ بری طرح جھنجلا گیا۔دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔اس وقت وہ ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا۔اس کے طلسمی آلے نے بتایا کہ شیوانی ایشیا کے جنوبی حصے میں ہے لہٰذا اسے پہلے پاکستان یا ہندوستان کی طرف جانا چاہیے۔اس لیے وہ پی آئی اے کی ایک فلائٹ سے اسلام آباد کی طرف جا رہا تھا۔وہاں پہنچنے کے بعد وہ طلسمی آلہ شیوانی کی صحیح نشاندہی کر سکتا تھا۔

ولاڈی میر کے لیے عدنان بہت اہم تھا۔اسی لیے وہ شیوانی کی طرف جا رہا تھا پھر ایسے میں اسے معلوم ہوا کہ عدنان ماریشس میں ہے لہٰذا وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اسلام آباد پہنچتے پہنچتے یہ یقین ہو گیا کہ وہ بچہ ماریشس میں ہی رہے گا تو وہ پھر اسلام آباد سے فوراً ہی کسی فلائٹ کے ذریعے اس افریقی ملک میں پہنچے گا لیکن وہ بچہ تو ہمیشہ ہی مایوس کر دیتا تھا۔

اس بار بھی اس کے خیالات گڈمڈ ہونے لگے تو وہ اس کے دماغ سے نکل آیا تھا۔اب پتا نہیں وہ کب ایک خیال پر مرکوز ہونے والا تھا؟ اور کب یہ معلوم ہونے والا تھا کہ وہ کہاں پہنچا ہوا ہے؟

عدنان ولاڈی میر کی زندگی اور موت کا مسئلہ بنا ہوا تھا۔اس کے پراسرار علم نے بتایا تھا کہ جب تک وہ عدنان کو اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کرے گا، اس وقت تک وہ زوال کی طرف جاتا رہے گا اور اپنے ہر معاملے میں ناکام ہوتا رہے گا اور وہ دیکھ رہا تھا کہ اسے ہر قدم پر ناکامی مل رہی ہے۔

یک نہ شد، دو شد......اب تانترک مہاراج جگل بھٹا چاریہ کے لیے بھی عدنان لازمی ہو رہا تھا۔وہ اس عجیب و غریب بچے کو حاصل کر کے اسے دنیا کا حیرت انگیز انسان بنانا چاہتا تھا اور اس کے ذریعے بہت سی کامیابیاں حاصل کرنا چاہتا تھا۔پتا نہیں اس نے آئندہ کے لیے کیا کچھ سوچ رکھا تھا؟ لیکن یہ طے ہو چکا تھا کہ ولاڈی میر کے بعد عدنان اب تانترک مہاراج جگل بھٹا چاریہ کے لیے بہت ضروری ہو گیا ہے۔

اس وقت انا بیلا ایک طیارے میں سفر کر رہی تھی۔وہ طیارہ ترکی کے شہر استنبول سے ہوتا ہوا اسرائیل کی طرف جانے والا تھا۔اب اس نے سوچا کہ وہ استنبول میں ہی رک جائے گی اور وہیں جولیانا واٹسن کو عدنان کے ساتھ بلائے گی۔جب تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے عدنان کے دماغ سے چلے

گئے تب اس نے جولیانا کے دماغ میں یہ بات پیدا کی کہ اسے ذرا ہی ائرپورٹ جا کر ترکی کے شہر استنبول میں جانے والی فلائٹ میں دو سیٹیں ریزرو کرانی چاہئیں۔

جولیانا اس کی معمولہ اور تابعدار تھی۔وہ اس کے حکم کے مطابق یہی کرنے والی تھی۔

پچھلے روز انا بیلا کی ماں نے خودکشی کی تھی۔اس کی خاطر اپنی جان دی تھی وہ ماں کی تدفین کے بعد ساری رات سو نہ سکی پھر دوسرے معاملات میں مصروف رہی۔دوسری صبح بھی اسے سونے کا موقع نہیں ملا۔اب دوپہر ہو رہی تھی۔اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ کم از کم دو گھنٹے کی نیند پوری کر لے۔کچھ دیر بعد ہی وہ گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔

سونے سے پہلے یہ اندیشہ تھا کہ نیند کے دوران میں عدنان کا دماغ کسی ایک خیال پر مرکوز ہو سکتا ہے۔ایسے وقت ٹیلی پیتھی جاننے والے آ کر اسے اس سے چھین سکتے ہیں لیکن انسان کے لیے کھانا، پینا اور سونا بہت ضروری ہوتا ہے۔نیند نہ ہو تو دماغ کسی کام کا نہیں رہتا۔لہٰذا وہ ذہنی طور پر نارمل رہنے کے لیے سو گئی تھی۔

سب ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی اپنی جگہ حاضر ہو گئے تھے اور اپنی تھکن دور کر رہے تھے۔اس انتظار میں بھی تھے کہ عدنان کا دماغ آئندہ کب ایک خیال پر مرکوز ہونے والا ہے؟ فی الحال ہنگامہ ختم ہو گیا تھا۔اب نہ جانے کتنی دیر بعد وہی ہنگامہ برپا ہونے والا تھا؟

☆☆☆

تانترک مہاراج جگل بھٹا چاریہ نے انجلی کے دماغ میں جگہ بنانے کے بعد چنڈال کو اس کے اندر پہنچا دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنانے کے بعد ساری معلومات حاصل کی جائیں کہ اس کے پیچھے کون ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے؟ اور وہ بھارتی اکابرین سے رابطہ کر کے کیوں چنڈال کے خلاف محاذ آرائی کر رہا ہے؟

چنڈال کے خلاف یہ ایک بہت بڑی سازش ہو رہی تھی۔وہ خود معلوم کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے انجلی پر تنویمی عمل کرنے میں دیر نہیں کی۔جس وقت انجلی کو کولڈ ڈرنک سے ٹھکا لگا تھا۔اس وقت وہ ایک سپر مارکیٹ میں تھی۔مہاراج نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دیا تھا تو وہ کچھ دیر کے لیے بے ہوش ہو گئی تھی۔لوگوں نے اسے اسپتال پہنچا دیا تھا۔وہیں چنڈال نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا تھا۔

اس کے دماغ نے بتایا کہ ایک بار ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں اس کی ملاقات ایک بوڑھے امریکی سے ہوئی تھی۔وہ پہلی ملاقات میں ہی اس سے متاثر ہو گئی تھی پھر آئندہ بھی اس سے ملتی جلتی رہی تھی۔اسے کبھی پتا ہی نہ چلا کہ اس بوڑھے نے اس پر کب تنویمی عمل کر کے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا تھا؟

ویسے وہ بوڑھا امریکی بہت ہی شریف انسان تھا۔اس نے انجلی کو اپنی بیٹی بنایا تھا۔اور کہا تھا ''چونکہ اب تم میرے زیر اثر رہو گی اور میرا راز کسی کو نہیں بتاؤ گی۔اس لیے میں تمہیں اپنا نام بتا رہا ہوں۔''

اس نے اپنا نام ماؤز ہنٹر بتایا تھا پھر اس سے کہا تھا ''میں یہاں اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکی ساتھی کو تلاش کرنے آیا ہوں۔اس کا نام ٹونی جے ہے لیکن یہاں کے ایک جادوگر چنڈال نے اسے بری طرح ٹریپ کیا ہے۔ٹونی جے اس کے شکنجے سے نکل نہیں پا رہا ہے۔میں اسے چنڈال سے نجات دلانا چاہتا ہوں۔اس کے لیے میں بھارتی اکابرین سے دوستی کر رہا ہوں اور تمہیں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی بنا کر ان کے سامنے پیش کروں گا۔''

پھر اس نے یہی کیا تھا۔بھارتی اکابرین کو یقین دلایا تھا کہ ہندوستان میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی پیدا ہو گئی ہے۔وہ چنڈال کا مقابلہ کر سکتی ہے اور اسے ضرور بھارتی اکابرین کے قدموں میں لا کر گرائے گی۔

لیکن ایسا نہ ہو سکا۔وہ بے چاری تو خود چنڈال کے قدموں میں آ گری تھی۔اس کی معمولہ اور تابعدار بن چکی تھی۔چنڈال نے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد اسپتال سے نکلے گی اور اپنی کار میں بیٹھ کر ہائی وے کی طرف آئے گی۔

ناگ پور کا ایک ضمنی شہر کامٹی ہے۔وہ کامٹی شہر کے ایک ہوٹل میں اس کا انتظار کرے گا اور وہ وہیں پہنچے گی۔اس نے اپنی دانست میں بہت محتاط رہ کر اسے اپنی معمولہ بنایا تھا لیکن یہ بھول گیا تھا کہ بعض اوقات بہت ہوشیاری کے باوجود مات ہو جاتی ہے۔

اس نے تانترک مہاراج سے کہا ''مہاراج! مَیں نے انجلی کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہے۔میں اس سے بہت کچھ معلوم کر رہا ہوں اور اب آئندہ اس کے ذریعے بھارتی اکابرین کے اندر پہنچتا رہوں گا۔''

مہاراج نے کہا ''مجھے بھارتی اکابرین سے دلچسپی نہیں ہے اور نہ مجھے کسی ملک پر حکومت کرنے کا شوق ہے۔تم ان

حکمرانوں کے سروں پر بیٹھ کر حکومت کرنا چاہتے ہو تو کرو لیکن اس ٹیلی پیتھی جاننے والے ماؤز ہنٹر سے محتاط رہو۔"

"میں آپ کی کرپا سے محتاط رہوں گا۔ آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔ میری بیٹی کو ثمر سلطانہ کے شریر سے نجات دلائیں۔"

"ٹھیک ہے...... میں ابھی وہیں جا رہا ہوں۔"

شام ہو چکی تھی۔ فرمان نے ثمر سلطانہ سے وعدہ کیا تھا کہ شام کو قاضی صاحب کے ساتھ آئے گا اور اس سے نکاح پڑھائے گا۔ وہ کالیا اسرانی کے بنگلے میں رہتی تھی۔ فرمان قاضی صاحب کے ساتھ وہیں آ گیا۔ ثمر سلطانہ نے اس بنگلے کے آس پاس رہنے والے چند مسلمانوں سے شناسائی پیدا کی تھی۔ اس نے اپنے نکاح میں انہیں دعوت دی۔ وہ سب گواہ کی حیثیت سے اور اس کے وکیل کی حیثیت اس شادی میں شریک ہوئے۔ اس طرح قاضی صاحب نے اس کا نکاح فرمان سے پڑھا دیا۔

انیتا نے کہا تھا کہ وہ نکاح نہیں ہونے دے گی۔ ایسے وقت ثمر سلطانہ کے اندر ہلچل پیدا کرے گی تو وہ نکاح قبول نہیں کر سکے گی۔

لیکن فرمان نے عین نکاح کے وقت ثمر سلطانہ کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں وہ انیتا پر بھی قابو پا چکا تھا۔ وہ اندر ہی اندر مچل رہی تھی لیکن کچھ بول نہیں پا رہی تھی۔ ایسے وقت ثمر سلطانہ نے نکاح قبول کر لیا۔

تانترک مہاراج جگل بھٹا چاریہ، ثمر سلطانہ تک پہنچنے کے لیے کالے منتروں کا جاپ کر رہا تھا۔ اس کا سراغ لگا تا رہا تھا۔ تب اس کی سمجھ میں آیا کہ وہ ثمر سلطانہ کے دماغ میں کس طرح پہنچ سکتا ہے؟

شام کو جلدی کھانا پینا ہو گیا۔ دلہن اپنے کمرے میں آ گئی اور دولہا بھی اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے ثمر سلطانہ کے دماغ میں پہنچ کر انیتا سے کہا "دیکھو! تم کوئی شرارت نہ کرنا۔ جب بھی کرو گی تو میں ثمر سلطانہ پر قبضہ جما کر تمہیں بھی اپنے قابو میں کر لوں گا پھر تم بے بس ہو جاؤ گی۔ کچھ نہیں کر سکو گی۔"

وہ بے بس تھی، مجبور تھی، کچھ نہ کہہ سکی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے پیار کرنے لگے۔ ایسے وقت انیتا بھی مدہوش ہونے لگی۔ اسے یوں لگا، جیسے فرمان اسے پیار کر رہا ہو۔ آخر وہ ثمر سلطانہ سے الگ نہیں تھی۔ جو کچھ اس کے ساتھ ہو رہا تھا وہی انیتا بھی محسوس کر رہی تھی۔

مختصر یہ کہ محبت کے کئی مرحلوں سے گزرنے کے بعد ایک مرحلہ ایسا بھی آتا ہے جب دلہن چیخ پڑتی ہے۔ اس پیار بھرے مرحلے کی وہ ایسی خوب صورت اذیت ہوتی ہے جس سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔

ایسے ہی وقت وہ تانترک مہاراج کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکی اس نے اندر پہنچتے ہی ایک زلزلہ پیدا کیا۔ ثمر سلطانہ تکلیف کی شدت سے حلق پھاڑ کر چیخنے لگی۔ فرمان نے حیرانی سے پوچھا "کیا ہو گیا......؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

وہ فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر اس کے اندر پہنچا تو پتا چلا کہ کسی نے زلزلہ پیدا کیا ہے اور وہ تکلیف کی شدت سے تڑپ رہی ہے اور اس پر بے ہوشی طاری ہو رہی ہے۔ یہ فوراً ہی سمجھ میں آ جانے والی بات تھی کہ چنڈال اپنی بیٹی کو اس کے جسم سے رہائی دلانے کے لیے ایسا کر رہا ہے۔

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے ٹونی جے کو مخاطب کیا اور کہا "دوست...... فوراً آ جاؤ، ثمر سلطانہ بڑی مصیبت میں ہے۔ چنڈال پریشان کر رہا ہے۔"

ایک ہی زلزلے کے باعث ثمر سلطانہ کا دماغ بہت کمزور ہو گیا تھا۔ ٹونی جے کو بلانے اور اس کے وہاں تک آنے میں جتنی دیر لگی اتنی دیر میں تانترک مہاراج نے اس کے کمزور دماغ پر قبضہ جما لیا۔

فرمان ٹونی جے کے ساتھ واپس ثمر سلطانہ کے دماغ میں آیا تو وہ تکلیف کی شدت سے تڑپ رہی تھی۔ ان کی سوچ کی لہروں کو نہ تو محسوس کر رہی تھی اور نہ ہی ان کی آوازیں سن رہی تھی۔ وہ دونوں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی تکلیف کم کرنا چاہتے تھے لیکن پتا چلا کہ وہ تانترک مہاراج کے قبضے میں ہے اور وہ دونوں اس پر حاوی نہیں ہو سکیں گے۔

انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے تانترک مہاراج کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ انہیں آنے سے روک دیا۔ پھر چنڈال سے کہا "فوراً ثمر سلطانہ کے دماغ میں پہنچو۔ میں نے وہاں قبضہ جما لیا ہے۔ اب تم اس پر قبضہ جمائے رکھو۔ میں فرمان اور ٹونی جے سے نمٹ رہا ہوں۔"

اس نے فوراً ہی ثمر سلطانہ کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنے شکنجے میں لے لیا۔ انیتا نے خوش ہو کر کہا "پتا جی! آپ آ گئے؟"

"ہاں بیٹی! میں آ گیا ہوں۔ چنتا نہ کرو۔ اب تمہیں یہاں سے رہائی مل جائے گی۔"

فرمان نے کہا "چنڈال! تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم ثمر سلطانہ کا پیچھا چھوڑ دو۔"

"میں اپنی بہتری کے بارے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ مجھے دھمکی نہ دو۔"

ٹونی جے نے کہا "تم پکے شیطان ہو۔ مرنے کے بعد

بھی دوسری زندگی حاصل کر چکے ہو لیکن ہم تمہیں پھر موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ یہ دیکھیں گے کہ ہم کب تک تمہیں مارتے رہیں گے اور تم کب تک نئی زندگی حاصل کرتے رہو گے؟"

"بس بھونکتے جاؤ۔ بھونکنے والے کتے کاٹ نہیں سکتے۔ اس وقت بھی تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

فرمان نے کہا "ہم تمہیں آتما شکتی کا منتر نہیں پڑھنے دیں گے۔ تم اپنی بیٹی کو یہاں سے نکال کر نہیں لے جا سکو گے۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "مجھے منتر پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہمارے تانترک مہاراج جگل بھٹا چاریہ اپنے کالے عمل میں مصروف ہیں۔"

وہ دونوں فوراً ہی تانترک مہاراج کے اندر پہنچ کر اسے منتر پڑھنے سے روکنا چاہتے تھے۔ ایسے وقت ثمر سلطانہ نے بڑی کمزوری سے فرمان کو مخاطب کیا "فرمان! پلیز کچھ کرو، نہیں تو میں مر جاؤں گی۔ میں بہت تکلیف میں ہوں۔"

فرمان نے کہا "ٹونی جے! تم اس مہاراج کے پاس جاؤ۔ میں ثمر سلطانہ کے لیے کچھ کرتا ہوں۔"

ٹونی جے چلا گیا۔ انیتا نے ہنستے ہوئے کہا "فرمان! اب تم کچھ بھی نہیں کر سکو گے۔ پتا جی کے آ جانے سے مجھے توانائی مل رہی ہے اور ثمر سلطانہ کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ تم اس کے ساتھ ہمدردی تو کر سکو گے لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں کر پاؤ گے۔"

واقعی یہی ہو رہا تھا۔ وہ اس کے دماغ کو سکون پہنچانا چاہتا تھا لیکن چنڈال نے قبضہ جما رکھا تھا۔ وہ ثمر سلطانہ سے صرف ہمدردی کر سکتا تھا۔ اسے حوصلہ رکھنے کی تلقین کر سکتا تھا۔ اس سے زیادہ کچھ کرنے کے قابل نہیں تھا۔

ادھر ٹونی جے نے تانترک مہاراج کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ واپس آ گیا۔ اس نے دوبارہ کوشش کی تو اس نے پھر سانس روک لی۔ تیسری بار تانترک مہاراج نے اسے اپنے اندر آنے کا موقع دیا۔ پھر پوچھا "تم کیوں بار بار آ رہے ہو؟ کیا یہ سمجھ رہے ہو کہ مجھے زیر کر لو گے؟"

"میں تمہیں زیر نہیں کر سکوں گا لیکن منتر پڑھنے سے روکتا رہوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "کیا تم مجھے نادان بچہ سمجھتے ہو؟ پہلی بار پاگل خانے میں تم نے میرے ساتھ ایسا کیا تھا۔ اس وقت میں نے احتیاطی تدابیر نہیں کی تھیں۔ اب تو بہت کچھ کر چکا ہوں۔ میں نے اپنے ایک چیلے کو اپنے سامنے بٹھا رکھا ہے۔ میرے بدلے وہ آتما شکتی کے منتر پڑھ رہا ہے۔ جب اس کا کام ختم ہو جائے گا تو میرا کام شروع ہوگا۔ وہ آخری مرحلہ ہوگا۔ اس آخری مرحلے میں، میں انیتا کی آتما کو ثمر سلطانہ کے شریر سے نکال کر لے جاؤں گا تم سب دیکھتے اور سوچتے رہ جاؤ گے۔"

ٹونی جے نے ثمر سلطانہ کے دماغ میں آ کر فرمان کو بتایا کہ تانترک مہاراج کس تدبیر سے آتما شکتی کے منتر پڑھ رہا ہے۔ اسے روکا نہیں جا سکتا کیونکہ وہ یہ سارے کام اپنے کسی چیلے کے ذریعے کر رہا ہے۔ ہم نے اس کے چیلے کی آواز اور لہجے کو نہیں سنا ہے اس لیے اس کے اندر نہیں جا سکتے۔

فرمان اس کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ بول رہا تھا "اب میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اس شیطان کو آتما شکتی کے کالے عمل سے کس طرح روکا جا سکتا ہے؟"

ثمر سلطانہ بڑے ہی کرب میں مبتلا تھی۔ فرمان پریشان ہو رہا تھا۔ اس بار اس نے انیتا سے گڑگڑا کر کہا "میں تمہیں تمہارے بھگوان کا واسطہ دیتا ہوں۔ ثمر سلطانہ سے محبت کرو۔ یہ تمہارا جسم ہے۔ تم اس کے ساتھ دوستی اور محبت سے رہ سکتی ہو۔ اپنے باپ کو شیطانی حرکتوں سے روکو...... اس بے چاری کو اتنی مصیبتوں میں مبتلا نہ کرو۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولی "اونہہ...... اب میری خوشامدیں کر رہے ہو۔ اسے دلہن بنا کر اس کے ساتھ سہاگ رات گزار رہے تھے۔ میرا دل جلا رہے تھے۔ میں تمہیں روک رہی تھی کہ اس سے شادی نہ کرو۔ اس کے ساتھ جسمانی رشتہ قائم نہ کرو۔ میں جلد ہی دوسرا جسم حاصل کر لوں گی۔ میرے پتا جی، ایسے منتر پڑھیں گے کہ میں نئے جسم میں جا کر دماغی طور پر بھی مضبوط رہوں گی۔"

چنڈال نے کہا "بے شک...... جب میں نے اپنی بیٹی کو ثمر سلطانہ کے اندر پہنچایا تو اس وقت میرا عمل مکمل نہیں تھا۔ اگر مکمل ہوتا تو یہ ثمر سلطانہ پر حاوی رہتی۔ پھر یہ ایک مسلمان ثمر سلطانہ نہ رہتی۔ تم انیتا کی حیثیت سے اسے قبول کرتے رہتے۔ بہرحال مجھ سے غلطی ہو گئی تھی آئندہ نہیں ہوگی۔"

فرمان اور ٹونی جے دونوں ہی پریشان تھے۔ ثمر سلطانہ کی بے بسی اور تکلیف دیکھ رہے تھے لیکن اسے اس کرب سے نجات نہیں دلا سکتے تھے۔ اب یہی صورت رہ گئی تھی کہ وہ دشمنوں کو کھوکھلی دھمکیاں دیتے رہتے یا پھر ان کے سامنے عاجزی سے گڑگڑاتے رہتے اور یہ بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ شیطان کے سامنے جتنا بھی روتے رہو، گڑگڑاتے رہو

اسے رحم نہیں آتا۔ رحم کرنے والی تو خدا کی ذات ہے۔
اور وہ خالق و معبود بہتر جانتا ہے کہ کب کس پر رحم کیا جائے اور کب کس کو اس کے اعمال کی سزا دی جائے؟

فرمان اور ثمر سلطانہ کے عمل قابل اعتراض نہیں تھے۔ انہیں سزا نہیں ملنی چاہیے تھی اور دیکھا جائے تو ثمر سلطانہ کو قدرتی طور پر سزا نہیں مل رہی تھی۔

قدرتی اصولوں کے مطابق ثمر سلطانہ کی موت بہت پہلے واقع ہو چکی تھی۔ اس کے مقدر میں جب وہ موت لکھی تھی تب ہی وہ مر چکی تھی۔ یہ تو ایک بدروح کے ساتھ زندگی گزارنے والی مدت تھی۔ جو اب پوری ہو رہی تھی۔ اب تک سزا ثمر سلطانہ کو نہیں، انیتا کو مل رہی تھی اور اب آئندہ بھی وہ سزا پانے کے لیے کسی دوسرے جسم میں پہنچنے والی تھی۔ شیطانی زندگی کو کبھی سکون نہیں ملتا۔ اس کے ساتھ بھی یہی ہونے والا تھا۔

آخر ثمر سلطانہ کا دم نکل گیا۔ اس کا جسم ساکت ہو گیا۔ فرمان نے ہارے ہوئے انداز میں اسے دیکھا۔ اس کے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا جیسے شرمندہ سا ہو۔ دل ہی دل میں معافی مانگ رہا ہو۔ ''میری جان! میں تمہارے لیے کچھ نہ کر سکا۔ مجھے یہ ناکامی ہمیشہ یاد رہے گی۔ میں اس دشمن کو نہیں چھوڑوں گا۔ اس کی قبر تک اسے دوڑاتا رہوں گا۔''

اس کا سر جھک گیا۔ بہت پہلے ہی قدرت کو اس کی موت منظور تھی۔ وہ بہت پہلے مر چکی تھی۔ مقدر میں جو لکھا ہوتا ہے، اس کے سامنے سر جھکانا ہی پڑتا ہے اس لیے فرمان کا سر جھک گیا تھا۔

☆☆☆

میں عدنان کے دماغ سے چلا آیا تھا کیونکہ وہ نیند کی گولیاں کھا کر سو گیا تھا۔ نہ جانے کتنے گھنٹوں کے بعد بیدار ہونے والا تھا؟ میں نے سونیا کے پاس آ کر کہا ''ہمارے پوتے نے ہمیں تھکا مارا ہے؟''

اس نے پوچھا ''اب کیا ہوا؟''

''جس نے اس عورت کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ اس عورت نے اس کی مرضی کے مطابق ہمارے پوتے کو نیند کی دوا کھلا دی ہے اور وہ گہری نیند سو گیا ہے۔''

وہ پریشان ہو کر بولی ''یا خدا! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کوئی ہمارے پوتے پر جادو کر رہا ہے۔ کوئی اسے ادھر سے ادھر لے کر بھاگ رہا ہے۔ کوئی اسے نیند کی دوا کھلا رہا ہے۔ پتا نہیں آئندہ اس کے ساتھ کیسی کیسی زیادتیاں ہوں گی؟ اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ میں جناب تبریزی صاحب کے پاس جاؤں گی، ان سے التجا کروں گی کہ وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے پوتے کو تحفظ فراہم کریں۔''

''سونیا! میں ایک جگہ ایک اہم معاملے میں مصروف تھا اعلیٰ بی بی بھی میرے ساتھ مصروف تھی۔ میں اب ادھر جا رہا ہوں۔ تم مجھے بلاؤ گی میں آ جاؤں گا۔''

پھر میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میں نریندر بھاسکر اور جمنا پرساد کے ذریعے ایک یہودی تنظیم کے سربراہ کیمرون کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ یہودی ان ہندوؤں کے ساتھ مل کر بھارت میں مسلمانوں کی تعداد کم کرنا چاہتا ہے اور خاص طور پر وہ ایسے مسلمانوں کی تعداد کم کرنا چاہتا ہے جو یہودی تنظیم کے خلاف کچھ نہ کچھ بولتے رہتے ہیں یا کچھ کرتے رہتے ہیں۔

کیمرون کے اندر جا کر پتا چلا کہ اس کے گھر میں ایک اور مہمان دوست ہے جس کا نام جے پرکاش ہے۔

میں نے جے پرکاش کے دماغ میں جانا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ پتا چلا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اسے شبہ ہوا کہ میں چنڈال جو گیا ہوں۔ کیمرون کے دماغ میں چھپا ہوا ہوں۔ اور اسے ٹریپ کرنے آیا ہوں۔ اس وقت تک مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ جے پرکاش دراصل ٹونی جے ہے۔

چنڈال چونکہ ٹونی جے وغیرہ کی رہائش گاہ کو جانتا تھا اس لیے وہ اپنی رہائش گاہ چھوڑ کر عارضی طور پر کیمرون کے ساتھ رہنے لگا تھا۔ بہرحال اب میں نے کیمرون کے بنگلے میں اپنے لیے خطرہ محسوس کیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کے اندر چھپا ہوا ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے کسی بھی وقت کسی بھی طرح نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس لیے وہ فوراً ہی وہاں سے نکل کر ایک کار میں بیٹھ کر فرار ہونے لگا۔ تو میں نے کیمرون کو اس کے پیچھے لگا دیا۔ ایسے ہی وقت سونیا نے مجھے بلا لیا تھا۔ اور میرا ان سب سے رابطہ ختم ہو گیا تھا۔

اب میں دوبارہ کیمرون کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم کرنے لگا کہ جے پرکاش کہاں ہے؟

پتا چلا کہ وہ اس کا تعاقب نہیں کر سکا تھا۔ نہ جانے وہ کہاں چلا گیا ہے؟ میں نے اس کے اندر یہ سوال پیدا کیا ''کیا جے پرکاش نے خیال خوانی کے ذریعے اس سے بات کی تھی؟''

اس نے انکار کیا ''نہیں...... اس کے بعد میرے دماغ میں کوئی نہیں آیا۔ میں حیران ہوں کہ بیک وقت دو دو ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے اندر آ گئے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو مخاطب کر رہے تھے اور اب میرے اندر ایک بھی نہیں ہے۔''

ایسی بات نہیں تھی۔ یہ حقیقت نہ وہ جانتا تھا اور نہ ہی میں جان سکتا تھا کہ ٹونی جے یہاں سے فرار ہونے کے بعد کیمرون کے اندر آتا جاتا رہا تھا اور اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرتا رہا کہ وہ ٹیلی فون کے ذریعے نریندر بھاسکر سے کیا باتیں کرتا رہا تھا؟

پہلے تو اسے یہ معلوم ہوا کہ کیمرون، نریندر بھاسکر اور جمنا پرساد وغیرہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو اغوا کرتے ہیں۔ ان کے دل گردے اور آنکھیں نکال کر ضرورت مند ہندوؤں کو عطیے کے طور پر دے دیتے ہیں۔ اس طرح ہندوؤں کو نئی زندگی ملتی ہے اور مسلمانوں کی تعداد کم ہونے لگتی ہے۔

پھر ٹونی جے کو کیمرون کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم ہوا کہ جن ہندوؤں کے سینوں میں مسلمانوں کے دل ٹرانسفر کیے گئے ہیں اور جن مسلمانوں کی آنکھیں ہندوؤں کو دی گئی ہیں وہ سب مسلمانوں کے انداز میں سوچنے لگے ہیں اور عمل کرنے لگے ہیں۔

یعنی وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ یہ بات ٹونی جے کے حلق سے نہیں اتر رہی تھی۔ اس نے کیمرون سے کہا ''یہ کیسے ممکن ہے؟ انسان کا جسم اور اس جسم کے اعضا نہ ہندو ہوتے ہیں، نہ مسلمان، نہ سکھ، نہ عیسائی اور نہ یہودی...... پھر ان مسلمانوں کے اعضا جن کے اندر ٹرانسفر کیے گئے ہیں وہ کیسے اسلام کی طرف مائل ہو سکتے ہیں؟''

کیمرون نے کہا ''ایسا ہو رہا ہے۔ میں نے خود رام پور کے ایک ڈاکٹر سے بات کی تھی۔ وہ ڈاکٹر ہمارا خاص آدمی ہے اور ہمارے لیے خفیہ طور پر ایسا دھندا کرتا ہے۔''

پھر کیمرون نے ٹونی جے کی مرضی کے مطابق اس ڈاکٹر سے فون پر رابطہ کیا، اس سے بات کی تو ٹونی جے فوراً ہی اس ڈاکٹر کے اندر پہنچ گیا پھر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس ڈاکٹر نے دو ہندوؤں کا تبدیلی قلب کا آپریشن کیا تھا اور مسلمانوں کے دل ان کے اندر پہنچائے تھے۔

اس نے ڈاکٹر کے اندر یہ سوال پیدا کیا ''کیا ان دونوں کے دل دین اسلام کی طرف مائل ہیں؟''

اس نے انکار میں کہا ''نہیں...... ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔''

''یعنی تم ان دونوں کا چیک اپ کرتے رہتے ہو؟''

''بے شک...... میں انہیں ہمیشہ اٹینڈ کرتا ہوں اور ان کے دل کے فنکشنز کو سمجھتا رہتا ہوں۔ ان سے باتیں بھی کرتا رہتا ہوں۔''

''کیا وہ اپنی باتوں سے یہ ظاہر نہیں کرتے کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہیں اور کیا ان میں سے ایک مریض کسی مسلمان عورت سے محبت نہیں کر رہا ہے؟ کیا اس سے شادی کرنے کے لیے وہ اسلام قبول نہیں کرنا چاہتا ہے؟''

ڈاکٹر نے پریشان ہو کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر سوچا ''یہ میرے دماغ میں ایسی باتیں کیوں پیدا ہو رہی ہیں؟ میرا کوئی مریض ایسا نہیں ہے۔ نہ کوئی مسلمان عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی کوئی اسلام قبول کرنا چاہتا ہے پھر میرے اندر ایسی باتیں کیوں پیدا ہو رہی ہیں؟''

ٹونی جے نے کیمرون کے اندر آ کر معلوم کیا کہ اسے یہ باتیں اور کہاں کہاں سے معلوم ہوئی تھیں؟ پتا چلا کہ نریندر بھاسکر اور جمنا پرساد نے اس جیسے اور بھی مریضوں کے بارے میں باتیں کی تھیں جو ہندو تھے لیکن مسلمانوں کی طرح سوچنے لگے تھے۔

کیمرون نے ٹونی جے کی مرضی کے مطابق نریندر بھاسکر سے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ ٹونی جے، بھاسکر کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا پھر اس کے ذریعے تمام معلومات حاصل کرنے لگا۔ اس نے اسے بھی مجبور کیا کہ وہ پھر اس علاقے میں جائے اور ہندو عورتوں اور مردوں سے ملاقات کرے۔

وہ جانا نہیں چاہتا تھا لیکن ٹونی جے نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ گھر سے نکل کر اس علاقے میں پہنچ گیا۔ وہاں اس نے دو چار ایسے مریض مردوں اور عورتوں سے باتیں کیں۔ ٹونی جے ان مردوں اور عورتوں کے اندر پہنچتا گیا اور ان کے خیالات معلوم کرتا گیا۔ وہ سب الجھن میں مبتلا تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ پہلے مسلمانوں کی طرح کیوں بولتے رہے تھے؟ پھر اب ایسی کیفیت کیوں نہیں ہے؟ اب تو وہ ہر طرح سے ہندو ہیں اور اپنے دھرم کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں۔

ٹونی جے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا پھر سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔ ''ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ پہلے تو وہ دین اسلام کی طرف مائل تھے لیکن اب ایسا نہیں ہے۔ وہ سب ہندو ہیں اور اپنے دھرم کے مطابق ہی سوچ رہے ہیں اور عمل کر رہے ہیں۔''

ٹونی جے کی سمجھ میں یہی آیا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا ایسے ہندوؤں کے اندر پہنچ رہا ہے جنہیں مسلمانوں کے

دل اور آنکھیں دی گئی ہیں۔ وہ خیال خوانی کرنے والا ایسے ہندوؤں کے اندر مسلمانوں کے خیالات اور جذبات پیدا کر رہا ہے۔

ٹونی جے اپنی کوئی خفیہ رہائش گاہ بنانے کی فکر میں تھا۔ ابھی وہ ان معاملات میں نہیں الجھنا چاہتا تھا۔ آخر وہ فرمان کے پاس آ گیا۔ اس سے بولا ''تم ثمر سلطانہ کا سوگ منا رہے ہو۔ بہت اداس ہو۔ اس لیے میں تمہارے پاس نہیں آیا تھا۔ اپنے ایک پرانے دوست کیمرون کے پاس رہنے کے لیے گیا تھا لیکن وہاں معاملہ ہی کچھ اور تھا۔''

وہ فرمان کو ان ہندوؤں، مسلمانوں، نریندر بھاسکر، جمنا پرساد اور کیمرون وغیرہ کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگا پھر اس نے کہا ''میں نے تم سے دوستی کی ہے تم مسلمان ہو اس لیے میں تمہیں یہ باتیں بتا رہا ہوں کہ یہاں اس ملک میں مسلمانوں کی تعداد کم کرنے کے سلسلے میں کیسی کیسی شیطانی سازشیں کی جا رہی ہیں۔''

''شکریہ دوست! تم نے بہت بڑی معلومات فراہم کی ہیں۔ مجھے ان دشمنوں سے نمٹنا ہوگا۔''

''بے شک ...... اس طرح تمہارا دل بہل جائے گا۔ تمہیں رفتہ رفتہ ثمر سلطانہ کو بھول جانا چاہیے۔''

وہ سر جھکا کر بولا ''یہ اتنی بڑی شکست ہے کہ میں اسے بھول نہیں پاؤں گا۔ اس کم بخت چنڈال نے ثمر سلطانہ جیسی معصوم اور بے گناہ لڑکی کو بے موت مارا ہے۔''

''ایسا نہ کہو...... وہ بے موت نہیں مری ہے۔ وہ تو بہت پہلے ہی مر چکی تھی۔ اسے بھول جاؤ۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا ''ہاں...... مجھے اس طرف دھیان دینا چاہیے۔ ٹونی! تم مسلمان نہیں ہو لیکن اچھے انسان تو ہو، تب ہی یہ بات سمجھ رہے ہو کہ اچھے خاصے صحت مند مسلمانوں کو ٹریپ کر کے یا اغوا کر کے ان کے دل اور آنکھیں نکالی جا رہی ہیں اور ہندوؤں کے جسموں میں منتقل کی جا رہی ہیں۔ کیا یہ غیر انسانی عمل نہیں ہے؟''

''بے شک! یہ شیطانی عمل ہے اور میں اس کے خلاف تمہارا ساتھ دوں گا۔'' پھر اس نے ذرا سوچ کر کہا ''وہ خیال خوانی کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ جو ان ہندوؤں کے اندر مسلمانوں کے خیالات اور جذبات پیدا کر رہا ہے۔ نریندر بھاسکر، جمنا پرساد اور کیمرون وغیرہ کو الو بنا رہا ہے؟''

''ایسا کوئی مسلمان ہی کر سکتا ہے۔ میرا خیال تو فرہاد صاحب کی طرف جا رہا ہے۔ وہ یا ان کے خیال خوانی کرنے والا ایسا کر رہے ہوں گے۔''

''تم فرہاد صاحب سے رابطہ کر سکتے ہو؟ کیا وہ تم سے باتیں کرتے ہیں؟''

''ہاں۔ یہ اعزاز مجھے حاصل ہے کہ وہ مجھ سے باتیں کر لیتے ہیں۔ میں ابھی ان سے بات کرتا ہوں۔''

''وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا میرے پاس آیا پھر بولا ''سر! میں فرمان بول رہا ہوں۔''

میں نے کہا ''ہاں...... بولو...... کیسے آنا ہوا؟''

''سر! آپ ٹونی جے کے بارے میں تو جانتے ہوں گے؟''

''ہاں...... بہت کچھ جانتا ہوں۔ وہ ہندوستان میں ہے اور کہیں روپوش رہتا ہے۔''

''یہ میرا بہت اچھا دوست ہے۔ میرے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے مجھے ایک ایسی بات بتائی ہے جسے سن کر میں حیران رہ گیا ہوں۔''

''ایسی کون سی بات ہے؟''

اس نے وہی باتیں بتائیں کہ شیوسینا کے اعلیٰ عہدیدار مسلمانوں کے خلاف کیسی گھناؤنی حرکتیں کر رہے ہیں؟ میں نے سب کچھ سننے کے بعد کہا ''ہاں...... وہ وہ ایسا کر رہے ہیں۔ میں جانتا ہوں۔''

''پھر تو وہ آپ ہی ہوں گے جنہوں نے ان ہندو مریضوں کے دلوں میں مسلمانوں کے خیالات اور جذبات پیدا کیے ہیں؟''

''ہاں...... میں نے اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں نے ہی ایسا کیا ہے تاکہ انہیں یہ اندیشہ پیدا ہو جائے کہ آئندہ بھی اگر وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور ان کے دل، گردے اور آنکھیں ہندوؤں کو دیں گے تو ان کے ہندو اپنے دھرم پر قائم نہیں رہ سکیں گے۔ تھالی کے بینگن کی طرح کبھی اپنے دھرم کی طرف اور کبھی دین اسلام کی طرف لڑھکتے رہیں گے۔''

''سر! ہمیں ایسے ہندوؤں اور یہودیوں کو سزا دینی چاہیے جو بے گناہ مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں اور ان کے اعضا ہندو ضرورت مندوں کے اندر پہنچا رہے ہیں۔''

''میں یہی کر رہا ہوں۔ تم بھی یہی کرو۔ خیال خوانی کے ذریعے ان کے اندر دور تک پہنچ کر یہ معلوم کرتے رہو کہ ایسی سازش کہاں کہاں ہو رہی ہیں؟ اور ہم کس طرح ان سب کا بیڑا غرق کر سکتے ہیں؟''

''میں اور ٹونی جے ان کے اندر پہنچ کر بہت کچھ معلوم کریں گے۔''

"ٹونی جے سے کہو، وہ مجھ سے باتیں کرے۔"

دوسرے ہی لمحے ٹونی جے میرے اندر آ کر بولا "تھینک یو مسٹر فرہاد! آپ نے مجھے اپنے اندر آنے کی اجازت دی ہے۔ مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے۔"

"تم چنڈال کے سحر سے نکل آئے ہو۔ پھر اپنے ملک امریکا کیوں نہیں جا رہے ہو؟"

"میں کسی بھی امریکی یا بھارتی سیاست میں الجھنا نہیں چاہتا۔ میں امریکی ہوں۔ مجھے اپنے ملک، اپنی قوم سے محبت ہے۔ میں ان کے لیے بہت کچھ کر سکتا ہوں اور اس کے لیے امریکا جانا ضروری نہیں ہے۔ اگر مجھے آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملے گا تو یہ میری خوش نصیبی ہوگی۔"

"ٹیلی پیتھی کے ذریعے انسانیت کی بہتری کے لیے کام کرتے رہو گے تو مجھے ہر قدم پر اپنے ساتھ پاؤ گے۔ میں دوستوں کا دوست ہوں اور دشمنوں کا دشمن۔ کیا چنڈال کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟"

وہ چنڈال جوگیا کے بارے میں پوری تفصیل بتانے لگا لیکن اب تانترک مہاراج نے کس کے جسم میں پہنچا کر اسے نئی زندگی دی ہے اس کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتا تھا۔

میں نے کہا "میں تانترک مہاراج کے بارے میں بہت کچھ جاننا چاہتا ہوں۔ کیا تم اس سے رابطہ رکھتے ہو؟"

"میں نے اس کی آواز اور لہجہ سنا ہے۔ اسے کالے منتر پڑھنے سے روکنے کے لیے کئی بار اس کے اندر جا چکا ہوں۔"

"کیا وہ اپنے اندر رہنے اور باتیں کرنے کا موقع دیتا ہے؟"

"جی ہاں...... میں اور فرمان اس کے اندر پانچ منٹ تک رہ چکے ہیں۔"

"کیا تم دونوں نے یہ کوشش نہیں کی کہ تم دونوں میں سے ایک اس سے باتیں کرتا رہا اور دوسرا اس کے اندر زلزلہ پیدا کر دے؟"

"وہ ایک فولادی دماغ رکھنے والا شخص ہے۔ بہت ہی پہاڑ جیسا لگتا ہے۔ ہم نے اندازہ کیا ہے کہ ہم اس کے مقابلے میں بہت کم تر ہیں۔ وہ زبردست ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے اور کالے عمل میں تو سب کا باپ لگتا ہے۔"

اس وقت مجھے اور سونیا کو یہ معلوم نہیں تھا کہ انا بیلا ہم سے مکاری کر رہی ہے اور اسی نے عدنان کو ہم سے دور کیا ہوا ہے۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ تانترک مہاراج جب کالا جادو بھی جانتا ہے اور ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے تو یہ کسی نہ کسی پہلو سے میرے پوتے کو ٹریپ کر رہا ہوگا اور اسے افریقا کے علاقے میں لے جا کر کہیں چھپانا چاہتا ہوگا۔

میں نے ٹونی جے اور فرمان سے کہا "میرا ایک چار برس کا پوتا ہے جو ہم سے بچھڑا ہوا ہے۔ دشمن اسے ایک طویل عرصے سے بھٹکاتے آ رہے ہیں اور میرے پوتے کے ساتھ حالات ایسے ہیں کہ وہ نہ ہمارے ہاتھ آ رہا ہے نہ دشمنوں کے ہاتھ لگ رہا ہے۔ فی الوقت کسی بہت ہی پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسے ٹریپ کیا ہے اور اسے ایک عورت کے ذریعے ماریشس میں پہنچا دیا ہے۔ اب یہ معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ وہ پراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے؟"

فرمان نے پوچھا "سر! آپ کو کسی پر شبہ ہے؟"

"شبہ تو کتنے ہی دشمنوں پر ہے لیکن وہ تمام دشمن بھی میرے پوتے کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ میں دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان کے کام سے اور نام سے پہچانتا ہوں۔ یہ تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کا نام پہلی بار سن رہا ہوں اور یہ شبہ ہو رہا ہے کہ ممکن ہے اسی نے میرے پوتے کو اغوا کیا ہو؟ کیا میرا عدنان کسی پہلو سے اس کم بخت کے لیے ضروری ہو گیا ہے؟"

فرمان نے کہا "ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے لیکن تانترک مہاراج کچھ بھی کر سکتا ہے۔ وہ بہت ہی خبیث اور بہت ہی خطرناک ہے۔"

ٹونی جے نے کہا "آپ نے بڑے بڑے شہ زوروں کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کیا ہے۔ آپ تانترک مہاراج کو بھی زیر کر سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ مجھے اس مہاراج کے بارے میں ذرا تفصیلی معلومات حاصل ہو جائیں۔"

ٹونی جے نے کہا "جب آپ نے چنڈال کو ہلاک کیا تھا تو اس کی آتما ناگ پور کے ایک بزنس مین کے اندر سما گئی تھی۔ اس کے بیٹوں کے نام مہیش چندر اور رمیش چندر ہیں۔ دونوں بیٹے اس کے خلاف ہو گئے تھے اور پھر انہوں نے اسے پاگل خانے بھیج دیا تھا۔ میں ان کے دماغوں میں جا کر معلوم کرتا ہوں۔ شاید وہ تانترک مہاراج کے بارے میں کچھ جانتے ہوں۔"

"میں تمہارے دماغ میں آتا ہوں۔ مجھے بھی وہاں لے چلو۔"

میں ٹونی جے کے اندر پہنچ کر اس کے ذریعے مہیش چندر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ اپنے چچا جگدیش چندر سے باتیں کر رہا تھا۔ ٹونی جے نے کہا "مسٹر فرہاد! میں تو جگدیش چندر کو بھول ہی گیا تھا۔ یہ چنڈال یعنی اپنے بھائی کا بہت بڑا حمایتی تھا۔ یہ بہت کچھ جانتا ہوگا اس کے دماغ میں پہنچنا چاہیے۔"

وہ مہیش چندر سے اور اس کے بھائی رمیش چندر سے جھگڑا کر رہا تھا۔ کہہ رہا تھا "تم دونوں نے میرے بھائی کو پاگل بنا کر پاگل خانے بھیج دیا تھا اور مار ڈالا تھا لیکن میں نے انہیں زندہ کروایا ہے۔ اب وہ کچھ دنوں میں یہاں آئیں گے اور اپنی تمام دولت، جائداد اور کاروبار تم سے چھین لیں گے۔"

میں جگدیش چندر کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ مجھے بڑی دلچسپ معلومات حاصل ہوئیں کہ جگدیش کس طرح تانترک مہاراج کے پاس گیا تھا اور مہاراج نے کس طرح چنڈال تک پہنچ کر فرمان اور ٹونی جے کو زیر کرتے ہوئے چنڈال کو اس پاگل خانے سے رہائی دلائی تھی؟ پھر اسے اس زخمی جسم سے بھی رہائی دلا کر کسی دوسرے جسم میں پہنچا دیا تھا۔

میں جگدیش چندر کے خیالات پڑھ رہا تھا اور وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ چنڈال کو وکی ورما کے جسم میں پہنچایا گیا ہے۔ تانترک مہاراج نے جگدیش سے کہا تھا کہ جب تمہارا بھائی مر جائے تو اسے اسپتال کے مردہ خانے میں جا کر رکھ دینا۔ وہاں اس کی لاش محفوظ رہے گی اور آدھی رات کے بعد اسے زندہ کر دیا جائے گا۔

مہاراج نے یہی کیا تھا۔ چنڈال کے جس جسم کو پاگل خانے سے لایا گیا تھا اس میں اس نے کسی اور کی آتما پہنچا دی تھی۔ جگدیش یہی سمجھ رہا تھا کہ اس کا بھائی ہریش چندر دوبارہ زندہ ہو گیا ہے۔

جگدیش نے میری مرضی کے مطابق چنڈال سے رابطہ کیا۔ مجھے چنڈال (ہریش چندر) کی آواز سنائی دی۔ میرا خیال تھا کہ وہ چنڈال ہے، یوگا کا ماہر ہے۔ اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گا۔ پھر میں نے خیال خوانی کی پرواز کی تو اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ میں نے اس کے خیالات پڑھے تو مایوسی ہوئی۔ وہ چنڈال نہیں تھا کوئی دوسرا شخص تھا۔ میں نے واپس جگدیش کے دماغ میں آ کر معلوم کیا کہ تانترک مہاراج سے اس کی کہاں ملاقات ہوئی تھی؟

وہ اس جگہ کے بارے میں سوچنے لگا۔ میں نے اس کے اندر یہ سوال پیدا کیا "کیا تانترک مہاراج ابھی وہاں موجود ہوگا؟ یا کہیں چلا گیا ہے۔"

وہ اس بارے میں نہیں جانتا تھا۔ میں نے اسے مجبور کیا کہ وہ اس طرف جائے اور اپنی گاڑی میں بیٹھ کر ادھر جانے لگا۔

تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ ناگ پور میں ہی تھا اور اپنے اسی استھان میں موجود تھا۔ جہاں جگدیش نے اس سے پہلے ملاقات کی تھی۔

جگدیش اس بڑے سے مکان کے احاطے میں پہنچا تو اس کے چیلے نے پوچھا "کیا آپ پھر ملاقات کرنے آئے ہیں؟"

وہ بولا "کیا مہاراج دھیان گیان میں مصروف ہیں؟"

"جی ہاں...... وہ شام تک مل سکیں گے۔ میں مہاراج کو بتا دوں گا کہ آپ آئے تھے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں پھر کسی وقت آ جاؤں گا۔"

جگدیش میری مرضی کے مطابق وہاں سے چلا گیا اور میں اس چیلے کے اندر پہنچ گیا۔ پھر میں نے فرمان اور ٹونی جے سے کہا "تم دونوں بھی یہی کرو۔ اس ایک چیلے کے ذریعے تانترک مہاراج کے تمام آدمیوں کے اندر پہنچتے رہو اور اس مہاراج پر نظر رکھو۔ جب بھی اس کی کوئی کمزوری نظر آئے تو ہم اس کمزوری سے کھیلیں گے اور اسے کمزور بنائیں گے۔"

پھر میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "تم زبیدہ بھاسکر، جمنا پرساد اور کیمرون کے دماغوں میں جاؤ اپنے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بھی مدد لو اور یہ دیکھو کہ پورے ہندوستان میں کتنے اسپتالوں کو ان لوگوں نے خرید رکھا ہے؟ اور کتنے ڈاکٹر ان کے کہنے پر ایسا گھناؤنا کام کر رہے ہیں؟ ساری معلومات حاصل ہونے کے بعد ان سے نمٹ لیا جائے گا۔"

فرمان نے قسم کھائی تھی کہ وہ چنڈال کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ثمر سلطانہ کا انتقام ضرور لے گا۔ اب اسے چنڈال کے گرو مہاراج تک پہنچنے کا موقع مل رہا تھا۔ وہ بڑے سے مکان میں رہتا تھا۔ مکان کے اندر ایک کشادہ صحن تھا۔ صحن کے وسط میں آگ جلتی رہتی تھی۔ اس آگ کے تین طرف انسانی کھوپڑیاں رکھی ہوئی تھیں اور ان کی ہڈیاں بھی اِدھر اُدھر بکھری ہوئی تھیں۔

کالے جادو سے تعلق رکھنے والا جنتر منتر کا اور بہت سا سامان بکھرا پڑا تھا۔ تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ جلتی ہوئی آگ کے ایک طرف اونچے چبوترے پر بیٹھ کر کالے عمل میں مصروف رہتا تھا۔

ہم نے پہلے اس کے ایک چیلے کے دماغ میں جگہ بنائی تھی۔ اس کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ اس مہاراج کے آس

پاس رہنے والوں میں کتنے ایسے ہیں جو یوگا کے ماہر ہیں۔ ہم اس کے ایسے اہم چیلوں سے کترا رہے تھے۔ باقی افراد کے دماغوں میں جگہ بنا کر یہ معلوم کررہے تھے کہ وہ اس وقت کیا کررہا ہے؟

پتا چلا کہ اس کے قریب ہی ایک جگہ بڑا سیاہ رنگ کا بیل بندھا ہوا ہے۔ وہ کسی خاص منتر کا جاپ کررہا ہے۔ آج آدھی رات کو وہ اس کا سر کاٹے گا۔ اس کے خون سے نہائے گا۔ پھر بھنگ پینے کے بعد کالی ماتا کے سامنے رقص کرے گا اور منتروں کا جاپ کرتا رہے گا۔

اس کے سامنے آگ کے قریب ایک بڑا سا بغدار رکھا ہوا تھا جس سے وہ اس بیل کا سر تن سے جدا کرنے والا تھا۔ میں، فرمان اور ٹونی جے ان چیلوں کے دماغوں پر قبضہ جما کر وہ بغدا اٹھا کر تانترک مہاراج پر حملہ کرسکتے تھے۔ اسے زخمی کرکے اس کے دماغ میں پہنچ سکتے تھے۔

ٹونی جے نے کہا ''مسٹر فرہاد! یہ بہت ہی مناسب موقع ہے۔ ہمیں کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔''

میں نے کہا ''دوسرے پہلو سے بھی سوچو...... ناکامی بھی ہوسکتی ہے۔ وہ اس وقت ہوش و حواس میں ہے اور منتر پڑھنے میں مصروف ہے۔ ہوسکتا ہے، اس نے کوئی ایسا خاص منتر پڑھا ہو کہ اپنے قریب آنے والوں کو محسوس کرلے۔ ایسی صورت میں ہمارا جو بھی آلہ کار اس کے قریب جاکر اسے قتل یا زخمی کرنا چاہے گا تو وہ ہوشیار ہوجائے گا۔ آنکھیں کھول کر اسے دیکھے گا اور اپنا بچاؤ کرلے گا۔''

فرمان نے تائید کی ''بے شک۔ ایسا ہوسکتا ہے۔ سر! آپ کیا چاہتے ہیں؟''

''جیسا کہ ہمیں معلوم ہوچکا ہے کہ یہ آدھی رات کو کالی مائی کے سامنے اس سیاہ بیل کی بلی چڑھائے گا۔ اس کے خون سے نہائے گا اور بھنگ پی کر رقص کرے گا۔ ایسی صورت میں یہ مدہوش رہے گا۔ تب ہم اس پر حملہ کرسکیں گے۔ اس صورت حال میں کامیابی کا زیادہ چانس ہے۔''

میں نے فرمان اور ٹونی جے کو سمجھایا ''کوئی بڑا شکار کھیلنے کے لیے صبر و تحمل کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا آدھی رات تک ہمیں بڑے تحمل سے انتظار کرنا ہوگا۔''

☆☆☆

چنڈال جوگیا نے انجلی کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر اسے حکم دیا تھا کہ وہ ایک آدھ گھنٹے تنویمی نیند سونے کے بعد بیدار ہوگی تو اپنی کار میں بیٹھ کر ہائی وے کے راستے پر آئے گی۔ وہاں وہ ایک علاقے کے ہوٹل میں موجود ہوگا۔ انجلی اس ہوٹل میں اس کے پاس آجائے گی۔

وہ ایک ہاسٹل میں تھی۔ گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد چنڈال کے پاس جانے والی تھی۔ اس وقت تک چنڈال ایک ہوٹل میں پہنچ گیا تھا اور ایک کمرا کرائے پر لینے کے بعد وہاں آرام سے بیٹھ کر خیال خوانی میں مصروف ہوگیا تھا۔

اس وقت اسے شیوانی اور عدنان کی طرف سے فرصت تھی۔ اس نے شیوانی سے کہہ دیا تھا کہ جب عدنان کا ذہن کسی ایک خیال پر مرکوز ہوگا تو وہ اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ فی الحال اسے تانترک مہاراج کے پاس بھی نہیں جانا تھا۔ مہاراج نے کہا تھا کہ وہ اپنے ایک خاص عمل میں مصروف رہے گا لہٰذا مصروفیات کے درمیان مداخلت نہ کی جائے۔ وہ خود ہی اس سے رابطہ کرے گا۔

تانترک مہاراج نے خاص عمل میں مصروف رہنے سے پہلے اس کی بیٹی کو ثمر سلطانہ کے جسم سے رہائی دلا دی تھی۔ اب وہ نئی خوب صورت جوان لڑکی کے جسم میں پہنچی ہوئی تھی۔ مہاراج نے چنڈال کو اس کے پاس پہنچا دیا تھا تاکہ باپ بیٹی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کرسکیں۔

انیتا جس نئے جسم میں پہنچی تھی۔ اتفاق سے اس لڑکی کا نام بھی انیتا ہی تھا۔ چنڈال نے پوچھا ''بیٹی! تم خوش تو ہو؟''

''پتا جی! میں بہت خوش ہوں اور آپ پر بہت فخر کرتی ہوں۔ آپ نے کتنی محنت سے ان دشمنوں سے رہائی دلائی ہے؟ کوئی دوسرا ہوتا تو ان سے شکست کھا جاتا۔''

''میں شکست کھانے اور ٹوٹنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ کیا تم نے اپنے آپ کو دیکھا ہے؟ کیسی لگتی ہو؟''

''جی...... میں نے قد آدم آئینے کے سامنے خود کو دیکھا ہے اور پھر دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔ مجھے اس بار بہت ہی خوب صورت بدن ملا ہے۔ میں تو اپنے آپ پر عاشق ہوگئی ہوں۔ آتے جاتے آئینہ دیکھ رہی ہوں۔ میں بہت خوش ہوں پتا جی! بہت خوش ہوں۔''

''بھگوان تمہیں سدا خوش رکھے۔ میں جب تک اس دنیا میں رہوں گا تب تک تمہیں بھی زندہ رکھوں گا اور اسی طرح خوشیاں دیتا رہوں گا۔ یہ بتاؤ...... تم کس شہر میں ہو؟''

''یہ ممبئی ہے اور یہاں کے ایک بنگلے میں ہوں۔ اچھا ہوا آپ آگئے۔ میں یہ نہیں جانتی کہ یہ انیتا کون ہے اور اس کے کتنے رشتے دار ہیں؟ آپ یہاں سب کے دماغوں میں جاکر مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتاتے رہیں۔''

چنڈال اپنی بیٹی کے ذریعے وہاں انیتا کے تمام رشتے داروں کے دماغوں میں جانے لگا اور بہت کچھ معلوم کرنے لگا پھر اس نے بتایا ''بیٹی! یہاں تم بہت ہی ارب پتی بزنس مین کی بیٹی ہو۔ تمہارے ممی اور ڈیڈی پیرس گئے ہوئے ہیں۔ وہ ایک ماہ بعد واپس آئیں گے۔ تم دوسرے رشتے داروں سے ملتی رہو، میں بتاتا رہوں گا کہ کون کیا ہے؟ اس کا مزاج کیسا ہے؟''

''میں ان سب سے بعد میں ملوں گی۔ پہلے فرمان تک پہنچنا چاہوں گی۔''

''کیا تم اب بھی اس کی دیوانی ہو؟''

''ہاں پتا جی! وہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ میں اس کے سوا کسی سے محبت نہیں کرسکتی۔ میں اسے ہر حال میں حاصل کرنا چاہتی ہوں۔''

''میں بھی اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ایک بار اسے غلام بنایا تھا مگر پھر ناکام ہوگیا تھا۔ اس بار چاہوں گا کہ تم اسے اس طرح پھانسو کہ پھر وہ کبھی میرے شکنجے سے نہ نکل سکے۔''

''پتا جی! آپ مجھ پر تنویمی عمل کرکے میرے دماغ کو لاک کردیں تاکہ فرمان کبھی یہ نہ معلوم کرسکے کہ میں وہی انیتا ہوں اور میں نے یہ نیا جسم حاصل کیا ہے۔''

''ہاں...... اسے نہیں معلوم ہونا چاہیے ورنہ وہ تم سے نفرت کرے گا اور تمہارے ذریعے مجھے ٹریپ کرنے کی کوشش کرے گا۔''

''کیا آپ ابھی میرے دماغ کو لاک کریں گے؟''

''نہیں۔ اس وقت میں سفر میں ہوں۔ میں نے ایک ہوٹل میں قیام کیا ہے۔ یہاں ایک معاملے میں مصروف رہوں گا۔ اس سے فرصت پاتے ہی تمہارے دماغ کو لاک کردوں گا پھر تمہارے پاس ممبئی پہنچ جاؤں گا۔''

وہ خوش ہوکر بولی ''یہ تو بہت ہی اچھا ہوگا۔ جب آپ آجائیں گے تو میں اس بنگلے میں جاؤں گی جہاں فرمان رہتا ہے۔ آپ اسے چھپ کر دیکھ سکیں گے اور اسے زخمی کرکے اپنا معمول اور تابعدار بنا سکیں گے۔''

''ہاں میں سب سے پہلے یہی کروں گا۔ کوئی یہاں مجھ سے ملنے آیا ہے میں پھر تم سے رابطہ کروں گا۔ ابھی جارہا ہوں۔''

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ کوئی اس سے ملنے کے لیے اس ہوٹل میں نہیں آیا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ انجلی کی تنویمی نیند پوری ہوچکی ہوگی اور وہ اس اسپتال سے چل پڑی ہوگی۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچا تو واقعی وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی اس علاقے میں آگئی تھی اور اس ہوٹل کو تلاش کررہی تھی۔ چنڈال اسے خیال خوانی کے ذریعے گائیڈ کرنے لگا۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی اس ہوٹل کے سامنے آکر رک گئی۔ اس نے ہوٹل کے کاؤنٹر پر آکر پوچھا ''مسٹر دکی ورما کس روم میں ہیں؟''

اسے بتایا گیا تو وہ لفٹ کے ذریعے اوپر اس کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئی۔ اس کے دستک دینے سے پہلے ہی چنڈال نے دروازہ کھول کر مسکراتے ہوئے کہا ''آؤ میری جان! میں بہت دیر سے تمہارا انتظار کررہا ہوں۔''

وہ ذرا سہمے ہوئے انداز میں بولی ''تم مجھے ہاتھ نہیں لگاؤ گے؟''

اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے اندر کھینچ لیا پھر دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا ''میں نے تمہیں پوجا پاٹ کے لیے نہیں بلایا ہے۔''

وہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولی۔ ''دیکھو...... ماؤز ہنٹر نے مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا تھا مگر اس نے کبھی ایسی حرکت نہیں کی۔ وہ مجھے بیٹی کہتا تھا۔''

''اس کی کوئی بیٹی نہیں ہوگی مگر میری تو ہے۔ تم نہیں جانتیں کہ میں کون ہوں اور کس عمر کا ہوں؟ لیکن دکی ورما کے جوان شریر میں ہوں، شہ زور ہوں۔ مجھ سے یہ توقع نہ رکھنا کہ میں تمہارے سابقہ بوڑھے عامل کی طرح تمہیں بیٹی بناؤں گا۔''

اس نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ایسے ہی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس نے ناگواری سے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا پھر غصے سے پوچھا ''کون ہے؟''

باہر خاموشی رہی جواب میں دوسری بار دستک سنائی دی۔ وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا دروازے کے پاس آکر غراتے ہوئے بولا ''کون ہے؟ جواب دو!''

باہر بدستور خاموشی چھائی رہی۔ اس نے جھک کر کی ہول سے آنکھ لگا کر دیکھا تو دروازے کے باہر دوسری طرف کوئی دکھائی نہیں دیا۔ ایسے ہی وقت دروازہ جیسے لرز گیا۔ یوں لگا جیسے باہر سے کوئی اسے دھکا دے رہا ہو۔ کوئی دروازے کو پیٹ رہا تھا۔

وہ پریشان ہوکر پیچھے ہٹ گیا۔ سوچنے لگا ''یہ کون ہوسکتا ہے؟ جواپنی آواز نہیں سنا رہا ہے۔ صرف دروازہ کھلوانے کے لیے ایسی حرکتیں کررہا ہے۔''

انجلی تیزی سے چلتی ہوئی اس کے پیچھے آکر کھڑی ہوگئی تھی۔ وہ پلٹ کر اسے دیکھنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت اسے اپنی گردن پر جلن کا احساس ہوا۔ تکلیف بھی ہوئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو انجلی کے ہاتھ میں چاقو تھا۔ اور وہ اسے زخمی کرچکی

تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "میں ماؤز ہنٹر کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ میری حفاظت کے لیے آچکا ہے۔ اب تو تمہارا باپ بھی یہ دروازہ کھولے گا۔"

چنڈال نے محسوس کیا کہ اس کا دماغ جکڑ گیا ہے۔ وہ اپنی مرضی سے نہ سوچ سکتا ہے، نہ کچھ کرسکتا ہے اور وہ دروازے کی طرف پلٹ گیا ہے۔ وہ دروازہ نہیں کھولنا چاہتا تھا لیکن اس نے کھول ہی دیا۔

دروازہ ایک جھٹکے سے کھلتا ہوا آ کر اس کے منہ پر لگا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے آیا اور انجلی سے ٹکرا گیا۔ اس نے اسے دھکا دیتے ہوئے کہا "کتے! میری طرف کیوں آرہا ہے؟"

دروازے پر ایک قدآور بوڑھا امریکی کھڑا ہوا تھا۔ اس کے سر کے اور داڑھی کے بال سفید تھے۔ چہرے پر کہیں کہیں جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ چنڈال کو دیکھ کر بولا "میں سمجھنے کی کوشش کررہا تھا کہ آخر میری بیٹی انجلی کو کس نے ٹریپ کیا ہے؟ اور یہ خیال خوانی کرنے والا کون ہے؟"

اس نے پلٹ کر دروازے کو اندر سے بند کیا پھر اسے دھکا دیتے ہوئے کہا "اچھا تو تم چنڈال ہو! یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آخر میں نے تمہیں شکار کرہی لیا۔ کئی مہینوں سے میں تمہاری تلاش میں بھٹک رہا تھا۔"

یہ کہتے ہی اس نے اس کے اندر پہنچ کر زلزلہ پیدا کردیا۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گر پڑا اور تڑپنے لگا۔ ماؤز ہنٹر نے کہا "تم کتنے بڑے اداکار ہو! یہ میں خوب جانتا ہوں۔ مجھے پہلے ہی معلوم ہوچکا ہے کہ تم فولادی دماغ رکھتے ہو۔ تم پر زلزلوں کا اثر زیادہ دیر تک نہیں رہتا۔ تم ابھی ایک دو منٹ بعد ہی پھر دماغی توانائی محسوس کرنے لگو گے۔ لیکن میں تمہیں ایسے نہیں چھوڑوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ پھر اس کے اندر شدید زلزلے پیدا کرنے لگا۔ ایک کے بعد دوسرا۔ دوسرے کے بعد تیسرا دماغی جھٹکا پہنچانے لگا۔ وہ چیخ رہا تھا۔ تڑپ رہا تھا۔ پھر ایک دم سے نڈھال ہوکر ساکت ہوگیا۔ گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اس کی دماغی حالت بتارہی تھی کہ واقعی اتنے شدید دماغی جھٹکوں کا اثر ہوا ہے۔ اس پر نیم بے ہوشی طاری ہورہی تھی۔

ماؤز ہنٹر ایک ذرا مطمئن ہوکر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ تب پتا چلا کہ اس کے پیچھے بہت بڑا جادوگر اور ٹیلی پیتھی جاننے والا تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ ہے جس نے اسے اپنا غلام اور معمول بنا رکھا ہے۔ اس کے علاوہ شیدانی نامی ایک عورت ہے جو ایک کنواری دوشیزہ انگا گنی ہوتری کے اندر سمائی ہوئی ہے۔ یہ دونوں مرچکے تھے مگر تانترک مہاراج نے ان کی آتماؤں کو ان دونوں کے جسموں میں پہنچا کر انہیں نئی زندگی دی ہے۔

ماؤز ہنٹر امریکا سے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکی ٹونی جے کو تلاش کرنے ہندوستان آیا تھا۔ اسے یہ معلوم ہوچکا تھا کہ چنڈال نے ٹونی جے کو ٹریپ کیا ہے اور اسے اپنا غلام بنا کر رکھا ہوا ہے۔

اب اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ ٹونی جے اس کے تنویمی عمل سے نجات پاچکا ہے اور آزادانہ طور پر کہیں زندگی گزار رہا ہے۔ چنڈال نہیں جانتا تھا کہ وہ ان دنوں کہاں ہے؟

ماؤز ہنٹر اس کے خیالات کو کھنگالتا رہا۔ پتا چلا کہ فرمان نامی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹونی جے کا دوست ہے۔ فرمان ابھی ممبئی میں ہے اور ٹونی جے اس کے پاس آتا جاتا رہتا ہے۔

مزید خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا کہ چنڈال کی اپنی بیٹی انیتا نے بھی ایک نیا جسم حاصل کیا ہے اس نئی نوجوان لڑکی کا نام بھی انیتا ہے اور وہ ممبئی میں ہے۔ چنڈال کل تک وہاں پہنچ کر انیتا کے ذریعے فرمان کو ٹریپ کرنے والا تھا۔ اب خود ہی ٹریپ ہوچکا تھا۔

چنڈال کا دماغ واقعی فولادی تھا کچھ دیر پہلے اس پر بے ہوشی طاری ہورہی تھی۔ مگر اب دماغی کمزوری دور ہو رہی اور اب وہ رفتہ رفتہ دماغی توانائی حاصل کررہا تھا۔ ماؤز نے کہا "انجلی پر تنویمی عمل کرتے وقت تمہیں یہ اندیشہ تھا کہ میں اس کے اندر چھپا ہوا ہوں۔ تم نے کئی طریقوں سے معلوم کرنے کی کوششیں کی تھیں پھر مطمئن ہوکر اس پر عمل کیا تھا۔ میں خاموش رہا۔ مجھے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ تم نے جس مخصوص آواز و لہجے میں انجلی کے دماغ کو لاک کیا تھا میں نے بس وہی آواز اور لہجہ یاد رکھا۔ اس کے بعد اس کا دماغ لاک رہا۔ تم نے طرح طرح سے اطمینان حاصل کیا اور اسے اپنے پاس یہاں بلالیا۔ کیا تم یہ سوچ بھی سکتے تھے کہ اپنی موت کو بلا رہے ہو؟"

وہ آنکھیں کھول کر بڑی نقاہت سے بولا "تم بری طرح پچھتاؤ گے ابھی تانترک مہاراج یہاں آتے ہی ہوں گے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

ماؤز ہنٹر نے پھر اس کے دماغ میں شدید زلزلے پیدا کیے۔ یکے بعد دیگرے شدید زلزلوں کے باعث وہ بے ہوش ہوگیا۔ ماؤز ہنٹر نے اچھی طرح اطمینان کیا۔ اب اس کی سوچ کی لہریں چنڈال کے خیالات نہیں پڑھ رہی تھیں کیونکہ

خیالات انتہائی کمزور ہوگئے تھے۔ نہ ہونے کے برابر تھے۔ کیونکہ وہ واقعی بے ہوش ہوچکا تھا۔

اس وقت تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ اپنے ایک خاص عمل میں مصروف تھا۔ اس نے کچھ دیر کے لیے اپنے کالے عمل کو روک دیا۔ وہ کم از کم آدھا گھنٹا آرام کرنا چاہتا تھا۔ پھر اس نے آرام کرنے سے پہلے اپنے غلام چنڈال کی خبر لی تو وہ چونک گیا۔ اس وقت چنڈال پر بے ہوشی طاری تھی۔ اس کے خیالات پڑھے نہیں جارہے تھے۔

وہ فوراً ہی منتر کا جاپ کرنے لگا۔ اس کے ذریعے چنڈال کے دماغ کو توانائی پہنچانے لگا۔ رفتہ رفتہ اس کے ذہن کو توانائی ملنے لگی۔ وہ اس قابل ہوگیا کہ مہاراج اس کے خیالات پڑھ سکے۔ مختصر سے خیالات پڑھتے ہی معلوم ہوا کہ انجلی کی وجہ سے وہ مصیبت میں پڑ گیا ہے اور ماؤز ہنٹر نے بڑے چالاکی سے اسے ٹریپ کیا ہے۔ مہاراج نے غصے سے چنڈال کو کہا "کتے کے بچے تو نے انجلی کو ٹریپ کرتے وقت پوری طرح یقین کیوں نہیں کیا کہ اس کا پہلا عامل اس کے اندر چھپا ہوا ہے یا نہیں؟"

وہ عاجزی سے بولا "مہاراج! مجھے معاف کردیں۔ میں نے اپنی طرف سے پوری طرح اطمینان کیا تھا۔ عمل کرنے کے بعد بھی بڑی دیر تک انجلی کے اندر رہا تھا لیکن وہاں کسی کی موجودگی کا پتا ہی نہیں چلا۔"

اسی وقت ماؤز ہنٹر کی آواز اسے اپنے دماغ کے اندر سنائی دی "اچھا تو یہاں تانترک مہاراج صاحب بھی پہنچ گئے ہیں؟ اپنے غلام کو بچانے کے لیے؟"

جنگل بھٹا چاریہ نے کہا "ہاں...... تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم اس کے دماغ سے چلے جاؤ۔"

"میں تو تمہارے اندر گھسنے کی سوچ رہا ہوں۔ ذرا انتظار کرو۔ رفتہ رفتہ راستہ بنا رہا ہوں۔"

تانترک مہاراج نے چنڈال کے دماغ سے یہ معلوم کیا کہ اس نے کس آواز اور لب و لہجے میں انجلی کے دماغ کو لاک کیا ہے؟ وہ اسی آواز اور لب و لہجے کے ذریعے انجلی کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات سے علم ہوا کہ اس کے پاس چاقو ہے اور پرس کے اندر ریوالور بھی ہے لیکن ماؤز ہنٹر نے اس سے کہا تھا کہ چنڈال کو گولی نہ ماری جائے صرف چاقو سے زخمی کیا جائے تو اسے چنڈال کے اندر جگہ مل جائے گی اور انجلی نے یہی کیا تھا۔

اس بار اس نے تانترک مہاراج کی مرضی کے مطابق پرس کھول کر ریوالور نکالا اور ماؤز ہنٹر سے کہا "تم نے مجھے منع کیا تھا کہ میں چنڈال پر فائر نہ کروں لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ مجھے تم پر گولی چلانی چاہیے یا نہیں؟ سوری! تم نے مجھے بیٹی بنایا لیکن میں مجبور کر ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر دبایا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی اس کے پاؤں میں لگی وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔

تانترک مہاراج نے اس کے اندر آکر حقارت سے کہا۔ "چیونٹی ہوکر پہاڑ سے ٹکرانے آیا تھا۔ میرے غلام کو مجھ سے چھین لینا چاہتا تھا۔ اب میں تیری زندگی تجھ سے چھین سکتا ہوں۔ بول! زندہ رہنا چاہتا ہے یا مرنا چاہتا ہے؟"

"اگر میں زندہ رہنا چاہوں تو کیا تم مجھے چھوڑ دو گے؟ کبھی نہیں میں جانتا ہوں کہ تم مجھے دشمنی کے لیے زندہ نہیں چھوڑ دو گے۔"

"ہاں...... یہ درست ہے کہ تمہیں میں نے چھوڑ دیا تو تم میرے بڑے دشمن بن کر مجھے نقصان پہنچاؤ گے لیکن میں تمہیں نقصان پہنچانے کے قابل ہی نہیں رہنے دوں گا۔ اپنا معمول اور تابعدار بنالوں گا۔"

چنڈال اٹھ کر بیٹھ گیا پھر ماؤز ہنٹر کی طرف دیکھتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "مہاراج! اس کم بخت کو جان سے نہ ماریں۔ اسے غلام بنا کر رکھیں۔ اس کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھائیں۔"

مہاراج نے کہا "ہاں، میں یہی کروں گا۔ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوجائے گا۔"

یہ کہہ کر مہاراج نے ماؤز ہنٹر کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ ہوا فرش پر تڑپنے لگا۔ مہاراج نے چنڈال سے کہا "میں آج تمام رات بہت مصروف رہوں گا۔ شاید کل صبح تم سے رابطہ کروں گا۔ اور تم بھی اس وقت تک میرے پاس نہ آنا جب تک میں خود نہ بلاؤں۔"

"جو آپ کا حکم...... اب میں خطرے سے باہر ہوں۔ میں اس کم بخت سے نمٹ لوں گا۔ آپ جاسکتے ہیں۔"

"اس لڑکی نے تمہیں زخم لگایا ہے۔ اب یہ زخم کیسا ہے؟"

"معمولی سا ہے۔ میں ابھی اپنے سامان میں سے مرہم نکال کر لگاؤں گا یہ ٹھیک ہوجائے گا۔ آپ فکر نہ کریں۔ ابھی میں تھوڑی دیر بعد ہی خیال خوانی کے قابل ہوجاؤں گا۔"

"میں واپس جارہا ہوں۔ تم اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالینا۔ اسے ہاتھ سے نہ نکلنے دینا۔"

"میں ابھی اسے باندھ کر رکھتا ہوں۔ پھر میں جیسے ہی خیال خوانی کے قابل ہوجاؤں گا تو فوراً اس پر تنویمی عمل کروں

گا۔"

مہاراج وہاں سے چلا گیا۔ اس نے ماؤز ہنٹر کے دونوں ہاتھوں اور پیروں کو رسی سے باندھا اور پھر اسے بیڈ کے ایک پائے سے باندھ کر وہیں فرش پر چھوڑ دیا اور انجلی سے کہا "تو نے مجھے دھوکا دیا تھا۔ اس کی معمولہ اور تابعدار رہنے کے باوجود مجھ سے مکاری کر رہی تھی؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میں نہیں جانتی۔ تم نے مجھ پر عمل کیا ہوگا۔ میں تمہاری تابعدار بن گئی ہوں گی لیکن یہ کیسے میرے دماغ میں آتا تھا، میں نہیں جانتی۔"

"وہ میں سمجھ گیا ہوں۔ اس نے میری مخصوص آواز اور لہجے کو اپنے ذہن میں نقش کر لیا تھا۔ اس کے ذریعے یہ تمہارے اندر آ گیا تھا لیکن اب نہیں آ سکے گا۔ اس کا ذہن اتنا کمزور ہوگیا ہے کہ یہ کئی گھنٹوں تک خیال خوانی کے قابل نہیں رہے گا۔"

اس نے اپنا بیگ کھول کر ایک مرہم نکالا پھر انجلی کو دیتے ہوئے کہا "لو...... تم نے زخم لگایا تھا اب مرہم بھی لگاؤ۔"

وہ اس کے زخم پر مرہم لگانے لگی۔ اس نے پوچھا "کیا تم محسوس کر رہی ہو کہ میری کنیز ہو، میرے حکم کی پابند ہو؟"

"ہاں...... میرا دل چاہتا ہے کہ تم جو کہو، میں اس پر عمل کرتی رہوں۔"

"ہاں...... اب تو تم ضرور کرو گی اس لیے کہ یہ بہکانے والا شخص خیال خوانی سے فی الحال محروم ہوگیا ہے، نہ تمہیں بہکائے گا اور نہ ہمارے درمیان رکاوٹ پیدا کرے گا، آؤ میری جان میرا دل خوش کر دو۔"

چنڈال اپنا زخم بھول گیا تھا۔ ایسے وقت ساری دنیا بھلا دی جاتی ہے پھر زخم کیا چیز ہے؟ ماؤز ہنٹر رسیوں سے بندھا بیڈ کے پائے کے پاس فرش پر پڑا ہوا تھا۔ آنکھیں بند کیے دماغی تکلیف کو برداشت کر رہا تھا جب ذہن کو خیال خوانی کے ذریعے جھٹکے پہنچائے جاتے ہیں تو ذہن پھوڑے کی طرح دکھنے لگتا ہے اور جب یہ تکلیف ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہے تو تکلیف جھیلنے والا بے ہوش ہو جاتا ہے۔

وہ بڑی مشکلوں سے برداشت کر رہا تھا اور اب کسی حد تک ذرا آرام محسوس کر رہا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ ایک دم دل کو صدمہ پہنچا۔ اس نے جس لڑکی کو بیٹی بنا کر رکھا تھا۔ اس کی حفاظت نہیں کر سکا تھا۔ ایسا مجبور، ایسا بے بس ہو گیا تھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔

یہ کمزوری کی علامت ہے۔ کمزور جب کچھ کر نہیں پاتے تو رونے لگتے ہیں۔ وہ دل کی گہرائیوں سے بولا "میری بچی! مجھے معاف کر دینا۔ میری زبان نے تمہیں بیٹی کہا، میرے دل نے تمہیں بیٹی مانا۔ لیکن میں ایک باپ اور ایک بزرگ کا رشتہ نہیں نبھا سکا...... او گاڈ! مجھے موت دے دے۔"

ایسے وقت چنڈال اس کے دماغ میں پہنچ کر خوشی سے بولا "میری خیال خوانی کی صلاحیتیں بحال ہو گئی ہیں۔ میری توانائی واپس آ گئی ہے۔ مگر تیرے دماغ سے بھی زلزلے کا اثر زائل ہو گیا ہے۔ تو بندھا رہنے کے باوجود میرے خلاف کچھ کر سکتا ہے۔ ابھی میں موج مستی میں ہوں۔ تجھ پر تنویمی عمل نہیں کر سکوں گا۔ بعد میں کروں گا۔ اس وقت تک پھر تجھے دماغی عذاب میں مبتلا کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے پھر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ پھر چیخیں مارتا ہوا فرش پر تڑپنے لگا۔ تڑپتے تڑپتے ایک دم ساکت ہو گیا۔ وہ بوڑھا تھا۔ شاید بڑھاپے کے اسی لمحے تک اس کی زندگی تھی یا پھر غیرت مندی تھی کہ منہ بولی بیٹی کو اس حال میں دیکھتے ہی جیتے جی مر گیا تھا۔ اس نے اپنے خدا سے موت کی دعا مانگی تھی اور وہ موت کی دعا پوری ہو گئی تھی۔

☆☆☆

شیوانی اپنی نئی زندگی کو خوب انجوائے کر رہی تھی۔ بیس برس کی کنواری دوشیزہ بن گئی تھی۔ آئینے میں خود کو دیکھتی تھی تو خوش ہو کر پہلو سے اپنا جائزہ لیتی رہتی تھی۔ دیکھ دیکھ کر دل نہیں بھرتا تھا۔ سوچتی تھی "پورس دیکھے گا تو اس کا دیوانہ ہو جائے گا۔"

وہ پورس کی دیوانی تھی۔ دوسری بار انا میریا کے جسم میں پہنچ کر نئی زندگی حاصل کرنے کے بعد سوچا تھا کہ پورس کی زندگی میں پھر سے داخل ہو گئی لیکن تانترک مہاراج نے اسے سزا دی تھی اور اس کی صلاحیتوں کو چھین لیا تھا۔ اسی لیے انا میریا پورس سے دلچسپی لیتی رہی اور وہ اندر ہی اندر پورس کے لیے تڑپتی رہی۔

اب ایسا نہیں تھا۔ تانترک مہاراج نے اسے معاف کر دیا تھا۔ بہت سی سہولتیں دی تھیں۔ بہت سی صلاحیتیں دی تھیں۔ ان صلاحیتوں میں ایک یہ بھی تھی کہ اب وہ آئینے میں دیکھ کر پورس کو یاد کرے گی تو وہ بھی اسے دکھائی دے گا اور وہ اس سے باتیں کر سکے گی۔

یوں تو عام حالت میں وہ جب بھی آئینہ دیکھتی تھی تو خود ہی کو دیکھا کرتی تھی۔ لیکن جب خاص طور پر چنڈال اور تانترک مہاراج کو یاد کرتی تھی تو وہ دکھائی دیتے تھے۔ اس طرح اب وہ پورس کو یاد کرنے والی تھی۔ اس سے پہلے وہ

اچھی طرح بن سنور رہی تھی۔ میک اپ کر رہی تھی۔ بہترین لباس پہن رہی تھی۔

اس کا خیال تھا کہ وہ ادھر آئینے میں پورس کو دیکھے گی اور ادھر سے پورس آئینے میں دیکھے گا تو وہ اسے دکھائی دے گی۔

جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ پرکشش دکھائی دے رہی ہے تب اس نے پورس کو یاد کرنے کا ارادہ کیا۔ ایسے ہی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس نے ناگواری سے دروازے کی طرف دیکھ کر پوچھا "کون ہے؟"

اس کا ایک کزن دشانت مراٹھے تھا، وہ جواب دیے بغیر دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔ اسے سر سے پاؤں تک دیکھنے لگا جیسے سحر زدہ سا ہو رہا ہو۔ وہ ناگواری سے بولی "دشانت یہ آؤٹ آف ایٹی کیٹ ہے۔ تمہیں میری اجازت کے بغیر اندر نہیں آنا چاہیے۔"

وہ بولا "الکا! یہ رسمی باتیں رہنے دو۔ میں تمہارا کزن ہوں۔ فرسٹ کزن ہوں۔ اس خاندان میں سب سے زیادہ ہینڈسم ہوں اور میں جانتا ہوں کہ تمہارا دل میری طرف مائل ہوتا رہتا ہے لیکن تم خود کو زبردستی مجھ سے دور رکھتی ہو۔"

"تمہیں اپنے بارے میں بہت زیادہ خوش فہمی ہے۔ پلیز...... یہاں سے چلے جاؤ۔ میں بہت مصروف ہوں۔"

"ہاں...... جوان لڑکیاں آئینے کے سامنے اس قدر مصروف ہو جاتی ہیں کہ ساری دنیا کو بھول جاتی ہیں۔ تم لڑکیوں کا اور کام ہی کیا ہوتا ہے؟"

"اور تمہارا کیا کام ہے۔ یہی کہ زبردستی کسی کے کمرے میں گھس آؤ؟ میں کہتی ہوں تم چلے جاؤ ورنہ میں اپنے بنگلے میں تمہارا داخلہ بند کرا دوں گی۔"

وہ مسکراتا ہوا اس کے قریب آ کر بولا "تو پھر بند کرا دو۔ اس سے پہلے میں یہاں آنے کا فائدہ اٹھا لوں۔ پھر پتا نہیں کبھی یہاں آنے کا موقع ملے یا نہ ملے؟"

وہ پیچھے ہٹ کر بولی "کیا بکواس کر رہے ہو؟ تمہارا ارادہ کیا ہے؟"

"تمہارے جیسی حسین اور نوجوان لڑکی کو دیکھ کر اور کیا ارادہ ہو سکتا ہے؟ تم مجھے چیلنج کر رہی ہو۔ اس لیے میں اس انداز میں گفتگو کر رہا ہوں اگر رومانس کے موڈ میں ہو تو پھر کوئی بات نہیں۔ میں تمہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

"میں کہتی ہوں، یہاں سے چلے جاؤ ورنہ میں سیکیورٹی گارڈز کو بلاؤں گی۔ وہ تمہیں دھکے دے کر یہاں سے نکالیں گے۔"

"دیکھو الکا! تم میری انسلٹ کر رہی ہو۔ میں ہمیشہ تمہیں محبت سے سمجھاتا رہتا ہوں لیکن اب تم بہت مغرور ہو گئی ہو۔ سیدھی طرح ہاتھ نہیں آؤ گی۔ تم گارڈز کو بلانے کی دھمکی دے رہی ہو نا؟"

یہ کہتے ہی اس نے آگے بڑھ کر لپک کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر کہا "دیکھو...... میری گرفت کتنی مضبوط ہے؟ میں اکیلا کئی دشمنوں پر بھاری پڑ سکتا ہوں اور تم تو پھر ایک نازک سی لڑکی ہو۔"

وہ اپنی کلائی چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی "کیا تم یہاں سے بے عزت ہو کر نکلنا چاہتے ہو؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "جب میں یہاں سے نکلوں گا تو تمہاری بھی کوئی عزت نہیں رہے گی۔ تم گارڈز کو بھی نہیں بلاؤ گی کیونکہ انہیں منہ دکھانے کے قابل ہی نہیں رہو گی۔"

یہ کہہ کر اس نے ہاتھ کھینچ کر اسے اپنے دونوں بازوؤں میں بھر لیا۔ وہ کسمسانے لگی۔ خود کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے خباثت سے ہنستے ہوئے کہا "مجھے ضدی لڑکیاں بہت پسند ہیں۔ جب وہ خود کو بچانے کی کوشش کرتی ہیں اور پھر بھی اپنا بچاؤ نہیں کر پاتیں، ہار جاتی ہیں۔ آخر کار ہمیں اپنی مملکت حسن و شباب کا مالک بنا دیتی ہیں تو ہم لڑکوں کو بہت فخر حاصل ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں تو خود کو سکندر اعظم سمجھتا ہوں۔"

وہ خود کو چھڑانے کی جدوجہد کر رہی تھی۔ پھر ایک دم سے چپ ہو گئی۔ وہ حیرانی سے بولا "کیا ہوا؟ تھک گئیں؟"

"نہیں...... تم بہت ہی فولادی انسان ہو۔ تمہارے بازوؤں میں آ کر پتا نہیں کیوں میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا ہے؟ میں خواہ مخواہ تمہیں غصہ دلا رہی تھی۔"

وہ اس پر جھکتے ہوئے بولا "میری جان! آئی لو یو...... تم تو بڑی جلدی مان گئیں۔"

وہ جھک کر اسے چومنا چاہتا تھا۔ وہ اپنا چہرہ ہٹا کر بولی۔ "جسٹ اے منٹ...... مجھے چھوڑو۔ میں کہیں نہیں جاؤں گی۔"

اس نے چھوڑ دیا۔ وہ تیزی سے پلٹ کر آئینے کے سامنے آئی۔ وہاں پہنچتے ہی چنڈال کو یاد کرنے لگی۔ جس طرح خیال خوانی کی لہریں چشم زدن میں دوسروں کے دماغ میں پہنچ جاتی ہیں اسی طرح چشم زدن میں چنڈال آئینے کی سطح پر دکھائی دینے لگا۔ صرف وہی اسے دیکھ سکتی تھی۔ اس کے کزن دشانت مراٹھے کو دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ آئینے میں اسے الکا اگنی ہوتری دکھائی دے رہی تھی۔

چنڈال نے اس کے دماغ میں آ کر پوچھا "کیا بات

ہے شیوانی ؟"

وہ بولی "تم میرے پیچھے دیکھ رہے ہو۔ ایک جوان لڑکا کھڑا ہوا ہے۔ یہ میری عزت سے کھیلنا چاہتا ہے۔ اس کی ایسی کی تیسی کردو۔"

وہ پلٹ کر وشانت مراٹھے سے بولی "تم مجھے اپنے سامنے دیکھ رہے ہو کیا آئینے کی سطح پر بھی میں ہی تمہیں دکھائی دے رہی ہوں۔"

وشانت نے ہنستے ہوئے کہا "یہ کیا بچوں جیسی باتیں کررہی ہو؟ آئینے کے سامنے ہو تو تم ہی دکھائی دو گی۔"

چنڈال اس کا لب و لہجہ سنتے ہی اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا "تم مجھ سے الگ ہو کر آئینے کے سامنے کیوں گئی ہو؟"

"میں تم سے اس لیے الگ ہوگئی کہ اب تم مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکو گے۔"

"اچھا...... تم پھر اپنے تیور بدل رہی ہو؟ مجھے چیلنج کررہی ہو؟"

یہ کہتے ہی وہ لپک کر اسے پکڑنا چاہتا تھا مگر ایک دم سے رک گیا۔ شیوانی نے آگے بڑھ کر اس کے گال پر ایک طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا "آؤ...... مجھے پکڑو۔"

چنڈال نے اس کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تو وہ ایک دم سے لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر فرش پر گر پڑا۔ شیوانی نے پوچھا "کیا ہوا؟ تم تو بہت شہ زور ہو؟ اور اکیلے کئی دشمنوں پر بھاری پڑتے ہو؟"

وہ تیزی سے اٹھا پھر پلٹ کر دوڑتا ہوا دیوار کے قریب گیا اور اپنے سر کو زور زور سے دیوار پر مارنے لگا۔ پیشانی زخمی ہو رہی تھی۔ چہرہ لہولہان ہو رہا تھا۔ شیوانی نے انٹرکام کے ذریعے سکیورٹی گارڈ سے کہا "فوراً میرے کمرے میں آؤ۔"

دو گارڈ دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے تو وشانت کی حالت دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس کا چہرہ اور لباس لہو سے بھیگ رہے تھے۔ وہ دیوار سے ٹیک لگائے فرش پر بیٹھا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ شیوانی نے کہا "یہ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے زخمی کیا ہے۔ اس کتے کو پکڑ کر لے جاؤ اور دھکے دے کر یہاں سے نکال دو۔"

وہ اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے وہاں سے لے گئے۔ شیوانی دروازے کو اندر سے بند کر کے آئینے کے سامنے آئی پھر چنڈال سے بولی "تمہارا بہت بہت شکریہ...... کیا تم کسی معاملے میں مصروف ہو؟"

"کوئی خاص مصروفیت نہیں ہے۔ میں ہائی وے پر ہوں اور ممبئی کی طرف جارہا ہوں۔ تمہارے کام آنے کے لیے ابھی سڑک کے کنارے رک گیا ہوں۔ کوئی اور کام ہے؟"

"ہاں...... میں ابھی آئینے میں پورس سے رابطہ کرنے والی ہوں۔ تم میرے اندر رہ کر اسے آئینے میں دیکھو۔ اور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس کے اندر پہنچ جاؤ۔ پھر اسے بتاؤ کہ اگر وہ آئینہ دیکھے گا تو اسے آئینے میں میرا عکس دکھائی دے گا اور وہ مجھ سے باتیں کرسکے گا۔"

وہ بولا "تانترک مہاراج تم پر بہت مہربان ہیں۔ تمہارے اندر انہوں نے بہت اچھی صلاحیتیں پیدا کردی ہیں۔ کیا پورس بھی تمہیں دیکھ سکے گا؟"

"ہاں...... جب وہ آئینہ دیکھے گا تو مجھے دیکھ سکے گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے دماغ کے اندر رہ کر آئینہ دیکھوں گا تو تم مجھے بھی دکھائی دو گی۔"

"ہاں۔ میں تمہیں بھی دکھائی دوں گی۔"

"ذرا ایک منٹ...... میں کار کے عقب نما آئینے میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اب تک تمہارے کام آتا رہا اور تمہارے بارے میں سوچتا لیکن میں نے اب تک تمہاری صورت نہیں دیکھی ہے۔"

وہ کار کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ اسٹیرنگ سیٹ سے ذرا ہٹ کر خود کو عقب نما آئینے میں دیکھنے لگا۔ پھر شیوانی کے دماغ میں دوبارہ پہنچا تو آئینے میں شیوانی دکھائی دینے لگی۔ وہ بڑی حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔ ایک نہایت ہی خوب صورت دوشیزہ دکھائی دے رہی تھی۔ عقب نما آئینے میں صرف اس کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔

اس نے کہا "شیوانی! تم نے بے حد حسین ہو، یہاں صرف تمہارا چہرہ دکھائی دے رہا ہے۔ اگر میں قد آدم آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر تمہارے دماغ میں پہنچوں گا تو تم سر سے پاؤں تک دکھائی دو گی۔ نہ جانے کسی قیامت لگو گی؟"

وہ اپنے حسن کی تعریف سن کر ایک دم سے کھل گئی۔ مسکرا کر بولی "پھر کبھی قد آدم آئینے کے سامنے جا کر مجھے دیکھ لینا۔ لیکن یاد رکھنا میں صرف اپنے پورس کے لیے ہوں۔ کبھی مجھ پر نیت خراب نہ کرنا ورنہ مہاراج تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"ہاں، میں جانتا ہوں۔" تم اتنی حسین ہو کہ کوئی بھی تمہارے لیے زندگی ہار سکتا ہے لیکن میں ہارنا نہیں چاہتا۔ زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ اس لیے تم سے دور ہی رہوں گا۔"

وہ بولی "فی الحال آئینے سے دور ہو جاؤ۔ صرف میرے دماغ میں رہو۔ اب میں اپنے پورس کو دیکھنا چاہتی ہوں۔"

وہ عقب نما آئینے سے ہٹ کر سیٹ پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ آئینے میں دیکھ رہی تھی اور پورس کو یاد کررہی تھی۔ کچھ دیر بعد ہی اس کی صورت آئینے کی سطح پر نظر آنے لگی۔ وہ کسی کمرے میں ایزی چیئر پر بیٹھا ہوا تھا اور اس وقت کچھ بے چینی سی محسوس کررہا تھا۔

شیوانی نے کہا "وہ بے چینی محسوس کررہا ہے۔ اسے بتاؤ کہ میں اسے آئینے میں دیکھ رہی ہوں۔ وہ بھی مجھے دیکھے گا تو اس کی بے چینی دور ہو جائے گی۔"

"تم اسے آواز دو۔ شاید وہ سن سکے۔"

شیوانی نے کچھ سوچا پھر اسے مخاطب کیا "پورس! پورس!......"

وہ پریشان ہو کر کبھی دائیں، کبھی بائیں، کبھی آگے، کبھی پیچھے دیکھنے لگا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے اندر شیوانی کی آواز اسی طرح سن رہا تھا جس طرح انا میریا سن لیا کرتی تھی۔

وہ بولی "پورس! کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟ میں شیوانی بول رہی ہوں۔"

اس نے حیرانی سے کہا "شیوانی......؟ کیا میں واقعی شیوانی کی آواز سن رہا ہوں؟"

چنڈال اس کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ گیا۔ پورس نے سمجھا کہ اس کا کوئی اپنا ٹیلی پیتھی جاننے والا آیا ہے۔ چنڈال جانتا تھا کہ جب اسے معلوم ہوگا کہ اس کے اندر کوئی دوست نہیں دشمن ہے تو وہ فوراً سانس روک لے گا۔ اس سے پہلے ہی چنڈال نے کہا "انا میریا کی طرح تم بھی آئینہ دیکھو، تمہیں شیوانی دکھائی دے گی۔ تم سے باتیں کرے گی۔"

اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ چنڈال واپس شیوانی کے اندر آ گیا۔ پورس آئینے میں دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر سوچ رہا تھا۔ پھر وہ تیزی سے چلتا ہوا ایک آئینے کے سامنے آ کر سوچنے لگا "کیا شیوانی مجھے اس آئینے میں دکھائی دے گی؟"

یہ سوچتے ہی اسے شیوانی دکھائی دینے لگی۔ لیکن چہرہ اور رنگ روپ بدل گیا تھا۔ وہ الکا اگنی ہوتری تھی مسکرا کر بولی "پورس! تم نے مجھے مار ڈالنے کی کوشش کی تھی اور انا میریا کو ہی مار ڈالا ہے لیکن اب میں اس نئے جسم میں پہنچ گئی ہوں مجھے اس دنیا میں رہ کر ایک لمبی زندگی گزارنی ہے۔ میں اپنے بیٹے کے بغیر اور تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔"

پورس بڑی حیرانی سے آئینے میں الکا اگنی ہوتری کو دیکھ رہا تھا جو یہ دعویٰ کررہی تھی کہ وہ شیوانی ہے اور وہ اس دعوے کو اس لیے تسلیم کررہا تھا کہ اس سے پہلے بھی شیوانی آئینے کے ذریعے انا میریا سے رابطہ کیا کرتی تھی۔ اب وہ براہِ راست اس سے رابطہ کررہی تھی۔

اس نے حیرانی سے پوچھا "شیوانی! مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ یہ تم ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "مجھے اچھی طرح دیکھو۔ میں کتنی حسین اور پرکشش بن گئی ہوں؟"

وہ آئینے کے سامنے زاویے بدلنے لگی۔ ہر انداز سے اسے اپنا آپ دکھانے لگی۔ وہ اسے مسحور کرنا چاہتی تھی۔ پورس نے پوچھا "کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تمہاری آتما ایک جسم سے دوسرے جسم میں ٹرانسفر ہو جاتی ہے؟"

"ہاں...... میں یہی کہہ رہی ہوں اور تمہیں یقین کر لینا چاہیے کہ میں نے پھر ایک نئی زندگی حاصل کی ہے۔"

وہ بے یقینی سے بولا "لیکن جب تک تم میری زندگی میں تھیں اور شیوانی کی حیثیت سے زندگی گزار رہی تھیں۔ اس وقت تمہارے پاس آتما شکتی کی صلاحیت نہیں تھی پھر مرنے کے بعد تم میں یہ صلاحیت کیسے پیدا ہو گئی ہے؟"

"ہمارے ایک تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ ہیں۔ میں ان کی داسی ہوں۔ انہوں نے پہلے مجھے انا میریا کے اندر پہنچایا تھا۔ اب اس نوجوان اور حسین لڑکی کے اندر پہنچایا ہے۔ اس لڑکی کا نام الکا اگنی ہوتری ہے۔"

"تمہارا یہ تانترک مہاراج کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟"

"یہ جہاں بھی رہتا ہے۔ تم پوچھ کر کیا کرو گے؟ کبھی اس پہاڑ سے ٹکرانے کی غلطی نہ کرنا۔ تمہارا باپ فرہاد علی تیمور بھی ٹکرائے گا تو پاش پاش ہو جائے گا۔"

"آج تک کتنے ہی شہ زور میدان عمل میں آئے اور میرے بابا کو چیلنج کرتے رہے۔ دھمکیاں دیتے رہے کہ بابا ان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں گے لیکن وہ چیلنج کرنے والے اب اس دنیا سے نابود ہو چکے ہیں۔"

"ہمارے تانترک مہاراج کبھی نابود نہیں ہوں گے۔ جب وہ ہماری آتما کو ایک جسم سے دوسرے جسم میں پہنچا دیتے ہیں تو پھر وہ خود کیسے مر سکتے ہیں؟ وہ اگر مریں گے تو فوراً ہی نئی زندگی پالیں گے۔ وہ جادو ہی نہیں ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہیں۔"

"شیوانی! مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہو رہا ہے کہ تم کالا جادو جاننے والوں کے چنگل میں پھنسی ہوئی ہو۔ اسی لیے میرے بیٹے سے دشمنی کررہی ہو۔"

"یہ دشمنی جلد ہی ختم ہو جائے گی۔ میں اپنے بیٹے کو بہت جلد حاصل کرلوں گی۔"

پورس نے کہا ’’ہمیں اب تک یہ معلوم نہیں ہورہا ہے کہ عدنان کو کس نے اغوا کیا ہے؟ اور اسے ہم دور لے جا کر کہاں چھپانا چاہتا ہے؟ کیا یہ سب کچھ تمہارا تانترک مہاراج کررہا ہے؟‘‘

’’اگر مہاراج ایسا کرتے تو ڈنکے کی چوٹ پر سب سے کہتے کہ عدنان کو ہم نے حاصل کرلیا ہے اور اب کوئی طاقت میرے بچے کو چھین کر نہیں لے جاسکے گی۔‘‘

’’تم خود کو تانترک مہاراج کی داسی کہہ رہی ہو۔ کیا اس کی داشتہ بن گئی ہو؟‘‘

’’ایسی بات زبان پر نہ لاؤ۔ میں صرف تمہارے لیے پیدا ہوئی ہوں اور تمہارے لیے ہی مروں گی۔ میں جب بھی کوئی جسم حاصل کروں گی تو وہ صرف تمہارے لیے ہی ہوگا کیونکہ میری آتما صرف اور صرف تمہارے لیے ہے۔‘‘

’’جب تم مجھے اتنی شدت سے چاہتی ہو تو پھر میری بات مان لو۔ میرے پاس آجاؤ۔ ہم اپنے بیٹے عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچائیں گے۔ وہاں اس کی تعلیم و تربیت ایسی ہوگی جیسی ہماری ہوئی ہے۔ اسے ناقابلِ شکست بنادیا جائے گا۔‘‘

’’مہاراج بھی کسی سے کم نہیں ہیں۔ وہ میرے بیٹے کو اس دنیا کا عجیب و غریب انسان بنائیں گے۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ عدنان کو حاصل کرنے کے لیے ایک بہت ہی خطرناک کالا عمل کرنے والے ہیں اور شاید وہ ایسا کررہے ہیں۔‘‘

’’مجھے افسوس ہے تم کالے عمل کے باعث شیطانی شکنجے میں پھنسی ہوئی ہو۔ اگر تم میرے پاس نہیں آؤ گی میری بات نہیں مانو گی تو میں تمہاری صورت بھی دیکھنا گوارہ نہیں کروں گا۔‘‘

’’تم مجھے دیکھو گے...... بار بار دیکھو گے۔ جب بھی اپنے اندر بے چینی محسوس کرو تو فوراً آئینے کے سامنے آجانا۔ وہاں میں تمہیں نظر آؤں گی پھر ہم دونوں باتیں کیا کریں گے۔‘‘

’’شیوانی میں پھر تمہیں سمجھاتا ہوں۔ مجھ سے بے انتہا محبت کرتی ہو تو یوں آئینے کے پیچھے رہ کر دور ہی دور سے محبت نہ جتاؤ۔ میرے پاس چلی آؤ۔ میں تم پر ایسا روحانی عمل کراؤں گا کہ کالے جادو کا تم پر سے اثر ختم ہوجائے گا۔‘‘

وہ طنزیہ انداز میں بولی ’’اونہہ...... اس کے بعد تم میرے بیٹے کے ساتھ مجھے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچادو گے۔ ہم ماں بیٹے کو پوری طرح مسلمان بنادو گے۔ اس ادارے کے قید خانے میں ہمیں قیدی بنا کر رکھو گے اور اپنے بیٹے پر تنہا فخر کرتے رہو گے۔ ایک ماں سے اس کی ممتا، اس کا قرب سب کچھ چھین لو گے۔‘‘

’’جب عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے تو اپنے چاہنے والوں کی اچھی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ تم بھی نہیں سمجھ سکو گی۔ تم سے بحث کرنا فضول ہے۔ اب میں آئینے کے سامنے نہیں آؤں گا۔‘‘

’’تمہاری مرضی ہے مت آؤ...... میں تو بلاؤں گی۔ اور پھر بھی نہیں آؤ گے تو جب عدنان میرے پاس پہنچے گا تب بے اختیار دوڑے چلے آؤ گے۔ یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔‘‘

پورس آئینے کے سامنے سے ہٹ گیا۔ شیوانی کو آئینے میں اب اپنا عکس دکھائی دے رہا تھا۔ وہ بہت خوش تھی۔ پہلی بار جب عدنان کو جنم دینے کے بعد اس کی موت واقع ہوئی تھی تب سے اس نے پورس کو اپنے روبرو نہیں دیکھا تھا۔ انا میریا کے جسم میں سمانے کے بعد وہ پورس کے قریب گئی تھی لیکن وہ اسے انا میریا کہہ کر ہی قبول کیا کرتا تھا اور یہ اس کے اندر رہ کر بھی اپنی محبت اور اپنے جذبات پیش نہیں کرسکتی تھی۔

تانترک مہاراج نے اسے سزا دی تھی اور وہ انا میریا کے اندر قیدی بن کر رہ گئی تھی۔

اب ایسی بات نہیں تھی۔ وہ آزاد اور خودمختار تھی۔ جب چاہتی آئینے کے روبرو آکر پورس سے ملاقات کرسکتی تھی، باتیں کرسکتی تھی۔ اسے رفتہ رفتہ اپنی طرف مائل کرسکتی تھی۔ آج کا رویہ بتا رہا تھا کہ وہ اس سے مایوس ہے۔ بدظن ہوگیا ہے لیکن اسے یقین تھا کہ وہ اپنے روٹھے ہوئے مرد کو منالے گی۔

چنڈال نے کہا ’’میں تمہارے چور خیالات بھی پڑھ رہا ہوں۔ تم واقعی اپنے پورس کو بہت چاہتی ہو۔ تمہیں اپنے بیٹے عدنان کے ساتھ پورس کو بھی اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔‘‘

’’اب سے پہلے میں انا میریا کے اندر تھی اور بہت مجبور تھی۔ پورس کو براہِ راست اپنی طرف مائل نہیں کرسکتی تھی۔ اب تانترک مہاراج نے مجھے بہت سی صلاحیتیں دی ہیں اور میں مہاراج سے کہوں گی کہ وہ پورس پر بھی کوئی ایسا عمل کریں کہ وہ ہماری طرف چلا آئے۔ ہمارے کالے عمل کے سائے میں رہا کرے۔‘‘

پورس اپنی شیوانی کو بہت چاہتا تھا۔ اس کی موت کے بعد بھی اسے یقین نہیں ہوتا تھا کہ اس کی چاہنے والی اس سے جدا ہوئی ہے۔ آج آئینے کی سطح پر اسے دیکھ کر دل دھڑکنے

لگا۔ وہ جس کی تمنا کررہا تھا اور یقین ہوگیا تھا کہ مرنے کے بعد بھی کوئی واپس نہیں آتا تو وہ محبت کرنے والی واپس آگئی تھی۔ اگرچہ شیطانی عمل سے آئی تھی لیکن اس دنیا میں موجود تھی اور اس کے لیے نئی زندگی کی سانس لے رہی تھی۔

اس نے انا میریا سے بھی اسی لیے محبت کی تھی کہ وہ شیوانی سے مشابہت رکھتی تھی اور شیوانی کی طرح بولتی تھی۔ دعویٰ بھی کرتی تھی کہ وہ شیوانی ہے، اس کے بیٹے عدنان کی ماں ہے۔

اب وہ شیوانی ایک نئے روپ میں الکا اگنی ہوتری کے نام سے سامنے آئی تھی اور اسے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ وہ اس کی طرف کھنچا جارہا تھا۔ اس نے فون کے ذریعے سونیا سے رابطہ کیا۔ سونیا نے پوچھا۔ ’’کہو بیٹے! کیا بات ہے؟‘‘

’’مما! ایک عجیب سی بات ہے۔ حالانکہ اب ہمارے لیے کوئی بات عجیب سی نہیں رہی...... مما! شیوانی پھر زندہ ہوگئی ہے۔‘‘

اس نے حیران ہوکر پوچھا ’’یہ کیا کہہ رہے ہو بیٹے؟‘‘

’’ہاں...... میں نے سوچا تھا کہ انا میریا مرچکی تھی لیکن اس کے جسم میں شیوانی سما گئی تھی۔ انا میریا کو ہلاک کردیا جائے تو شیوانی بھی مرجائے گی اور عدنان کا پیچھا چھوڑ دے گی۔‘‘

سونیا نے پوچھا ’’تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ زندہ ہے؟‘‘

’’اس بار اس نے براہِ راست مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ پہلے آئینے کی سطح پر وہ صرف انا میریا کو دکھائی دیتی تھی مگر اب مجھے بھی نظر آنے لگی ہے۔‘‘

پورس نے تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کے بارے میں بھی بتایا کہ وہ بہت ہی خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والا جادوگر ہے۔ شیوانی اس کی داسی ہے۔ وہ اس کے لیے عدنان کو ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا ہے۔

سونیا نے پریشان ہوکر کہا ’’یوں لگتا ہے جیسے ساری دنیا میرے پوتے کے پیچھے پڑ گئی ہے۔ جسے دیکھو وہ اس معصوم بچے سے دشمنی کررہا ہے۔ اس وقت پتا نہیں وہ کہاں جارہا ہے؟ اس کم بخت نے اسے نیند کی دوا کھلادی ہے۔ اگر وہ کسی اور کے قبضے میں جائے گا تو وہ اسے بے ہوش کرکے رکھے گا تاکہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں نہ آئیں۔ اس طرح تو میرے بچے کو نقصان پہنچتا رہے گا۔ وہ ذہنی طور پر کمزور ہوتا چلا جائے گا اب مجھ سے برداشت نہیں ہورہا ہے۔ میں جناب تبریزی کے پاس جاؤں گی اور ان سے مدد مانگوں گی۔‘‘

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ پورس بھی سوچ میں پڑ گیا کہ اب بہت ہوچکا ہے۔ ایک طویل عرصے سے میرا بیٹا بھٹک رہا ہے اور دشمن اسے بھٹکا رہے ہیں۔ آئندہ وہ اس کا ذہن خراب کرنے والے ہیں۔ اسے ایبنارمل بنانے والے ہیں۔ لہٰذا اب تو یہ بہت ہی ضروری ہوگیا ہے کہ جناب تبریزی سے مدد لی جائے۔

☆☆☆

سونیا کسی پر اندھا اعتماد نہیں کرتی تھی۔ اس نے انابیلا پر بھروسا کیا تھا اور اس سے یہ سمجھوتا کیا تھا کہ وہ اس کی ہدایات پر عمل کرتی رہے گی تو وہ اسے اسرائیل میں حکومت کرنے کا موقع دیتی رہے گی۔

انابیلا نے یہ سمجھ لیا تھا کہ سونیا اب واقعی اس پر بھروسا کرنے لگی ہے۔ اس کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کی ماں کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا اور اسے سونیا کے سامنے جھکنے پر مجبور کیا تھا۔ تب ہی انابیلا سونیا کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگئی تھی۔ اس کے بعد ہی یہ سمجھوتا ہوا تھا کہ وہ سونیا کی مرضی کے مطابق اسرائیل میں حکومت کرے گی۔

جب یہ سمجھوتا ہوگیا تو سونیا نے کہا ’’تمہاری ماں کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔ اب مجھ سے کبھی دھوکا نہ کرنا۔‘‘

لیکن انابیلا کسی کے دباؤ میں نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اس نے چوبیس گھنٹوں کے اندر اپنی ماں پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے دماغ کو لاک کردیا تھا پھر وہ بڑی دیر تک اپنی ماں کے اندر رہی تھی اور اطمینان حاصل کرتی رہی تھی کہ سونیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں موجود نہیں ہے اس کے بعد یقین ہوگیا تھا کہ آئندہ سونیا ماں کو اس کی کمزوری نہیں بنا سکے گی۔

صالح بن طالبی نے سونیا کے پاس آکر کہا تھا کہ اس نے اپنی ماں کے دماغ کو لاک کردیا ہے لیکن میں نے اس مخصوص آواز اور لب و لہجے کو اپنے ذہن میں نقش کرلیا جس کے ذریعے اس کے مقفل دماغ میں بھی جایا جاسکتا ہے۔

وہ بولی ’’ٹھیک ہے۔ فی الحال انابیلا کی طرف سے انجان بن کر رہو۔ جیسے ہم اس سے دھوکا کھارہے ہیں۔‘‘

اس کے بعد ہی ولاڈی میر اور ارناکوف وغیرہ نے کالے عمل کے ذریعے انابیلا کی ماں تک رسائی حاصل کی تھی اور اسے اذیتوں میں مبتلا کیا تھا اور ماں نے بیٹی کو بلیک میلنگ سے بچانے کے لیے خودکشی کرلی تھی۔

یہ وہ وقت تھا جب انابیلا عدنان تک پہنچ گئی تھی اور جولیانا دانسن کے ذریعے اسے ایک طیارے میں اسرائیل پہنچانا چاہتی تھی۔ ایسے وقت اس نے سونیا وغیرہ سے رابطہ نہیں

کیا تھا کیونکہ اس کے دل میں چور تھا اور وہ عدنان کو محفوظ مقام پر پہنچانے تک کسی سے رابطہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

لیکن صالح بن طالبی نے سونیا کو بتا دیا تھا کہ اس کی ماں مر چکی ہے۔ سونیا نے کہا ''پھر تو انابیلا بہت صدمہ اٹھا رہی ہوگی۔ شاید اسی لیے اس نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ بہرحال کبریا کو بلاؤ۔''

صالح بن طالبی نے کبریا کو سونیا کے پاس بھیجا۔ اس نے پوچھا ''لیس مما! کیا حکم ہے؟''

اس نے کہا ''انابیلا سے تمہارے اختلافات پیدا ہو گئے ہیں لیکن ابھی ان اختلافات کو بھول جاؤ۔ اس کی ماں وفات پا چکی ہے۔ اب شاید وہ تدفین وغیرہ کے سلسلے میں مصروف ہوگی۔ ایسے وقت اگر تم اس کے کسی کام آ سکتے ہو تو آ جاؤ۔''

کبریا نے پہلے سوچا کہ انابیلا سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا جائے اور اس کی ماں کے سلسلے میں تعزیت کی جائے پھر اس نے سوچا ''یہ مناسب نہیں ہے۔ پہلے اس کے بنگلے میں جا کر دیکھنا چاہیے اس کے حالات معلوم کرنے چاہئیں پھر اس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرنا مناسب رہے گا۔''

جب وہ اس کے بنگلے کے قریب پہنچا تو انابیلا کار ڈرائیو کرتی ہوئی اپنے بنگلے سے باہر جا رہی تھی۔ وہ خاموشی سے اس کا تعاقب کرنے لگا۔ وہ ائرویز کمپنی میں گئی تھی اور اپنے لیے جہاز کا ایک ٹکٹ خرید رہی تھی۔ جب وہ وہاں سے ٹکٹ لے کر چلی گئی تو کبریا نے وہاں آ کر کاؤنٹر گرل سے باتیں کیں پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا کہ انابیلا نے استنبول جانے کے لیے ایک سیٹ ریزرو کرائی ہے اور وہ دوسرے دن کی فلائٹ سے جانے والی ہے۔

کبریا نے فوراً ہی اپنے لیے بھی اسی طیارے میں ایک سیٹ ریزرو کرالی پھر باہر آ کر کار میں بیٹھنے کے بعد فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا تو ایک ملازم کی آواز سنائی دی۔ اس نے ملازم کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کیا کہ واقعی اس کی ماں مر چکی ہے یا نہیں؟

اس ملازم کے ذریعے پتا چلا کہ اس کی ماں واقعی مر چکی ہے اور انابیلا نے اس کی میت کو مذہبی پیشوا اور اس کے کارکنوں کے حوالے کر دیا ہے تاکہ وہ اس کی تدفین کر سکیں۔

کبریا نے سونیا سے رابطہ کیا پھر کہا ''مما! وہ تو استنبول جا رہی ہے۔ کل دوپہر کی فلائٹ میں اس نے ایک سیٹ ریزرو کرائی ہے۔''

''یہ اچانک انڈیا چھوڑ کر استنبول کی طرف کیوں جا رہی ہے؟''

''میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ ضرور کوئی خاص بات ہے اس لیے میں نے بھی اسی فلائٹ میں اپنے لیے ایک سیٹ ریزرو کرالی ہے۔''

''بیٹے! یہ تو تم نے بہت اچھا کیا۔ خاموشی سے اس کا تعاقب کرو۔ اپنے چہرے پر تبدیلیاں کرو اور اس سے دور دور رہو۔ تاکہ وہ تم پر شبہ کرے اور نہ ہی تمہارے دماغ میں پہنچ کر تمہارے خیالات پڑھنے کی کوشش کرے۔''

''آپ فکر نہ کریں مما! وہ میرے اندر آ کر بھی میرے خیالات پڑھ کر میری اصلیت نہیں معلوم کر سکے گی۔''

پھر کبریا نے مجھے مخاطب کیا میں نے کہا ''ہاں بیٹے! بولو کیا بات ہے؟''

اس نے مجھے بتایا کہ وہ کس طرح انابیلا کا تعاقب کرنا چاہتا ہے؟ اور کل دوپہر کی فلائٹ سے استنبول کی طرف جا رہا ہے۔

یہ باتیں بتانے کے بعد اس نے کہا ''میں چاہتا ہوں آپ مجھ پر تنویمی عمل کریں اور میری شخصیت بدل دیں تاکہ انابیلا میرے خیالات پڑھنے کے باوجود میری اصلیت معلوم نہ کر سکے۔''

میں نے اس کی خواہش کے مطابق اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کی شخصیت بدل دی تھی۔ اب وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ انابیلا یا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر آ کر اس کے خیالات پڑھ سکتا تھا۔

وہ طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ اس کے آگے والی سیٹ پر انابیلا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک آدھ بار اس کی طرف دیکھا تھا لیکن اسے پہچان نہیں پائی تھی۔

وہ لنچ کے بعد اپنی سیٹ کی پشت کو ذرا پیچھے کر کے آرام سے نیم دراز ہو کر خیال خوانی میں مصروف رہنا چاہتی تھی۔ جب اس نے سیٹ کی پشت کو پیچھے کی طرف کیا تو وہ کبریا کی طرف آ گئی۔ وہ پیچھے سے اس پر جھک کر بولا ''تم اتنے کھلے گریبان کا بلاؤز کیوں پہنتی ہو؟ کچھ دکھا رہی ہو اور کچھ چھپا رہی ہو؟''

وہ فوراً ہی چونک کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ پھر سر گھما کر بولی ''تم یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟''

''بکواس میں نہیں کر رہا ہوں۔ تم دیکھ رہی ہو کہ تم نے یہ سیٹ اس قدر پیچھے کر دی ہے کہ سیدھی میری گود میں آ رہی ہو۔ ویسے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔''

وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر بولی ''تم کچھ

زیادہ ہی بولتے ہو مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں نے تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔''

کبریا نے فخر سے اپنے کالر کو اونچا کیا پھر مسکراتے ہوئے کہا ''ضرور دیکھا ہوگا۔ میں اکثر حسین لڑکیوں کے خوابوں میں آ جایا کرتا ہوں۔''

انابیلا نے گھور کر اسے دیکھا پھر منہ پھیر کر سیٹ پر نیم دراز ہو گئی۔ سوچنے لگی کہ اس نوجوان کو کہاں دیکھا ہے؟ بہت ہی ہینڈسم اور اسمارٹ ہے۔ معلوم کرنا چاہیے کہ یہ کون ہے؟ کہاں سے آ رہا ہے؟ اور کہاں جا رہا ہے؟

یہ سوچتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر کبریا کے اندر پہنچ گئی۔ وہ اپنی سیٹ پر انجان بنا بیٹھا رہا۔ وہ اس کے خیالات پڑھتی رہی۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا نام البرٹ موس ہے۔ نام سے ہی پتا چل گیا کہ وہ یہودی ہے۔ پھر اس کے خیالات نے بھی بتایا کہ وہ کٹر یہودی ہے ایک بہت بڑے بزنس مین کا بیٹا ہے۔ اس کے چار بھائی ہیں۔ اس کے باپ نے اور چاروں بھائیوں نے اسے گھر سے نکال دیا ہے کیونکہ وہ کاروبار میں دلچسپی نہیں لیتا تھا۔ اس کا شوق یہی تھا کہ وہ باڈی بلڈنگ کرے اور فائٹنگ کے نت نئے انداز سیکھتا رہے اور دنیا کا ناقابل شکست بلیک بیلٹر بن جائے اور وہ ایسا بنتا جا رہا تھا۔

فی الوقت البرٹ موس کا مسئلہ یہ تھا کہ اس کے پاس صرف اسی ہزار ڈالرز رہ گئے تھے۔ اس کے بعد یہ فکر تھی کہ کہاں سے کمائے گا اور کہاں سے کھائے گا؟ اگر کاروبار میں دل لگانا چاہے گا تو باپ اور بھائی ابھی بلا کر اسے گلے لگا لیں گے لیکن اسے تو کاروبار سے کوئی دلچسپی ہی نہیں تھی بلکہ وہ تو کام ہی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے صرف باڈی بلڈنگ اور فائٹنگ کا شوق تھا۔ ایڈونچر لائف یعنی مہم جوئی والی زندگی گزارنا چاہتا تھا اور یہ سوچتا رہتا تھا کہ دولت کمانے کا کوئی ایسا آسان راستہ مل جائے جہاں کاروباری پیچیدگیاں نہ ہوں اور بہت زیادہ دماغ کھپانا نہ پڑے۔

انابیلا اس حد تک اس کے خیالات پڑھ کر مطمئن ہو گئی کہ وہ دشمنوں میں سے نہیں ہے اور ٹیلی پیتھی کی دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب اس کے خیالات پڑھ کر وقت ضائع کرنا مناسب نہیں تھا۔ وہ عدنان کی طرف توجہ دینے لگی۔

اس کے ساتھ رہنے والی عورت جولیانا والسن کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ وہ استنبول آنے کے لیے کوشش کر رہی ہے۔ اس نے دو سیٹیں ریزرو بھی کرالی ہیں لیکن وہ فلائٹ چوبیس گھنٹے بعد وہاں سے روانہ ہوگی۔

انابیلا نے حساب لگایا کہ وہ خود چار گھنٹے بعد استنبول پہنچنے والی ہے۔ اس کے بعد بیس گھنٹے جولیانا والسن اور عدنان کا وہاں انتظار ہوگا۔ انتظار کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ کوئی فلائٹ نہیں تھی اور کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا کہ جولیانا والسن عدنان کو لے کر فوراً استنبول پہنچ جاتی۔ دل کو اس بات کا دھڑکا لگا ہوا تھا کہ عدنان کا ذہن پھر کسی ایک خیال پر مرکوز ہوگا تو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بھیڑ لگ جائے گی پھر سب ہی اسے اپنی اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیں گے۔

وہ اپنی سیٹ پر نیم دراز تھی۔ خیال خوانی بھی کر رہی تھی اور سوچ بھی رہی تھی کہ موجودہ حالات میں اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس نے خواب آور گولیوں کے ذریعے عدنان کو سلا دیا تھا۔ وہ تقریباً چار پانچ گھنٹے تک سوتا رہا تھا۔ پھر بیدار ہو گیا تھا۔

عدنان کے دماغ میں پہنچ کر اطمینان ہوا کہ بیدار ہونے کے بعد بھی اس کے دماغ میں خیالات گڈمڈ ہیں اور ابھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آ کر اس سے دشمنی نہیں کر سکے گا۔

وہ اپنے معاملے میں مصروف تھی اور کبریا تنہا بور ہو رہا تھا۔ وہ اس سے دوستی کر کے باتیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ استنبول کیوں جا رہی ہے؟ اور اس کے ارادے کیا ہیں؟

اس نے ذرا سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا وہ اپنی سیٹ پر نیم دراز تھی۔ آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ وہ دھیمی آواز میں بولا ''ایکسکیوزمی!''

اس نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں ادھر ادھر دیکھا پھر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ سر گھما کر کبریا سے پوچھا ''کیا تم نے مجھے مخاطب کیا تھا؟''

''ہاں...... مجھے افسوس ہے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ تم سو رہی ہو۔''

''اگر میں جاگ رہی ہوں تو کیا فرق پڑے گا؟''

''اگر جاگ رہی ہو تو کیا مطلب ہوا؟ تم تو جاگ ہی رہی ہو؟''

''وہ...... دراصل میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ تمہارے پاس ماچس ہوگی؟''

وہ حیرانی سے بولی ''کیا......؟ تم ایک لڑکی سے ماچس مانگ رہے ہو؟ کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں نشہ کرتی ہوں؟ تم ماچس کیوں مانگ رہے ہو؟ اور وہ بھی جہاز میں؟''

کیا تھا کیونکہ اس کے دل میں چور تھا اور وہ عدنان کو محفوظ مقام پر پہنچانے تک کسی سے رابطہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

لیکن صالح بن طالبی نے سونیا کو بتا دیا تھا کہ اس کی ماں مر چکی ہے۔ سونیا نے کہا "پھر تو انابیلا بہت صدمہ اٹھا رہی ہوگی۔ شاید اسی لیے اس نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ بہرحال کبریا کو بلاؤ۔"

صالح بن طالبی نے کبریا کو سونیا کے پاس بھیجا۔ اس نے پوچھا "لیس مما! کیا حکم ہے؟"

اس نے کہا "انابیلا سے تمہارے اختلافات پیدا ہو گئے ہیں لیکن ابھی ان اختلافات کو بھول جاؤ۔ اس کی ماں وفات پا چکی ہے۔ اب شاید وہ تدفین وغیرہ کے سلسلے میں مصروف ہوگی۔ ایسے وقت اگر تم اس کے کسی کام آ سکتے ہو تو آ جاؤ۔"

کبریا نے پہلے سوچا کہ انابیلا سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا جائے اور اس کی ماں کے سلسلے میں تعزیت کی جائے پھر اس نے سوچا "یہ مناسب نہیں ہے۔ پہلے اس کے بنگلے میں جا کر دیکھنا چاہیے اس کے حالات معلوم کرنے چاہئیں پھر اس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرنا مناسب رہے گا۔"

جب وہ اس کے بنگلے کے قریب پہنچا تو انابیلا کار ڈرائیو کرتی ہوئی اپنے بنگلے سے باہر جا رہی تھی۔ وہ خاموشی سے اس کا تعاقب کرنے لگا۔ وہ ائر ویز کمپنی میں گئی تھی اور اپنے لیے جہاز کا ایک ٹکٹ خرید رہی تھی۔ جب وہ وہاں سے ٹکٹ لے کر چلی گئی تو کبریا نے وہاں آ کر کاؤنٹر گرل سے باتیں کیں پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا کہ انابیلا نے استنبول جانے کے لیے ایک سیٹ ریزرو کرائی ہے اور وہ دوسرے دن کی فلائٹ سے جانے والی ہے۔

کبریا نے فوراً ہی اپنے لیے بھی اسی طیارے میں ایک سیٹ ریزرو کرائی پھر باہر آ کر کار میں بیٹھنے کے بعد فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا تو ایک ملازم کی آواز سنائی دی۔ اس نے ملازم کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کیا کہ واقعی اس کی ماں مر چکی ہے یا نہیں؟

اس ملازم کے ذریعے پتا چلا کہ اس کی ماں واقعی مر چکی ہے اور انابیلا نے اس کی میت کو مذہبی پیشوا اور اس کے کارکنوں کے حوالے کر دیا ہے تاکہ وہ اس کی تدفین کر سکیں۔

کبریا نے سونیا سے رابطہ کیا پھر کہا "مما! وہ تو استنبول جا رہی ہے۔ کل دوپہر کی فلائٹ میں اس نے ایک سیٹ ریزرو کرائی ہے۔"

"یہ اچانک انڈیا چھوڑ کر استنبول کی طرف کیوں جا رہی ہے؟"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ ضرور کوئی خاص بات ہے اس لیے میں نے بھی اسی فلائٹ میں اپنے لیے ایک سیٹ ریزرو کرالی ہے۔"

"بیٹے! یہ تو تم نے بہت اچھا کیا۔ خاموشی سے اس کا تعاقب کرو۔ اپنے چہرے پر تبدیلیاں کرو اور اس سے دور دور رہو۔ تاکہ وہ تم پر شبہ کرے اور نہ ہی تمہارے دماغ میں پہنچ کر تمہارے خیالات پڑھنے کی کوشش کرے۔"

"آپ فکر نہ کریں مما! وہ میرے اندر آ کر بھی میرے خیالات پڑھ کر میری اصلیت نہیں معلوم کر سکے گی۔"

پھر کبریا نے مجھے مخاطب کیا میں نے کہا "ہاں بیٹے! کیا بات ہے؟"

اس نے مجھے بتایا کہ وہ کس طرح انابیلا کا تعاقب کرنا چاہتا ہے؟ اور کل دوپہر کی فلائٹ سے استنبول کی طرف جا رہا ہے۔

یہ باتیں بتانے کے بعد اس نے کہا "میں چاہتا ہوں آپ مجھ پر تنویمی عمل کریں اور میری شخصیت بدل دیں تاکہ انابیلا میرے خیالات پڑھنے کے باوجود میری اصلیت معلوم نہ کر سکے۔"

میں نے اس کی خواہش کے مطابق اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کی شخصیت بدل دی تھی۔ اب وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ انابیلا یا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر آ کر اس کے خیالات پڑھ سکتا تھا۔

وہ طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ اس کے آگے والی سیٹ پر انابیلا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک آدھ بار اس کی طرف دیکھا تھا لیکن اسے پہچان نہیں پائی تھی۔

وہ لنچ کے بعد اپنی سیٹ کی پشت کو ذرا پیچھے کر کے آرام سے نیم دراز ہو کر خیال خوانی میں مصروف رہنا چاہتی تھی۔ جب اس نے سیٹ کی پشت کو پیچھے کی طرف کیا تو وہ کبریا کی طرف آ گئی۔ وہ پیچھے سے اس پر جھک کر بولا "تم اتنے کھلے گریبان کا بلاؤز کیوں پہنتی ہو؟ کچھ دکھا رہی ہو اور کچھ چھپا رہی ہو؟"

وہ فوراً ہی چونک کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ پھر سر گھما کر بولی "تم یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"بکواس میں نہیں کر رہا ہوں۔ تم دیکھ رہی ہو کہ تم نے یہ سیٹ اس قدر پیچھے کر دی ہے کہ سیدھی میری گود میں آ رہی ہو۔ ویسے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر بولی "تم کچھ

زیادہ ہی بولتے ہو مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں نے تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔"

کبریا نے فخر سے اپنے کالر کو اونچا کیا پھر مسکراتے ہوئے کہا "ضرور دیکھا ہوگا۔ میں اکثر حسین لڑکیوں کے خوابوں میں آ جایا کرتا ہوں۔"

انابیلا نے گھور کر اسے دیکھا پھر منہ پھیر کر سیٹ پر نیم دراز ہو گئی۔ سوچنے لگی کہ اس نوجوان کو کہاں دیکھا ہے؟ بہت ہی ہینڈسم اور اسمارٹ ہے۔ معلوم کرنا چاہیے کہ یہ کون ہے؟ کہاں سے آ رہا ہے؟ اور کہاں جا رہا ہے؟

یہ سوچتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر کبریا کے اندر پہنچ گئی۔ وہ اپنی سیٹ پر انجان بنا بیٹھا رہا۔ وہ اس کے خیالات پڑھتی رہی۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا نام البرٹ موس ہے۔ نام سے ہی پتا چل گیا کہ وہ یہودی ہے۔ پھر اس کے خیالات نے بھی بتایا کہ وہ کٹر یہودی ہے ایک بہت بڑے بزنس مین کا بیٹا ہے۔ اس کے چار بھائی ہیں۔ اس کے باپ نے اور چاروں بھائیوں نے اسے گھر سے نکال دیا ہے کیونکہ وہ کاروبار میں دلچسپی نہیں لیتا تھا۔ اس کا شوق یہی تھا کہ وہ باڈی بلڈنگ کرے اور فائٹنگ کے نت نئے انداز سیکھتا رہے اور دنیا کا ناقابلِ شکست بلیک بیلٹر بن جائے اور وہ ایسا بنتا جا رہا تھا۔

فی الوقت البرٹ موس کا مسئلہ یہ تھا کہ اس کے پاس صرف اسی ہزار ڈالرز رہ گئے تھے۔ اس کے بعد یہ فکر تھی کہ کہاں سے کمائے گا اور کہاں سے کھائے گا؟ اگر کاروبار میں دل لگانا چاہے گا تو باپ اور بھائی ابھی بلا کر اسے گلے لگا لیں گے لیکن اسے تو کاروبار سے کوئی دلچسپی ہی نہیں تھی بلکہ وہ تو کام ہی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے صرف باڈی بلڈنگ اور فائٹنگ کا شوق تھا۔ ایڈونچر لائف یعنی مہم جوئی والی زندگی گزارنا چاہتا تھا اور یہ سوچتا رہتا تھا کہ دولت کمانے کا کوئی ایسا آسان راستہ مل جائے جہاں کاروباری پیچیدگیاں نہ ہوں اور بہت زیادہ دماغ کھپانا نہ پڑے۔

انابیلا اس حد تک اس کے خیالات پڑھ کر مطمئن ہو گئی کہ وہ دشمنوں میں سے نہیں ہے اور ٹیلی پیتھی کی دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب اس کے خیالات پڑھ کر وقت ضائع کرنا مناسب نہیں تھا۔ وہ عدنان کی طرف توجہ دینے لگی۔

اس کے ساتھ رہنے والی عورت جولیانا وانسن کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ وہ استنبول آنے کے لیے کوشش کر رہی ہے۔ اس نے دو سیٹیں ریزرو بھی کرالی ہیں لیکن وہ فلائٹ چوبیس گھنٹے بعد وہاں سے روانہ ہوگی۔

انابیلا نے حساب لگایا کہ وہ خود چار گھنٹے بعد استنبول پہنچنے والی ہے۔ اس کے بعد بیس گھنٹے جولیانا وانسن اور عدنان کا وہاں انتظار ہوگا۔ انتظار کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ کوئی فلائٹ نہیں تھی اور کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا کہ جولیانا وانسن عدنان کو لے کر فوراً استنبول پہنچ جاتی۔ دل کو اس بات کا دھڑکا لگا ہوا تھا کہ عدنان کا ذہن پھر کسی ایک خیال پر مرکوز ہوگا تو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بھیڑ لگ جائے گی پھر سب ہی اسے اپنی اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیں گے۔

وہ اپنی سیٹ پر نیم دراز تھی۔ خیال خوانی بھی کر رہی تھی اور سوچ بھی رہی تھی کہ موجودہ حالات میں اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس نے خواب آور گولیوں کے ذریعے عدنان کو سلا دیا تھا۔ وہ تقریباً چار پانچ گھنٹے تک سوتا رہا تھا۔ پھر بیدار ہو گیا تھا۔

عدنان کے دماغ میں پہنچ کر اطمینان ہوا کہ بیدار ہونے کے بعد بھی اس کے دماغ میں خیالات گڈمڈ ہیں اور ابھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آ کر اس سے دشمنی نہیں کر سکے گا۔

وہ اپنے معاملے میں مصروف تھی اور کبریا تنہا بور ہو رہا تھا۔ وہ اس سے دوستی کر کے باتیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ استنبول کیوں جا رہی ہے؟ اور اس کے ارادے کیا ہیں؟

اس نے ذرا سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا وہ اپنی سیٹ پر نیم دراز تھی۔ آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ وہ دھیمی آواز میں بولا "ایکسکیوز می!"

اس نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں ادھر ادھر دیکھا پھر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ سر گھما کر کبریا سے پوچھا "کیا تم نے مجھے مخاطب کیا تھا؟"

"ہاں...... مجھے افسوس ہے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ تم سو رہی ہو۔"

"اگر میں جاگ رہی ہوں تو کیا فرق پڑے گا؟"

"اگر جاگ رہی ہوں تو کیا مطلب ہوا؟ تم تو جاگ ہی رہی ہو؟"

"وہ...... دراصل میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ تمہارے پاس ماچس ہوگی؟"

وہ حیرانی سے بولی "کیا......؟ تم ایک لڑکی سے ماچس مانگ رہے ہو؟ کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں نشہ کرتی ہوں؟ تم ماچس کیوں مانگ رہے ہو؟ اور وہ بھی جہاز میں؟"

"تم کیوں ناراض ہو رہی ہو؟ میں اس ہوائی جہاز کو آگ لگانے کے لیے نہیں مانگ رہا ہوں۔ بس سگریٹ سلگانا چاہتا ہوں۔"

وہ اس کے خیالات پڑھ چکی تھی اور یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ کوئی نشہ نہیں کرتا ہے۔ اس نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا "کیا بکواس کر رہے ہو؟ تم تو کوئی نشہ نہیں کرتے۔ تمہارے پاس تو سگریٹ بھی نہیں ہے۔"

کبریا نے جان بوجھ کر حیرانی ظاہر کی "تم...... تم یہ کیسے جانتی ہو کہ میرے پاس سگریٹ نہیں ہے اور میں نشہ نہیں کرتا ہوں۔"

وہ ذرا گڑبڑا گئی پھر سنبھل کر بولی "میں چہرہ دیکھ کر پہچان لیتی ہوں۔ اور یقین سے کہتی ہوں کہ تم نشے کے عادی نہیں ہو۔"

وہ بولا "کمال ہے۔ تم واقعی درست کہہ رہی ہو۔ یہ تم چہرہ دیکھ کر کیسے پہچان لیتی ہو؟ پلیز...... پھر میرے چہرے کو دیکھو اور میرے بارے میں کچھ بتاؤ۔ میں تمہاری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا رہوں گا، تم مجھے دیکھتی رہو گی اور بولتی رہو گی۔ میں سنتا رہوں گا۔ سنتا رہوں گا...... یہاں تک کہ ہماری زندگی گزر جائے گی۔"

اس نے بڑے جذباتی انداز میں یہ باتیں کہیں۔ وہ بولی "لگتا ہے تم رومینٹک ہو رہے ہو؟"

"تم تو چہرہ دیکھ کر سمجھ لیتی ہو۔ یہ بھی بتا دو کہ میں واقعی رومینٹک ہو رہا ہوں؟"

وہ مسکرا کر بولی "تم بہت باتونی ہو۔ بات سے بات بناتے جا رہے ہو؟"

"تمہیں اپنی سیٹ پر گھوم کر بولنا پڑ رہا ہے۔ میں پیچھے بیٹھا ہوا ہوں۔ کیا میں تمہارے پاس آ کر بیٹھ سکتا ہوں؟ یا تم میرے پاس آ سکتی ہو؟"

"نہ میرے پاس کوئی سیٹ خالی ہے اور نہ تمہارے پاس...... اس لیے یہ خیال اپنے دل سے نکال دو۔"

"تم چاہو تو اپنے برابر بیٹھے ہوئے شخص کو اپنی طرف مائل کر سکتی ہو اور اسے میری سیٹ پر آنے کے لیے قائل کر سکتی ہو۔"

وہ گھور کر بولی "میں بھلا کیسے مائل کر سکتی ہوں؟"

"تم میں دو خوبیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ بہت پیاری ہو۔ جوان ہو کوئی مرد تمہاری بات نہیں ٹھکرائے گا اور پھر یہ کہ تم چہرہ پڑھ کر اس شخص کے بارے میں معلوم کر سکتی ہو کہ یہ اپنی سیٹ خالی کرے گا یا نہیں؟"

"میں بھلا ایسا کیوں کروں؟ مجھے کیا ضرورت ہے کہ اسے اپنے پاس سے اٹھا کر اس کی جگہ تمہیں بٹھاؤں؟"

"ہاں...... تم اسے ضروری نہیں سمجھتی ہو۔ مگر میں تمہیں اپنے لیے ضروری سمجھتا ہوں۔ میں اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو قائل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو ابھی قائل کرتی ہوں۔ تم دلچسپ ہو...... تمہارے ساتھ سفر اچھا گزرے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے برابر بیٹھے ہوئے شخص کو مخاطب کیا اور اس سے باتیں کرنے لگی۔ خیال خوانی کے ذریعے اسے قائل کرنے لگی کہ وہ کبریا کی سیٹ پر چلا جائے۔

وہ فوراً ہی راضی ہو گیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر کبریا کے پاس آیا۔ کبریا وہاں سے اٹھ کر اس شخص کی سیٹ پر آ کر انابیلا سے لگ کر بیٹھ گیا۔ وہ ذرا دور ہٹتے ہوئے بولی "میں نے تمہیں فری ہونے کے لیے نہیں بلایا ہے۔"

"تم نے مجھے اپنے قریب کیا ہے۔ یہی بہت ہے۔ یہ سفر میرے لیے یادگار رہے گا۔ بائی دا وے...... تم کہاں جا رہی ہو؟ ہو سکتا ہے، ہماری منزل ایک ہی ہو؟"

"کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہماری منزل ایک ہو۔ یہ بتاؤ تم کہاں جا رہے ہو؟"

"جہاں کہیں دولت کمانے کا موقع ملے گا میں وہیں لد جاؤں گا۔"

"دولت کمانے کے لیے ہنر مندی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تمہارے پاس کوئی ہنر ہے؟"

کبریا نے اپنے بازو کے مسلز دکھاتے ہوئے کہا "میں باڈی بلڈر ہوں۔ بہترین فائٹر ہوں۔ تنہا دس پر بھاری پڑتا ہوں۔"

"کیا ساری زندگی کشتیاں لڑتے ہوئے گزارو گے؟"

"جب تک جوان ہوں، کشتیاں لڑتا رہوں گا اور جیتا رہوں گا۔ اس کے بعد نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہوگا؟"

"کوئی ایسا کام کرو۔ جس سے بڑھاپے میں بھی تمہارے پاس دولت رہے جوانی میں کماؤ گے تو وہ دولت بڑھاپے میں کام آئے گی۔"

"اب تک یہی سمجھ میں نہیں آیا کہ میں اپنی طاقت اور جوانی کو کیسے کیش کروں کہ دولت ہاتھ آتی رہے؟"

"تم بہت اچھے فائٹر ہو تو کسی کے باڈی گارڈ بن کر رہو۔"

"میں ملازمت نہیں کروں گا۔ مجھے غلامی پسند نہیں ہے؟ پھر یہ کہ ملازم بن کر ملتا ہی کیا ہے؟ پانچ ہزار یا دس ہزار ڈالر ملیں گے۔ اس سے کیا بنے گا؟"

"تم ہر ہفتے کتنا کمانا چاہتے ہو؟"

وہ ذرا سوچ کر بولا "میں ہر ہفتے کم از کم پچاس ہزار ڈالر کمانا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی "بس...... اتنے ہی؟ پھر تو میں تمہیں اپنا باڈی گارڈ بنا سکتی ہوں۔"

"باڈی کا مطلب ہے، بدن کی حفاظت کرنے والا...... یعنی تم اپنا بدن میرے حوالے کرو گی؟ تاکہ میں اس کی حفاظت کرتا رہوں۔"

وہ چونک کر بولی "تم تو الٹے سیدھے مطلب نکالتے ہو...... میرا یہ مطلب نہیں ہے۔"

"پھر کیا مطلب ہے؟ ویسے جو تم چاہو گی، میں وہی کروں گا۔ صرف انگلی پکڑنے کو کہو گی تو میں انگلی کی حفاظت کروں گا۔ ہاتھ پکڑنے کی اجازت دو گی تو پورے ہاتھ کی حفاظت کروں گا بس اسی طرح جیسے جیسے ترقی کے مواقع فراہم کرتی رہو گی میں ترقی کرتا رہوں گا۔"

وہ اسے گھورتے ہوئے بولی "کیا ترقی اس طرح کی جاتی ہے؟ تم نکمے ہو کبھی کوئی ڈھنگ کا کام نہیں کر سکو گے۔ اسی لیے تمہیں گھر سے نکالا گیا ہے؟"

اس نے چونک کر پوچھا "یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ مجھے گھر سے نکالا گیا ہے؟"

وہ ایک دم سے گڑبڑا گئی پھر بولی "وہ...... تمہاری صورت پر لکھا ہوا ہے کہ تم گھر کے ہو نہ گھاٹ کے۔ بس ادھر ادھر بھٹکتے رہتے ہو۔"

وہ اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولا "اپنا ہاتھ نہ چھڑانا...... میں نے اسے عقیدت سے تھاما ہے۔ تم کوئی پہنچی ہوئی پراسرار ہستی ہو۔ میرے اندر کی باتیں جان لیتی ہو۔ میں تم سے متاثر ہو رہا ہوں۔ بس ابھی فیصلہ کر رہا ہوں کہ میں تمہارا باڈی گارڈ بن کر رہوں گا۔ ساری زندگی تمہارے ساتھ رہوں گا۔ تم پیچھا چھڑانا چاہو گی تب بھی پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

اس کے ہاتھوں میں ہاتھ آتے ہی انابیلا کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ وہ ایسے ہی ہاتھوں کی گرفت میں پہلے بھی آ چکی ہے۔ کیا تمام مردوں کا لمس ایک سا ہوتا ہے؟ مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ جیسے یہ میرا اپنا ہے اور میں اسے جنم جنم سے جانتی ہوں۔ میں اپنا ہاتھ نہیں چھڑاؤں گی۔ اسے اپنے ساتھ رکھوں گی۔ یوں بھی مجھے ایک مضبوط اور قابل اعتماد محافظ کی ضرورت ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اسے مزید قابل اعتماد بناتی رہوں گی۔ یہ میرا غلام بن جائے گا۔

اسے خوش فہمی تھی کہ وہ کبریا کو ٹریپ کر رہی ہے جبکہ خود اس کی طرف مائل ہو رہی تھی اور اس کے قابو میں آنے والی تھی۔ کبریا چاہتا تو وہیں کھانے پینے کی کسی چیز میں اسے اعصابی کمزوری کی دوا ملا کر دے سکتا تھا یوں اس کے دماغ پر حاوی ہو سکتا تھا اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا سکتا تھا۔

لیکن یہ جانتا تھا کہ اس کی مما اس سے کوئی کام لے رہی ہے۔ اسے اسرائیل میں حکمرانی کا موقع دے رہی ہے پھر یہ کہ انابیلا کو دماغی طور پر کمزور کرنا مناسب نہیں تھا۔ ایسا کیا جاتا تو ولاڈی میر، ارناکوف اور آدازون وغیرہ بھی اس کے دماغ میں گھس آتے اور اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنانے کی کوشش کرتے۔ یا اسے مار ڈالتے۔ اس طرح کچھ بھی حاصل نہ ہوتا۔

وہ دشمن آپس میں لڑ رہے تھے۔ ان لڑنے والوں میں انابیلا بھی تھی اور ان کی آپس کی لڑائی سے ہمیں بھی فائدہ پہنچ رہا تھا۔ اس لیے کبریا، انابیلا کو ذہنی طور پر نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔

☆☆☆

ولاڈی میر دشانبے سے روانہ ہو کر اسلام آباد پہنچ گیا۔ وہاں اس کے طلسمی آلے نے بتایا کہ شیوانی مشرق کی طرف ہے۔ اس نشاندہی کے مطابق اسے پاکستان کے مشرقی حصے کے آخری شہر لاہور تک جانا تھا۔ وہاں پہنچنے تک وہ آلہ بتاتا رہتا کہ سفر کے دوران میں سمت بدلنی چاہیے یا نہیں؟

وہ شیرٹن ہوٹل کے ایک کمرے میں تھا اور خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ عدنان کا ذہن ایک خیال پر مرکوز ہوا ہے یا نہیں؟ جب وہ تین گھنٹے پہلے اس کے دماغ میں پہنچا تھا تو اس وقت وہ گہری نیند میں تھا۔ اب وہ بیدار ہو چکا تھا لیکن اس کے خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ وہ مایوس ہو کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا تھا۔ اب یہ انتظار تھا کہ شاید ایک آدھ گھنٹے میں وہ نارمل ہو جائے گا اور اس کے خیالات پڑھے جا سکیں گے۔

یہ اندازہ تھا کہ عدنان جس کے ساتھ بھی ہے وہ اسے ماریشس کے کسی علاقے میں لیے پھر رہی ہے۔ ولاڈی میر دشانبے سے اسلام آباد تک سفر کے دوران میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرتا رہا تھا کہ کتنے چار یا پانچ برس کے بچے اپنے والدین کسی مرد کے ساتھ یا کسی عورت کے ساتھ کہیں

جارہے ہیں اور کہیں سے آرہے ہیں۔

تمام ائرویز کمپنیوں کے کمپیوٹرز کے ذریعے یہ معلوم ہوسکتا تھا کہ کتنے مسافر اپنے چار یا پانچ برس کے بچوں کے ساتھ آئے ہیں؟ یا کہیں جانے والے ہیں۔ ان کے نام، پتے اور فون نمبرز بھی معلوم کیے جاسکتے تھے۔

کئی گھنٹے گزرنے کے بعد ولاڈی میر، ارنا کوف، آوازون وغیرہ کو یہ معلوم ہوگیا کہ عدنان جس کے ساتھ ہے وہ ایک عمر رسیدہ عورت ہے۔ اس کا نام جولیانا والسن ہے۔ وہ اسرائیل کے شہر تل ابیب کی رہنے والی ہے۔ سفر کے دوران بھٹک کر ماریشس پہنچ گئی ہے۔ اب وہاں سے جب بھی جائے گی تو اپنے ہی ملک اپنے ہی شہر، تل ابیب جائے گی۔

وہ تمام خیال خوانی کرنے والے ایسی تمام فلائٹس پر نظر رکھے ہوئے تھے جو اسرائیل کے شہر تل ابیب یا یروشلم جانے والی تھیں اور مسافروں میں جولیانا والسن کے نام کی طرف توجہ دے رہے تھے کیونکہ اس کا پاسپورٹ اسی نام سے تھا۔ وہ تبدیل نہیں کرسکتی تھی اور اسے اسی نام سے چار برس کے بچے کو لے کر تل ابیب جانا تھا۔

انا بیلا نے ان ہی تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر یہ سوچا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس فلائٹ کی طرف دھیان نہیں دیں گے جو استنبول کی طرف جارہی ہے لہٰذا وہ جولیانا والسن کو عدنان کے ساتھ استنبول بلارہی تھی۔

ولاڈی میر ہوٹل کے کمرے میں آرام سے بیٹھا ہوا سوچ میں گم تھا۔ ایسے ہی وقت چونک گیا۔ خیال خوانی کی لہریں محسوس ہوئیں۔ اس سے پہلے کہ وہ سانس روکتا ارنا کوف نے کہا ”میں بول رہی ہوں۔ اپنا کوئی نیا فون نمبر بتاؤ۔“

اس نے نمبر بتائے پھر سانس روک لی۔ وہ واپس چلی گئی۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی کو اپنے دماغ کے اندر نہیں آنے دیتا۔ اس نے تھوڑی دیر کے لیے ارنا کوف کو آنے دیا تھا۔ یہ یقین تھا کہ وہ کوئی شیطانی حرکت کرے گی، اس سے دشمنی کرنا چاہے گی تو وہ اس سے پہلے ہی سانس روک لے گا اگر وہ زلزلہ پیدا کرنا چاہے گی تو اس نے خود پر کالا عمل کیا ہوا تھا۔ اس لیے اس کا دماغ اتنی جلدی زلزلے سے متاثر نہیں ہوسکتا تھا۔

موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے اسے آن کرکے کان سے لگایا پھر کہا ”ہاں...... بولو؟“

وہ بولی ”میں نے تمہارے اندر چند سیکنڈ رہ کر اتنا تو معلوم کیا ہے کہ تم پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کے شیرٹن ہوٹل میں ہو۔“

”تم بھی چڑیل ہو۔ ذرا سا موقع پاتے ہی تم نے میرے بارے میں معلومات حاصل کرلی ہیں۔ اگر میں یہاں ہوں تو تم کیا کروگی؟“

”صرف یہ پوچھوں گی کہ پاکستان میں کیا کررہے ہو؟ وہاں جنوبی ایشیا کی طرف کیوں گئے ہو؟“

”میں ایک اہم خبر سناؤں گا تو تم یقین نہیں کروگی۔“

”تم سناؤ...... میں یقین کروں یا نہ کروں، معلوم تو ہو کہ وہ اہم خبر کیا ہے؟“

”وہ یہ کہ انا میریا (شیوانی) پھر زندہ ہوگئی ہے۔“

”یہ کیا بکواس ہے؟ وہ دوبارہ کیسے زندہ ہوسکتی ہے؟“

”کیا ہم کالا عمل نہیں جانتے ہیں؟ کیا ہم آتما شکتی کے بارے میں معلومات نہیں رکھتے ہیں؟ کیا آتما شکتی کے ذریعے اسے دوسری زندگی حاصل نہیں ہوسکتی؟“

دوسری طرف ارنا کوف کچھ دیر تک چپ رہی پھر قائل ہوکر بولی ”ہاں...... ایسا ہی ہوا ہوگا۔ لیکن ایسا کس نے کیا ہوگا؟ وہ کون ہے جس نے انا میریا کی آتما کو کسی دوسرے جسم میں پہنچایا ہے؟“

”مجھے یہی معلوم کرنا ہے۔ میں اسی کی تلاش میں یہاں آیا ہوں اور میرا طلسمی آلہ اس کی تلاش میں مجھے جہاں لے جائے گا، میں جاؤں گا اور مجھے یہ یقین ہورہا ہے کہ اسی انا میریا نے عدنان کو اغوا کیا ہے۔“

ارنا کوف نے کہا ”ہماری معلومات کے مطابق عدنان کو کوئی عورت لے جارہی ہے اور وہ عمر رسیدہ ہے۔“

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ ہوسکتا ہے، اس بار انا میریا کی آتما کسی بوڑھی عورت کے جسم میں پہنچی ہو یا پھر وہ جوان ہو لیکن اس نے بوڑھی عورت کا میک اپ کر رکھا ہو؟“

وہ بولی ”تمہاری بات دل کو لگ رہی ہے اور واقعی ایسا ہو بھی سکتا ہے لیکن ہم سب انا بیلا کو کیوں نظر انداز کررہے ہیں؟ کیا وہ کوئی مکاری نہیں دکھا سکتی؟ پہلے بھی اس نے بڑی مکاری سے عدنان کو اغوا کیا تھا پھر میری بیٹی تاشا کے منتروں سے عدنان اس کے چنگل سے نکلا تھا لیکن پھر بھی تاشا اسے قابو میں نہ کرسکی اور انا بیلا اسے دوسری بار قابو میں کرکے کہیں لے جارہی ہے۔“

”یعنی ہمیں صرف انا میریا کے بارے میں نہیں، انا بیلا کے بارے میں بھی سوچنا ہوگا۔ وہ بچہ ان دونوں میں سے کسی کے ہاتھ لگ گیا ہے اور وہ اسے چھپاتی پھر رہی ہے؟“

”تمہارے طلسمی آلے کے مطابق وہ جنوبی ایشیا کی طرف گئی ہے جبکہ عدنان اس عورت کے ساتھ ماریشس میں ہے یعنی انا میریا مشرق کی طرف ہے تو وہ بچہ مغرب کی طرف ہے۔ میرے اندر یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ اس بچے کو انا بیلا ہی کہیں لے جارہی ہے۔“

”کچھ بھی ہو۔ میں یہ جانتا ہوں کہ انا میریا کا تعلق عدنان سے بہت گہرا ہے کیونکہ وہ اس کی ماں ہے اور وہ ماں ہر قیمت پر عدنان تک پہنچے گی۔ اس طرح میں اس کے پیچھے پیچھے اس بچے تک پہنچ جاؤں گا۔“

”یہ تمہارا اپنا طریقہ کار ہے۔ مجھے تو یہ دیکھ کر اطمینان ہورہا ہے کہ تم ماریشس کی طرف نہیں جارہے ہو۔ اس کے برعکس جنوبی ایشیا کی طرف بڑھ رہے ہو۔“

”یہ کیا بات ہوئی؟ ویسے بھی ہم سب اب تک اس بچے سے دور ہی دور رہے ہیں۔ خیال خوانی کے ذریعے کالے عمل کے ذریعے اس کے قریب پہنچتے رہے ہیں۔ میرے جنوبی ایشیا کی طرف جانے سے تمہیں کیوں اطمینان ہورہا ہے؟“

”اس لیے کہ میرا بیٹا آوازون ماریشس پہنچنے والا ہے۔ اگر عدنان وہاں ہاتھ نہ آیا تو وہ سیدھا اسرائیل جائے گا اور تل ابیب شہر میں اس بچے کا انتظار کرے گا اس لیے اطمینان ہے کہ وہاں تمہارے جیسے ایک دشمن سے ٹکراؤ نہیں ہوگا۔ باقی جو دشمن ہیں، ان سے ہم نمٹ لیں گے۔“

یہ کہہ کر اس نے فون کا رابطہ ختم کردیا۔

☆☆☆

سونیا اب برداشت نہیں کرسکتی تھی کہ اس کا پوتا بار بار ادھر سے ادھر بھٹکتا رہے۔ دشمنوں کے ہتھے چڑھتا رہے اور اس کے ذہن کو نقصان پہنچتا رہے۔ وہ اپنا ہینڈ بیگ لے کر فوراً ہی کاٹیج سے نکل آئی۔ اس کے دروازے کو لاک کرکے کار میں بیٹھ کر ایک پرائیویٹ ائر فلائنگ کمپنی میں پہنچ گئی۔

وہ بابا صاحب کے ادارے میں جاکر فوراً ہی جناب تبریزی سے ملنا چاہتی تھی۔ ان سے گڑگڑا کر التجا کرنا چاہتی تھی کہ اب بہت ہوچکا ہے۔ اس کے پوتے کو بابا صاحب کے ادارے میں آجانا چاہیے۔ شرپسندوں نے ایسا ہنگامہ برپا کیا ہے کہ صرف جناب تبریزی ہی روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں شکست دے سکیں گے۔

وہ کار کے ذریعے دو گھنٹے میں بابا صاحب کے ادارے تک جاسکتی تھی لیکن ذہنی پریشانی اور پوتے کی جدائی اس قدر تڑپارہی تھی کہ وہ اتنی لانگ ڈرائیو کے لیے تیار نہیں تھی۔ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر پندرہ منٹ کے اندر وہاں پہنچ جانا چاہتی تھی۔

اس نے ایک ہیلی کاپٹر اپنے لیے ریزرو کرایا۔ اس کے لیے اضافی رقم ادا کی پھر پائلٹ کے ساتھ اس ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوگئی۔

ایسے وقت میں اس نے اس کے پاس آکر پوچھا ”کہاں جارہی ہو؟“

”اور کہاں جانا ہے؟ بس ایک آخری امید رہ گئی ہے۔ میں جناب تبریزی کے پاس جارہی ہوں۔ وہی میرے پوتے کو بہ حفاظت واپس لاسکیں گے۔“

میں نے کہا ”سونیا! ہم نے بڑی طویل زندگی گزاری ہے اور ہمیشہ جدوجہد میں مصروف رہے ہیں۔ بڑے بڑے شہ زوروں کو شکست دیتے رہے ہیں۔ بڑی بڑی الجھنوں سے نکلتے رہے ہیں لیکن اس بار میں بھی کچھ تھک گیا ہوں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمت ہار گیا ہوں۔“

وہ بولی ”میں سمجھ رہی ہوں۔ ہم نے کبھی ہمت نہیں ہاری ہے۔ آئندہ بھی مرتے دم تک حوصلہ مند رہیں گے لیکن پوتے کی محبت ایسی ہے کہ ہمیں اندر سے توڑ رہی ہے۔ اس کم بخت نے اسے نیند کی دوا کھلا دی تھی۔ اسے کئی گھنٹوں کے لیے سلا دیا تھا۔ آئندہ اس کا بس چلے گا تو وہ عدنان کو بے ہوش کرسکتا ہے اس طرح وہ دشمن ہمارے پوتے کا دل ودماغ کمزور بنادے گا۔ وہ ایب نارمل ہوجائے گا اور میں یہ کبھی نہیں چاہوں گی۔ میں جلد سے جلد بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنا چاہتی ہوں۔“

”ابھی پندرہ منٹ میں پہنچ ہی جاؤ گی۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں بھی جناب تبریزی سے التجا کروں گا کہ اب تو وہ ہماری خاطر نہ سہی ہمارے پوتے کی خاطر روحانی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کا کچھ تو مظاہرہ کریں۔“

باہر سے آنے والے ہیلی کاپٹرز یا کسی نوکر کو بابا صاحب کے اندر ہیلی پیڈ پر وغیرہ پر اترنے کی اجازت نہیں تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے وہاں کے انچارج سے کہا ”میڈم سونیا آرہی ہیں۔ ہیلی کاپٹر کو وہاں اترنے کی اجازت دو۔ صرف دو منٹ میں وہ ہیلی کاپٹر وہاں سے چلا جائے گا۔“

اجازت دے دی گئی۔ وہ ہیلی کاپٹر ٹھیک پندرہ منٹ میں اس ادارے کے اندر پہنچ گیا اور پھر سونیا کو وہاں اتارنے کے بعد فوراً ہی پرواز کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

وہ جناب تبریزی کے حجرے کے پاس آئی۔ حجرے کے آس پاس چند طلبہ پالتھی مارے فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ سب جناب تبریزی سے روحانی درس حاصل کیا کرتے تھے۔ حجرے کا دروازہ بند تھا۔ ایک طالب علم نے اٹھ کر سونیا کو سلام کیا پھر کہا ”حضور مراقبے میں ہیں۔ وہ صبح تک کسی سے ملاقات نہیں کریں گے۔ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد حجرے کا

دروازہ کھولیں گے۔"

وہ مایوس ہو کر حجرے کے بند دروازے کو دیکھنے لگی۔ پھر سوچ کے ذریعے بولی "فرہاد! یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ یہ آخری دروازہ ہے، یہ بھی بند ہے۔ صبح سے پہلے کوئی بات نہیں بنے گی۔"

"میری جان! تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ ابھی امید کی ایک کرن باقی ہے۔ تم آمنہ کے پاس جاؤ۔"

وہ آمنہ کی طرف جانے لگی۔ بابا صاحب کا ادارہ میلوں دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے چھوٹی چھوٹی موٹر ٹرالیاں تھیں۔ وہ ایک ٹرالی میں بیٹھ کر آمنہ کے کوارٹر کے سامنے پہنچ گئی۔ اس کے کوارٹر کا دروازہ بھی بند تھا۔ شام کا اندھیرا پھیلنے والا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ آمنہ مغرب کی نماز ادا کر رہی ہے اس لیے دروازہ بند ہے۔ سونیا وہیں برآمدے کی سیڑھیوں پر انتظار کرنے لگی۔

میں خیال خوانی کے ذریعے اپنی شریک حیات آمنہ سے رابطہ کر سکتا تھا۔ لیکن جب سے آمنہ جناب تبریزی سے درس حاصل کرنے گئی تھی اور رفتہ رفتہ روحانیت کی طرف مراحل طے کرتی جا رہی تھی تب سے آمنہ نے کہہ دیا تھا کہ اب مجھے دنیا داری سے لگاؤ نہیں رہا ہے۔ کسی معاملے میں بھی میرے دماغ کے اندر نہ آنا۔ میں اس وقت تمہارے کسی کام نہیں آ سکوں گی، جب تک جناب تبریزی اجازت نہیں دیں گے۔

میں نے سونیا کو تسلی دی "اپنے دل و دماغ سے پریشانیاں نکال دو۔ ہم منزل کے قریب آ گئے ہیں۔ انشاء اللہ ہمارے پوتے کے لیے بہتر ہوگا۔"

وہ بند دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "پتا نہیں یہ دروازہ کب تک کھلے گا؟"

"ذرا صبر کرو...... آمنہ کو خبر ہو گئی ہو گی کہ تم یہاں بیٹھی ہوئی ہو اور میں تمہارے اندر موجود ہوں۔"

میں نے درست کہا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد وہ دروازہ کھل گیا۔ سونیا اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ آمنہ نے کہا "آؤ...... اندر آ جاؤ۔"

وہ ہینڈ بیگ کندھے پر لٹکا کر کمرے کے اندر آئی۔ آمنہ اسے دیکھتے ہوئے بولی "بہت پریشان ہو؟"

وہ بولی "آپ اچھی طرح جانتی ہیں، میں کیوں پریشان ہوں۔"

"ہاں۔ آرام سے بیٹھو۔"

وہ بیٹھ گئی۔ میں نے اس کے ذریعے کہا "آمنہ! ہم شکست کھانے اور ہارنے والوں میں سے نہیں ہیں۔ ہم اپنے پوتے کے لیے ساری زندگی جدوجہد کر سکتے ہیں لیکن اب یہ اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ دشمن اسے دماغی اور جسمانی طور پر نقصان پہنچائیں گے۔ وہ ایب نارمل ہو سکتا ہے اور ہم ایسا نہیں چاہتے۔ کیا تم چاہو گی؟"

"میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتی رہتی ہوں۔ اس سے زیادہ مجھے دنیا والوں سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔"

"کیا اتنے سنگین مرحلے پر پہنچ کر بھی تم ہماری مدد نہیں کرو گی؟"

"ضرور کروں گی۔ جناب تبریزی بھی عدنان کی خاطر مراقبے میں پہنچے ہوئے ہیں۔"

یہ سنتے ہی سونیا خوشی سے کھل گئی۔ مجھے بھی اطمینان ہوا۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا "خدا کا شکر ہے۔ اب ہمارا پوتا ضرور ہمیں مل جائے گا۔"

آمنہ نے کہا "فرہاد! اس وقت تم ہندوستان کے شہر ناگ پور میں ہو۔ تین گھنٹے بعد آدھی رات ہونے والی ہے اور آدھی رات کو وہاں کیا ہونے والا ہے؟ یہ تم اچھی طرح جانتے ہو اور تم پہلے ہی منصوبہ بنا چکے ہو۔"

"ہاں۔" میں نے ایک ٹھوس منصوبہ بنایا ہے۔ ایک خطرناک جادوگر جنگل بھٹا چاریہ کو خاک میں ملانا ہے۔"

"تو پھر وہاں جاؤ۔ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"کیا وہ تانترک مہاراج ہمارے پوتے کو نقصان پہنچا رہا ہے؟"

"تم وہاں جاؤ گے تو تمہیں بہت کچھ معلوم ہو جائے گا لیکن جانے سے پہلے میرے دماغ میں چند سیکنڈ کے لیے آؤ۔"

سونیا نے کہا "آمنہ! اب میں آپ کے دروازے سے اسی وقت جاؤں گی جب ہمارا پوتا ہمیں مل جائے گا۔"

"انشاء اللہ وہ صبح تک اس ادارے میں موجود ہوگا اور تم اسے کلیجے سے لگا کر پیار کر سکو گی۔"

سونیا خوشی سے اچھل کر کھڑی ہو گئی اور آمنہ کے قدموں میں آ کر گر گئی۔ اس سے لپٹ کر بولی "میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔"

آمنہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "پاگل ہو گئی ہو؟ وہ میرا بھی تو پوتا ہے۔ کیا میں احسان کروں گی؟ چلو اٹھو...... اور معبود برحق کا شکر ادا کرو۔"

میں آمنہ کے دماغ میں پہنچا تو وہ روحانی ٹیلی پیتھی کی پرواز کرتی ہوئی ایک نوجوان لڑکی کے اندر پہنچی پھر مجھے وہاں چھوڑ کر بولی "بس...... میں جا رہی ہوں......"

وہ رخصت ہو گئی۔ اس کے جاتے ہی میں نے اس لڑکی کے خیالات پڑھے تو حیران رہ گیا۔ وہ انیتا تھی۔ چنڈال جوگیا کی بیٹی۔

میں حیران اس لیے ہوا کہ میں انیتا کے نئے روپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس کی آواز اور لہجہ کبھی نہیں سنا تھا اور روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گیا تھا۔ دل کو بڑا اطمینان ہو رہا تھا۔ حالات بدل رہے تھے۔ آمنہ جناب علی اسد اللہ تبریزی اور اس ادارے کے دوسرے روحانی پیشوا کبھی ہماری روحانی طور پر مدد نہیں کرتے تھے۔ دنیا والوں سے کنارہ کشی کیے رہتے تھے۔ اب ایک طویل مدت کے بعد جناب تبریزی راضی ہو گئے تھے اور وہ مراقبے میں تھے۔ ہمارے عدنان کے لیے کچھ کر رہے تھے۔

ادھر آمنہ نے بھی روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے انیتا کے پاس پہنچا دیا تھا تو اس کی بھی کوئی وجہ تھی۔

بہرحال یہ آثار پیدا ہو رہے تھے کہ اب کالے جادو کی غلاظت ختم ہونے والی ہے۔ اب سے پہلے میری داستان میں ایک بہت بڑا موڑ آیا تھا جب تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے یا تو مر گئے تھے یا ان سے ٹیلی پیتھی کا علم چھین لیا گیا تھا۔ اس کے باوجود رفتہ رفتہ پتا نہیں کیسے اور کہاں کہاں سے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور کالا جادو جاننے والے پیدا ہو گئے تھے؟

ہمارے سب سے محترم بزرگ جناب تبریزی میدان عمل میں آئے تھے تو اس کا مطلب یہی تھا کہ اب روحانیت کے ذریعے آتما شکتی اور کالے جادو کا توڑ ہونے والا ہے اور وہ سب فنا ہونے والے ہیں۔

میں نے انیتا کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ وہ کار میں بیٹھ کر ہائی وے کی اس چوکی پر آ گئی ہے جو شہر سے باہر ہے۔ چنڈال نے خیال خوانی کے ذریعے اسے بتایا تھا کہ وہ وہاں پہنچنے والا ہے لہٰذا وہ بھی ادھر چلی آئے تا کہ وہ اپنے باپ کو اپنی موجودہ رہائش گاہ پر لے جا سکے۔

بیٹی نے باپ کو بتایا تھا کہ اس کا دشمن فرمان ممبئی کے ایک بنگلے میں ہے اور وہ اس بنگلے کا پتا اس لیے جانتی ہے کہ وہیں ثمر سلطانہ تھی اور وہ ثمر سلطانہ اس کے اندر اسی بنگلے میں تھی۔ اس کے مرتے ہی اس کے جسم سے نکل گئی تھی۔ اس وقت تک فرمان اسی بنگلے میں تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہی چنڈال اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ بیٹی کی طرح باپ نے بھی نیا جسم حاصل کیا ہوا تھا۔ اس لیے بیٹی باپ کو نہیں پہچان سکتی تھی اور باپ بھی بیٹی کو صورت شکل سے نہیں پہچان سکتا تھا۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ

فلاں نمبر اور فلاں رنگ کی کار میں آرہا ہے۔ وہاں آتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ جائے گا تو وہ اسے پہچان لے گی۔

چنڈال نے اپنی کار اس کے قریب روک کر اترتے ہوئے کہا "میری جان! میری بیٹی! میں تمہارا پتا ہوں۔"

وہ دوڑتی ہوئی آ کر باپ سے لپٹ گئی۔ پھر خوشی سے رونے لگی۔ وہ بیٹی کی پیشانی کو چومتے ہوئے بولا "گھر چلو...... وہاں بہت سی باتیں ہوں گی۔ وہاں پہنچتے ہی میں سب سے پہلے تم پر تنویمی عمل کر کے تمہارے دماغ کو لاک کروں گا تاکہ کوئی دشمن تمہارے اندر نہ پہنچ سکے۔"

وہ باپ بیٹی اپنی اپنی کار میں بیٹھ گئے۔ انیتا ڈرائیو کرتی ہوئی آگے جانے لگی۔ چنڈال اس کے پیچھے چلنے لگا۔ میں سوچ رہا تھا "اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

دانش مندی یہی تھی کہ چنڈال کو ختم کرنے کے سلسلے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ پتا نہیں تانترک مہاراج اس کے اندر کب آتا جاتا تھا؟ اگر وہ موجود نہیں ہوگا تو پھر میرا کام بن جائے گا۔ اگر یہ ایک بار مارا گیا اور اس کی آتما کو دوسرے جسم میں پہنچانے والا وہ تانترک مہاراج نہ رہا تو پھر یہ دوسری بار کبھی زندگی حاصل نہیں کر سکے گا۔

وہ دونوں ایک عالیشان کوٹھی میں پہنچ گئے۔ بیٹی وہاں تنہا تھی۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولی "پتا جی! تانترک مہاراج نے ہم دونوں پر بہت احسان کیا ہے۔ میں ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔ کیا وہ آپ کے اندر موجود ہیں؟"

اس نے کہا "نہیں بیٹی! وہ موجود نہیں ہیں۔ آج وہ بہت مصروف رہیں گے۔ میں ان سے رابطہ بھی نہیں کر سکوں گا۔ انہوں نے منع کیا ہے۔ وہ خود ہی میرے دماغ میں آ کر مجھ سے بات کریں گے۔"

اس کی باتیں سن کر میں سمجھ گیا کہ تانترک مہاراج اپنے مکان کے صحن میں کالی مائی کی مورتی کے سامنے کسی خاص عمل میں مصروف ہے اور آدھی رات کو ایک سیاہ رنگ کے بیل کو بلی چڑھا کر اس کے خون سے نہائے گا اور بھنگ پی کر کالی مائی کے سامنے رقص کرے گا اور منتروں کا جاپ کرے گا۔

اتنا تو یقین ہو گیا کہ اب میں چنڈال کے ساتھ جو کچھ بھی کروں گا ایسے وقت تانترک مہاراج موجود نہیں رہے گا۔

چنڈال جوگیا بیڈ روم میں آ گیا تھا اور بیٹی سے کہہ رہا تھا "تم بیڈ پر چاروں شانے چت لیٹ جاؤ۔ بدن کو ڈھیلا چھوڑ دو۔ میں تم پر عمل کروں گا۔"

وہ میری مرضی کے مطابق بولی "میں نے آپ کے لیے ایک بہت ہی مہنگا اور خوب صورت گفٹ خرید کر رکھا ہے۔ پہلے میں وہ آپ کو دکھانا چاہتی ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی الماری کے پاس آ گئی۔ اس کا ایک پٹ کھولا تو وہاں کپڑوں کے درمیان ایک ریوالور رکھا ہوا تھا۔ وہ ریوالور ہاتھ میں لے کر پلٹی پھر اس کا نشانہ لیتے ہوئے بولی "آپ کے لیے یہ گفٹ ہے۔"

وہ ایک دم سے چونک کر بولا "بیٹی! یہ کیا کر رہی ہو؟"

اس سے پہلے کہ وہ بیٹی کے دماغ میں آ کر اسے ریوالور پھینک دینے پر مجبور کرتا۔ میں نے گولی چلا دی۔ گولی اس کے ایک بازو میں لگی۔ وہ دوسرے ہاتھ سے اس بازو کو تھام کر لڑکھڑا گیا۔

میں انیتا کو چھوڑ کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ انیتا ایک دم سے گھبرا گئی۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ دوڑتی ہوئی آ کر باپ سے لپٹ گئی۔ روتے ہوئے بولی "پتا جی! یہ کیا ہو گیا؟ یہ میں نے کیا کیا؟ پتا جی! آپ یقین کریں میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "ہاں بیٹی! میں سمجھ گیا۔ کوئی دشمن تمہارے ذریعے میرے اندر پہنچ گیا ہے۔"

میں نے کہا "ہاں چنڈال! میں پہنچ گیا ہوں۔ کیا تم مجھے میرے لہجے سے پہچان سکتے ہو؟"

وہ گولی کھانے کے باوجود نہیں چکرایا تھا لیکن میری آواز اور لہجہ سنتے ہی چکرا گیا۔ پیچھے ایک صوفے پر دھپ سے گر گیا۔ میں نے پوچھا "کیا خیال خوانی کر سکو گے؟ اپنے تانترک مہاراج کو بلا سکو گے؟"

وہ یہی کوشش کر رہا تھا۔ دماغ کمزور ہو گیا تھا پھر بھی خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تو وہ ایک دم سے چیخ مار کر تڑپنے لگا۔

میں اسے زندہ رہنے کی مہلت نہیں دینا چاہتا تھا۔ انیتا میری مرضی کے مطابق پھر وہاں گئی جہاں ریوالور فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے اسے اٹھایا پھر دونوں ہاتھوں میں تھام کر اپنے باپ کا نشانہ لیا۔ ایک گولی اس کے سینے میں ماری دوسری گولی اس کی پیشانی پر...... اس کے ساتھ ہی اس آتما شکتی والے کی آتما جسم سے پرواز کر گئی۔ نہ جانے کہاں گئی ہو گی؟ لیکن اتنا یقین ہو گیا کہ اب وہ کبھی کسی کے جسم میں داخل نہیں ہو سکے گی کیونکہ نہ تو چنڈال کو منتر پڑھنے کا موقع ملا تھا اور نہ ہی اس کے لیے منتر پڑھنے والا تانترک مہاراج وہاں موجود تھا۔

انیتا دونوں ہاتھوں سے ریوالور لیے گم صم کھڑی تھی۔ باپ کی لاش کو دیکھ رہی تھی۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے باپ کو قتل کیا ہے۔

میں نے کہا "انیتا! بس بہت ہو چکا۔ تم شیطانی زندگی جی رہی ہو۔ تمہاری موت قدرتی طور پر بہت پہلے ہو چکی ہے لیکن تمہارا شیطان باپ تمہیں ایسی زندگی دیتا رہا ہے لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ اب تم زندہ رہو اور پھر فساد برپا کرو۔"

اس نے میری مرضی کے مطابق ریوالور کی نال کو اپنی پیشانی سے لگایا پھر ٹریگر دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی وہ فرش پر گر پڑی۔ اس کے ساتھ ہی میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے نکل آئیں۔ دماغ مردہ ہو چکا تھا۔ اس کی آتما بھی پرواز کر چکی تھی اور اب کبھی کسی کے جسم میں داخل ہونے والی نہیں تھی۔

وہاں میری سوچ کی لہروں کے لیے کوئی دماغ نہیں رہا تھا اس لیے میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں چنڈال ایک طویل عرصے تک کالے عمل کی جادوگری دکھاتا رہا تھا۔ اس نے طرح طرح کے شیطانی تماشے کیے۔ اس غرور میں مبتلا رہا کہ کبھی نہیں مرے گا۔ عارضی موت کے بعد ہمیشہ نئی زندگی حاصل کرتا رہے گا۔ آج اس کا غرور ٹوٹ گیا تھا۔

اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی تھی۔ ایسے وقت تانترک مہاراج اپنے ایک خاص عمل میں مصروف تھا۔ وہ اس بہت بڑے نقصان سے بے خبر تھا کہ اس کا ایک ٹیلی پیتھی اور کالا جادو جاننے والا معمول اور تابعدار مر چکا ہے۔

میں نے سونیا کے پاس آ کر پوچھا "کیا تم سوچ سکتی ہو کہ آمنہ نے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے کہاں پہنچایا تھا؟"

"میں آمنہ سے مزید کوئی بات نہ کر سکی۔ وہ ہمارے عدنان کے لیے پھر روحانی عمل میں مصروف ہو گئی ہے۔ بائی دا وے تم کہاں پہنچے تھے؟"

"آمنہ نے مجھے انیتا کے دماغ میں پہنچایا تھا، اس کے ذریعے میں چنڈال جوگیا تک پہنچ گیا۔ میں نے کالا جادو کرنے والے اس شیطان کو مار ڈالا ہے۔"

"یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آمنہ اور جناب تبریزی انکی شرپسندی اور کالے جادو کو ختم کر دینا چاہتے ہیں جو ہمارے لیے پریشانی کا باعث بن رہے ہیں۔"

"اگر ایسی بات ہے تو ولاڈی میر اور ارنا کوف وغیرہ کی بھی شامت آ گئی ہے۔"

"میں یہ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوں کہ ہمارے روحانی پیشوا جناب تبریزی عدنان کے لیے کیا کر رہے تھے؟"

"ذرا صبر کرو۔ صبح تک تمہارا پوتا تمہاری گود میں ہوگا۔"

"یہ بات اطمینان بخش ہے کہ وہ ادارے کے اندر پہنچے گا۔ یہاں کسی کا کالا جادو اس پر اثر نہیں کرے گا۔"

"ہندوستان کے وقت کے مطابق گیارہ بج چکے ہیں۔ تانترک مہاراج ابھی ایک گھنٹے کے اندر ایک بیل کی بلی دے کر اس کے خون سے نہائے گا اور بھنگ پی کر کالی مائی کی مورتی کے سامنے مستی میں ناچے گا۔ شاید نشے کے وقت میں اس کے اندر پہنچ کر اس کا خاتمہ کر سکوں گا۔"

"بے شک تمہیں اس شیطان کا بھی خاتمہ کرنا چاہیے لیکن چند منٹ کے لیے میرے عدنان کے اندر جاؤ۔ دیکھو وہ کہاں ہے؟ اور کس حال میں ہے؟"

"میں ابھی جا رہا ہوں۔"

میں دوسرے ہی لمحے اپنے پوتے کے اندر پہنچ گیا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ اس کے خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے تھے۔ وہاں قرآن مجید کی تلاوت سنائی دے رہی تھی۔ میں اس اثر انگیز تلاوت کو سنتے ہی سمجھ گیا۔ وہاں جناب علی اسد اللہ تبریزی موجود تھے۔

پھر مجھے ارنا کوف، آوازون اور ولاڈی میر کی آوازیں سنائی دیں۔ ولاڈی میر گرج کر پوچھ رہا تھا "کون ہے؟ یہ کس کی آواز ہے؟"

ارنا کوف نے کہا "یہ عربی زبان ہے۔ کوئی مسلمان اپنے دین کی آسمانی کتاب پڑھ رہا ہے۔"

آوازون نے کہا "خواہ مخواہ پڑھ رہا ہے۔ جب یہ بچہ ہماری سوچ کی لہروں کو نہیں سن پاتا تو عربی زبان اسے کیا

خاک متاثر کرے گی؟"

ایسے وقت عدنان کے دماغ میں ایسی آوازیں گونجنے لگیں جیسے آندھی چل رہی ہو پھر کالے منتروں کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ ولاڈی میر نے غصے سے کہا "ارنا کوف! تم یہ منتر پڑھ رہی ہو؟"

وہ بولی "گدھے کے بچے! کیا یہ مردانہ آواز تجھے میری لگ رہی ہے؟ یہ تو تو پڑھ رہا ہے۔"

"میں پڑھ رہا ہوتا تو باتیں نہ کرتا۔ تیرا بیٹا آوازون پڑھ رہا ہے۔ میں توڑ کروں گا۔"

"یہ میرا بیٹا نہیں ہے۔ میں بھی توڑ کر رہی ہوں۔"

ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کون پڑھ رہا ہے۔ جس کے اثر سے اس بچے کے اندر آندھی سی چل رہی ہے۔ میں سمجھ گیا۔ تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ اپنے اس خاص عمل کے اختتامی مرحلے پر تھا۔

اس ننھے سے دماغ میں غضب کا شور برپا تھا۔ صرف تانترک مہاراج ہی نہیں، ولاڈی میر، ارنا کوف اور آوازون کی آوازیں بھی ابھر رہی تھیں۔ یکبارگی وہ تمام آوازیں دھیمی پڑنے لگیں۔ ڈوبنے لگیں۔ جناب تبریزی کی تلاوت کی آواز ان پر حاوی ہو رہی تھی۔

ہندوستان میں رات کے بارہ بجنے والے تھے۔ میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا تانترک مہاراج کے ایک چیلے کے اندر پہنچ گیا۔ وہاں صحن کے وسط میں الاؤ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ شعلوں کی سرخی سے کالی مائی کا سیاہ چہرہ چمک رہا تھا۔ مہاراج اپنے آسن سے اٹھ کر دونوں ہاتھوں سے مٹکا اٹھائے، اس سے منہ لگائے بھنگ پی رہا تھا اور ایک ایک گھونٹ کے بعد مختصر سا منتر پڑھ رہا تھا۔ اس کے دو چیلے ڈھول بجا بجا کر رقص کر رہے تھے۔ ایک چیلا بڑا سا بغدا اٹھا کر لے آیا تھا۔ دوسرے دو چیلے بڑے سے سیاہ بیل کو کالی مائی کی مورتی کے سامنے گرا رہے تھے۔

اس نے مٹکا خالی کر کے اسے ایک طرف پھینک دیا پھر اپنے چیلے سے بغدا لے کر اسے فضا میں لہراتے ہوئے کہا "جے مہا کالی! تیرا بچن نہ جائے خالی...... بچے کے اندر منتر بجھ رہا ہے۔ تیرا بچن نہ جائے خالی...... جے مہا کالی......!"

اس کی باتوں سے ظاہر ہو گیا کہ اسے عدنان کے اندر اپنے منتروں کی کمزوری کا پتا چل گیا ہے۔ وہ بار بار اپنی دیوی سے کہہ رہا تھا کہ بچے کے اندر پہنچا ہوا منتر بجھنے نہ پائے۔ وہ گرجتی اور گونجتی آواز میں جے مہا کالی کہتا ہوا بغدے کو فضا میں لہراتا ہوا سیاہ بیل کے پاس آیا۔ پھر اس کی گردن پر زور دار ضرب لگائی۔ وہ بہت شہ زور تھا۔ بغدے کے ایک ہی وار سے بیل کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ کٹی ہوئی گردن سے لہو کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ وہ فوراً بیل سے لپٹ کر اس کے لہو میں بھیگنے لگا اور چیخ چیخ کر مہا کالی کی گردان کرنے لگا۔ اس کا چہرہ اس کا آدھا بدن لہو سے بھیگتا جا رہا تھا۔

کچھ کالے جادو کا نشہ تھا۔ کچھ بھنگ کا نشہ تھا۔ وہ مست ہو رہا تھا۔ اچھی طرح لہو میں نہانے کے بعد اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ایک چیلے سے ڈھولک لے کر اس کی ڈور کو گردن میں پہن کر اسے بجانے لگا۔ گیت گانے کے انداز میں منتر پڑھتے پڑھتے ناچنے لگا۔

اس کے ایک چیلے کے اندر فرمان اور دوسرے چیلے کے اندر ٹونی جے تھا۔ فرمان نے مجھ سے کہا "سر! کیا میں اپنے چیلے کے ذریعے اس پر حملہ کروں؟"

میں نے کہا "تم تماشا دیکھو۔ میں حملہ کروں گا۔"

ٹونی جے نے کہا "اس نے بھنگ پی ہے۔ نشے میں ہے۔ ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔"

میں اسے منع کرنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت کالی مائی کی مورتی کے پاس عدنان کو دیکھ کر چونک گیا۔ وہ صاف طور سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ دھندلا دھندلا سا تھا۔ شیشے جیسا وجود تھا۔ اس کے آر پار دکھائی دے رہا تھا۔

تانترک مہاراج، عدنان کو اپنے پاس بلانے کے لیے شام سے منتر پڑھ رہا تھا مگر اتنی محنت کے باوجود عدنان کو اس کے پورے وجود کے ساتھ بلانے میں ناکام رہا تھا۔ وہ عدنان تھا مگر شیشے جیسا ادھورا وجود تھا۔ ادھوری کامیابی تھی۔

ایسے ہی وقت میرے زیر اثر رہنے والے چیلے نے زمین پر پڑے ہوئے بغدے کو اٹھایا اور عین اسی وقت میں نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے چونک گیا۔ گرجتے ہوئے بولا "جے مہا کالی! تیرا بچن نہ جائے......"

وہ پوری بات نہ کہہ سکا۔ میرے چیلے نے دوڑتے ہوئے جا کر اس کی گردن پر بغدے کا ایک ہاتھ مارا۔ اس کے حلق سے کراہ نہ نکل سکی۔ میں نے اس چیلے کے اندر اپنی قوت استعمال کی تھی۔ تانترک مہاراج کی گردن تن سے جدا ہو گئی تھی۔ لہو کے چھینٹے اڑتے ہوئے کالی مائی کے منہ پر گئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی میرے پوتے کا شیشے جیسا وجود واپس چلا گیا تھا۔

٭

خس کم جہاں پاک، آخر وہ کالی مائی کا پجاری کالے جادو کا دیو، تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ بھی جہنم میں پہنچ گیا۔ وہ ٹیلی پیتھی اور کالے جادو کے حوالے سے بہت زبردست تھا۔ جب تک ظالم زندہ رہتا ہے اور اپنی فرعونیت سے قیامت ڈھاتا رہتا ہے تو یہی لگتا ہے کہ وہ قیامت تک قیامت ڈھاتا رہے گا اور اسے کوئی روک نہیں سکے گا، ٹوک نہیں سکے گا، مار نہیں سکے گا لیکن موت اٹل ہے۔ کمزور کو بھی آتی ہے اور شہ زور کو بھی آتی ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ دائم و قائم ہے۔ باقی سب فانی ہیں۔ فنا ہونا پڑتا ہے لہٰذا تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کو فنا ہونے میں ایک پل کی بھی دیر نہیں لگی اور وہ اس دنیا سے نابود ہو گیا۔

اس کی سر کٹی لاش کالی دیوی کے قدموں کے پاس پڑی ہوئی تھی۔ اب کوئی ایسا جادوگر نہیں تھا جو آتما شکتی کے منتر پڑھ کر اس کی آتما کو کسی دوسرے جسم میں پہنچاتا۔ اس سے پہلے چنڈال کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ اس کی آتما کو بھی کوئی دوسرے جسم میں پہنچانے والا نہیں تھا۔ اس طرح یہ دونوں گرو اور چیلے ایک ہی رات میں حرام موت مارے گئے تھے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو ہم نہیں سوچتے وہ ہو جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ دونوں شیطان پھر کسی وجہ سے کسی حوالے سے دوبارہ زندگی حاصل کر لیں لیکن مجھے یقین تھا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں نے ان دونوں گرو اور چیلے کو موت کے گھاٹ اتارا تھا اور میری پشت پر روحانی قوتیں تھیں اور اب شیطانی قوتیں مجھ سے سبقت نہیں لے جا سکتی تھیں۔

اس تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ اور چنڈال جو گیا کی پریت آتماؤں یعنی بدروحوں کا کیا بنا؟ وہ کہاں بھٹک رہی ہوں گی؟ یہ شاید جناب تبریزی جانتے ہوں گے مجھے ڈرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ مجھے تو اپنے پوتے کی فکر تھی۔ وہ مجھے وہاں شیشے کے وجود کی طرح دکھائی دے رہا تھا پھر گم ہو گیا تھا۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی تو اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔

وہ افریقہ کے شمال مغربی ساحلی شہر نواشوط کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں جولیانا واٹسن کے ساتھ سو رہا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے وہ خواب کے عالم میں بیدار ہو اور نیند کی حالت میں چلتا ہوا اس کمرے سے باہر جا رہا ہو۔

اس وقت اس کے دماغ میں مختلف خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے تھے۔ اس کا ذہن ایک ہی خیال پر مرکوز تھا اور ایسے میں ولاڈی میر، ارنا کوف، آوازون اور تاشا وغیرہ سب ہی اس کے اندر چلے آئے تھے۔ وہ سب ہی اسے مخاطب کرنے کی کوششیں کر رہے تھے لیکن وہ کسی کی سوچ کی لہر کو نہیں سن رہا تھا اور ایسا ہمیشہ سے ہوتا آیا تھا۔

لیکن اس بار ایک نئی بات سامنے آئی تھی۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے اندر پہنچ کر اس کے ذریعے یہ نہیں دیکھ پا رہے تھے کہ وہ کہاں ہے اور اس وقت کہاں جا رہا ہے۔ اس کے دماغ کی ننھی سی دنیا میں نور ہی نور پھیلا ہوا تھا۔ روحانیت کی چکاچوند کر دینے والی روشنی تھی جو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی اور وہ کچھ دیکھ نہیں پا رہے تھے۔ بس یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ بچہ متحرک ہے اور کہیں چلا جا رہا ہے۔

روحانیت کا سفر کیا ہوتا ہے؟ پلک جھپکتے ہی دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا فاصلہ طے ہو جاتا ہے۔ ولاڈی میر، ارنا کوف، آوازون اور تاشا کو ایسا لگا کہ جیسے پلک جھپکتے ہی وہ بچہ اپنی منزل تک پہنچ گیا ہو۔ اب اس کا ذہن صاف ہو گیا تھا اور اس کے ذریعے آس پاس کے ماحول کو دیکھا جا سکتا تھا اور اطراف کی آوازیں سنی جا سکتی تھیں۔ ان سب نے حیرانی سے دیکھا، عدنان بابا صاحب کے ادارے کے صدر دروازے کے سامنے پہنچ گیا تھا اور وہ بڑا سا دروازہ اس کے لیے کھولا جا رہا تھا۔

پھر ان تمام شرپسندوں کو جناب تبریزی کی آواز سنائی دی۔ وہ عدنان سے کہہ رہے تھے "بیٹا بسم اللہ پڑھو اور اندر قدم رکھو۔"

عدنان نے بسم اللہ کہا۔ پھر سیدھا پاؤں دہلیز کے اندر رکھا۔ پاؤں اندر رکھتے ہی اس کا دماغ مقفل ہو گیا۔ تمام ٹیلی پیتھی والے، کالا جادو جاننے والے اس کے دماغ سے نکل

اپنی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئے۔ یہ بات سمجھ گئے کہ وہ بچہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا ہے اور آئندہ وہاں رہے گا۔ کوئی بھی اس کے اندر تک نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ سب مایوس ہوگئے۔ ولاڈی میر سب سے زیادہ دل برداشتہ ہوا۔ عدنان اس کے لیے بہت اہم تھا۔ اس کے پراسرار علم نے اسے بتایا تھا کہ عدنان کی موت کے بعد اس کی زندگی میں جاری رہنے والی نحوستیں ختم ہوجائیں گی۔ پھر وہ تمام عمر عروج حاصل کرتا رہے گا۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں حکمرانی کرتا رہے گا۔ اس کے لیے شرط یہ تھی کہ وہ عدنان کو کسی طرح حاصل کرے اور اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرے۔

اس نے ایسا کرنے کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کی تھیں اور تمام تدبیریں خاک ہوگئی تھیں۔ دوسری طرف ارناکوف کے پراسرار علم نے بتایا تھا کہ اس کی بیٹی تاشا اور عدنان کے یکجا ہونے سے تاشا کو بہت عروج حاصل ہوگا۔ وہ بہت ترقی کرے گی۔ اپنی اور عدنان کی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر حکومت کرتی رہے گی۔

تاشا چودہ برس کی تھی اور عدنان چار برس کا تھا۔ وہ عدنان سے دس برس بڑی تھی۔ پھر بھی ان کے پراسرار علم کے مطابق عدنان جب بیس برس کا جوان ہوتا تو تاشا کے ساتھ اس کی شادی ہوسکتی تھی۔ واللہ عالم...... خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کے پراسرار علم کے مطابق ایسا آئندہ ہوسکے گا یا نہیں ابھی تو اس کی توقع نہیں تھی۔ اب عدنان بہ خیریت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا تھا اور وہیں تعلیم و تربیت حاصل کرنے والا تھا۔

سونیا، پارس، پورس، الپا، کبریا اور اعلیٰ بی بی اور ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ ایک طویل جدوجہد ختم ہوچکی تھی۔ تمام شیطانی قوتیں پسپا ہوگئی تھیں۔ اگرچہ کسی کی ٹیلی پیتھی کام نہیں آئی تھی۔ جناب تبریزی نے روحانی عمل سے ہم سب کو پریشانیوں سے نجات دلائی تھی اور ہم سب ان کے ممنون و شکرگزار تھے۔

انابیلا، کبریا کے ساتھ طیارے میں سفر کرتی ہوئی استنبول پہنچ گئی تھی۔ سفر کے دوران میں وہ کبریا سے متاثر ہوگئی تھی اس نے کبریا پر یہ ظاہر نہیں کیا تھا لیکن دل ہی دل میں فیصلہ کیا تھا کہ اسے ایک لمبی زندگی گزارنے کے لیے ایسا باڈی بلڈر یا فائٹر چاہیے وہ اس کا باڈی گارڈ بن کر رہے گا۔

کبریا نے اس کا محافظ بن کر رہنا منظور کرلیا تھا۔ وہ دونوں استنبول کے ایک مہنگے ہوٹل میں تھے۔ کبریا کے لیے اس نے دوسرا کمرا لیا تھا۔ ابھی وہ اس کے ساتھ ایسا سلوک کررہی تھی جیسے اسے وہ محض ایک باڈی گارڈ سمجھ رہی ہو۔

کبریا بھی بڑے آرام سے اس کے دل اور دماغ میں جگہ بنانا چاہتا تھا۔ اتنا اعتماد حاصل کرلینا چاہتا تھا کہ وہ اندر کی تمام باتیں اسے بتادیا کرے اور وہ جانتا تھا کہ انابیلا نے اگر عدنان کو اغوا کیا ہے اور اسے کہیں چھپا کر رکھا ہے تو عدنان کہیں نہ کہیں اس کی نظروں میں ضرور آئے گا۔

وہاں پہنچ کر وہ کبریا کے ساتھ ایک بینک میں آئی تھی۔ وہاں کرنسی تبدیل کروانا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت چند نقاب پوش ڈاکوؤں نے پورے بینک کو اپنے قبضے میں لے لیا اور وہاں کی تمام نقد رقم بڑے بڑے بیگوں میں بھرنے لگے۔

بینک کے اندر دوسروں کی طرح انابیلا اور کبریا بھی ان کے گن پوائنٹ پر تھے۔ وہاں دو افراد نے دلیری دکھانے کی کوشش کی تھیں۔ ڈاکوؤں سے لڑ پڑے تھے۔ دوسرے ڈاکوؤں نے انہیں گولی ماردی تھی۔ اب انابیلا سہمی ہوئی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک ایک ڈاکو کے اندر گھس سکتی تھی لیکن وہ سب ایک دوسرے سے مقامی زبان میں بول رہے تھے اور وہ یہ زبان نہیں جانتی تھی۔

کبریا جانتا تھا اور بڑے اطمینان سے ایک کے بعد ایک ڈاکو کے اندر پہنچتا جارہا تھا۔ وہ تمام افراد کو حکم دے رہے تھے کہ فرش پر اوندھے منہ لیٹ جائیں اور کوئی حرکت نہ کریں۔ ایسے وقت اس نے ایک نقاب پوش کے دماغ پر قبضہ جمایا اور اسے دماغی طور پر غائب بناتے ہی اس کے پیٹ پر لات مار کر گن چھین لی۔ پھر ایک ہاتھ سے اس کی گردن کو جکڑلیا۔ دوسرے ہاتھ سے گولی چلائی۔ دوسرے ڈاکو کو مار گرایا پھر اس ایک اور کے ذریعے تیسرے ڈاکو کے اندر پہنچا اس نے اپنے دو ساتھیوں پر گولیاں چلائیں۔ انابیلا سہمی ہوئی دوسروں کے ساتھ اوندھی لیٹی ہوئی تھی۔ وہ دیکھ نہیں پارہی تھی کہ کبریا کیا کررہا ہے اس نے لیٹے لیٹے سر گھما کر دیکھا تو کبریا دو ڈاکوؤں سے لڑرہا تھا۔ ایک کو فلائنگ کک مارنے کے بعد دوسرے کو تابڑ توڑ گھونسے ماررہا تھا۔ جو لوگ زمین پر اوندھے پڑے ہوئے تھے وہ سب اٹھ رہے تھے۔ پتا چلا کہ چھ ڈاکو تھے۔ ان میں سے چار فائرنگ کے ذریعے مارے گئے تھے۔ باقی دو زندہ تھے۔ جن سے کبریا نمٹ رہا تھا۔ پھر سب ہی نے لپک کر ان دونوں ڈاکوؤں کو پکڑ لیا تھا۔

انابیلا نے فرش سے اٹھ کر اپنے لباس کو جھاڑتے ہوئے تعریفی نظروں سے کبریا کی طرف دیکھا پھر یونہی غصہ دکھاتے ہوئے ذرا پیار سے بولی "تمہیں ان سے لڑنے کی کیا

ضرورت تھی۔ اگر یہ تمہیں گولی مار دیتے تو؟"
کبریا نے کہا "تم نے کچھ نہیں دیکھا کہ جب تم زمین پر اوندھے منہ لیٹنے جا رہی تھیں تو ایک ڈاکو تمہارا نشانہ لے رہا تھا۔ کیا میں تمہیں مرنے دیتا۔ بس میری سمجھ میں نہیں آیا۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ اس سے بھڑ گیا اور یہ اچھا ہی کیا۔ دیکھ لو کہ ڈاکوؤں کا صفایا ہو چکا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا تم نے تنہا ان کا مقابلہ کیا ہے؟"
"ہاں تین کو تو میں نے گولی مار دی تھی اور ایک خود ہی گولی کی زد میں آ گیا۔ اس طرح چار مارے گئے۔ پھر میں نے مارشل آرٹ کا مظاہرہ کیا اور دو ڈاکوؤں کی پٹائی کر دی۔"

وہاں پولیس والے پہنچ گئے تھے۔ انہیں بھی روک لیا گیا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے بعد وہ اپنا بیان لکھانے کے بعد ہوٹل واپس آئے۔ اب وہ اس سے بہت زیادہ متاثر ہو گئی تھی اور سوچ رہی تھی کہ یہ بہت کام کا جوان ہے اور بے روزگار ہے۔ اسے میں زیادہ سے زیادہ رقم دیتی رہوں گی تو یہ میرا صرف فرمانبردار ہی نہیں، راز دار بھی بن کر رہے گا۔ میں اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر رکھ سکتی ہوں۔

اس نے یہی کیا۔ کبریا کو اپنے کمرے میں بلایا اس نے آ کر پوچھا۔
وہ بولی "کیا تم میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گے؟"
"میں زبان سے کچھ نہیں کہوں گا۔ تم حکم دو تو پھر دیکھو میں عمل کرتا ہوں یا نہیں۔"

وہ بولی "وہاں میرے بیڈ پر جاؤ۔ آرام سے لیٹ جاؤ۔ وہ بیڈ کے پاس جا کر اس کے سرے پر بیٹھ گیا۔ پھر جوتے اتارتے ہوئے بولا "تمہارا ارادہ کیا ہے؟ اپنے بستر پر مجھے سلا رہی ہو؟"
"تم میرے باڈی گارڈ ہو ایک طرح سے میرے ملازم ہو۔ میں تمہیں تمہاری تنخواہ دیتی رہوں گی۔ جب بھی تمہیں رقم کی ضرورت ہو گی، وہ تمہیں مجھ سے ملتی رہے گی۔"
وہ بولا "پھر تو کیا بات ہے۔ تم گردن کٹوانے کے لیے کہو گی تو یہ بھی کاٹ کر حاضر کر دوں گا۔"
وہ مسکرا کر بولی "فی الحال میں چاہتی ہوں تم سو جاؤ۔" وہ بستر پر لیٹ گیا۔ وہ بولی "چاروں شانے چت ہو جاؤ۔ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو اور آنکھیں بند کر لو۔"
اس نے یہی کیا۔ وہ اس کے دماغ میں آ کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے تھپکنے لگی۔ وہ اس کے ارادے کو پہلے ہی سمجھ کر عالی کو بلا چکا تھا تا کہ وہ اس کے اندر موجود رہے اور اس کے تنویمی عمل کو کمزور بناتی رہے۔ اس کے علاوہ وہ اس کے چور خیالات کو بھی نہ پڑھ سکے۔
دونوں طرف سے جوڑ توڑ جاری تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کبریا کس طرح اس کے عمل کا توڑ کر رہا ہے۔ بہر حال اس نے اپنے اطمینان کے مطابق اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا پھر اسے حکم دیا کہ تم میرے راز دار بن کر رہو گے۔
اس نے ایک معمول اور تابعدار کی حیثیت سے کہا "ہاں میں تمہارا راز دار بن کر رہوں گا۔"
"فی الحال میرا یہ راز ہے کہ میں فرہاد علی تیمور کے پوتے عدنان کو اپنے ساتھ اسرائیل لے جانا چاہتی ہوں۔ میرے راستے میں بڑی رکاوٹیں ہیں۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان دشمنوں کا مقابلہ کروں گی لیکن تمہیں بھی میرے ساتھ اس جنگ میں شریک ہونا ہے اور میرے دشمنوں سے نمٹتے رہنا ہے۔" وہ تابعدار کی حیثیت سے اس کی ہر بات تسلیم کر رہا تھا۔
آخر میں انابیلا مطمئن ہو گئی۔ اس نے اسے چار گھنٹوں تک تنویمی نیند سونے کا حکم دیا پھر خود بھی تھکی ہوئی تھی۔ آرام سے سونے کے لیے اس کے قریب ہی بیڈ پر لیٹ گئی۔ اپنے دماغ کو ہدایات دیں کہ وہ چار گھنٹوں تک سوتی رہے اور اپنے اس باڈی گارڈ سے پہلے بیدار ہو جائے۔
اس وقت استنبول میں رات کے نو بجے تھے اور ہندوستان میں آدھی رات ہو چکی تھی۔ وہاں وہی سب کچھ ہو رہا تھا جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ چنڈال جوگیا اور تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ میرے ہاتھوں مارے گئے تھے اور جناب تبریزی نے عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا تھا۔
انابیلا چار گھنٹوں تک سوتے رہنے کے بعد کبریا سے دو چار منٹ پہلے ہی بیدار ہو گئی۔ اٹھتے کے ساتھ ہی وہ سب سے پہلے عدنان کی خبر لینا چاہتی تھی۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر جولیانا واٹسن کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھتے ہی ایک ذہنی دھچکا سا لگا۔ پتا چلا کہ عدنان کہیں گم ہو گیا ہے۔
جولیانا واٹسن کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ عدنان کے ساتھ پچھلی رات ایک بیڈ پر سوئی تھی۔ عدنان گہری نیند میں تھا۔ وہ بھی تھکی ہوئی تھی۔ اس لیے گہری نیند سو رہی تھی پھر پتا نہیں کہ رات کو وہ کب وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ اسے خبر نہ ہوئی رات تین بجے آنکھ کھلی تو دیکھا بیڈ پر عدنان نہیں تھا تب ....وہ اسے پریشان ہو کر ڈھونڈنے لگی۔ اور ہوٹل والوں سے

شکایت کرنے لگی کہ ایک بچہ اس ہوٹل سے کس طرح نکل کر گیا ہے۔ اس پر کسی نے توجہ کیوں نہیں دی؟
ہوٹل کا ایک فرد بھی یہ نہیں جانتا تھا کہ کوئی بچہ رات کو کس وقت ہوٹل سے باہر گیا ہے۔ کسی نے کسی بچے کو جاتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ سب لاعلمی ظاہر کر رہے تھے۔
انابیلا بستر پر سے اچھل کر فرش پر کھڑی ہو گئی تھی۔ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی کہ وہ اچانک کیسے غائب ہو گیا؟ کبریا بیدار ہو گیا تھا۔ عالی اسے بتا رہی تھی کہ میں نے دو خطرناک جادوگروں کو مار ڈالا ہے اور جناب تبریزی ہمارے عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں لے آئے ہیں۔
کبریا نے کہا "اچھا تبھی یہ اتنی پریشان ہو رہی ہے میری طرف پلٹ کر بھی نہیں دیکھ رہی ہے۔ ٹھیک ہے عالی! تم جاؤ تمہارا شکریہ! میں اس سے نمٹ لوں گا۔"
وہ چلی گئی۔ وہ انابیلا سے بولا "مس صاحبہ کیا بات ہے۔ کچھ زیادہ ہی پریشان لگ رہی ہو؟"
وہ غصے سے پاؤں پٹخ کر بولی "شٹ اپ تھوڑی دیر خاموش رہو۔ کچھ نہ بولو، مجھے سوچنے دو۔"
اس نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ عدنان کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں یوں بھٹکنے لگیں۔ جیسے کسی مردے کے دماغ میں جگہ نہ ملے تو بھٹکتی رہ جاتی ہیں۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگی "کیا عدنان مر چکا ہے؟"
اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ وہ ولاڈی میر اور ارناکوف کے آلہ کاروں کو جانتی تھی۔ اس نے فوراً ہی ایک آلہ کار کے ذریعے ولاڈی میر سے رابطہ کیا پھر پوچھا۔
"کیا تم نے عدنان کو حاصل کیا ہے اور اسے مار ڈالا ہے۔"
"تم میرے پاس کیوں آئی ہو؟ جاؤ یہاں سے۔"
"نہیں جاؤں گی۔ پہلے تم بتاؤ کیا تم نے اسے مار ڈالا ہے۔ کیونکہ اس بچے کو مار ڈالنے سے ہی تمہاری زندگی میں پھیلی ہوئی نحوستیں ختم ہوں گی۔ تم نے ایسا ضرور کیا ہے۔"
"بکواس مت کرو میں کہہ چکا ہوں میں کچھ نہیں جانتا۔ ارناکوف کے پاس جاؤ گی تو وہ بھی پریشان دکھائی دے گی۔ ہم میں سے کوئی بھی اس بچے کے دماغ میں پہنچ نہیں پا رہا ہے۔"
"ایسی کیا بات ہو گئی ہے کہ ہم اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتے۔"
"اس بچے پر روحانی عمل کیا گیا ہے۔ روحانیت کے

ذریعے کالے جادو کو پسپا کیا گیا ہے۔ ہم سب دیکھتے رہ گئے اور عدنان ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔"

"تمہیں یہ کب معلوم ہوا کہ اب عدنان تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا؟"

"ہم اس کے دماغ میں تھے مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں ہے اور کدھر جا رہا ہے۔ پھر ہم نے دیکھا وہ بابا صاحب کے ادارے کے صدر دروازے تک پہنچ گیا تھا۔ وہ دروازہ کھل رہا تھا۔ جب اس نے ادارے کے اندر قدم رکھا تو اچانک ہی اس کا دماغ جیسے لاک ہوگیا یا گم ہوگیا۔ ہم سب کی سوچ کی لہریں وہاں سے واپس آگئیں اور پھر ہم دوسری بار اس کے دماغ تک نہیں جا سکے۔"

انابیلا کو یقین نہیں آیا اس نے دوسرے آلۂ کار کے ذریعے ارنا کوف سے رابطہ کیا تو وہ بھی یہی کہہ رہی تھی آوازن بھی یہی کہہ رہا تھا۔ سب ہی پریشان تھے۔ وہ بچہ سب کے لیے اہم تھا اور سب ہی اس سے اس طرح محروم ہوئے تھے کہ آئندہ اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ یہ بھی معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ وہ بچہ اس ادارے سے باہر آئے گا یا نہیں اور باہر آنے کے بعد ان کے ہاتھ لگے گا یا نہیں؟

انابیلا شکست خوردہ انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ کر سر جھکا کر سوچنے لگی۔ کیا واقعی اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا گیا ہے۔ کیا اب عدنان کے ذریعے انہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس نے بچے کو اغوا کیا تھا اور اسے چوری چھپے کہیں لے جا رہی تھی۔

کبریا دوسرے صوفے پر سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے پاس پہنچ گیا تھا وہ کہہ رہی تھی۔ "بیٹے! اس پر یہ ظاہر نہ ہونے دینا کہ تم کبریا ہو اور اس کا تعاقب کرتے رہے ہو۔ وہ تم پر تنویمی عمل کر چکی ہے اور تمہیں اپنا معمول اور تابعدار سمجھ رہی ہے۔ تم اس کے ساتھ اسرائیل جاؤ وہ وہاں حکومت کرے گی اور تم اس کے سر پر مسلط رہا کرو گے۔"

"ٹھیک ہے مما! میں یہی کروں گا وہ اپنی دانست میں مجھے اپنا غلام بنا چکی ہے۔ میں موقع پا کر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لوں گا۔"

سونیا نے کہا "اس ہوٹل کا فون نمبر بتاؤ۔"

کبریا نے وہاں کا نمبر بتایا پھر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

انابیلا نے چونک کر فون کی طرف دیکھا پھر ناگواری سے کہا "پتا نہیں کس کا فون ہے۔ تم اٹینڈ کرو۔"

کبریا نے اٹھ کر ریسیور اٹھایا پھر کان سے لگا کر دوسری طرف سے سونیا کی آواز سنی اس کے بعد کہا "مس صاحبہ! کوئی میڈم سونیا ہیں۔ آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ لیکن فون اٹینڈ کرنا بھی ضروری تھا اگر ایسا نہ کرتی تو سونیا کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے ہر طرف سے گھیرنے کی کوشش کرتے۔ یہاں فون آنے کا مطلب یہی تھا کہ سونیا اس کا موجودہ پتا ٹھکانا جانتی ہے۔

اس نے فون کے ذریعے مخاطب ہونے سے پہلے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خیال خوانی کے ذریعے وہاں بھیج دیا ہوگا۔ وہ سب اس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔

وہ ذرا سہمے ہوئے انداز میں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ٹیلی فون کے پاس آئی پھر کبریا سے ریسیور لے کر اسے کان سے لگایا دھیمی آواز میں بولی "ہیلو میں بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے سونیا نے کہا "اپنا نام بولو۔"

انابیلا نے کبریا کی طرف دیکھا۔ اس نے اب تک کبریا کو اپنا اصلی نام نہیں بتایا تھا۔ اب سوچا یہ تو میرا معمول اور تابعدار بن چکا ہے لہٰذا سونیا کو فون پر اپنا نام بتا دینا چاہیے۔

وہ بولی "میں انابیلا بول رہی ہوں۔"

"کیا اپنی صفائی میں کچھ بولنا چاہو گی؟"

وہ انجان بن کر بولی "کیسی صفائی؟ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

"انجان نہ بنو۔ تمہارے ہاتھ سے میرا پوتا نکل چکا ہے۔"

وہ چپ رہی۔ سونیا نے پوچھا "کیا اب بھی تم انکار کرو گی؟"

وہ کوئی جواب نہ دے سکی۔ سونیا نے کہا "اب میرے پوتے کے دماغ میں کوئی دشمن نہیں آ سکے گا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے کی چار دیواری میں ہے۔ یہاں روحانیت کا عمل دخل ہے۔ کوئی شر پسند ادھر نہیں آ سکے گا۔"

وہ چپ رہی کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ سونیا نے کہا "اب سے پہلے تم نے مجھے بہت بڑا دھوکا دیا تھا۔ آوازون کو چپ چاپ میرے دماغ میں لے آئی تھیں۔ میں نے تمہاری وہ غلطی معاف کر دی تھی۔ دوسری بار تم نے بہت زبردست مکاری دکھائی۔ میرے پوتے کو اغوا کر کے تل ابیب لیے جا رہی تھیں۔ کیا تم میری مرضی کے بغیر اسرائیل میں قدم رکھ سکو گی؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "میڈم! میں بہت شرمندہ ہوں؟"

"تمہارے شرمندہ ہونے سے مجھے کیا فرق پڑے گا۔ تم بھٹکتی رہو، مرتی رہو، ذلیل و خوار ہوتی رہو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ جب آپ کو میرا یہاں کا فون نمبر معلوم ہو چکا ہے تو آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے یہاں اپنے آلۂ کار بنا چکے ہوں گے۔ وہ سب ہوٹل کے باہر اور اندر میری نگرانی کرتے رہیں گے جب چاہیں گے مجھے گولی مار دیں گے۔"

"کیا تم مرنا نہیں چاہتیں؟"

"اپنی زندگی سے کسے پیار نہیں ہوتا۔ میں اپنی جان بچانے کے لیے زندہ رہنے کے لیے آپ کی ہر بات ہر شرط ماننے کے لیے تیار ہوں۔ اس بار آپ مجھے آخری موقع دیں۔ میں ثابت کروں گی کہ میں آپ کی کنیز بن کر رہ سکتی ہوں۔"

"میری خدمت کرنے والے بہت ہیں۔ مجھے تمہاری جیسی مکار اور دوغلی کنیز کی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے بہت مکاریاں دکھائی ہیں۔ ولاڈی میر، ارنا کوف، آوازون تو بے وقوف بنتے ہی رہے ہیں۔ تم نے مجھے اور فرہاد کو بھی بے وقوف بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ہم تم پر اندھا اعتماد کر رہے تھے اور تم ہماری محبت اور ہمدردی سے ناجائز فائدہ اٹھا رہی تھیں۔"

"میڈم! آپ مجھے باتیں سنائیں گالیاں دیں، مجھے سزائیں دے سکتی ہیں لیکن مجھے ایک بار زندہ رہنے کا موقع دیں۔"

"تمہارے پاس بس اتنا ہی موقع ہے کہ ہوٹل کے اندر رہ کر تم ایک دن یا ایک برس تک زندہ رہ سکتی ہو۔ ہوٹل سے باہر نکلو گی تو ماری جاؤ گی۔"

"کیا آپ وعدہ کرتی ہیں کہ میں ساری زندگی اسی ہوٹل کے اندر رہوں تو آپ مجھ سے دشمنی نہیں کریں گی اور آپ کا کوئی ماتحت مجھ پر گولی نہیں چلائے گا؟"

"دنیا جانتی ہے کہ میں زبان کی کھری ہوں۔ تمہاری جیسی مکار عورت کو زبان دی ہے تو اس پر عمل کروں گی۔ تم اس ہوٹل کی چار دیواری میں محفوظ رہو گی۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ میڈم!"

سونیا نے رابطہ ختم کر دیا۔ انابیلا نے ریسیور رکھ کر کبریا کو پُرامید نظروں سے دیکھا پھر پوچھا "کیا تم میرے لیے جان کی بازی لگا سکتے ہو؟"

"تم مجھے آزما کر دیکھو، جو کہو گی وہ کروں گا۔ ویسے میں الجھ گیا ہوں۔ یہ میڈم کون تھیں جن سے تم اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہی تھیں؟"

"اس کا نام سونیا ہے۔ وہ بہت ہی مکار اور خطرناک عورت ہے۔ وہ مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتی ہے لیکن ابھی اس نے مجھے زندہ رہنے کی مہلت دی ہے۔"

"کتنی مہلت دی ہے؟"

"اس نے کہا ہے جب تک میں ہوٹل کے اندر رہوں گی۔ تب تک مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس کا کوئی آدمی مجھے گولی نہیں مارے گا۔ لیکن اس ہوٹل کے باہر جاتے ہی کہیں سے بھی کوئی اندھی گولی آئے گی اور میری زندگی کو چاٹ جائے گی۔"

"جب تک میری آخری سانس بھی باقی ہے۔ میں تمہاری طرف ایک بھی گولی نہیں آنے دوں گا۔"

پھر اس نے بڑے ہی ڈرامائی انداز میں اس کے سامنے ایک گھٹنے کو ٹیک کر ذرا جھکتے ہوئے اس کے ہاتھ کو تھام کر اپنے سینے سے لگا کر کہا "میں تم پر جان قربان کر سکتا ہوں۔ زندگی میں پہلی بار تمہیں طیارے میں دیکھا تھا۔ تب ہی سے تم پر عاشق ہو گیا ہوں۔"

وہ جلدی سے ہاتھ چھڑا کر ذرا پیچھے ہٹ کر بولی "یہ کیا کر رہے ہو۔ ہوش میں تو ہو۔ یہ مت بھولو کہ تم صرف میرے باڈی گارڈ ہو۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولا "ہاں باڈی گارڈ تو ہوں لیکن تم کسی طرح باہر نہ نکل سکیں اور ہم ناکام رہے تو ہمیں ساری زندگی اسی ہوٹل کے کمرے میں گزارنی پڑے گی اور ساری زندگی تم شادی کیے بغیر نہیں رہ سکو گی۔ میں بھی تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔"

"میں کوئی نادان بچی نہیں ہوں کہ سونیا جیسی بلا کے خوف سے ساری زندگی یہاں گزاروں گی۔ میں یہاں سے نکلنے کی تدبیر کروں گی اور تم میرا ساتھ دو گے۔"

"میں ہر طرح سے تمہارا ساتھ دوں گا لیکن میری ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ تم مجھ سے محبت کرو گی۔ خود کو میرے حوالے کر دو گی اور میں خود کو تمہارے حوالے کروں گا۔"

وہ گھور کر بولی "کیا تم سمجھتے ہو میں دشمنوں کے آگے مجبور ہو گئی ہوں۔ باہر نہیں نکل سکوں گی یا بے بسی سے تمہارے ساتھ رہنے لگوں گی۔"

"میں تمہاری بے بسی کا فائدہ نہیں اٹھاؤں گا بلکہ سچا عشق کرتا رہوں گا۔"

"بکواس مت کرو۔ میں بہت الجھی ہوئی ہوں اور یہاں سے نکلنے کی تدبیریں سوچ رہی ہوں پلیز مجھے سوچنے دو اور خاموش رہو۔"

"تم سوچ میں مصروف رہو گی، تمہارا وقت گزرتا رہے گا۔ میں تنہا کیا کروں؟"

"تم میرا ایک کام کرو۔ تم میرے ملازم ہو میں تمہیں بھاری تنخواہ دے رہی ہوں۔ تم یہاں سے نیچے جاؤ، لاؤنج' وزیٹرز لابی اور کاؤنٹر پر ایک ایک فرد کا جائزہ لیتے رہو گے۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہو گے کہ ان میں کون ایسا ہے جو میری تاک میں لگا ہوا ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "میں کوئی جاسوس نہیں ہوں اور مجھے لوگوں کے چہرے پڑھنے نہیں آتے۔ میں کیسے سمجھوں گا کہ کون تمہارا دوست ہے اور کون تمہارا دشمن؟"

"میں جو کہتی ہوں تم وہ کرو۔ تم وہاں جاؤ گے تو میں معلوم کرتی رہوں گی کہ میرے دشمن کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔"

"میرے وہاں جانے سے تم کیسے معلوم کر سکو گی؟"

وہ کبریا کے دماغ میں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنا چاہتی تھی لیکن یہ بات ابھی تک کبریا سے چھپا رہی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس نے بیزار ہو کر کہا "تم بہت بحث کرتے ہو تم ملازم ہو۔ میں کوئی کام کہہ رہی ہوں تو تمہیں کام کرنا چاہیے۔ بحث نہیں کرنا چاہیے۔"

"کیا تم چاہتی ہو کہ میں ابھی نیچے لاؤنج کی طرف جاؤں؟"

"ہاں، میں یہی حکم دے رہی ہوں نیچے جاؤ۔"

"ایک ہی شرط پر جاؤں گا ایک بار اپنا ہاتھ پھر پکڑنے دو۔"

اس نے گھور کر دیکھا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ کبریا نے اسے محسوس کیا لیکن انجان بنا رہا یہ سمجھتا رہا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے اسے باہر جانے پر مجبور کر رہی ہے۔ وہ اسے بے بسی سے دیکھتا ہوا ذرا دور ہو گیا۔ پھر اس سے کترا کر باہر چلا گیا۔ اسے یہ یقین دلانا ضروری تھا کہ وہ اس کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔ وہ لفٹ کے ذریعے نیچے آیا پھر وزیٹر لابی، کاؤنٹر، ریسٹورنٹ اور ڈائننگ ہال وغیرہ میں پہنچ کر لوگوں کو دیکھنے لگا۔ ایسے وقت انابیلا کو اپنے اندر محسوس کر رہا تھا اور اس کی مرضی کے مطابق جس پر شبہ ہوتا تھا اس سے گفتگو کرتا تھا۔

وہ ایسے کسی شخص کی آواز اور لہجہ سن کر اس کے اندر جا کر معلوم کرتی تھی کہ وہ دشمنوں میں سے نہیں ہے۔ وہ [illegible] مرضی کے مطابق تقریباً دو گھنٹے تک وہاں کے مختلف حصوں میں جاتا رہا۔ کہیں بیٹھتا رہا کہیں اٹھ کر ادھر سے ادھر ٹہلتا رہا، کبھی کسی سے بولتا رہا اور کبھی چپ ہو کر پریشانی سے سوچتا رہا کہ میں خواہ مخواہ کیوں اجنبی افراد سے باتیں کرنے لگا ہوں؟ آخر مجھے کیا ہوا ہے؟

انابیلا مسکرا رہی تھی پھر اس نے کہا "تم اوپر آ سکتے ہو۔"

اس نے چونک کر اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا پھر سوچنے لگا "یہ میرے اندر میڈم کی آواز کیسے سنائی دے رہی ہے؟"

وہ بولی "آرام سے اپنے پیچھے صوفے پر بیٹھ جاؤ اور میری باتیں سنو۔"

وہ پیچھے ایک صوفے پر بیٹھ گیا پھر خلا میں تکنے لگا جیسے تصور میں انابیلا کو دیکھ رہا ہو۔ جیسے ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ نہ جانتا ہو۔ وہ بولی "میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اندر پہنچی ہوئی ہوں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ یہ ٹیلی پیتھی ہے اور تم اس علم کے ذریعے میرے اندر پہنچی ہوئی ہو؟"

"ہاں یہی بات ہے۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا کہ تم وہاں اوپر ساتویں منزل پر ہو اور یہاں نیچے میرے دماغ میں آ کر بیٹھی ہوئی بول رہی ہو۔"

"میں نے تمہارے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔ تم میرے معمول اور تابعدار ہو اور ہمیشہ اسی طرح رہو گے۔"

"یہ اچھی زبردستی ہے۔ کیا تم مجھے زبردستی اپنا غلام بنا کر رکھو گی۔"

"عاشق ایک طرح کا غلام ہوتا ہے۔ ایسا دیوانہ ہوتا ہے کہ ساری دنیا کو بھول کر اپنے معشوق کے قدموں میں رہتا ہے۔ کیا تم ایسی غلامی نہیں چاہو گے؟"

"ہاں ایسی غلامی مجھے پسند ہے۔ تم اپنے قریب آنے دو گی تو ساری دنیا کو بھول کر تمہارا ہی بن کر رہوں گا۔"

"اگر میں تمہیں اپنے قریب نہ آنے دوں تو؟"

"تو پھر میں مایوس ہو کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

وہ اس کے اندر ہنستے ہوئے بولی "تم میری مرضی کے بغیر اپنی مرضی سے ہل بھی نہیں سکتے۔"

"کیوں خواہ مخواہ خدائی دعویٰ کر رہی ہو؟ میں ابھی یہاں سے اٹھ کر جا سکتا ہوں۔"

"تو پھر اٹھ کر دکھا دو۔"

وہ اٹھنا چاہتا تھا لیکن یہ تاثر دے رہا تھا جیسے وہ اس کے زیر اثر ہو چونکہ وہ نہیں چاہتی ہے اس لیے وہ اپنی جگہ سے اٹھ نہیں پا رہا ہے۔

وہ ہنسنے لگی۔ پوچھنے لگی "کیا ہوا کیوں نہیں اٹھ رہے ہو؟"

وہ ذرا ندامت سے بولا "بس میری مرضی ہے۔ میں نہیں اٹھ رہا ہوں۔"

"اگر تم نہیں اٹھنا چاہتے تو میں تمہیں زبردستی اٹھا دوں گی۔ تم اپنے دل میں یہ ارادہ کر لو کہ یہاں سے نہیں اٹھو گے۔"

کبریا نے دونوں مٹھیاں بھینچ کر کہا "ہاں میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا۔"

دوسرے ہی لمحے میں وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ حیرانی سے اپنے آپ کو دیکھنے لگا۔ وہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "اسے ٹیلی پیتھی کہتے ہیں۔ میں اسی طرح تمہیں نچاؤں گی۔ تم میرے اشارے پر ناچتے رہو گے۔ چلو اب اوپر چلے آؤ۔"

وہ بڑی فرمانبرداری سے سر جھکا کر لفٹ کے پاس آیا۔ پھر اس کا بٹن دبا کر انتظار کرنے لگا۔ جب لفٹ نیچے آئی اور وہ اندر چلا گیا تو انابیلا مطمئن ہو کر اس کے دماغ سے چلی گئی۔ ایسے وقت اس نے فوراً ہی عبداللہ کو اپنے اندر بلایا۔ پھر اس سے کہا "میرے خیالات پڑھو۔ پھر اس کے مطابق عمل کرو۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اچانک انابیلا آئے اور اسے عبداللہ سے باتیں کرتے ہوئے سن لے۔

عبداللہ اس کے چور خیالات پڑھ کر وہاں سے چلا گیا۔ وہ کبریا کے دماغ سے نکل کر ٹیلی فون کے ذریعے مختلف افراد تک پہنچتا رہا۔ پھر ایک پہلوان نما شخص کے اندر پہنچ کر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر انابیلا کے دروازے پر لے آیا۔ وہاں دروازے کے پاس کبریا بھی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے دستک دی۔ اندر سے انابیلا نے پوچھا "کون ہے؟"

کبریا نے کہا "میں ہوں، دروازہ کھولو۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے کبریا کے اندر آئی۔ اسے دروازے کے پاس کھڑا ہوا پایا پھر مطمئن ہو کر دروازے کے پاس آ کر اسے اندر سے کھولا۔ دروازہ کھلتے ہی ایک پہلوان نما شخص کو دیکھا۔ اس شخص نے اچانک کبریا کے منہ پر گھونسا مارا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے جا کر گر پڑا۔ پھر اس نے اندر آ کر دروازے کو بند کر دیا۔ ہنستے ہوئے بولا "میری جان! تم تو بہت ہی حسین ہو۔ میں نے تمہیں کاؤنٹر پر دیکھا تھا۔ تب ہی سے تمہارے پیچھے پڑا ہوا ہوں۔"

انابیلا اس کی آواز سنتے ہی دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کرنا چاہتی تھی لیکن اس کے دماغ پر عبداللہ نے قبضہ جما رکھا تھا۔ اس لیے اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی۔ ناکام ہو کر پیچھے ہٹ گئی اور اپنی خیال خوانی کے ذریعے بولی "[illegible] ہو؟"

"یہاں آؤ...... جلدی آؤ۔"

کبریا فرش پر گرا ہوا تھا۔ اور کہہ رہا تھا "فکر نہ کرو۔ اس بدمعاش نے دھوکے سے مجھے مارا ہے۔ میں ابھی آ کر اس کی خبر لیتا ہوں۔ تم دروازہ کھولو۔"

وہ پہاڑ جیسا شخص اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ انابیلا ادھر نہیں جا سکتی تھی۔ اس نے کہا "سامنے سے ہٹو، مجھے جانے دو۔"

وہ بولا "کیا میرا دماغ خراب ہوا ہے۔ جو میں تمہیں دروازے تک جانے دوں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کے بازوؤں کو پکڑ لیا۔ پھر جکڑ لیا۔ وہ خود کو چھڑانے کے لیے جدوجہد کرنے لگی۔ چیخنا چاہتی تھی۔ اس نے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ پھر ایک ہاتھ سے گردن دبوچ کر اس کے سر کو قریبی دیوار سے ٹکرا دیا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ سر چکرانے لگا کبریا نے اس کے اندر پہنچ کر اس کے سر کو ذرا اور چکرا دیا۔ وہ فرش پر گر پڑی۔

وہ پہلوان نما اجنبی وہاں سے پلٹ کر دروازے کے پاس آیا۔ پھر اسے کھول کر باہر چلا گیا۔ کبریا نے اندر آ کر دروازے کو بند کر لیا پھر اس کی طرف دیکھا۔ وہ فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ اس پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔ اس نے اس کے دماغ کو تھوڑا اور کمزور بنا دیا پھر اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر پھر اسے وہاں سے لے جا کر بیڈ پر لٹا دیا۔

وہ تھوڑی دیر پہلے اس کے دماغ میں آ کر قہقہے لگا رہی تھی۔ اس کے دماغ کو فتح کر کے اسے غلام بنا کر خوش ہو رہی تھی۔ اب وہ شکست کھا کر بے یار و مددگار وہاں پڑی ہوئی تھی۔ اسے غلام بنانے والی اب خود اس کی کنیز بننے والی تھی۔ جب اسے رفتہ رفتہ ہوش آنے لگا تو اس نے آنکھیں کھول کر کبریا کو دیکھا پھر پریشان ہو کر کہا "یہ میرے ساتھ کیا ہو گیا ہے؟ یہ کون آیا تھا؟"

"جو بھی آیا تھا۔ خدا کا شکر کرو کہ تمہاری عزت بھی بچ گئی اور جان بھی۔ کمرے کا دروازہ اندر سے لاک تھا۔ میں نے ایک تار کے ذریعے دروازے کو کھولا تھا۔ پھر یہاں آ کر اس پہلوان کی ایسی پٹائی کی کہ وہ لہولہان ہو گیا۔ پھر یہاں سے

بھاگ گیا۔ اگر تم بے ہوش نہ ہوتیں تو میں اس کا پیچھا کرتا۔"

وہ محبت سے اس کا ہاتھ تھام کر بولی "تمہارا بہت بہت شکریہ! میرے دل میں ایک اندیشہ پیدا ہو رہا ہے۔"

"اس نے انجان بن کر پوچھا "کیسا اندیشہ؟"

وہ بولی "سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے مجھ پر حملہ کیا ہوگا۔ انہوں نے میرے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے۔ وہ کسی وقت بھی آ کر مجھ پر تنویمی عمل کر سکتے ہیں۔ مجھے اپنی معمول اور تابعدار بنا سکتے ہیں۔"

وہ بولا "میں یہ تنویمی عمل اور ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ بس اتنا جانتا ہوں کہ مجھے تمہاری حفاظت کرنی ہے۔ فکر نہ کرو۔ کوئی یہاں نہیں آئے گا۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا ہے۔"

وہ بولی "تم سمجھتے کیوں نہیں۔ دروازہ بند کرنے کے باوجود ٹیلی پیتھی جاننے والے اندر چلے آتے ہیں۔"

"تم اتنی دیر سے باتیں کر رہی ہو۔ کیا اپنے اندر کسی کو محسوس کر رہی ہو؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں میں کسی کو محسوس نہیں کر رہی اور نہ ہی کوئی مجھے زبردستی سلانے اور مجھ پر عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"تو پھر پریشان کیوں ہو رہی ہو۔ جہاں تک تمہیں سلانے کا تعلق ہے تو کوئی تمہیں نہیں سلائے گا۔ تم اپنی مرضی سے سو جاؤ اس طرح تمہیں ذہنی طور پر کچھ سکون حاصل ہوگا۔"

"ہاں میں آنکھیں بند کرنا چاہتی ہوں۔ اگر کوئی گڑبڑ ہوگی تو فوراً آنکھیں کھول دوں گی۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ بڑی توجہ سے سوچنے لگی کہ کوئی اس کے اندر موجود ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کیا چھپا ہوا ہے اور کیا وہ اسے آہستہ آہستہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلانا چاہتا ہے؟

وہ ایسی کوئی بات محسوس نہیں کر رہی تھی اور مطمئن ہو رہی تھی۔ پھر رفتہ رفتہ اسے نیند آ گئی تب کبریا نے اس کے خوابیدہ ذہن کو اپنے قبضے میں لے کر اس پر تنویمی عمل کرنا شروع کر دیا۔

☆☆☆

شیوانی اب تنہا رہ گئی تھی۔ ابھی اسے معلوم نہیں ہوا تھا کہ اس کے گرو گھنٹال تانترک مہاراج کے ساتھ کیا ہو چکا ہے پھر خیال خوانی کے ذریعے مدد کرنے والا چنڈال جوگیا بھی جہنم میں پہنچ چکا ہے۔ ابھی وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔ ان دنوں وہ ایک بہت ہی حسین اور نوجوان لڑکی الکا اگنی ہوتری کے جسم میں سمائی ہوئی تھی۔ بے انتہا دولت مند بن چکی تھی۔

گزشتہ اقساط میں بیان ہو چکا ہے کہ اس نے اپنی سوتیلی ماں کو بری طرح دہشت زدہ کیا تھا۔ اسے اپنے باپ کے قتل کے الزام میں سزا دلانا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے وہ ملک چھوڑ کر بھاگ گئی تھی۔

اسے پچھلی رات معلوم ہوا تھا کہ اس کی سوتیلی ماں کبھی یہاں سے فرار ہو گئی ہے۔ آخر شیوانی نے سوچا بھاگ کر کہاں جائے گی۔ دنیا کے آخری سرے میں بھی پہنچ جائے تو تانترک مہاراج ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے واپس بلا لیں گے یا وہیں اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔

مہاراج نے اس سے کہا تھا کہ وہ تمام رات ایک عمل میں مصروف رہے گا لہٰذا آئینے میں اسے دیکھا نہ جائے اور نہ ہی بلایا جائے۔ وہ خود ہی دوسرے دن اس کے پاس آئے گا۔ تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ نے اسے نہیں بتایا تھا کہ وہ خاص منتر کے اور ایک خاص عمل کے ذریعے اس کے بیٹے عدنان کو اپنے قابو میں کرنے اور اپنے پاس بلانے والا ہے۔

جب وہ بچہ اسے حاصل ہو جاتا تب وہ شیوانی سے کہتا تھا کہ تمہارا بیٹا میرے پاس ہے۔ میں نے اسے اپنے کالے منتروں کے ذریعے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے قابو میں کیا ہے اور اب تمہارے بیٹے کے ذریعے تمہیں اپنے قابو میں رکھوں گا۔ یہ بیٹا تمہاری کمزوری ہے۔ لیکن میری طاقت بنا رہے گا۔

تانترک مہاراج ایسا کرنے سے پہلے نرک میں پہنچ گیا تھا۔ رات میں شیوانی اس کا انتظار کرتی رہی۔ جب صبح ہوئی، دوپہر ہونے لگی اور دوپہر سے شام ہونے لگی تب اس نے پریشان ہو کر آئینے میں چنڈال جوگیا کو یاد کیا۔ وہاں دیر تک کھڑی رہی پھر بعد میں یاد آیا کہ آئینے کی سطح پر یاد کرتے ہوئے چشم زدن میں چنڈال جوگیا یا کوئی بھی اسے دکھائی دینے لگتا ہے لیکن اتنے منٹ گزر چکے تھے اور وہ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔

یہ پریشانی کی بات تھی کہ تانترک مہاراج کا جادو ختم ہو گیا ہے۔ وہ چنڈال کو کیوں نہیں دیکھ پا رہی ہے؟

اس نے دوسری بار تانترک مہاراج کو یاد کیا۔ آئینے کے سامنے کھڑی رہی۔ انتظار کرتی رہی۔ اس کا دل ڈوبنے لگا کیونکہ تانترک مہاراج بھی اسے آئینے کی سطح پر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی "اب کیا کرے؟"

اچانک ایسا ہوا تھا اس لیے کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ تانترک مہاراج نے کبھی اپنا پتا ٹھکانا یا فون نمبر نہیں بتایا تھا۔ اس لیے وہ رابطہ بھی نہیں کر سکتی تھی اور یہی معاملہ چنڈال کے ساتھ بھی تھا۔ چنڈال نے کہا تھا کہ اس کا کوئی ایک ٹھکانا نہیں ہے۔ وہ ابھی ممبئی کی طرف جا رہا ہے۔ وہ وہاں جا کر اپنا پتا ٹھکانا اور فون نمبر بتائے گا۔

اور اب ایسا ہی ہو رہا تھا نہ چنڈال نے اپنا وعدہ پورا کیا تھا اور نہ ہی تانترک مہاراج اس سے رابطہ کر رہے تھے۔ وہ اچانک ہی بے سہارا ہو گئی تھی۔ اگرچہ اس کے پاس بے انتہا دولت تھی۔ وہ دولت کے بل بوتے پر آرام دہ زندگی گزار سکتی تھی ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتی تھی۔ وہ آئندہ پورس کے پاس جانا چاہتی تھی۔

لیکن اب سوال پیدا ہو رہا تھا کیا اسے پورس کے پاس جانا چاہیے؟

پہلے اس کے دل و دماغ میں یہ بات تھی کہ اس کے پیچھے کالے جادو اور ٹیلی پیتھی کی طاقت ہے۔ اگر پورس اسے دھوکا دے گا یا اسے مار ڈالنا چاہے گا تو تانترک مہاراج اسے بچا لیں گے۔ وہ مر جائے گی۔ تب بھی اس کی آتما کو کسی دوسرے جسم میں پہنچا کر اسے نئی زندگی دیں گے۔

اس کے علاوہ چنڈال جوگیا سے یہ توقع تھی۔ وہ قدم قدم پر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی مدد کرے گا اور کسی دشمن کو اس کے قریب نہیں آنے دے گا۔ پورس بھی محبت کی آڑ میں دشمنی کرے گا تو چنڈال اس کی حفاظت کرتا رہے گا لیکن اب ایسی کوئی بات نہیں رہی تھی۔ وہ اچانک بے یار و مددگار ہو گئی تھی۔ نہ گرو مہاراج اور نہ ہی اس کا غلام چنڈال جوگیا اس سے رابطہ کر رہا تھا۔ وہ کئی بار آئینے کے سامنے آئی۔ بار بار مہاراج کو پکارتی رہی۔ کبھی چنڈال کو آوازیں دیتی رہی لیکن دونوں میں سے کسی کی بھی صورت آئینے کی سطح پر دکھائی نہیں دی۔

وہ تھک ہار کر بیٹھ گئی۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ وہ آئینے کے سامنے پورس کو یاد کر کے اسے دیکھ سکتی تھی۔ پچھلی بار اس نے اس طرح رابطہ کیا تھا اور بڑی دیر تک اس سے باتیں کرتی رہی تھی۔ اب سوچ رہی تھی کہ وہ پورس سے کیا بولے گی؟ پچھلی بار اس نے بڑے غرور سے کہا تھا کہ اس کی آتما ایک حسین اور خوب صورت لڑکی کے جسم میں سما گئی ہے۔ اس نے نئی زندگی حاصل کی ہے اور اب وہ اپنے بیٹے عدنان کو بھی حاصل کر لے گی۔

غرور کا سر نیچا ہونے والا تھا۔ اب اس کی پشت پر نہ تانترک مہاراج رہا تھا، نہ چنڈال جوگیا کی مدد حاصل کی جا سکتی تھی۔ وہ بالکل تن تنہا اور نہتی ہو گئی تھی۔

اس نے پریشان ہو کر پھر ایک مرتبہ تانترک مہاراج کو یاد کیا پھر چنڈال جوگیا کو بھی پکارا لیکن دونوں میں سے کوئی آئینے کی سطح پر نہیں آ رہا تھا۔ اس سے کوئی رابطہ نہیں کر رہا تھا۔ دل ڈوب رہا تھا اور کہہ رہا تھا موت سب کو آتی ہے۔ چنڈال جوگیا اور تانترک مہاراج کو بھی آ چکی ہے اسی لیے وہ رابطہ نہیں کر رہے ہیں۔

صبح سے شام ہو گئی پھر شام سے دوسری صبح ہو گئی۔ وہ انتظار کرتی رہی لیکن دونوں میں سے کسی نے اس سے رابطہ نہیں کیا۔ تب اسے یقین کرنا پڑا کہ وہ مر چکے ہیں۔ ایسے میں وہ خوف زدہ ہو گئی۔ الکا اگنی ہوتری کے جسم میں سمائی ہوئی تھی اور الکا کے وہاں کئی دشمن تھے۔ اس نے چنڈال جوگیا کی مدد سے اپنی سوتیلی ماں اور ایک کزن کو سزائیں دی تھیں۔ انہیں دہشت زدہ کیا تھا۔ اب ایسی کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر اس کا کوئی دوسرا دشمن حملہ کرتا تو وہ بے موت ماری جاتی۔ ایسے میں اس کی عقل نے سمجھایا کہ وہ کچھ عرصے کے لیے وہ جگہ چھوڑ دے اور دوسری جگہ چلی جائے اس طرح اپنے دشمنوں سے دور رہ کر محفوظ رہے گی۔ اس نے آئینے کے سامنے آ کر سوچا کہ ابھی پورس کو یاد کرے گی اس سے باتیں کرے گی لیکن اسے یہ نہیں معلوم ہونے دے گی کہ وہ کمزور پڑ گئی ہے اور جو غیر معمولی علوم کے ذریعے اس کی مدد کیا کرتے تھے وہ کہیں گم ہو گئے ہیں۔

اس نے آئینے کی سطح پر خود کو دیکھا پھر پورس کو یاد کیا دوسرے ہی لمحے اس کے اپنے عکس کی جگہ پورس دکھائی دینے لگا۔

دوسری طرف پورس نے اپنے اندر بے چینی محسوس کی یہ سمجھ گیا کہ شیوانی اسے آئینے میں دیکھ رہی ہے۔ اب وہ اپنی جیب میں ایک چھوٹا سا آئینہ رکھنے لگا تھا اس نے جیب سے آئینہ نکال کر اس کی سطح پر دیکھا تو شیوانی دکھائی دینے لگی۔ اس نے کہا "میں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ تم مجھ سے ضرور رابطہ کرو گی۔"

"تمہیں یہ یقین کیوں تھا؟"

پچھلی بار تم نے دعویٰ کیا تھا کہ تم بہت جلد عدنان کو حاصل کر لو گی اور وہ تانترک مہاراج بہت زبردست اور خطرناک جادوگر بھی ہے اور بہت زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہے۔"

"ہاں ایسا ہے۔ میں مہاراج کے ذریعے بہت جلد اپنے بیٹے عدنان کو حاصل کرنے والی ہوں۔"

اس نے طنزیہ لہجے میں پوچھا ''تمہارا وہ بہت جلد کب تک آئے گا؟''

''تم طعنہ کیوں دے رہے ہو؟ کیا مجھے کمزور سمجھ رہے ہو اور یہ سوچ رہے ہو کہ میں اپنے بیٹے کو حاصل نہیں کر پاؤں گی؟''

''چنڈ ال جوگیا ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہاری مدد کیا کرتا ہے۔ اس سے کہو میرے دماغ میں آئے میں اس سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

وہ سوچ میں پڑ گئی پھر ہچکچاتے ہوئے بولی ''وہ اس وقت ایک معاملے میں بہت مصروف ہے۔''

''کوئی بات نہیں، اپنے تانترک مہاراج سے کہو کہ میرے دماغ میں آئے اور مجھ سے باتیں کریں۔''

''تم مہاراج سے کیا باتیں کرو گے؟ وہ تمہارے اندر نہیں آئیں گے۔''

''مجھے معلوم تو ہو کہ تمہارا مہاراج کتنا زبردست ہے۔ کیا وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔ میرے اندر نہیں آسکے گا؟''

''کیوں نہیں جانتے ہیں۔ مہاراج بہت کچھ جانتے ہیں۔ وہ تمہارے دماغ میں آسکتے ہیں۔ اس وقت کالے عمل میں مصروف ہیں۔''

''ادھر تمہارا چنڈ ال جوگیا مصروف ہے اور ادھر تمہارے مہاراج مصروف ہے اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ قیامت تک مصروف رہیں گے اور تمہارے پاس نہیں آئیں گے۔''

وہ چونک کر بولی ''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

''میں وہ ہی کہنا چاہتا ہوں جسے تم مجھ سے چھپا رہی ہو۔''

''میں کوئی بات نہیں چھپا رہی ہوں۔ پتا نہیں تم کیا سوچ رہے ہو؟''

''تمہاری بے بسی اور کمزوری پر افسوس ہو رہا ہے اور ہنسی بھی آرہی ہے۔ مجھے خوش ہونا چاہیے کہ تمہارا غرور ختم ہو چکا ہے۔ میرے پاپا نے تمہارے تانترک مہاراج اور چنڈ ال جوگیا کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں پہنچا دیا ہے۔''

اس نے بے یقینی سے آئینے میں پورس کو دیکھا پھر کہا ''نہیں تم جھوٹ بول رہے ہو۔''

''اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو کیا پچھلے چوبیس گھنٹوں سے تم سے کسی نے بھی دماغی رابطہ کیا ہے؟''

وہ چپ رہی، کوئی جواب نہ دے سکی۔ پورس نے کہا ''تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی کہہ دوں کہ میرا بیٹا عدنان بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ چکا ہے۔ اب کوئی اس کے دماغ میں بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ تم آئینے کی سطح پر بھی اسے نہیں [illegible] گی۔ کوششیں کر کے دیکھ لو۔''

وہ گم صم سی تھی۔ سوچ میں پڑ گئی تھی ''کیا یہ [illegible] ہے؟''

''تم کہہ رہی تھیں کہ تانترک مہاراج بہت ز[illegible] ہے۔ خطرناک ہے۔ لیکن یہ بھول گئیں کہ میرے پا[illegible] خطرناک اور زبردست ہیں۔ انہوں نے ایک ہی را[illegible] دونوں زبردست جادوگروں اور ٹیلی پیتھی جاننے وا[illegible] خاک میں ملا دیا ہے۔ اب تمہارا کیا بنے گا۔ کس کے پا[illegible] گی؟ کس سے مدد مانگو گی؟''

اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ وہ ممتا بھرے [illegible] بولی ''مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ میرا بیٹا مجھے نہیں ملے گا [illegible] بابا صاحب کے ادارے میں رہا کرے گا۔''

''کوئی بات نہیں۔ رفتہ رفتہ یقین آجائے گا۔ م[illegible] ہوں۔ آئندہ مجھے آئینے کی سطح پر نہ بلانا۔''

''نہیں پورس، ٹھہر جاؤ۔ پلیز رک جاؤ۔ میں تم [illegible] کچھ کہنا چاہتی ہوں۔''

''تمہارا بیٹا تمہیں نہیں ملے گا۔ اور وہ نہ جا[illegible] طویل عرصے تک بابا صاحب کے ادارے میں رہ [illegible] د تربیت حاصل کرتا رہے گا اس لیے تمہارا یہ موجودہ موجودہ زندگی بے کار ہے۔ تمہیں دنیا میں سب کچھ [illegible] ہے۔ بیٹا کبھی نہیں ملے گا۔''

''جو میری اپنی چیز ہوتی ہے، اسے ہاتھ پھیلا کر نہی[illegible] اپنا حق مانگتی ہوں۔ نہ ملے تو چھین لیتی ہوں۔''

''رسی جل گئی مگر بل نہیں گئے۔ اب بھی چھین [illegible] باتیں کر رہی ہو۔ کیا کر لو گی یہ بتاؤ؟''

''میں ابھی نہیں جانتی کہ میں کیا کر سکوں گی۔ لیکن [illegible] تک میری سانس باقی ہے میں اپنے بیٹے کے لیے لڑتی ر[illegible] گی۔ ایسی تدبیر کروں گی کہ بابا صاحب کے ادارے [illegible] مجبور ہو جائیں گے وہاں کا دروازہ میرے لیے کھول د[illegible] یا میرے بیٹے کو میری آغوش میں پہنچا دیں گے۔ دنیا کی [illegible] سے طاقت ور ہستی ماں کی ہوتی ہے۔ اپنے زبردست [illegible] سے کہہ دینا کہ وہ ساری دنیا کے پہاڑوں سے ٹکرائے [illegible] ماں سے نہ ٹکرائے ورنہ ریزہ ریزہ ہو جائے گا پھر اپنے [illegible] ریزے سے پہچانا نہیں جائے گا کہ یہ وہی ناقابل شکست [illegible] علی تیمور ہے۔''

پورس نے کہا ''ہمارے بزرگوں نے سمجھایا ہے کہ [illegible] چیونٹی کو بھی کمزور نہ سمجھیں لہٰذا میں تمہیں کبھی کمزور نہیں [illegible]

گا۔ تم جو کرنا چاہتی ہو کرتی رہو۔ ابھی گرج رہی ہو، جب برسو گی تو دیکھا جائے گا۔ میں جا رہا ہوں۔ خواہ مخواہ مجھ سے رابطہ کرو گی تو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔''

یہ کہہ کر وہ آئینے کے پاس سے ہٹ گیا۔ ادھر شیوانی کے آئینے کی سطح سے گم ہو گیا۔ وہ گم صم سی کھڑی تھی۔ لگ رہا تھا اندر سے پوری طرح ٹوٹ چکی ہے۔ اور اب ابھرنے کا امکان نہیں رہا ہے۔

خواہ کتنی ہی ناامیدی و مایوسی ہو، وہ اپنے بیٹے کے حصول سے باز آنے والی نہیں تھی۔ سوچ رہی تھی کہ کوئی نہ کوئی راستہ نکالنا ہوگا۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ہر طرف سے راستہ بند ہو جائیں۔ ایسا صرف اسی وقت ہوتا ہے جب موت آتی ہے اور راستے بند ہو جاتے ہیں۔ تب صرف موت کی طرف جانا ہوتا ہے اور ایسا وقت شیوانی کے لیے نہیں آیا تھا۔

☆☆☆

ولاڈی میر اسلام آباد سے روانہ ہو کر لاہور پہنچ گیا۔ وہ شیوانی تک پہنچنے کے لیے لاہور آگیا تھا۔ طلسمی آلے نے بتایا تھا کہ وہ عورت اسی سمت میں کہیں ہے۔

عدنان کے بارے میں یقین ہو چکا تھا کہ اب اسے بابا صاحب کے ادارے سے کوئی نہیں لے جا سکے گا۔ ان کا کالا جادو اور ٹیلی پیتھی کسی کام نہیں آئے گی۔ ناامیدی کے باوجود اک کمزور سی امید کی کرن باقی رہتی ہے کہ شاید کسی طرح کامیابی حاصل ہو جائے۔

وہ شیوانی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس شیوانی کو انا میریا سمجھتا تھا اور یہ جانتا تھا کہ وہ اپنے بیٹے عدنان کے لیے جان کی بازی لگا دے گی۔ کوئی جدوجہد اور تدبیر کرے گی کوئی نہ کوئی راستہ نکالے گی لہٰذا وہ انا میریا (شیوانی) تک ہر حال میں پہنچنا چاہتا تھا۔ اب وہی امید کی آخری کرن رہ گئی تھی۔

وہاں اس نے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ اپنے کمرے میں بیٹھ کر طلسمی آلے کے سامنے منتر پڑھ رہا تھا۔ پتا چلا کہ وہ انا میریا یعنی شیوانی کے قریب پہنچ گیا ہے۔ اسے وہاں سے آگے مشرق کی طرف زیادہ سے زیادہ سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنا ہوگا پھر وہ اپنی منزل تک پہنچ جائے گا۔

وہ سمجھ گیا کہ شیوانی ہندوستان کے کسی شہر میں ہے۔ اسے جلد سے جلد وہاں پہنچنا چاہیے۔ اس نے طلسمی آلے کو اپنے بیگ میں رکھا اور ہوٹل سے نکل کر ائرپورٹ کی طرف گیا۔ وہاں معلوم کیا کہ وہ کس فلائٹ سے ہندوستان جا سکے گا؟ پتا چلا کہ دو دن کے بعد ایک فلائٹ سے ہندوستان جا سکے گا۔

اس کے برعکس یہ معلوم ہوا کہ وہ ٹرین کے ذریعے وہ چوبیس گھنٹے کے اندر وہاں پہنچ سکتا ہے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے بھارتی سفارت خانے والوں سے رابطہ کیا۔ پھر ان کے دماغوں میں پہنچ کر اسی شام ہندوستان جانے کا اجازت نامہ حاصل کر لیا۔ دو گھنٹے بعد وہاں سے ٹرین روانہ ہونے والی تھی۔ اس نے روانگی سے پہلے بیگ کھولا اور اس میں سے پراسرار علوم کی ایک کتاب نکالی پھر اس کا مطالعہ کرنے لگا۔ جب بھی وہ سفر کے لیے روانہ ہوتا تھا تو اسے پہلے اس کتاب کے ذریعے رہنمائی حاصل کرتا تھا۔ اس کا ایک پراسرار علم اسے بتاتا تھا کہ آئندہ اسے اسی سمت آگے بڑھنا چاہیے یا نہیں؟ وہ پڑھنے کے دوران میں چونک گیا اس کا علم اسے بتا رہا تھا کہ اگلے دو گھنٹوں تک اسے چار دیواری سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔

وہ پریشان ہو گیا۔ سوچنے لگا یہ اچانک کیسی رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔ وہ اگر دو گھنٹوں تک چار دیواری سے باہر نہیں نکلے گا تو ادھر ٹرین روانہ ہو جائے گی پھر ہوائی جہاز کے ذریعے بھی دو دن سے پہلے ہندوستان نہیں جا سکے گا۔

وہ سوچنے لگا، آخر چار دیواری سے باہر کیوں نہیں جا سکتا۔ باہر کس قسم کا خطرہ پیش آسکتا ہے؟ کیا اس کے دشمن اس کی تاک میں ہیں؟ کیا انہوں نے اسے ولاڈی میر کی حیثیت سے پہچان لیا ہے۔ ایسے کئی سوالات اس کے دماغ میں گردش کر رہے تھے اور یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ ماسکو سے لے کر یہاں تک کسی دشمن نے تعاقب نہیں کیا ہے۔ اس نے کوئی خطرہ محسوس نہیں کیا پھر اچانک اس پر کیسی مصیبت آسکتی ہے؟ پھر اسے یاد آیا کہ پاکستان فرہاد علی تیمور کا وطن ہے اور لاہور کے قریب ہی ایک چھوٹے سے شہر شاہ کوٹ میں فرہاد علی تیمور پیدا ہوا تھا کیا فرہاد علی اپنی جائے پیدائش کی طرف آیا ہوا ہے۔ کیا وہاں سے لاہور پہنچا ہوا ہے؟

حالیہ معلومات کے مطابق فرہاد علی وغیرہ عدنان کے معاملے میں مصروف رہے تھے اور اب اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا کر مطمئن ہو گئے تھے اور ایک اندازے کے مطابق وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ فرہاد یورپ میں کہیں ہے۔ ایشیا کی طرف نہیں آیا۔ وہ مجھے اچھی طرح جانتا تھا وہ میری آواز اور لب و لہجہ سن چکا تھا۔ اس نے اپنے اطمینان کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی پھر میرے دماغ میں پہنچا میں نے پوچھا ''کون ہے؟''

وہ بولا ''میں ولاڈی میر ہوں۔ آپ سے ابھی ملنا چاہتا ہوں۔''

''تعجب ہے، میرے پوتے کے دشمن ہو اور میرے سامنے آنے کا حوصلہ رکھتے ہو۔''

''میرے تمام حوصلے ٹوٹ چکے ہیں۔ میں شکست تسلیم کرر ہا ہوں اور آپ کے قدموں میں جھکنا چاہتا ہوں۔''

''اچھی طرح سوچ لو۔ اگر میرے سامنے آؤ گے اور دھوکا دو گے۔ اپنی کسی ڈمی کو بھیجو گے تو بری طرح پچھتاؤ گے۔''

''ایسا نہیں ہوگا۔ جب میں آپ کے پاس آنے لگوں گا تو آپ میرے دماغ میں موجود رہیں گے۔ میرے خیالات پڑھ کر معلوم کرتے رہیں گے کہ میں ہی آپ تک پہنچ رہا ہوں۔''

''تو پھر ٹھیک ہے۔ چلے آؤ۔ میں ہندوستان کے شہر دہلی میں ہوں۔ جب یہاں پہنچو گے تو میں بتاؤں گا کہ ہماری ملاقات کہاں ہو سکتی ہے۔''

''آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں آج ہی کسی فلائٹ سے پرواز کروں گا اور بارہ گھنٹے کے اندر آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔''

یہ کہہ کر وہ میرے دماغ سے نکل گیا۔ اس نے مجھے دھوکا دیا تھا کہ وہ مجھ سے دور ہے۔ مجھ تک پہنچنے میں اسے بارہ گھنٹے لگیں گے۔ اس نے بڑی چالاکی سے معلوم کرلیا تھا کہ میں ہندوستان کے شہر دہلی میں ہوں اور لاہور میں فی الحال میری طرف سے اسے خطرہ نہیں ہے۔

وہ ہر طرف سے مطمئن ہوگیا کہ وہ ہوٹل کی چار دیواری سے باہر نکلے گا تو کسی دشمن کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ البتہ اسے کوئی ناگہانی حادثہ پیش آ سکتا ہے۔ کسی دوسرے پر آنے والی مصیبت اس پر آ سکتی ہے۔ کوئی بھی ایسی بات ہو سکتی ہے۔ جس کے بارے میں فی الحال سوچا نہیں جا سکتا۔

وہ جلد سے جلد انا میر یا یعنی شیوانی تک پہنچنا چاہتا تھا۔ وہ اس پہلو سے سوچ رہا تھا کہ ہر انسان ناگہانی مصیبتوں سے اور حادثوں سے دوچار ہوتا ہی رہتا ہے۔ اگر اسے بھی کوئی حادثہ پیش آئے گا تو وہ کسی طرح بری گھڑی سے گزر جائے گا۔ وہ کسی نہ کسی طرح حالات سے نمٹ لے گا۔ لیکن آج ٹرین کے ذریعے ہندوستان ضرور جائے گا۔

اس نے اپنے سفری بیگ میں تمام سامان رکھا۔ فون کے ذریعے ہوٹل سروس والوں سے کہا کہ ہوٹل کی ریفنڈ کار کا انتظام کیا جائے اور اسے اسٹیشن پہنچایا جائے۔

وہ فون کرنے کے بعد واش روم میں گیا۔ ہوٹل کے باہر جانے سے پہلے اندر ہی اندر کچھ پریشان سا، الجھا الجھا سا تھا۔ اس کے پراسرار علم نے ان دیکھا چیلنج کیا تھا اور اسے چیلنج کا سامنا کرنا تھا۔ وہ واش روم سے آ کر سفری بیگ اٹھا کر کاؤنٹر پر آ گیا۔

کاؤنٹر پر تمام بل ادا کرنے کے دوران میں آس پاس دیکھتا رہا۔ باہر ریفنڈ کار کھڑی ہوئی تھی۔ ہوٹل کے ملازم نے اس کا سفری بیگ کار میں پہنچایا۔ وہ وہاں آ کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کار وہاں سے چل پڑی۔ وہ دل ہی دل میں اپنی سلامتی کے لیے منتر پڑھ رہا تھا۔ یوں ذرا اطمینان ہو رہا تھا کہ اس پر کوئی آفت نہیں آئے گی۔

وہ اپنے عقیدے کے مطابق منتروں کے باعث کسی آفت کا سامنا کیے بغیر ریلوے اسٹیشن پہنچ گیا۔ ٹرین کھڑی ہوئی تھی۔ مسافروں کی اچھی بھیڑ تھی۔ وہ ایک کمپارٹمنٹ میں آ کر مسافروں کے درمیان ایک خالی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

وہاں سامنے والی سیٹ پر سات برس کی ایک خوب صورت سی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ اچھی قد آور تھی۔ ایسا کسرتی جسم تھا جیسے جمناسٹک کی مشقیں کرتی رہتی ہو۔ اس کے آس پاس ماں باپ بیٹھے ہوئے تھے۔

ولاڈی میر جیسے ہی وہاں آ کر بیٹھا۔ وہ لڑکی ذرا الگ انداز میں سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اس سامنے والے کے سینے پر دل کی جگہ ایک کالا سایہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ سایہ کسی قدر انسانی ڈھانچے کی طرح تھا۔

وہ انوشے تھی۔ اس نے اپنی دادی آمنہ کے ساتھ رہ کر روحانیت کی ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔ آمنہ نے اپنی پوتی کے اندر کچھ ایسی صلاحیتیں پیدا کی تھیں کہ وہ دور ہی سے کالے جادو کے اثرات کو محسوس کرلیا کرتی تھی۔ اسے سیاہ شیطانی سائے دور ہی سے دکھائی دینے لگتے تھے۔

ولاڈی میر آس پاس کے مسافروں کو دیکھ رہا تھا۔ انوشے کے پاس بیٹھے ہوئے الپا اور پارس کو بھی دیکھ رہا تھا۔ وہ تینوں مجھ سے ملنے کے لیے دہلی آ رہے تھے۔ انوشے نے الپا کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر ہلکا سا دباؤ ڈالا تو الپا نے سر گھما کر بیٹی کی طرف دیکھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے بیٹی کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا کہ سامنے جو شخص ابھی آ کر بیٹھا ہے اس کے اندر شیطان چھپا ہوا ہے اور اس کا تعلق شیطانی عمل سے یعنی کالے جادو سے ہے۔ وہ اپنی بیٹی کے خیالات پڑھنے کے بعد پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے یہ تمام باتیں بتانے لگی۔ اس نے چور نظروں سے ولاڈی میر کو دیکھا پھر سوچ کے ذریعے کہا ''اچھا ہٹا کٹا صحت مند باڈی بلڈر ہے۔ یقیناً یوگا کا ماہر ہوگا۔ تم اس کے دماغ تک پہنچنا چاہو گی تو یہ سانس روک لے گا۔''

وہ بولی ''میں ایسی غلطی نہیں کروں گی۔ ہمیں کوئی تدبیر کرنا چاہیے اس کے بارے میں کچھ تفصیلات معلوم کرنی ہوں گی پھر ہم کسی طرح اس کے دماغ میں پہنچ پائیں گے۔''

''میری قیافہ شناسی کہتی ہے کہ یہ روس کے کسی علاقے سے ادھر آیا ہے۔''

الپا نے پریشان ہو کر اپنی بیٹی کو اپنے ایک بازو میں لے لیا پھر بولی ''اگر یہ روسی ہے تو ولاڈی میر یا آوازون ہوگا۔ مجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ آوازون ہے۔ میری بیٹی کے پیچھے پڑا ہے۔ اسے کسی نہ کسی طرح حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یہ کم بخت اتنے قریب پہنچ جائے گا میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔''

پارس نے کہا ''تم ناحق پریشان ہو رہی ہو۔ ایک ماں کے جذبات کو پس پشت ڈال کر ذہانت سے تدبیر سوچو۔''

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ پارس بھی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ تیزی سے سوچ رہا تھا کہ کس طرح جلد سے جلد اس سامنے بیٹھے ہوئے شخص کو بے نقاب کر سکتا ہے؟

ولاڈی میر سامنے بیٹھا ہوا رہ رہ کر انوشے کو دیکھ رہا تھا۔ انوشے نے مسکرا کر پوچھا ''ہیلو مسٹر! تم مجھے بار بار دیکھ رہے ہو۔ کیا میں بہت خوب صورت ہوں؟''

وہ مسکرا کر بولا ''یس مائی چائلڈ! یو آر سو بیوٹی فل۔ تم کہاں جا رہی ہو؟''

وہ بولی ''ہم دہلی جا رہے ہیں۔''

پارس نے اس سے پوچھا ''اور مسٹر تم کہاں جا رہے ہو؟''

اس نے کہا ''اتفاق سے میں بھی دہلی جا رہا ہوں۔''

یہ کہتے ہی ولاڈی میر نے خیال خوانی کی پرواز کی اور پارس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پارس نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن انجان بنا رہا۔ ان دنوں پارس، الپا اور انوشے جن فرضی ناموں سے وہاں رہتے آ رہے تھے اور دہلی جا رہے تھے، اس کے مطابق ان کی شخصیت بنی ہوئی تھی۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے اندر آ کر یہ نہیں معلوم کر سکتا تھا کہ وہ پارس الپا اور انوشے ہیں۔ ولاڈی میر کو ان کے خیالات سے معلوم ہوا کہ وہ عام سے لوگ ہیں۔ ہندوستان میں ان کے رشتے دار ہیں اور وہ ان سے ملنے جا رہے ہیں۔ وہ مطمئن ہوگیا۔ ٹرین چل پڑی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹوائلٹ کی طرف جانے لگا۔ پارس بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا پھر اس کے پیچھے چلتے چلتے ٹوائلٹ کی طرف آیا پھر بولا ''ہیلو مسٹر......''

اس نے جیسے ہی پلٹ کر دیکھا۔ پارس نے ایک زوردار گھونسا اس کی ناک پر جڑ دیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے دروازے کے پاس گر گیا۔ پارس نے کہا ''میرے خیالات پڑھ لیے۔ اب ہمیں بھی اپنے خیالات پڑھنے دو۔''

ناک پر گھونسا پڑتے ہی الپا کے اندر پہنچی تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ بڑا اچھا دار تھا۔ بڑا فولادی دماغ تھا۔ اتنی آسانی سے زیر ہونے والا نہیں تھا۔

پارس نے اس کی ناک پر دوسرا گھونسا جڑ دیا۔ اس کے ساتھ ہی الپا اس کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے پھر سانس روک لی۔ واقعی وہ ثابت کر رہا تھا کہ وہ فولادی دماغ کا حامل ہے۔ پارس نے تیسری بار حملہ کیا۔ اس بار ولاڈی میر نے اس کا ہاتھ روک لیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے حملہ کیا۔ ولاڈی میر نے اس کے دوسرے ہاتھ کو بھی روک لیا۔ اس بار دونوں میں پنجہ آزمائی ہونے لگی۔ الپا اپنے پارس کے دماغ میں رہ کر سمجھ رہی تھی کہ اسے ایک بہت زبردست فولادی روبوٹ سے ٹکرا رہا ہے۔ وہ کم بخت بہت ہی طاقت ور تھا۔ پنجہ آزمائی کے مقابلے میں زیر نہیں ہو رہا تھا۔

ٹرین کھٹ کھٹا کھٹ کی آواز کے ساتھ تیز رفتاری سے چلی جا رہی تھی۔ کئی مسافر ادھر چلے آئے تھے اور دور ہی دور سے ان کے لڑنے کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ ولاڈی میر چپ چاپ ایک خاص منتر پڑھ رہا تھا تا کہ مقابل کو زیر کر سکے۔ وہ اپنی طاقت بھی آزما رہا تھا۔ انوشے ایک طرف کھڑی ہوئی اسے گھور کر دیکھ رہی تھی اور اپنی دادی آمنہ کی بتائی ہوئی کلام پاک کی آیت پڑھتی جا رہی تھی۔ گویا باپ جسمانی طور پر مقابلہ کر رہا تھا اور بیٹی روحانیت کے ذریعے اس کے کالے منتروں کا مقابلہ کر رہی تھی۔

اچانک ہی ولاڈی میر کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ پارس نے پوری قوت سے اس کی انگلیاں موڑ ڈالی تھیں۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگا۔ ایسے وقت الپا نے اس کے اندر پہنچتے ہی زلزلہ پیدا کیا۔ ایسے دماغی جھٹکے پہنچائے کہ وہ حلق پھاڑ کر چیخنے لگا۔ پارس نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ وہ نیچے گر کر تکلیف کی شدت سے تڑپ رہا تھا۔ تمام مسافر دور ہٹ گئے تھے۔ حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ پارس سے پوچھ رہے تھے کہ کس بات سے جھگڑا ہو رہا ہے۔ پارس نے بات بنائی ''یہ کم بخت بدنیت ہے۔ میری بیوی کو بری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا اس لیے میں اس سے لڑ پڑا تھا۔''

ایک مسافر نے پوچھا ''لیکن یہ اس طرح فرش پر کیوں

تڑپ رہا ہے؟"

پارس نے کہا "میں کیا بتاؤں کہ یہ کیوں تڑپ رہا ہے شاید اس پر کسی قسم کا دورہ پڑتا ہوگا۔"

وہ انوشے کے ساتھ آ کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہاں الپا بیٹھی ہوئی خیال خوانی میں مصروف تھی۔ ٹرین ہندوستان کے سرحدی اسٹیشن اٹاری پہنچ کر رک گئی تھی۔ وہاں مسافروں کے پاسپورٹ اور دیگر کاغذات کی چیکنگ ہونے والی تھی۔ ان کے سامان کی بھی تلاشیاں لی جانے والی تھیں۔ چند مسافروں نے وہاں کے متعلقہ افسران کو اطلاع دی کہ ایک شخص بہت ہی تکلیف میں تڑپ رہا ہے۔

چند سپاہی دوڑتے ہوئے اس کمپارٹمنٹ میں آئے پھر ولاڈی میر کو اٹھا کر پلیٹ فارم پر رکھے ہوئے ایک اسٹریچر پر ڈال دیا۔ اسے طبی امداد کے لیے لے جانے لگے۔ پارس، الپا اور انوشے کے ساتھ ٹرین سے اتر گیا تھا اور اپنے کاغذات چیک کروا رہا تھا۔

الپا، ولاڈی میر کے اندر پہنچی ہوئی تھی اور یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ فولادی دماغ رکھتا ہے۔ اس کے اندر کتنے ہی ذہنی جھٹکے پہنچائے گئے تھے اور وہ تکلیف سے تڑپتا بھی رہا تھا لیکن جلد ہی اس کی تکلیف کم ہونے لگتی تھی اور وہ اپنی قوتِ برداشت سے کام لے رہا تھا۔ جب الپا نے محسوس کیا کہ وہ نارمل ہونے والا ہے تو اس نے پھر اس کے اندر زلزلے پیدا کیے وہ پھر تکلیف سے تڑپنے لگا۔

اس کا معائنہ کرنے والا ڈاکٹر پریشان ہو گیا تھا۔ اس سے پوچھ رہا تھا "آخر تمہیں کیا ہو رہا ہے؟"

وہ کچھ کہہ نہیں پا رہا تھا۔ الپا کہہ رہی تھی "ولاڈی میر! کیا تم جانتے ہو کہ عدنان کو پریشان کرنے والے اور اسے در بدر بھٹکانے والے اور اس کی زندگی چھین لینے کی کوشش کرنے والے جتنے شیطانی جادوگر تھے ان سب کا خاتمہ کیا جا رہا ہے۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "تم کون ہو؟ پلیز مجھے اور زیادہ دماغی جھٹکے نہ پہنچاؤ۔ اپنے بارے میں بتاؤ کیا ہماری دوستی ہو سکتی ہے؟ کیا کوئی ایسا سمجھوتا ہو سکتا ہے کہ میں تمہارا غلام بن کر اپنی جان بچا لوں۔"

الپا نے کہا "دو بڑے خطرناک جادوگر تانترک مہاراج اور چنڈال جوگیا کا خاتمہ کیا جا چکا ہے۔ وہ حرام موت مر چکے ہیں۔ اب تمہاری باری ہے۔"

وہ گڑگڑانے لگا۔ رحم کی بھیک مانگنے لگا۔ الپا نے اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ وہ کن آلہ کاروں کے ذریعے ارناکوف اور آوازون سے رابطہ کرتا ہے۔ پھر اس نے پارس سے کہا "کیوں نا اس کم بخت کو اس کی دشمن سوتیلی ماں کے حوالے کیا جائے اور ہم تماشا دیکھیں جب یہ بچ نکلنے کی کوشش کرے گا تو ہم اسے گرفت میں لے لیں گے۔"

پارس نے کہا "یہ ٹھیک ہے ذرا انہیں آپس میں کتوں کی طرح لڑنے دو۔"

الپا نے ارناکوف کی ایک آلہ کار کو فون پر مخاطب کیا اور کہا "اپنی میڈم سے بولو کہ وہ ولاڈی میر کے اندر پہنچ جائے، کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی راستہ صاف ہے۔"

اس نے فون بند کیا پھر ولاڈی میر کے اندر آ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی اس نے ولاڈی میر کے اندر ارناکوف کی آواز سن لی۔ وہ حیرانی سے کہہ رہی تھی "تعجب ہے تم تو کسی خارش زدہ کتے کی طرح بے بس اور مجبور دکھائی دے رہے ہو۔ یہ تمہارا حال کس نے کیا ہے۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میں نہیں جانتا وہ کون ہے۔ وہ انا بیلا ہو سکتی ہے یا پھر فرہاد کی کوئی رشتے دار ہے۔"

ارناکوف نے کہا "اس کا مطلب ہے۔ ابھی وہ تمہارے اندر موجود ہے۔"

اس نے مخاطب کیا "یہاں کون ہے اور کس نے مجھے اطلاع دی تھی کہ ولاڈی میر کے دماغ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس نے مجھے اس سوتیلے بیٹے کے دماغ میں پہنچایا ہے۔ میں اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔"

الپا نے کہا "شکریہ ادا کرنا چاہتی ہو تو اپنے بیٹے آوازون کو یہاں بلاؤ۔"

ارناکوف نے خیال خوانی کے ذریعے آوازون کو بلایا۔ وہ بھی ولاڈی میر کے دماغ میں چلا آیا۔ پھر اپنی ماں سے بولا "ماما! یہ تو کمال ہو گیا۔ آپ نے ولاڈی میر کو زیر کیا ہے اور اس کے اندر پہنچ گئی ہیں۔"

ارناکوف نے کہا "میں نے زیر نہیں کیا ہے۔ یہ کوئی خاتون ہیں جو تم سے کچھ کہنا چاہتی ہیں اس لیے میں نے تمہیں بلایا ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "وہ خاتون کون ہیں؟ میں اسے مخاطب کر رہا ہوں، وہ مجھ سے بات کرے۔"

الپا نے کہا "جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور کالا جادو جاننے والے عدنان کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ اسے چھین لینا چاہتے تھے اور مار ڈالنا چاہتے تھے۔ ان سب کا خاتمہ کیا جا رہا ہے۔ میں نے ابھی ولاڈی میر کو بتایا ہے کہ تانترک مہاراج اور جنگل بھٹا چاریہ اور چنڈال جوگیا کو جہنم میں پہنچایا گیا ہے اور اب ولاڈی میر کی باری ہے۔ اس کے بعد تمہاری اور تمہاری ماں کی باری آئے گی۔"

آوازون نے ناگواری سے پوچھا "تم کون ہو اور اس قدر ڈینگیں کیوں مار رہی ہو؟"

وہ بولی "ڈینگیں مارنے والے صرف بولتے ہیں۔ کچھ کر نہیں پاتے اور ہم کر کے دکھا رہے ہیں۔ یہ تیسرا جادوگر ہے جو حرام موت مرنے والا ہے۔ میں نے تم ماں بیٹے کو وارننگ دینے کے لیے یہاں بلایا ہے۔ ہو سکے تو خود ہی اسے مار ڈالو ورنہ یہ ہم سے سمجھوتا کرے گا اور ہم اسے زندہ چھوڑیں گے تو تمہارے لیے مصیبت بن جائے گا۔"

ولاڈی میر نے تڑپ کر کہا "نہیں ارناکوف! تم سوتیلی ہو مگر میری ماں ہو۔ آوازون تم سوتیلے ہو پھر بھی میرے بھائی ہو۔ ہمارا خون کا رشتہ ہے۔ اس عورت کے کہنے میں نہ آؤ۔ یہ ابھی کہہ چکی ہے کہ یہ ہم میں سے ہر ایک کو چن چن کر مارنے والی ہے اور میرے بعد تم دونوں کی باری بھی آنے والی ہے۔"

آوازون نے کہا "ہم تمہاری بے وقوف نہیں ہیں کہ اس عورت کے شکنجے میں پھنسنے کے لیے ہندوستان کا رخ کریں گے۔ تمہیں ادھر آنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟"

ارناکوف نے کہا "بیٹے! میں اس کے چور خیالات پڑھ چکی ہوں۔ اس کے طلسمی آلے نے بتایا ہے کہ انا میریا یعنی شیوانی ہندوستان میں ہے۔ یہ اسے قابو میں کرنے جا رہا ہے۔"

آوازون نے کہا "ماما یہ سوتیلا بھائی بہت ہی زہریلا سانپ ہے۔ اسے پہلی فرصت میں مار ڈالنا چاہیے۔"

"تم اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کرو میں منتر پڑھ رہی ہوں۔ اس طرح اس کا دماغ کمزور ہو جائے گا۔ یہ زلزلوں کی تکلیف برداشت نہیں کر سکے گا۔"

پھر ماں بیٹے شروع ہو گئے۔ آوازون اس کے اندر زلزلے پیدا کرنے لگا۔ وہ تڑپ تڑپ کر ادھر سے ادھر لوٹ رہا تھا۔ ڈاکٹر کے پاس کھڑے ہوئے سپاہی اسے پکڑنے اور جکڑنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ دوسری طرف ارناکوف منتر پڑھتی جا رہی تھی اور الپا خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔

کوئی تماشا مدتوں جاری نہیں رہتا۔ کبھی نہ کبھی ختم ہو جاتا ہے۔ یہ تماشا بھی ختم ہو گیا۔ ولاڈی میر اپنی تمام قوتوں اور غیر معمولی صلاحیتوں کے ساتھ ہمیشہ کے لیے نابود ہو گیا۔

کالا جادو جاننے والوں میں یہ تیسرا شیطان تھا جو ہمارے قابو میں آنے کے بعد مارا گیا تھا۔ اب ارناکوف اور آوازون رہ گئے تھے۔ وہ اپنے ہی جیسے شیطان کو اپنے ہاتھوں مار کر مطمئن ہو گئے تھے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں، جو دوسروں کو ہلاک کرتے وقت اپنی موت کو بھول جاتے ہیں۔

ولاڈی میر کی مردہ کھوپڑی سے سوچ کی لہریں نکل آئیں۔ وہ ماں بیٹے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئے۔ ارناکوف نے کہا ہم اتنی دیر تک ولاڈی میر کے اندر رہے لیکن اس عورت کے بارے میں معلوم نہ کر سکے کہ وہ کون تھی۔

آوازون نے کہا "میں نے تھوڑے سے خیالات پڑھے تھے کہ ولاڈی میر ایک ٹرین میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے ایک خوب صورت سی کم سن لڑکی تھی۔ وہ اپنے ماں باپ کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی ان ہی سے ان کا جھگڑا ہوا تھا۔ اس لڑکی کے باپ نے پہلے جھگڑا شروع کیا تھا اور ولاڈی میر کو گھونسا مارتے ہوئے کہا تھا "تم نے ہمارے خیالات پڑھ لیے اب ہمیں بھی اپنے خیالات پڑھنے دو۔" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کم سن لڑکی کے ماں باپ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور وہ ہندوستان کے دہلی شہر جا رہے ہیں۔"

"اتنا تو یقین ہے کہ ان کا تعلق فرہاد علی تیمور کی فیملی سے ہے۔ اسی لیے وہ بڑے فخر سے کہہ رہے تھے کہ وہ کالا جادو جاننے والے دو شیطانوں کو مار چکے ہیں۔ اب یہ تیسرا مر رہا ہے۔ اس کے بعد ماں بیٹے کی باری ہے۔ ایسی باتیں مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی کہہ سکتے ہیں۔"

"فرہاد کی فیملی سے تعلق رکھنے والی ایسی دو ہی عورتیں ہیں جو ٹیلی پیتھی جانتی ہیں۔ ایک تو فرہاد کی بیٹی اعلیٰ بی بی اور دوسری الپا ہے۔"

الپا کے ذکر پر آوازون نے چونک کر کہا "ماما! اب بات سمجھ میں آ گئی ہے کہ وہ عورت الپا ہے اور اس کے ساتھ اس کا سابقہ شوہر پارس ہے اور ان کی بیٹی انوشے ہے۔ او گاڈ! ہم انوشے کے قریب پہنچ گئے تھے اور اس کے اطراف موجود رہنے کے لیے کسی کو آلہ کار نہیں بنا سکے۔ ہم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔"

"بیٹے! وہ عورت اگر الپا تھی تو خود کو ہم سے چھپا رہی تھی۔ ہم نے بھی اس پر زیادہ توجہ نہیں دی۔ اب تو وقت گزر چکا ہے۔ وہ سب وہاں سے جا چکے ہوں گے۔"

"ماما! آپ جانتی ہیں انوشے میری زندگی کے لیے کتنی ضروری ہے۔ میں اسے حاصل کرنے کے لیے دن رات سوچتا رہتا ہوں لیکن کوئی پلاننگ قابلِ عمل نہیں ہوتی کیونکہ وہ سات پردوں میں چھپی رہتی ہے۔ اس کے ماں باپ اسے کہاں لیے پھر رہے ہیں۔ اب تک پتا نہیں چلا تھا اور اب پتا چلا ہے تو وہ

ہاتھ آتے آتے نکل گئی ہے۔"

ارنا کوف نے کہا" جب ولاڈی میر تکلیف میں مبتلا تھا۔ تب میں نے اس کے قریب ڈاکٹر کی آواز سنی تھی تم میرے اندر آؤ میں ادھر جارہی ہوں۔"

ارنا کوف نے ڈاکٹر کی آواز اور لہجے کو یاد کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ ماں بیٹے اس ڈاکٹر کے ذریعے معلوم کرسکتے تھے کہ ولاڈی میر کو تکلیف کی حالت میں کس کمپارٹمنٹ سے نکال کر لایا گیا تھا۔ پھر اس کمپارٹمنٹ میں ڈاکٹر کو پہنچا کر وہاں کے لوگوں کی آوازیں سن کر، ان کے اندر جاکر یہ معلوم کرسکتے تھے کہ وہ کم سن لڑکی یعنی الو شے اور اس کے ماں باپ کہاں ہیں؟

ولاڈی میر کی موت آسانی سے نہیں ہوئی تھی۔ وہ ماں اور بیٹے منتر بھی پڑھ رہے تھے اور اسے ذہنی جھٹکے بھی دیتے رہے تھے اور ایسا بڑی دیر تک ہوتا رہا تھا۔ اب ڈاکٹر کے دماغ میں جانے کے بعد معلوم ہوا کہ بہت دیر ہوچکی تھی۔ وہ ٹرین وہاں سے جاچکی ہے۔

ڈاکٹر کی سوچ نے بتایا کہ وہ ٹرین امرتسر میں جاکر رکے گی اور ڈاکٹر کے پاس وہاں جانے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اسٹیشن کے باہر کوئی سواری ملے گی تو وہ امرتسر کی طرف جاسکے گا۔

آوازون کوئی موقع ہاتھ سے کھونا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے ڈاکٹر کے دماغ پر قبضہ جمایا اور اسے امرتسر کی طرف جانے پر مجبور کیا۔ اسٹیشن کے باہر ایک پرانی سی ٹیکسی کھڑی ہوئی تھی۔ دوسری تمام گاڑیاں جاچکی تھیں۔ وہ اس ٹیکسی میں بیٹھ کر امرتسر کی طرف جانے لگا۔ ٹیکسی بالکل کھٹارا تھی۔ چلتے چلتے ڈگمگاتی اور رک رک جاتی تھی۔ پھر اسے اسٹارٹ کیا جاتا تب وہ آگے بڑھتی تھی۔ آوازون جھنجلا کر رہ گیا۔

وہ ٹیکسی ڈرائیور کے اندر بھی پہنچا ہوا تھا اور اس کی مجبوریوں کو سمجھ رہا تھا۔ بہرحال وہ ٹیکسی کسی طرح رینگتے رینگتے دو گھنٹے بعد امرتسر پہنچی تو پتا چلا کہ ٹرین پلیٹ فارم پر کھڑی ہے لیکن بالکل خالی ہوچکی ہے۔ مسافر اِدھر اُدھر جاچکے ہیں۔

وہ جھنجلا کر اپنی ماں سے بولا" ماما! میں ہندوستان جاؤں گا! انو شے تک ضرور پہنچوں گا۔ پھر انا میریا بھی ہندوستان میں ہے۔ ولاڈی میر بھی اس کی طرف جارہا تھا۔ ہم بھی اپنے طلسمی آلے کے ذریعے معلوم کرلیں گے کہ انا میریا اب کہاں ہے۔"

ارنا کوف نے کہا" ہاں وہ خود کو عدنان کی ماں کہتی ہے۔ ہم اس کے ذریعے کس طرح عدنان تک پہنچ سکیں گے۔ ہمیں عدنان کی اس ماں کو کسی طرح نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔"

آوازون نے کہا" میری بہن تاشا کے لیے عدنان بہت ضروری ہے۔ اس طرح انو شے میرے لیے لازمی ہوگئی ہے لہٰذا اب میرا دہلی جانا بہت ضروری ہوگیا ہے۔"

"نہیں بیٹے! میرا دل نہیں مانتا کہ تم ادھر جاؤ۔ ہمیں جو کرنا ہے وہ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اور اپنے پراسرار علوم کے ذریعے کرتے رہیں گے۔"

"ماما! ہم ایک طویل عرصے سے اپنے آلہ کاروں کو استعمال کرتے رہے ہیں۔ ان کے ذریعے عدنان کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور ہمیشہ ناکام ہوتے رہے ہیں۔ ہمارا شکار دنیا کے ایک سرے پر ہو اور ہم دوسرے سرے پر رہ کر اسے گرفت میں لینا چاہیں تو یہ ناممکن نہیں ہے۔ ہمیں خود اپنے ہاتھ پاؤں ہلانے ہوں گے۔ وہاں موجود رہ کر جدوجہد کرنی ہوگی۔ تب انو شے بھی میرے ہاتھ آئے گی اور ہم انا میریا کو بھی گرفت میں لے سکیں گے۔ اسے اپنی معمول اور تابعدار بنا سکیں گے۔ یہ معلوم کریں گے کہ ہم ایک ماں کو اپنی آلہ کار بنا کر کس طرح عدنان کو حاصل کرسکتے ہیں۔"

آوازون، انو شے تک پہنچنے اور اسے حاصل کرنے کے لیے بہت بے چین ہورہا تھا اور اپنی ماں کو قائل کررہا تھا کہ اسے ہندوستان جانے کی اجازت دے دے۔ ایسے ہی وقت تاشا کی چیخ سنائی دی۔ وہ دونوں دوڑتے ہوئے اس کے کمرے میں پہنچے۔ وہ اپنے کمرے کے ایک گوشے میں لگی ہوئی بیٹھی تھی اور تھر تھر کانپ رہی تھی۔

تاشا کو جب سے یہ معلوم ہوا تھا کہ عدنان بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا ہے اور ان سب کی گرفت سے نکل گیا ہے آئندہ وہ کبھی اپنے پراسرار علوم اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے تب سے وہ ایک بہت ہی خطرناک عمل شروع کرچکی تھی۔ اس کی ماں ارنا کوف نے منع کیا تھا کہ اسے اپنی عمر کے مطابق پراسرار علوم کو سیکھنا چاہیے اپنی عمر سے زیادہ بڑا خطرناک عمل نہیں کرنا چاہیے۔

لیکن وہ عدنان کو حاصل کرنے کے سلسلے میں پاگل ہورہی تھی۔ کالے جادو میں یوں تو خرابیاں ہی خرابیاں ہیں لیکن جادو کرنے والوں کے لیے سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر منتر غلط ہوجائے تو کوئی کالا منتر الٹا ہوجائے تو اس کا الٹا اثر خود جادو کرنے والے پر پڑتا ہے۔ اس کا ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے۔ پھر وہ نارمل رہ کر شعوری طور پر سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہتا۔

ارنا کوف نے کمرے میں آتے ہی بیٹی کو ایک گوشے میں

دیکھا۔ وہ سکڑی سمٹی ہوئی تھی۔ بری طرح خوف زدہ تھی اس کا سارا بدن لرز رہا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی آکر بیٹی سے لپٹ گئی۔ اسے سینے سے لگا کر تھپکنے لگی پوچھنے لگی کیا بات ہے۔ جلدی سے بتاؤ کیا بات ہے۔

آوازون تیزی سے چلتا ہوا وہاں آیا۔ جہاں تاشا آتش دان کے سامنے بیٹھی ہوئی ایک خطرناک منتر پڑھنے میں معروف رہی تھی۔ وہاں اس نے ایک بڑے سے تھال میں عدنان کے نام کا پتلا بنا کر کھڑا کیا تھا۔ اب وہاں کوئی پتلا نہیں تھا۔ آوازون نے سر گھما کر اپنی ماں کو مخاطب کیا" بڑی گڑبڑ ہوگئی ہے۔ تاشا نے جو پتلا بنایا تھا وہ لیس دار گاڑھے مادے کی طرح پگھل گیا ہے۔"

ارنا کوف نے سہم کر پوچھا" کیا کہہ رہے ہو بیٹے؟ اس کا مطلب جانتے ہو؟ میری بیٹی کا کالا عمل اور کالے منتر ناکام رہے ہیں۔ اسی لیے اس کی یہ حالت ہورہی ہے۔ اس کا خوف دور کرنے اور دلی سکون کے لیے فوراً منتر پڑھو۔ میں اسے سنبھال رہی ہوں۔"

وہ بیٹی کو سینے سے لگائے تھپک رہی تھی۔ اس کی پشت کو سہلا رہی تھی۔ سر پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔ اسے تسلیاں دے رہی تھی اور یہ محسوس کررہی تھی کہ اس کا بدن جل رہا ہے۔ گرم ہورہا ہے اور حرارت بڑھتی جارہی ہے۔ وہ تیز بخار میں مبتلا ہورہی ہے۔

آوازون بھی بہن کے پاس آگیا تھا۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ایک خاص منتر پڑھ رہا تھا۔ ارنا کوف نے پریشان ہوکر کہا" بیٹے! وہ روحانی علوم رکھنے والے میری بیٹی کے خلاف عمل کررہے ہیں۔ انہوں نے میری بیٹی کے کالے جادو کا توڑ کیا ہے۔ میں اسے کچھ نہیں ہونے دوں گی۔ میں بھی عمل کررہی ہوں۔ تم بھی عمل کرتے رہو۔"

وہ دونوں ہی تاشا کی حفاظت کے لیے منتر پڑھنے لگے۔ ایسے وقت ولاڈی میر کے دماغ میں الپا کی کہی ہوئی باتیں یاد آرہی تھیں کہ اب کالے جادو کا خاتمہ ہوگا۔ ایک ایک کو ختم کیا جائے گا۔ تانترک مہاراج اور چنڈال جوگیا کے بعد ولاڈی میر مارا گیا تھا اور یہ پیش گوئی کی گئی تھی کہ اب ارنا کوف اور آوازون کی باری آئے گی لیکن اس سے پہلے ہی تاشا کی باری آگئی تھی۔

وہ دونوں اسے بچانے کے لیے سرتوڑ کوششیں کررہے تھے۔ منتر بھی پڑھ رہے تھے۔ طرح طرح کے عمل بھی کررہے تھے۔ ڈاکٹر کو بلا کر علاج بھی کرارہے تھے۔ علاج کے بعد کچھ افاقہ ہوا تھا۔ بخار کچھ کم ہوگیا تھا لیکن وہ بے سدھ پڑی ہوئی تھی۔ نہ بولتی تھی، نہ سنتی تھی۔ اس کی آنکھیں بند رہتی تھیں۔ بالکل ساکت دکھائی دیتی تھیں جیسے زندگی ہار چکی ہو لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اس کی سانسیں ابھی چل رہی تھیں۔

☆☆☆

عدنان بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا تھا۔ ایک عرصے بعد اسے آرام اور سکون مل رہا تھا اور ہم بھی مطمئن ہوگئے تھے۔ اب بہت زیادہ ذہنی پریشانی نہیں تھی۔ ہم دوسرے معاملات کی طرف دھیان دے سکتے تھے۔

اب دوسرا اہم معاملہ بھارت کے ان مسلمانوں کا تھا جنہیں دھوکے سے ٹریپ کیا جارہا تھا۔ انہیں زخمی کرکے یا بیمار بنا کے یا بے ہوش کرکے ایسے اسپتالوں میں پہنچایا جارہا تھا جہاں بڑی رازداری سے ان کا آپریشن کیا جاتا تھا۔ ان کے گردے نکال لیے جاتے تھے۔ آنکھیں بھی نکال لی جاتی تھیں اور اگر کسی دل کے مریض کو فوری ضرورت ہو تو ان معصوم اور بے گناہ مسلمانوں کے دل بھی ان کے سینے سے نکال کر ہندو ضرورت مندوں کے سینے میں پہنچا دیے جاتے تھے۔

بھارت میں اگر شیو سینا اور چند ہندو ایسا کررہے تھے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پوری ہندو قوم متعصب اور شرپسند ہے۔ دنیا کی ہر قوم میں اگر انسان ہوتے ہیں تو شیطان بھی ہوتے ہیں۔ میں صرف ان شیطانوں کی بات کررہا ہوں جو ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد کم سے کم کرنے کے لیے ایسا گھناؤنا دھندا کررہے تھے۔

اعلیٰ بی بی، فرمان، ٹونی جے اور ہمارے چند ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسے متعصب شرپسندوں کا محاسبہ کررہے تھے۔ ان کے دماغوں میں جاکر معلومات حاصل کررہے تھے۔ یہ ہمیں معلوم ہوچکا تھا کہ پورے ہندوستان میں کتنے اسپتال ایسے ہیں، جنہیں چند متعصب ہندوؤں نے اور یہودیوں نے خرید رکھا تھا اور انہیں صرف اس مقصد کے لیے استعمال کررہے ہیں کہ مسلمانوں کو ہلاک کیا جائے، ان کے جسمانی اہم اعضا ضرورت مند ہندوؤں کے اندر منتقل کیے جائیں اور اس طرح مسلمانوں کی تعداد میں کمی کی جائے۔

اب تک ایسے صرف تین افراد ہمارے علم میں آئے تھے۔ جو ایسے گھناؤنے فعل میں مبتلا تھے۔ اس میں ایک نریندر بھاسکر دوسرا اجمنا پرساد اور تیسرا ایک یہودی کیمرون تھا۔ میں نے پچھلی بار عارضی طور پر ایک ڈراما پلے کیا تھا۔ جس کے ذریعے ان تینوں کو یہ تاثر دینا چاہا تھا کہ اگر وہ مسلمانوں کو ہلاک کریں گے، ان کے اعضا ہندو ضرورت مندوں کے اندر منتقل کریں گے تو وہ ہندو مسلمان ہونے لگیں گے یا مسلمانوں

کی طرح سوچنے لگیں گے۔

زیندر بھاسکر اور جمنا پرساد یہ ماننے کو تیار نہیں تھے کہ اگر مسلمانوں کے اعضا ہندوؤں کے اندر منتقل کیے جائیں گے تو وہ مسجدوں کو دیکھنا پسند کریں گے اور مندروں سے منہ پھیر لیا کریں گے۔ ایسی بات ناقابل یقین تھی۔ ایسا کبھی ہو ہی نہیں سکتا تھا اور وہ ایسی باتیں ماننے کو تیار نہیں تھے۔

میں نے اپنی بات منوانے کے لیے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان ہندوؤں کے اندر پہنچایا تھا۔ جن کے اندر مسلمانوں کے اعضا ٹرانسفر کیے گئے تھے۔ جب ان لوگوں سے پوچھ گچھ کی گئی تو وہ ایسے بیانات دینے لگے جیسے واقعی وہ دین اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہوں۔ بے اختیار کلمہ پڑھنے لگتے ہوں یا اذان کی آواز سن کر متاثر ہو رہے ہوں اور مسلمان لڑکیوں سے شادی کرنے کے لیے اپنا دھرم بدلنے پر آمادہ ہو جاتے ہوں۔

ایسے تمام ہندوؤں کے بیانات سے یہی تاثرات ملنے لگے اس طرح زیندر بھاسکر اور جمنا پرساد پریشان ہو گئے تھے۔ کیمرون اس سلسلے میں انہیں بھاری امداد دیا کرتا تھا۔ انہوں نے یہ بات کیمرون کو بتائی۔ ایسے وقت ٹونی جے نے کیمرون کے خیالات پڑھے۔ میں بھی اس وقت اس کے دماغ میں تھا۔ وہاں میرے اور ٹونی جے کے درمیان غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے نتیجے میں کیمرون کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ ان کے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والے آتے ہیں۔

پھر ان کی سمجھ میں یہ بات بھی آ گئی کہ جن ہندوؤں نے یہ بیانات دیے تھے وہ خود کو مسلمان سمجھنے لگے ہیں تو دراصل یہ ان کا اپنا بیان نہیں تھا بلکہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان کے اندر گھس کر یہ بیان دلوایا تھا۔ اس طرح میری یہ تدبیر ناکام رہی تھی۔ میں انہیں جس طرح قائل کرنا چاہتا تھا۔ اس طرح قائل کرنے میں ناکام رہا تھا۔

اب زیندر بھاسکر، جمنا پرساد اور کیمرون محتاط ہو گئے تھے اور طرح طرح کی تدبیریں سوچ رہے تھے۔ ایسے انتظامات کر رہے تھے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے کاموں میں رکاوٹیں پیدا نہ کر سکیں۔ انہوں نے ایک خفیہ اجلاس منعقد کیا تھا اور وہاں ان تمام اسپتالوں کے ڈاکٹروں کو، ان نرسوں کو بلایا تھا جو بڑی راز داری سے اس کام میں شریک رہا کرتے تھے۔

ایک ڈاکٹر نے ان تینوں سے پوچھا "آپ لوگوں کو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ آئندہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے یا ہمارے دماغوں میں آ رہے ہیں یا نہیں؟"

زیندر بھاسکر نے کہا "بے شک! یہ معلوم کرنا ذرا مشکل ہے وہ چپکے سے آتے ہیں اور ہمیں اپنے خیالات اور مرضی کے مطابق ڈھالتے ہیں۔ اپنا کام کرتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں۔ اس کے حل کی ایک ہی صورت ہے۔ وہ یہ کہ جب ہم یہ محسوس کریں کہ ہمارے خیالات مسلمانوں کے حق میں ہو گئے ہیں تو فوراً یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا گھسا ہوا ہے اور وہ ہمیں ایسا سوچنے پر مجبور کر رہا ہے۔"

دوسرے ڈاکٹر نے پوچھا "ایسے وقت آپ کیا کر سکیں گے؟ کیا آپ ہمیں اطلاع دے سکیں گے کہ آئندہ ہمارے لیے خطرہ ہے اور وہ ہمارے مشن کو ناکام کر رہے ہیں؟"

جمنا پرساد نے کہا "ہم فوراً ہی اپنے کسی ساتھی کو اشارتاً بتا دیں گے کہ کوئی ہمارے اندر موجود ہے اور ہمیں اپنے منصوبے کے خلاف سوچنے پر مجبور کر رہا ہے۔"

"آپ بچوں جیسی باتیں کر رہے ہیں۔ جب کوئی ہمارے دماغ میں گھسا ہوا ہوگا تو اس وقت ہم کسی کو اشارے سے بھی کچھ نہیں بتا سکیں گے۔ ہم اس کے زیر اثر رہیں گے۔ وہ جیسا چاہے گا، ویسا ہی ہم کرتے چلے جائیں گے۔ کسی کو خطرے سے آگاہ نہیں کر سکیں گے۔"

"پھر تو اس کی ایک اور صورت یہی ہے کہ جب ہم سے کوئی غلط کام ہو جائے، ہمارا منصوبہ ناکام ہو جائے، ہم کسی مسلمان کو ہلاک نہ کر سکیں تو اس وقت ہم سمجھ لیں گے کہ ہمارے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والے آ رہے ہیں اور ہم سے ایسی حرکتیں کروا رہے ہیں۔ ایسے وقت مجبوراً ہم سب اپنا کام روک دیں گے۔ نہ کسی مسلمان کو ٹریپ کریں گے، نہ ہلاک کریں گے۔ مہینے، دو مہینے یا چھ مہینوں تک اگر ہم ایسا کچھ نہ کریں تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے اندر آتے آتے تھک جائیں گے۔ یہ سمجھ لیں گے کہ اب ایسا کوئی دھندا نہیں ہو رہا ہے لہٰذا وہ مطمئن ہو کر چلے جائیں گے۔ ہم پھر کسی بھی اپنا یہ کاروبار دوبارہ شروع کر دیں گے۔

ان کی سمجھ میں یہی بات آ رہی تھی کہ فی الحال اس دھندے کو روک دیا جائے۔ کسی مسلمان کے ساتھ دشمنی نہ کی جائے۔ ایک ڈاکٹر نے کہا "میرے اسپتال میں ایک ایسا ہندو مریض ہے جس کے دونوں گردے ناکارہ ہو گئے ہیں۔ اگر ایک آدھ دن میں اسے نئے گردے نہ دیے گئے تو مر جائے گا۔"

جمنا پرساد نے کہا "مر جانے دو۔ اب ایک ہندو کی موت تو ہمیں برداشت کرنی ہی ہوگی۔ اس کی جان بچانے کے لیے ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دشمنی کرنے پر مجبور

نہیں کریں گے۔"

اس ڈاکٹر نے کہا "مسٹر جمنا پرساد! آپ یہ بھول رہے ہیں کہ میں جس مریض کا ذکر کر رہا ہوں۔ وہ آپ کی شیوسینا پارٹی کا بہت ہی بڑا لیڈر ہے۔ اسے بمبئی سے یہاں لایا گیا ہے اور اسے یہ یقین دلایا گیا ہے کہ اس کے گردے جلد ہی تبدیل کر دیے جائیں گے۔"

زیندر بھاسکر نے جمنا پرساد سے کہا "یہ تو ہم بھول ہی گئے تھے۔ امرناتھ جی کا آپریشن بہت ضروری ہے۔ وہ ہمارے بہت بڑے لیڈر ہیں۔ ہم نے ہی انہیں یہاں بلایا ہے۔"

کیمرون نے کہا "مسٹر امرناتھ سے میرے بھی بہت اچھے تعلقات ہیں۔ وہ ہماری یہودی تنظیم کو بڑی بڑی سہولتیں دیتے رہتے ہیں۔ میں چاہوں گا کہ جلد سے جلد ان کا آپریشن کیا جائے۔"

جمنا پرساد نے پریشان ہو کر ڈاکٹروں سے پوچھا "کیا کسی طرح راز داری سے یہ کام نہیں ہو سکے گا؟"

وہ سب اپنے اپنے طور پر سوچنے لگے۔ ایک نے کہا "مشکل تو یہ ہے کہ ہمیں ان کے آنے کی خبر نہیں ہوتی۔ ہم یہ سمجھ نہیں پاتے کہ وہ کب ہمارے اندر آ کر ہمارے خیالات پڑھتے رہتے ہیں؟"

زیندر بھاسکر نے کہا "اس وقت بھی ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہمارے درمیان موجود ہیں یا نہیں؟"

ایک ڈاکٹر نے کاغذ پر کچھ لکھ کر ان کی طرف بڑھایا۔ ان تینوں نے اس تحریر کو پڑھا۔ ڈاکٹر نے لکھا تھا "اگر ہم تحریر کے ذریعے باتیں کریں اور زبان سے کچھ نہ بولیں تو کیا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے پھر بھی ہمارے مقاصد کو سمجھ لیں گے؟"

کیمرون نے کہا "ہم جو کچھ سوچتے ہیں، وہی بولتے ہیں یا لکھتے ہیں۔ جیسے ہی کوئی سوچ ہمارے دماغ میں ابھرتی ہے تو خیال خوانی کرنے والے فوراً ہی اسے پڑھ لیتے ہیں۔ ان سے کوئی بات چھپ نہیں سکتی۔"

جمنا پرساد نے کہا "فی الحال ہم یہ فرض کر لیتے ہیں کہ ہمارے ... بھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے اور کوئی ہمارے ارادوں کو نہیں سمجھ رہا ہے۔ ہم اپنے لیڈر کے لیے یہ خطرہ مول لیں گے۔ جلد سے جلد اس کے گردے تبدیل کریں گے۔ پھر جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔"

ڈاکٹر نے کہا "میں آپ کے اس فیصلے سے اتفاق کرتا ہوں۔ کیونکہ مسٹر امرناتھ کے گردے بالکل ہی ناکارہ ہو چکے ہیں۔ انہیں فوری طور پر تبدیل کرنا ہوگا۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ان کی موت واقع ہو سکتی ہے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اگر دشمنی کریں گے اور انہیں مار ڈالنا چاہیں گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا اور اگر ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود نہ رہے تو پھر ہمارے اس لیڈر کی زندگی بچ جائے گی پھر وہ صحت مند زندگی گزارنے لگیں گے۔"

وہ سب اس خفیہ میٹنگ میں فیصلہ کرنے لگے کہ دوسرے دن صبح نو بجے اپنے اس لیڈر کو آپریشن تھیٹر پہنچائیں گے اور اس کے اندر نئے گردے منتقل کریں گے۔

میں نے معلوم کیا کہ وہ کس کے گردے نکال کر اس لیڈر کے اندر منتقل کرنے والے ہیں؟ پتا چلا کہ شیواجی اسپتال میں آج ایک نوجوان کو داخل کیا گیا ہے اور اسے بتایا گیا کہ اس کا ایک گردہ نکال کر دوسرے ضرورت مند مریض کو دیا جائے گا اور وہ مسلمان نوجوان اس بات پر راضی ہے۔

اگر وہ راضی خوشی ایسا کر رہا تھا تو یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں تھی۔ بہت سے نوجوان اپنے خون کا عطیہ دیتے ہیں اور کچھ اپنے گردوں کا عطیہ بھی دے دیتے ہیں۔ یہ طے کر لیتے ہیں کہ وہ صرف ایک ایک گردے کے سہارے ساری زندگی گزار لیں گے۔

اس کا آپریشن کرنے والے ڈاکٹر نے میری مرضی کے مطابق فون کے ذریعے ایک نرس سے رابطہ کیا تو میں نرس کے اندر پہنچ گیا۔ پھر اس نرس نے میری مرضی کے مطابق اس نوجوان کے پاس آ کر باتیں کیں تو میں اس نوجوان کے خیالات پڑھنے لگا۔

اس کا نام حیات محمد تھا۔ تیس برس کا جوان تھا۔ ایک چھوٹا سا کاروبار کر رہا تھا۔ اور بڑے آرام سے زندگی گزار رہا تھا۔ اسے ایک ہندو لڑکی مینا کشی سے محبت ہو گئی تھی۔ وہ بھی اسے دل و جان سے چاہتی تھی۔ پہلے ان کے درمیان نگاہوں کا تبادلہ ہوا پھر وہ چوری چھپے ملنے لگے۔ کبھی کسی سنیما ہال میں، کبھی کسی گارڈن میں ملتے رہے۔ جیسے جیسے ملاقاتیں ہوتی گئیں، ویسے ویسے یک جان دو قالب ہونے کی خواہش بھی شدت اختیار کرتی چلی گئی۔

وہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیتے تھے اور بے قراری سے پوچھتے تھے "آخر ہم کب تک ایک دوسرے سے دور رہیں گے؟"

مینا کشی ایک بہت بڑے گھرانے کی لڑکی تھی۔ یہ جانتی تھی کہ اس کے گھر والے کبھی کسی مسلمان سے اس کی شادی کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس کے بزرگ اپنے ہی ...وؤں میں ذات پات کا فرق رکھتے تھے اور وہ اپنی بیٹی مینا کشی

کے لیے کسی اونچے ہندو داماد کو قبول کر سکتے تھے۔ اس کے نیچے وہ سوچنا بھی نہیں چاہتے تھے۔

محبت ایک خوشبو ہے۔ جو چھپائے نہیں چھپتی۔ یہ بات ظاہر ہونے لگی۔ کچھ لوگوں نے انہیں ادھر ادھر ملتے ہوئے دیکھ لیا۔ ان کی ٹیلی فون کالیں بھی پکڑی گئیں۔ اس طرح ان کا محاسبہ شروع ہوگیا۔ ہندو حلقوں میں آ گئے کہ ایک مسلمان ان کی بھولی بھالی لڑکی کو پھانس رہا ہے۔ میناکشی نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں خود حیات محمد کی طرف مائل ہو رہی ہوں۔ اس نے مجھے نہیں پھانسا ہے۔ یہ میرے دل کا معاملہ ہے۔

اس بات پر میناکشی کی بڑی پٹائی ہوئی تھی۔ ماں باپ نے اور جوان بھائیوں نے اسے ایک کمرے میں بند کر دیا تھا۔ گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت تھی۔ وہ دروازہ پیٹ کر چیخ چیخ کر کہتی تھی۔ "مجھے کب تک بند رکھو گے؟ مجھے جب بھی موقع ملے گا، میں یہاں سے بھاگ جاؤں گی۔ حیات محمد کے ساتھ اس دیس سے چلی جاؤں گی۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

میناکشی کے بھائیوں نے غنڈوں کو کرائے پر حاصل کیا تھا اور انہیں حیات محمد کے پیچھے لگا دیا تھا۔ وہ بزدل اور کمزور نہیں تھا۔ تنہا دو چار سے مقابلہ کر سکتا تھا۔ پھر اس کے ایسے جی دار ساتھی بھی تھے جو ایسے وقت میں اس کے کام آ سکتے تھے۔ اس لیے دونوں طرف سے بڑا جوڑ توڑ رہا۔ ان کے جھگڑے بتا رہے تھے کہ فساد بڑھتا رہے گا تو نوبت ہندو مسلم فسادات تک پہنچ جائے گی۔

یہ معاملہ شیو سینا والوں تک پہنچا۔ انہوں نے سر جوڑ کر سوچا کہ اس علاقے میں فسادات نہیں ہونے چاہئیں۔ اس مسلمان کو اس طرح غائب کیا جائے کہ اس کی لاش بھی کسی کو نہ ملے اور یہ الزام بھی نہ آئے کہ شرپسند ہندوؤں نے اسے مار ڈالا ہے۔

ایسے وقت نریندر بھاسکر اور جمنا پرساد نے اپنی پارٹی کے لیڈر رامر ناتھ کو دہلی بلایا تھا۔ اسے یقین دلایا تھا کہ دو چار روز میں ہی اس کے گردے تبدیل کر دیے جائیں گے۔

نریندر بھاسکر نے میناکشی کے باپ اور بھائیوں کو بلایا پھر انہیں سمجھایا کہ گھی سیدھی انگلی سے نہیں نکلتا، ہم ٹیڑھی انگلی سے نکالنا جانتے ہیں۔ لیکن اس طرح کہ ہم پر کوئی بات نہ آئے اور بات بھی بن جائے۔

میناکشی کے باپ نے کہا "آپ ہمارے بڑے ہیں جو حکم دیں گے، ہم وہی کریں گے۔"

"ہم آپ کو مشورہ دے رہے ہیں کہ حیات محمد سے دوستی کر لیں۔ اسے یہ یقین دلائیں کہ آپ اپنی بیٹی کی شادی اس سے کریں گے۔"

اس کے باپ اور بھائیوں نے پریشان ہو کر پوچھا "آپ...... یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ جانتے ہیں کہ ہم لوگ اونچی ذات کے ہندو ہیں۔ کیا ہم اپنی بیٹی کو کسی مسلم گھرانے میں جانے دیں گے؟"

"آپ پہلے میری پوری بات سن لیں۔ حیات محمد کے سامنے ایک شرط رکھی جائے گی اور وہ یہ کہ ہمارے بہت بڑے لیڈر رامر ناتھ جی کے گردے ناکارہ ہو گئے ہیں۔ اگر حیات محمد اپنا ایک گردہ عطیے کے طور پر دے گا تو آپ اسے داماد بنا کر قبول کر لیں گے۔"

میناکشی کے بڑے بھائی نے کہا "بھاسکر جی! وہ تو جوان ہے۔ صحت مند ہے۔ وہ فوراً اپنا گردہ دینے پر آمادہ ہو جائے گا۔"

"یہی تو ہم چاہتے ہیں کہ وہ راضی ہو جائے۔ جب وہ ایک گردے کا عطیہ دینے جائے گا تو اس کے دونوں گردے نکال لیے جائیں گے۔ وہ اسپتال سے زندہ واپس نہیں آئے گا۔"

یہ بات ان کے دل کو لگی۔ وہ سب خوش ہو گئے۔ انہوں نے نریندر بھاسکر کے مشورے کے مطابق حیات محمد کو بلا کر گلے لگایا پھر اس کے سامنے یہ شرط پیش کی۔ وہ خوش ہو کر بولا "یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ آپ اگر میناکشی کے لیے میری جان مانگیں گے تو میں جان بھی دے دوں گا۔ ایک گردہ کیا چیز ہے؟"

میناکشی کے بڑے بھائی نے کہا "لیکن یہ سب کچھ بڑی راز داری سے ہوگا۔ تم اپنے رشتے داروں کو اور دوست احباب کو یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم میناکشی کی خاطر کسی کو ایک گردے کا عطیہ دے رہے ہو۔"

"اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ بات میں کسی کو نہ بتاؤں تو میں میناکشی کو حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ آپ کی ہر شرط مان سکتا ہوں۔ مجھے یہ بھی منظور ہے۔"

میناکشی کے ایک اور بھائی نے کہا "آپریشن یہاں لکھنؤ میں نہیں ہوگا۔ تمہیں اس کے لیے دہلی جانا پڑے گا۔"

حیات محمد نے کہا "میں آپ کی یہ شرط بھی مان لوں گا لیکن آپ میری ایک بات مان لیں اور وہ یہ کہ میناکشی سے ملنے کی اجازت دے دیں۔ اب سے لے کر آپریشن تک وہ مجھ سے ملاقات کرتی رہے گی اور میرے ساتھ دہلی جائے گی۔ وہاں میرے ساتھ اسپتال میں رہے گی۔ اگر آپ یہ منظور کرتے ہیں تو پھر مجھے کوئی انکار نہیں ہے۔"

نریندر بھاسکر نے میناکشی کے باپ اور بھائیوں کو یہ یقین دلا دیا تھا کہ حیات محمد اسپتال سے زندہ واپس نہیں آئے گا۔ اس لیے انہوں نے حیات محمد کی یہ بات مان لی اور میناکشی کو اس سے ملنے کی اجازت دے دی۔

حیات محمد لکھنؤ سے دہلی کے لیے روانہ ہوا تو میناکشی اور اس کے رشتے دار اس کے ساتھ تھے۔ وہ میناکشی کے ساتھ اپنی ایک الگ کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ میناکشی کے تمام رشتے دار قافلے کی صورت میں آگے پیچھے تین گاڑیوں میں تھے۔ میناکشی نے پوچھا "حیات! یہ تم نے کیا کیا؟ میری خاطر ایک گردے سے محروم ہو رہے ہو؟"

"میں نے تمہارے باپ اور بھائیوں سے کہا ہے، گردہ کیا چیز ہے۔ تمہارے لیے میں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں۔ میں صحت مند اچھا کھاتا پیتا رہوں گا تو ہم میاں بیوی کی حیثیت سے بہت خوش گوار ازدواجی زندگی گزارتے رہیں گے۔"

وہ اگلی سیٹ پر اس کے برابر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے شانے پر سر رکھ کر بولی "میں تم سے صرف محبت ہی نہیں کرتی ہوں بلکہ تم پر فخر بھی کرتی ہوں لیکن اپنے اندر کی بات بتا رہی ہوں، نہ جانے کیوں میرا دل گھبرا رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے کچھ ہونے والا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "کیا ہوگا؟ کبھی خوش قسمتی...... کبھی بدقسمتی...... زندگی میں دکھ اور سکھ ایک دوسرے کے پیچھے چلتے رہتے ہیں۔ ابھی ہم بہت خوش ہیں، ہنس رہے ہیں، باتیں کر رہے ہیں، ایک ساتھ سفر کر رہے ہیں۔ دہلی پہنچ کر نہ جانے کیا ہوگا؟ اور جو ہوگا دیکھا جائے گا کیونکہ اچانک کوئی بھی حادثہ پیش آ جاتا ہے تو ہم اس وقت اس حادثے سے نمٹ ہی لیتے ہیں اور برے وقت سے گزر جاتے ہیں۔"

وہ دوسرے دن دہلی پہنچ گئے۔ شام کو ایک ڈاکٹر نے حیات محمد کا معائنہ کیا پھر اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "تم بہت تندرست اور توانا ہو۔ ہمیں خوشی ہے کہ تم ایک ضرورت مند کو اپنا گردہ عطیے کے طور پر دینے والے ہو۔ صبح نو بجے تمہیں آپریشن تھیٹر پہنچایا جائے گا۔"

میناکشی نے یہ سنا تو رونے لگی۔ وہ اس کے آنسو پونچھتے ہوئے بولا "کیا پاگل ہوئی ہو؟ میرا ایک گردہ نکل جائے گا کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ کتنے ہی لوگ ایک گردے کے ذریعے لمبی زندگی گزار دیتے ہیں۔"

میناکشی کے ماں باپ نے بھی اسے سمجھایا "بیٹی! ہمت سے کام لو، کچھ نہیں ہوگا۔ ہم نے ہوٹل کے کئی کمرے کرائے پر لیے ہیں۔ جب تک حیات محمد اسپتال سے ڈسچارج نہیں ہوگا۔ ہم وہیں رہیں گے۔ اب ہمارے ساتھ چلو۔"

میناکشی نے انکار میں سر ہلا کر کہا "میرا دل گھبرا رہا ہے میں حیات کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

باپ نے ذرا ناراضگی سے کہا "کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے! کیا تم حیات کے ساتھ تنہا یہاں رات گزارنا چاہتی ہو؟"

"آپ کچھ بھی سمجھ لیں۔ میں کل صبح نو بجے تک حیات کے ساتھ رہوں گی۔ ایک ایک پل اس کے ساتھ گزاروں گی۔ جب اسے آپریشن تھیٹر لے جایا جائے گا تو میں دروازے کے پاس بیٹھی رہوں گی۔ جب تک دروازہ نہیں کھلے گا، مجھے میرے حیات کی زندگی اور سلامتی کی خوش خبری نہیں ملے گی، تب تک میں اس دروازے کے سامنے سے نہیں اٹھوں گی۔"

اس کے ماں باپ اور بھائی یہ بات ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں تھے کہ ان کی بیٹی ایک مسلمان کے ساتھ ایک ہی کمرے میں تنہا رات گزارے وہ کبھی پیار سے اور کبھی غصے سے سمجھانے لگے۔

بڑے بھائی نے دھمکی دی کہ اگر وہ سیدھی طرح نہیں چلے گی تو اسے زبردستی یہاں سے اٹھا کر لے جایا جائے گا۔

تب میناکشی نے حیات محمد کے بازو کو تھام کر کہا "دیکھو حیات! میں نہیں چاہتی کہ تم اپنا ایک گردہ عطیے کے طور پر کسی کے حوالے کرو۔ لیکن تمہاری بات مان کر میں یہاں تک آ گئی ہوں۔ اب تمہیں میری ایک بات ماننی ہوگی۔"

اس نے کہا "تم بولو...... جو کہو گی میں وہی کروں گا۔"

وہ بولی "تم ان سے کہہ دو! اور ڈاکٹروں سے بھی کہہ دو کہ اگر اگلی صبح تک مجھے تمہارے ساتھ رہنے نہ دیا گیا تو تم گردے کا عطیہ نہیں دو گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انکار کر دیتا ہوں۔ اگر ان لوگوں نے تمہیں میرے ساتھ رہنے کی اجازت نہ دی تو میں بھی اپنے وعدے سے مکر جاؤں گا۔"

یہ بات نریندر بھاسکر اور جمنا پرساد کو معلوم ہوئی تو وہ فوراً ہی اسپتال پہنچے۔ انہوں نے باپ اور بھائیوں کو ایک الگ کمرے میں لے جا کر سمجھایا۔ "کیوں خواہ مخواہ جھگڑا بڑھا رہے ہو؟ ایک رات اپنی بیٹی کو چھوڑ دو۔ کوئی یہ دیکھنے نہیں آ رہا ہے کہ وہ یہاں ایک مسلمان کے ساتھ رات گزار رہی ہے۔"

بڑے بھائی نے غیرت کے جوش میں کہا "ہمیں یہ سوچ کر بھی شرم آ رہی ہے کہ ہماری کنواری بہن کسی کے ساتھ رات گزارے گی۔"

بھاسکر نے کہا "ابھی ہم تمہیں سیدھی طرح سمجھا رہے ہیں خواہ مخواہ غیرت کے جوش میں نہ آؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہماری پارٹی کے غنڈے تمہاری بہن کو اغوا کر کے لے جائیں؟ کیا اس کے بعد تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل رہو گے؟"

ان سب کو چپ لگ گئی۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ دونوں اپنی پارٹی کے بہت بڑے لیڈر کو بچانے کے لیے ان کے ساتھ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

آخر وہ راضی ہو گئے۔ بیٹی کو حیات محمد کے ساتھ اسپتال کے کمرے میں چھوڑ کر ہوٹل میں چلے گئے۔ میں نے بھاسکر کے دماغ میں رہ کر یہ خیال پیدا کیا کہ اسے بھی وہیں اسپتال میں رہنا چاہیے۔ کل صبح تک حیات محمد کی نگرانی کرنی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ میناکشی کے باپ اور بھائی کسی وقت آئیں اور بیٹی کو لے جائیں۔ اس طرح بات بگڑ جائے گی پھر حیات محمد گردے کا عطیہ دینے سے انکار کر دے گا۔

نریندر، بھاسکر اور جمنا پرساد زور زبردستی سے بہت کچھ کر سکتے تھے لیکن اس وقت سہولت سے کام نکالنا چاہتے تھے۔ یہ اندیشہ بھی تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کہیں ان کے دماغوں میں نہ آ جائیں۔

وہ سب خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ہم ان سے غافل ہیں اور وہ ہماری غفلت سے فائدہ اٹھا کر بڑی سہولت سے اپنا کام نکال لینا چاہتے تھے۔ میں نے بھاسکر کو اس بات پر قائل کیا کہ اسے کل صبح تک اسپتال میں رہنا چاہیے۔

اس نے فوراً ہی اپنے لیے ایک کمرا ریزرو کرایا پھر جمنا پرساد سے کہا "تم جاؤ۔ میں یہاں رہوں گا۔ اور ان لوگوں کی نگرانی کرتا رہوں گا۔"

اعلیٰ بی بی، فرمان، ٹونی جے اور ہمارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے کئی اہم افراد کے دماغوں میں تھے۔ جمنا نے اعلیٰ بی بی کی مرضی کے مطابق قائل ہو کر کہا "بے شک! تمہیں یہاں رات گزارنی چاہیے۔ کل صبح میں بھی یہاں آ جاؤں گا۔"

ابھی صبح بہت دور تھی۔ اسی رات اعلیٰ بی بی نے جمنا پرساد پر، میں نے نریندر بھاسکر پر فرمان اور ٹونی جے نے ڈاکٹروں اور نرسوں پر تنویمی عمل کیا۔ جو بھی اس آپریشن سے تعلق رکھتے تھے، ان سب کو ہم نے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا۔

صبح ہونے سے پہلے میناکشی اور حیات محمد کو اسپتال سے باہر بھیج دیا۔ انہوں نے ہوٹل کے کمرے میں جا کر میناکشی کے باپ اور بھائیوں سے کہا "آپریشن نہیں ہوگا اور حیات کا گردہ عطیے کے طور پر نہیں لیا جائے گا۔"

صبح نو بجے سے پہلے دو وارڈ بوائے ایک ڈاکٹر کے ساتھ اس کمرے میں آئے۔ جہاں حیات محمد میناکشی کے ساتھ رات گزارتا رہا تھا۔ اب وہاں بیڈ پر نریندر بھاسکر لیٹا ہوا تھا۔ دونوں وارڈ بوائے ڈاکٹر کے حکم کے مطابق اسے اسٹریچر ٹرالی پر ڈال کر آپریشن تھیٹر میں لے گئے۔ وہاں اس کے دونوں گردے نکال لیے گئے۔

ہم نے ٹیلی فون کے ذریعے نریندر بھاسکر کے سگے رشتے داروں کو اطلاع دی کہ بھاسکر اسپتال میں ہے اور اس کے ساتھ ظلم کیا جا رہا ہے۔

پہلے تو کسی کو یقین نہیں آیا کہ اتنے بڑے عہدے دار کے ساتھ کون کھلم کھلا ظلم کرے گا؟ پھر بھی وہ سب اسپتال پہنچے تو آپریشن تھیٹر سے نریندر بھاسکر کی لاش باہر آ رہی تھی۔ ہم نے جمنا پرساد اور ڈاکٹروں کو اپنے تنویمی عمل سے آزاد کر دیا۔ وہ سب حیران پریشان تھے کہ یہ کیا ہو گیا ہے؟

بھاسکر کے رشتے داروں نے پولیس والوں کو بلا کر ڈاکٹروں کو گرفتار کروا دیا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ بے قصور ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے انہیں گمراہ کیا ہے۔

یہ بات قانون کے محافظ نہیں مان سکتے تھے کہ انہوں نے ٹیلی پیتھی کے زیر اثر رہ کر ایسا جرم کیا ہے اور ایک بہت بڑے لیڈر کو قتل کر دیا ہے۔ اس کے گردے نکال لیے ہیں۔

جمنا پرساد اور کیمرون سہمے ہوئے تھے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ یہ سب کچھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کیا ہے۔

میں نے ان دونوں کے دماغوں میں جا کر کہا "تم نے اپنے ایک ساتھی کا انجام دیکھ لیا ہے۔ اب اس کے بعد تم دونوں کی باری ہے۔ لہٰذا آپس میں فیصلہ کر لو پہلے کس کی باری آنی چاہیے؟ کون پہلے آپریشن تھیٹر میں جا کر اپنے گردے اور آنکھیں نکلوائے گا؟"

وہ دونوں خوف سے تھر تھر کانپنے لگے۔ ہاتھ جوڑ کر کان پکڑ کر گڑگڑانے لگے، معافی مانگنے لگے۔ بڑی بڑی قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ آئندہ وہ کبھی ایسا جرم نہیں کریں گے اور مسلمانوں کے خلاف کبھی ایسی کارروائی نہیں کریں گے۔

میں نے کہا "ٹھیک ہے۔ ابھی تو میں جا رہا ہوں مگر یہ دیکھتا رہوں گا کہ تمہاری ہمدردیاں مسلمانوں کے ساتھ ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں ہوں گی تو میں صرف تمہارے ہی نہیں، تمہاری آئندہ نسلوں کے بھی گردے نکلوا دوں گا۔"

اعلیٰ بی بی نے آ کر پوچھا "پاپا! ان محبت کرنے والوں کے سلسلے میں کیا کیا جائے؟"

میں نے پوچھا "تم کیا چاہتی ہو؟"

”میں..... مینا کشی کے دماغ میں رہ کر اس کے چور خیالات پڑھ چکی ہوں۔ وہ دل و جان سے حیات محمد کی دیوانی ہے۔ اس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہے گی۔ دل ہی دل میں ارادہ کر چکی ہے کہ اگر اس سے شادی نہ ہوئی تو خودکشی کر لے گی۔“

”اور اگر شادی ہوگئی تو حیات محمد مسائل میں گرفتار ہو جائے گا۔ وہاں کے سب ہندو اس کے خلاف ہو جائیں گے۔ اسے اپنا کاروبار اور یہ شہر چھوڑ کر کسی دوسری جگہ منتقل ہونا پڑے گا۔“

”پاپا میں ان محبت کرنے والوں کو شاد و آباد دیکھنے کے لیے بہت کچھ کر سکتی ہوں۔ انہیں لکھنؤ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جا کر آباد ہونے کے سلسلے میں ان کی بھرپور مدد کر سکتی ہوں۔“

”اگر تم ایسا کر سکتی ہو تو ضرور کرو...... یہ دو محبت کرنے والوں کے لیے بہت بڑی نیکی ہوگی۔“

وہ چلی گئی۔ فرمان اور ٹونی جے نے آ کر کہا ”سر! ہم نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ ایک ہی جھٹکے میں ان کے ہوش اڑا دیے ہیں۔ اب وہ کبھی کسی مسلمان کے ساتھ زیادتی نہیں کریں گے۔“

”خدا کا شکر ہے کہ وہ بری طرح سہم گئے ہیں اور امید یہی ہے کہ وہ آئندہ ایسی شیطانی حرکتیں نہیں کریں گے۔“

میں نے فرمان اور ٹونی جے سے کہا کہ وہ کبھی کبھی ان شیطانوں کے دماغوں میں آ کر ان کے خیالات پڑھتے رہیں۔ اگر کوئی گڑبڑ محسوس ہو تو فوراً مجھے اطلاع دیں پھر ہم ان سے نمٹ لیں گے......

☆☆☆

تاشا ہوش میں آ گئی تھی لیکن گم صم سی تھی۔ نہ بول رہی تھی، نہ سن رہی تھی۔ ارنا کوف اسے نارمل حالت میں لانے کے لیے منتر پڑھتی جا رہی تھی۔ آوازون خیال خوانی کے ذریعے اس کی دماغی حالت معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے اندر سناٹا تھا۔ گہری خاموشی تھی۔ سوچ کی ایک لہر بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔

وہ حیرانی سے بولا ”مما! یہ کیسی عجیب سی بات ہے کہ مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل رہی ہے اور اس کے اندر سوچ کی ایک بھی لہر نہیں ہے۔ ایسا تو کسی مردے کے دماغ میں ہوتا ہے۔ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اندر سوچ کی ایک لہر بھی نہیں رہتی ہے اور یہ تو زندہ ہے۔ سانس لے رہی ہے۔ ہمیں دیکھ رہی ہے۔“

ارنا کوف نے بیٹی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو واقعی وہاں گہرا سناٹا تھا۔ سوچ کی کوئی لہر سنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ پریشان ہو کر بولی ”یہ میری بیٹی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟“

وہ بولا ”اس نے منتر پڑھنے میں غلطی کی تھی۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے۔“

”میں نے اسے سمجھایا تھا۔ منتر بہت مشکل ہے۔ بھول چوک ہو جائے گی اسے نہیں پڑھنا چاہیے لیکن یہ عدنان کو حاصل کرنے کے لیے دیوانی ہو رہی تھی۔ میرے منع کرنے کے باوجود اس نے منتر پڑھنا شروع کر دیا۔“

وہ دونوں پھر اس کے دماغ میں پہنچے۔ اس بار انہوں نے اس کے اندر ٹھنڈک محسوس کی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کے اندر دھند سی چھائی ہوئی ہے۔ سفید اجلی اجلی سی دھند ہے اور دور کہیں سے کچھ سنائی دے رہا ہے۔

ارنا بولی ”بیٹی......! اب تم سوچنے لگی ہو۔ اب سن رہی ہو۔ ہمیں بتاؤ تمہیں کیا سنائی دے رہا ہے؟ اپنی ماں سے بات کرو بیٹی!“

وہ چپ تھی۔ اپنے بھائی اور ماں کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ خلا میں تک رہی تھی اور بہت دور سے آنے والی آواز کو سننے اور سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی پھر رفتہ رفتہ سنائی دینے لگا۔ بہت دور کوئی کلام پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔ یہ سنتے ہی وہ دونوں چونک گئے۔ حیرانی و پریشانی سے ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ پھر ارنا بولی ”یہ میری بیٹی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اس پر تو روحانی عمل کیا جا رہا ہے۔ اسی لیے ہمارے منتر بے اثر ہو رہے ہیں۔“

”مما! کسی طرح اس روحانی عمل کو روکنا ہوگا۔ تب ہی یہ نارمل ہو سکے گی اور ہم سے بات کر سکے گی۔“

وہ دونوں اس کے دماغ میں رہ کر پوری شدت سے منتر پڑھنے لگے۔ ان کی کوشش تھی کہ جو تلاوت کی آواز آ رہی ہے اس پر ان کی آواز بھاری پڑے اور وہ روحانی عمل کرنے والا واپس چلا جائے لیکن ایسا کچھ نہیں ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد آوازون نے کہا ”مما! آپ کیوں نہیں پڑھ رہی ہیں۔“

”بیٹے! میں تو پڑھ رہی ہوں۔ تم نہیں پڑھ رہے ہو۔ میں تمہاری آواز نہیں سن رہی ہوں۔“

”میں بھی آپ کی آواز نہیں سن رہا ہوں؟“

”تو ہم باتوں کی آواز کیسے سن رہے ہیں؟ اور جب ہم منتر پڑھتے ہیں تو ہماری کوئی آواز اس تک نہیں پہنچتی ہے؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟“

وہ دونوں پریشان ہو گئے۔ اس کے دماغ سے نکل آئے۔ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر سوچنے لگے پھر

ارنا کوف شکست خوردہ لہجے میں بولی ”ہمیں مان لینا چاہیے کہ روحانی عمل کے آگے کالا جادو بے اثر ہو جاتا ہے۔“

”ہمارے پاس پراسرار علوم کی جتنی کتابیں ہیں انہیں پھر سے پڑھ کر دیکھنا چاہیے۔ شاید ہم کسی علم کے ذریعے روحانی عمل کا توڑ کر سکیں۔“

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی ”میں ساری کتابیں پڑھ چکی ہوں۔ مجھے پراسرار کالے علوم کا ایک ایک سبق اچھی طرح یاد ہے۔ کوئی ایسا منتر نہیں ہے جو اس وقت ہمارے کام آ سکے اور ہماری تاشا کو نارمل حالت میں لا سکے۔“

”اگر ہم نے کچھ نہ کیا تو روحانی عمل والے اسے مار ڈالیں گے یا پاگل بنا کر چھوڑ دیں گے۔“

ارنا کوف نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ بیٹی کی حالت پر رونا آ رہا تھا۔ وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی ”الپا کہہ رہی تھی کہ وہ مسلمان تمام کالا جادو جاننے والے افراد کو ختم کر رہے ہیں۔ فرہاد نے چنڈال جوگیا کو مار ڈالا پھر سب سے بڑے جادوگر تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کو بھی مار ڈالا ہے۔“

آوازون بولا ”اور ان کا طریقہ کار دیکھیں۔ مما! انہوں نے ولاڈی میر کو ہمارے ہاتھوں سے ہلاک کروایا ہے یعنی تیسرا جادوگر بھی اس دنیا سے نابود ہو گیا ہے اور وہ کہہ رہی تھی کہ اس کے بعد ہماری باری ہے۔“

وہ بولی ”ہمارا پراسرار علم بار بار یہی کہتا آ رہا ہے کہ عدنان کو ہماری تاشا کی زندگی میں آ جانا چاہیے پھر یہ زندہ بھی رہے گی اور اسے عروج بھی حاصل رہے گا۔“

”مما! ہمارا مقدر فرہاد علی تیمور سے ہی بننے والا ہے۔ ہمارا پراسرار علم یہ بھی تو کہتا ہے کہ پارس کی بیٹی انوشے کو میری زندگی میں آ جانا چاہیے۔ تب ہی ہم گردش سے نکلیں گے اور نحوستیں ہم سے دور ہوں گی۔“

”یہ نحوستیں کیسے دور ہوں گی؟ عدنان بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا ہے۔ ہم اب کبھی اس کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے اور ادھر انوشے بھی ہمارے ہاتھ نہیں آ رہی ہے۔“

اچانک تاشا کے جسم میں حرکت ہوئی۔ وہ ذرا کسمسائی پھر ہنسنے لگی۔ وہ دونوں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ ارنا بولی ”بیٹی! تم ہماری باتیں سن رہی ہو؟“

اس کے اندر پھر وہی ہنسی سنائی دی۔ آوازون بولا ”تم ہنس کیوں رہی ہو؟“

جواب میں الپا بولی ”یہ بے چاری تم دونوں کی حماقتوں پر ہنس رہی ہے۔ تم ماں بیٹا اس قدر ٹوٹ چکے ہو کہ اپنے گھر کی ایک لڑکی کو بچا نہیں پا رہے ہو اور ہمارے گھر سے ہماری اولاد کو چرا کر لے جانے کی باتیں کر رہے ہو۔“

وہ بڑی عاجزی سے بولی ”الپا میں ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ کسی طرح تم سے رابطہ کروں۔ تم اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دو گی تو خیال خوانی کے ذریعے تم سے باتیں کروں گی۔“

”جو باتیں کرو گی وہ میں سن چکی ہوں۔ ابھی تمہارے دماغوں میں یہ خناس بھرا ہوا ہے کہ تمہارا بیٹا میری بیٹی کو حاصل کرے گا اور تمہاری بیٹی ہمارے عدنان کو ہم سے چھین لے گی۔“

وہ جلدی سے بولی ”نہیں...... نہیں...... اب ہم ایسی کوئی بات نہیں سوچ رہے ہیں۔ ہمیں کچھ نہیں چاہیے۔ ہم صرف اپنی تاشا کی زندگی چاہتے ہیں۔“

الپا بولی ”تاشا کو زندہ رکھ کر کیا کرو گی؟ یہ تو عدنان کے بغیر ادھوری رہے گی۔ تمہارا علم کہتا ہے کہ عدنان اس کے لیے ضروری ہے؟“

”جان سلامت رہے تو کوئی چیز ضروری نہیں ہوتی اور اب تو عدنان کو حاصل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ وہ بابا صاحب کے فولادی ادارے میں پہنچ چکا ہے۔ وہاں ہم کالے عمل کے ذریعے کبھی پہنچ نہیں سکیں گے۔“

”چلو...... عدنان کی طرف سے تو عقل آ گئی لیکن اپنے بیٹے آوازون کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس کی نحوستیں میری بیٹی انوشے کے بغیر دور نہیں ہوں گی؟ وہ اس کی زندگی میں آئے گی تو اسے فتح و کامیابی حاصل ہوگی۔ یہ اس کے بغیر کیسے رہے گا؟“

وہ بولی ”الپا! مجھے اپنی بہن کی زندگی عزیز ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ یہ زندہ رہے گی تو میں کبھی انوشے کا نام اپنی زبان پر نہیں لاؤں گا۔“

ارنا بولی ”میں ابھی صرف ایک ماں ہوں۔ تم سے التجا کرتی ہوں۔ ہم سے اب تک جو بھی غلطیاں ہوتی رہی ہیں، انہیں معاف کر دو۔“

”میں بھی اپنی انوشے کی ماں ہوں۔ تم سے ہاتھ جوڑ کر التجا کرتی رہتی۔ تمہارے قدموں میں گر جاتی کہ میری بیٹی کو مجھ سے نہ چھینو تو تم اپنے کالے علم کے بل پر مجھ جیسی ماں کو ٹھکرا دیتیں۔ جب ذہنوں پر غرور اور خود غرضی مسلط ہو جاتی ہے تو ماں بہن بیٹی کا رشتہ نہیں رہتا۔ تم آج ماں بن کر جذباتی باتیں نہ کرو اور جہاں تک تم لوگوں کو معاف کرنے کا سوال ہے تو یہ

کبھی نہیں ہوگا۔ ہم نے طے کرلیا ہے کہ کسی بھی کالے علم جاننے والے شخص کو زندہ رہنے نہیں دیں گے۔"

"یہ تمہیں بتایا جاچکا ہے کہ ہمارے ہاتھوں تین جادوگر جہنم رسید ہو چکے ہیں۔ اب تم تین ماں بیٹا اور بیٹی رہ گئے ہو۔ تم تینوں بھی باری باری جاؤ گے۔"

"ہاں۔ مجھے یقین کرلینا چاہیے کہ تم لوگ ہر حال میں ہمیں مار ڈالنا چاہو گے۔ ہمیں اپنے بچاؤ کی تدبیر کرنا ہوگی لیکن میں صرف تاشا کے لیے کہہ رہی ہوں۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ اس نے آج تک کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچایا۔ یہ ابھی کالا جادو سیکھنے کے مراحل سے گزر رہی ہے۔ آج روحانی عمل کے باعث اس کا یہ عمل بھی ختم ہوگیا ہے۔ تم فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے والوں سے پوچھو کہ اس بے چاری کو کس جرم کی سزا دو گے؟ یہ تو بالکل بے گناہ ہے۔"

"روحانی عمل کرنے والوں سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خود سمجھتے ہیں کہ کس کے ساتھ کیا کرنا چاہیے۔ بے شک تاشا کی صرف ایک چھوٹی سی غلطی یہ ہے کہ وہ عدنان کو حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن پیار سے دشمنی سے نہیں۔ اسی لیے یہ ابھی تک زندہ ہے اور شاید اس کی زندگی کا فیصلہ کیا جائے گا۔ تم ماں بیٹے اپنی خیر مناؤ۔"

ارنا کوف کچھ کہنا چاہتی تھی تو وہ بولی "اب کچھ نہ کہو۔ مجھ سے کہا جارہا ہے کہ میں تاشا کے دماغ سے نکل آؤں۔ میں جارہی ہوں۔ مشکل کے وقت ہم اپنے خدا کے آگے جھکتے ہیں۔ تم پر مصیبت آئی ہے جاؤ شیطان کے آگے جھکو۔"

اس کے جاتے ہی پھر تلاوت کی ایمان افروز آواز ابھرنے لگی۔ وہ ماں بیٹے تاشا کی سوچ کے ذریعے سمجھ رہے تھے کہ اس کے اندر سفید اجلی دھند بڑھتی جارہی ہے۔ ارنا کوف گھبرا کر بولی "بیٹے!...... دوسرے کمرے میں جاؤ۔ وہاں شیطان معظم کا پتلا رکھا ہوا ہے۔ اسے فوراً لے آؤ۔"

آوازدن فوراً دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے آواز دے کر پوچھا "مما! وہ پتلا کہاں ہے؟ مجھے نہیں مل رہا ہے۔ آپ آ کر دیکھیں۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر تیزی سے چل کر اس کمرے میں آئی پھر بولی "صندوق کھول کر دیکھنا چاہیے۔ تم تو مجھ سے زیادہ بدحواس ہوگئے ہو۔"

وہ دونوں صندوق کے پاس آئے۔ اسے کھولا تو وہاں شیطان کا پتلا رکھا ہوا تھا۔ ارنا کوف نے اسے اٹھالیا۔ پھر وہ ماں بیٹے تیزی سے چل کر دوسرے کمرے میں آئے تو وہاں تاشا نہیں تھی۔ اس کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ دونوں دوڑتے ہوئے اس کھلے دروازے کے باہر آئے۔ دونوں نے دیکھا۔ وہ نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ دونوں مکان کے دائیں بائیں دوڑتے ہوئے گئے۔ ادھر ادھر دیکھا مکان کے پیچھے تلاش کیا مگر وہ نظر نہیں آرہی تھی۔

آوازن بولا "مما! ہم بدحواسی میں خیال خوانی کرنا بھول گئے ہیں۔ ہمیں اس کے دماغ میں پہنچنا چاہیے۔"

وہ دونوں دوسرے لمحے میں خیال خوانی کے ذریعے تاشا کے دماغ میں آئے تو وہاں سفید اجلی دھند چھائی ہوئی تھی اور کلام پاک کی تلاوت کی آواز ابھر رہی تھی۔ آوازدن بولا "مما! اس کی سوچ کے ذریعے کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔ پتا نہیں وقت کہاں ہے؟ کہاں جارہی ہے؟"

"ہمیں اس کے اندر ہی رہنا چاہیے۔ یہ سفید دھند چھٹے گی۔ ہمیں کچھ نہ کچھ ضرور معلوم ہوگا۔"

وہ کہاں جارہی تھی؟ وہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھی جاتی تو وہاں پہنچ سکتی تھی کیونکہ وہ روحانیت کی آغوش میں تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی دھند چھٹنے لگی۔ دونوں ماں بیٹے نے دیکھا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے کے صدر دروازے تک پہنچ چکی تھی۔

وہ بڑا سا دروازہ اس کے لیے کھل رہا تھا۔ وہ قدم بہ قدم اس دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ماں اور بھائی چیخ رہے تھے کہ تاشا رک جاؤ آگے نہ بڑھو۔ دروازے کے اندر نہ جاؤ۔ رک جاؤ تاشا۔

وہ دہلیز تک پہنچ گئی تھی۔ پھر انہوں نے اس کے دماغ میں جناب اسد اللہ تبریزی کی آواز سنی "بیٹی بسم اللہ پڑھو۔ اور سیدھا پاؤں اندر رکھو۔"

تاشا نے بسم اللہ پڑھ کر سیدھا پاؤں اندر رکھا۔ اس کے ساتھ ہی دونوں ماں بیٹا اس کے دماغ سے یک لخت نکل آئے۔ اس کا دماغ ان کے لیے لاک ہو چکا تھا۔

آوازدن تو ہکا بکا رہ گیا تھا وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ خیال خوانی کے ذریعے اپنی بہن کے دماغ میں رہ کر بھی اس کے کام نہیں آسکے گا۔ اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے بابا صاحب کے فولادی ادارے میں داخل ہو جائے گی۔

ارنا کوف کو ایسا لگا جیسے بیٹی کے دماغ سے دھکا دے کر اسے باہر نکال دیا گیا ہو۔ وہ چکرا کر زمین پر ہی بیٹھ گئی۔ پہلا نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ کالا جادو جاننے والے ایک ایک کو نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ اسے تین جادوگروں کی موت کا یقین ہو چکا تھا اور کہہ دیا گیا تھا کہ اب وہ تین ماں بیٹا اور بیٹی رہ گئے ہیں۔ وہ بھی ایک ایک کر کے اس دنیا سے جائیں گے۔

اور اب اس کے دیکھتے ہی دیکھتے اس کی بیٹی چلی گئی تھی۔ اگرچہ وہ مری نہیں تھی لیکن بابا صاحب کے ادارے میں جانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اسے کبھی واپس نہیں لاسکے گی۔ اس کی اکلوتی چہیتی بیٹی اس کے لیے مر چکی تھی۔

ان لوگوں کے لیے حیرانی کی بات تھی۔ کہ وہ بیمار تاشا کو صرف چند سیکنڈ کے لیے چھوڑ کر دوسرے کمرے میں گئے تھے وہاں سے واپسی پر وہ موجود نہیں تھی۔ وہ کالے جادو کے ذریعے چشم زدن میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نہیں پہنچ سکتے تھے لیکن ان کی بیٹی وہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئی تھی۔

وہ دونوں اسے تلاش کرتے ہوئے مکان کے باہر آئے تھے۔ وہیں ارنا کوف چکرا کر زمین پر بیٹھ گئی تھی۔ آوازدن بھی اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا "مما! وہ تمام کالا جادو جاننے والوں کو مار ڈالنے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور وہ ایسا کر بھی رہے ہیں لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ انہوں نے ہماری تاشا کو زندہ کیوں رکھا ہے اور اپنے پاس کیوں بلالیا ہے؟"

"ہماری تاشا برائے نام کالا جادو جانتی ہے۔ پھر اس نے آج تک کسی کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچایا۔ صرف ان کے عدنان کو حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس کے بدلے انہوں نے اسے حاصل کرلیا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں شرکی خباثت کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لیے وہ تاشا کے دماغ سے کالے جادو کو دھو ڈالیں گے۔ اس کے ماضی کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیں گے۔ پھر اپنے دین اور طور طریقوں کے مطابق اسے ڈھالتے رہیں گے اور ہم کچھ نہیں کر پائیں گے۔"

"مما......! اب تاشا کی نہیں اپنی فکر کرنی ہوگی۔ وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"ہاں...... اب ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ہم سے کسی طرح کا سمجھوتا نہیں کریں گے۔ ہم رحم کی بھیک مانگیں گے تو وہ رحم کرنا تو دور کی بات ایک ذرا سی ہمدردی بھی نہیں کریں گے۔"

"ہم رحم کی بھیک کیوں مانگیں مما......؟ کیا ہم اس قدر کمزور ہو گئے ہیں؟ جب حوصلہ کرنے والوں کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ آگے چل کر ہر حال میں موت ہے تو وہ پھر کسی سے زندگی کی بھیک نہیں مانگتے۔ اپنے بل پر اپنی ذہانت اور اپنے حوصلے سے موت کا مقابلہ کرتے ہیں۔ زندگی حاصل کرتے ہیں ہم بھی یہی کریں گے۔"

وہ بولی "میں نے آج تک کسی سے شکست نہیں کھائی۔ اور ان روحانی عمل والوں سے بھی ہارنا نہیں چاہتی۔ مشکل یہ ہے کہ مجھے ان کا طریقہ کار نہیں معلوم ہے۔ ہمیں سب سے پہلے یہ سمجھنا ہوگا کہ ہم ان سے چھپ کر نہیں رہ سکتے۔ کچھ عرصے روپوش رہ کر ان کے خلاف مضبوط محاذ آرائی کریں گے۔ تب ہی ہم محفوظ رہ سکیں گے۔"

"ہمیں یہ مکان یہ جگہ شہر بلکہ یہ ملک چھوڑ دینا ہوگا۔ آئندہ انہیں ہمارا پتہ ٹھکانا نہیں معلوم ہونا چاہیے۔ ہم روپوش رہ کر دیکھیں گے کہ ہمیں کہاں تک کامیابی ہوسکتی ہے؟"

وہ دونوں زمین پر بیٹھے رہے۔ سوچتے رہے پھر ارنا کوف بولی "میں اپنے پراسرار علوم کے ذریعے یہ معلوم کرتی رہتی ہوں کہ ہماری دنیا میں کیسے کیسے شہ زور موجود ہیں۔ ایک دن میں نے ٹائم میگزین میں ایک انڈین شخص کی تصویر دیکھی تھی۔ اس کے بارے میں لکھا تھا کہ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ کوہ ہمالا کی ترائی میں رہتا ہے۔ اس کے عقیدت مند بڑی دشوار گزار گھاٹیوں سے گزر کر اس کے پاس جاتے ہیں۔ اسے اپنا بھگوان مانتے ہیں۔ اس کے آگے سر جھکاتے ہیں اور اپنی دلی مرادیں پوری کرتے ہیں۔"

آوازدن بولا "آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ ہم وہاں جا کر اپنی دلی مراد پوری کروا سکتے ہیں؟"

"میں نہیں جانتی کہ وہ ہمیں روحانی عمل کرنے والوں کے خلاف پناہ دے سکے گا یا نہیں۔ میگزین میں اس کی جو بڑی سی تصویر شائع ہوئی تھی۔ میں نے اس کی تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تھا۔ وہاں پہنچ بھی گئی تھی۔ اس کے خیالات بھی پڑھتی رہی تھی۔ اور وہ مسکراتا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بولا کہ اگر میرے خیالات پڑھ چکی ہو تو جاؤ مجھے اپنا کام کرنے دو۔"

"تعجب ہے...... آپ اس کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھیں۔ وہ آپ کے دماغ میں نہیں تھا۔ پھر بھی یہ سمجھ گیا کہ آپ اس کے خیالات پڑھ رہی ہیں۔ آپ ٹیلی پیتھی جانتی ہیں اور اس کے لیے خطرناک بن سکتی ہیں لیکن اس نے آپ کو کوئی اہمیت نہیں دی۔"

"ہاں...... وہ بہت پراسرار ہے۔ پتا نہیں کیسی کیسی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ میں نے کالے عمل کے ذریعے اس کے ذہن کو کمزور بنانا چاہا لیکن میرا جادو اس پر بے اثر رہا۔"

"پھر تو وہ بہت ہی پراسرار اور خطرناک ہے۔"

"لیکن وہ میرے لیے خطرناک نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ جواباً مجھے نقصان پہنچا سکتا تھا۔ لیکن اس نے میری خیال

خوانی اور کالے جادو کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ یوں نظر انداز کر دیا جیسے میں نادان بچی ہوں۔ نادانی سے ایک پہاڑ کو پتھر مار رہی ہوں۔"

"لیکن مما...... اس پراسرار شخص کا...... کیا نام بتایا تھا آپ نے؟"

"سوامی وردان وشواناتھ۔"

"وردان وشواناتھ کو یہ تجسس تو ہونا چاہیے کہ آخر آپ کون ہیں؟ ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہیں۔ کالا جادو بھی جانتی ہیں۔ آپ اپنی صلاحیتوں سے نہ سہی۔ کسی دوسری حکمتِ عملی سے چھپ کر اسے نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ اسے آپ کی طرف سے کچھ تو اندیشہ ہونا چاہیے۔"

"میں بھی یہی سوچتی ہوں تو دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں یا تو اسے میری طرف سے کوئی اندیشہ نہیں ہے اس لیے مجھے کوئی اہمیت نہیں دی ہے یا پھر اس نے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے میرے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔"

آوازدن اپنی ماں کو دیکھ کر سوچنے لگا "وردان وشواناتھ ہندوستان میں ہے اور ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ انوشے اپنے ماں باپ کے ساتھ ہندوستان کے شہر دہلی جا رہی ہے۔ اس سفر میں ولاڈی میرا سے ٹکرایا تھا اور جہنم میں پہنچ گیا تھا۔ لیکن میں وہاں جا کر فرہادیا اس کے خاندان کے کسی فرد سے ٹکرانے کی حماقت نہیں کروں گا۔ اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ ہمارا جادو روحانی عمل والوں کے سامنے بے اثر رہے گا۔ لہٰذا میں کبھی کالا حربہ استعمال نہیں کروں گا۔"

اس نے ارنا کوف سے کہا "مما! ہمیں ہندوستان جانا چاہیے۔ وہاں ہم ہمالا کی ترائی میں جائیں گے اور اس سے ملاقات کریں گے۔"

اس نے سوچتے ہوئے بیٹے کو دیکھا۔ پھر بڑی ممتا سے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا "نہیں بیٹے! میں اپنی ایک بیٹی کھو چکی ہوں۔ اب تمہیں کھونا نہیں چاہوں گی۔ تمہیں کچھ ہو گیا تو میں زندہ نہیں رہ سکوں گی میرا دم نکل جائے گا۔"

"مما! جو ڈرتے ہیں وہ مرتے ہیں۔ آپ نے کہا تھا جب دوسرے جادوگروں کی طرح ہمیں بھی مرنا ہی ہے تو کیوں نہ مقابلہ کر کے اور زندہ رہنے کی کوشش کرتے موت کو گلے لگائیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ وردان وشواناتھ ہمیں ایسی کوئی تدبیر بتائے گا جس پر عمل کرتے ہوئے ہم روحانی عمل کرنے والے سے محفوظ رہیں گے۔"

وہ اٹھتے ہوئے ماں کا ہاتھ تھام کر اسے زمین پر سے اٹھانے لگا۔ وہ اٹھ کر بولی "ہم وہاں جائیں گے لیکن میں ڈرتی ہوں کہ تم انوشے کو حاصل کرنے کی دیوانگی میں کوئی غلطی کر بیٹھو گے؟"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ آپ کی ہدایت کے مطابق عمل کروں گا۔ انوشے وہاں کے شہر دہلی پہنچ گئی ہو گی ہم اس طرف نہیں جائیں گے سیدھے شمالی ہندوستان کی طرف جائیں گے جہاں وہ ہمالا پہاڑ ہے۔"

وہ بیٹے کے سہارے مکان کی طرف جاتے ہوئے بولی "ہاں...... اب ہم چھپ کر رہیں گے۔ ہندوستان میں بھی کسی کو اپنی اصلیت نہیں بتائیں گے۔ کبھی کالے جادو کا سہارا نہیں لیں گے۔ پہلے وشواناتھ تک پہنچیں گے۔ اس کے بعد کوئی مضبوط اور مناسب لائحہ عمل طے کریں گے۔"

وہ دونوں اپنے مکان میں آ کر ہندوستان جانے کی تیاری کرنے لگے۔

☆☆☆

میں ایک طویل عرصے سے شانتا بائی کے ساتھ رہتا آ رہا تھا۔ شانتا بائی کی جوان بیٹی نیہا مر چکی تھی۔ اس کی جگہ اعلیٰ بی بی نیہا بن کر رہتی تھی۔ اور شانتا بائی اس پر اندھا اعتماد کرتی تھی۔ اس نے مجھے اپنا معتمد خاص بنا رکھا تھا۔ میں اس کے اسپتال کے پھیلے ہوئے بزنس کی نگرانی بھی کرتا تھا۔ اور دشمنوں سے اسے تحفظ بھی دیتا تھا۔

اب اس کے تمام دشمن ایک ایک کر کے ختم ہو گئے تھے اور جو بچ گئے تھے وہ دور رہنے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے تھے۔ شیوسینا متعصب جماعت کے ہندو مسلمانوں کی تعداد کم کرنے کے لیے کیسی ٹھوس پلاننگ پر عمل کر رہے تھے۔ اس کا ذکر میں کر چکا ہوں۔ وہ صحت مند مسلمان مرد اور عورتوں کو اغوا کر کے اپنے کسی خاص اسپتال میں پہنچاتے تھے۔

پھر ان کے دل گردے اور آنکھیں نکال لیتے تھے اور اپنے ہندوؤں کو وہ اعضاء عطیے کے طور پر دیا کرتے تھے۔

میں نے اور میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے جب ان ہندوؤں کا محاسبہ کیا اور ان کے خاص لیڈر کی آنکھیں، دل، گردے نکال لیے تب ان کے ہوش اڑ گئے اور وہ سمجھ گئے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقابلے میں وہ اپنی متعصب اور مذموم حرکتیں جاری نہیں رکھ سکیں گے۔ اس لیے وہ باز آ گئے تھے اور ابھی میں نہیں جانتا تھا کہ وہ ہمیشہ کے لیے باز آ چکے ہیں یا پھر کچھ وقفے کے بعد پھر شر انگیزی شروع کریں گے؟

ایک دن میں اسپتال والے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا تو انٹر کام پر شانتا بائی نے کہا "ویر جی...... میں یہاں اسپتال آئی ہوئی ہوں اور آپ کو کسی سے ملوانا چاہتی ہوں۔ کیا ابھی آ جاؤں؟"

"تم میری بہن ہو تمہیں اجازت لے کر نہیں آنا چاہیے۔ سیدھی چلی آؤ۔"

میں نے انٹر کام بند کیا۔ وہاں میرا نام دھرم ویر تھا۔ ویر کے معنی بہادر بھی ہوتے ہیں اور ویر بھائی کو بھی کہتے ہیں چونکہ وہ مجھے بھائی مانتی تھی۔ اس لیے ویر جی کہا کرتی تھی۔ اس نے دروازے پر دستک دی پھر اسے کھول کر ایک معمر خاتون کے ساتھ آئی۔ اس خاتون کے ساتھ اس کا شوہر بھی تھا۔ وہ بولی "ویر جی! یہ میری بچپن کی سہیلی عاصمہ ہے اور یہ اس کے شوہر عبدالرحمان ہیں۔ میں ان کے بارے میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے عبدالرحمٰن سے مصافحہ کیا پھر وہ تینوں میرے سامنے میز کے دوسری طرف کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ شانتا بولی "پچیس برس پہلے عاصمہ کی شادی عبدالرحمٰن سے ہوئی تھی ایک سال بعد ان کے ہاں ایک لڑکا ہوا اب وہ چوبیس برس کا ہے۔ دو برس بعد پھر اس کے پاؤں بھاری ہوئے یہ ماں بننے والی تھی۔ اس کی پہلی زچگی بھی اسی اسپتال میں ہوئی تھی اور دوسری کے لیے بھی میں اسے یہاں لے آئی۔

"اس وقت کی لیڈی ڈاکٹر نے بتایا کہ یہ کیس بہت الجھا ہوا ہے۔ آٹھویں مہینے کی میڈیکل رپورٹ سے پتا چلا کہ یہ دو بچوں کو جنم دینے والی ہے۔"

وہ ذرا توقف سے بولی "وقت مقررہ پر اس کے یہاں دو بچیوں کی ولادت ہوئی جو حیرت انگیز طور پر اپنے دائیں بائیں شانوں پسلیوں سے اور کولہوں سے جڑی ہوئی تھیں بلکہ جڑی ہوئی ہیں اور وہ بائیس برس کی ہیں جوان ہیں، اب ان کی شادیوں کا مسئلہ درپیش ہے۔"

بات سمجھ میں آ گئی۔ اگر وہ الگ الگ ہوتیں تو شادی کا کوئی مسئلہ نہ ہوتا۔ وہ ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ وہ شادی کے بعد اپنے اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہ سکتی تھیں اور دونوں کی شادی ایک ہی مرد سے بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ ایسا کرنے کے لیے ان دونوں بہنوں کو ایک دوسرے کے سامنے بے حیا بن کر رہنا ہوتا۔

ایسے ہی اور بہت سے مسئلے تھے۔ جنہیں میں سمجھ سکتا تھا۔ پھر بھی میں نے انجان بن کر پوچھا "مسئلہ کیا ہے؟"

عاصمہ اور عبدالرحمٰن نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر سر جھکا لیا۔ میں بولا "کیا لڑکیاں شادی سے انکار کر رہی ہیں؟"

عاصمہ بولی "نہیں میں اپنی بیٹیوں کے ساتھ سہیلی کی طرح رہتی ہوں۔ ان کے دلوں کی باتیں جانتی ہوں۔ وہ شادی کرنا چاہتی ہیں لیکن دو مرد الگ الگ ان کے شوہر بن کر آئیں گے تو دونوں میں سے کسی کو بھی خلوت نصیب نہیں ہو گی۔ اور اگر ایک شخص ان کا مجازی خدا بن کر آئے گا تو دوسری ان کی تنہائی میں موجود رہے گی۔"

شانتا بولی "ان بے چاری لڑکیوں کی زندگی میں عجیب موڑ آیا ہے۔ جب یہ پیدا ہوئی تھیں تب میں نے بہت کوشش کی تھی کہ یہ ایک دوسرے سے الگ کر دی جائیں۔ یہاں کے ڈاکٹروں کے لیے ممکن نہیں تھا۔ میں نے یورپ اور امریکا کے بڑے بڑے ڈاکٹروں سے بھی مشورے کیے۔ سب نے یہ کہا کہ انہیں الگ کیا جا سکتا ہے۔ ایک تجربہ کیا جا سکتا ہے لیکن زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ آپریشن کی ناکامی کی صورت میں یہ زندہ نہیں رہیں گی۔"

عاصمہ بولی "میں ان ڈاکٹروں کو طبی تجربہ کرنے کے لیے اپنی بیٹیوں کی قربانی نہیں دے سکتی تھی۔ اس لیے یہ قدرتی طور پر جڑی رہ گئیں۔ ابتدا میں ان کی پرورش میں بڑی دشواریاں پیش آتی رہیں۔ رفتہ رفتہ یہ بڑی ہو گئیں تو پھر خود ہی ایک ساتھ اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، کھانے پینے کے سلسلے میں ایک دوسرے سے تعاون کرنے لگیں۔ آپس کی محبت سے اپنی زندگی کو آسان بنانے کی کوشش کرنے لگیں۔

"آج یہ کامیاب ہیں۔ گھر گرہستی کے سارے کام کر لیتی ہیں۔ گیارہویں جماعت کی طالبات ہیں۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کے تعاون سے بڑی بڑی مشکلات کو اپنے لیے آسان بنایا ہے۔ لیکن یہی شادی کا مشکل مرحلہ آیا ہے اب یہ تھک ہار کر فیصلہ کر رہی ہیں کہ شادی نہیں کریں گی۔ ضبطِ نفس سے کام لیں گی اور تجرد کی زندگی گزاریں گی۔

"میری دونوں بیٹیاں ایک دوسرے سے اس قدر محبت کرتی ہیں کہ ان کے جسم جڑے ہوئے نہ ہوتے تب بھی وہ ایک دوسرے سے جڑی رہتیں اور کبھی الگ نہ ہوتیں۔ میں ان کی ماں ہوں ان کی ایک بات پر بڑی پریشان ہوں کہ وہ بے حد شرمیلی ہیں۔ خلوت میں کیسے حالات پیش آئیں گے اور وہ کیوں شرمائیں گی۔ یہ آپ سمجھ سکتے ہیں میں بیان نہیں کر سکتی۔"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "میں سمجھ رہا ہوں۔"

پھر میں نے شانتا بائی سے پوچھا "تم انہیں میرے پاس لائی ہو تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

وہ بولی "ویر جی آپ نے میرے بڑے بڑے

پیچیدہ مسئلے حل کیے ہیں' کتنے ہی جانی دشمنوں سے مجھے نجات دلائی ہے۔ اسپتال کے بزنس میں بھی جب کوئی دشمنی ہوتی ہے تو اپنی ذہانت اور حکمت عملی سے تمام دشواریوں کو دور کر دیتے ہیں۔ میں چاہوں گی کہ آپ کسی بھی طرح ان بے چاری لڑکیوں کا مسئلہ حل کریں۔''

میں سر جھکا کر سوچنے لگا۔ یہ معاملہ بہت ہی پیچیدہ تھا۔ فوراً ہی میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکوں گا؟ تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد یہ بات ذہن میں آئی کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی سوچ میں مثبت تبدیلیاں پیدا کر سکتا تھا۔

میں نے کہا ''میں ان لڑکیوں سے ملنا چاہوں گا۔ میرا خیال ہے کہ میں ان کی بہتری کے لیے کچھ نہ کچھ کر سکوں گا۔''

وہ میاں بیوی خوش ہو گئے۔ عبدالرحمٰن نے پوچھا ''آپ ہمارے ساتھ کب چلنا پسند کریں گے؟''

''میں ابھی چل سکتا ہوں۔''

''یہ تو ہمارے لیے بڑی خوشی کی بات ہے۔ ہم جلد سے جلد یہ مسئلہ حل کرنا چاہتے ہیں۔''

''آپ اپنی بیٹیوں کو ابھی فون کر دیں کہ ایک اجنبی شخص ان سے ملنے آ رہا ہے۔''

عبدالرحمٰن نے فون کی طرف دیکھا۔ میں نے کہا ''آپ میرا فون استعمال کر سکتے ہیں۔''

اس نے شکریہ ادا کیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا اس نے کہا ''جمیلہ' نبیلہ کو بلاؤ۔''

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی ایک بیٹی کا نام جمیلہ اور دوسری کا نام نبیلہ تھا۔ چونکہ ایک وقت میں کسی ایک کو نہیں بلایا جا سکتا تھا۔ ایک کو بلاتے تو دونوں ہی آتیں۔ اس لیے انہیں بیک وقت جمیلہ نبیلہ کہا جاتا تھا۔ ان میں سے ایک کی آواز سنائی دی ''ہیلو ابو! میں نبیلہ بول رہی ہوں۔''

''ہاں بیٹا! میں تمہاری آنٹی کے اسپتال سے بول رہا ہوں۔ ان کے ایک بھائی دھرم ویر صاحب ہیں وہ ابھی ہمارے گھر آنے والے ہیں' تم دونوں سے ملاقات کریں گے' جمیلہ کو فون دو۔''

نبیلہ نے بہن کو ریسیور دیتے ہوئے کہا ''کوئی مسٹر دھرم ویر ہم سے ملنے آ رہے ہیں۔''

وہ ریسیور کان سے لگا کر بولی ''جی ابو! میں جمیلہ بول رہی ہوں۔ کیا ہمارے گھر کوئی مہمان آ رہے ہیں؟''

''ہاں بیٹی...... یہ تم دونوں سے کچھ باتیں کریں گے۔ ابھی تم کیا کر رہی ہو؟''

''میں گاجر کا حلوا تیار کر رہی تھی اور نبیلہ دودھ گرم کر رہی تھی' وہ آنے والے مہمان ہندو ہیں۔ کیا ہمارے ہاتھ کا طعام کھانا پسند کریں گے؟''

وہ مسکرا کر بولا ''بیٹی! جب تمہاری آنٹی ہمارے گھر کھانا کھاتی ہیں تو پھر ان کے بھائی بھی ضرور کھا لیں گے ہم ابھی ایک گھنٹے میں پہنچ رہے ہیں۔''

اس نے ریسیور رکھ دیا ''میری بیٹیاں گاجر کا حلوا بنا رہی ہیں' پوچھ رہی تھیں کہ آپ ان کے ہاتھ کا کھائیں گے یا نہیں؟''

میں نے مسکرا کر کہا ''ضرور کھاؤں گا۔''

پھر میں ان دونوں کے خیالات پڑھنے لگا۔ ان کے گھر پہنچنے تک کبھی عاصمہ اور عبدالرحمٰن سے باتیں کرتا رہا اور کبھی خیال خوانی کے ذریعے ان بہنوں کے اندر پہنچتا رہا۔ ان کے درمیان بہت اچھی ذہنی ہم آہنگی تھی۔ ان کی پسند ایک تھی۔ ان کے ارادے ایک ہوتے تھے۔ جذباتی طور پر کسی ایک کو غصہ آتا تو دوسری کو بھی آ جاتا تھا۔ دونوں ہی ذہین اور مصلحت کوش تھیں۔ بہت سے معاملات میں ایک کے مشورے سے کام لیتی تھیں۔

جڑواں ہونے کے باعث جو مسائل پیدا ہوتے رہتے تھے۔ وہ ان پر قابو پا چکی تھیں۔ ان مسائل سے نمٹتے ہوئے بڑی آسودگی سے زندگی گزار رہی تھیں۔ لیکن جوان ہونے کے بعد اب دوسرے مسائل بھی پیدا ہو گئے تھے۔ ایک آئیڈیل ذہنوں میں ابھرنے لگا تھا۔ وہ آئیڈیل سامنے آ جاتا تو چاہنے اور چاہے جانے کی تمنا بھی دل میں انگڑائی لینے لگتی۔ یہ فطری خواہش ہوتی ہے، ہر لڑکی خواب و خیال میں کسی کو چاہتی ہے وہ دونوں بھی کسی کی آرزو کرتی تھیں۔

جب ابتدا میں ان کے اندر ایسی خواہشات جنم لینے لگیں تو جمیلہ نے کہا ''نبیلہ! ہمارا کیا بنے گا؟ کیا جسے میں چاہوں گی اسے تو بھی چاہے گی؟''

وہ ذرا سوچتے ہوئے بولی ''اب تک تو یہی ہوتا آیا ہے جو میں پہنتی ہوں وہی تو پہنتی ہے' جو میں کھاتی ہوں' وہی تو کھاتی ہے۔ شاپنگ کے وقت بھی ہماری پسند ایک ہوتی ہے۔''

جمیلہ نے کہا ''ہاں...... رشتے داری میں بھی یہی ہوتا ہے میں ماموں زاد بھائی کو ناپسند کرتی ہوں' تو تو بھی اسے ناپسند کرتی ہے۔ سلمان بھائی تجھے بہت اچھے لگتے ہیں میں بھی انہیں بہت پسند کرتی ہوں۔''

''یہ تو بہن بھائی' کزن اور دوسرے رشتہ داروں کی باتیں ہیں لیکن جو لائف پارٹنر ہماری زندگی میں آئے گا ہمارا مجازی خدا بنے گا' کیا وہ ایک ہو گا یا دو ہوں گے؟''

وہ دونوں ہم مزاج تھیں' ہم خیال تھیں' کوئی بھی بات ایک دوسرے سے نہیں چھپاتی تھیں اور نہ چھپا سکتی تھیں۔ اگر ان کی زندگی میں کسی ایک کا محبوب آتا اور وہ اس سے چوری چھپے ملنا چاہتی تو دوسری سے الگ ہو کر اس سے ملاقات نہیں کر سکتی تھی۔ ایک کے دل میں جو چور جذبے ہوتے تھے' دوسری کے دل میں بھی وہی جذبات انگڑائیاں لیتے تھے۔ ایسی قدرتی مجبوریوں نے ان دونوں کو ایک دوسرے کا ہم راز بنا دیا تھا۔

ہم راز ہونے کے باوجود وہ فطرتاً بہت شرمیلی تھیں۔ ایک دوسرے سے کھل کر یہ نہیں کہتی تھیں کہ اگر کوئی ایک چاہنے والا کسی ایک کے پاس آئے گا تو ایسے وقت دوسری کے جذبات کیا ہوں گے؟ وہ چاہنے والا جب کسی ایک کے قریب آئے گا تو ان لمحات میں دوسری کے اندر کیا ہو گا؟ وہ اس کی قربت سے محروم رہے گی۔ اب تک وہ دونوں کسی چیز سے محروم نہیں رہی تھیں۔ بیک وقت ایک جیسی چیزیں حاصل کرتی رہی تھیں۔ اگر اتفاقاً وہی ایک چیز دوسری کو حاصل نہیں ہوتی تھی تو وہ اس چیز کا بانٹ لیا کرتی تھیں لیکن ایک ہی وقت میں ایک ہی چاہنے والے کو یہ دو حصوں میں تقسیم نہیں کر سکتی تھیں۔

ان کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ ان کا بنیادی مسئلہ شرم و حیا ہے۔ شادی سے پہلے ہر لڑکی میں شرم و حیا اور جھجک ہوتی ہے پھر بعد میں وہ اپنے لائف پارٹنر کے ساتھ بے تکلف ہو جاتی ہے لیکن یہاں ایک کا نہیں...... دو لڑکیوں کا الجھا ہوا معاملہ تھا۔ اگر ایک اپنے شوہر سے بے تکلف ہوتی تو ان لمحات میں دوسری کرب سے گزرتی رہتی۔

یہی مناسب تھا کہ ان کا کوئی ایک ہی لائف پارٹنر ہوتا۔ ایک ہی شوہر ہوتا۔ ان کے خیالات پڑھتے رہنے سے آگے اور بہت کچھ معلوم ہوتا رہا۔ ایک اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ دونوں ایک شخص کو چاہتی ہیں۔

جب پہلی بار انہوں نے اس شخص کو دیکھا تھا تو اس سے متاثر نہیں ہوئی تھیں۔ حالانکہ وہ قد آور' صحت مند اور خوبرو باڈی بلڈر تھا۔ وہ پہلی نظر میں صرف اچھا لگا تھا۔ انہوں نے اس کے بارے میں دور تک نہیں سوچا تھا۔ وہ اسے اپنا محبوب نہیں بنا سکتی تھیں اور نہ ہی لائف پارٹنر...... کیونکہ وہ ایک ہندو تھا۔

اس ہندو شخص کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ اس کے پاس دولت بھی ہے' ذہانت بھی ہے اور طاقت بھی ہے۔ اس کے علاوہ ایسی صلاحیتوں کا مالک بھی ہے جن کے ذریعہ وہ مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبتیں دور کر دیتا ہے۔ مسائل میں گھرے ہوئے لوگوں کو الجھنوں سے نجات دلاتا ہے۔ مسلمان اسے نجات دہندہ اور ہندو اسے مکتی دینے والا دیوتا کہتے تھے۔

اس نجات دہندہ کا نام وردان وشواناتھ تھا۔ وہ ہمالا کی ترائی میں کہیں رہتا تھا۔ کبھی کبھی کسی شہری آبادی میں آ جاتا تھا عبدالرحمٰن اس علاقے میں گیا تھا۔ دشوار گزار گھاٹیوں سے گزرنے کے بعد وردان وشواناتھ کے استھان میں پہنچا تھا۔ اتنے دشوار گزار علاقے میں ضرورت مندوں اور عقیدت مندوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔

اسے دو دنوں کے انتظار کے بعد تیسرے دن وردان وشواناتھ سے ملاقات کرنے کا موقع ملا تھا۔ اس نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑ کر اپنی دونوں بیٹیوں کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ وہ نرمی سے بولا تو نرمی کے باوجود اس کے لہجے میں گھن گرج تھی۔

وہ بولا ''یہ کیس بہت ہی دلچسپ ہے۔ تم چاہتے ہو میں ان بہنوں کو جسمانی طور پر الگ کر دوں؟ جب کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ دنیا جہاں کے ڈاکٹر ناکام ہو چکے ہیں۔ ان لڑکیوں کے سلسلے میں نہ دوا کام آ سکتی ہے نہ دعا۔''

عبدالرحمٰن عاجزی سے بولا ''سوامی جی! جب تک یہ ایک دوسرے سے جڑی رہیں گے۔ ان کی شادی کا مسئلہ کبھی حل نہیں ہو گا۔''

''ہوں...... میں سمجھ رہا ہوں۔ دونوں لڑکیاں ایک ہی مرد سے شادی کرنا نہیں چاہیں گی اور دو مردوں سے شادی ہو گی تو وہ دونوں تنہائی میں شرمائیں گی۔''

''کیا آپ ان پر کوئی ایسا عمل نہیں کر سکتے کہ ان کے دماغوں سے شادی کا خیال ہی نکل جائے؟ وہ شادی و ازدواجی زندگی کی طرف مائل نہیں ہوں گی تو پھر کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔''

''ہوں...... یہ تو میں ان سے ملنے کے بعد ہی بتا سکوں گا کہ کیا کر سکتا ہوں؟''

''سوامی جی! وہ دونوں جڑی ہوئی ہیں' میں انہیں دہلی سے کبھی باہر نہیں لے جاتا جہاں جاتی ہیں تماشا بن جاتی ہیں۔ لوگوں کی بھیڑ لگ جاتی ہے۔ اس لیے میں انہیں یہاں لا نہ سکا۔ پھر یہاں کا راستہ بھی بہت مشکل ہے۔''

''ہوں...... میں سمجھ رہا ہوں کہ انہیں جگہ جگہ تماشا نہیں بننا چاہیے۔ ایک ہفتے کے بعد میں دہلی آ رہا ہوں۔ ہوٹل تاج

محل میں قیام ہوگا۔ تم وہاں بیٹیوں کو لے آؤ گے تو میرا اسیکرٹری تمہیں پہچان لے گا اور سیدھا میرے پاس لے آئے گا۔''

عبدالرحمٰن اس سے رخصت ہوکر دہلی واپس آیا۔ گھر آ کر اس نے وردان وشواناتھ کے بارے میں تفصیل سے بتایا پھر بولا ''وہ اگلے ہفتے یہاں آنے والے ہیں۔ میں نبیلہ اور جمیلہ کو ان کے پاس لے جاؤں گا۔ وہ کچھ ایسا ضرور کریں گے جس سے ان کا پیچیدہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔''

یہ سوامی وردان وشواناتھ وہی پراسرار شخص تھا۔ جس کا ذکر ارنا کوف اپنے بیٹے آوازون سے کر چکی تھی۔ جس سے ملنے کے لیے وہ دونوں ماں بیٹا ہندوستان کے شمالی حصے کی طرف سفر کر رہے تھے۔

ارنا کوف کے بیان کے مطابق وشواناتھ ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔ علم نجوم کا بھی ماہر تھا۔ سچی پیش گوئیاں کرتا تھا۔ قیافہ شناس بھی تھا۔ انسان کے ہاتھ پیر کی انگلیوں اور ناخنوں کو آنکھوں اور چہرے کو دیکھ کر سمجھ لیتا تھا کہ کون کیسی نیچر کیسا مزاج رکھتا ہے۔

ارنا کوف نے ٹیلی پیتھی اور کالے جادو کے ذریعے اس پر اثر انداز ہونا چاہا تھا اور بری طرح ناکام رہی تھی۔ اس بات پر حیران ہوتی رہی تھی۔ کہ سوامی وردان نے اس کے خلاف کوئی جوابی کارروائی کیوں نہیں کی؟

وہ ماہر نفسیات بھی تھا۔ اس کے خلاف کوئی جوابی کارروائی نہ کر کے اس نے اسے شدید بے چینی میں مبتلا کر دیا تھا۔ جس کے نتیجے میں اب وہ اپنے بیٹے آوازون کے ساتھ اس کی طرف کھنچی چلی جا رہی تھی۔

میں ابھی یہ نہیں جانتا تھا کہ وردان وشواناتھ کون ہے؟ اور کس قدر غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے؟ اور ارنا کوف اس سے متاثر ہوکر اس کی طرف جا رہی ہے۔ میں نے عبدالرحمٰن کے خیالات پڑھ کر جو کچھ معلوم کیا تھا۔ وہ بس اتنا ہی تھا۔ کہ سوامی وردان بہت دولت مند' طاقتور' ذہین اور کچھ ایسی غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے جن کے ذریعے وہ عام لوگوں کی خدمت کرتا تھا۔ مصیبت زدہ لوگوں کو مصیبت سے نجات دلواتا ہے۔

ابھی اس کی حقیقت میرے سامنے نہیں آئی تھی۔ لیکن جلد ہی مجھے اس کے بارے میں جو کچھ معلوم ہونے والا تھا۔ وہ میں ابھی بیان کر رہا ہوں۔

عبدالرحمٰن نے جب اپنی بیٹیوں کے تفصیلی حالات بتائے تو سوامی وردان کو ایک ذرا دلچسپی پیدا ہوئی۔ اس نے اب سے پہلے سنا تھا کہ یورپ یا امریکا میں کہیں جڑواں بہنیں پیدا ہوئی تھیں۔ کہیں جڑواں بھائی بھی پیدا ہوئے تھے اور وہ سب اچھی خاصی زندگی گزارنے کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔

اس نے پہلے کبھی جڑواں افراد کو نہیں دیکھا تھا۔ اب جمیلہ اور نبیلہ کو دیکھنا چاہتا تھا۔ جب عبدالرحمٰن وہاں سے واپس چلا گیا اور دو دنوں کے بعد اپنے گھر پہنچا تو سوامی وردان بھی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ عبدالرحمٰن اپنی دونوں بیٹیوں کو بتا رہا تھا کہ سوامی وردان کیسی پراسرار اور باوقار شخصیت کا مالک ہے۔ اس سے بات کرتے وقت نظریں جھک جاتی ہیں۔ اس سے نظر نہیں ملائی جاتی۔ اس کے استھان میں عقیدت مندوں اور ضرورت مندوں کا ہجوم لگا رہتا ہے۔

اس کے باوجود وہ ایک ہفتے بعد یہاں آئے گا تو تم دونوں سے ضرور ملاقات کرے گا اور تمہارے مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کرے گا۔

جمیلہ بولی ''ابو! اب ہمارا کوئی مسئلہ نہیں ہے آپ خوانخواہ پریشان ہوتے ہیں۔ اتنی دور آپ نے ہمالہ کی ترائی میں مشکل سفر کیا۔ آئندہ آپ ایسا نہیں کریں گے۔''

ماں بولی ''بیٹی! تم کہتی ہو مسئلہ نہیں ہے۔ کیا تمہیں شادیاں نہیں کرنی ہیں؟''

نبیلہ بولی ''ہم نے فیصلہ کرلیا ہے ہم زندگی بھر شادی نہیں کریں گے۔ آپ دونوں کی خدمت کریں گے۔''

''خدمت کرنے کے لیے ہمارا ایک جوان بیٹا ہے تم ہماری فکر نہ کرو۔''

سوامی وردان خاموشی سے جمیلہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے تھوڑے سے خیالات پڑھے۔ اس کے بعد نبیلہ کے دماغ میں پہنچا۔ اس کی سوچ بھی وہی تھی جو جمیلہ کی تھی۔ یہ پتا چلا کہ دونوں بہنیں ایک وقت ایک ہی طرح سوچتی ہیں۔ کبھی دونوں کی سوچ میں اختلاف پیدا ہوتا ہے تو وہ آپس میں بحث کرتی ہیں۔ پھر سمجھوتا کر کے ایک ہی طرح سوچنے سمجھنے اور ایک ہی طرح زندگی گزارنے لگتی ہیں۔

وہ دونوں اپنے بیڈ روم میں آئیں۔ پھر اپنے بیڈ پر لیٹ گئیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب ایک کا دل لیٹنے کو چاہتا ہے تو دوسری بھی اس کے ساتھ لیٹنا چاہتی ہے۔ یہ اختلاف پیدا نہیں ہوتا کہ ایک لیٹنا چاہے گی تو دوسری بیٹھنا چاہے گی۔

اس طرح وہ ایک دوسرے سے اختلاف پیدا کر کے زندگی نہیں گزار سکتی تھیں۔ یوں بھی قدرتی طور پر دونوں کی سوچ ایک جیسی تھی اور ایک وقت میں وہ ایک جیسی آرزو کرتی تھیں۔ اس لیے ان میں اس طرح کے اختلافات پیدا نہیں ہوتے تھے۔

سوامی وردان نے جمیلہ کے دماغ میں شادی کی سوچ پیدا کی پھر دوسرے ہی لمحے میں نبیلہ کے اندر جا کر اس کے خیالات پڑھے۔ تو بالکل وہی سوچ وہاں بھی پیدا ہو رہی تھی۔ دونوں شادی کے بارے میں ایک ہی طرح سے سوچنے لگیں۔ جمیلہ بولی ''میں تو کہتی ہوں ہمیں شادی کا خیال بالکل ہی دل سے نکال لینا چاہیے۔''

نبیلہ بولی ''میں بھی یہی کہتی ہیں شادی مسئلہ بن گئی ہے اور جب ہم اس مسئلے کو حل کرنا چاہیں گے ہماری شادی ہوگی تو اور زیادہ پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔''

جمیلہ بولی ''ہم بھی کسی آئیڈیل کے بارے میں سوچتی ہیں۔ اسے تصور میں دیکھتی ہیں۔ اس کے متعلق باتیں کرتی ہیں لیکن ایسا کوئی ہمارے سامنے نہیں آیا ہے بہتر ہے کہ کوئی ایسا سامنے نہ آئے' نہ ہی ہمیں متاثر کرے۔''

نبیلہ بولی ''میں تو متاثر نہیں ہوں گی اور نہ ہی تمہیں ہونے دوں گی۔''

سوامی وردان نے ایک کے چور خیالات پڑھے پھر فوراً ہی دوسری کے اندر پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑھے تو ان کے اندر ایک چاہنے والے کی شدید خواہش چھپی ہوئی تھی۔ وہ چاہتی تھیں کہ ان کی زندگی میں کوئی پیار کرنے والا آئے اور انہیں بھرپور محبتیں دیتا رہے۔

سوامی وردان نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ وہ جسمانی طور پر کیسی ہیں؟

اس نے ان دونوں کے اندر لباس تبدیل کرنے کی خواہش پیدا کی۔ ایک نے کہا کہ میں لباس بدلنا چاہتی ہوں۔ دوسری نے کہا ''میں بھی چاہتی ہوں لیکن آج صبح ہی تو ہم نے لباس تبدیل کیا ہے؟''

''تو کیا ہوا شام ہو رہی ہے اور اچھی خاصی گرمی بھی ہو رہی ہے۔ ہمیں ململ کا کرتہ اور پاجامہ پہننا چاہیے۔''

وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ پھر وہاں سے چلتی ہوئی الماری کے پاس آئیں ایک کے ہاتھ نے دروازہ کھولا۔۔۔ ئی کے ہاتھ نے لباس نکالا۔ ان کے جسم کا اوپری ۔۔ شانے بغلی اور کولہے تک جڑا ہوا تھا۔ اس طرح ان کے دو ہاتھ تھے لیکن کولہے سے نیچے ان کی چار ٹانگیں تھیں۔

جب وہ بچیاں تھیں تو ان کی ماں ان کا خاص لباس تیار کراتی تھی۔ تاکہ نیچے چار ٹانگوں تک بدن چھپ جائے اور اوپر سے ایک ہی قمیص یا کرتہ ان دونوں کے جسموں کو ڈھانپ سکے۔ ایسا لباس برا نہیں لگتا تھا۔ اس کی تراش خراش اتنی عمدہ ہوتی تھی کہ وہ پہننے کے بعد آئینے میں دیکھ کر خوش ہوتی رہتی تھیں۔

جوان ہونے کے بعد انہوں نے اپنا لباس خود ہی سینا سیکھ لیا تھا۔ جب وہ بچی تھیں تب سے ایک دوسرے کے سامنے لباس اتارتی تھیں اور دوسرا لباس پہنتی تھیں۔ جس وقت وہ الماری سے دوسرا لباس نکال کر پہن رہی تھیں تو اس وقت سوامی وردان ان کے دماغوں میں ہی تھا۔ ان کے بدن کی بناوٹ اور شباب کی زرخیزی کو خوب سمجھ رہا تھا۔

وہ عورتوں کے معاملے میں کچھ عجیب سی طبیعت رکھتا تھا۔ عیاش نہیں تھا اور نہ ہی حسین عورتوں کو دیکھ کر پھسلتا تھا۔ دنیا کی حسین ترین عورت بھی سامنے آجائے اور اس کا دل اس کی طرف مائل نہ ہو تو وہ کبھی ادھر دیکھتا بھی نہیں تھا لیکن اگر کوئی ایبنارمل یا نیم پاگل لڑکی اس کی نظروں میں آجائے تو وہ اس کے لیے دیوانہ ہو جاتا تھا پھر وہ لڑکی پاگل خانے میں ہو یا پاتال میں، وہ اس کے پاس ہر حال میں پہنچ جاتا تھا۔

وہ جب کسی ایبنارمل لڑکی کو اپنا اسیر بناتا تھا اور جب وہ لڑکی اس کے پاس رہتی تھی تو وہ اس کی الٹی سیدھی حرکتوں کو ویڈیو فلم کے ذریعے ریکارڈ کرتا تھا اور لکھتا بھی جاتا تھا کہ پاگل لڑکیاں کیسی ہوتی ہیں؟ ان سے پیار کرو تو وہ کیسے الٹے سیدھے ردِعمل پیش کرتی ہیں؟

کسی پاگل کو قابو میں رکھنا آسان نہیں ہوتا لیکن وہ خیال خوانی کے ذریعے انہیں قابو میں بھی کرتا تھا اور ڈھیل بھی دیتا تھا۔ اس طرح وہ لڑکیاں بڑی دلچسپی کا سامان بن جاتی تھیں۔

وہ ایبنارمل اور پاگلوں کے علاوہ ایسی لڑکیوں میں بھی دلچسپی لیتا تھا جو غیر معمولی ہوتی تھیں اور عام لڑکیوں سے مختلف ہوتی تھیں۔ مثلاً ایک بار معلوم ہوا کہ بریلی میں ایک سدا سہاگن لڑکی ہے۔ سدا سہاگن اسے کہتے ہیں جو پیدائشی طور پر نہ لڑکا ہوتا ہے نہ لڑکی ہوتی ہے۔ لیکن فطرتاً اس کے اندر عورت پن ہوتا ہے۔

سوامی وردان نے اس سدا سہاگن کے ساتھ کئی دن کئی راتیں گزاری تھیں اور اس کی ویڈیو فلم بھی تیار کی تھی۔ اپنے تجربات بھی لکھے تھے۔ اب اس کے معلوماتی احاطے میں وہ جڑواں بہنیں آئی تھیں۔ دونوں ہی اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھیں۔ اس نے فیصلہ کرلیا کہ ان کے ساتھ بھی نت نئے تجربات کو ویڈیو فلم میں ریکارڈ کرے گا اور اپنے تاثرات بھی لکھتا رہے گا۔

قدرت کبھی کبھی بڑے انوکھے تماشے دکھاتی ہے۔ ایسے غیر معمولی تماشے جن کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ میں نے اپنی ہنگامہ خیز زندگی میں بے شمار عجیب و غریب حیران کن حالات و واقعات اور معاملات کا مشاہدہ کیا تھا۔ اب جمیلہ اور نبیلہ کی صورت میں ایک اور قدرتی عجوبے کو دیکھنے والا تھا۔ انہی کے ساتھ اب میرا واسطہ سوامی وردان سے بھی پڑنے والا تھا۔ میں اس وقت تک سوامی وردان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ میں تو عبدالرحمن اور اس کی بیوی عاصمہ کے ساتھ ان کی جڑواں بیٹیوں سے ملنے ان کے گھر جا رہا تھا۔

میں ان کے گھر پہنچا۔ وہاں وہ دونوں بہنیں جمیلہ اور نبیلہ میرے سامنے آئیں میں نے بھی زندگی میں پہلی بار جڑواں لڑکیوں کو ایک ساتھ دیکھا۔

ان دونوں نے اپنے اپنے ہاتھ اٹھائے اور پیشانی تک لے جا کر آداب کہا۔ میں نے کہا ”تسلیمات...... آؤ بیٹھو۔“

وہ چلتی ہوئی ایک بڑے سے صوفے پر آ کر بیٹھ گئیں۔ میں انہیں توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ وہ دیکھنے میں عجوبہ لگ رہی تھیں۔ شانے سے کولہوں تک جڑی ہوئی تھیں۔ دھڑ کے حصے سے الگ تھیں۔ چار ٹانگیں تھیں چلتے وقت عجیب سی لگ رہی تھیں۔ سوچا جائے تو بڑی مشکل زندگی گزار رہی تھیں لیکن وہ بچپن سے اسی طرح رہتی آئی تھیں۔ اس لیے ان کے لیے اب ایسی زندگی گزارنا آسان ہو گیا تھا۔

میں بولا ”تم دونوں کے بارے میں تمہارے امی ابو نے مجھے بہت کچھ بتایا ہے پھر بھی میں پوچھتا ہوں کیا اس طرح زندگی گزارنے میں اب بھی کوئی دشواری ہوتی ہے؟“

”ہاں...... کبھی کبھی ہوتی ہے لیکن ہم اس دشواری سے گزر ہی جاتی ہیں۔“

میں نے پوچھا ”فرض کرو اگر کسی طرح سرجری کے ذریعے تم دونوں کو الگ کر دیا جائے تو؟“

دونوں نے انکار میں سر ہلایا۔ نبیلہ بولی ”ہم دونوں کبھی ایک دوسرے سے الگ ہونا نہیں چاہیں گی۔“

جمیلہ نے پوچھا ”کیا آپ کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر الگ کر دیا جائے تو آپ برداشت کریں گے؟“

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا ”بے شک...... تم دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہوگئی ہو۔ تم دونوں کا بدن ایک دوسرے کے ساتھ ایسا ہی ہے، جیسے تم دو ہوتے ہوئے بھی ایک ہو اور تم دونوں کو کاٹ کر الگ کرنا قتل کے مترادف ہوگا۔“

نبیلہ نے پوچھا ”آپ گاجر کا حلوا کھانا پسند کریں گے؟“

”بے شک...... میں نے سنا ہے تم دونوں نے ابھی حلوا بنایا ہے۔ بس فوراً لے آؤ۔“

وہ دونوں خوش ہو گئیں۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر جانے لگیں۔ میں انہیں جاتے ہوئے دیکھنے لگا۔ دو بہنیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی چار ٹانگوں سے چل رہی تھیں۔ عجیب سا لگ رہا تھا۔ جب وہ ایک ٹرے میں گاجر کا حلوا جگ اور گلاس لے کر آئیں تو دونوں نے اس ٹرے کو اپنے ایک ایک ہاتھ سے تھام رکھا تھا۔ یہ منظر بھی قابل دید تھا۔ بڑا عجیب سا تماشا تھا۔

ایک نے اپنے ایک ہاتھ سے پلیٹ میں مجھے حلوا نکال کر دیا۔ دوسری نے جگ کا پانی گلاس میں ڈال کر میرے سامنے رکھا پھر میرے قریب ہی ایک صوفے پر بیٹھ گئیں۔ اس گھر میں ایسے صوفے اور کرسیاں تھیں جن میں دونوں ایک ساتھ بیٹھ سکتی تھیں۔

عاصمہ اور عبدالرحمن بیٹیوں کو تنہا چھوڑ کر وہاں سے دوسرے کمرے میں چلے گئے تاکہ میں ان سے ذاتی قسم کے سوالات کر سکوں۔ میں نے ان دونوں کو دیکھا پھر حلوا کھاتے ہوئے کہا ”شادی بہت ضروری ہے۔“

دونوں کی نظریں جھک گئیں۔ میں بولا ”ہندو دھرم میں جو آدمی اور عورت شادی کرنا نہیں چاہتے وہ برہمچاری بن کر زندگی گزارتے ہیں۔ عیسائی مذہب میں بھی شادی نہ کرنے والی لڑکیاں نن بن کے چرچ میں رہ کر زندگی گزار دیتی ہیں لیکن تمہارے دین اسلام میں شادی کرنے کی تاکید ہے۔ تم دونوں ایسے حالات سے گزر رہی ہو کہ تمہیں شادی کے لیے مجبور نہیں کیا جا سکتا اور اگر شادی کرنا چاہو تو تمہیں ایک ہی شخص کے نکاح میں آنا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں تم مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔ مجھ سے اس مسئلے پر بات کرو۔ میں اس مسئلے کا کوئی آسان حل ڈھونڈنے کی کوشش کروں گا۔“

جمیلہ بولی ”لڑکیاں اپنی شادی کی بات پر شرماتی ہیں لیکن ہم سے اس مسئلے پر اتنی زیادہ باتیں ہوتی رہتی ہیں، آئے دن رشتے داروں یا آپ کی طرح ابو کے دوست شناساؤں سے بھی ہمیں اس مسئلے پر بات کرنی پڑتی ہے۔“

نبیلہ بولی ”پہلے تو ہم بیزار ہو جاتی تھیں۔ شادی کرنے سے انکار کر دیتی تھیں لیکن اب اپنے دل کی بات نہیں چھپانا چاہتیں۔ ہم شادی کرنا چاہتی ہیں لیکن کیا بتائیں ہمیں شرم آتی ہے۔“

”میں سمجھتا ہوں شرم و حیا عورت کا زیور ہے۔ میں یہ زیور اتار کر پھینکنے کو نہیں کہوں گا لیکن ایک راستہ ہے۔ شرم و حیا کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔“

دونوں نے بے اختیار نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ جب نظریں ملیں تو انہوں نے پھر آنکھیں جھکا لیں۔ میں بولا۔ ”ہمارے دیس میں بڑے بڑے تجربہ کار ماہر نفسیات ہیں۔ وہ تم دونوں کا نفسیاتی تجزیہ کریں گے اور تمہارے ذہنوں میں ایسی باتیں نقش کریں گے کہ تم اپنے ایک شوہر کی موجودگی میں شرم و حیا کو نظر انداز کرنے لگو گی۔“

وہ میری بات سن کر چپ رہیں۔ جواباً کہہ بھی کیا سکتی تھیں۔ میں نے پوچھا ”اگر ایسا ہو جائے تو کیا تم شادی کے لیے راضی ہو جاؤ گی؟“

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر کچھ کہنے سے ہچکچانے لگیں۔ میں وقتاً فوقتاً ان کے خیالات بھی پڑھتا جا رہا تھا۔ وہ اندر ہی اندر شادی کے لیے راضی تھیں لیکن زبان سے کہنا نہیں چاہتی تھیں۔ ان کی جھکی ہوئی آنکھیں اور سر کہہ رہے تھے کہ وہ راضی ہیں لیکن ایک مشکل آڑے آ رہی تھی۔

جب میں نے آگے ان کے خیالات پڑھے اور وہ مشکل معلوم کی تو حیران رہ گیا مگر جان بوجھ کر انجان بنا رہا۔ خاموشی سے انتظار کرنے لگا کہ وہ خود ہی اپنی مشکل بیان کریں۔

جمیلہ نبیلہ سے بولی ”تم بولو۔“

نبیلہ نے کہا ”نہیں...... تم بولو......“

میں نے کہا ”تم دونوں کے دل و دماغ الگ ہیں لیکن سوچ اور ارادے ایک ہیں۔ تم دونوں میں سے کوئی بھی بولے گی تو وہ دونوں کے دلوں کی ترجمانی ہوگی۔“

آخر جمیلہ ہچکچا کر بولی ”ہم شادی کے لیے راضی ہیں اور...... اور ہم ایک شخص کو پسند بھی کرتی ہیں۔“

میں بولا ”تو پھر اس میں شرمانے کی کیا بات ہے؟ جو کچھ ہوگا وہ تم دونوں کی باہمی رضامندی سے ہی ہوگا۔ کیوں نبیلہ......! جمیلہ صحیح کہہ رہی ہے ناں......؟ تم بھی شادی کے لیے راضی ہو؟ اور اسی ایک شخص سے؟“

نبیلہ نے اثبات میں سر ہلا کر کہا ”جی ہاں...... ہم دونوں راضی ہیں...... لیکن ایک مشکل ہے۔“

”میں سمجھتا ہوں تم دونوں کی رضامندی کے بعد کوئی مشکل زیادہ مشکل نہیں ہوگی۔ بتاؤ کیا بات ہے؟“

وہ دونوں پھر جھجکتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ نبیلہ بولی ”بات یہ ہے کہ جسے ہم دونوں پسند کرتی ہیں۔ انہیں ہمارے ماں باپ اور خاندان والے کبھی قبول نہیں کریں گے۔“

”ایسی کیا بات ہے؟ کیا وہ شخص کوئی نیچ ذات کا ہے یا کوئی جاہل گنوار ہے تم دونوں کے معیار کا نہیں ہے؟“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ بے حد باوقار دولت مند شہ زور اور بہت ہی نامور انسان ہیں۔“

”تو پھر تمہارے والدین اسے قبول کیوں نہیں کریں گے؟“

”اس لیے کہ وہ ایک ہندو ہے۔“

میں ان کے خیالات پڑھ کر پہلے ہی بہت کچھ معلوم کر چکا تھا لیکن میں نے حیرانی ظاہر کی اور پوچھا ”یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیا اس سے شادی کر کے اپنا مذہب تبدیل کرنا چاہتی ہو؟ ہندو بننا چاہتی ہو؟“

دونوں نے انکار میں سر ہلایا پھر جمیلہ نے کہا ”ہمارا دین تو ہماری گھٹی میں پڑا ہے۔ ہم ایک خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہیں اور آخری سانس تک یہ ایمان برقرار رکھنا چاہتی ہیں۔“

”میں جہاں تک دین اسلام کو سمجھتا ہوں۔ ایک غیر مسلم سے شادی کرنے کے بعد تم دونوں مسلمان نہیں رہو گی۔ خدا اور رسول کو مانتی رہو گی خدا کو بھی سجدہ کرتی رہو گی لیکن ایک ہندو کے زیر اثر رہو گی تو خود کو مسلمان سمجھتے ہوئے بھی مسلمان نہیں رہو گی۔ آدھا تیتر آدھا بٹیر بن کر رہ جاؤ گی۔“

”یہی باتیں ہمارے ذہن میں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ ہم کسی ہندو سے شادی نہیں کرنا چاہتیں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کس طرح ہمارے دل و دماغ پر چھا گیا ہے؟ جب تک جاگتی رہتی ہیں۔ اسے ہی سوچتی رہتی ہیں۔ سوتی ہیں تو اسے ہی خواب میں دیکھتی ہیں۔“

میں نے انجان بن کر پوچھا ”کیا وہ بہت ہی خوب رو اور پرکشش ہے؟“

”کوئی غیر مسلم کتنا ہی خوب رو اور پرکشش ہو لیکن دل اس کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ پہلے اپنا دین اہم ہوتا ہے۔“

نبیلہ نے کہا ”ہمارے درمیان ایک جنگ جاری ہے اور یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ اس شخص کے مقابلے میں ہمارے دین کی اہمیت کم کیوں ہوتی جا رہی ہے؟“

”میری تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ کوئی ساحر ہے اور تم دونوں پر سحر پھونک رہا ہے۔“

”ہمارے دل میں بھی یہی خیال آتا ہے جیسے وہ شخص کوئی جادوگر ہے اور ہم پر جادو کر رہا ہے لیکن دوسرے ہی لمحے یہ خیال مٹ جاتا ہے اور ہم پھر اس کی حمایت و محبت میں سوچنے لگتی ہیں۔“

میں نے پوچھا ”اس کا نام کیا ہے؟“

"وہ شمالی ہندوستان کا بہت ہی مشہور اور معروف شخص ہے۔اس کا نام سوامی وردان وشواناتھ ہے۔"

نبیلہ بولی "وہ پچھلے ہفتے یہاں آیا تھا۔ہوٹل تاج محل میں اس کا قیام تھا۔ابو اس کے پاس ہمیں لے کر گئے تھے۔"

میں نے پوچھا "کیا تم دونوں اسے دیکھتے ہی متاثر ہوگئی تھیں؟"

جمیلہ بولی "ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ البتہ اس کی شخصیت میں رعب و دبدبہ تھا۔وہ ہمیں بڑی محبت سے مسکرا کر دیکھتا رہا اور بڑی نرمی سے گفتگو کرتا رہا۔اس وقت ہمارے دلوں میں ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ آئندہ کبھی اس کے ساتھ کسی طرح کی جسمانی وابستگی ہوگی۔"

نبیلہ نے کہا "ہم جب واپس گھر آنے لگے تو ہمیں یوں محسوس ہوا جیسے ہمارے دل سوامی وردان کی طرف کھنچے جارہے ہوں۔ہم نہ سوچتے ہوئے بھی اس کے بارے میں سوچ رہی تھیں اور اسی کے بارے میں باتیں کررہی تھیں۔"

میں نے پوچھا "نماز پڑھتی ہو؟"

"ہم پانچ وقت کی تو نہیں پڑھتیں لیکن ایک آدھ وقت کی ضرور پڑھ لیتی ہیں اور اب تو نماز پڑھنے کے دوران میں بھی اس کا خیال آتا رہتا ہے۔ہم ذہن کو جھٹک کر اس کے خیال کو دل سے نکالنا چاہتی ہیں مگر پتا نہیں ہمیں کیا ہوگیا ہے؟"

نبیلہ بولی "ہم کسی سے پوچھ بھی نہیں سکتیں۔آپس میں ایک دوسرے سے ہی پوچھتی ہیں۔کیا عشق اسی کو کہتے ہیں کہ انسان دنیا کو بھی بھول جاتا ہے دین کو بھی بھول جاتا ہے اور ایک ہی شخص کے خیال میں گم ہو جاتا ہے؟"

میں نے کہا "ایسا عشق میں بھی ہوتا ہے اور جادو کے اثر سے بھی ایسا ہوتا ہے۔عشق دائمی ہوتا ہے۔محبت کا روگ تو ساری زندگی دور نہیں ہوتا لیکن جادو کا اثر عارضی ہوتا ہے۔سوامی وردان غیر معمولی صلاحیتیں رکھتا ہے۔ہوسکتا ہے جادو کررہا ہو اور پراسرار علم کے ذریعے تم دونوں کے دماغوں پر مسلط ہورہا ہو اگر ایسی بات ہے تو پھر یہ عارضی کیفیت ہوگی۔اس کے بعد تم دونوں اس کے سحر سے نکل آؤ گی۔"

جب ہی میں نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔میں سمجھ گیا کہ وہ سوامی وردان میرے دماغ میں پہنچ کر میرے چور خیالات پڑھ رہا ہے۔

جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کرچکا ہوں۔ہم سب پر روحانی عمل کیا گیا ہے۔کوئی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے اندر آکر ہمارے وہی خیالات پڑھتا ہے جو ہم اسے پیش کرنا چاہتے ہیں۔مثلاً میں دھرم ویر کے روپ میں تھا۔میں نے دھرم ویر کی جو ہسٹری اپنے ذہن میں مرتب کی تھی۔وہ اسی ہسٹری کو پڑھ سکتا تھا۔اس سے آگے فرہاد علی تیمور کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کرسکتا تھا۔

وہ پڑھ رہا تھا اور مطمئن ہورہا تھا کہ میں ذات کا ہندو ہوں اور میرا نام دھرم ویر ہے اور میں شانتا بائی کا بہت ہی قابل اعتبار منتظم اعلیٰ ہوں اور اس کے اسپتال کے تمام کاروبار کو کنٹرول کرتا ہوں۔

وہ جمیلہ اور نبیلہ کے حواس پر بری طرح چھایا ہوا تھا۔نبیلہ نے اس کی مرضی کے مطابق مجھ سے پوچھا "کیا آپ کسی جادوگر کے ذریعے سوامی وردان کے جادو کا توڑ کرواسکتے ہیں؟"

"میں کسی جادوگر کو نہیں جانتا اور نہ ہی جادو ٹونے پر یقین رکھتا ہوں۔میں تم دونوں کے لیے کسی بہت ہی بڑے تجربے کار ماہر نفسیات کی خدمات حاصل کروں گا۔وہ تمہارا نفسیاتی تجزیہ کرے گا اور تمہیں قائل کرنے کی کوشش کرے گا کہ ایک غیر مسلم کے عشق سے باز آجائیں۔اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کرپاؤں گا۔"

میں اپنی مجبوریاں ظاہر کرکے یہ ثابت کررہا تھا کہ میرے ذرائع محدود ہیں اور میں اس کے سحر کا توڑ کرنے کے لیے کسی ماہر نفسیات کی خدمات حاصل کرسکتا ہوں۔اس سے زیادہ کچھ نہیں کرسکوں گا۔

اسے بڑی آسانی سے میرے خیالات پڑھنے کا موقع ملا تھا۔میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے باوجود انجان بن رہا تھا۔اس طرح اسے یقین ہوگیا کہ میں کسی غیر معمولی صلاحیت کا حامل نہیں ہوں بلکہ ایک عام سا آدمی ہوں اور آگے چل کر اس کے راستے کی دیوار نہیں بن سکوں گا۔

میں نے وہاں سے رخصت ہوتے وقت ان لڑکیوں کے والد عبدالرحمٰن سے بھی یہی کہا کہ ان کے سلسلے میں کسی ماہر نفسیات کی خدمات حاصل کرنی چاہئیں۔وہ بولا "لیکن ایک بات جو میں نے شانتا بائی کے سامنے نہیں بتائی اب بتانا چاہتا ہوں۔"

میں نے کہا "بے شک...... آپ مجھ سے کوئی بات نہ چھپائیں۔"

"میری دونوں لڑکیاں مزید مسائل پیدا کررہی ہیں۔ان کی ماں نے مجھے بتایا ہے کہ یہ ایک ہندو سے متاثر ہورہی ہیں اور اسی سے شادی بھی کرنا چاہتی ہیں۔"

پھر وہ میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا "آپ برا نہ مانیں۔آپ بھی ہندو ہیں لیکن آپ کی بیٹی کسی مسلمان سے شادی کرنا چاہے گی تو کیا آپ راضی ہوجائیں گے؟"

میں بولا "نہیں...... میں پہلے اپنی بیٹی کو سمجھاؤں گا کہ اپنے دھرم میں رہ کر اپنے ہی دھرم کے کسی جوان سے شادی کرنا چاہیے۔اتنے بڑے دیس میں ہندو مسلمان مل جل کر رہتے ہیں۔ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں لیکن جب مذہب اور دھرم کی بات ہوتی ہے تو ذرا محتاط ہوجاتے ہیں۔ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ ہم اپنے دھرم اور اپنے دین کے مطابق چلیں۔"

میں نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "میری بیٹی کسی مسلمان کی طرف مائل ہوگی تو میں اسے اچھی طرح سمجھاؤں گا اور اس کی پسند پر اعتراض بھی کروں گا لیکن ہم بزرگ اپنی اولاد کو صرف نصیحتیں کرسکتے ہیں۔ان پر زور زبردستی نہیں کرسکتے۔"

"لیکن کسی حکمتِ عملی سے انہیں باز رکھ سکتے ہیں۔"

"ہاں...... ایک حکمت عملی تو یہ ہوسکتی ہے کہ مجھے اس ہندو شخص سے ملوائیں جس سے یہ دونوں متاثر ہوگئی ہیں۔میں اسے بھی سمجھانے کی کوشش کروں گا۔"

وہ انکار میں بولا "آپ اسے نہیں سمجھا سکیں گے۔وہ بہت ہی دولت مند اور طاقت ور ہے۔اس کے ہزاروں عقیدت مند ہیں اور سب اسے دانش مند سمجھتے ہیں پھر وہ دانش مند آپ کی دانش مندی کو کیوں قبول کرے گا؟"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا "آپ درست کہتے ہیں پھر تو بس یہی تدبیر ہے کہ کسی بہت ہی تجربہ کار ماہر نفسیات سے ان کا نفسیاتی تجزیہ کروایا جائے۔وہ شاید ان کے دماغ میں یہ باتیں نقش کرسکے کہ اپنے ہی دین و تہذیب اور طور طریقوں کے مطابق شادی کرنی چاہیے۔"

عبدالرحمٰن بولا "ہوسکتا ہے کوئی ماہر نفسیات انہیں اس بات پر قائل کرنے کے سلسلے میں کامیاب ہوجائے لیکن مجھے امید نہیں ہے۔میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔"

"ہاں...... بتائیں کیا ترکیب ہے؟"

"میں کسی ہپناٹائز کرنے والے کی خدمات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔وہ تنویمی عمل کے ذریعے ان دونوں کے دماغوں میں یہ بات نقش کردے گا کہ انہیں کسی ہندو کی طرف مائل نہیں ہونا چاہیے۔بلکہ اپنے مذہب کے مطابق کسی مسلم سے شادی کرنا چاہیے۔"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "یہ ہوسکتا ہے،تنویمی عمل کے ذریعے ان لڑکیوں کے خیالات میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔"

میں سمجھ رہا تھا کہ سوامی وردان عبدالرحمٰن کے دماغ میں رہ کر ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔میں نے کہا "میں کسی تنویمی عمل کرنے والے کو نہیں جانتا۔کیا آپ جانتے ہیں؟"

"ہاں...... میں ایک شخص کو جانتا ہوں۔آج شام کو ہی اس سے ملنے جاؤں گا اور اسے بیٹیوں کے حالات بتاؤں گا۔"

"آپ کی بیٹیوں کے مسائل اتنے پیچیدہ ہیں کہ میں ذاتی طور پر کچھ نہیں کرسکوں گا۔آپ کے لیے دعا کروں گا کہ آپ کے یہ تمام مسائل حل ہوجائیں۔"

میں عبدالرحمٰن سے مصافحہ کرکے چلا آیا۔یہ میرے لیے بہت بڑا چیلنج تھا۔دو مسلم لڑکیوں کو ایک ہندو کے شر سے محفوظ رکھنا تھا۔یہ میں کس طرح کروں گا۔اس کی منصوبہ بندی لازمی تھی اور اس مسئلے پر میں گہری سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔

میں کار ڈرائیو کرتا ہوا شانتا بائی اسپتال کی طرف جارہا تھا۔اچانک الپا کی آواز سن کر میں نے سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔وہ کہہ رہی تھی "پاپا......! میں اور پارس آپ کی پوتی انوشے کے ساتھ دہلی پہنچ گئے ہیں! آپ سے ملاقات کب ہوسکے گی؟"

میں نے پوچھا "تم لوگوں نے فی الحال قیام کہاں کیا ہے؟"

"ہم ایک عام سے ہوٹل میں ہیں۔تاکہ دشمنوں کو ہماری اصلیت کا پتا نہ چلے۔کوئی ہم پر شبہ نہ کرسکے۔"

"ہم محتاط رہیں گے تو کوئی شبہ نہیں کرے گا۔میں ایک گھنٹے بعد تم لوگوں سے رابطہ کروں گا۔"

"آپ کی پوتی آپ سے ملنے کے لیے بہت بے چین ہے۔"

"ٹھیک ہے۔میں ابھی اس کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔"

میں نے انوشے کو مخاطب کیا "ہائے دادا کی جان......! کیسی ہو؟"

وہ خوشی سے چہک کر بولی "گرینڈ پا......! میں آگئی ہوں۔آپ کہاں ہیں؟ میں آپ سے ابھی ملنا چاہتی ہوں۔"

"میری جان......! ذرا صبر کرو۔یہاں ہمیں نت نئے چیلنج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس وقت بھی یہی صورت حال ہے پھر بھی میں ایک گھنٹے کے اندر تمہارے پاس آؤں گا تمہیں ایک رہائش گاہ تک پہنچاؤں گا۔وہاں تم تینوں لمبے عرصے تک اپنی شناخت تبدیل کرکے ایک نئے روپ میں رہ سکو گے۔"

"گرینڈ پا......! آپ ایک گھنٹے بعد آنے کی بات کررہے ہیں۔ایک گھنٹے کے بعد دو یا چار گھنٹے بھی ہوسکتے ہیں۔آپ فکس ٹائم بتائیں۔"

میں نے گھڑی دیکھ کر کہا ''اس وقت میری گھڑی میں بارہ بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں۔ میں ایک بج کر بیس منٹ پر تمہارے پاس ہوں گا۔ ٹھیک ایک گھنٹے کے اندر پہنچ کر تمہیں کِس کروں گا۔''

''اوہ گرینڈ پا......! یہ ایک گھنٹا کیسے گزرے گا؟''

میں نے ہنستے ہوئے رابطہ ختم کیا پھر کار ڈرائیو کرتے ہوئے اپنی رہائش گاہ کی طرف جانے لگا۔ مجھے ان کے آنے کی اطلاع بہت پہلے مل چکی تھی۔ میں نے سوچا کہ پتا نہیں ان تینوں کو یہاں کتنے عرصے تک قیام کرنا ہوگا؟ لہٰذا میں نے تینوں کے نئے شناختی کارڈز اور پاسپورٹ بنوالیے تھے۔ ان نئے کاغذات کی موجودگی میں کوئی ہم پر شبہ کرنے والا نہیں تھا۔

☆☆☆

کبریا انابیلا کے ساتھ استنبول کے ایک ہوٹل میں تھا۔ سونیا نے انابیلا کو وارننگ دی تھی کہ وہ اگر اپنی زندگی کو طویل کرنا چاہتی ہے تو ہوٹل سے باہر نہ نکلے۔ باہر نکلتے ہی کہیں سے کوئی اندھی گولی آئے گی اور اس کی زندگی کو کھا جائے گی۔

وہ سونیا کو دو بار دھوکا دے چکی تھی۔ اب معافی کی گنجائش نہیں تھی۔ اس نے سزائے موت سنا دی تھی۔ بس اتنی مہربانی کی تھی کہ اس کے زندہ رہنے کے لیے ایک راستہ کھول دیا تھا اور راستہ یہی تھا کہ جب تک وہ اس ہوٹل کے اندر رہتی، تب تک زندہ رہتی۔ باہر نکلتے ہی اس کی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتا تھا اور وہ یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ سونیا جو کہتی ہے۔ وہ پورا کرتی ہے۔

کبریا ایک باڈی گارڈ کی حیثیت سے اس کا اعتماد حاصل کر چکا تھا۔ ایک بینک میں ہر طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی اور وہ گولیوں کی زد میں آسکتی تھی۔ ایسے وقت کبریا نے اس کی حفاظت کی تھی۔ بینک میں ڈاکا ڈالنے والوں کو ہلاک کیا تھا۔ جو بچ گئے تھے انہیں قانون کے حوالے کیا تھا۔ انابیلا اس کی جواں مردی سے متاثر ہوگئی تھی اور یہ فیصلہ کیا تھا کہ اسے اپنا باڈی گارڈ بنا کر رکھے گی۔

پہلے اس نے کبریا سے یہ بات چھپائی تھی کہ وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور سونیا جیسی خطرناک عورت کو دھوکا دے رہی ہے۔ جبکہ کبریا اس کے تمام حالات سے اچھی طرح واقف تھا اور دوسری طرف سونیا یعنی اپنی ماں سے بھی رابطہ رکھتا تھا۔ سونیا نے اسے کہا تھا کہ وہ انابیلا کے ساتھ رہے۔ اس کے ساتھ اسرائیل جائے۔ وہ وہاں الپا کی جگہ سنبھالنے والی ہے اور ان یہودی اکابرین پر حکومت کرنے والی ہے۔ کبریا اس کے قریب رہ کر یہودیوں اور اس کی سازشوں کو اچھی طرح سمجھ سکے گا۔

جب سونیا نے انابیلا کو ہلاک کرنے کی دھمکی دی۔ تب اس نے مجبور ہو کر کبریا کو اپنے بارے میں بتایا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور سونیا نامی ایک خطرناک عورت اس کی دشمن ہوگئی ہے۔ ہوٹل کے باہر پتا نہیں اس کے کتنے آلہ کار چھپے ہوئے ہیں؟ وہ باہر جائے گی تو زندہ واپس نہیں ہوگی اور باہر جانا بھی ضروری ہے۔

اس کے جواب میں کبریا نے کہا ''تو پھر باہر جانا کیوں ضروری ہے؟ جب یہاں تحفظ و سلامتی ہے تو یہیں رہ جاؤ۔''

''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ کیا میں ساری زندگی اسی ہوٹل میں رہوں گی؟''

''عمر قید پانے والے ایک کوٹھری میں ہی ساری زندگی گزار دیتے ہیں۔''

''بکواس مت کرو۔ میں نے تمہیں کس لیے باڈی گارڈ بنایا ہے کیا تم میری حفاظت نہیں کر سکتے؟ مجھے حفاظت سے باہر نہیں لے جا سکتے؟ ہمیں کل تک کسی طرح بھی باہر نکلنا ہے اور ائرپورٹ تک پہنچنا ہے۔''

اس نے کبریا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اسے یہ خوش فہمی تھی کہ وہ اس کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔ وہ بھی یہی ظاہر کرتا تھا۔ اس نے بڑی تابعداری سے کہا ''ٹھیک ہے۔ میں کل تک کوئی ایسی تدبیر کروں گا کہ باہر نکلنے سے تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے اور مجھے بھی فائدہ پہنچنا چاہیے۔ باڈی کا مطلب ہے بدن۔ گارڈ کا مطلب ہوتا ہے حفاظت کرنے والا۔ میں تمہارے بدن کی حفاظت کرتا ہوں۔ یہ بدن پورا نہ سہی تھوڑا سا تو ملنا چاہیے۔''

''یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟''

''میں تمہاری حفاظت کے لیے جان پر کھیل جاتا ہوں۔ کیا اس کا صلہ نہیں ملنا چاہیے؟''

''اس کے صلے میں تمہیں ماہانہ تنخواہ ملتی ہے اور میں نے ایڈوانس تنخواہ دی ہے۔ جتنی رقم میں تمہیں دے رہی ہوں۔ اتنی کوئی نہیں دے گا۔''

''تنخواہ کم کر دو۔ بدن کی سوغات میں سے کچھ دے دو۔''

اس نے غصے سے اسے دیکھا پھر کہا ''تم میری مجبوری سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو؟ میں تمہیں حکم دیتی ہوں میرے بارے میں ایسی باتیں نہ سوچا کرو۔ آئندہ سوچو گے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔''

اس نے ایسے سر جھکا لیا جیسے واقعی تابعدار ہو اور آئندہ کبھی وہ اس کے بارے میں ایسی باتیں سوچے گا بھی نہیں۔ بعد میں اس نے بڑی چالاکی سے انابیلا کو دماغی طور پر کمزور بنا دیا۔ اس کا ذکر پچھلی قسط میں ہو چکا ہے۔ ایک اجنبی نے کمرے میں آ کر انابیلا پر حملہ کیا تھا اور اسے زخمی کر کے چلا گیا تھا۔ تب سے وہ پریشان تھی۔ زخمی ہونے کے بعد وہ اس حد تک کمزور ہوگئی تھی کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا دماغ میں آسکتا تھا اور سونیا اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے اندر بھیج کر اسے اپنی تابعدار اور معمولہ بنا سکتی تھی۔

کبریا اسے تسلی دیتا رہا ''ایسی کوئی بات نہیں ہوگی اسے اپنے اندر محسوس کرنا چاہیے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ایسا کر رہا ہے یا نہیں؟''

انابیلا اپنے اندر محسوس کرنے کی کوشش کرتی رہی اور مطمئن ہوتی رہی کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر نہیں آرہا ہے پھر وہ تھک ہار کر سو گئی۔

دوسرے لفظوں میں کبریا نے غیر محسوس طریقے سے اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا پھر جیسا کہ سب ہی ایسے موقعوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس نے بھی فائدہ اٹھایا اور اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا۔

وہ دو گھنٹے تک تنویمی نیند سوتی رہی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ وہ بہت ہی ذہین، چالاک اور مکار تھی۔ اس نے نہ صرف ولاڈی میر، ارناکوف اور آوازون کو اپنے مقابلے میں شکست دی تھی بلکہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بے وقوف بناتی رہی تھی کہ عدنان اس کے قبضے میں نہیں ہے۔ جبکہ وہ اسے اغوا کر کے اسرائیل لے جانا چاہتی تھی۔ صرف اتنا ہی نہیں اس نے سونیا کو بھی دو بار بڑی چالاکی سے دھوکا دیا تھا۔ اب تیسری بار خود مصیبت میں پھنس گئی تھی۔

ایک تو یہ کہ عدنان اس سے چھین لیا گیا تھا اور اب وہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا ہوا تھا۔ دوسری بات یہ کہ سونیا نے اس کے لیے سزائے موت مقرر کر دی تھی۔ اس کے بچاؤ کا صرف ایک ہی راستہ رہ گیا تھا کہ کبریا اسے کسی طرح بحفاظت اسرائیل پہنچا دے۔

اسرائیل اکابرین اپنے ملک میں اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اس نے یقین دلایا تھا کہ وہ جلد ہی وہاں پہنچنے والی ہے۔ تل ابیب میں الپا کا ایک شان دار محل تھا۔ جہاں وہ رہا کرتی تھی۔ اس نے جب سے اسرائیل کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہا تھا۔ تب سے اسے مقفل کر دیا گیا تھا۔

اب انابیلا کے لیے اس محل کو دوبارہ کھولا گیا تھا اور اس کی حفاظت کے لیے ایسے جدید انتظامات کیے گئے تھے کہ اگر کیڑے مکوڑے بھی رینگتے ہوئے محل میں داخل ہونا چاہتے تو خطرے کا الارم بجنے لگتا اور جگہ جگہ ٹی وی اسکرین پر نظر آجاتا کہ کون کہاں سے اس محل میں داخل ہو رہا ہے۔

انابیلا نے اس محل کے سکیورٹی افسر کی آواز سنی تھی پھر اس کے اندر پہنچ کر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا۔ اس طرح اس کے چور خیالات بھی پڑھتی رہتی تھی اور یہ معلوم کرتی رہتی تھی کہ در پردہ اس کے خلاف کوئی سازش ہو رہی یا نہیں۔

وہ یہودی اکابرین میں سے کسی پر بھی اعتماد کرنا نہیں چاہتی تھی اور ان اکابرین کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے خیالات پڑھتی رہتی تھی۔ وہ بہت محتاط تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ خود کبھی اس محل میں نہیں جائے گی۔ اپنی جگہ ایک ڈمی کو بھیجے گی اور وہ ڈمی وہاں انابیلا بن کر رہا کرے گی۔

اس نے اس مقصد کے لیے ایک نوجوان اور حسین لڑکی کو تاڑ لیا تھا۔ وہ بھی یہودی تھی۔ اپنے گھر اور حالات سے تنگ آ کر وہ ملک چھوڑ دینا چاہتی تھی۔ انابیلا نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ اسے کہیں جانا نہیں ہے۔ وہ جلد ہی ایک خاص مقصد کے لیے اسرائیل جانے والی ہے۔

اب وہ خود کبریا کی معمولہ اور تابعدار بن چکی تھی۔ اس کے تنویمی عمل کے بعد گہری نیند سو رہی تھی۔ جب تنویمی نیند پوری ہوگئی تو اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ کبریا اس کے پاس لیٹا ہوا تھا۔ وہ چاہتے ہوئے بھی اعتراض نہ کر سکی۔ اپنے عامل کی مرضی کے مطابق سوچنے لگی ''میں نے اسے اپنے قریب آنے کی اجازت دی ہے۔ یہ ایک بہت ہی خوب رو جوان مرد ہے۔ اس نے مجھے متاثر کیا ہے۔ میں اسے دل و جان سے چاہنے لگی ہوں۔''

وہ بے اختیار اسے اپنی چاہتیں دینے لگی۔ اب سے پہلے بھی وہ دونوں ایک جان دو قالب ہوتے رہے تھے لیکن کبریا اس کی مکاریوں کے باعث اس سے بدظن ہوگیا تھا۔ دونوں میں علیحدگی ہوگئی تھی اور اب وہ دونوں پھر مل رہے تھے لیکن ایک اجنبی کی طرح۔

کبریا جانتا تھا کہ یہ وہی جام ہے جسے وہ کئی بار پی چکا ہے لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ جسے اپنی مکاری کے باعث کھو چکی تھی۔ اسے پھر گلے لگا رہی ہے۔

وہ بڑی دیر تک خاموشی کی زبان بولتے رہے اور ایک دوسرے کو تولتے رہے پھر کبریا بولا ''مادام سونیا نے تمہیں دھمکی دی ہے کہ تم اس ہوٹل سے باہر نکل نہیں پاؤ گی۔ اس کا

ایک راستہ یہ ہے کہ تم اپنی ایک ڈمی تیار کرو۔ اسے اپنا پاسپورٹ اور کاغذات دے کر اس ہوٹل سے باہر بھیجو۔ میں بھی اس کے ساتھ ایک باڈی گارڈ کی حیثیت سے جاؤں گا۔ کیونکہ ہوٹل والوں نے مجھے تمہارے ساتھ دیکھا ہے۔

اب اس ڈمی انا بیلا کے ساتھ مجھے دیکھیں گے پھر چھپے ہوئے دشمن بھی ہم پر حملہ کریں گے۔ میں کسی طرح سے بچ بچا کر اس ڈمی کو ائر پورٹ تک لے جاؤں گا۔ ادھر تمہارے لیے راستہ صاف ہو جائے گا۔ تم دوسرے بہروپ میں یہاں سے نکلو گی تو کوئی تم پر شبہ نہیں کرے گا۔"

وہ بولی "میں بھی یہی منصوبہ بنا رہی تھی۔ ہم دونوں ایک طرح سے سوچتے ہیں۔"

"ہم دل و جان سے ایک ہو چکے ہیں۔ آئندہ بھی ایک ہی طرح سوچیں گے۔ اب تم اپنی ڈمی بنانے میں مصروف ہو جاؤ۔ میں تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔"

وہ اٹھ کر باتھ روم میں چلی گئی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد اس یہودی لڑکی کو ہوٹل کے اس کمرے میں بلانے والی تھی۔ جسے پہلے ہی اپنی معمولہ بنا چکی تھی۔ اپنے پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات کے مطابق اسے اپنی ہم شکل بنا کر وہاں سے اسرائیل لے جانا تھا۔

جیسا کہ سونیا نے دھمکی دی تھی اس کے مطابق اسے اپنی حفاظت کے لیے ایسی ڈمی تیار کرنی تھی۔ ان انجانے دشمنوں کو بھی دھوکا دینا تھا جو ہوٹل کے باہر اس کی تاک میں تھے۔ جبکہ حقیقتاً ہوٹل سے باہر کوئی اس کی تاک میں نہیں تھا اور ہوٹل کے اندر بھی کوئی نہیں تھا۔ البتہ اس کے اندر موت کی دہشت سما گئی تھی۔

☆☆☆

سوامی وردان بڑی خاموشی سے جمیلہ اور نبیلہ کے دل و دماغ کو متاثر کرتا جا رہا تھا اور ان کے ذہن کو اپنی گرفت میں لے رہا تھا۔ اس کے موجودہ طریقہ کار سے یہ اندازہ ہوا کہ ابھی اس نے ان دونوں پر تنویمی عمل نہیں کیا ہے ایسا کرنے کے بعد وہ پوری طرح اس کے شکنجے میں آ جاتیں پھر وہ کبھی یہ نہ سوچتیں کہ وہ ہندو ہے اس سے جذباتی طور پر وابستہ نہیں ہونا چاہیے۔ وہ تو اس کی معمولہ اور تابعدار بن کر اس سے شادی کرنے کے لیے مچلنے لگتیں۔

شاید وہ ان دنوں بہت مصروف رہتا ہوگا۔ اسی لیے اسے ان پر تنویمی عمل کرنے کا موقع نہیں ملا ہوگا۔ مجھے بھی موقع نہیں مل رہا تھا۔ اگر میں ان دونوں پر تنویمی عمل کرنے کی جلدی کرتا تو سوامی وردان کسی وقت بھی ان کے دماغوں میں آ کر معلوم کر سکتا تھا کہ ان پر کوئی عمل کر رہا ہے اور میں یہ ابھی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان دونوں تک پہنچ چکا ہے۔

میں نے اپنے بارے میں یہ ثابت کر دیا تھا کہ میں ایک عام سا آدمی ہوں اور اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکوں گا۔ اس لیے وہ مطمئن ہو گیا تھا کہ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یا غیر معمولی صلاحیت رکھنے والا نہیں ہوں۔

میرا اندازہ تھا کہ وہ آج رات کسی وقت ان پر تنویمی عمل ضرور کرے گا۔

پارس الپا اور انوشے وہاں آئے ہوئے تھے۔ میں ان سے ملاقات کرنے کے بعد جمیلہ اور نبیلہ پر پوری توجہ دینا چاہتا تھا۔ میں نے اپنی پوتی سے وعدہ کیا تھا کہ ایک گھنٹے کے اندر وہاں پہنچ جاؤں گا۔ وہ تینوں ہوٹل کے ایک بڑے سے کمرے میں تھے۔ مجھے دیکھ کر الپا نے سر جھکا کر سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔ پارس آ کر مجھ سے لپٹ گیا۔ انوشے دور کھڑی مسکرا رہی تھی۔

الپا نے کہا "انوشے......! دور کیوں کھڑی ہو؟ اپنے دادا سے نہیں ملو گی؟"

وہ بڑی شوخی سے مسکرا کر بولی "پیاسے کو کنویں کے پاس آنا چاہیے۔"

میں بھی مسکرا کر بولا "ہاں دادا کی جان......! میں تمہاری محبت کا پیاسا ہوں۔ تمہارے پاس ضرور آؤں گا۔"

یہ کہہ کر میں ایک قدم بڑھا تو وہ دوڑتی ہوئی آ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ الپا اور پارس ہنسنے لگے۔ میں نے اسے چوم کر کہا "کتنی بڑی ہو گئی ہو۔ اب تمہارا سر میرے سینے تک پہنچنے لگا ہے۔"

الپا نے کہا "یہ سات برس کی ہے مگر ابھی سے قد نکال رہی ہے۔"

پارس نے کہا "یہ سات برس میں کھجور کا درخت ہے۔ چودہ برس میں سرو کا درخت ہوگی۔"

ہم سب بات بات پر ہنس رہے تھے۔ ایک طویل عرصے کے بعد ایک دوسرے سے مل رہے تھے۔ دل کی گہرائیوں سے پیار امنڈ رہا تھا۔ میں اپنی پوتی کو دیکھ کر تو نہال ہو گیا تھا۔ پیاری اور صحت مند تھی۔ ذہانت اور حاضر دماغی اسے ورثے میں ملی تھی۔ مزاج کے اعتبار سے شوخ بھی تھی اور سنجیدہ بھی۔ اتنی سی عمر میں روحانیت کی طرف مائل تھی۔ اسے اپنی دادی آمنہ کے ساتھ رہ کر اس حد تک روحانی صلاحیت حاصل ہوئی تھی کہ وہ پہلی ملاقات میں ہی دوست دشمن کو پہچان لیتی تھی۔

...ں پاس خطرات منڈلا رہے ہوں تو اسے آگاہی مل جاتی ...وہ کچھ عرصے اپنے ماں باپ کے ساتھ رہنے کے لیے ...تھی۔ اس کے بعد پھر بابا صاحب کے ادارے میں آمنہ ...زیر سایہ رہتے ہوئے بہت کچھ سیکھنے والی تھی۔ بہت کچھ ...ل کرنے والی تھی۔

ہم سب صوفوں پر بیٹھ گئے۔ میں نے اپنے بیگ میں ...پاسپورٹ اور ضروری کاغذات نکال کر انہیں دکھاتے ...ے کہا "یہ تمہارے نئے شناختی کارڈ اور پاسپورٹ ہیں۔ ...کے مطابق تم تینوں لندن سے آئے ہو۔ وہاں تقریباً پندرہ ...ں تک رہ چکے ہو۔ اچھا خاصا کاروبار ہے اور اب یہاں ...پروڈکٹس کی مارکیٹ بڑھانے آئے ہو۔ اگر کاروبار چل ...تو یہاں مستقل قیام کرو گے۔"

انوشے نے پوچھا "گرینڈ پا......! ہم اسی شہر میں آپ ...کے ساتھ رہیں گے ناں......؟"

"بیٹی......! رہو گی تو اسی شہر میں...... لیکن میرے ساتھ ...ں۔"

میں نے چند کاغذات دکھاتے ہوئے کہا "ان ...دستاویزات کے مطابق تمہارے بابا نے یہاں ایک بنگلا خریدا ...ہے۔ ابھی تم سب وہیں چل کر رہو گے۔"

وہ تینوں مجھ سے باتیں کر رہے تھے اور اپنے نئے ...پاسپورٹ اور کاغذات پر سرسری نظریں بھی ڈال رہے تھے۔ ...انوشے بولی "یہ بات میرے لیے اطمینان بخش ہے کہ مجھے ...یہاں ایک مسلمان کی حیثیت سے رہنا ہے۔ آپ کی طرح ...ں ہندو بن کر نہیں رہوں گی۔"

میں نے مسکرا کر کہا "بیٹی! حالات کے مطابق بھیس بدلنا ...پڑتا ہے۔ بھیس بدلنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم نے اپنا ...مذہب تبدیل کر لیا۔ خدا نہ کرے ایسا ہو۔ میں مسلمان پیدا ...ہوا اور مسلمان ہی مروں گا۔ اب فوراً سامان پیک کرو اور ...یہاں سے چلو۔"

میں انہیں لے کر ایک نئے بنگلے میں آ گیا۔ انوشے نے ...خوش ہو کر کہا "بہت اچھا بنگلا ہے۔ شہر میں ہونے کے باوجود ...پرسکون علاقہ ہے۔ میں یہاں سکون سے عبادت کر سکوں ...گی۔"

وہاں میں نے ایک ملازم کا انتظام کر رکھا تھا۔ وہ بھی ...مسلمان تھا اچھا کھانا پکانا جانتا تھا۔ میں نے کھانے کے ...دوران میں انہیں وہاں کے بارے میں بہت کچھ بتایا۔ پھر ان ...جڑواں بہنوں کے بارے میں بھی بتایا تو وہ تینوں دلچسپی سے ...سننے لگے۔ میں نے الپا سے کہا "بہتر ہے تم میرے دماغ میں آؤ۔ میں تمہیں ان بہنوں کے پاس پہنچاتا ہوں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے ان کے تفصیلی حالات معلوم کر سکو گی۔"

وہ میرے دماغ میں آ گئی۔ میں نے کہا "سوامی وردان ان کے اندر آتا جاتا رہتا ہے۔ لہٰذا بالکل خاموش رہنا اسے شبہ نہ ہو کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے ان بہنوں کے پاس آتے جاتے ہیں اور انہیں اس کے شر سے نجات دلانے کی تدبیریں کر رہے ہیں۔"

میں نے اسے ان جڑواں بہنوں کے پاس پہنچا دیا۔

پارس بولا "پاپا! جب اس کے ہزاروں لاکھوں عقیدت مند ہیں اور وہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک بھی ہے تو یقیناً دنیا جہان کی معلومات رکھتا ہوگا۔ آپ کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور جانتا ہوگا؟"

"وہ میرے نام اور کارناموں سے واقف ہوگا لیکن میری موجودہ حیثیت سے واقف نہیں ہے وہ میرے اندر آ چکا ہے۔ میرے بارے میں پڑھ چکا ہے اور مطمئن ہو گیا ہے کہ میں ایک ہندو ہوں اور میرا نام دھرم ویر ہے۔"

ابھی وہ خیال خوانی کے ذریعے ان بہنوں کے اندر پہنچتا ہے پھر ان کی قربت حاصل کرنے کے لیے کسی دن جسمانی طور پر بھی ان کے قریب آئے گا۔ اس وقت ہم اسے دیکھ سکیں گے اور اس کی بہت سی کمزوریاں بھی معلوم کر سکیں گے۔"

"مجھے یہی انتظار ہے کہ وہ سامنے آئے۔ اب تم یہاں آ گئے ہو وہ جیسے ہی نظروں میں آئے گا تو تم اسے دیکھو گے اور اس کے پیچھے پڑ جاؤ گے۔"

میں نے فرمان کو مخاطب کیا۔ وہ بولا "لیس سر......! میں حاضر ہوں۔ حکم کریں؟"

میں اسے جمیلہ اور نبیلہ کے بارے میں بتانے لگا۔ وہ حیرانی سے بولا "واقعی...... یہ دونوں بہنیں تو عجوبہ ہیں۔"

"تم میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں ان کے پاس پہنچاتا ہوں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے ان کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کر سکو گے۔ الپا بھی ان کے خیالات پڑھ رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں تم دونوں باری باری ان بہنوں کے اندر آتے جاتے رہو اور دھیان رکھو کہ سوامی وردان ان پر تنویمی عمل کرنے کب آئے گا؟ جب بھی وہ یہ عمل شروع کرے تو تم فوراً مجھے اطلاع دو گے۔"

وہ بولا "لیس سر......! میں ان بہنوں کے اندر آتا جاتا رہوں گا اور آپ کو صورتِ حال سے آگاہ کرتا رہوں گا۔"

میں نے اسے بھی ان بہنوں کے اندر پہنچا دیا۔ انوشے نے کہا "گرینڈ پا......! عصر کا وقت ہو چکا ہے۔ میں نماز پ...

پڑھنے جارہی ہوں پھر نماز کے بعد اپنی گرینڈ ماما (آمنہ) سے باتیں کروں گی۔"

میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "جاؤ۔ عبادت میں مصروف رہو۔ تمہاری گرینڈ مما بھی اس قدر عبادت میں مصروف رہتی ہیں کہ ہم سے بات تک نہیں کرتیں۔ تم خوش نصیب ہو کہ ان سے گفتگو کرتی رہتی ہو۔"

میں ان تینوں سے رخصت ہو کر وہاں سے چلا آیا۔ اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر سوچتا رہا کہ ان دو بہنوں کو سوامی وردان سے کس طرح نجات دلوائی جائے؟ وہ پراسرار شخص ان میں جس طرح دلچسپی لے رہا تھا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ آئندہ وہ انہیں ہر حال میں حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔

وہ دونوں شادی کے لیے راضی تھیں لیکن ایک ہندو سے راضی نہیں تھیں۔ ان کے دل میں بھی یہ ارمان تھے کہ کوئی بہت ہی چاہنے والا ان کی زندگیوں میں آئے اور ہمیشہ کے لیے ان کا ہم سفر بن جائے۔ جبکہ سوامی وردان ساری زندگی ان کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔ چونکہ وہ دونوں ایک عجوبہ تھیں۔ اس لیے ان میں دلچسپی لے رہا تھا۔ دلچسپی ختم ہو جاتی تو وہ پرانے لباس کی طرح انہیں اتار پھینک دیتا۔

ان سے میری دلچسپی یہ تھی کہ وہ معصوم اور پاکباز تھیں۔ مسلمان لڑکیاں تھیں اور ایک ہندو سے کترانا چاہتی تھیں۔ وہ شہ زور تھا۔ ٹیلی پیتھی کے چور دروازے سے ان کی زندگی میں داخل ہو رہا تھا۔ میرا فرض تھا کہ میں ان کے دین اور ان کی آبرو کی سلامتی کے لیے ان کا ساتھ دیتا۔

وہ دونوں رات گیارہ بجے سو جاتی تھیں۔ اس رات تقریباً بارہ بجے الپا اور فرمان میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا "وہ ان کے دماغ میں پہنچا ہوا ہے اور تنویمی عمل شروع کرنے والا ہے۔"

میں الپا اور فرمان کے ساتھ فوراً ہی ان بہنوں کے اندر پہنچ گیا۔ ان لمحات میں وہ دونوں حیران و پریشان تھیں۔ ان کی حیرانی اور پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ وہ پہلی بار اپنے اندر ایک اجنبی آواز سن رہی تھیں۔ وہ کہہ رہا تھا "تم دونوں کو خوف زدہ یا پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میں تمہارا دوست ہوں۔ دشمن نہیں ہوں۔ تمہاری بہتری کے لیے ہی یہاں آیا ہوں۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے والدین کے پاس جانا چاہتی تھیں۔ انہیں بتانا چاہتی تھیں کہ وہ اپنے اندر کسی کی آواز سن رہی ہیں لیکن وہ اٹھ نہ سکیں۔ جمیلہ نے اٹھنا چاہا تو نبیلہ بیٹھی رہی۔ اس نے پوچھا "تم بیٹھی کیوں ہو؟"

"میں کوشش تو کر رہی ہوں لیکن اٹھ نہیں پا رہی ہوں۔"

وہ جمیلہ کے اندر پہنچ کر بولا "تم دونوں میری مرضی کے بغیر اٹھ سکو گی نہ بیٹھ سکو گی۔ نہ بول سکو گی۔ نہ سن سکو گی۔ تمہاری آنکھیں بند کر دوں تو دیکھ بھی نہیں سکو گی۔"

جمیلہ نے پریشان ہو کر پوچھا "تم ہو کون؟ ہم سے ایسا کیوں کر رہے ہو؟"

"میں کہہ چکا ہوں کہ دشمن نہیں ہوں۔ دوست ہوں۔ تمہاری زندگی کے بڑے بڑے مسئلے حل کرنے آیا ہوں۔"

پھر وہ نبیلہ کے اندر بولا "نبیلہ......! اپنی بہن سے کہو، وہی ہوں جو تم دونوں کے خوابوں میں آتا رہتا ہوں۔ میرا نام سوامی وردان وشوانا تھ ہے۔"

وہ دونوں حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں پھر جمیلہ نے کہا "ہم نے ٹیلی پیتھی کے بارے میں پڑھا ہے اور سنا بھی ہے۔ کیا تم اس وقت ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے اندر موجود ہو؟"

"ہاں...... پہلی بار جب میں نے تم دونوں کو دیکھا تب ہی میرا دل تم پر مائل ہو گیا۔ میں بہت مصروف رہتا ہوں۔ اس کے باوجود تمہارے دماغوں میں کبھی کبھی آتا رہا اور تمہیں اپنی طرف مائل کرتا رہا۔ خوابوں میں آ کر بھی تمہیں متاثر کرنا چاہا لیکن اتنے دنوں کی کوششوں کے باوجود میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اسی وقت میری طرف مائل ہوتی ہو جب میں تمہارے دماغوں پر چھایا رہتا ہوں۔ جب یہاں سے جاتا ہوں تو تم دونوں ہی پریشان ہو جاتی ہو۔ میری یادوں سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہو میری شخصیت سے متاثر ہو لیکن اس لیے کترا رہی ہو کہ میں ہندو ہوں۔"

"جب تم یہ سمجھتے ہو تو ہمیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے پریشان نہیں کرنا چاہیے؟"

"میں تم دونوں کا دیوانہ ہوں۔ محبت اندھی ہوتی ہے۔ یہ ذات پات اونچ نیچ کچھ نہیں دیکھتی۔ تمہیں بھی دین دھرم کی باتیں درمیان میں نہیں لانا چاہئیں۔"

نبیلہ بولی "اگر تم ہمارے دیوانے ہو تو یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔ ہمارے پاس عقل ہے شرافت ہے اور اپنے بزرگوں کی روایت ہے۔ اس کے مطابق ہم اپنے آباؤ اجداد کے زمانے سے مسلمان ہیں اور مسلمان رہیں گے اور اپنے دین کے مطابق کسی مسلمان کو ہی اپنا ہم سفر بنائیں گی۔"

دونوں نے اپنے ایک ایک ہاتھ کو آگے بڑھا کر ان کو جوڑتے ہوئے کہا "ہم ہاتھ جوڑ کر التجا کرتی ہیں۔ ہمیں چھوڑ دو۔ تمہیں زندگی میں بہت سی حسین لڑکیاں ملیں گی۔ ... نے تمہیں ٹیلی پیتھی کا علم دیا ہے۔ اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ... جاؤ۔ ہمیں مجبور نہ کرو۔"

"میں بھی اپنی فطرت سے مجبور ہوں۔ دنیا کی کسی حسین لڑکی کی طرف کبھی مائل نہیں ہوتا۔ میں عیاش نہیں ہوں لیکن ابنارمل یا غیر معمولی لڑکیاں مجھے اپنی طرف کھینچتی ہیں اور میں بے اختیار ان کی طرف کھنچا چلا جاتا ہوں۔ جیسے کہ ابھی تمہارے پاس کھنچا چلا آیا ہوں اور جب تک تمہیں حاصل نہیں کروں گا۔ مجھے اس وقت تک ذہنی سکون نہیں ملے گا۔ میں بے چین ہی رہوں گا۔ اس لیے سمجھاتا ہوں کہ تم دونوں راضی ہو جاؤ اور میری بے چینی دور کر دو۔"

"ہم سے ایسی باتیں نہ کرو۔ خدا کے لیے یہاں سے چلے جاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔"

اس وقت وہ جمیلہ کے دماغ میں تھا۔ وہاں خاموشی چھا گئی۔ اس نے نبیلہ سے پوچھا "کیا وہ تمہارے اندر ہے؟"

اس نے کہا "نہیں...... میرے اندر تو خاموشی ہے۔"

"شاید وہ چلا گیا ہے۔ خدا کرے کبھی واپس نہ آئے۔"

وہ دونوں اک ذرا مطمئن ہو کر خدا کا شکر ادا کر رہی تھیں اور آیتیں پڑھ کر ایک دوسرے پر پھونک رہی تھیں۔ ہم سمجھ رہے تھے۔ وہ چپ چاپ وہاں موجود ہے اور انہیں دھوکا دے رہا ہے۔

تھوڑی دیر بعد ہی اس کی موجودگی کا یقین ہو گیا۔ جمیلہ کی آنکھیں نیند سے بند ہو رہی تھیں۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سے تھپک تھپک کر سلا رہا تھا۔ جب ایک سوتی ہے تو دوسری کو بھی نیند آنے لگتی ہے۔ نبیلہ خود بخود اس کی طرح آنکھیں بند کرنے لگی۔

پھر چند سیکنڈ بعد ہی وہ دونوں گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئیں۔ ہم نے جمیلہ کے دماغ میں اس کی آواز سنی۔ وہ تنویمی عمل کی ابتدا کر رہا تھا۔ اس سے پہلے ہی الپا نے جمیلہ کے دماغ پر اور فرمان نے نبیلہ کے دماغ پر پوری طرح سے قبضہ کر لیا اور میں دونوں کے دماغوں میں وقفے وقفے سے جا رہا تھا۔

وہ جمیلہ سے کہہ رہا تھا "تم گہری نیند میں ہو لیکن میری آواز سن رہی ہو۔ مجھ سے متاثر ہوتی جا رہی ہو۔"

وہ بولی "کیا میری بہن نبیلہ بھی متاثر ہوتی جا رہی ہے؟"

"کوئی سوال نہ کرو۔ جو میں کہوں بس اس پر عمل کرتی رہو۔ میں حکم دیتا ہوں کہ مجھ سے متاثر ہو جاؤ۔ میرے سامنے جھک جاؤ۔ مجھے اپنا آقا اور دل و جان کا مالک تسلیم کر لو۔"

جمیلہ در پردہ الپا کی مرضی کے مطابق بول رہی تھی۔ اس نے پھر پوچھا "کیا نبیلہ تمہیں اپنے دل و جان کا مالک تسلیم کر رہی ہے؟"

وردان وشوانا تھ نے اب تک درجنوں افراد پر تنویمی عمل کر کے انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ کسی معمول نے تنویمی عمل کے دوران سوالات کیے ہوں اور وہ بھی کہ سوالات کیے جا رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس پر تنویمی عمل کامیاب نہیں ہو رہا ہے۔ یہ لڑکیاں خود جیسی عجوبہ ہیں۔ اسی طرح ان کا دماغ بھی شاید عجوبہ ہے۔

وہ نبیلہ کے دماغ میں آ گیا۔ وہاں فرمان نے قبضہ جما رکھا تھا۔ پہلے وہ خیال خوانی کے ذریعے جمیلہ کے ذہن کو متاثر کرنے کی کوشش کرتا رہا اور یہ سمجھتا رہا کہ اسے متاثر کر رہا ہے۔ جب اس نے کہا "نبیلہ! میں تمہارے اندر بول رہا ہوں اور میں سوامی وردان وشوانا تھ ہوں۔ ان لمحات میں تم مجھ سے متاثر ہو رہی ہو اور میں تمہیں حکم دے رہا ہوں کہ اپنا دل و دماغ میری طرف مائل کرو۔ صرف میری باتیں سنو اور میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

نبیلہ نے فرمان کی مرضی کے مطابق پوچھا "کیا جمیلہ بھی تم سے متاثر ہو رہی ہے اور تمہارے احکامات کی تعمیل کر رہی ہے؟"

وہ پھر پریشان ہو گیا۔ وہ اپنے تنویمی عمل سے انہیں متاثر کرنے میں ناکام ہو رہا تھا اور یہی بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ دونوں بہنوں کے دماغ عجوبہ ہیں۔ ان کے دماغوں کو اچھی طرح سمجھنا ہوگا کہ انہیں کس طرح پوری طرح اپنے قابو میں رکھا جا سکے گا؟

ادھر الپا ادھر فرمان نے دونوں کو نیند سے جگا دیا۔ وہ آنکھیں کھول کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں پھر جمیلہ نے کہا "ابھی میں اپنے اندر اس سوامی وردان کو سن رہی تھی۔ وہ مجھ سے کچھ عجیب سی باتیں کر رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کوئی عمل کر رہا ہے اور مجھے اپنی تابعدار بنانا چاہتا ہے۔"

نبیلہ بولی "میں نے بھی ایسا ہی سنا ہے وہ سوامی وردان مجھ سے بھی کہہ رہا تھا کہ میں اس سے متاثر ہو رہی ہوں اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے والی ہوں۔"

دونوں نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کے ہاتھ کو تھام لیا پھر ایک نے کہا "یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا وہ سوامی وردان ہم پر کسی طرح کا عمل کر رہا ہے؟"

جمیلہ بولی "ہاں۔ میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ اس طرح کے عمل کو تنویمی عمل کہتے ہیں۔"

''یا خدا......! اب کیا ہوگا؟ کیا اب وہ ہمیں اپنی کنیز اور تابعدار بنالے گا؟''

''ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ ہمیں خدا پر بھروسا رکھنا چاہیے۔ جس طرح ہمارے رب العالمین نے ہمیں عجوبہ بنایا ہے اسی طرح ہمارا دماغ بھی عجوبہ ہوگا اور یہ کسی کے زیر اثر نہیں آئے گا۔''

وہ دونوں الپا اور فرمان کی مرضی کے مطابق ایک دوسرے سے بول رہی تھیں۔ ہم یہ باتیں سوامی وردان کو سنانا چاہتے تھے اور اسے یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ ان کے دماغ ایسے عجوبہ ہیں جن پر اس کا تنویمی عمل اثر نہیں کرے گا۔ وہ صرف ان کے دماغوں میں آ کر انہیں متاثر کرتا رہے گا لیکن جب بھی ان کے دماغ سے جائے گا تو وہ اس سے بیزار ہو جائیں گی اور اس سے کتراتی رہیں گی۔

سوامی وردان تعلیم یافتہ باشعور اور جہاں دیدہ شخص تھا۔ اسے آسانی سے دھوکا نہیں دیا جا سکتا تھا۔ چونکہ وہ دونوں عجوبہ تھیں۔ اس لیے وہ دل ہی دل میں تسلیم کر رہا تھا کہ ان کا دماغ بھی عجوبہ ہوگا۔ وہ آسانی سے ان کا پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔ میں ایک بات اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ ان کے اندر آتا جاتا رہے گا اور انہیں رفتہ رفتہ قائل کرنے اور اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتا رہے گا اور یہ سمجھنے کی کوشش کرے گا کہ کس طرح ان پر آسانی سے تنویمی عمل کیا جا سکے گا۔

میں نے بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلایا۔ ان کو جڑواں بہنوں کے مختصر حالات بتائے پھر کہا ''تم سب میں سے ہر ایک کو ان بہنوں کے دماغ میں ایک ایک گھنٹے رہنا چاہیے۔ تم سب آپس میں طے کرلو کہ کون کس وقت وہاں جائے گا۔ اس طرح مسلسل رہنے سے معلوم ہو سکے گا کہ سوامی وردان وہاں آ کر کیا کرتا رہتا ہے؟ کیا کہتا رہتا ہے؟ کیا دوبارہ تنویمی عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟ ایسے وقت مجھے فوراً بلایا جائے۔ میں اس کے تنویمی عمل کو کبھی کامیاب ہونے نہیں دوں گا۔''

پھر میں الپا سے بولا ''تم پارس اور انوشے کے پاس جاؤ انہیں تمہاری ضرورت ہوگی۔ ویسے وقتاً فوقتاً ان بہنوں کے پاس آتی جاتی رہا کرو۔''

میں نے فرمان کو اپنے پاس بلایا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس پہنچ کر بولا ''جی فرمایئے......؟''

''تم نے ان جڑواں بہنوں کے خیالات پڑھے وہ دونوں عادتاً کیسی ہیں؟''

''وہ بہت ہی نیک اور شریف لڑکیاں ہیں۔ ... ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کی زندگی میں کوئی ... مرد لائف پارٹنر آئے جو سوامی وردان جیسے ... کر سکے۔''

''ایک تو ویسے ہی لڑکیوں کے رشتے نہیں آتے ... دونوں عجوبہ بھی ہیں۔ پتا نہیں ان دونوں کے ... ہے؟ انہیں مشکل ہی سے محبت کرنے والا دلیر ... گا۔''

''کیا تمہیں ان سے محبت اور ہمدردی نہیں ہے؟''

وہ ذرا چونکا پھر بولا ''جی...... جی ہاں...... ... اور ان کی محبت بھی آتی ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ ... میں ثمر سلطانہ کا غم ابھی تازہ ہے۔ وہ بے چاری موت ... میں جاتی رہی اور میں اسے بچا نہ پایا۔ اس کا مجھے ... ہے اور خود پر غصہ بھی آتا ہے کہ ٹیلی پیتھی جیسی صلاحیت ... کے باوجود میں اس بے چاری کے کام نہ آ سکا۔''

''تم نے اسے محبت دینے اور اس کے کام آنے میں ... کسر نہیں چھوڑی تھی۔ تم اس حقیقت کو نہ بھولو کہ وہ ... زندگی میں آنے سے بہت پہلے ہی مر چکی تھی جو تمہاری زندگی میں آئی تھی۔ وہ ایک پرچھائیں تھی۔ کالے جادو کا ایک عمل تھا جو دیرپا نہیں ہوتا۔ بہت جلد فنا ہو جاتا ہے۔ ... وہ بھی فنا ہوگئی۔ تم لاکھ کوشش کرتے تب بھی اسے ... پاتے۔''

''سر......! ان بہنوں کے لیے ایسا لائف پارٹنر ... ہے۔ جو دل سے ان کی طرف مائل ہو اور میرا دل ابھی ... سلطانہ کے لیے رو رہا ہے۔ آپ میرے جذبات کو ... میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں ان بہنوں سے بھرپور ... کروں گا اور جی جان سے ان کے کام آؤں گا۔ ہم ... اس سوامی کو ان بہنوں کی زندگی سے نکل جانے اور ... جانے پر مجبور کر دیں گے۔ اگر وہ باز نہیں آئے گا تو اسے ... کی گھاٹ اتار دیں گے۔''

میں اس کے دلی جذبات کو سمجھ رہا تھا۔ ثمر سلطانہ کی ... اسے نیم پاگل سا بنا رہی تھی۔ وہ ان جڑواں بہنوں کی ... پوری توجہ نہیں دے سکتا تھا۔ یہ میں نے اچھا ہی کیا تھا ... صاحب کے ادارے سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلا ... میں بولا ''کوئی بات نہیں۔ بابا صاحب کے ادارے ... پیتھی جاننے والے آ چکے ہیں۔ تمہیں جب بھی ... ان بہنوں کے پاس جا کر معلومات حاصل کر لیا کرو۔ ... خاص بات ہو تو مجھے اطلاع دو۔ اب تم جا سکتے ہو۔''

وہ چلا گیا۔ ہمارے ہر ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ان بہنوں کے دماغوں میں رہنے کے لیے تین تین گھنٹے کا وقت مقرر کر لیا تھا۔ انہوں نے دوسرے دن رپورٹ دی کہ سوامی وردان کبھی کبھی ان بہنوں کے دماغوں میں آتا رہا ہے۔ ان سے بولتا رہا یا چپ چاپ ان کے ذہنوں پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتا رہا لیکن ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی خاموشی اور رازداری سے اس کی کوششوں کو ناکام بناتے رہے۔

الپا نے دوپہر کو مجھے مخاطب کیا پھر کہا ''سوامی وردان ان لڑکیوں کی طرف سے مایوس ہونے کے بعد دوسرا راستہ اختیار کر رہا ہے۔ وہ ان کے ماں باپ کو ٹریپ کر چکا ہے۔ آپ عبدالرحمٰن کے دماغ میں پہنچ کر دیکھیں وہ اس ہندو کو اپنا داماد بنانے کے لیے راضی ہو گیا ہے۔''

میں نے عبدالرحمٰن کے خیالات پڑھنے شروع کیے تو پتا چلا کہ واقعی وہ سوامی وردان کا بہت زیادہ عقیدت مند بن چکا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ سوامی وردان نے ٹیلی فون پر اس سے گفتگو کی ہے اور اس کی بیٹیوں سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔

وہ دینی اصولوں کا پابند تھا۔ ایک ہندو کو کبھی قبول نہیں کر سکتا تھا لیکن بلا جھجک اسے قبول کر رہا تھا۔ اس نے اپنی بیوی عاصمہ سے اس سلسلے میں بات کی تو وہ بھی اسے داماد بنانے پر راضی ہو گئی۔

میں نے عاصمہ کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ وہ بھی اس کی کچھ زیادہ ہی عقیدت مند ہو گئی ہے اور چاہتی ہے کہ اس کی بیٹیوں کی شادی سوامی وردان سے ہو جائے۔

یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ سوامی نے عاصمہ اور عبدالرحمٰن پر پچھلی رات تنویمی عمل کیا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ اپنے دینی احکامات کو بھول کر ایک ہندو کی اندھی حمایت کر رہے تھے اور اسے داماد بنانا چاہتے تھے۔ دوسرے ہی دن عبدالرحمٰن نے اپنے بڑے بھائی اور خاندان کے دوسرے بزرگوں کو بلا کر اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تو وہ سب ناراض ہو گئے۔ انہوں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ اگر وہ ایک ہندو کو داماد بنائے گا تو خاندان والے اس سے قطع تعلق کر لیں گے۔

جمیلہ نبیلہ نے بھی اپنے خاندان کے بزرگوں سے کہا کہ وہ مر جانا پسند کریں گی لیکن کسی غیر مسلم سے کبھی شادی نہیں کریں گی۔

عبدالرحمٰن نے کہا ''مسلمانوں میں ایسا کوئی نہیں ہے جو تم جڑواں بہنوں سے شادی کرے۔ ہمارے خاندان میں ہی کتنے نوجوان ہیں کوئی میرا بھتیجا ہے کوئی بھانجا ہے۔ نزدیک اور دور کے درجنوں جوان ہیں لیکن کسی کا بھی رشتہ تمہارے لیے نہیں آتا ہے۔ سب تم دونوں سے کتراتے ہیں۔''

عاصمہ نے کہا ''یہ جو تمہارے خاندان والے ایک ہندو سے شادی پر اعتراض کر رہے ہیں تو کیا یہ تمہاری شادی کسی مسلمان سے کروا سکتے ہیں؟''

سب ہی رشتے داروں کے ہاں جوان لڑکیاں تھیں۔ کوئی ان جڑواں بہنوں کو اپنے گھر لے جا کر ایک اور بوجھ سنبھالنا نہیں چاہتا تھا۔ جمیلہ اور نبیلہ رونے لگیں۔ کہنے لگیں کہ ہم الگ الگ ہوتیں تو گھر سے بھاگ کر اپنی پسند کی شادی کر لیتیں لیکن ہم جڑواں ہیں۔ جہاں بھی جائیں گی، ساتھ جائیں گی۔ کیا ضروری ہے ہم شادی کریں؟ ہم زندگی بھر یونہی نہیں رہ سکتیں؟

ماں بولی ''کوئی جوان لڑکیوں کو ساری عمر گھر میں بٹھا کر نہیں رکھتا۔''

باپ نے کہا ''میں تمام رشتے داروں کے سامنے صاف صاف کہتا ہوں۔ ایک ہفتے کے اندر رشتے داروں میں سے کسی نے تمہیں نہیں اپنایا تو میں سوامی وردان سے تمہارا رشتہ طے کر دوں گا۔ تمہیں تماشا بنا کر اپنے گھر میں نہیں رکھوں گا۔''

میں نے الپا سے کہا ''سوامی وردان نے بڑی زبردست چال چلی ہے۔ عاصمہ اور عبدالرحمٰن کو اپنے شکنجے میں کس لیا ہے۔ لڑکیاں تنہا بے یار و مددگار رہ گئی ہیں۔ رشتے داران سے ہمدردی تو کرتے ہیں لیکن اپنے جوان بیٹوں کے لیے ان کا رشتہ نہیں مانگتے ہیں۔''

الپا بولی ''عبدالرحمٰن نے پورے خاندان میں یہ صاف صاف کہہ دیا ہے کہ ایک ہفتے کے اندر اگر کسی مسلم لڑکے کا رشتہ نہیں آئے گا تو وہ اپنی بیٹیوں کو سوامی وردان سے منسوب کر دے گا۔''

''اب یہ بتاؤ ہم ان لڑکیوں کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟''

''معاملہ اور پیچیدہ ہو گیا ہے۔ اب یہی خیال آتا ہے کہ آپ بھی جواباً ان لڑکیوں کے ماں باپ پر تنویمی عمل کریں۔ وہ دونوں سوامی کے سحر سے نکلیں گے تو اپنے اس فیصلے پر پچھتائیں گے۔ اپنی بیٹیوں کو اس ہندو سے منسوب نہیں کریں گے۔''

''تم یہ بھول رہی ہو کہ ہم اس کے تنویمی عمل کا توڑ کریں گے تو یہ بات صاف ظاہر ہو جائے گی کہ اس کے مقابلے میں ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں موجود ہیں۔ ابھی وہ یہ سوچ کر دھوکا کھا رہا ہے کہ وہ لڑکیاں عجوبہ ہیں۔ اس لیے ان پر تنویمی

عمل اثر نہیں کر رہا ہے۔ میں اسے فریب میں مبتلا رکھنا چاہتا ہوں۔ اگر اسے معلوم ہو گیا کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے مقابلے پر ہیں تو وہ ان لڑکیوں کے خلاف جارحانہ کارروائی کرے گا۔ انہیں اغوا بھی کروا سکتا ہے۔ اگر وہ حاصل نہ ہوئیں تو انہیں مریضہ بنا کر ہلاک بھی کر سکتا ہے۔

''ان لڑکیوں کے ساتھ کسی ایسے مسلمان کو شادی کرنا چاہیے جو ٹیلی پیتھی جانتا ہو۔ وہ ان لڑکیوں کے دماغ میں رہ کر سوامی وردان کا مقابلہ کرے گا اور یہی سوچ کر میں نے فرمان سے چاہا تھا کہ وہ ان لڑکیوں سے شادی کر لے لیکن ابھی وہ ثمر سلطانہ کی موت کا صدمہ سہہ رہا ہے اور ان لڑکیوں کی طرف شادی کے سلسلے میں مائل نہیں ہو رہا ہے۔ میں اسے جبراً نہیں کہہ سکتا کہ شادی کر لینی چاہیے۔''

''میں تو کہتی ہوں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ ہو لیکن مسلمان ہو۔ وہ ان سے شادی کر لے۔ ہم میں سے کوئی نہ کوئی ان کے دماغوں میں اس وقت تک جاتا آتا رہے گا۔ جب تک انہیں سوامی وردان سے نجات نہیں مل جائے گی۔''

ہم تھوڑی دیر چپ رہے۔ اپنے اپنے طور پر سوچتے رہے۔ میں سوامی وردان کے خلاف ایسی محاذ آرائی کر رہا تھا کہ زیادہ ہنگامہ نہ ہو اور ہنگاموں کے نتیجے میں ان بہنوں کو نقصان نہ پہنچے۔ چپ چاپ سب کام تسلی بخش ہو جائے اور بدنصیب لڑکیوں کو ایک ہندو شر پسند سے نجات مل جائے۔

میں نے الپا سے پوچھا ''بہت عرصے پہلے پارس نے تمہیں طلاق دے دی تھی۔ ایک طویل مدت کے بعد تم دونوں پھر ایک ساتھ رہنے لگے ہو۔ کیا تم دونوں نے پھر شادی کی ہے؟''

وہ بولی ''نہیں...... الوشے چاہتی ہے کہ ہماری شادی پھر سے ہو جائے اور ہم میاں بیوی کی طرح رہنے لگیں اور اسے ماں باپ کی بھرپور محبت ملتی رہے۔ پارس اپنی بیٹی کو دل و جان سے چاہتے ہیں۔ اس کی بات رد کرنا نہیں چاہتے لیکن میں نے الوشے کو سمجھایا ہے کہ ہم ماں باپ اور وہ بیٹی تینوں ہمیشہ ایک ساتھ نہیں رہیں گے۔ اسے تو بابا صاحب کے ادارے میں مزید تربیت کے لیے جانا ہے اور اپنی گرینڈ ماما کے زیر اثر رہ کر روحانیت کے مراحل سے گزرنا ہے پھر پارس بھی اپنے معاملات میں مصروف ہو جائیں گے۔ میں بھی کہیں نکل جاؤں گی۔''

پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ''میرے لیے یہی بہت بڑا انعام ہے کہ پارس نے میری پچھلی تمام غلطیوں کو معاف کر دیا اور اب میرے ساتھ رہنے لگے ہیں۔ عارضی طور پر ہی سہی مجھے بڑا سکون مل رہا ہے۔''

میں نے کہا ''خدا تمہیں خوش رکھے۔ تم دیکھتی آ رہی ہو۔ جناب اسد اللہ تبریزی تمہیں شروع سے ہی چاہتے ہیں۔ محبتیں کرتے رہے اور حمایتیں بھی کرتے رہے ہیں۔ تم بھی سچائی اور ایمانداری سے اپنی قوم کو چھوڑ کر ہمارا ساتھ دے رہی ہو۔ اسی طرح ہم بھی ساری زندگی تمہارا ساتھ دیتے رہیں گے...... آؤ...... پارس کے پاس چلیں میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔''

ہم دونوں خیال خوانی کے ذریعے پارس کے پاس آ گئے۔ وہ بولا ''پاپا......! آپ روز آ کر یہاں الوشے سے ملتے رہیں۔ ورنہ ہمیں پریشان کرتی رہے گی۔ ابھی یہ کہہ رہی تھی کہ آپ نہیں آ سکتے تو وہ آپ کے پاس جائے گی۔''

''میں اس کے پاس جاؤں گا۔ اسے سمجھاؤں گا کہ میں کس قدر مصروف رہتا ہوں۔ فی الحال ابھی تم سے بات کرنے آیا ہوں۔''

''کیا کوئی خاص بات ہے؟''

''ہاں...... ان دو لڑکیوں کے سلسلے میں یہ پریشانی ہے کہ کسی مسلمان گھرانے سے ان کا رشتہ نہیں آ رہا ہے اور جلد سے جلد ان کی شادی لازمی ہے۔''

''ہاں...... الپا نے مجھے بتایا ہے کہ عبدالرحمن نے اپنے خاندان والوں سے کہہ دیا ہے کہ ایک ہفتے کے اندر اگر کسی مسلمان گھرانے سے ان لڑکیوں کا رشتہ نہیں آئے گا تو وہ انہیں اس ہندو شر پسند سے منسوب کر دے گا۔''

''رشتے داروں میں کوئی ان کی طرف مائل نہیں ہو رہا ہے اور یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ اس ایک ہفتے کے اندر کوئی مسلمان لڑکا ان سے شادی کرنے کے لیے آ جائے۔''

''پھر کیا کر سکتے ہیں پاپا......؟ کیا آپ کسی نوجوان کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان لڑکیوں کی طرف مائل کریں گے؟''

''اس طرح مائل کروانا جبر کرنے والی بات ہو گی۔ کسی بھی جوان کو ان لڑکیوں کے ساتھ دل سے منسوب ہونا چاہیے۔ کیا تم ان کی طرف مائل ہو سکتے ہو؟''

پارس نے چونک کر الپا کی طرف دیکھا۔ وہ بھی اس بات پر حیران ہوئی پھر مسکرانے لگی۔ وہ ہچکچا کر بولا ''مگر پاپا......! میں نے تو ان لڑکیوں کو دیکھا تک نہیں ہے؟ پتا نہیں وہ کیسے مزاج کی ہیں؟''

''ان کا مزاج ایسا ہے کہ وہ محبت سے کسی بھی سانچے میں ڈھل سکتی ہیں۔ ذہین ہیں۔ تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ دوسری لڑکیوں کی ہی طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی پیدا کیا ہے لیکن

عجوبہ بنا دیا ہے مگر اس بات کا حق رکھتی ہیں کہ کوئی ان کی بھی زندگی میں آئے۔ وہ بھی کسی کو چاہنے اور چاہے جانے کی آرزو کرتی ہیں۔''

الپا بولی ''پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انہیں ایک شر پسند سے بچانا ہے۔ انہیں موجودہ حالات میں بھی اور آئندہ بھی تحفظ دینا ہے۔ تم کیا کہتے ہو پارس؟''

وہ ہچکچا کر بولا ''پاپا......! آپ نے اچانک ایسا فیصلہ سنایا ہے کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔''

''بیٹے میں نے کوئی فیصلہ نہیں سنایا ہے۔ اگر تم دل سے ان کے کام آنا چاہو گے اور تمہاری طبیعت بھی ان کی طرف مائل ہو گی۔ تب ہی بات بنے گی۔ میں تو تم دونوں سے مشورہ کر رہا ہوں۔ اسے میرا فیصلہ نہ سمجھو۔''

الپا نے کہا ''آپ کا مشورہ پارس کے لیے قابل قبول ہونا چاہیے۔ پتا نہیں...... ان بہنوں کے نصیب میں کیا لکھا ہے؟ لیکن ہم جس حد تک ان کا نصیب سنوار سکتے ہیں۔ سنوار دیں۔ اگر پارس ان سے شادی کریں گے تو میں خیال خوانی کے ذریعے ان کے درمیان رہ کر پارس کو بہت کچھ بتاتی رہوں گی اور ان کے کام آتی رہوں گی۔''

وہ بولا ''پاپا......! آپ کا مشورہ ہی ہمارے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ آپ جو بھی کہیں گے وہ کروں گا لیکن اس سلسلے میں کچھ سوچنا چاہتا ہوں۔ الپا سے بھی کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد آپ جو کہیں گے وہی ہو گا۔''

میں الپا اور پارس کو تنہا چھوڑ کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ فی الحال یہی تدبیر سمجھ میں آئی تھی کہ سوامی وردان وشوا ناتھ کے مقابل پارس جیسے ہی زبردست کو آنا چاہیے۔ وہی اس کے چھکے چھڑائے گا۔

☆☆☆

ارنا کوف اور آوازون ہندوستان پہنچ گئے۔ آوازون نے ولاڈی میر کی آخری سانسوں کے دوران میں اس کے اندر پہنچ کر یہ معلوم کیا تھا کہ پارس اور الپا اپنی بیٹی الوشے کو لے کر دہلی جا رہے ہیں۔ اس سے یہ اندازہ لگایا گیا تھا کہ میں دہلی شہر میں کہیں رہتا ہوں۔ وہ ماں بیٹے ہم مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دہشت زدہ ہو گئے تھے۔

انہیں یہ بات اچھی طرح سمجھ آ گئی تھی کہ ہم کالا جادو جاننے والوں کو چن چن کر ہلاک کر رہے ہیں اور اب ان ماں بیٹے کی بھی باری آنے والی ہے۔ وہ اس قدر خوف زدہ تھے کہ اب میرے سائے سے بھی دور بھاگ رہے تھے۔ وہ جس فلائٹ سے ہندوستان آ رہے تھے۔ وہ فلائٹ انہیں دہلی پہنچانے والی تھی اور وہ دہلی شہر میں آنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ میں وہاں تھا۔ وہ میرے سائے سے بھی دور رہنا چاہتے تھے۔ انہوں نے دشانبے پہنچ کر سفر ملتوی کر دیا پھر وہاں سے اس فلائٹ کی سیٹیں حاصل کیں جو ممبئی جا رہی تھی۔

سفر کے دوران ارنا کوف کا دل گھبرا رہا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا ''پتا نہیں۔ میرے اندر کیا ہو رہا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔''

وہ ماں کے ہاتھ کو تھپک کر بولا ''فرہاد علی تیمور نے دو بڑے جادوگروں کو ایک رات میں ہی موت کے گھاٹ اتار دیا پھر دوسرے دن ولاڈی میر کو ہمارے ذریعے ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد وہ ہماری بیٹی ہم سے چھین کر لے گئے ہیں۔ تمام باتیں آپ کے حواس پر چھائی ہوئی ہیں۔ آپ سوچ رہی ہیں اور پریشان ہو رہی ہیں۔''

''کیا پریشان نہیں ہونا چاہیے؟ انہوں نے یہ چیلنج کیا ہے کہ اب ہم ماں بیٹے کی باری ہے وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ پتا نہیں چلتا کہ وہ کیا حربہ استعمال کرنے والے ہیں؟ کس طرح ہمیں گھیرنے والے ہیں؟ اب یہی دیکھو کہ تقدیر اس وقت ہمیں کہاں لے جا رہی ہے؟''

''ماما......! ہمیں تقدیر نہیں لے جا رہی ہے۔ بلکہ ہم اپنی مرضی سے ہندوستان جا رہے ہیں۔ وہاں ہم سوامی وردان وشوا ناتھ سے رابطہ کریں گے۔ ہماری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔''

وہ پریشان ہو کر بولی ''تم اس پہلو سے کیوں نہیں سوچ رہے ہو کہ تقدیر ہمیں ہندوستان پہنچا رہی ہے؟ اور اس ملک میں فرہاد علی تیمور موجود ہے۔ یعنی ہم جانے انجانے میں اس کے قریب پہنچ رہے ہیں جو ہماری موت چاہتا ہے۔''

''آپ بری طرح دہشت زدہ ہیں۔ اس لیے یہ بھول رہی ہیں کہ فرہاد دہلی میں ہے اور ہم اس سے کترا کر ممبئی جا رہے ہیں۔''

''کیا تم اپنی ماں کو نادان بچی سمجھتے ہو؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ فرہاد اور دوسرے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے بارے میں معلومات حاصل کر رہے ہوں اور جب ہم ممبئی پہنچیں تو فرہاد اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی وہاں پہنچ جائیں؟''

''آپ کی بات درست ہو سکتی ہے لیکن اس طرح تو ہم دنیا کے جس حصے میں جائیں گے۔ وہاں یہی اندیشہ ہو گا کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری موت بن کر آ چکے ہیں۔''

وہ چپ رہی۔ کچھ نہ بولی۔ کھڑکی کے پار دیکھنے لگی۔ طیارہ ہزاروں فٹ کی بلندی پر بادلوں کے درمیان سے گزرتا جا رہا تھا۔ آوازون نے کہا "آپ تو موت سے نہیں ڈرتیں۔ کتنے ہی خطرناک کالے عمل سے گزرتی رہی ہیں۔ اگر اس دوران میں ذرا بھی غلطی کرتیں تو حرام موت مرتیں لیکن ایسے خطرناک مرحلوں سے گزرنے کے باوجود آپ زندہ ہیں اور آئندہ بھی آپ کا سایہ میرے سر پر رہے گا۔"

ماں نے بیٹے کو بڑی محبت سے دیکھا۔ وہ بولا "آپ اپنی دل کی تسلی کے لیے ایسا کریں کہ سوامی وردان سے ابھی رابطہ کر کے اسے بتائیں کہ ہم اس سے ملنے کے لیے آ رہے ہیں۔ ضرورت مند ہیں۔ اس کی مدد چاہتے ہیں۔ آپ اس سے تفصیلی گفتگو کریں۔ اس طرح سے آپ کے دل کو تسلی ہوگی اور شاید وہ ہمیں حوصلہ دے۔"

ارناکوف نے تائید میں سر ہلایا۔ اب سوامی وردان ہی ان کا آخری سہارا رہ گیا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے خیال خوانی کی پرواز کی اور اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ اس وقت پوجا میں مصروف تھا۔ ارناکوف نے کہا "سوامی جی......! میں پہلے بھی آپ کے اندر آ چکی ہوں۔ آپ کے خیالات پڑھتی رہی ہوں۔ آپ مجھے محسوس کر لیتے ہیں لیکن جواباً کچھ نہیں کہتے؟"

وہ بولا "میں ابھی پوجا میں مصروف ہوں۔ یہاں سے جاؤ۔"

"میں جا رہی ہوں لیکن آپ وعدہ کریں کہ پوجا کے بعد مجھ سے رابطہ کریں گے۔"

"اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھنا۔ میں آ جاؤں گا۔"

ارناکوف طیارے میں دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ بیٹے سے بولی "وہ پوجا میں مصروف ہے۔ شاید گھنٹے آدھے گھنٹے میں مجھ سے رابطہ کرے گا۔"

طیارے میں کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ ائر ہوسٹس کھانا سرو کر رہی تھیں۔ وہ ماں بیٹے کھانے کے درمیان باتیں بھی کرتے رہے۔ وہ بولی "پوری طرح نیند آتی ہے نہ پیٹ بھر کر کھایا جاتا ہے۔ میں پچیس برس سے کالا عمل سیکھتی آ رہی ہوں۔ عمل بھی کرتی آ رہی ہوں۔ کتنے ہی خطرناک کالے جادو کے مرحلوں سے گزرتی رہی ہوں۔ میرا دعویٰ تھا کہ میں پہاڑوں سے ٹکرا جاؤں گی۔ اپنے منتروں سے پہاڑ جیسے شہ زوروں کو ریزہ ریزہ کر دوں گی۔ یہ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ روحانی عمل کے آگے کالا جادو بے اثر ہو جائے گا۔ یہ پہلی بار ہو رہا ہے۔"

ایسے ہی وقت اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر ایک آواز ابھری "میں ہوں...... وردان وشوا ناتھ......"

اس نے خوش ہو کر کھانا چھوڑ دیا۔ وہ بولا "کھاتی بھی رہو اور بولتی بھی رہو۔ تم تقریباً تین ہفتے پہلے میرے پاس آئی تھیں۔ میں ایک بہت اہم معاملے میں مصروف تھا۔ اس لیے تمہاری طرف توجہ نہیں دی۔ یہ جانتا تھا ایک دن پھر میرے پاس آؤ گی۔ میرے اندازے غلط نہیں ہوتے۔ اب کہو تم کون ہو اور کیا چاہتی ہو؟"

وہ اپنی پوری ہسٹری سنانے لگی پھر اس نے اپنے موجودہ حالات بیان کرتے ہوئے کہا "مجھے اپنے پراسرار علوم کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ میں اگر فرہاد علی تیمور کی پوتی انوشے کو اپنی بہو بنا لوں گی اور اس کا پوتا عدنان میرا داماد بن جائے گا تو ہماری تمام نحوستیں دور ہو جائیں گی اور ہمیں عروج حاصل ہوتا رہے گا۔"

وہ کھانا ختم کر کے پانی پینے کے بعد بولی "اس مقصد کے لیے میں نے، میرے بیٹے نے اور میری بیٹی تاشا نے عدنان اور انوشے کو اغوا کرنا چاہا۔"

سوامی بولا "تم نے ابھی کہا ہے کہ تمہاری بیٹی تاشا چودہ برس کی ہے اور عدنان چار برس کا ہے پھر تم اسے داماد کیسے بنا سکتی تھیں؟"

"میرے پراسرار علم نے بتایا تھا کہ سولہ برس کے بعد جب عدنان بیس برس کا ہو جائے گا تو وہ میری بیٹی سے شادی کرے گا۔ جب تک جوان نہیں ہوگا اس وقت تک میری بیٹی انوشے اس کی پرورش کرتی رہے گی اور اس کی خاطر کنواری رہے گی۔"

وردان بولا "تمہاری یہ کہانی دلچسپ ہے لیکن حقیقت سے بعید ہے۔ سراسر بکواس لگ رہی ہے۔ جب عدنان بیس برس کا ہوگا تو تمہاری بیٹی تیس برس کی ہو جائے گی۔ بوڑھی ہونے لگے گی۔ کیا کبھی ایسی بے جوڑ شادی کہیں ہوتی ہے؟ اور یہ تو عجیب مضحکہ خیز بات ہے کہ ایک ہونے والی دلہن اپنے ہونے والے دولہا کی پرورش سولہ برس تک کرتی رہے گی۔"

"سوامی جی......! یہ ناممکن تو نہیں ہے؟ بعض نوجوان اپنے مفادات کے پیش نظر بوڑھی عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں پھر میری بیٹی تاشا کالے عمل کے ذریعے بوڑھی نہ ہوتی۔ ہمیشہ جوان رہنے کے منتر پڑھتی رہتی۔ میری عمر اس وقت پچاس برس ہے۔ آپ مجھے دیکھیں گے تو حیران رہ جائیں گے۔ کیونکہ میں بھی جوان رہنے کے منتر پڑھتی رہتی ہوں۔ آج بھی میں اندر باہر سے ایک بھرپور جوان عورت ہوں۔"

"تم اگر پچاس کی بھرپور جوان ہو تو پھر میں تمہیں ضرور دیکھوں گا اور اگر یہ بات سچ ہوئی تو تم میرے لیے عجوبہ ہوگی اور میں دنیا کی ہر عجوبہ عورت میں دلچسپی لیتا ہوں۔ میں حسن کا پجاری نہیں ہوں۔ ہوس پرست اور عیاش نہیں ہوں لیکن جب عجیب و غریب لڑکی یا عورت میرے سامنے آتی ہے تو میں اسے حاصل کرنے کے لیے دیوانہ ہو جاتا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "پھر تو آپ میرے دیوانے ہو جائیں گے۔ اس وقت میرا اٹھائیس برس کا بیٹا میرے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ ہم ماں بیٹے جہاں بھی جاتے ہیں۔ لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ ہم بھائی بہن ہیں بلکہ میں اپنے بیٹے کی چھوٹی بہن ہوں۔ اگر میں نے آپ کا دل جیت لیا تو سمجھوں گی ساری دنیا کو جیت رہی ہوں۔"

"تم مجھے کیوں جیتنا چاہتی ہو؟ میری ضرورت مند کیوں ہو؟"

"اس وقت میرے اور میرے بیٹے کے سر پر موت منڈلا رہی ہے۔ میرا پراسرار علم کہتا ہے کہ میرا وقت قریب آ گیا ہے لیکن بچاؤ کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔ کوئی بہت ہی شہ زور اور غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا شخص ہی میری حفاظت کر سکتا ہے۔ اسی لیے میں آپ کی طرف آ رہی ہوں۔"

"میری طرف آنے سے پہلے یہ سوچ لو کہ مجھے جھوٹ اور فریب سے سخت نفرت ہے۔ میں دھوکے باز کو کبھی معاف نہیں کرتا۔ تم کتنی سچی ہو یہ معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ میں تمہارے دماغ میں باآسانی آتا جاتا رہوں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ تم میری معمولہ اور تابعدار بن جاؤ۔"

اس نے پریشان ہو کر بیٹے کی طرف دیکھا۔ کچھ سوچ کر بولی "سوامی جی......! کوئی دوسری صورت نہیں ہو سکتی؟ میں ہر طرح سے اپنی سچائی ثابت کرنے کی کوشش کروں گی۔ ہر حال میں آپ کا اعتماد حاصل کروں گی۔"

"پھر تو یہی ایک راستہ ہے۔ اگر منظور ہے تو میری طرف آ سکو گی۔ ورنہ واپس چلی جاؤ۔ تم واپس جاؤ گی تب بھی میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ میرے اندر یہ جستجو رہے گی کہ ایک پچاس برس کی عورت کس طرح اندر اور باہر سے بھرپور جوان ہے؟ میں تمہیں جبراً حاصل کرنا چاہوں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "پھر تو میں دوہری مشکل میں پڑ جاؤں گی۔ ایک طرف مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف آپ بھی مجھے دشمنی سے حاصل کریں گے تو میں بچ کر کہاں جاؤں گی۔ لامحالہ آپ کے قدموں میں ہی گرنا پڑے گا۔ اس لیے مجھے آپ کی یہ شرط منظور ہے۔ آپ جب چاہیں مجھے اور میرے بیٹے کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنا سکتے ہیں۔"

"تم ممبئی کب پہنچ رہی ہو؟"

"ابھی فلائٹ کی اناؤنسر نے کہا ہے کہ ہم آدھے گھنٹے بعد ممبئی پہنچنے والے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ وہاں کسی ہوٹل میں قیام کرو۔ میں دو گھنٹے بعد پھر رابطہ کروں گا۔"

"آپ نے میری پوری بات نہیں سنی۔"

"تو پھر سناؤ......؟"

"میں اور میرا بیٹا اسی شرط پر آپ کے تابعدار بنیں گے کہ آپ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اور ان کے روحانی عمل سے ہمیں تحفظ دیتے رہیں گے۔"

"میں فرہاد علی تیمور کے بارے میں بہت زیادہ نہیں جانتا ہوں لیکن اس کی شہرت بہت سنی ہے۔ ہاں...... بابا صاحب کے ادارے کے بارے میں یہ جانتا ہوں کہ وہ ایک مضبوط قلعہ ہے۔ میں تمہاری بیٹی انوشے اور ہونے والے داماد عدنان کو اس قلعے سے باہر نہیں لا سکوں گا لیکن یہ یقین سے کہتا ہوں کہ تمہیں ان کے ہاتھوں مرنے نہیں دوں گا۔ تم جب تک میرے سائے میں رہو گی زندہ و سلامت رہو گی۔"

"بس میں یہی چاہتی ہوں۔ ٹھیک ہے...... دو گھنٹے بعد اپنے دماغ میں آپ کا انتظار کروں گی۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ آوازون خیال خوانی کے ذریعے اپنی ماں کے اندر پہنچا ہوا تھا اور دونوں کی باتیں سن رہا تھا اور سن سن کر غصے سے تلملا رہا تھا۔ وہ بولی "یہ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟"

وہ غصے سے بولا "وہ بکواس کر رہا تھا۔ آپ اس کی بات مان گئیں؟"

"وہ کیا بکواس کر رہا تھا؟"

"یہی کہ وہ آپ کو جوان سمجھ رہا ہے اور اپنی داشتہ بنانا چاہتا ہے۔"

"جوان سمجھ رہا ہے کا مطلب کیا ہوا؟ میں جوان نہیں ہوں کیا تم جانتے نہیں ہو کہ میں سدا جوان رہنے کے لیے خطرناک کالے عمل سے گزر کر آئی ہوں؟ اور اب بھی جوان رہنے کے لیے منتر پڑھتی رہتی ہوں۔"

"یہ میں جانتا ہوں۔ آپ کو جوان اور صحت مند دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہوں لیکن اس جوانی کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ کوئی میری ماں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھے اور اسے اپنی داشتہ بنانا چاہے۔"

''دنیا میں کتنے ہی بچوں کی مائیں ہیں۔ جو بیوہ ہونے کے بعد دوسری شادی کرلی ہیں اور دوسرے مرد کے ساتھ زندگی گزارتی ہیں۔''

''اگر آپ دوسری شادی کریں گی تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ بلکہ خوشی ہوگی لیکن مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوگا کہ کوئی ماں کو بازاری عورت بنا کر رکھے۔''

''میں کسی بھی جوان کو ٹریپ کر کے اس سے شادی کر سکتی ہوں۔ اس کے ساتھ ازدواجی اور گھریلو زندگی گزار سکتی ہوں لیکن داشتہ بننا منظور کیوں کر رہی ہوں؟ کیا تم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ صرف تمہارے لیے۔ میں تمہیں زندہ رکھنا چاہتی ہوں۔ میری جان و عزت چلی جائے۔ میں بازاری بن جاؤں کوئی بات نہیں لیکن اپنے بیٹے کو ان مسلمانوں کے ہاتھوں مرنے نہیں دوں گی۔''

وہ بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولی ''تمہاری سلامتی کا بس یہی ایک راستہ رہ گیا ہے۔ ایک بیمار کو زندگی کی طرف لوٹ آنے کے لیے کڑوی دوا پینی پڑتی ہے۔ تم بھی یہ کڑوا گھونٹ پی لو۔''

وہ بے چینی سے پہلو بدل کر بولا ''ماما......! یہ کیسی مجبوری ہے۔ جو شخص آپ کو داشتہ بنا رہا ہے۔ مجھے اس کا معمول اور تابعدار بن کر رہنا پڑے گا۔''

''بیٹے......! ہم ڈوب رہے ہیں۔ کنارے تک پہنچنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ اس لیے ابھی یہی تنکے کا سہارا کافی ہے۔ ہوسکتا ہے ہم کنارے پر پہنچ کر اس تنکے پر بھاری پڑ جائیں۔ ہمیں اپنی زندگی کو طول دینا ہے۔ اس کے لیے عورت [illegible] ایک شخص سے مات کھانی ہوگی۔ تم اپنی ماں پر بھروسا رکھو۔ [illegible] وہ میرا دیوانہ بنے گا تو میں اسے بالکل ہی [illegible] دوں گی۔''

طیارے میں اناؤنسر کی آواز ابھر رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی ''مسافروں سے درخواست ہے کہ وہ اپنی اپنی سیٹ کی پشت کو سیدھا کرلیں اور حفاظتی بیلٹ باندھ لیں۔ طیارہ رن وے پر اترنے والا ہے۔''

وہ ماں بیٹا بھی حفاظتی بیلٹ باندھنے لگے۔ زندگی میں سلامتی سے کسی گھاٹ اترنے کے لیے کمر کو کس کر باندھنا ہی پڑتا ہے۔

☆☆☆

بڑے بڑے جادوگر مارے گئے۔ ان کے تمام کالے منتر کالے آلات فنا ہو گئے لیکن تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کی ایک نشانی رہ گئی اور وہ نشانی تھی شیوانی......

وہ چار برس پہلے عدنان کو جنم دینے کے بعد مر چکی تھی لیکن اس کی آتما تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ کے قدموں میں چلی آئی تھی اور تب سے وہ انا میریا کی حیثیت سے سانسیں لے رہی تھی۔

پھر پارس نے انا میریا کو ہلاک کیا تو اس کی آتما پھر بھٹکتی ہوئی تانترک مہاراج کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے اسے پھر ایک حسین رئیس زادی الکا اگنی ہوتری کے جسم میں پہنچا دیا۔

جیسا کہ میں اپنی داستان میں بیان کرتا آ رہا ہوں اور یہ حقیقت بھی ہے کہ جادو کے اثرات دیرپا نہیں ہوتے۔ کالا جادو کتنا ہی زبردست ہو اگر اس کا توڑ کیا جائے تو وہ بے اثر ہو جاتا ہے۔

جو آتما شکتی کے ذریعے آتماؤں کو اپنے قبضے میں کر لیتے ہیں اور انہیں دوسرے کسی جسم میں پہنچا دیتے ہیں تو ان کا یہ کالا عمل بھی دیرپا نہیں رہتا۔ کاتب تقدیر نے جس کی زندگی جتنی لکھی ہے۔ اتنی ہی رہتی ہے۔ جھوٹی اور عارضی زندگی جلد ہی فنا ہو جاتی ہے۔

چنڈال کی بیٹی اور فرمان کی محبوبہ انیتا کی آتما کو بھی دوبارہ نیا جسم ملا۔ ثمر سلطانہ کو انیتا کی آتما کے ذریعے ایک نئی زندگی ملی۔ چنڈال جوگیا بھی اپنے کالے عمل کے ذریعے دوسرے نئے جسم حاصل کرتا رہا۔ شیوانی کو بھی انا میریا کا جسم ملا لیکن سب ہی چند ہفتوں یا چند مہینوں کے بعد فنا ہوتے رہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان فنا ہونے والوں کے مقدر میں یہ لکھا ہوا تھا کہ وہ اپنی جسمانی موت کے بعد بھی مصنوعی زندگی گزاریں گے پھر فنا ہو جائیں۔ شاید ان کے ساتھ ایسا ہی ہونا تھا اور اب شیوانی کے ساتھ بھی یہی ہونے والا تھا۔

اس کے مقدر میں ابھی مصنوعی زندگی تھی۔ یہ زندگی ہفتے دو ہفتے، مہینے دو مہینے میں چھن جانے والی تھی جب بھی یہ زندگی اس کے ہاتھ سے نکلتی تو پھر اسے دوبارہ اس دنیا میں سانس لینا نصیب نہ ہوتا۔ کیونکہ اب کوئی تانترک مہاراج اسے نیا جسم دینے کے لیے اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔

وہ پریشان تھی کہ کسی یار و مددگار کے بغیر زندگی کیسے گزارے گی؟ یار تو اس کا پورس تھا لیکن وہ مددگار نہیں تھا۔ اس نے صاف انکار کر دیا تھا کہ آئندہ اس سے کوئی رابطہ نہیں رکھے گا۔ اس سے بات کرنا بھی گوارہ نہیں کرے گا۔

وہ پورس کو دل و جان سے چاہتی تھی لیکن اپنے بیٹے عدنان کے معاملے میں خود غرض تھی۔ یہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی تعلیم و تربیت بابا صاحب کے ادارے میں ہو لیکن اب مجبور ہوگئی تھی۔ یہ جانتی تھی کہ بابا صاحب کا ادارہ ایک فولادی قلعہ

ہے۔ وہ بیٹے کو وہاں سے کسی طرح بھی باہر نہیں لا سکے گی۔ اس مقصد کے لیے کسی ایسے مددگار کی ضرورت تھی جو شہہ زور ہو اور غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک بھی ہو۔ فرہاد اور اس کی فیملی سے ٹکرانے کا حوصلہ رکھتا ہو۔

دل سے کسی کو طلب کرو تو وہ ضرور ملتا ہے۔ پچھلے دنوں دہلی کے تاج محل ہوٹل میں اس نے سوامی وردان وشوا ناتھ کو دیکھا۔ وہ اپنے رکھ رکھاؤ، رعب اور دبدبے کے باعث سب ہی کی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ وہ بھی اسے دیکھتی رہی۔ اس کے بارے میں معلوم کیا تو پتا چلا کہ شمالی ہندوستان میں اس کے لاکھوں عقیدت مند ہیں۔ وہ مصیبت زدہ افراد کی مصیبتیں دور کرتا ہے اور کسی کے کتنے ہی پیچیدہ مسائل کیوں نہ ہو، انہیں حل کر دیتا ہے۔ وہاں سب ہی اسے بھگوان کا اوتار کہتے ہیں۔ اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں اور اس کے قدموں میں جھکتے ہیں۔

شیوانی نے سوچا کہ اپنا دکھڑا سوامی وردان کے سامنے سنانا چاہیے۔ اس ہوٹل میں عقیدت مند افراد کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ سوامی وردان صبح دو گھنٹے اور شام دو گھنٹے ملاقات کرتا تھا۔ شیوانی نے بھی اس سے ملاقات کی اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی ''بھگوان کی دیا سے میرے پاس بہت کچھ ہے۔ مال و دولت ہے، عزت ہے، شہرت ہے لیکن بے شمار رشتے داروں کے ہجوم میں تنہا رہتی ہوں۔ کیونکہ سب ہی لالچی اور خود غرض ہیں۔''

وہ اپنی گھن گرج والی آواز کے باوجود بڑے نرم و لہجہ میں بولا ''ایسا تو ہوتا ہے جہاں دولت ہوتی ہے۔ وہاں اپنے ہی رشتے دار آرام و سکون غارت کرتے رہتے ہیں۔ یہ بتاؤ تمہارا مسئلہ کیا ہے؟''

''مسئلہ یہ ہے کہ میں نے ایک مسلمان سے شادی کی تھی۔ اس سے بیٹا ہوا وہ اب چار برس کا ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو چھین کر مجھ سے لے گیا ہے اور میں اسے واپس حاصل کرنا چاہتی ہوں۔''

وہ اسے بڑی توجہ سے دیکھ رہا تھا پھر بولا ''مجھے جھوٹ اور فریب سے سخت نفرت ہے۔ اس وقت تم جھوٹ بول رہی ہو۔ تم کنواری ہو۔ تمہاری شادی نہیں ہوئی ہے پھر چار برس کا بیٹا کہاں سے آ گیا؟''

وہ ہچکچا کر بولی ''دراصل میرا قد کاٹھ ایسا ہے اور صحت اتنی اچھی ہے کہ دیکھنے میں کنواری لگتی ہوں۔''

ایسے ہی وقت اس نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر سانس روک کر بولی ''معلوم ہوتا ہے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر آ کر کچھ بولنا چاہتا ہے۔ میں اس سے ذرا بات کرلوں۔''

''ہوں...... اس کا مطلب ہے وہ مسلمان ٹیلی پیتھی کی قوت رکھتا ہے؟''

''ہاں۔ وہ بہت ہی مشہور و معروف باپ کا بیٹا ہے۔ آپ نے فرہاد علی تیمور کا نام تو سنا ہوگا؟''

وہ چونک کر بولا ''کیا تمہارا تعلق فرہاد علی تیمور کے خاندان سے ہے؟''

''تعلق ہے نہیں...... تھا میں آپ سے ذرا دیر بعد بات کروں گی۔ پہلے معلوم کروں کہ وہ مجھ سے کہنا کیا چاہتا ہے؟''

''تم اس سے کوئی بات نہ کرو۔ کیونکہ تمہارے دماغ میں کوئی اور نہیں میں آیا تھا۔ تم نے سانس روک لی۔''

شیوانی نے اسے حیرانی سے دیکھا پھر مسکرا کر کہا ''اگر آپ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں تو پھر ان لوگوں سے مقابلہ کر سکیں گے اور میری مشکل بھی آسان کر سکیں گے۔''

''میں تمہاری مشکل ضرور آسان کروں گا لیکن ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ مجھے اپنے اندر آنے دو۔ اپنے خیالات پڑھنے دو۔ میں چاہتا ہوں کہ پوری سچائی کے ساتھ میری تابعدار بن کر رہو۔''

''آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ تابعداری کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ مجھ پر تنویمی عمل کریں گے؟''

''بے شک! میں تمہاری پاگل ممتا کو اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ تم ہر حال میں اپنے بیٹے کو حاصل کرنا چاہتی ہو۔ دوسری طرف وہ بچہ فرہاد علی تیمور کے شکنجے میں ہے اور اس شکنجے سے میں ہی نکال سکتا ہوں۔''

''کیا یہ ضروری ہے کہ آپ مجھ پر تنویمی عمل کریں اور مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنائیں؟''

''میں جس کے کام آتا ہوں۔ اس سے مال و دولت نہیں مانگتا۔ صرف اس کی سچائی اور دیانت داری مانگتا ہوں۔ یہ دونوں چیزیں مجھے اسی وقت مل سکتی ہیں۔ جب میں تمہارے چور خیالات پڑھ کر یقین کروں۔ تم فیصلہ کرو کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے؟ ملاقات کا وقت ختم ہو چکا ہے لہٰذا اب جاؤ۔''

''مگر سوامی جی......! ابھی میری بات تو پوری نہیں ہوئی ہے؟''

''پوری ہو جائے گی۔ میں آج رات کسی وقت خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کروں گا۔ تم دماغ میں آنے دو گی تو بات آگے بڑھے گی۔ ورنہ اسے یہیں ختم کر دو۔''

وہ مقررہ وقت کے بعد کسی سے ملتا نہیں تھا۔ اسی لیے وہ

بھی وہاں سے چلی آئی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ سوامی وردان ہی اس کے کام آ سکتا ہے اور وہ اسی کے ذریعے اپنے عدنان کو حاصل کر سکتی ہے لیکن اس کے بدلے وہ اسے اپنی کنیز بنانا چاہتا تھا اور اسے یہ منظور نہیں تھا۔

اس سے پہلے تانترک مہاراج نے بھی یہی شرط رکھی تھی کہ اگر وہ دوسرے جسم میں جا کر نئی زندگی حاصل کرنا چاہتی ہے تو اسے تانترک مہاراج کی معمولہ اور تابعدار بن کر رہنا ہوگا۔ اس وقت وہ بہت مجبور تھی۔ اگر انکار کرتی تو اسے یہ نئی زندگی نہ ملتی۔

اس نے کہا تھا کہ وہ اس کی معمولہ اور تابعدار بن کر رہے گی۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرے گی لیکن اپنا جسم اپنے عامل کے حوالے نہیں کرے گی۔ اس پر تانترک نے کہا تھا کہ وہ اس کے بدن کو کبھی ہاتھ نہیں لگائے گا۔ اسے صرف اپنی آلہ کار بنا کر رکھے گا۔

اس بات پر بھی بھروسا نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ معمولہ اور تابعدار بننے کے بعد دماغ اپنے عامل کی مٹھی میں رہتا ہے پھر وہ جو بھی کہتا ہے اس پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔ انکار کے بعد بھی ذہن اس کی طرف ہی مائل رہتا ہے۔ ہر انسان اسی طرف چلتا ہے جہاں اس کا ذہن لے جاتا ہے۔

ویسے تانترک مہاراج اپنی زبان کا دھنی تھا۔ اس نے جو کہا تھا اس پر عمل کیا تھا۔ اس کے بدن پر کبھی ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ دور سے ہی رابطہ رکھتا تھا۔ اب شیوانی سوچ رہی تھی ”کیا سوامی وردان پر بھی اسی طرح بھروسا کر سکتی ہوں؟“

پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ ہر ایک پر اندھا اعتماد نہیں کیا جا سکتا پھر یہ کہ تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ بوڑھا تھا اس لیے اپنے وعدے کے مطابق عمل کرتا رہا۔ اس کی طرف کبھی مائل نہیں ہوا لیکن سوامی وردان اچھی عمر کا ہونے کے باوجود اچھا کبرو جوان دکھائی دیتا تھا۔ اس نے سوچا ”کیا ایسا جوان شخص مجھ جیسی جوان لڑکی کے حصول سے باز رہے گا؟“

وہ اس کے حصول سے باز رہے یا نہ رہے؟ وہ ہوس پرست ہے یا نہیں؟ یہ تو بعد میں سوچنے سمجھنے کی باتیں تھیں۔ پہلی اور اہم بات یہی تھی کہ وہ اپنے بیٹے کو ہر حال میں حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اگر وہ سوامی وردان کے مطالبے سے انکار کرتی تو وہ اس کے کام نہ آتا۔ اس طرح وہ تنہا اور بے یار و مددگار رہ جاتی۔

وہ مشکل میں پڑ گئی تھی۔ سوامی وردان ہو یا کوئی اور مدد کرنے والا جو بھی اس کے کام آتا اور اس کے بیٹے کو واپس لانے کی ضمانت دیتا تو وہ اس سے بھی بہت کچھ چاہتا۔ کام کرنے والے کا مطالبہ کبھی آسان ہوتا ہے اور کبھی بہت مشکل۔

رات کے وقت اس نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر پوچھا ”کون ہو......؟“

سوامی وردان کی آواز ابھری ”میں بول رہا ہوں۔ سانس روکنا چاہو تو اس سے پہلے ہی چلا جاؤں گا۔“

”نہیں۔ میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ آپ میری مجبوریوں کو اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔“

”بے شک۔ تم بھی میری مجبوریوں کو سمجھو۔ میرے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ تم کتنی باتیں مجھ سے کہہ رہی ہو اور کتنی چھپا رہی ہو؟ یہ تو میں تمہارے چور خیالات پڑھ کر ہی معلوم کر سکوں گا۔“

”اس مقصد کے لیے مجھ پر تنویمی عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس کے بغیر بھی میں آپ کی تابعدار بن کر رہوں گی۔ آپ میرے چور خیال ابھی پڑھ سکتے ہیں۔ میں اجازت دے رہی ہوں۔ میں خاموش رہوں گی۔ آپ میرے خیالات آرام سے پڑھتے رہیں۔“

”اگر ایسا ہے تو پھر میں تم پر تنویمی عمل نہیں کروں گا۔ مجھے صرف جھوٹ اور سچ معلوم کرنا ہے۔ تم خاموش رہو اور مجھے خیالات پڑھنے دو۔“

وہ ایک کتاب کھول کر آرام سے بیٹھ کر سوامی کو پڑھانے لگی۔ اپنے دماغ کے تمام دروازے اس کے لیے کھول دیئے وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے بارے میں وہ کیا کچھ معلوم کر رہا ہے۔ وہ اپنے عدنان کی خاطر اب اس سے کچھ چھپانا نہیں چاہتی تھی۔

سوامی وردان اس کا یہ چور خیال پڑھتے ہی چونک گیا کہ الکا اگنی ہوتری زندہ ہے مگر بہت پہلے مر چکی ہے۔ اس کے اندر کسی شیوانی کی آتما ہے۔ جس نے اسے زندہ کر رکھا ہے۔

اس نے اس کے پورس کے اور عدنان کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا لیکن اس کی دلچسپی اس بات میں تھی کہ الکا نامی جو دوشیزہ اس کے پاس آئی تھی۔ وہ اپنی ذات میں تنہا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ شیوانی نامی کوئی دوسری عورت جڑی ہوئی ہے۔ یہ بات عجیب تھی اور جو بات بھی عجیب ہوتی تھی۔ سوامی وردان اس سے بہت دلچسپی لینے لگتا تھا۔

اس نے ایک گھنٹا پہلے خیال خوانی کے ذریعے ارنا کوف سے بات کی تھی۔ وہاں بھی پتا چلا کہ وہ ایک عجوبہ ہے۔ یعنی ہے تو بوڑھی لیکن بھرپور جوان ہے۔ اسے ارنا کوف کی ذات سے بھی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ اسے حاصل کر کے اس کے اندر بڑھاپے کو تلاش کرنا چاہتا تھا اور اگر بوڑھی ہوتی تو یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کہاں کہاں سے جوان ہے۔ اس کے لیے ایک عجیب سا تجسس پیدا ہو گیا تھا۔

ادھر شیوانی کے ساتھ بھی یہی ہونے لگا۔ جس طرح جمیلہ اور نبیلہ ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھیں اور اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھیں اسی طرح ارنا کوف کا بڑھاپا بھی ایک نادیدہ جوانی سے جڑا ہوا تھا۔

تیسری طرف الکا اگنی ہوتری بھی شیوانی کی آتما سے جڑی ہوئی تھی۔

ان دنوں سوامی وردان کی زندگی میں ایسی عورتیں آ رہی تھیں جو بظاہر ایک ہوتے ہوئے بھی دو تھیں۔ وہ سب کی سب اسے بری طرح اپنی طرف کھینچ رہی تھیں اور وہ ان میں سے ہر ایک کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ان کی ویڈیو فلمیں بنانا چاہتا تھا۔ ان کے بارے میں اپنے تجربات لکھنا چاہتا تھا۔

اس نے تمام چور خیالات پڑھنے کے بعد کہا ”الکا......! تم میرے لیے ایک عجوبہ ہو۔ تمہارے اندر ایک عورت شیوانی چھپی ہوئی ہے۔ مجھے تمہاری ذات سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ میں تمہارا کام کروں گا۔ کیا تم میری دوست نہیں بن سکتیں؟“

”میں دوستی کے لیے ہی آپ کے پاس آئی ہوں لیکن اس دوستی کی ایک حد مقرر ہوگی۔“

”اور اگر میں حد سے بڑھ کر دوستی کرنا چاہوں تو......؟“

”میں اپنے دل سے مجبور ہوں یہ صرف پورس کے لیے ہی دھڑکتا ہے۔ میں اس کے اور اپنے بیٹے عدنان کے لیے بار بار نئی زندگی حاصل کرتی آ رہی ہوں۔ میرا دل و دماغ اور میرا تن بدن سب ہی ان باپ بیٹے کے لیے ہے۔“

”میں سمجھ گیا۔ آئندہ میں تمہیں یہ نہیں کہوں گا کہ دوستی میں حد سے آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔ اچھا یہ بتاؤ تم دہلی میں کب تک قیام کرو گی؟“

”جب تک آپ یہاں رہیں گے پھر آپ جہاں جائیں گے میں آپ کے ساتھ جانا چاہوں گی۔ جب تک میرا بیٹا مجھے واپس نہیں ملے گا۔ میں آپ کے قدموں میں ہی رہنا چاہوں گی۔“

”تم پورس سے والہانہ محبت کرتی ہو لیکن بیٹے کی باتیں زیادہ کرتی ہو؟ کیا پورس سے ملنا نہیں چاہو گی؟“

”آپ نے میرے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہوگا کہ تانترک مہاراج جنگل بھٹا چاریہ نے میرے اندر ایک صلاحیت پیدا کی ہے۔ میں جب بھی آئینے کی سطح پر دیکھ کر پورس کو یاد کرتی ہوں تو وہ مجھے دکھائی دینے لگتا ہے پھر اس سے باتیں ہوتی ہیں لیکن اب وہ مجھ سے بری طرح ناراض ہے اور اس نے کہہ دیا ہے کہ آئندہ وہ آئینے کی سطح پر آ کر بھی مجھ سے بات نہیں کرے گا۔“

”وہ تم سے بات بھی کرنا نہیں چاہتا۔ کیا تم اس سے ملنا نہیں چاہتی ہو؟“

”اگر آپ کچھ ایسا کر دیں کہ اس سے روبرو ملاقات ہو جائے تو میں اس سے ضرور ملنا چاہوں گی۔“

”ٹھیک ہے۔ میں سوچتا ہوں۔ کوئی تدبیر کرتا ہوں۔ کل پھر تم سے کسی وقت رابطہ کروں گا۔ ابھی جا رہا ہوں۔ اب آرام سے سو جاؤ۔ الکا اگنی ہوتری۔ شبھ راتری!“

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس نے شیوانی کی یہ بات مان لی تھی کہ وہ دوستی کی حد سے آگے نہیں بڑھے گا لیکن اپنی فطرت سے بھی مجبور تھا۔ کسی بھی عجوبہ لڑکی کے لیے وہ دیوانہ ہو جاتا تھا۔ اس نے چور خیالات پڑھنے کے دوران میں معلوم کیا تھا کہ وہ اسی تاج محل ہوٹل کے فورتھ فلور کے کمرے میں ہے۔

اس نے فورتھ فلور والے ملازموں کے اندر جانا شروع کیا۔ پتا چلا کہ شیوانی نے چائے کا آرڈر دیا ہے اور ایک ملازم اس کے کمرے میں چائے لے جانے والا ہے۔ اس نے اس ملازم کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ اس کے کمرے میں آ گیا۔ اس نے ملازم کو ایک چھوٹی سی پڑیا دے کر حکم دیا کہ اس پڑیا کے سفوف کو چائے میں گھول دیا جائے۔

ملازم نے حکم کی تعمیل کی پھر وہ چائے شیوانی کے پاس پہنچا دی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ سوامی وردان ایسا چور راستہ اختیار کر کے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے اندر پہنچنا چاہے گا۔

اس نے چائے پینے کے بعد کمزوری محسوس کی۔ اس کے اندر خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ سمجھ گئی کہ کوئی اسے کمزور بنا رہا ہے اور اس پر غالب ہونا چاہتا ہے۔ اس کا دھیان ہم مسلمان ٹیلی پیتھی والوں کی طرف گیا لیکن تھوڑی دیر بعد حقیقت معلوم ہو گئی۔

سوامی وردان نے اس کے اندر آ کر پوچھا ”کیا تم اپنے اندر سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہی ہو؟“

”نہیں۔ میں بے حد کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ میرا دماغ اس قابل نہیں رہا ہے کہ اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکوں۔“

”تم اچانک ایسی کمزوری محسوس کیوں کر رہی ہو؟“

"مجھے شبہ ہے کہ فرہاد علی تیمور یا اس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے اندر آنے والے ہیں۔ مجھ پر تنویمی عمل کر کے اپنی معمولہ اور تابعدار بنانا چاہیں گے۔ اچھا ہوا آپ آ گئے۔ پلیز میرے اندر رہیں۔ میری مدد کریں۔ ان کے ارادوں کو ناکام بنا دیں۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں تمہارے اندر صبح تک رہوں گا۔ کسی کو بھی آنے نہیں دوں گا۔ تم آرام سے لیٹ جاؤ۔"

وہ نڈھال سی ہو کر بستر پر لیٹ گئی پھر ہلکے ہلکے اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ وہ سمجھ نہ سکی کہ سوامی وردان اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔

☆☆☆

میں اپنا فیصلہ سنا کر چلا گیا تھا۔ الپا اور پارس تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر الپا نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

"پاپا کے فیصلے کے بعد کچھ سوچنے کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ وہ جو کہہ رہے ہیں اس پر عمل کرنا ہوگا۔ تم کیا کہتی ہو...... یہ بتاؤ؟"

"میں تم سے اور تمہارے خاندان سے الگ نہیں ہوں۔ پاپا نے مناسب وقت پر بہت ہی مناسب فیصلہ کیا ہے۔ تمہیں ان لڑکیوں سے شادی کرنا چاہیے۔"

"ہم اپنے بزرگوں کے فیصلوں کے سامنے جھکتے ہیں۔ اس لیے تم بھی جھک رہی ہو لیکن سچ کہو کیا یہ بات دل سے کہہ رہی ہو؟"

"پاپا سے کہو کہ وہ میرے اندر کے چور خیالات پڑھیں پتا چل جائے گا کہ میرے اندر حسد جلن نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ میرے پاس میری بہت ہی خوب صورت اور غیر معمولی ذہانت رکھنے والی بیٹی ہے۔ میں اس کو پا کر بہت خوش ہوں۔ اس کی خاطر تمام عمر تمہارے اور پاپا کے کام آتی رہوں گی۔"

"ہاں...... تم میرے کام آؤ گی۔ تب ہی میں شادی کر سکوں گا۔ ورنہ بہت مشکل ہوگی۔ اول تو میں نے ان دونوں لڑکیوں کو نہیں دیکھا ہے۔ انہیں دیکھنا ہے سمجھنا ہے اور یہ سوچنا ہے کہ ان کے ساتھ کیسے ازدواجی زندگی گزاروں گا۔ یہ بات ابھی سے سمجھ میں آ رہی ہے کہ ان کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے تمہارا تعاون بہت ضروری ہے۔ وہ دشمن ان لڑکیوں کے دماغوں میں آتا رہے گا۔ ایسے میں تم ہی اس کے لیے دیوار بن سکو گی اور مجھے اس کی موجودگی سے آگاہ کرو گی۔"

"تمہیں ان لڑکیوں سے ملنا چاہیے۔"

"تم ان کے پاس جا کر کسی بہانے گھر سے نکالو گی تو میں انہیں دیکھ سکوں گا۔ ان سے مل کر ان کے ساتھ باتیں کروں گا۔"

الپا وہاں سے ان لڑکیوں کے پاس گئی۔ ان کے خیالات پڑھے پھر واپس آ کر بولی "ان لڑکیوں کے چچا کے ہاں میلاد کی محفل ہے۔ وہ دونوں وہاں جانے کی تیاری کر رہی ہیں۔ تم بھی فوراً تیار ہو جاؤ۔"

"مجھے کہاں جانا ہوگا؟ یہ شہر ہم سب کے لیے انجانا ہے۔ میں یہاں کے راستے نہیں جانتا ہوں۔"

"تم تیار ہو جاؤ۔ میں پاپا سے کہتی ہوں۔ وہ تمہیں گائیڈ کریں گے اور میں ان دونوں کے دماغوں میں رہوں گی۔"

پھر اس نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے کہا "ہاں بیٹی......! بولو کیا بات ہے؟"

"میں ان لڑکیوں سے پارس کا سامنا کروانا چاہتی ہوں۔ ابھی وہ دونوں اپنے چچا کے گھر ایک مقدس تقریب میں شرکت کرنے جا رہی ہیں۔ میں نے ان کے دماغ میں جن راستوں اور علاقوں کے نام پڑھے ہیں۔ وہ میں آپ کو بتا رہی ہوں۔ آپ ان کے مطابق پارس کو گائیڈ کریں تاکہ وہ اپنی کار میں ان تک پہنچ سکے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ پارس میری بات مان کر ان سے شادی پر راضی ہو گیا ہے اور تم اس سے تعاون کر رہی ہو۔"

"پاپا......! بہت پہلے میں آپ کی بہو تھی لیکن ایک اچھی بہو ثابت نہ ہو سکی مگر اب ثابت کروں گی۔"

"تم ثابت کر چکی ہو۔ خدا تمہیں خوش رکھے۔ تم ان لڑکیوں کے پاس جاؤ میں پارس کے پاس جاتا ہوں۔"

وہ ان علاقوں اور راستوں کے نام بتا کر چلی گئی۔ جہاں سے ان لڑکیوں کو گزرنا تھا۔ میں نے پارس سے پوچھا "کیا تیار ہو؟"

وہ گھر سے نکل رہا تھا اور الوشے سے کہہ رہا تھا "تمہاری ماما یہاں خیال خوانی میں مصروف ہیں۔ میں تھوڑی دیر کے لیے ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ ابھی آ جاؤں گا۔ تم ماما کے پاس رہو۔"

وہ باہر آ کر کار میں بیٹھ گیا پھر میری رہنمائی کے مطابق ڈرائیو کرتے ہوئے جمیلہ اور نبیلہ کی کوٹھی کے قریب پہنچ گیا۔ ادھر وہ دونوں بہنیں کار میں اپنی ماں عاصمہ کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ عبدالرحمن اسٹیئرنگ سیٹ پر تھا اور کار ڈرائیو کرتا ہوا کوٹھی کے احاطے سے نکل رہا تھا۔ الپا ان کے دماغ میں تھی اور یہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ ایسے وقت سوامی

وردان وہاں موجود ہے یا نہیں؟

ایسے میں وہ عبدالرحمن یا عاصمہ میں موجود رہ کر اپنا کوئی کام نہیں نکال سکتا تھا۔ وہ لڑکیاں ایک مذہبی تقریب میں جا رہی تھیں۔ ایسے وقت وہ ان کے مزاج کے خلاف کچھ بولنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے وہاں موجود نہیں تھا۔

الپا نے پارس کے دماغ میں آ کر دیکھا تو اس کے ذریعے دور سے عبدالرحمن کی گاڑی گزرتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ بولی "دیکھو......! وہ لڑکیاں اس کار میں جا رہی ہیں۔ تم اس کے پیچھے جاؤ۔"

وہ کار اسٹارٹ کر کے اس کا پیچھا کرنے لگا۔ الپا نے عبدالرحمن کے اندر پہنچ کر اس کے دماغ بھٹکایا۔ وہ کار ایسے چلانے لگا۔ جیسے اس میں کوئی خرابی ہو گئی ہو۔ گاڑی ہلکے ہلکے جھٹکے کھا رہی تھی۔ وہ غائب دماغ ہو کر خود ہی گاڑی ایسی چلا رہا تھا پھر اس نے گاڑی روک دی۔ عاصمہ نے پوچھا "کیا ہوا......؟"

وہ بولا "کوئی خرابی ہو گئی ہے شاید...... میں ابھی دیکھتا ہوں۔"

وہ گاڑی سے باہر آ کر بونٹ کھول کر اسے چیک کرنے لگا۔ اس کا دماغ الپا کے قبضے میں تھا۔ اس نے الپا کی مرضی کے مطابق گاڑی میں کچھ اور خرابیاں پیدا کر دیں۔ ایسے وقت پارس کار ڈرائیو کرتا ہوا وہاں پہنچ کر رک گیا پھر باہر آ کر عبدالرحمن سے بولا "کیا میں آپ کی کوئی مدد کر سکتا ہوں؟"

وہ بولا "پتا نہیں...... کیا خرابی ہو گئی ہے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

پارس نے اس کار کو چیک کیا پھر کہا "اس میں ایسی خرابیاں ہو گئی ہیں کہ اسے گیراج پہنچانا ہوگا کوئی مکینک ہی اسے ٹھیک کر سکتا ہے۔"

عاصمہ بڑبڑائی "کیا مصیبت ہے۔ ہمیں ایک ضروری جگہ جانا ہے اور یہاں دیر ہو رہی ہے۔"

پارس بولا "میں حاضر ہوں۔ آپ جہاں کہیں گی وہاں پہنچا دوں گا۔"

عبدالرحمن بولا "تمہارا بہت بہت شکریہ۔ آپ میری وائف اور بیٹیوں کو وہاں پہنچا دیں۔ میں گاڑی گیراج میں پہنچا کر کسی ٹیکسی سے ادھر پہنچ جاؤں گا۔"

عاصمہ دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔ دوسرا دروازہ کھول کر وہ دونوں لڑکیاں ایک ساتھ باہر نکلیں تو پارس انہیں حیرانی سے دیکھنے لگا۔ عبدالرحمن بولا "میری لڑکیاں پیدائشی طور پر ایسی ہی ہیں۔ انہیں پہلی بار دیکھ کر سب ہی حیران ہو جاتے ہیں۔"

جمیلہ بولی "ہم عجوبہ ہیں۔ جہاں جاتی ہیں۔ تماشا بن جاتی ہیں۔"

پارس ایک قدم آگے بڑھ کر بولا "میں تم دونوں کو عجوبہ نہیں سمجھ رہا ہوں اور نہ ہی تماشا سمجھ کر دیکھ رہا ہوں۔ تم دونوں بہت اچھی ہو۔ میں پہلی نظر میں متاثر ہو گیا ہوں...... آؤ...... میری گاڑی میں بیٹھو......"

وہ اپنی ماں کے پیچھے چلتی ہوئی پورس کی کار کی طرف بڑھیں۔ وہ ایک دوسرے سے جڑی ہوئی عجیب سی لگ رہی تھیں۔ پورس نے ان کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ الپا ان کے دماغوں میں باری باری جا رہی تھی۔ اس نے نبیلہ کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ وہ نوجوان بہت ہی ہینڈسم اور پرکشش ہے۔

پھر اس نے جمیلہ کے اندر بھی یہی بات پیدا کی۔ ان دونوں نے اسے ذرا اپنائیت سے دیکھا پھر شکریہ ادا کر کے پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئیں۔ پارس نے دروازہ بند کر دیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر کار کو اسٹارٹ کیا پھر اسے آگے بڑھاتے ہوئے عاصمہ سے بولا "آنٹی......! میں اس شہر میں نیا ہوں۔ راستے نہیں جانتا۔ آپ مجھے گائیڈ کریں کہ کہاں کہاں سے گزرنا ہے۔"

عاصمہ بولی "کیا تم کسی دوسرے شہر سے آئے ہو؟"

"دوسرے شہر نہیں۔ دوسرے ملک سے آیا ہوں۔ میں لندن میں رہتا تھا۔ وہاں میرا ایک جنرل اسٹور ہے۔ اچھا خاصا بزنس ہے۔ اچھی خاصی کمائی ہو جاتی ہے۔ شادی کا خیال آیا تو سوچا پاکستان یا ہندوستان جا کر کسی مسلمان لڑکی سے شادی کروں گا۔ میں اسی لیے یہاں آیا ہوں۔ کناٹ پلیس کے قریب ایک بنگلا خریدا ہے۔"

جمیلہ نبیلہ نے ایک دوسرے کو خاموشی سے دیکھا۔ الپا نے ان کے اندر باری باری ایسے احساسات پیدا کیے جیسے وہ جوان ان سے ہی شادی کرنے آیا ہو۔ ایسے احساسات ہر لڑکی کو گدگداتے ہیں۔ ان کے اندر بھی کچھ ایسی ہی گدگدی ہوئی۔ عاصمہ نے پوچھا "کیا یہاں اکیلے ہو؟"

"نہیں۔ میری ایک کزن ہیں۔ وہ اپنی ایک بیٹی کو لے کر یہاں آئی ہیں۔ آپ کسی کے گھر جا رہی ہیں؟"

"ہاں...... میرے دیور کے گھر محفل میلاد ہے۔"

"پھر تو وہاں بہت ہی ایمان افروز ماحول ہوگا؟ اگر مردانہ تقریب ہوتی تو میں بھی شریک ہو جاتا۔"

"مردانہ تقریب ہی ہے۔ تم چاہو تو شرکت کر سکتے ہو۔"

"دراصل میں اسی بہانے یہاں کے مسلمانوں سے ملنا

چاہتا ہوں۔ تاکہ جان پہچان ہو اور ایک دوسرے سے میل محبت بڑھے تو شاید مجھے کسی گھرانے سے شریف زادی کا رشتہ مل جائے۔''

ایسے میں پارس نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ اگر الپا ہوتی یا بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والا کوئی ہوتا تو آ کر مخاطب کرتا لیکن وہاں خاموشی تھی۔ پارس بھی انجان بنا رہا۔

الپا جانتی تھی کہ سوامی وردان پارس کے اندر کسی بھی وقت آ کر اس کے خیالات پڑھے گا اور اس کی اصلیت معلوم کرے گا۔ اس لیے وہ پارس کے اندر آ کر اسے مخاطب نہیں کرتی تھی۔ میں بھی اس سلسلے میں محتاط تھا۔ ادھر سوامی وردان اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس نے اپنے بارے میں جو کہا تھا اسی کے مطابق اسے معلوم ہو رہا تھا کہ پارس کا نام علی اکبر ہے وہ لندن کا رہنے والا ہے اور وہاں اس کا ایک بہت بڑا جنرل اسٹور ہے اور یہاں وہ شادی کی ہی غرض سے آیا ہے اور ابھی ان دونوں بہنوں سے متاثر ہو رہا تھا۔

یہ بات سوامی وردان کے مزاج کے خلاف تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اور ان دونوں میں دلچسپی لے۔ اس نے پارس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ وہ دونوں اس کے قابل نہیں ہیں۔ اگر ان سے شادی کرے گا تو وہ اس کے لیے پرابلم بن جائیں گی۔

پارس نے انجان بن کر سوچا ''یہ میرے اندر کیسی بات پیدا ہو رہی ہے؟ میں تو ان میں بے حد دلچسپی لے رہا ہوں۔ ان سے شادی ایک دلچسپ تجربہ ہوگا۔ ایک سے شادی کروں گا تو دوسری بھی ہو جائے گی۔ ایک کو گلے لگاؤں گا تو دوسری بھی لگ جائے گی۔ ایک میرے بچے کی ماں بنے گی تو دوسری بھی میرے دوسرے بچے کی ماں بن جائے گی۔ اب پتا نہیں...... دونوں ایک ساتھ بچوں کو جنم دیں گی یا آگے پیچھے؟ اب یہ بھی پتا نہیں کہ وہ بچے جڑواں ہوں گے یا الگ الگ؟''

وہ سوامی وردان کو طیش دلانے کے لیے ایسی باتیں سوچ رہا تھا اور وہ واقعی طیش میں آ گیا تھا۔ ناگواری سے سوچ رہا تھا ''ابھی ایک دماغی جھٹکا دوں گا تو حرام موت مر جائے گا۔''

اس نے پارس کو مخاطب کیا ''اے مسٹر علی اکبر! شادی کے خواب نہ دیکھو۔''

پارس نے گاڑی کی رفتار کم کر کے اِدھر اُدھر حیرانی سے دیکھا پھر کہا ''ارے یہ میرے اندر کتے کے بھونکنے کی آواز کہاں سے آ رہی ہے؟''

سوامی وردان نے حیرانی سے یہ بات سنی پھر اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ واقعی اسے کتے کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ اس نے حیران ہو کر سوچا ''یہ کیسے ہو سکتا ہے میں بول رہا ہوں۔ کیا میری آواز کتے جیسی ہے؟''

اس نے پھر پارس سے کہا ''اے مسٹر علی اکبر......! کیا تمہیں میری آواز سنائی نہیں دے رہی ہے؟''

پارس نے سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔ عاصمہ بولی ''کیا بات ہے؟''

وہ بولا ''میرے اندر کوئی بول رہا ہے اور میرا نام لے رہا ہے۔''

سوامی وردان بولا ''ہاں...... میں بول رہا ہوں۔ تمہیں وارننگ دے رہا ہوں ان لڑکیوں کو ان کی منزل تک پہنچا کر دور ہو جاؤ اور ان سے کبھی شادی کا خیال دل میں نہ لاؤ۔''

پارس نے اپنی سیٹ سے پیچھے گھوم کر کہا ''اوہ گاڈ......! میرے اندر کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ میں ان لڑکیوں کو ان کی منزل تک پہنچا کر ان سے دور ہو جاؤں اور ان سے شادی کا خیال بھی دل میں نہ لاؤں۔''

وہ دونوں بہنیں ایک دوسرے کو دیکھ کر شرمانے لگیں۔ عاصمہ بولی ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

پارس بولا ''آنٹی......! دراصل میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ لڑکیاں بہت اچھی ہیں۔ کیا میں ان سے شادی کر سکتا ہوں؟ ایسے ہی وقت کسی نے میرے اندر آ کر کہنا شروع کر دیا کہ مجھے ان سے شادی کا خیال تک بھی دل میں نہیں لانا چاہیے یہ کیا ہے میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے؟''

جمیلہ بولی ''ہماری سمجھ میں آ رہا ہے۔ یہ وہی سوامی وردان ہے۔ یہ تو ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے۔''

نبیلہ بولی ''دیکھ لیں امی......! ہم نے کہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے لیکن آپ مان نہیں رہی تھیں۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی آپ لوگوں کے دماغوں پر قبضہ جما رکھا ہے۔ اسی لیے آپ اور ابو اس کی حمایت کرتے ہیں لیکن اس کے ٹیلی پیتھی کا جادو ہم پر نہیں چل رہا ہے۔''

پارس بولا ''ہاں...... میری سمجھ میں اب آیا کہ یہ ٹیلی پیتھی ہے اور کوئی میرے اندر خیال خوانی کے ذریعے بول رہا ہے۔ چلو...... اس کے بولنے کا ایک فائدہ مجھے پہنچ رہا ہے کہ جو بات میں کہنے سے جھجک رہا تھا۔ وہ اس نے ہی کہہ دی ہے اور میں اب صاف الفاظ میں کہتا ہوں۔ تم دونوں نے پہلی نظر میں ہی مجھے متاثر کیا ہے۔ اگر تمہارے ابو امی کو اعتراض نہ ہو تو میں تمہارا رشتہ مانگنے تمہارے گھر آؤں گا۔''

سوامی وردان نے یہ سنتے ہی اس کے دماغ میں زلزلہ

پیدا کرنا چاہا۔ ایک خیال خوانی کا جھٹکا دیا پھر ردِعمل کا انتظار کرنے لگا۔ زلزلے کے بعد پارس کو چیخنا تھا اور تکلیف سے بری طرح تڑپنا تھا لیکن وہ بیٹھا رہ گیا۔ میں نے اور الپا نے پوری طرح اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اس کی خیال خوانی کی لہریں ایسے وقت بے اثر تھیں۔

پارس بولا ''یہ خیال خوانی کرنے والا پتا نہیں کیا کر رہا ہے؟ میرے دماغ میں گدگدی سی ہو رہی ہے۔''

سوامی وردان اپنی جگہ حاضر ہو کر بڑی حیرانی سے سوچنے لگا ''آخر یہ ماجرا کیا ہے؟ ان بہنوں کی طرح اس شخص کا دماغ بھی عجوبہ ہے۔ کیا میرے خیال خوانی کی لہریں اس پر اثر انداز نہیں ہوں گی؟''

وہ سوچ رہا تھا اور آگے سوچنے کے لیے ابھی بہت کچھ تھا۔ وہ اسے ان دونوں سے دور بھگانا چاہتا تھا لیکن ان لمحات میں پارس نے اسے عارضی طور پر ان دونوں سے دور بھگا دیا تھا۔ وہ ماہر نجوم بھی تھا لیکن اس وقت کسی ستارے کی چال یہ نہیں بتا رہی تھی کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟

وردان اس کے خیالات پڑھ چکا تھا اور اس بات سے مطمئن تھا کہ علی اکبر یعنی پارس کوئی غیر معمولی صلاحیت اپنے اندر نہیں رکھتا ہے۔ ایک عام سا انسان ہے۔ لندن میں اس کا اچھا خاصا کاروبار تھا۔ اب وہ دہلی آ گیا ہے اور وہیں کاروبار کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

وردان کے لیے یہ بات ناقابلِ فہم تھی کہ پارس کا دماغ خیال خوانی کے حملے سے متاثر کیوں نہیں ہوا؟ انسانی دماغ خواہ کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو جب خیال خوانی کے ذریعے ذہنی جھٹکے پہنچائے جاتے ہیں تو مضبوط سے مضبوط دماغ میں بھی زلزلے پیدا ہو جاتے ہیں لیکن پارس کا دماغ یہ ثابت کر رہا تھا کہ انسانی دماغ ایسے بھی ہوتے ہیں جو خیال خوانی کے جھٹکوں سے متاثر نہیں ہوتے۔

وہ سوچ رہا تھا کہ کیا علی اکبر کے دماغ پر ایسا زبردست تنویمی عمل کیا گیا ہے اور اس کے دماغ کو اس طرح لاک کیا گیا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی کے حملوں سے محفوظ رہتا ہے۔

اس نے تھوڑی دیر پہلے اس کے خیالات پڑھے تھے۔ اگر تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا جاتا تو اس کی خیال خوانی کی لہروں کو کبھی اس کے دماغ میں جگہ نہ ملتی اور نہ ہی کبھی وہ اس کے خیالات پڑھ پاتا۔

وہ ٹہلتے ٹہلتے تھک گیا۔ اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ پھر سوچنے لگا ''اس طرح کام نہیں چلے گا۔ مجھے مسلسل اس علی اکبر کے دماغ میں رہ کر معلوم کرنا ہوگا کہ وہ بندہ آخر ہے کیا چیز؟''

وہ پھر اس کے اندر آ گیا۔ خاموش رہ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا اور اس کی باتیں سننے لگا۔ ان جڑواں بہنوں اور ان کی ماں کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ پارس ان دونوں بہنوں سے دلچسپی لے رہا ہے اور ان سے شادی کرنا چاہتا ہے۔

دوسری طرف الپا کبھی جمیلہ اور کبھی نبیلہ کے اندر جا کر انہیں بڑے ہی غیر محسوس طریقے سے پارس کی طرف مائل کر رہی تھی اور وہ دونوں رہ رہ کر اسی کے بارے میں سوچ رہی تھیں۔

ان دونوں کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وردان دشواانتھ پارس کے دماغ میں آ کر اسے پریشان کر رہا ہے۔ دھمکیاں دے رہا ہے اور کسی بھی طرح اسے ان سے دور رکھنا چاہتا ہے۔

نبیلہ نے ہنستے ہوئے پارس سے کہا ''مسٹر علی اکبر...... آپ نے تھوڑی دیر پہلے کیا کہا تھا کہ آپ کے اندر کوئی کتا بھونک رہا ہے۔''

جمیلہ بھی ہنستے ہوئے بولی ''اس کے عقیدت مند اسے دیوتا مانتے ہیں۔ آپ نے ایسے مشہور اور معروف شخص کو کتا کہہ دیا۔ آپ بہت ہی زندہ دل ہیں اور دلیر بھی ہیں۔''

پارس نے انجان بنتے ہوئے کہا ''میں نہیں جانتا کہ میرے اندر آنے والا وہ کون تھا؟ مجھے اس سے کوئی عداوت نہیں ہے۔ اسی نے عداوت شروع کی ہے تو پھر اب باتیں بھی سنے گا اور میرے ہاتھوں ذلت بھی اٹھائے گا۔ اس کے لیے بہتر یہی ہوگا کہ میرے معاملات میں کبھی دخل اندازی نہ کرے۔''

وردان اس وقت ان کے درمیان نہیں تھا۔ کسی کے خیالات نہیں پڑھ رہا تھا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر پارس کے خلاف منصوبہ بنا رہا تھا۔

ادھر جمیلہ اور نبیلہ پارس کو بتا رہی تھیں کہ سوامی وردان کون ہے اور شمالی ہندوستان میں کس قدر مشہور ہے؟

پارس کو پہلے ہی ہم سے وردان کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ وہ ان دونوں بہنوں کی باتیں محض اس لیے سن رہا تھا کہ اس طرح ان سے باتیں کرنے اور بے تکلف ہونے کا موقع مل رہا تھا۔ وہ دونوں اپنی والدہ کے ساتھ اس کی گاڑی میں سفر کر رہی تھیں۔ چالیس منٹ کا سفر تھا۔ ان چالیس منٹوں میں ان بہنوں کو یوں لگ رہا تھا جیسے پارس سے ان کی پرانی شناسائی ہو۔ وہ کوئی بچھڑا ہوا عزیز ہو اسی لیے وہ ان دونوں کو ہر دل عزیز لگ رہا تھا۔

اس نے اپنی کار ایک کوٹھی کے سامنے روک دی۔ وہ

جمیلہ اور نبیلہ کے چچا کی کوٹھی تھی۔ احاطے کے اندر شامیانہ لگایا گیا تھا۔ کوٹھی کے اندر اور باہر مہمانوں اور رشتہ داروں کا ہجوم تھا۔

وہ دونوں جب کار سے اتر کر کوٹھی کے اندر جانے لگیں تو سب ہی انہیں پلٹ پلٹ کر دیکھنے لگے۔ وہ واقعی جہاں جاتی تھیں تماشا بن جاتی تھیں۔

ان کی والدہ عاصمہ بیگم پارس سے کترا رہی تھیں۔ وردان نے عاصمہ اور اس کے شوہر پر تنویمی عمل کر کے انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنالیا تھا' لہٰذا وہ وردان کی مرضی کے مطابق پارس کو ناپسند کر رہے تھے اور اس وقت عاصمہ چاہتی تھی کہ وہ انہیں وہاں پہنچانے کے بعد چلا جائے۔ اس کی بیٹیوں کے قریب نہ رہے۔

پارس نے کہا" جمیلہ نبیلہ! میں چاہتا ہوں کہ ابھی یہاں سے نہ جاؤں۔ تمہارے ڈیڈی گاڑی کی مرمت کروانے گئے ہیں۔ ہوسکتا ہے مرمت نہ ہوسکے تو میں واپسی میں تمہیں گھر پہنچادوں گا۔"

عاصمہ نے کہا" آپ تکلیف نہ کریں۔ ہم ٹیکسی سے چلے جائیں گے۔"

جمیلہ نے کہا" نہیں امی...... یہ یہاں رہنا چاہتے ہیں انہوں نے کہا ہے کہ اس ملک میں شادی کرنے اور لڑکی پسند کرنے آئے ہیں۔ ہوسکتا ہے انہیں اس محفل میں کوئی اچھی سی لڑکی پسند آجائے۔"

پارس نے مسکرا کر کہا" میں نے تو تم دونوں کو پسند کرلیا ہے اب اور کسی کو پسند کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔"

دونوں کے سر شرم سے جھک گئے۔ وہ شرما رہی تھیں' زیرِ لب مسکرا رہی تھیں' خوش ہو رہی تھیں۔ اماں نے ان دونوں کو گھور کر دیکھا پھر کہا" اندر چلو۔"

نبیلہ نے کہا" آپ جائیں ہم ابھی آجائیں گی۔"

نبیلہ نے پارس سے کہا" آپ تو بڑے بے باک ہیں۔ نہ ہمیں سمجھا' نہ ہمارے خاندان کے بارے میں کوئی معلومات حاصل کیں اور نہ ہی اپنے بارے میں کچھ معلوم ہونے دیا۔ یوں بنا سوچے سمجھے ہم سے شادی کا فیصلہ نہ کریں ہوسکتا ہے بعد میں پچھتانا پڑے۔"

" آج ہماری پہلی ملاقات ہوئی ہے اور ملاقات ہوتے ہی ایک رقیب پیدا ہوگیا۔ تمہارے بیان کے مطابق وہ بہت زبردست ہے اور ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے یہ تو میں بھی دیکھ چکا ہوں کہ وہ میرے اندر بول رہا تھا۔ تم درست کہہ رہی ہو' تم دونوں سے شادی کے بعد مجھے پچھتانا پڑے گا' کوئی بات نہیں میں پچھتانے کی خاطر ہی شادی کروں گا۔"

وہ دونوں شرما رہی تھیں۔ وہ اس وجہ سے جھینپ رہی تھیں کہ آس پاس عورتوں' مردوں کی بھیڑ لگ رہی تھی۔ وہ سب ان جڑواں بہنوں کو تعجب اور دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔

وہ دونوں پارس کی موجودگی میں تماشا بننا نہیں چاہتی تھیں۔ دوسرے یہ کہ سب کی موجودگی میں شادی کی بات پر شرما رہی تھیں۔

پارس نے کہا" تمہیں اندر جانا چاہیے پھر کسی وقت ملاقات ہوگی۔ میں یہیں رہوں گا۔"

نبیلہ نے کہا" یہاں مہمانوں اور رشتہ داروں کے لیے تین حصے کیے گئے ہیں۔ ایک حصہ مردوں کے لیے ہے اور دوسرا حصہ ان خواتین کے لیے جو پردہ کرتی ہیں۔ تیسرے حصے میں مرد اور خواتین ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ وہاں کسی طرح کی پردہ داری نہیں ہے۔ لہٰذا ہم وہاں آتی جاتی رہیں گی آپ سے بھی ملاقات ہوتی رہے گی۔"

وہ دونوں وہاں سے چلتی ہوئی کوٹھی کے اندر چلی گئیں۔ پارس وہاں سے ٹہلتا ہوا شامیانے کے نیچے آکر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

وردان اپنے طور پر خیال خوانی میں مصروف تھا۔ کبھی باپ کے اور کبھی ماں کے دماغ میں آکر انہیں سمجھا رہا تھا کہ وہ اس اجنبی جس نے انہیں اپنی کار میں لفٹ دے کر یہاں تک پہنچایا ہے' اس سے دوستی نہ کی جائے وہ کوئی بہت ہی چال باز ہے۔ ان بہنوں کو ان سے دور رکھا جائے۔

ان جڑواں بہنوں کے باپ کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ وہ گیراج میں اپنی کار لے جا کر اس کی مرمت کروا رہا تھا اور اپنے اندر وردان کی باتیں سن رہا تھا۔

وہ بولا" میں آپ کا تابعدار ہوں۔ آپ جو کہیں گے وہی ہوگا۔ میری بیٹیوں کی شادی صرف آپ کے ساتھ ہوگی۔ میں ابھی وہاں جاؤں گا تو اس نوجوان سے صاف صاف باتیں کروں گا اور اس سے کہہ دوں گا کہ میری بیٹیاں آپ سے منسوب ہوچکی ہیں اس لیے وہ چپ چاپ اپنے گھر کا راستہ لے اور ہمارے پیچھے نہ پڑے۔"

وردان نے ان جڑواں بہنوں کے ماں باپ کو اچھی طرح اپنی مٹھی میں کر رکھا تھا۔ اس لیے وہ دونوں آئندہ اس کی حمایت میں ہی بولنے والے تھے۔

اب وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر پارس کے بارے میں سوچ رہا تھا' پریشان ہو رہا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے زلزلے نے اس کے دماغ کو متاثر کیوں نہیں کیا تھا؟

وہ جانتا تھا بعض انسانوں کے دماغ فولاد کی طرح مستحکم ہوتے ہیں۔ ان پر خیال خوانی کی لہریں اثر انداز نہیں ہوتیں۔ وہ یہی بات تو معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا اس شخص علی اکبر (پارس) کا دماغ بھی فولادی ہے اور اگر ہے تو کیا وہ پیدائشی ایسا ہے؟ یا اس نے ایسی کوئی غیر معمولی صلاحیت حاصل کی ہے۔ جس کے ذریعے وہ ٹیلی پیتھی کے حملوں سے محفوظ رہتا ہے؟

اس نے سوچا" مجھے پھر اس کے دماغ میں جا کر خاموشی سے اس کے چور خیالات کو پڑھنا ہوگا۔ اگرچہ اس کا دماغ غیر معمولی ہے تاہم وہ خیال خوانی کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے پچھلی بار جب میں نے اسے مخاطب کیا تھا تب اسے پتا چلا تھا کہ کوئی خیال خوانی کے ذریعے بول رہا ہے۔"

دوسرے ہی لمحے پارس نے اپنے اندر اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن انجان بنا رہا۔ وہ چور خیالات کے خانے میں گھس رہا تھا اور پارس کے اندر یہ سوال پیدا کر رہا تھا کہ اس کا دماغ پیدائشی طور پر غیر معمولی ہے یا اس نے بڑی محنت اور ریاضت سے اپنے دماغ کو فولاد بنایا ہے؟

پارس نے یہ تاثر دیا کہ اس کی سوچ کی لہریں آپ ہی آپ بول رہی ہیں اور وہ بول رہا تھا" میرا دماغ پیدائشی طور پر مضبوط اور غیر معمولی نہیں ہے اور نہ ہی میں نے محنت اور ریاضت سے اسے غیر معمولی اور مستحکم بنایا ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا" پھر یہ اس قدر فولادی کیسے بنا؟"

اس کے چور خیالات نے کہا" کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے' جیسا ہم سوچتے بھی نہیں ہیں۔ بات یہ ہے کہ میرے ڈیڈی شیر کے بہت مشہور شکاری تھے۔ وہ اتنے شوقین تھے کہ ہر سال چھ ماہ کے لیے افریقہ کے جنگلوں میں جاتے تھے اور ہر سال ایک آدھ شیر مار کر ضرور لاتے تھے۔"

اس کی سوچ کی لہروں نے کہا" میں شیر کے بارے میں نہیں۔ تمہارے اس دماغ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں؟"

" شیر کا تعلق بھی میرے دماغ سے ہی ہے۔ ہوا یہ تھا کہ جب میں پندرہ برس کا تھا تو میرے ڈیڈی مجھے بھی ایک بار افریقہ کے جنگلوں میں لے گئے۔ یہ ہماری بدنصیبی تھی یا خوش نصیبی کہ ہم ایک جگہ جنگل میں بھٹک گئے تھے۔ وہاں سے نکلنے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ دو دن تک بھوکے پیاسے رہے۔ ہماری تو حالت خراب ہوگئی تھی۔ شکار کرنے کے لیے کوئی جانور بھی نہیں مل رہا تھا۔ اگر ملتا تو ہم اسی کا گوشت بھون کر کھاتے اور اپنی بھوک کو مٹاتے۔"

پارس نے اسے من گھڑت کہانی میں الجھاتے ہوئے کہا " آخر ایک شیر اپنی مادہ کے ساتھ دکھائی دیا۔ ڈیڈی نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر گولی چلائی۔ شیرنی تو چھلانگ لگا کر نکل گئی مگر شیر مارا گیا۔ میرا بھوک سے برا حال تھا۔ ڈیڈی نے فوراً ہی شیر کی کھال اتاری گوشت بنایا اور الاؤ جلا کر گوشت بھوننے لگے اور خوب اچھی طرح گلانے کے بعد مجھے کھانے کو دیا۔"

اس کی سوچ کی لہروں نے سوال کیا" کیا تم نے شیر کا گوشت کھایا ہے؟"

پارس کے چور خیالات نے کہا" صرف گوشت ہی نہیں کھایا۔ بلکہ شیر کا سوپ بھی پیا ہے آہ بے چاری شیرنی۔"

اس نے پوچھا" شیرنی کے لیے افسوس کیوں کر رہے ہو؟ اسے کیا ہوا تھا؟"

" رات کی تاریکی میں ڈیڈی اور میں نے اس کے رونے اور کراہنے کی آوازیں سنیں تو ہم دبے قدموں اس کے پاس گئے وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ بھاگنا چاہتی تھی مگر ڈیڈی نے کہا کہ گھبراؤ نہیں' ہم تمہیں گولی نہیں ماریں گے بھوک سے مجبور تھے اس لیے تمہارے شوہر کو مار کر اس کا گوشت کھایا ہے۔"

سوامی وردان نے ناگواری سے کہا" کیا بکواس کر رہے ہو؟ کیا تمہارے باپ نے شیرنی سے گفتگو کی تھی؟ کیا وہ انسانی زبان سمجھ سکتی تھی؟"

" میں نے یہ کب کہا کہ ڈیڈی نے زبان سے یہ گفتگو کی تھی؟ کیا جانور اشاروں کی زبان نہیں سمجھتے ہیں اور جانوروں کی حرکتوں سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟"

وہ قائل ہو کر بولا" ہاں...... اس طرح بات سمجھی جاسکتی ہے اور سمجھائی جاسکتی ہے لیکن مجھے اس غیر معمولی دماغ کے بارے میں بتاؤ۔"

" چپ چاپ خیالات پڑھتے رہو گے تو بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔"

وہ چپ رہا۔ پارس کے خیالات نے کہا" وہ رات بہت اداس تھی۔ ہوائیں ایسی شائیں شائیں چل رہی تھیں۔ جیسے شیر کی موت پر ماتم کر رہی ہوں۔ شیرنی زار و قطار رو رہی تھی۔ میرے ڈیڈی نے اس کی زلفوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا" صبر کرو ایک دن تو سب کو اس دنیا سے جانا ہوتا ہے۔"

وہ روتے ہوئے ہچکیاں لیتے ہوئے بولی" میں شیر کے بغیر کوئی رات نہیں گزارتی تھی۔ آج کی رات کیسے گزاروں گی؟"

وردان نے کہا" دیکھو...... یہ چور خیالات بالکل بکواس

ہیں۔ وہ شیرنی ایسی باتیں کیسے کر سکتی تھی؟"

پارس کے خیالات نے کہا "کیا کسی کے چور خیالات کبھی جھوٹ بول سکتے ہیں؟ یہ بات پہلے بھی کہی جا چکی ہے کہ وہ زبان سے نہیں بول رہی تھی اور نہ ہی ڈیڈی زبان سے بول رہے تھے۔ شیرنی کی روتی ہوئی اداؤں سے سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے؟ اور ڈیڈی کی تو ساری زندگی ہی شیروں اور شیرنیوں کے ساتھ گزری تھی۔ وہ جانوروں کی حرکتوں سے ان کے ارادوں کو اتنی وضاحت کے ساتھ سمجھ لیتے تھے جیسے ان سے باتیں کر رہے ہوں۔"

اس کی سوچ نے کہا "کیا مشکل ہے؟ میں صرف اتنا معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس کا دماغ ٹیلی پیتھی کے حملوں سے متاثر کیوں نہیں ہوتا ہے؟ لیکن اس کے چور خیالات میرے ایک سوال کا جواب دینے کے لیے اس کی اور اس کے باپ کی پوری ہسٹری سنا رہے ہیں۔"

پارس کے چور خیالات نے کہا "میرے ڈیڈی کو شیرنی سے ہمدردی ہوگئی۔ انہوں نے کہا تم فکر نہ کرو میں تمہارے ساتھ رات گزاروں گا۔ تم شیر کی کمی محسوس نہیں کرو گی۔ پھر میرے ڈیڈی نے مجھے درخت کے اوپر سونے کے لیے بھیج دیا اور خود ساری رات اس درخت کے نیچے شیرنی کے ساتھ گزارتے رہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "لعنت ہے اس شیرنی پر اور تمہارے باپ پر مجھے بس اتنا بتا دو کہ تمہارا یہ دماغ فولادی کیسے ہو گیا؟"

"لعنت ہے تمہاری عقل پر...... اب بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں نے شیر کا گوشت کھایا ہے۔ اس کے گوشت کا سوپ بھی پیا ہے تو پھر میرا دماغ کس قدر مضبوط اور ناقابل شکست ہوگا۔ کیا تم اندازہ نہیں لگا سکتے صرف دماغ ہی نہیں میں جسمانی طور پر بھی اتنا طاقتور ہوں کہ جس کے منہ پر بھی گھونسا مارتا ہوں۔ اس کی بتیسی باہر آ جاتی ہے۔ اس وقت تم میرے دماغ میں ہو لیکن تم خیال خوانی کے ذریعے بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

وہ چونک کر بولا "کیا تم اتنی دیر سے مجھے اپنے اندر محسوس کر رہے ہو؟"

"اور کیا مجھے اناڑی سمجھ رہے ہو؟ میں خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہوں لیکن انجان بن کر رہتا ہوں۔"

"تم ان دو بہنوں کے لیے انجان بن جاؤ اور ان سے دور ہو جاؤ۔ یہی تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ تمہیں بے وقت موت نہیں آئے گی تم لمبی عمر جی سکو گے۔"

"ایک بہت بڑے نجومی نے میرا ہاتھ دیکھ کر کہا تھا کہ میں بے وقت نہیں مروں گا۔ بلکہ دشمنوں کو ان کی موت سے پہلے بے وقت موت کے گھاٹ اتارا کروں گا۔"

"تم احمق ہو۔ اتنا کیوں نہیں سوچتے کہ کسی ایک سے نہیں بلکہ دو سے شادی کرنا چاہتے ہو؟ بیک وقت دونوں کے ساتھ سہاگ رات کیسے گزارو گے؟ یہ تمہارے لیے ناممکن ہوگا۔"

"یہ تمہارے لیے تو ناممکن ہو سکتا ہے میرے لیے کبھی نہیں ہوگا میرے باپ نے تو شیرنی کے ساتھ رات گزاری تھی تو کیا بیٹا انسان کی بچیوں کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکے گا؟"

"تم بکواس کر رہے ہو۔ میں بڑے آرام سے سمجھا رہا ہوں اگر نہیں سمجھو گے اور ان لڑکیوں کا پیچھا نہیں چھوڑو گے تو پھر میں انتقامی کارروائی پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

"اچھا...... تو ابھی تک تم مجبور نہیں ہوئے؟ تقریباً ایک گھنٹا پہلے تم نے میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی جس میں ناکام رہے تھے۔ اس کے بعد اور کیا انتقامی کارروائی کرو گے؟ بہرحال تم جو چاہو وہ کرو مگر یہاں سے جاؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی تو وردان دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہ اس بات پر جھنجلانے لگا کہ پارس اس سے مرعوب نہیں ہو رہا تھا۔ فی الحال اسے اتنا معلوم ہو گیا تھا کہ اس کا دماغ شیر کا گوشت کھانے اور اس کا سوپ پینے کے باعث فولادی ہو گیا ہے۔

اس کے سامنے فوری طور پر پارس کو ان جڑواں بہنوں سے دور رکھنے کا یہی ایک راستہ تھا کہ اس پر قاتلانہ حملہ کروائے وہ کسی بھی کرائے کے قاتل کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے قبضے میں کر کے اس پر حملہ کرا سکتا تھا۔

وہ جمیلہ اور نبیلہ کی والدہ عاصمہ کے دماغ میں آ گیا۔ اس کے ذریعے دیکھنے لگا کہ وہاں کسے اپنا آلہ کار بنا سکتا ہے؟ وہاں ایسے رشتے دار بھی تھے جو جمیلہ اور نبیلہ کو دیکھ کر للچاتے تھے۔ انہیں حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن شادی کر کے انہیں تمام عمر کے لیے گلے میں ڈھول بنا کر لٹکانا نہیں چاہتے تھے۔

وردان وشوانا تھ ایسے دو شر پسندوں کے دماغوں میں جانے لگا۔ ان میں سے ایک ان جڑواں بہنوں کے چچا کا بڑا بیٹا تھا اور دوسرا دور کے رشتے سے بہنوئی لگتا تھا۔

ان دونوں نے ان بہنوں سے پوچھا "یہ تمہارے ساتھ اجنبی کون ہے؟"

نبیلہ نے کہا "وہ ایک مسلمان ہے بہت ہی شریف

انسان ہے۔ ہماری گاڑی راستے میں خراب ہو گئی تھی اس نے اپنی گاڑی میں ہمیں یہاں پہنچایا ہے۔"

ان کے بہنوئی نے کہا "یہاں تک پہنچانے کے بعد یہاں چپک کر ہی کیوں رہ گیا ہے اسے چلے جانا چاہیے۔"

جمیلہ نے ناگواری سے پوچھا "آپ کو کیا تکلیف ہو رہی ہے؟ یہ محفل اگر آپ کو گراں گزر رہی ہے تو یہاں سے چلے جائیں۔"

وہ غصے سے بولا "میں اس گھر کا داماد ہوں اور تم مجھے جانے کے لیے کہہ رہی ہو؟"

ان بہنوں کے کزن نے کہا "یہ ہمارے دولہا بھائی ہیں! نہیں جائیں گے۔ وہ بن بلایا مہمان جائے جو تم لوگوں کا پیچھا کرتا ہوا آیا ہے۔ ہم خوب سمجھتے ہیں نادان نہیں ہیں۔"

نبیلہ نے پوچھا "آپ کیا سمجھتے ہیں؟ کیوں فضول باتیں کر رہے ہیں؟"

بہنوئی نے کہا "یہاں ایک مقدس اجتماع ہو رہا ہے، نیک اور عبادت گزار لوگ آ رہے ہیں۔ یہ کوئی نائٹ کلب نہیں ہے کہ تم اپنے کسی عاشق کو پیچھے لگا کر یہاں لے آؤ۔"

وہ دونوں اس الزام پر تلملا گئیں۔ ایک نے غصے سے کہا "آپ سراسر بکواس کر رہے ہیں۔ ہمیں ایک شریف آدمی کے ساتھ بدنام کر رہے ہیں۔"

دوسرے رشتے دار بھی یہ باتیں سن رہے تھے۔ ایک خاتون نے ان کی والدہ عاصمہ سے کہا "اعتراض تو درست ہے۔ آخر ان لڑکیوں کے پیچھے کوئی اجنبی یہاں کیوں آیا ہے؟"

اگرچہ عاصمہ کو پارس کی آمد پر اعتراض تھا۔ وہ تو چاہتی تھی کہ وہ اس کی بیٹیوں سے دور چلا جائے لیکن وہاں وہ تمام رشتے داروں کے سامنے بیٹیوں کو کمتر ثابت کرنا نہیں چاہتی تھی نہ ہی ان پر کوئی الزام گوارہ کر سکتی تھی۔

وہ بولی "ایک شخص نیک نیتی سے یہاں آیا ہے۔ اس پر آپ اعتراض نہ کریں۔ رہی میری بیٹیوں کی بات تو یہ نہ کسی سے دل لگا رہی ہیں نہ ہی یہ آپ کی بیٹیوں کی طرح اتنی ماڈرن ہیں کہ کسی سے بھی عشق کرتی پھریں۔"

عاصمہ کی اس بات نے دوسرے رشتے داروں کو بھڑکا دیا۔ سب کہنے لگے کہ وہ ان کی بیٹیوں پر کیچڑ اچھال رہی ہے۔

عاصمہ نے کہا "اور میری بیٹیوں پر جو کیچڑ اچھالی جا رہی ہے۔ اس کا کسی کو احساس نہیں ہے؟ ایک تو ہم برسوں سے انتظار کر رہے ہیں کہ اتنے رشتہ داروں کے درمیان سے کسی نہ

کسی کا رشتہ ہماری بیٹیوں کے لیے آئے گا لیکن ان سے کوئی شادی کرنا نہیں چاہتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میری بیٹیاں گئی گزری ہیں۔ ان کے لیے ایک سے ایک رشتہ آتا ہے۔"

ایک اور خاتون نے جل کر کہا "اسی لیے کسی ہندو کا رشتہ آیا ہے اور آپ اپنی بیٹیوں کو اس ہندو سے بیاہنا چاہتی ہیں۔"

عاصمہ نے کہا "ہاں...... بیاہنا چاہتی ہوں۔ اس لیے کہ تم سب بے حس ہو۔ تم سے کہا جا چکا ہے کہ اگر ہمارے خاندان یا خاندان سے باہر سے کسی مسلمان کا رشتہ نہیں آئے گا تو ہم مجبور ہو کر ان لڑکیوں کو اسی ہندو سے بیاہ دیں گے۔ اگر آپ میں ذرا بھی شرم و غیرت ہے تو ان لڑکیوں کو کسی ہندو کے گھر جانے سے روک لیں۔ انہیں اپنی بہو بنائیں لیکن میں جانتی ہوں ایسا نہیں ہوگا صرف باتیں بنائی جائیں گی صرف کیچڑ اچھالی جائے گی۔"

ان کے لڑائی جھگڑے کی خبر کوٹھی کے باہر بھی پہنچ گئی تھی۔ کتنے ہی بزرگ وہاں آ رہے تھے اور اس جھگڑے کو ختم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

جمیلہ نے کہا "ہم اپنے تمام بزرگوں کے سامنے کہتی ہیں کہ وہ شخص جو ہمیں یہاں چھوڑنے آیا ہے بے شک وہ ہم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اگرچہ ہمارے خاندان سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے وہ لندن سے یہاں آیا ہے تو کیا وہ ایک ہندو سے بہتر نہیں ہے؟"

نبیلہ نے کہا "نہیں...... آپ لوگوں کو کسی پہلو سے قرار نہیں آئے گا۔ آپ لوگ ہمیں بہو بنا کر اپنے گھر کبھی نہیں لے جائیں گے اور اگر باہر سے کوئی رشتہ آئے گا تو اس پر بھی بے جا تنقید کریں گے۔ اسے ہم سے بدظن کر کے دور بھگا دیں گے اور ہمیں مجبور کریں گے کہ ہم کسی ہندو کے گھر بیاہ کر چلی جائیں۔ کیا یہی شرافت اور غیرت ہے؟"

پارس نے ان کے درمیان آ کر کہا "میری وجہ سے یہاں لڑائی جھگڑا نہیں ہونا چاہیے لیکن ان دو بہنوں سے انصاف ضرور ہونا چاہیے۔ آپ سب ہی ماشاءاللہ سمجھدار ہیں۔ دین ایمان والے ہیں پہلے ان کے والدین سے پوچھیں کیا وہ کسی ہندو سے متاثر ہیں؟ کیا اس کی طرف اس قدر مائل ہیں کہ اسے اپنا داماد بنانے کے لیے تیار ہیں؟"

عبدالرحمٰن گاڑی مرمت کروا کر لے آیا تھا۔ اس نے کہا "یہ اچھا موقع ہے۔ اس وقت یہاں سب ہی مسلمان بھائی موجود ہیں۔ ہم سب خدا سے ڈرتے ہیں۔ میں نے

اپنے بھائی سے بہن سے اور دوسرے رشتے داروں سے کہا ہے کہ جو بھی میری بیٹیوں کا رشتہ مانگنے آئے گا میں قبول کرلوں گا۔"

اس نے ذرا خاموش ہوکر تمام بزرگ خواتین وحضرات کو دیکھا پھر کہا" مجھے بہت افسوس ہے۔ برسوں گزر گئے ہیں۔ کسی نے آکر یہ بھی نہیں پوچھا کہ کسی کا رشتہ میری بیٹیوں کے لیے آرہا ہے یا نہیں؟ یا وہ خود کوئی کوشش کررہے ہیں یا نہیں؟ آخر مجبور ہوکر میں نے کہا ہے کہ اگر ایک ہفتے کے اندر میرے رشتے داروں میں سے یا کسی بھی مسلمان خاندان سے رشتہ نہ آیا تو میں اس ہندو کے گھر انہیں بیاہ دوں گا۔ جہاں سے رشتہ آچکا ہے۔"

وردان اس کے دماغ میں تھا اور اس کی باتیں سن کر خوش ہورہا تھا' کیونکہ وہ اسی کی مرضی کے مطابق بول رہا تھا اور اپنے لوگوں کو قائل کررہا تھا وہ بہت مجبور ہوکر ایسا کرنے والا ہے۔

عبدالرحمٰن بھی یہ سمجھ رہا تھا کہ نہ کہیں سے ان جڑواں بیٹیوں کا رشتہ آئے گا اور نہ ہی وہ انہیں کسی مسلمان گھرانے میں بیاہ سکے گا۔ لہٰذا ان بدنصیب بیٹیوں کے نصیب میں یہی لکھا ہے کہ انہیں کسی ہندو کے گھر بیاہ کر جانا ہے تو پھر وہ وہیں جائیں گی۔

وہ اپنے رشتے داروں کے درمیان سے گزرتے ہوئے بولا" اب بھی وقت ہے میں انتظار کررہا ہوں۔ ابھی آپ مسلمانوں کے لیے بھی وقت ہے۔ آپ کس انتظار میں ہیں؟ کیا اس انتظار میں ہیں کہ میں تھک ہار جاؤں؟ تمام مسلمانوں کی طرف سے مایوس ہوجاؤں اور اس ہندو سے ان لڑکیوں کو بیاہ دوں؟ اور جب میں ایسا کروں گا تو آپ سب مجھ پر لعن طعن کریں گے۔ اپنی کمزوری بے حسی خودغرضی کوئی نہیں دیکھے گا۔ سب ہی ہمیں نظر انداز کرتے رہیں گے اور خاموش تماشائی بن کر رہیں گے۔"

لڑکیوں کی والدہ عاصمہ نے کہا" اور جب ہم انہیں بیاہ کر ہندو گھرانے میں پہنچادیں گے تو پھر سب ہمیں طعنے دیں گے۔ برا بھلا کہیں گے ہم پر کیچڑ اچھالتے رہیں گے۔"

ان جڑواں بہنوں کے کزن نے کہا" بزرگو! اتنی لمبی باتیں کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ آپ کی بیٹیاں تو اپنے رشتہ کو ساتھ لیے پھرتی ہیں۔ اس وقت بھی وہ یہاں سب کے سامنے موجود ہے۔"

اس گھر کے داماد نے کہا" عجیب تماشا ہے۔ بیٹیاں مسلمان عاشق کو لیے پھرتی ہیں اور ماں باپ ان کی شادی ہندو سے کرانا چاہتے ہیں اور شریف خاندان والوں سے توقع کرتے ہیں کہ ان عاشق مزاج لڑکیوں کا رشتہ مانگنے آئیں گے۔ اونہہ......"

ایک بزرگ نے کہا" خواہ مخواہ کسی پر کیچڑ نہ اچھالو۔ یہ عاشق مزاج ہیں یا نہیں یہ تو خدا بہتر جانتا ہے۔ تم کسی کی عیب جوئی کرنے والے کون ہوتے ہو؟ خبردار! آئندہ بزرگوں کے سامنے زبان درازی نہ کرنا۔"

پھر ایک بزرگ نے عبدالرحمٰن سے پوچھا" یہ جوان کون ہے جو تم لوگوں کے ساتھ یہاں آیا ہے؟"

اس نے اور اس کی بیوی نے بتایا کہ راستے میں گاڑی خراب ہوگئی تھی تو اس جوان نے یہاں تک لفٹ دی ہے اور ہمارے کہنے پر اس متبرک تقریب میں شریک ہورہا ہے یہ یہاں نیک نیتی سے آیا ہے اور اسے عاشق کہہ کر خواہ مخواہ بدنام کیا جارہا ہے۔

وہاں جتنے عبادت گزار اور انصاف پسند افراد تھے۔ وہ سب عبدالرحمٰن اور اس کی جڑواں بیٹیوں کی حمایت میں بولنے لگے اور انہیں بدنام کرنے والوں پر لعن طعن کرنے لگے۔ پھر انہیں دھمکی دی کہ آئندہ ایسی کوئی بات کی جائے گی تو انہیں اس محفل سے باہر نکال دیا جائے گا اور آئندہ ان سے کوئی تعلق بھی نہیں رکھا جائے گا۔

وردان چاہتا تھا کہ کسی طرح پارس کو وہاں سے دور کردیا جائے لیکن وہاں اس کے برعکس ہورہا تھا۔

اس نے اس گھر کے داماد کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے کہا" ہم خواہ مخواہ ان جڑواں بہنوں پر کیچڑ نہیں اچھال رہے ہیں۔ یہ جوان یہاں آپ سب کے سامنے قسم کھا کر بتائے کہ کیا یہ ان دونوں سے دلچسپی نہیں رکھتا ہے؟"

ان جڑواں بہنوں کے مخالف کزن نے کہا" اس جوان سے پوچھا جائے کہ کیا یہ اس محفل کے بعد یہاں سے چلا جائے گا؟"

تمام حاضرین نے پارس کی طرف دیکھا۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے کہا" اگر آپ حضرات کا حکم ہوگا تو یہاں سے جانے کے بعد کبھی عبدالرحمٰن صاحب اور ان کی فیملی کی طرف واپس نہیں آؤں گا۔ میں آپ حضرات کو اپنے بارے میں مختصراً یہ بتادوں کہ میری زندگی یوکے میں گزری ہے۔ وہاں میرا اچھا خاصا کاروبار اب بھی ہے لیکن میں یہاں مستقل رہنے کے لیے آیا ہوں۔ یہاں میں نے ایک بنگلا خریدا ہے اور یہاں کاروبار بھی شروع کردوں گا اور یہ ارادہ کرکے آیا ہوں کہ ہندوستان میں ہی کسی شریف گھرانے کی مسلمان لڑکی سے شادی کروں گا۔"

اس نے ایک ذرا چپ ہوکر سب کو دیکھا پھر اس نے پوچھا" میں کسی گھرانے میں کسی کی صاحبزادی کا رشتہ مانگنے جاؤں تو کیا یہ غلط ہوگا؟"

سب نے باری باری کہا" ہرگز نہیں...... تم معاشی اعتبار سے مضبوط ہو۔ اپنی زندگی آپ گزار رہے ہو۔ تمہیں شادی کرنے اور ازدواجی زندگی گزارنے کا پورا حق ہے' تم کسی بھی شریف خاندان کی لڑکی کا رشتہ مانگ سکتے ہو۔"

پارس نے ایک گہری سانس لی۔ ان جڑواں بہنوں کی طرف دیکھا۔ دونوں نے نظریں جھکالیں پھر وہ بزرگوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا" میں آپ حضرات کی موجودگی میں عبدالرحمٰن صاحب سے ان کی بیٹیوں کا رشتہ مانگتا ہوں۔ اس سلسلے میں ہاں کہنے کی کوئی جلدی نہیں ہے۔ پہلے میرے متعلق اچھی طرح چھان بین کی جائے۔ جب یہ یقین ہوجائے کہ میں ایک شریف گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں اور خود پر انحصار کرتا ہوں کسی کا محتاج نہیں ہوں۔ ان لڑکیوں کو ہمیشہ خوش رکھوں گا۔ تب آپ حضرات اس رشتے کے سلسلے میں میری درخواست کو منظور کرلیں۔"

سب ہی نے تائید میں سرہلاتے ہوئے کہا" بے شک...... بے شک...... تمہارے بارے میں پوری طرح تحقیقات کی جائیں گی۔ تم ہمارے خاندان کے معیار پر پورے اترو گے تو ضرور ان لڑکیوں سے تمہارا نکاح پڑھایا جائے گا۔"

عبدالرحمٰن پریشان ہوگیا۔ کیونکہ اس کے اندر وردان اسے پریشان کررہا تھا وہ بولا" نہیں...... میں بیٹیوں کا باپ ہوں مجھ سے بھی پوچھا جائے۔"

ایک بزرگ نے پوچھا" تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں باہر سے آنے والے کسی بھی شخص کا رشتہ قبول نہیں کروں گا۔ باہر بہت فراڈ ہوتا ہے۔ ہم کسی کے بارے میں پوری طرح تحقیقات نہیں کرسکیں گے۔ کہیں نہ کہیں دھوکا ضرور کھائیں گے۔ اس لیے مجھے یہ رشتہ ابھی سے نامنظور ہے۔"

پارس نے کہا" میں آپ حضرات کے سامنے ایک حقیقت بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جس ہندو کا رشتہ ان بہنوں کے لیے آیا ہے وہ کالا جادو اور ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس نے اپنے جادو کے ذریعے عبدالرحمٰن اور ان کی وائف کو اسیر کررکھا ہے یہ دونوں اسی کے بس میں ہیں۔ اس کی مرضی کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کرسکتے۔ یقین نہ ہو تو ابھی آپ لوگ آزما کر دیکھ لیں۔ میرا رشتہ نامنظور کرکے ابھی اپنے خاندان میں سے کسی جوان کا رشتہ ان سے طلب کریں یہ کبھی قبول نہیں کریں گے۔ کیونکہ اس ہندو شخص کا جادو ان کے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔"

ایک بزرگ نے پوچھا" عبدالرحمٰن! ہم یہ کیا سن رہے ہیں؟ تم اگر کسی کے کالے جادو کے زیر اثر ہو تو ہمیں افسوس ہے کہ ہم ان معصوم بچیوں کی شادی اس ہندو سے کبھی نہیں ہونے دیں گے۔ چاہے ہماری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔"

پارس نے کہا" میں ابھی یہاں ان دونوں بہنوں کے مستقبل کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہوں۔ یہاں میری ایک کوٹھی ہے میں ایک ہفتے کے اندر وہ کوٹھی ان کے نام لکھ دوں گا اور ان کے بینک اکاؤنٹ میں بھی پانچ کروڑ روپے جمع کرادوں گا۔ کیا اس کے بعد بھی مجھے جھوٹا اور فراڈ کہا جائے گا؟"

"نہیں نہیں......" ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ اس سے زیادہ تحفظ کی ضمانت اور کیا دی جاسکتی ہے؟

کسی نے کہا" عبدالرحمٰن! تم تو بہت خوش نصیب ہو کہ تمہاری بیٹیوں کے لیے اتنا اچھا لڑکا مل رہا ہے۔ تمہیں فوراً ہی اس رشتے کو منظور کرلینا چاہیے۔"

وردان نے پارس کے دماغ میں آکر غصے سے زلزلہ پیدا کرنا چاہا۔ پارس نے مسکرا کر پوچھا" تم پھر کیوں گدگدی کرنے آگئے ہو؟ میرے دماغ سے باہر نکلو۔ اپنے ہتھکنڈے آزماتے رہو۔ میں جوابی کارروائی کرتا رہوں گا۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ باہر نکل گیا۔ دماغی طور پر حاضر ہوکر سوچنے لگا" گھی سیدھی انگلی سے نہیں نکلے گا انگلی ٹیڑھی کرنی ہی ہوگی۔ میں اسے اس شہر اور اس ملک سے باہر بھاگ جانے پر مجبور کردوں گا۔"

میں اور الپا یکے بعد دیگرے پارس کے دماغ میں جاتے آتے رہتے تھے لیکن اسے مخاطب نہیں کرتے تھے۔ وردان پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے کہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اس کا کوئی رابطہ ہے۔

پارس نے فون کے ذریعے الپا سے رابطہ کیا پھر کہا" پاپا کو اپنے دماغ میں بلاؤ میں باتیں کررہا ہوں۔"

الپا نے مجھے بلایا تو میں نے اس کے اندر پہنچ کر پارس سے کہا" ہم تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں' ہمیں سب معلوم ہے کہ وردان تمہارے خلاف کیا کرتا رہا اور کس طرح ناکام ہوتا رہا؟"

اس نے پوچھا" پاپا......! آپ کا کیا خیال ہے' آئندہ وردان میرے خلاف کیا کرے گا؟"

"اپنے آلہ کاروں کے ذریعے تم پر حملہ کرائے گا۔ میں نے تمہارے لیے حفاظتی انتظام کیا ہے۔ ہمارے جاسوس دور ہی دور سے تمہاری نگرانی کررہے ہیں۔ وہ کسی کو چھپ کر تم پر حملہ نہیں کرنے دیں گے جو بھی حملہ آور نظروں میں آئے گا۔ اس کے ذریعے وردان کی رہائش گاہ تک پہنچنے کی کوشش کی جائے گی۔"

"پاپا......آپ جانتے ہیں کہ مجھے اپنی فکر نہیں ہوسکتی۔ وردان جیسے کتنے ہی خر دماغ دشمنوں سے ہمارا واسطہ پڑ چکا ہے۔ مجھے صرف اپنی بیٹی انوشے کی فکر ہے۔ الپا بھی یہاں میرے ساتھ ہے۔ وردان ان دونوں کے دماغوں میں بھی پہنچنا چاہے گا تو پتا چل جائے گا کہ یہ سانس روک لیتی ہیں یا ٹیلی پیتھی جانتی ہیں اور اگر یہ معلوم نہ ہوسکا تو وہ خیال خوانی کے ذریعے نقصان پہنچائے گا۔ انہیں ذہنی مریضہ بنانے کی کوشش کرے گا یا انہیں اغوا کرائے گا۔"

الپا نے بھی اس کی تائید کی اور کہا "میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔ مجھے اپنی بیٹی انوشے کی فکر ہے۔ میں تمہارہ کر بڑے بڑے مخالفین کو شکست دیتی آئی ہوں لیکن خدانخواستہ انوشے کو کچھ ہوا تو میں اور پارس دونوں ہی کمزور پڑ جائیں گے۔"

میں نے پارس سے پوچھا "تم کیا کہتے ہو بیٹے؟"

"میں یہ چاہتا ہوں کہ کچھ دنوں کے لیے الپا انوشے کو لے کر یہاں سے کہیں دور چلی جائے۔ وردان ہمارے قابو میں آئے گا تو یہ دونوں واپس آجائیں گی۔"

الپا نے کہا "پاپا......میں بھی یہی سوچتی ہوں کہ انوشے کو یہاں سے لے کر کسی دوسرے شہر یا صوبے میں چلی جاؤں گی۔"

میں نے کہا "اچھی بات ہے۔ ایک آدھ ہفتے کے لیے تم ماں بیٹی ممبئی چلی جاؤ۔ یہاں جوہو کے ساحل پر ہمارا ایک بنگلا ہے۔ وہاں کسی کی نظروں میں آئے بغیر آرام سے رہ سکو گی۔ کوئی تم دونوں پر شبہ بھی نہیں کرے گا" "یہ بتاؤ میری پوتی کیا کررہی ہے؟"

الپا نے کہا "اپنے کمرے میں ہے۔ اس کی دادی نے اسے کوئی خاص روحانی عمل بتایا ہے۔ جس پر وہ عمل کرتی رہتی ہے۔"

انوشے اپنے کمرے میں سر جھکائے مراقبے میں پہنچی ہوئی تھی۔ اس دنیا سے جیسے غافل ہوگئی تھی۔ ہر رات جب وہ مراقبے سے فارغ ہوتی تھی اور سونے کے لیے جاتی تھی تو اس سے پہلے اس کی دادی آمنہ اس کے اندر چلی آتی تھی۔ اسے چومتی تھی پھر کہتی تھی "بیٹی! اب سو جاؤ۔ اللہ تمہارا حافظ ہے۔"

اس وقت وہ جائے نماز سے اٹھتے ہوئے بولی "گرینڈ ماما! مجھے روحانی عمل کے دوران آگاہی ملی ہے کہ میں اب یہاں نہیں رہوں گی۔ میں پھر کہیں سفر کرنے والی ہوں۔"

"ہاں بیٹی......تم یہاں سے جاؤ گی۔ تمہارے ماں باپ اور دادا جان تمہاری سلامتی اور دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے یہاں سے کہیں دور بھیجنا چاہتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ تم کہاں یہاں رہو گی۔ تب بھی دشمن تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا لیکن تمہیں جانا چاہیے۔ تم جہاں اب جاؤ گی وہاں کسی دوسرے کی شامت آجائے گی۔ اب جاؤ اور بستر پر لیٹ جاؤ۔ میں یہاں ہوں۔"

آمنہ نے اسے خیال خوانی کے ذریعے چوما پھر الوداع کہہ کر اس کے دماغ سے رخصت ہوگئی۔

☆☆☆

انابیلا اس ہوٹل میں قید ہوکر رہ گئی تھی۔ اس کے دل پر موت کی دہشت طاری تھی۔ وہ یہ سوچ سوچ کر حیران اور پریشان ہوتی رہتی تھی کہ سونیا اس کے تمام خفیہ ارادوں سے بھی باخبر رہتی ہے۔

اسے یہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ وہ اس وقت استنبول کے فائیو اسٹار ہوٹل میں قیام پذیر ہے۔

سونیا نے اسے دھمکی دی تھی اور کہا تھا "اگر وہ ہوٹل سے باہر نکلے گی تو کہیں سے بھی ایک اندھی گولی آکر اس کی زندگی کو چاٹ جائے گی۔ لہٰذا اگر وہ اپنی زندگی چاہتی ہے تو اسی ہوٹل کے اندر اپنے کمرے میں رہا کرے۔ جب تک وہ کمرے میں رہے گی۔ زندہ و سلامت رہے گی باہر نکلے گی تو کوئی اس کی زندگی کی ضمانت نہیں دے سکے گا۔"

حقیقت یہ تھی کہ سونیا نہ تو اس کی نگرانی کررہی تھی اور نہ ہی اسے مارنا چاہتی تھی۔ اسے صرف دھمکی دی گئی تھی اس طرح وہ کبریا کی محتاج ہوگئی تھی وہ اس کا باڈی گارڈ بنا ہوا تھا۔ انابیلا اسے کبریا کی حیثیت سے نہیں جانتی تھی۔ اسے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ کس طرح اس نے بڑی چالاکی سے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیا ہے۔

وہ کبریا پر بھروسا کرنے پر مجبور تھی۔ اس نے اب تک یہ ثابت کیا تھا کہ وہ ذہین اور دلیر ہے اور ہر برے وقت میں اس کے کام آسکتا ہے۔ انابیلا نے ہوٹل کے اس کمرے میں بیٹھ کر وہاں سے فرار ہونے کی پلاننگ سوچی اور اس پر عمل بھی کیا۔

استنبول میں اس کی طرح جوان اور خوبصورت لڑکی تھی۔ وہ اپنی سوتیلی ماں سے تنگ آکر گھر سے فرار ہونا چاہتی تھی۔ ایسے وقت اس نے اس لڑکی کے دماغ [illegible] کر اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس عمل کے ذریعے اسے انابیلا بنادیا تھا۔

اس کے ذہن میں یہ بات نقش کردی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور اب اسرائیل جاکر اسرائیلی اکابرین پر حکومت کرنے والی ہے۔

اس یہودی لڑکی کا نام اونا فیمر ے تھا۔ کبریا نے خیال خوانی کے ذریعے اونا کے اندر پہنچ کر اس کے تمام خیالات پڑھے تھے اور یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو بھول چکی ہے اور مکمل طور پر ٹیلی پیتھی جاننے والی انابیلا بن گئی ہے۔

انابیلا نے اس کے ذہن میں یہ بات بھی نقش کی تھی کہ وہ چوبیس گھنٹے خیال خوانی نہیں کرتی ہے۔ ضرورت کے وقت جس کے دماغ میں چاہتی ہے وہاں پہنچ جاتی ہے اور اپنا کام نکال کر واپس آجاتی ہے۔

کبریا نے انابیلا سے کہا "اب اس لڑکی کو یہاں ہوٹل کے کمرے میں بلاؤ۔ وہ یہاں انابیلا بن کر رہے گی اور تم میک اپ کرکے اپنا چہرہ بدل کر باہر جاؤ گی تو تمہاری تاک میں رہنے والے دشمن دھوکا کھاجائیں گے۔ وہ یہی سمجھیں گے کہ انابیلا اسی کمرے میں موجود ہے۔"

انابیلا خیال خوانی کے ذریعے اونا فیمر ے کے اندر پہنچ گئی۔ وہ بے چینی سے اس بات کی منتظر تھی کہ کب اپنے گھر سے نکل کر اسرائیل کی طرف سفر کرے گی۔

انابیلا نے اس کی سوچ میں کہا "اب انتظار کی گھڑیاں ختم ہوچکی ہیں۔ مجھے گھر سے نکلنا چاہیے لیکن اس طرح کہ مجھے کوئی نہ پہچانے۔ میں ایک مسلمان لڑکی کی طرح نقاب پہن کر گھر سے نکلوں گی اور ایک ہوٹل میں جاؤں گی۔ وہاں میرے لیے ایک کمرا بک ہوگا۔ فی الحال میں اس کمرے میں ہی رہوں گی۔"

اونا اس کی معمولہ اور تابعدار تھی۔ اس نے جیسے کہا وہ ویسا ہی کرنے لگی اپنے گھر سے نقاب پہن کر نکلی پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اس ہوٹل میں پہنچ گئی۔ اس دوران میں انابیلا اپنے کمرے میں بیٹھی میک اپ کے ذریعے چہرہ بدل رہی تھی۔

کبریا نے گراؤنڈ فلور پر آکر لفٹ کے سامنے اونا کا استقبال کیا پھر اس سے کہا "میرے ساتھ آؤ اور اپنے کمرے میں چلو۔"

وہ اس کے ساتھ لفٹ میں آگئی۔ دروازہ بند ہوتے ہی کبریا نے کہا "اب چہرے پر سے نقاب ہٹادو کوئی تمہیں نہیں پہچانے گا۔"

اس نے نقاب ہٹایا تو کبریا اسے تعریفی نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ بہت ہی خوبصورت اور پرکشش تھی۔ وہ اس کے ساتھ انابیلا کے کمرے میں آیا۔ انابیلا نے بھی اسے تعریفی نظر سے دیکھا۔ اب تک وہ اس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھتی

آئی تھی۔ پہلی بار روبرو دیکھ رہی تھی۔
اس نے کبریا کے دماغ میں آکر پوچھا "اے...... تم اسے مسلسل کیوں دیکھ رہے ہو؟ کیا پھسل رہے ہو؟"
وہ بولا "نہیں...... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ خوامخواہ مجھ پر شبہ نہ کرو۔"
"ابھی تو شبہ ہی کر رہی ہوں اگر سچ مچ پھسلو گے اور مجھ سے بےوفائی کرو گے تو میں خیال خوانی کے ذریعے تمہیں دماغی مریض بنا دوں گی۔"
وہ کان پکڑ کر بولا "میری توبہ ہے میں کبھی تم سے بےوفائی نہیں کروں گا یہ تمہاری ڈمی کیا چیز ہے؟ دنیا میں اس سے بھی کہیں زیادہ حسین لڑکیاں موجود ہیں۔ کیا میں سب پر پھسلتا ہوں؟ مجھ سے فضول باتیں نہ کرو۔ اس سے کام کی باتیں کرو۔"
"مجھے اس سے کوئی بات نہیں کرنی ہے۔ میں نے اسے مکمل طور پر انابیلا بنا دیا ہے۔"
یہ کہہ کر اس نے اونا سے پوچھا "کیا تم خیال خوانی کر سکتی ہو؟"
اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا پھر کہا "اپنی سوتیلی ماں کے دماغ میں جاؤ اور معلوم کرو کہ وہ کیا کر رہی ہے؟"
یہ کہتے ہی انابیلا اس کے دماغ کے اندر آئی اور اسے یہ تاثر دینے لگی کہ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اپنی سوتیلی ماں کے دماغ میں پہنچ رہی ہے۔ وہ اسے گھر میں پریشانی سے ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے دیکھ رہی ہے۔ اس کے خیالات پڑھ رہی ہے کہ اپنی سوتیلی بیٹی اونا فیمرے کے گم ہونے پر وہ پریشان ہے۔ اسے تلاش کرنے کے لیے اپنے آدمیوں کو جگہ جگہ بھیج چکی ہے لیکن اس کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔
بےچاری اونا خود خیال خوانی نہیں کر رہی تھی اور نہ ہی ماں کے دماغ میں پہنچ رہی تھی۔ لیکن انابیلا اس سے پہلے اس کی ماں کے خیالات پڑھ چکی تھی اور اونا کو یہی سمجھا رہی تھی کہ وہ ماں کے خیالات پڑھ رہی ہے اور کو پریشان ہوتا دیکھ رہی ہے۔
اونا نے انابیلا کی مرضی سے اپنی ماں کو مخاطب کیا "تم مجھے جگہ جگہ تلاش کر رہی ہو لیکن اب میں تمہیں نہیں ملوں گی۔ میں تمہارے اندر چھپی ہوئی ہوں۔ تم مجھے کبھی ڈھونڈ نہیں پاؤ گی۔"
یہ کہہ کر وہ قہقہے لگانے لگی۔ جن لمحات میں اونا اپنی ماں سے یہ کہہ رہی تھی۔ ان لمحات میں انابیلا اس کی ماں کے دماغ میں جا کر یہی باتیں کر رہی تھی۔ پھر اس نے فون کے ذریعے اونا کو ماں سے باتیں کرنے کے لیے مائل کیا۔
اس نے انابیلا کا موبائل لے کر گھر کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر ماں سے پوچھا "کیا تم میری آواز اپنے دماغ میں سن رہی تھیں؟"
ماں نے حیرانی اور پریشانی سے کہا "ہاں بیٹی...... میں سن رہی تھی۔ تم میرے دماغ میں بول رہی تھیں۔ یہ کیا جادو ہے؟ تم نے ٹیلی پیتھی کب سیکھی؟ کیسے سیکھی؟ مجھے بتایا کیوں نہیں؟ تم کہاں ہو؟ واپس آجاؤ۔ میں تمہیں گلے لگاؤں گی خوب پیار کروں گی۔"
وہ بولی "میں تمہارے جیسی چڑیل سوتیلی ماں کے گلے لگنے تو کیا...... تم پر تھوکنا بھی پسند نہیں کروں گی۔ بس میں جا رہی ہوں۔ بہت دور جا رہی ہوں۔ آئی وش یو بیڈ لک۔"
یہ کہہ کر اس نے رابطہ ختم کیا پھر موبائل فون انابیلا کو دیتے ہوئے کہا "تم نے اپنا موبائل یوز کرنے کے لیے دیا۔ تمہارا بہت بہت شکریہ میں بھی تمہارے بہت کام آؤں گی۔ ہمیں ایک دوسرے سے متعارف ہونا چاہیے۔"
انابیلا نے کہا "متعارف ہونا ضروری نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں۔ اسرائیلی اکابرین تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ تم وہاں جا کر ان کے دماغوں پر حکومت کرو گی۔ یعنی پورے اسرائیل کی حکمران بن جاؤ گی۔"
وہ حیرانی سے بولی "مائی گاڈ...... تم تو میرے بارے میں بہت کچھ جانتی ہو۔ تم کون ہو؟"
"میں جو کوئی بھی ہوں۔ میرے بارے میں زیادہ سوچو اور نہ ہی کسی سے ذکر کرو۔ میں تمہیں صاف صاف بتا دوں کہ تم میری معمولہ اور تابعدار ہو۔ میرے حکم کے مطابق عمل کرتی رہو گی۔ میں جب چاہوں گی تب تم خیال خوانی کا مظاہرہ کر سکو گی اور جب نہیں چاہوں گی تو تم کچھ بھی نہیں کر پاؤ گی۔"
وہ بےیقینی سے بولی "میں کیسے مان لوں کہ تمہاری معمولہ اور تابعدار ہوں؟"
"سانچ کو آنچ کیا ابھی خیال خوانی کر کے دیکھو کیا کسی کے دماغ میں پہنچ سکتی ہو؟"
پھر انابیلا نے کبریا کی طرف دیکھا پھر اس سے کہا "یہ جوان تمہارے سامنے موجود ہے۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس سے بات کرو۔"
اونا نے کبریا کو دیکھا پھر اس سے کہا "ابھی تم نے لفٹ میں بات کی تھی لیکن میں تمہاری آواز اور لہجہ گرفت میں نہ رکھ سکی پھر مجھ سے باتیں کرو۔"
کبریا نے مسکرا کر کہا "میں کیا باتیں کروں؟ جو کہہ رہا ہوں بس اسی کو گفتگو سمجھو میری آواز اور لہجے کو اپنی گرفت میں لو۔"
وہ سن رہی تھی اور اس کی آواز کو گرفت میں لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہ رہی تھی لیکن یہ

تکنیک نہیں جانتی تھی کہ کیسے پرواز کی جاتی ہے اور کس طرح کسی دوسرے کے دماغ میں پہنچا جاتا ہے؟
اس نے دو چار بار کوشش کی پھر تھک ہار کر انابیلا کو شکست خوردہ انداز میں دیکھا۔ اس نے مسکرا کر پوچھا "کیا تم کو یقین آ گیا کہ تم میری مدد کے بغیر خیال خوانی نہیں کر سکو گی۔ میری معمولہ اور تابعدار بن کر میرے احکامات کی تعمیل کرتی رہو گی تو دیکھتے ہی دیکھتے بےانتہا دولت مند بن جاؤ گی اور اسرائیلی عوام پر حکومت کرتی رہو گی۔"
وہ انابیلا کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بولی "میں ہمیشہ تابعدار بن کر رہوں گی۔ تمہارے ذریعے مجھے اتنا عروج حاصل ہو رہا ہے۔ جس کی میں کبھی توقع نہیں کر سکتی تھی۔ تم مجھے حکم دو کہ اب کیا کرنا ہے؟"
"تم اس کمرے میں کل تک رہو گی۔ پرسوں کی فلائٹ میں تمہارے لیے سیٹ بک کروا دی گئی ہے۔ تمہارا پاسپورٹ اور دوسرے اہم کاغذات اس بریف کیس میں رکھے ہوئے ہیں۔ دو گھنٹے کے بعد ہماری فلائٹ ہے۔ ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔"
اس کا ذہن الجھا ہوا تھا۔ وہ بولی "میں اپنے آپ کو مکمل طور پر انابیلا سمجھتی ہوں لیکن اس سوتیلی ماں سے نجات حاصل کر کے آئی ہوں۔ وہ مجھے اونا کہہ کر پکارتی تھی۔"
اس نے ایک ذرا چپ ہو کر انابیلا کو دیکھا۔ پھر پوچھا "کیا تم نے تنویمی عمل کے ذریعے مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہے؟"
"ہاں...... میں نے یہی کیا ہے۔ تم انابیلا بننے سے اور میری معمولہ اور تابعدار بن کر رہنے سے انکار کرو گی تو میں تمہیں پھر سوتیلی ماں کے پاس لے جا کر پھینک دوں گی۔"
وہ جلدی سے انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں نہیں...... میں کبھی ایسا نہیں کروں گی۔ میں ساری زندگی تمہارے قدموں میں رہوں گی۔ تمہارے ہر حکم کی تعمیل کرتی رہوں گی۔"
انابیلا کا میک اپ مکمل ہو چکا تھا۔ اس نے نئے پاسپورٹ کے مطابق اپنے چہرے کو تبدیل کیا تھا۔ وہاں سے جانے کے لیے سامان پیک ہو چکا تھا۔ وہ دونوں اپنے اپنے اٹیچی اٹھا کر اونا سے رخصت ہو کر اس کمرے سے باہر آ گئے۔
اگرچہ انابیلا نے اپنے چہرے کو تبدیل کیا تھا۔ تاہم دل میں یہ خوف تھا کہ سونیا کے آدمی ہوٹل کے باہر ہوں گے اور اسے پہچان کر گولی مار دیں گے۔
کبریا نے لفٹ کے ذریعے نیچے جاتے ہوئے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "تم چہرے سے بہت پریشان لگ رہی ہو۔ تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے۔ کوئی تمہیں نہیں پہچانے گا۔"
وہ کبریا کے ساتھ ہوٹل کے باہر آئی۔ اسے کوئی دشمن دکھائی نہیں دیا۔ وہ ایک ٹیکسی میں اس کے ساتھ ایئرپورٹ پہنچ گئی اب تک کوئی غیر معمولی بات سامنے نہیں آئی تھی۔ فلائٹ کی روانگی کا وقت ہو چکا تھا۔ ان دونوں نے اندر جا کر بورڈنگ کارڈ حاصل

کیا پھر طیارے میں آکر اپنی سیٹ پر بیٹھ گئے۔

انا بیلا نے اسرائیلی اکابرین کو اطلاع دی تھی کہ وہ پرسوں کی فلائٹ سے اسرائیل پہنچ رہی ہے اور اب وہ دو دن پہلے ہی وہاں پہنچنے والی تھی۔ وہاں پہنچ کر کوئی چھوٹا سا بنگلا کرائے پر لے کر کبریا کے ساتھ رہنے والی تھی۔ دو دنوں کے بعد جب اونا اس کی پلاننگ کے مطابق انا بیلا بن کر اسرائیل پہنچتی اور وہاں کے اکابرین اس کا استقبال کرتے تو اس وقت وہ پوری طرح اونا کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھتی اور اس کے ذریعے دیکھتی رہتی کہ تمام اسرائیلی اکابرین الپا کی طرح اس پر اعتماد کرتے ہیں یا نہیں اور جو اکابرین اعتماد نہیں کر رہے ہیں وہ در پردہ کیا سازشیں کر رہے ہیں؟ یہ سب کچھ وہ اونا کے دماغ میں رہ کر معلوم کر سکتی تھی۔

وہ سفر کے دوران میں ایک گھنٹے کے لیے سوگئی تو کبریا اس کی طرف سے مطمئن ہو کر اونا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کمرے میں تنہا تھی۔ اس خیال سے خوش تھی کہ دو دن کے بعد اسرائیل پہنچے گی تو اس کا نہایت شاندار طریقے سے استقبال کیا جائے گا اور وہ وہاں کی حکمران بن کر رہے گی۔

یہ بات اسے کھٹکنے لگی کہ وہ انا بیلا کی مرضی کے مطابق ہی خیال خوانی کر سکے گی۔ ورنہ ایک عام لڑکی بن کر رہا کرے گی۔ ایسے میں بھی وہاں کے اکابرین کو اس پر شبہ بھی ہو سکتا ہے اگر ایسا ہوا تو کیا ہوگا؟

کبریا نے نسوانی آواز میں انا بیلا کا لہجہ بنا کر کہا ”تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے میں دن رات تمہارے اندر آتی جاتی رہا کروں گی۔ وہاں کے اکابرین میں سے تم پر کوئی شبہ نہیں کرے گا۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”شکریہ میڈم...... میں آپ کا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔“

”اس میں احسان کی کیا بات ہے؟ تم اکیلی کمرے میں بور ہو رہی ہو۔ تمہیں باہر تفریح کے لیے جانا چاہیے۔“

”میں کیسے جاسکتی ہوں؟ وہ جو ہماری دشمن سونیا ہے۔ اس کے آدمی میری تاک میں لگے ہوں گے۔ وہ مجھے گولی ماردیں گے۔“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں ہوٹل سے باہر نکل کر دیکھ چکی ہوں۔ ہمارا کوئی دشمن نہیں ہے۔ تم آزادی سے باہر جاسکتی ہو۔ جس بریف کیس میں تمہارا پاسپورٹ اور دوسرے اہم کاغذات رکھے ہوئے ہیں۔ اس میں پانچ لاکھ ڈالر بھی ہیں تم کھل کر تفریح کرسکتی ہو۔ تمہیں میری طرف سے پوری آزادی ہے۔“

اس نے خوش ہو کر بریف کیس کو کھول کر دیکھا۔ وہاں نوٹوں کی گڈیاں تھیں ان پر پاسپورٹ اور دوسرے اہم کاغذات بھی رکھے ہوئے تھے۔ وہ زندگی میں پہلی بار اپنے پاس اتنی دولت دیکھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔

وہ بولی ”میڈم...... میں ابھی ایک لاکھ ڈالر لے کر باہر جانا چاہتی ہوں اور خوب شاپنگ کرنا چاہتی ہوں۔“

کبریا نے کہا ”وہاں شاپنگ کرو گی تو سامان لے کر سفر کرنا مشکل ہوگا۔ خواہ مخواہ پریشانی ہوگی۔ جب یہاں تل ابیب پہنچو گی تو دنیا جہان کی شاپنگ کر سکو گی۔ یہاں تمہیں اپنی ضرورت اور اپنے شوق کی ہر چیز ملے گی۔ ابھی تم باہر جا کر تفریح کرو۔ کھانے پینے میں رقم خرچ کرو لیکن شاپنگ نہ کرو۔ اب میں جا رہی ہوں پھر کسی وقت آؤں گی۔“

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس کی ساتھ والی سیٹ پر انا بیلا گہری نیند سو رہی تھی۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر سونیا کے سلسلے میں خیالات پیدا کرنے لگا اس حوالے سے وہ سونیا کو خواب میں دیکھنے لگی۔

وہ سونے والی کبریا کی معمولہ اور تابعدار تھی۔ اس لیے اس کی مرضی سے خواب دیکھ رہی تھی۔ خواب میں سونیا کہہ رہی تھی ”میں نے تم پر بار بار بھروسا کیا اور تم نے بار بار مجھے دھوکا دیا۔ اب تم اس کی سزا پاؤ گی۔ آئندہ دیکھو گی کہ تمہارے ساتھ کیا ہوتا رہے گا؟“

انا بیلا کے خوابیدہ خیالات نے کہا ”میرے ساتھ کچھ نہیں ہوگا۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گی۔ تم نے مجھے اس ہوٹل کے کمرے میں قید کیا تھا۔ باہر نکلنے کا موقع نہیں دے رہی تھیں لیکن دیکھو...... میں کس طرح ایک بال کی طرح مکھن سے نکل آئی ہوں۔“

سونیا نے کہا ”ذرا آنکھیں تو کھولو۔ پتا چلے گا کہ مکھن سے نکلنے کے بعد دلدل میں آگری ہو۔“

یہ کہتے ہی سونیا نے اسے ایک طمانچہ رسید کیا۔ وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات 48 ویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ 15 دسمبر 2006ء میں شائع ہوگا